مقدمة شرح البيضاوي

المسماة

أنفاس التكميل

بشرح

أنوار التنزيل

للإمام المحدث المفسر المشرع الزاهد العابد المتقن

العلامة الشيخ مراد بن محمد بن موسى الرومي الحنفي البارزي

رحمه الله تعالى ورضي عنه آمين

أثمار التكميل
لما في
أنوار التنزيل
الجزء الأول والثاني

طبع عاشر
مارچ ۲۰۲۰ء مطابق شعبان ۱۴۴۱ھ



ناشر
إدارۂ تصنیف وأدب
جامعۃ محمد موسیٰ البنّاری
برہان پورہ، نزد اجتماع گاہ، عقب گورنمنٹ ہائی سکول، رائیونڈ، لاہور
منگوانے کا پتہ ››› مرکزی دفتر: القلم ٹرسٹ، 13 ڈی، بلاک بی، سمن آباد، لاہور۔
موبائل: 0300-4101882 فون: 042-37568430
www.jamiaruhanibazi.org
Email: alqalam777@gmail.com

مُقدِّمة شرح البيضاوي

المُسمّاة

آثار التكميل

لِما في

أنوار التنزيل

الجزء الأوّل والثاني

لإمام المحدّثين نجم المفسّرين زبدة المحقّقين

العلّامة الشيخ مولانا **محمّد موسى** الرّوحاني البازي

رحمه الله تعالى وطيّب آثاره

إدارة تصنيف وأدب

مصنّفِ کتابِ ہذا

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیب آثارہ

کے بارے میں چند مختصر کلمات

اوران کی زندگی کے مختصر حالات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ أَمَّا بَعْدُ!

ھَیْھَاتَ لَا یَأْتِی الزَّمَانُ بِمِثْلِہٖ
إِنَّ الزَّمَانَ بِمِثْلِہٖ لَبَخِیْلٌ

ترجمہ "یہ بات بڑی بعید ہے، زمانہ ان جیسی شخصیت نہیں لائے گا۔
بیشک ایسی شخصیات کے لانے میں زمانہ بڑا بخیل ہے"۔

محدث اعظم، مفسر کبیر، فقیہ افہم، مصنفِ افخم، جامع المعقول والمنقول، شیخ المشائخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہ فی دارالسلام کی شخصیت علمی دنیا میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ اپنے عہد میں دنیا بھر کے ذہین لوگوں میں سے ایک تھے۔ آپ کی علمی مصروفیات قدرت نے آپ کی تسکین کیلئے پیدا کر رکھی تھیں۔

لاریب! ان کی شخصیت سدا یادگار رہے گی۔ اس وقت ان کی موت سے چمنستانِ اسلام اجڑ گیا ہے، علماء یتیم ہو گئے ہیں اور اہل اسلام ان کے علم وفقہ سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان کی باتیں بے شمار ہیں، ان کے سنانے والے بھی بے شمار ہیں۔ ان کی زندگی کے مختلف گوشے لوگوں کے سامنے ہیں اور زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کی مانند ہے۔

کچھ قمریوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

اللہ تعالیٰ کے دربارِ جلال و جمال میں حضرت محدث اعظمؒ کا مقام

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو عند اللہ جو مقام و مرتبہ حاصل تھا اور اس سلسلے میں آپ کو جن کرامتوں اور خصائص سے اللہ تعالیٰ نے نوازا اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ ذیل میں اختصاراً ایک دو واقعات ذکر کئے جا رہے ہیں۔

(۱) حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک سے جنت کی خوشبو کا پھوٹنا

تدفین کے بعد شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ کی قبر اطہر اور مٹی سے خوشبو آنا شروع ہوگئی جس نے پورے میانی قبرستان کو معطر کر دیا۔ دُور دُور تک فضا انتہائی تیز خوشبو سے مہکنے لگی اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو اس ولی اللہ کی قبر پر حاضری دینے کیلئے امڈ پڑا، ملک کے کونے کونے سے لوگ پہنچنے لگے اور تبرکاً مٹی اٹھا اٹھا کر لے جانے لگے۔ قبر مبارک پر مٹی کم ہونے لگتی تو اور مٹی ڈال دی جاتی۔ چند ہی منٹوں میں وہ مٹی بھی اسی طرح خوشبو سے مہکنے لگتی۔ قبر کے پاس چند منٹ گزارنے والے شخص کا لباس بھی جنّتی خوشبو سے معطر ہو جاتا اور کئی کئی دن تک اس لباس سے خوشبو آتی۔

یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ عالم اسلام کی چودہ صدیوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد حضرت شیخؒ تیسری شخصیت ہیں جن کی مرقد اطہر سے جنت کی خوشبو جاری ہوئی جو الحمد للہ سات ماہ سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود ابھی تک جاری ہے۔ حضرت شیخؒ اللہ تعالیٰ کے کتنے برگزیدہ اور محبوب بندے تھے ان کی اس عظیم کرامت نے اس بات کی تصدیق کر دی۔ یہ عظیم الشان کرامت جہاں حضرت محدثِ اعظمؒ کی ولایتِ کاملہ کی واضح دلیل ہے وہاں مسلکِ دیوبند کیلئے بھی قابل صد فخر بات ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے محبت

اس زمین پر عرشِ بریں کے آخری نمائندہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت محدث اعظمؒ کی محبت و عقیدت عشق کی آخری دہلیز پر تھی۔ درسِ حدیث میں یا گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر فرماتے تو رِقّت طاری ہو جاتی، آنکھیں پُرنم ہو جاتیں اور آواز حلق میں اٹک جاتی۔

ایک مرتبہ حضرت شیخؒ بمعہ اہل و عیال حج کیلئے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ حج کے بعد چند روز مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ مولانا سعید احمد خانؒ (جو کہ تبلیغی جماعت کے بڑے بزرگوں میں سے تھے) کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ کی بمعہ اہل خانہ اپنی مدینہ منورہ والی رہائشگاہ پر دعوت کی۔ دعوت کے دوران والد محترمؒ، مولانا سعید احمد خانؒ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص (جو کہ مدینہ منورہ ہی کا رہائشی تھا) آیا، اس نے جب محدثِ

اعظم شیخ الشیوخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ کو اس مجلس میں تشریف فرما دیکھا تو انہیں سلام کر کے مؤدبانہ انداز میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ حضرت میں آپ سے معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوا ہوں، آپ مجھے معاف فرمادیں۔ والد ماجدؒ نے فرمایا بھائی کیا ہوا؟ میں تو آپ کو جانتا ہی نہیں، نہ کبھی آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔ تو کس بات پر معاف کروں؟ وہ شخص پھر کہنے لگا کہ بس حضرت آپ مجھے معاف کر دیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی وجہ بتلاؤ تو سہی؟ وہ شخص کہنے لگا کہ جب تک آپ معاف نہیں فرمائیں گے میں بتلا نہیں سکتا۔ تو اپنے مخصوص لب ولہجہ میں والد صاحبؒ نے فرمایا اچھا بھئی معاف کیا، اب بتلاؤ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا حضرت میری رہائش مدینہ منورہ میں ہی ہے۔ میں اپنے رفقاء اور ساتھیوں سے اکثر آپ کا نام اور آپ کے علم وفضل کے واقعات سنتا رہتا تھا چنانچہ میرے دل میں آپ کی زیارت وملاقات کا شوق پیدا ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تمنا بڑھتی گئی مگر کبھی زیارت کا شرف حاصل نہ ہوسکا۔

اتفاق سے چند دن قبل آپ مسجد نبوی میں نوافل میں مشغول تھے کہ میرے ایک ساتھی نے مجھے اشارے سے بتلایا کہ یہ ہیں مولانا محمد موسیٰ صاحب جن کے بارے میں تم اکثر پوچھتے رہتے ہو۔ میں نے چونکہ اس سے پہلے آپ کو دیکھا نہیں تھا اس لئے میرے ذہن میں آپ کے بارے میں ایک تصور قائم تھا کہ پھٹا پرانا لباس ہوگا، دنیا کا کچھ پتہ نہیں ہوگا تو جب میں نے نوافل پڑھتے ہوئے آپ کا حلیہ اور وجاہت دیکھی (حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا لباس سادہ سا ہوتا، سفید لمبا جبّہ نما کُرتا پہنتے، شلوار ٹخنوں سے بالشت بھر اونچی ہوتی، سر پر سفید پگڑی باندھتے اور پگڑی کے اوپر عربی انداز میں سفید رومال ڈال لیتے مگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے علمی جلال کے ساتھ ساتھ ظاہری جمال اور رعب بھی بے انتہاء بخشا تھا، نیز نسبتاً دراز قامت بھی تھے اس لئے اس سادہ سے لباس میں بھی آپ کی وجاہت وشان کسی بادشاہِ وقت سے کم معلوم نہ ہوتی اور آپ کو نہ جاننے والے بھی آپ کی شخصیت سے انتہائی مرعوب ہو کر ادب سے ایک طرف ہو جاتے۔) تو میرے ذہن میں جو پھٹے پرانے لباس کا تصور تھا وہ ٹوٹ گیا اور میرے دل میں آپ کے بارے میں کچھ بدگمانی پیدا ہوگئی چنانچہ میں آپ سے ملے بغیر ہی واپس لوٹ گیا۔

اسی رات کو خواب میں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی غصے میں ہیں۔ میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوگئی کہ آپ ناراض دکھائی دے رہے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تم میرے موسیٰ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہو،
فوراً میرے مدینے سے نکل جاؤ"۔

میں خوف سے کانپ گیا، فوراً معافی چاہی، تو نبی کریم ﷺ فرمانے لگے۔

"جب تک ہمارا موسیٰ معاف نہیں کرے گا میں
بھی معاف نہیں کروں گا"۔

یہ خواب دیکھنے کے بعد میں بیدار ہوگیا اور اس دن سے میں مسلسل آپ کو تلاش کر رہا ہوں مگر آپ کی جائے قیام کا پتہ نہیں لگا سکا۔ آج آپ سے یہاں اتفاقاً ملاقات ہوگئی تو معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوگیا ہوں۔ حضرت شیخؒ نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ پر رقّت طاری ہوگئی اور آپ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔

ان واقعات سے بخوبی علم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک نہایت بلند مقام و درجہ حاصل تھا۔ خاص طور پر مدینہ منورہ میں پیش آنے والا مذکورہ بالا واقعہ تو اس قدر عجیب و غریب ہے کہ قرونِ اولیٰ کے علماء و مشائخ کے تذکروں میں بھی اس جیسی مثال خال خال ہی ملتی ہے۔

آپ تصور تو کیجئے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کو آپ سے کس قدر محبت ہوگی کہ آپ کے بارے میں مدینہ منورہ کے اس شخص کی معمولی سی بدگمانی پر رسول اللہ ﷺ نے انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ سخت غضب کی وجہ سے اسے مدینہ سے ہی نکل جانے کا حکم فرمایا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں اور ان عالی مرتبت اولیاء میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔
ترجمہ "جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی،
مَیں اس شخص سے اعلان جنگ کرتا ہوں"۔

ذرا اس حدیثِ قدسی کو دیکھئے اور پھر مذکورہ واقعہ پر غور کیجئے بلکہ یہاں تو رنگ ہی نرالا ہے کہ اس شخص نے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو نہ تو ہاتھ سے کوئی تکلیف پہنچائی، نہ استہزاء کیا، نہ اہانت و تحقیر کی، نہ زبان سے کوئی برے الفاظ و کلمات ادا کئے بلکہ صرف دل ہی دل میں آپ کے بارے میں بدگمانی کی مگر دشمنی کے معمولی اثرات والی اس حالت و کیفیت پر بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا غضب حرکت میں آگیا اور اسے اپنے شہر کو چھوڑنے اور اس سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

مختصر حالاتِ زندگی

محدث اعظم، مصنف افخم، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ ڈیرہ اسماعیل خان کے مضافات میں واقع ایک گاؤں کٹہ خیل میں مولوی شیر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ محترم عالم وعارف اور زاہد وسخی انسان تھے، انکی سخاوت کے قصے گاؤں کے لوگوں میں زبان زدِ عام ہیں۔ آپ کے والدِ محترم مولوی شیر محمدؒ کی وفات ایک طویل مرض، پیٹ اور معدہ میں پانی جمع ہونے، کی وجہ سے ہوئی۔ حضرت شیخؒ کی عمر اس وقت پانچ سال یا اس سے بھی کم تھی۔

والدِ محترم کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش آپ کی والدہ محترمہ نے کی جو کہ بہت ہی صالحہ، صائمہ اور قائمہ للہ تعالیٰ خاتون تھیں۔ آپ نے والدہ محترمہ کی نگرانی ہی میں دینی تعلیم حاصل کی، یہی آپ کے والدِ محترم کی وصیت بھی تھی۔

والدِ محترم مولوی شیر محمدؒ کی وفات کے بعد آپ ان کی قبر پر زیارت کیلئے حاضر ہوتے تو قبر میں سے قرآن حکیم کی تلاوت کی آواز سنائی دیتی خصوصاً "سُورۃُ المُلك" کی تلاوت کی آواز آتی۔ حدیث شریف میں سورۂ ملک کے بارے میں آیا ہے کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کیلئے شفاعت کا باعث بنتی ہے۔

یہ ان کی عجیب وغریب کرامت تھی جسے والد ماجد محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ نے اپنی تصنیف شدہ کتاب "اَثمارُ التکمیل" (یہ حضرت شیخؒ کی تصنیف کردہ بیضاوی شریف کی شرح "اَزھارُ التسھیل" کا دو جلدوں پر مشتمل مقدمہ ہے، اصل کتاب تقریباً پچاس جلدوں پر مشتمل ہے) میں بھی تفصیلاً ذکر فرمایا ہے۔ حضرت شیخؒ کے جدامجد "احمد روحانی رحمہ اللہ تعالیٰ" بھی بہت بڑے عالم اور صاحب فضل وکمال انسان تھے۔ افغانستان میں غزنی کے پہاڑوں کے مضافات میں ان کا مزار اب بھی مرجع عوام وخواص ہے۔

حضرت شیخ محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ نے ابتدائی کتبِ فقہ اور فارسی کی تمام کتابیں مثلاً پنج گنج، گلستان، بوستان وغیرہ گاؤں کے علماء سے پڑھیں، اس دوران گھر کے کاموں میں والدہ محترمہ کا ہاتھ بھی بٹاتے۔ گاؤں میں بارش کے علاوہ پانی کے حصول کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا، آپ بعض اوقات پانی لانے کیلئے تین تین میل کا سفر کرتے۔

گاؤں میں کتابیں پڑھنے کے بعد آپ بعض علماء کے حکم پر تحصیل علم کیلئے تقریباً گیارہ سال کی کم عمری میں عیسیٰ خیل چلے گئے۔ تحصیل علم کیلئے یہ آپ کا پہلا سفر تھا۔ یہاں پر چند ماہ میں ہی آپ نے علم الصرف کی کئی کتابیں زبانی یاد کر لیں۔

بعدہٗ اباخیل ضلع بنوں تشریف لے گئے اور دوسال میں علم الصرف کی تمام کتب فصول اکبری تک اور نحو کی کتابیں کافیہ تک اور منطق کی ابتدائی کتب مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تعالیٰ اور خلیفہ جان محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیرنگرانی ازبر کیں۔

اس کے بعد مفتی محمودؒ کے ہمراہ عبدالخیل آگئے اور یہاں پر دوسال میں ان سے شرح جامی، مختصر المعانی، سلم العلوم تک منطق کی کتابیں، مقامات حریری، اصول الشاشی، میبذی شرح ہدایۃ الحکمۃ، شرح وقایہ اور تجوید و قراءت کی بعض کتب پڑھیں۔

مزید علمی پیاس بجھانے کیلئے آپ اکوڑہ خٹک دارالعلوم حقانیہ تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے تقریباً دوسال قیام کیا جس دوران آپ نے منطق کی تمام کتابیں ماسوائے قاضی مبارک اور فلسفہ کی تمام کتب، علم میراث، اصولِ فقہ اور ادب عربی کی کتب پڑھیں۔

سالانہ چھٹیوں کے دوران مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے دورۂ تفسیر میں شرکت کیلئے راولپنڈی آگئے۔ اس کے بعد مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں داخلے کیلئے تشریف لے گئے۔ قاسم العلوم میں داخلے کا امتحان صدرا، حمد اللہ اور خیالی جیسی مشکل کتابوں میں زبانی دیا۔ ممتحن نے حیران ہو کر قاسم العلوم کے صدر مدرّس مولانا عبدالخالق رحمہ اللہ تعالیٰ کو بتلایا کہ ایک پٹھان لڑکا آیا ہے جسے سب کتابیں زبانی یاد ہیں۔ یہاں آپ تقریباً تین سال تک حصولِ علم میں مشغول رہے اور فقہ، حدیث، تفسیر، منطق، فلسفہ، اصول اور علم تجوید و قراءتِ سبعہ کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت شیخؒ کو اللہ جل شانہ نے بے انتہاء قوتِ حافظہ اور سریع الفہم ذہن عطا کیا تھا۔ زمانۂ طالب علمی میں ہی آپ اپنے تمام ہم جماعتوں پر فائق رہے۔ آپ کے اساتذہ آپ کی شدتِ ذکاوت، قوتِ حافظہ اور وسعتِ مطالعہ پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے۔ آپ مشکل سے مشکل عبارت اور فنی پیچیدگی کو، جس کے حل سے اساتذہ بھی عاجز آجاتے، ایسے انداز میں حل فرماتے اور فی البدیہہ ایسی تقریر فرماتے کہ یوں محسوس ہوتا جیسے اس مقام پر کوئی اشکال تھا ہی نہیں۔

تدریس سے وابستہ ہونے کے بعد تمام کتبِ فنونِ عقلیہ و نقلیہ کے دروس میں آپ طلباء و علماء کے سامنے اس فن کے ایسے مخفی نکات اور علومِ مستورہ بیان فرماتے کہ سننے والے یہ گمان کرنے لگتے کہ شاید آپ کی ساری عمر اسی ایک فن کے حصول و تدریس اور استحکام میں گزری ہے۔ تمام فنون میں آپ کے اسباق کی یہی کیفیت ہوتی اور آپ اس فن کی انتہائی گہرائی میں جاکر لطائف و بدائع کو ظاہر فرماتے۔

حضرت محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جن علوم و فنون میں مکمل دسترس و مہارت حاصل تھی اس کا ذکر وہ خود بطور تحدیثِ نعمت اپنی بعض تصانیف میں ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"ومِمّا مَنَّ اللہ تعالی علیَّ التبحّر فی العُلومِ کلِّھا النقلیۃ والعقلیّۃ من علم الحدیث و علم التفسیر وعلم الفقہ وعلم أصُول التفسیر وعلم أصول الحدیث وعلم أصول الفقہ وعلم العَقائد و علم التاریخ وعلم الفِرَق المختلفۃ وعلم اللُّغۃ العربیۃ وعلم الأدب العربی المشتمِلِ علی اثنی عشرَ فنًّا وعِلمًا کما صرّح بہ الأدباء وعلم الصرف وعلم الاشتقاق وعلم النحو وعلم المعانی وعلم البیان وعلم البدیع وعلم قرض الشعر وعلم المنطق وعلم الفلسفۃ الأرسطویۃ الیونانیۃ والإلٰھیّات من الفلسفۃ الیونانیۃ و علم الطبیعیات من الفلسفۃ الیونانیۃ وعلم السماء والعالم وعلم الرّیاضیات من الفلسفۃ الیونانیۃ وعلم تھذیب الأخلاق وعلم السیاسۃ المدَنِیۃ من الفلسفۃ وعلم الھندسۃ أی علم أقلیدس الیونانی وعلم الأبعاد وعلم الأُکُر وعلم اللّغۃ الفارسیّۃ والأدب الفارسی وعلم العروض وعلم القوافی وعلم الھیئۃ أی علم الفلك البطلیموسی الیونانی وعلم التجوید للقرآن وعلم ترتیل القرآن وعلم القراءات".

آپ دوران درس خارجی قصے سنانا پسند نہیں فرماتے تھے مگر اس کے باوجود مشکل سے مشکل کتاب کا درس بھی جب شروع فرماتے تو مغلق سے مغلق عبارات و مقامات حل ہوتے چلے جاتے اور سننے والوں پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ جی چاہتا کہ درس جاری رہے کبھی ختم نہ ہو۔ یوں معلوم ہوتا جیسے حضرت شیخؒ کے علم نے طلباء پر سحر کر کے انہیں مدہوش کر دیا ہے اور انہیں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں۔ درس جس قدر بھی طویل ہوتا چلا جاتا طلباء پہلے سے زیادہ ہشاش بشاش و تازہ دم نظر آتے اور ایسا لگتا جیسے آپ نے ان میں ایک علمی قوت بھر دی ہو۔

سب سے زیادہ شہرت آپ کے درسِ ترمذی اور درسِ تفسیر بیضاوی کو حاصل ہوئی۔ دُور دراز سے طلباء و علماء آپ کے درس میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کیلئے کھچے چلے آتے۔ آپ کا درسِ حدیث بعض اوقات پانچ چھ گھنٹوں تک مسلسل جاری رہتا۔ شدید سے شدید بیماری میں بھی، جبکہ حضرت شیخؒ کیلئے بیٹھنا بھی مشکل ہوتا، یہی صورتِ حال رہتی اور بیماری کے باوجود کئی کئی گھنٹوں کی تقریر کے بعد بھی آپ پر تھکن کے آثار دکھائی نہ دیتے۔ طلبہ سے فرماتے "بھئی یہ سب علم حدیث کی برکات ہیں"۔

خاص طور پر آپ کا درسِ ترمذی پورے پاکستان بلکہ پوری دنیا میں اپنی مثال آپ تھا جس میں آپ جامع ترمذی کی ابتداء سے لیکر انتہاء تک ہر ہر حدیث کا ترجمہ کرتے، مشکل الفاظ کی صرفی و نحوی تحقیق کرتے، مآخذ بتلاتے، محاوراتِ عرب کی تفاصیل سے مطلع فرماتے اور تمام مسائل پر انتہائی مفصل و سیر حاصل بحث بھی فرماتے۔ مسائل میں عام طریقۂ کار کے مطابق دو یا چار مشہور مذاہب بیان نہ فرماتے بلکہ اکثر مسائل میں آپ سات سات یا آٹھ آٹھ مذاہب بیان فرماتے، ہر فریق کی تمام ادلّہ ذکر کرتے اور پھر ہر دلیل کے کئی کئی جوابات احناف کی طرف سے دیتے۔ بعض

اوقات فریقِ مخالف کی ایک ہی دلیل کے جوابات کی تعداد پندرہ بیس سے بھی بڑھ جاتی۔

آپ کے درس کی سب سے خاص بات "قَالَ" کیساتھ "أَقُوْلُ" کا ذکر تھا یعنی "میں اس مسئلے میں یوں کہتا ہوں"۔ حضرت شیخؒ کو اللہ تعالیٰ نے استخراجِ جوابِ جدید کا بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ اکثر مسائل و مباحث میں اپنی جانب سے دلائلِ جدیدہ و توجیہاتِ جدیدہ ذکر فرماتے اور وہی جوابات و توجیہات سب سے زیادہ تسلی بخش ہوتیں۔ بعض اوقات ایک ہی مسئلے میں صرف آپ کی اپنی توجیہات و جوابات کی تعداد اس مسئلے میں اسلاف سے مروی مجموعی توجیہات سے بڑھ جاتی اور ساتھ ساتھ یہ فرماتے۔

"مولانا یہ میری اپنی توجیہات و اَدِلّہ ہیں اس مسئلہ میں، روئے زمین کی کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملیں گی۔ بڑی دعاؤں و آہ وزاری اور بہت راتیں جاگنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں ان کا القاء و اِلہام کیا ہے"۔

اس جلالتِ علمی کے باوجود عاجزی کا یہ عالم تھا کہ اپنے جوابات و توجیہات کی نسبت اپنی طرف کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی جانب فرماتے تھے کہ بندہ کچھ بھی نہیں، وہی ذات سب کچھ ہے۔ یہ عاجزی و انکساری ان کی سینکڑوں تصنیف شدہ کتابوں میں بھی نظر آتی ہے۔ مصنف حضرات عام طور پر اپنی تصنیفات پر اپنے نام کے ساتھ مختلف القاب بھی لگاتے ہیں مگر حضرت شیخؒ نے اپنی ہر تصنیف پر عاجزی و انکساری کی راہ اپناتے ہوئے اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ عبدِ فقیر یا عبدِ ضعیف (کمزور بندہ) لکھا جو اُن کی انکساری کی واضح مثال ہے۔ عجز و انکساری کا ساتھ حالتِ نزع میں بھی نہ چھوڑا اور ایسی حالت میں بھی زبان ادب کا دامن پکڑے انکساری و عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اس ذاتِ وحدہ لاشریک لہ کو اس انداز میں پکارتی رہی۔

"إِلٰهِيْ أَنَا عَبْدُكَ الضَّعِيْفُ".
یعنی "یا اللہ! میں تیرا کمزور بندہ ہوں"۔

حضرت محدث اعظمؒ کے اوقات میں اللہ جلّ جلالہٗ نے بہت زیادہ برکت رکھی تھی۔ آپ قلیل سے وقت میں کئی گنا زیادہ کام کر لیتے جس کا اندازہ آپ حضرت شیخؒ کے درسِ ترمذی سے لگا سکتے ہیں کہ ترمذی کی ہر حدیث کا ترجمہ بھی ہو، تمام مشکل الفاظ کی صرفی و نحوی تحقیقات و مآخذ کی توضیح بھی ہو، پھر تمام مسائل پر اتنی مفصل بحث ہو جیسا کہ ابھی بیان ہوا اور ان سب پر مستزاد یہ کہ آپ سب طلباء سے کاپیاں بھی لکھواتے، چنانچہ مسلسل تقریر کرنے کی

بجائے ٹھہر ٹھہر کر املاء کے انداز میں طلباء کو مسائل لکھواتے جس دوران آپ ہر جملے کو کم از کم دو یا تین مرتبہ ضرور دہراتے مگر ان سب باتوں کے باوجود وقت میں اتنی برکت ہوتی کہ جامع ترمذی سالانہ امتحانات سے قبل ہی اطمینان وتسلی سے ختم ہوجاتی اور اس کے ساتھ ساتھ ہر طالب علم کے پاس آپ کی مکمل درسی تقریر بھی مستقبل کیلئے محفوظ ہوجاتی۔

آپ کی زندگی میں ہی آپ کے علمی تفوّق کا اقرار بڑے بڑے علماء کرتے تھے۔ امام کعبہ شیخ معظم محمد بن عبد اللہ السبیل مدّظلہ ایک مرتبہ علماء کرام کی مجلس میں فرمانے لگے۔

> "میں اس وقت دنیا کے مرکز (مکہ مکرمہ) میں بیٹھا ہوں۔ دنیا بھر کے علماء میرے پاس تشریف لاتے ہیں مگر میں نے آج تک شیخ روحانی بازی جیسا محقق ومدقّق عالم نہیں دیکھا"۔

تصنیف وتالیف کیساتھ ساتھ وعظ وتبلیغ وارشاد کے میدان میں بھی اللہ جل شانہ نے آپ سے بہت کام لیا۔ اس سلسلے میں آپ خود اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں۔

"واللہ تعالی بفضلہ ومنّہ وفّقنی للعمل بجمیع أنواع الدعوۃ والإرشاد والحمد للہ والمنّۃ.

فقد أسلم بإرشادی وجھدی المسلسل فی ذلك أکثر من ألفی نفر من الکفار وبایعوا علی یدی و آمنوا بأن الإسلام حق وشھدوا أنّ اللہ تعالی واحد لاشریك لہ ودخلوا فی دین اللہ فرادٰی وفوجًا.

حتی رأیت فی بعض الأحیان أسرۃ کافرۃ مشتملۃ علی عشرۃ أشخاص فصاعدًا أسلموا وبایعوا للإسلام علی یدی بإرشادی فی وقت واحد وساعۃ واحدۃ والحمد للہ ثم الحمد للہ.

وفی الحدیث لأن یھدی اللہ بك رجلًا واحدًا خیر لك مما تطلع علیہ الشمس وتغرب.

خصوصًا أسلم بإرشادی و تبلیغی نحو خمسین نفرًا من الفرقۃ الکافرۃ الملحدۃ القادیانیۃ أصحاب المتنبی الکذاب الدجال مرزا غلام أحمد.

وأسلم غیر واحد من الفرقۃ الکافرۃ طائفۃ الذکریین بإرشادی و نصحی وبما بذلت مجھودی و قاسیت المشقۃ الکبیرۃ فی الإرشاد والتبلیغ.

والفرقۃ الذکریۃ فرقۃ فی بلادنا لایؤمنون بکون القرآن کتاب اللہ تعالی ولا یحجّون إلی کعبۃ اللہ المبارکۃ بل بنوا بیتًا فی دیار مکران من دیار باکستان یحجّون إلیہ ولھم عقائد زائغۃ.

وأمّا إرشادی المسلمین العُصَاۃ التارکین لأداء الزکاۃ والصلوات والصوم وغیرھا فلہ نتائج طیبۃ وأحسن . وللہ الحمدُ والفضل ومنہ التوفیق . فقد تاب آلاف من المجرمین المجاھرین بالفسق من الرجال والنساء وأصبحوا من مقیمی الصلوات وتوجّھوا الی إداء الزکاۃ و الصوم والأعمال الصالحۃ.

وتبدلت حیاتھم وانقلبت أحوالھم. ولا أحصی عدد ھٰؤلاء التائبین لکثرتھم ".

دین اسلام کی سربلندی کیلئے آپ نے منکرین حدیث، اہل بدعت، روافض، قادیانیوں اور یہود و نصاریٰ سے کئی عظیم الشان مناظرے بھی کیے اور عالم اسلام کا سر فخر سے بلند کیا۔

ابتدائی حالات کا مشاہدہ کیجئے تو بظاہر اسباب کوئی شخص نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نونہال کا سایہ ایک عالم پر محیط ہو گا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مشیت الٰہی، حفظِ دین اور پاسبانیٔ ملت کا انتظام، ظاہری اسباب سے بالاتر کرتی ہے اور لطفِ الٰہی خود ایسے افراد کا انتخاب کرتا ہے جن سے دین حنیف کی خدمت کا کام لیا جائے۔

وفات

بروز سوموار ۲۷ جمادیٰ الثانیہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۸ء عصر کی جماعت میں حضرت محدثِ اعظم کو دِل کا شدید دورہ پڑا اور علم و عمل کے اس جبلِ عظیم کو اللہ تعالیٰ نے اس پُرفتن دنیا سے نجات دیتے ہوئے دارِ قرار کی طرف بلا لیا اور اس دنیاوی آزمائش میں آپ کی کامیابی اور اپنی رضا کا اعلان آپ کی قبر سے پھوٹنے والی جنت کی خوشبو کے ذریعہ دنیا میں ہی کر دیا۔

تو خدا ہی کے ہوئے پھر تو چمن تیرا ہے
یہ چمن چیز ہے کیا سارا وطن تیرا ہے

حضرت شیخؒ نے تریسٹھ ۶۳ برس عمر پائی۔ آپ ایک عالم باعمل، عارف باللہ، باضمیر اور باکمال انسان تھے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ "مومن وہ ہے جس کو دیکھ کر خدا یاد آجائے"۔ آپ کی نگاہِ پُرتاثیر سے دلوں کی کائنات بدل جایا کرتی تھی، آپ کی صحبت میں چند لمحے گزارنے سے اسلام کے عہد زرّیں کے بزرگوں کی صحبتوں کا گمان ہوتا تھا۔ حضرت شیخؒ میں قرونِ اولیٰ والی سادگی تھی۔ ان کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ آنکھوں میں تدبر کی گہرائیاں، آواز میں سنجیدگی و متانت کا آہنگ، دری پر گاؤ تکیے کا

سہارا لئے حضرت شیخؒ کو معتقدین کے سامنے میں نے اکثر قرآن وحدیث کے اسرار ورموز کھولتے دیکھا۔

یوں تو موت سنتِ بنی آدم ہے اور اس سے کسی کو مفر نہیں، یہاں جو بھی آیا جانے ہی کیلئے آیا۔ مگر کچھ شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی موت صرف فردواحد کی موت ہی نہیں بلکہ پوری ملت کی موت ہوتی ہے۔

"مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ"

خصوصاً اگر رخصت ہونے والے کا وجود دنیا کیلئے باعثِ رحمت ہو، ان کی ذات سے عالم اسلام کی خدمات وابستہ ہوں تو ان کا صدمہ ایک عالَم کی بے بسی، بے کسی ومحرومی اور یتیمی کا موجِب بن جاتا ہے۔

فروغِ شمع تو باقی رہے گا صبح محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

حضرت شیخؒ کی رحلت سے ایسا محسوس ہورہا ہے کہ محفل اجڑ گئی، ایک باب بند ہوگیا، ایک بزم ویران ہوگئی، ایک عہد ختم ہوگیا، ایک روایت نے دم توڑ دیا، زندگی کو حرکت وعمل دینے والا خود ہی اس دنیا میں جا بسا جہاں سے کوئی واپس نہیں آیا اور جو دارالعمل نہیں دارالجزاء کی تمہید ہے۔

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر ہائے وہ میرِ کارواں نہ رہا

ایسے وقت میں جبکہ اسلام ہر طرف سے طرح طرح کے فتنوں میں گھرا ہوا ہے اور ایسی حالت میں جبکہ اہل اسلام کو انکی رہبری کی مزید ضرورت تھی، وہ اپنے بے شمار چاہنے والوں کو روتا دھوتا چھوڑ کر اس ظالم دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روٹھ گئے۔

داغِ فراقِ صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ حجاج بن یوسف کے "دستِ جفا" سے شہید ہوئے تھے۔ حافظ ابن کثیر

رحمہ اللہ تعالیٰ نے "البدایہ والنہایہ" میں ان کے بارے میں حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے۔

"سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال اس وقت ہوا جبکہ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اُن کے علم کا محتاج نہ ہو"۔

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت شہید ہوئے جبکہ روئے زمین کا کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اُن کے علم کا محتاج نہ ہو"۔

آج صدیوں بعد یہ فقرہ محدثِ اعظم شیخ المشائخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ پر حرف بحرف صادق آرہا ہے۔ وہ دنیا سے اس وقت رخصت ہوئے جب اہل اسلام ان کے علم وفقہ کے محتاج تھے، اہل دانش کو اُن کے فہم و تدبّر کی احتیاج تھی اور علماء ان کی قیادت و زعامت کے حاجتمند تھے۔ اُن کی تنہاذات سے دین وخیر کے اتنے شعبے چل رہے تھے کہ ایک جماعت بھی اس خلا کو پُر کرنے سے قاصر رہے گی۔

آپ نے جس طور کُل عالم کی فضاؤں کو علمی و روحانی روشنی سے منور کیا اس کی بدولت اہل حق کے قافلے ہمیشہ منزلوں کا سراغ پاتے رہیں گے۔

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

عبدِ ضعیف محمد زہیر روحانی بازی عفا اللہ عنہ وعافاہ
ابن شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ
ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ مطابق جون ۱۹۹۹ء

مُقدِّمة شرح البيضاوي

المُسمّاة

أثمار التكميل

لِما في

أنوار التنزيل

الجزء الأوّل

لإمام المحدّثين نجم المفسّرين زبدة المحقّقين

العلّامة الشيخ مولانا **محمّد موسى** الرّوحاني البازي

رحمه الله تعالى وطيّب آثاره

إدارة تصنيف وأدب

زهير

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔ امّا بعدُ

کتاب ہذا موسوم بہ اثمار التکمیل میری شرح انوار التنزیل کا مبسوط مقدمہ ہے۔ انوار التنزیل للقاضی البیضاوی کی شرح جو اس بندۂ عاجز ضعیف کی تصنیف سے نہایت مفصل شرح ہے اندازہ ہے کہ پچاس جلدوں میں مکمل ہوگی۔ میری شرح ہذا کا نام ہے، ازھارُ التسہیل فی شرح انوار التنزیل۔

مقدمہ یعنی اثمار التکمیل مباحثِ متفرقہ مفیدہ وتحقیقاتِ بدیعہ تاریخیہ نحویہ ادبیہ کلامیہ حدیثیہ تفسیریہ علمیہ پر مشتمل ہے۔

میری طبیعت جدت پسند ہے۔ اس واسطے مباحث علمیہ کے بیان میں میری عقل ناقص استخراج طرق جدیدہ وسلوک مسالکِ غیر مسلوکہ میں کوشاں رہتی ہے۔ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ اثمار التکمیل کی تصنیف میں جو اسلوب اس عاجز نے منتخب کیا ہے سلسلہ مقدمات کتب میں یہ لطیف طریقہ ہے جو جدید ہونے کے علاوہ بہت زیادہ نافع بھی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ جدید طریقہ نہایت دشوار گزار ہے۔ کیونکہ اس کے لیے صرف ایک فن کے مسائل پر اطلاع کی بجائے متعدد علوم کے مسائل پر کماحقہا مطلع ہونا ضروری ہے۔ ایک ہی وقت میں فنونِ متعددہ کے اصولوں ومبادی کو ذہن میں محفوظ رکھنا اور ان کے مطابق معلومات جمع کرکے کلام کرنا کٹھن مرحلہ ہے۔ فن واحد کی کتابوں کا مطالعہ کرکے ان سے انتخابِ مسائل کرنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا مشکل متعدد علوم کی کتابوں سے اخذ واستفادہ ہے۔

اثمار التکمیل میں کئی فنون کے اہم مباحث ومسائل جمع ہیں۔ جو بڑی محنت سے بہت سی کتابوں کی اوراق گردانی کے بعد حاصل ہوسکے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے ہماری اس بات کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ کسی کتاب میں مندرج شواہد شعریہ کی تفصیل میں مستقل تالیف کرنا سلف میں معروف ومقبول طریقہ ہے۔ اس قسم کی تالیف سے کتاب سے متعلق شعراء واشعار کے بارے میں تاریخی ادبی معلومات حاصل ہوجاتی ہیں اور یہ ایک بڑا نفع ہے۔ تاہم یہ کتاب سے متعلق ایک قسم کا جزئی فائدہ اور خاص نفع ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تعمیم فائدہ اولیٰ ہے۔ فوائد کا دائرہ جتنا وسیع ہو یہ بہتر واحسن ہے۔

میری کتاب ہذا کے موضوعات فوائد ومباحث کا میدان طویل وعریض ہے۔ کتاب ہذا تفسیر بیضاوی میں مذکور شعراء کی تاریخ کے علاوہ تراجم محدثین تراجم قراء ورواۃ قراءات تاریخ بلاد احوال حیوانات، احوال ملوک مسائل ادبیہ فرق اسلامیہ وان کے عقائد کی توضیح تاریخ انبیاء علیہم السلام۔ احوال حقیقت ملائکہ کرام علیہم السلام بسط احوال قبائل اصول تفسیر یہ تفصیل شروح وحواشی تفسیر بیضاوی ودیگر فوائد عظیمہ شریفہ وامور مہمہ متعلق تفسیر ہذا پر حاوی ہے گویا کہ یہ کتاب مختصر انسائکلوپیڈیا ہے جس میں متعدد علوم وفنون کے مباحث ومسائل جمع ہیں۔ اثمار التکمیل میں احقر کے تقریباً دس اہم رسائل بتمامہا یا بتلخیصہا بھی شامل ہیں۔ یہ مفید رسائل یقیناً کتاب کی اہمیت ومفید ہونے میں اضافے کے موجب ہوں گے۔ یہ کتاب چونکہ علماء طلبہ مدارس عربیہ کے لیے لکھی گئی ہے اس واسطے اس میں کثرت سے عربی عبارات بلا ترجمہ درج ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اہل علم طلبہ دانشوروں کے نزدیک یہ کتاب مثل ثمار ودیار وازہار محبوب ومقبول ہو کر ان کے لیے تکمیل علم وتسہیل مشکلات کا ذریعہ بنے۔ آمین ثم آمین۔

فصل

اس فصل میں اُن اعیان و شعراء کے تراجم و احوال درج کیے جاتے ہیں، جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اول (تا آخر سورہ بقرہ) میں مذکور ہیں ــــ!

انس رضی اللہ عنہ۔ سورۂ فاتحہ کے آخر میں بحث آمین میں آپ مذکور ہیں۔

ھو انس بن مالك بن النضر بن ضمضم الانصاری الخزرجی النجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ خادم نبی علیہ السلام ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابو حمزہ رکھی۔ حمزہ ایک ترکاری و سبزی کا نام ہے جو انسؓ کو پسند تھی۔ اُمِّ سُلیم آپ کی والدہ ہیں جو انصار میں دانا و افضل صحابیہ ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے کہ والدہ نے ان کو نبی علیہ السلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ (تہذیب) دس سال آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔

آپ مکثرین الروایات صحابہ میں سے ہیں۔ آپ سے کل ۲۲۸۶، احادیث مروی ہیں۔ ۱۶۸ متفق علیہ ہیں۔ ۸۳ پر بخاری اور ۷۱ پر مسلم منفرد ہیں۔

آپ کی اولاد کی تعداد زیادہ تھی۔ مال دار بھی زیادہ تھے۔ یہ سب نبی علیہ السلام کی دعا کی برکت تھی۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری والدہ کی درخواست پر ایک دن نبی علیہ السلام نے میرے لیے تین دعائیں کیں۔ فرمایا اللھم ارزقہ مالاً وولداً وبارك لہ فیہ قال انسؓ فلقد دفنتُ من صُلبی سوی ولد ولدی مائۃً وخمسۃً وعشرین وانّ ارضی لتثمر فی السنۃ مرتین۔ رواہ الطبرانی وغیرہ۔

ایک اور روایت میں ہے:۔ فقالت (ای امّی) یا رسول اللہ انس ادع اللہ لہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اکثر مالہ وولدہ وادخلہ الجنۃ قال قد رأیتُ اثنتین وانا ارجو الثالثۃ وروی الترمذی کان لہ بستان یحمل الفاکھۃ فی السنۃ مرتین وکان فیہ ریحان ویجیءُ منہ ریح المسك۔

نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک مدت تک مدینہ منورہ میں رہے بعدہٗ بصرہ میں مستقل رہائش اختیار کی اور بصرہ ہی میں وفات پائی۔ علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کان اٰخر الصحابۃ موتاً بالبصرۃ۔ جنگ بدر میں خادم کے طور پر شریک تھے۔ روی ابن السکن بسندہٖ عن ثابت البنانی قال قال لی انس ابن مالك ھذہٖ شعرۃٌ من شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضعھا تحت لسانی قال الراوی فوضعھا

(ای عند الموت) تحت لسانہ فدُفِن وھی تحت لسانہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تیراندازی میں بڑے ماہر تھے۔

قال ابن قتیبۃ فی المعارف ثلاثۃ من اھل البصرۃ لم یموتوا حتی رأی کل واحد منھم مائۃ ذکر من صُلبہ انس بن مالک وابوبکرۃ وخلیفۃ بن بدر۔

آپ کی عمر وفات کے وقت سو سال سے متجاوز تھی۔ بوقتِ ہجرت آپ دس سال کے تھے آپ کی تاریخ وفات حسب اختلاف علماء ومؤرخین ۹۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۳ھ ہے۔

ابن سیرین رحمہ اللہ عزوجل۔ آیت اوکصیّب من السماء اور آیت فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم الآیہ کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو محمد بن سیرین الانصاری مولاھم ابو بکر البصری رحمہ اللہ تعالیٰ

ابن سیرین رحمہ اللہ تابعی، جلیل القدر فقہ وحدیث وتفسیر وتعبیر رؤیا، زہد وتقویٰ وعبادت میں امام ومقدم ہیں۔ کان ابوہ سیرین من سَبیِ عین التمر وھو مولی انس بن مالک ؓ کاتبہ علی عشرین الف درھم فأداھا وعتق کذا قال النوّی فی التھذیب۔ ابن قتیبہ کتاب معارف میں لکھتے ہیں، ابن سیرین کی والدہ کا نام صفیہ تھا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باندی تھیں۔ سیرین کے ساتھ صفیہ کی شادی ہوئی اور نکاح میں بہت سے صحابہ کے علاوہ ۱۸ بدری بھی شریک تھے۔ ان میں سے ایک حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی مجلس میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ دعا کررہے تھے اور باقی صحابہ وحاضرین آمین کہتے جاتے تھے۔ صفیہ کو ہمیں ازواجِ نبی علیہ السلام اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے خوشبو لگائی اور دعائیں دیں۔ متعدد امہات الاولاد سے سیرین کے ۲۳ بچے پیدا ہوئے۔ متعدد صحابہ مثل ابی ہریرہؓ وابن الزبیرؓ وابن عمرؓ و عدی بن حاتمؓ وغیرہ سے سماع کیا۔ ہشام بن حسان کہتے ہیں ادرک الحسن البصری من اصحاب النبی علیہ السلام مائۃ و عشرین وادرک ابن سیرین ثلاثین منھم۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے دو سال قبل ابنِ سیرین پیدا ہوئے۔ آپ سے شعبی و ایوب وقتادہ وغیرہ روایت کرتے ہیں قال ابن عون کان ابن سیرین یحدث بالحدیث علی حروفہ۔ تمام محدثین کے نزدیک آپ ثقہ ہیں۔ تاریخ بغداد میں خطیب فرماتے ہیں کان ابن سیرین احد الفقھاء المذکورین بالورع فی وقتہ علم تعبیر رؤیا میں امام تھے۔ کل امت کے نزدیک آپ اس فن کے امام ہیں۔ آپ تیل وغیرہ کے بڑے تاجر اور بڑے دولتمند تھے، لیکن پھر تنگ دست ہوئے بڑے مقروض ہوئے اور قرض خواہوں کے

مطالبہ پر مدت تک جیل خانہ میں رہے۔ جیل خانہ کے داروغہ نے آپ کی بزرگی کا لحاظ کرتے ہوئے خفیہ طور پر آپ سے کہا اذا کان اللیل فاذھب الی اھلك واذا اصبحت فتعال فقال لا واللہ لا اُعینك علی خیانۃ السلطان۔

مقروض ہونے کا سبب بھی عجیب ہے جو آپ کے ورع و تقویٰ کی دلیل ہے۔ خطیب وغیرہ لکھتے ہیں:۔ سبب حبسہ انہ اشتری زیتاً بار بعین الف درھم فوجد فی زقّ منہ فارۃ فقال الفارۃ کانت فی المعصرۃ فصبّ الزیت کلّہ وکان یقول عیّرت رجلاً بشیٔ من الفقر من ثلاثین سنۃً احسبنی عوقبتُ بہ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۶۷ میں ہے عن ھشام قال اوصی انس ابن مالك رضی اللہ عنہ ان یغسلہ محمد بن سیرین فقیل لہ فی ذلك وکان محبوساً فقال انا محبوس قالوا قد استأذنّا الامیر فأذن لك قال ان الامیر لم یحبسنی انما حبسنی الذی لہ الحق فاذن لہ صاحب الحق فخرج فغسلہ۔

آپ ورع و تقویٰ میں بے نظیر تھے۔ مورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ما رأیت رجلاً افقہ فی ورعہ ولا اورع فی فقھہ من ابن سیرین۔ سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں لم یکن کوفیٌّ ولا بصریٌّ ورع مثل ورع ابن سیرین۔ بڑے ہنس مکھ تھے۔ رات کو روتے تھے اور دن کو لوگوں کے سامنے ہنستے تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے ہر ملنے والے کو ضرور کچھ کھلاتے تھے۔ وعن ام عباد امرأۃ ھشام قالت کنا نزوره مع محمد بن سیرین فی دارہ فکنا نسمع بکاءہ باللیل وضحکہ بالنھار وعن بعض آل سیرین قال ما رأیت محمد بن سیرین یکلّم امّہ قطّ الّا وھو یتضرع۔ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے اذا اتقی العبد فی الیقظۃ لا یضرہ ما رأی لہ فی النوم وکان الرجل اذا سألہ عن الرؤیا قال لہ اتق اللہ فی الیقظۃ لا یضرك ما رأیت فی المنام۔ ابو عوانہ فرماتے ہیں رأیت محمد بن سیرین فی السوق فما رأہ احد الا ذکر اللہ تعالیٰ و کان یصوم یوماً ویفطر یوماً۔ سری بن یحییٰؒ فرماتے ہیں کان ابن سیرین ربما ضحك حتی یستلقی ویمدّ رجلیہ وکان کثیر المزاح وکان یقول الرُّمّان بین الفاکھۃ کجبریل بین الملائکۃ۔ وروی ھشام عنہ قال لم تُرھذہ الحمرۃ التی فی آفاق السماء حتی قتل الحسین بن علی رضی اللہ عنھما ولم تُفقد الخیلُ البُلقُ فی المغازی حتی قتل عثمان رضی اللہ عنہ۔ شاید اس میں فرشتوں کے نزول و نصرت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مغازی میں مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے خیل بلق پر سوار نظر آتے تھے۔ ابلق مختلف الالوان گھوڑے کو کہا جاتا ہے۔ ابلق کی جمع بُلق ہے۔

ابن سیرینؒ سے کسی نے اس خواب کی تعبیر پوچھی کہ میں خواب میں اُڑ رہا ہوں فقال انت رجل

تکثر المنیٰ حاصل مطلب یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ تم سوچتے بہت ہو اور بے فائدہ خیالات و افکار میں عقل دوڑاتے ہو۔

حسن بصری رحمہ اللہ کی وفات سے تین دن بعد بصرہ میں ۱۱۰ھ میں ابن سیرین رحمہ اللہ نے وفات پائی اور شوال کا مہینہ تھا۔

فائدہ ۔ نحاۃ و علماء عربیت و مفسرین یہ مقولہ کثرت سے ذکر کرتے رہتے ہیں جالس الحسن او ابن سیرین اور یہ مقولہ جالس الحسن وابن سیرین۔ اور کہتے ہیں کہ پہلے میں او تساوی بغیر شک کے لیے ہے اور دوسرے میں واو بمعنی او ہے۔ قاضی بیضاویؒ نے اس تفسیر میں یہ دونوں مقولے ذکر کیے ہیں اس قول کی ابتداء کی وجوہ دو ہیں۔

وجہ اول یہ کہ حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن سیرینؒ دونوں بصرہ کے باشندے تھے دونوں بڑے بزرگ و عالم و مرجع خلائق ہونے کے ساتھ معاصر بھی تھے۔

ہر ایک کا حلقہ جدا تھا جس میں بہت سے معتقدین حاضر ہوتے تھے اور علوم دینیہ اور نصائح و مکارم اخلاق حاصل کرتے تھے۔

لیکن بہ ظاہر دونوں حلقوں میں قدرے فرق تھا، وہ یہ کہ ابن سیرینؒ کثیر الضحک المزاح تھے بخلاف حسن بصریؒ کہ ان کی مجلس میں ضحک و مزاح برائے نام بھی نہ تھے۔ ان کی مجلس میں بکاء و حزنِ آخرت کا غلبہ تھا۔ ذری مطر الوراق قال کان الحسن کأنما کان فی الآخرۃ فھو یخبر عما رأی وعاین۔ کذا فی تھذیب النووی ج ۱ ص ۱۶۲۔ حافظ ابو نعیمؒ ابراہیم بن عیسیٰؒ سے روایت کرتے ہیں قال ما رأیت احدًا اطول حزنا من الحسن وما رأیتہ قط الا حسبتہ حدیث عھد بمصیبۃ۔ نیز وہ حزم بن ابی حزم سے روایت کرتے ہیں قال سمعت الحسن یحلف باللہ الذی لا الہ الا ھو ما یسع المؤمن فی دینہ الا الحزن۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۱۳۳

اس فرق کی وجہ سے لوگ آپس میں اپنی مجالس میں دونوں کا یہ فرق بیان کرتے ہوئے ایک دوسرے کو کہتے تھے جالس الحسن او ابن سیرین۔

یعنی اس ظاہری فرق کے باوجود علوم و امور آخرت کے اعتبار سے دونوں حلقے برابر ہیں کیونکہ دونوں آخرت کی ترغیب دیتے ہیں۔

وجہ دوم ۔ اس ظاہری فرق کے باوجود دونوں بزرگوں میں قدرے رنجش و ناراضگی بھی تھی۔ کما صرح بہ بعض المؤرخین۔ تاہم وہ ایسی رنجش نہ تھی جو آج کل عوام میں معروف ہے بلکہ اس کے باوجود ایک دوسرے کی تعظیم و اکرام کرتے تھے۔

تو عام لوگ کہتے تھے جالس الحسن او ابن سیرین یعنی ہم ان کی رنجش میں دخل نہیں دے سکتے، دونوں بزرگ و عالم ہیں اور ہمارے لیے دونوں کی مجلس موجبِ برکت ہے خواہ حسن کی مجلس ہو خواہ ابن سیرینؒ کی۔ رحمہما اللہ عزوجل۔

۔ ابو الشعثاءؒ۔ شرح ھدی للمتقین میں مذکور ہیں۔

ھو سلیم بن اسود بن حنظلۃ ابو الشعثاء المحاربی الکوفیؒ۔ آپ مشہور تابعی ہیں۔

ابو الشعثاء روایت کرتے ہیں عمر و ابوذر و حذیفہ و ابن مسعود و سلمان فارسی و ابن عباسؓ و ابوہریرہ و عائشہ رضی اللہ عنہم سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کا بیٹا اشعث بن سلیم و ابراہیم نخعی و ابراہیم بن مہاجر و حبیب بن ابی ثابت و عبدالرحمٰن بن اسود وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

امام احمدؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں بخ ثقۃ۔ وقال ابو حاتم لا یسأل عن مثلہ وقال النسائی ثقۃ۔ قال ابن عبد اللہ اجمعوا علی انہ ثقۃ۔ وقال ابن حزم فی المحلی سلیم بن اسود مجھول فکان ابن حزم ما عرف ان ابا الشعثاء ھذا اسمہ۔ کذا فی التھذیب۔

تاریخ وفات ۸۵ھ ہے۔

امرؤ القیس الصحابی رضی اللہ عنہ۔ وہ تفسیر آیت ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بھا الی الحکام الآیۃ میں مذکور ہیں۔

ھو امرؤ القیس بن عابس بن المنذر الکندیؓ۔ آپ صحابی ہیں اور شاعر بھی ہیں۔

یہ وہ امرؤ القیس نہیں جو صاحبِ معلقہ و ملک ضلیل کے لقب سے مشہور ہے کیونکہ صاحب معلقہ کفر پر مرا ہے اور ظہورِ اسلام سے پہلے تھا۔ اور صاحب ترجمہ امرؤ القیس کندی جلیل القدر صحابی ہیں۔ جنگِ یرموک میں شریک تھے۔

ابن عبد البر استیعاب ج ۱، ص ۱۰۵ پر لکھتے ہیں لہ صحبۃ وشھد فتح البحیر وھو حصنؓ بالیمن ثم حضر الکندیین الذین ارتدوا فلما خرجوا لیقتلوا وثب علی عمہ فقال لہ ویحک یا امرؤ القیس أتقتل عمک فقال لہ انت عمی واللہ عزوجل ربی فقتلہ وھو الذی خاصم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربیعۃ بن عیدان فی ارض فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیّنتک قال لیس لی بیّنۃ قال یمینہ انتھی بزیادۃ من الاصابۃ۔

وروی الطیالسی باسنادہ عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال کنت عند رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فاتاہ خصمان فقال احدھما یا رسول اللہ ھذا اتی علی ارضی فی الجاھلیۃ وھو امرؤ القیس بن عابس الکندی وخصمہ ربیعۃ بن عبدان فقال الآخر ھی ارضی ازرعھا الحدیث۔

ابن سکنؒ فرماتے ہیں وکان ممن ثبت علی الاسلام وانکر علی الاشعث ارتدادہ۔

فائدہ۔ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں امرؤالقیس رضی اللہ عنہ کے خصم کا نام عبدان الحضرمی لکھا ہے۔ صحیح ربیعۃ بن عبدان ہے۔ کما علم من البیان المتقدم۔

قاضی بیضاوی کے اس قول کا ماخذ بعض مفسرین کی یہ روایت ہے ذکر مقاتل فی تفسیرہ انہ الذی خاصم امرأ القیس بن عابس الکندی فی ارضہ وفیہ نزلت ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلاً الایۃ ووقع فی تفسیر الماوردی اسمہ عبدان بن ربیعۃ کذا فی الاصابۃ ج ۲ ص ۵۱ فی ترجمۃ عبدان ابن اسوع الحضرمی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس خصم کا نام ربیعۃ بن عبدان ہے نہ عبدان بن اسوع اور نہ عبدان ابن ربیعہ تفسیر بیضاوی کے بعض نسخوں میں عبدان بالباء الموحدۃ بعد العین ہے۔ یہ دوسری غلطی ہے کیونکہ عبدان بالیاء المثناۃ بعد العین ہے۔

امرؤ القیس الشاعر۔ تفسیر ایاک نعبد وایاک نستعین اور تفسیر ولو شاء اللہ لذھب بسمعھم وابصارھم الآیۃ میں مذکور ہے۔

ھو امرؤ القیس بن حجر بن الحارث بن عمرو الشاعر المشھور صاحب المعلّقۃ

امرؤالقیس کا نام حُندُج تھا۔ امرؤالقیس اس کا لقب ہے۔ وفی الخزانۃ ج ۱ ص ۲۹۹ وامرؤ القیس لقب لہ لقب بہ لجمالہ وذلک لان الناس قیسوا الیہ فی زمانہ فکان افضلھم اہ وقیل ان معناہ رجل الشدۃ۔ ملکِ ضلّیل بھی اس کا لقب ہے۔ کنیت ابو وہب وابو زید وابو الحارث ہے۔ اس کا زمانہ اولِ قرنِ سادس میلادی ہے۔ ظہورِ اسلام سے کچھ پہلے گزرا ہے۔ اس کا باپ حجر بنو اسد وغطفان وغیرہ کا ۶۰ سال تک بادشاہ رہا۔ امرؤالقیس بڑا شریر تھا۔ بنو اسد کی عورتوں کو تنگ کرتا تھا۔ ان سے متعلق اشعار کہتا تھا۔ لوگوں نے اس کے باپ سے شکایت کی۔ حُجر نے ربیعہ کو اس کے قتل پر مامور کیا۔ ربیعہ نے جو ذرہ کی آنکھیں حجر کو پیش کر کے یہ دکھایا کہ امرؤالقیس قتل کر دیا گیا۔ حجر بعد میں پشیمان ہوا تو ربیعہ نے کہا میں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ چھپا دیا۔ باپ کی نصیحت پر بد کرداری سے باز نہیں آیا تو اسے جلا وطن کر دیا۔ حندج مختلف علاقوں میں گھومتا رہا۔ آوارہ رفقاء کی ٹولی بنا کر لوٹ مار کرتے اور جنگل بیابانوں میں عیش کرتے رہے۔ اس حالت میں اسے اپنے باپ حجر کے قتل کی اطلاع ملی کہ بنو اسد نے اسے قتل کر دیا۔ سبب قتل یہ تھا کہ بنو اسد نے ٹیکس ادا کرنے سے انکار کیا تو بادشاہ حجر کی فوج نے ان پر حملہ کیا بہت سے قتل کر دیے گئے لاٹھیوں سے حجر قتل کرتا رہا

فسمّوا عبید العصا۔ بہت سے اشراف قید ہوئے۔ بعدہٗ انہیں معاف کر دیا۔

بنو اسد نے چھپ کر حجر پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ حجر نے وصیت میں سارا قصہ لکھوایا اور ایک معتمد کو وہ رقعہ مع اسلحہ و خیل وغیرہ دے کر کہا کہ میرے بیٹوں میں سے جو میری موت پر غم کا اظہار نہ کرے اسے یہ دیدینا۔ حندج کے سوا سب نے اظہارِ جزع و فزع کیا۔ اطلاعِ موت کے وقت وہ ندماء کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول تھا، اس وقت تو شراب نہ چھوڑی بعد میں کہا لقد ضیّعنی حجرٌ صغیرًا وحملنی دمہ کبیرًا وآلی ان لا یأکل لحمًا ولا یشرب خمرًا ولا یدّھن بدھنٍ ولا یصیب امرأۃ ولا یغسل رأسہ حتی یقتل من بنی اسد مائۃً ویجزّ نواصی مائۃٍ۔ حندج نے قبائل متفرقہ بنو بکر و بنو تغلب وغیرہ کی فوج لے کر بہت سے بنو اسد کو قتل کیا لیکن اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اس کی فوج اس کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو حندج قبائل میں گھومتا رہا اور فوج و مدد مانگتا رہا۔ منذر بادشاہِ حیرہ اس کے خلاف تھا منذر کے ڈر سے ہر ایک قبیلہ نے حندج کو پناہ دینے سے انکار کر دیا اور وہ اپنی بیٹی ہند کو لیے دربدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا رہا۔ پھر وہ قیصر کے پاس گیا اور اس سے مدد مانگی تاکہ اپنے باپ کا بدلہ لے۔ قیصر نے اس کی بڑی تکریم کی اور مدد کرنے کا وعدہ کیا مگر جب حندج واپس ہوا تو کسی نے قیصر کو بتایا ان حندجا کان یراسل ابنتک و یواصلھا وھو قائل فی ذلک اشعارًا یشھّر ھا بھا فی العرب فیفضحھا ویفضحک۔ قیصر نے اس کے پیچھے ایک شخص کو مسموم ریشمی جوڑا دے کر بھیجا اور کہا کہ حندج کو کہو کہ یہ اُس کے لیے خاص تحفہ ہے۔ حندج نے وہ پہن لیا اور اس کے زہریلے اثرات سے راستہ میں مر گیا۔ بقول بعض مؤرخین وہ انقرہ میں مرا۔ تاریخ وفات اسلام سے قبل ۵۳۰ء یا ۵۴۰ء ہے۔

قال الاصمعی ان کثیرًا من شعر امرئ القیس کان للصعالیک الذین انضوا الی کنفہ وقال الریاشی ان کثیرًا من ھذا الشعر کان لاولئک الفتیان الذین صحبوا امرأ القیس۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے بارے میں فرمایا ھذا رجلٌ رفیعٌ فی الدنیا خاملٌ فی الآخرۃ شریف فی الدنیا وضیع فی الآخرۃ یجئ یوم القیامۃ حاملًا لواء الشعراء الی النار۔ کذا فی بعض الکتب والتفصیل فی مقدمۃ دیوانہ لحسن السندوبی۔

فائدہ۔ آمدی نے کتاب مؤتلف و مختلف میں لکھا ہے کہ عرب میں دس شعراء کا نام امرؤ القیس تھا۔ ان میں سے ایک یعنی امرؤ القیس بن عانس کندی صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔ صاحب قاموس نے دو صحابی اور ذکر کیے ہیں۔ ایک امرؤ القیس بن الاصبغ الکلبیؓ دوم امرؤ القیس بن الفاخر بن الطمّاحؓ۔ کذا فی خزانۃ البغدادی، ج ۱ ص ۳۰۴۔

صاحب خزانہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاموس میں بارہ امرؤ القیس کا ذکر ہے حالانکہ اس میں مادۂ قیس میں گیارہ مذکور ہیں۔ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے سولہ مراقسہ ذکر کیے ہیں۔ حسن سندوبی نے ۲۵ مراقسہ ذکر کیے ہیں۔ مراقسہ امرؤ القیس کی جمع ہے ان کی تفصیل اخبار مراقسہ صـ۲ پر ملاحظہ ہو۔

ابوجہل بیان ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم میں مذکور ہے۔

ھو عمرو بن ھشام بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمرو القرشی المخزومی۔

ابوجہل قریش کا سردار تھا۔ اس کے فیصلے کو سب تسلیم کرتے تھے اس کی کنیت ابوالحکم تھی۔ یعنی اچھے فیصلے کرنے والا۔ نبی علیہ السلام نے اسے ابوجہل کہا۔ اسلام کا عظیم دشمن اور مسلمانوں کو بہت اذیت دینے والا تھا۔ جنگِ بدر میں ۲ھ میں قتل کیا گیا۔ ابوجہل کے قاتل عمرو بن الجموح وابن عفراء انصاری ہیں۔ و فی کتب السنن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین رآہ مقتولاً قال قُتِل فرعون ھذہ الامۃ۔

ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہؓ جلیل الشان صحابی ہیں فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ غزوات میں ان کی بہادری کے کارنامے مشہور ہیں۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیتُ لابی جھل عِذقاً فی الجنۃ فلما اسلم عکرمۃ قال یا امّ سلمۃ ھذا ھو۔

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔ تفسیر یایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص الآیۃ اور واذا قوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن ابی قُحافۃ عثمان بن ابی عامر القرشی التیمی رضی اللہ عنہ۔

آپ کے والد ابوقحافہؓ اور والدہ ام الخیر بنت صخر بھی صحابی ہیں اور آپ کے بیٹے بھی صحابی ہیں۔

قال العلماء لا یُعرف اربعۃٌ متناسلۃٌ بعضھم من بعضٍ صَحِبوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الّا اٰل ابی بکر الصدیق رض وھم عبد اللہ بن اسماء بنت ابی بکر بن ابی قحافۃ۔ فھٰؤلاء الاربعۃ صحابۃ متناسلۃ و ایضًا ابوعتیق بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن ابی قحافۃ رضی اللہ عنھم۔

آپ کا نام بقول صحیح عبداللہ ہی ہے اور بعض کے نزدیک نام عتیق ہے۔

لیکن جمہور محققین کے نزدیک عتیق آپ کا لقب ہے نہ کہ اسم اور اس لقب کی وجوہ مختلف ہیں۔

اوّل یہ ہے کہ آپ عتیق من النار ہیں۔ وقیل لحسن وجھہ وجمالہ قالہ لیث بن سعد۔

وعن عائشۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر عتیق اللہ من النار من یومئذ سُمّی عتیقًا۔ رواہ الترمذی۔ اور بعض علماء کا قول ہے:۔ سُمّی بہ لانہ لم یکن فی نسبہ شئ یعاب بہ قالہ مصعب بن الزبیر رض۔

حضرت صدیق رضؓ واقعۂ فیل کے اڑھائی سال بعد پیدا ہوئے۔ نبی علیہ السلام آپ سے اڑھائی یا تین سال بڑے تھے۔

آپ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں بلکہ اسبق الی الاسلام ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے رفیق تھے بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد بھی ہجرت میں اور غار ثور میں اور تمام مغازی میں شریک رہے اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد آپ خلیفۃ رسول اللہ ہوئے۔ مسلمانوں نے آپ کو خلیفۃ رسول اللہ کا لقب دیا۔

کتاب اصابہ میں ہے سُمّی عتیقاً لانہ قدیم فی الخیر وقیل سمّی عتیقاً لعتاقۃ وجھہ۔

علامہ دولابیؒ کتاب کُنیٰ میں لکھتے ہیں کانت اُمّ ابی بکر لا یعیش لھا ولدٌ فلما ولدتہ استقبلت بہ البیت فقالت اللّٰھم ان ھذا عتیقک من الموت فھبہ لی۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل اور اسلام سے قبل بھی قوم میں محبوب تھے۔ اور تمام قریش میں علم انساب کے زیادہ ماہر تھے۔ تجارت کرتے تھے اور صاحب مکارم اخلاق تھے۔

اسلام پر آپ کے بڑے احسانات ہیں۔ آپ کی کوشش و ترغیب سے عثمان و طلحہ و زبیر و سعد و عبدالرحمٰن بن عوف مسلمان ہوئے رضی اللہ عنہم۔

اسلام لاتے وقت آپ کے پاس ۴۰ ہزار درہم تھے جو اُس وقت بہت بڑی دولت تھی اور یہ ساری دولت اسلام پر خرچ کر دی، کبھی مسلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے اور کبھی دیگر مسلمانوں کی نصرت و مدد کرتے تھے۔ مدینہ منورہ آتے وقت آپ کے پاس پانچ ہزار درہم باقی تھے پھر وہ بھی اسی طرح خدا کی راہ میں خرچ کر دیے۔ مسجد نبوی کی زمین آپ کے مال سے خریدی گئی لہٰذا تا قیامت اس میں نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب حضرت صدیق اکبرؓ کو بھی ملتا رہے گا۔

آپ کو قرآن نے صاحب النبی کہا ہے اور آپ کے بارے میں لا تحزن وارد ہے اور آپ کو معیّۃ اللہ حاصل ہونے کی خوش خبری قرآن میں دی گئی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔

وفی الصحیحین من حدیث انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکرؓ وھما فی الغار ما ظنّک باثنین اللہ ثالثھما۔ آپ نبی علیہ السلام کے محب ہونے کے ساتھ محبوب بھی تھے۔ وفی الصحیح عن عمرو ابن العاص قلتُ یا رسول اللہ ای الناس احبّ الیک قال عائشۃ رضؓ قلتُ من الرجال قال ابوھا۔

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کان یُسمّٰی الاوّاہ لرأفتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ عند بعض العلماء حضرت خدیجہؓ وعند البعض حضرت علیؓ اول مسلم ہیں۔

میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں لقد أمن ابوبکرؓ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم من زمن بحیراء الراھب واختلف بینہ وبین خدیجۃ حتی تزوّجھا وذلک قبل ان یولد علیؓ رضی اللہ عنہ۔

آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ آپ کا لقب صدیق ہے۔ صدیق مبالغہ ہے تصدیق میں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی نے ابوبکرؓ کو یہ لقب دیا ہے وسبب تسمیتہ انہ بادر الی تصدیق رسول اللہ علیہ وسلم ولازم الصدق ولم یقع منہ وقفۃ فی حال من الاحوال۔

آپ اعلم صحابہ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجمع میں جب یہ فرمایا ان عبدًا خیّرہ اللہ بین الدنیا وبین ما عند اللہ تو آپ رونے لگے اور سمجھ گئے کہ اس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت عمرؓ کی خلافت بھی آپ کے احسانات میں سے ایک احسان ہے۔ حضرت صدیقؓ کی احادیث مرویہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۲ ہیں جن میں چھ متفق علیہ ہیں اور گیارہ پر بخاری اور ایک پر مسلمؒ منفرد ہیں۔ آپ نے سات اُن غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا مثل بلالؓ وعمارؓ وغیرہ جنھیں خدا کی راہ میں عذاب دیا جا رہا تھا۔

نبی علیہ السلام نے آپ کے بارے میں فرمایا انّ من اٰمنّ الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابابکر ولو کنتُ متخذا خلیلًا غیر ربّی لاتّخذتُ ابابکر خلیلًا ولکن اخوّۃ الاسلام ومودّتہ لایبقینّ بابٌ إلّا سُدّ إلّا باب ابی بکر۔ رُواہ البخاری ومسلم۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کنا نخیّر بین الناس فی زمن النبی علیہ السلام فنخیّر ابابکر ثم عمر ثم عثمان رُواہ البخاری۔ ابن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ اتت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرھا ان ترجع الیہ قالت ارأیت ان جئتُ ولم اجدک کأنّھا تقول الموت فقال ان لم تجدینی فاتِی ابابکر۔ رُواہ البخاری۔

اس حدیث میں خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف واضح اشارہ ہے۔ ابوہریرہؓ کی روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح الیوم منکم صائمًا قال ابوبکر انا قال فمن تبع منکم الیوم جنازۃً قال ابوبکر انا قال فمن اطعم الیوم منکم مسکینًا قال ابوبکر انا قال فمن عاد منکم الیوم مریضًا قال ابوبکر انا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اجتمعن فی امرئ الا دخل الجنۃ۔ رُواہ البخاری۔

وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابابکر

اباكِ واخاكِ حتّٰی اکتب کتاباً فانی اخاف ان یتمنّٰی متمنٍّ ویقول قائلٌ انا اولٰی ویأبی اللہ والمؤمنون الّا ابابکر۔ رواہ مسلم۔

وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ آپ کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ اور ۲۲ دن ہے وفات جمادی الاولیٰ اور بقول آخر جمادی الاخریٰ کی ۲۱ تاریخ بروز پیر ۱۳ھ میں ہوئی۔

ابن جُبیر رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ وللمطلّقات متاع بالمعروف حقّاً علی المتقین کے تحت مذکور ہیں۔

ھوسعید بن جبیر بن ھشام الکوفی الاسدی الوالبی منسوب الی ولاء بنی والبۃ بن الحارث۔

ابن جبیرؒ کی کنیت ابو محمد یا ابو عبداللہ ہے۔ امام جلیل، مفسّر، محدّث، ولی اللہ، فقیہ کبیر و تابعی عظیم القدر ہیں۔ ابن عمر و ابن عباس و انس رضی اللہ عنہم سے سماعِ حدیث کیا۔ نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۱۶ میں لکھتے ہیں وکان سعید من کبار ائمۃ التابعین ومتقدّمیھم فی التفسیر والحدیث والفقہ والعبادۃ والورع وغیرھا من صفات الخیر اھ۔ خوف وخشوع سے بہت روتے تھے اور دوسروں کو رلاتے تھے۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۷۲ میں ہے:۔

عن القاسم قال کان سعید یبکی باللیل حتی عَمِش وکان لسعید بن جبیر دیك یقوم من اللیل بصیاح فلم یصح لیلۃ حتی اصبح فلم یصلّ سعید تلك اللیلۃ فشقّ علیہ فقال مالہ قطع اللہ صوتہ فما سمع لہ صوتٌ بعدُ۔ اہل کوفہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں مسائل پوچھنے کے لیے آتے تو فرماتے تھے، تمہارے شہر میں سعید کے ہوتے ہوئے میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ قاسم بن ابی ایوبؒ کہتے ہیں کہ ایک بار نوافل میں سعید نے یہ آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ الآیۃ خوف وخشیت سے بیس مرتبہ سے بھی زیادہ دُہرائی۔ قرآن کی تلاوت بہت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر ایک ہی رکعت میں سارا قرآن ختم کیا۔ حلیۃ الاولیاء میں ہے عن الحسن بن صالح عن ورقاء قال کان سعید بن جبیر یختم القرآن فیما بین المغرب والعشاء فی شھر رمضان۔ عبدالملک بن ابی سلیمانؒ کہتے ہیں۔ سعیدؒ دو دن میں ہمیشہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

ہلال بن خبابؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن جبیرؒ سے پوچھا ما علامۃ ھلاك الناس؟ قال اذا ھلك العلماء۔ وکان یقول ان الخشیۃ ان تخشی اللہ تعالیٰ حتی تحول خشیتك بینك وبین معصیتك فتلك الخشیۃ والذکر طاعۃ فمن اطاع اللہ فقد ذکرہ ومن لم یطعہ فلیس بذاکر وان اکثر التسبیح وقراءۃ القرآن وعن خصیفؒ قال رأیت سعید بن جبیر صلّٰی رکعتین خلف المقام قبل صلاۃ الصبح فاتیتہ فصلیت الی جنبہ

وسألته عن اٰية من كتاب الله فلم يجبني فلما صلى الصبح قال اذا طلع الفجر فلا تتكلم الا بذكر الله تعالى حتى تصلى الصبح۔

وعن مسلم البطينؒ قال قلت لسعيد بن جبير الشكر افضل ام الصبر؟ قال الصبر والعافية احب الىّ۔ وكان يقول كنت اسمع الحديث من ابن عباس فلو اذن لى لقبلتُ رأسه وقال سعيد الكبشُ الذى فدى به اسحاق عليه السلام القربان الذى قربه ابن اٰدم فتقبل منه۔ كذا فى الحلية۔

ويقول لولا اصوات الرُوم لسمعتم وجبة الشمس حين تقع وكان يقول من عطس عنده اخوه المسلم فلم يشمته كان دينًا ياخذه به يوم القيامة۔

سعید بن جبیر کو حجاج نے قتل کیا۔ گرفتار کرنے کے بعد حجاج نے ان سے پوچھا انت شقى بن كسير؟ قال انا سعيد بن جبير۔ قال لاقتلنك قال انا اذا كما سمتنى اُمّى۔ ثم قال دعونى اصلى ركعتين قال وجّهوه الى قبلة النصارى قال فاينما تولّوا فثم وجه الله۔ قال سفيان لم يقتل الحجاج بعد سعيد الا رجلًا واحدًا۔ وعن عمرو بن سعيد قال دعا سعيد بن جبير ابنه حين دعى ليقتل فجعل ابنه يبكى فقال ما يبكيك؟ ما بقاء ابيك بعد سبع وخمسين سنةً۔ وعن خلف بن خليفة عن ابيه قال شهدت مقتل سعيد بن جبير فلما بان رأسه قال لا اله الا الله۔ لا اله الا الله ثم قالها الثالثة فلم يتمها۔ كذا ذكر الحافظ ابونعيم فى الحلية و مثله ذكر النووى فى التهذيب۔ حجاج نے انہیں کہا اختر یا سعید ای قتلة تريد ان اقتلك؟ قال اختر لنفسك يا حجاج۔ فوالله ما قتلنى قتلة الا قتلك الله مثلها فى الاٰخرة۔ حجاج نے سعید کے قتل و ذبح کا حکم دیا تو سعید نے کہا اما انى اشهد واحاج ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله خذها منى حتى تلقانى يوم القيامة ثم دعا سعيد فقال اللهم لا تسلطه على احد يقتله بعدى۔ کتب تاریخ میں ہے کہ قتلِ سعید کے بعد حجاج صرف پندرہ دن زندہ رہا۔ اس کے پیٹ میں پھوڑا نکلا جس سے اس کی موت واقع ہوئی۔ جتنے دن زندہ رہا چیختے ہوئے یہ کہتا رہا مالى ولسعيد بن جبير كلما اردت النوم اخذ برجلى۔

حجاج کے منشی یعلی کا بیان ہے کہ قتل سعید بن جبیر کے بعد ایک دن میں حجاج کے کمرے میں داخل ہوا میری طرف اس کی پشت تھی۔ میں نے سُنا کہ حجاج کہہ رہا تھا مالى ولسعيد بن جبير فخرجت رويدًا وعلمت انه ان علم بى قتلنى فلم ينشب الحجاج بعد ذلك الا يسيرًا۔

سعید کے قتل کی تاریخ شعبان ۹۵ھ ہے۔ اور قتل کے وقت سعید کی کل عمر ۴۹ سال تھی وہو الاصح سمعانی کے نزدیک ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔

اُمیّۃ وہ آیت وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی شرح میں مذکور ہے۔

هو اُمیّۃ بن ابی الصلت بن ابی ربیعۃ بن عبد عوف۔ امیہ شاعر و واعظ جاہلیت ہے۔ کفر پر مرا ہے۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ امیہ نے آسمانی کتب قدیمہ و صحف انبیاء علیہم السلام پڑھے تھے۔ بت پرستی سے اجتناب کرتا اور کراتا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں۔ امیہ کو توقع تھی کہ وہ نبی وہ خود ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے یعنی امیہ کو نبوت دیں گے۔ چنانچہ جب اسے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت کا علم ہوا تو بڑا غمگین ہوا اور حسد کی وجہ سے کفر اختیار کر لیا۔ امیہ کا ترجمہ اغانی ج ۳ ص ۱۷۹ سمط ص ۳۶۲، خزانہ ج ۱ ص ۱۱۸، کتاب الشعراء النصرانیۃ ص ۲۱۹، طبقات ابن سلام۔ ص ۲۲۰ میں تفصیلاً موجود ہے۔

امیہ کا دیوان بیروت میں ۱۹۳۷ء میں طبع ہوا۔

حافظ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں کہ امیہ ثقفی و شاعر جاہلی ہے۔ ظہور اسلام سے قبل دمشق میں آیا تھا۔ وہ ابتداء میں مؤمن تھا پھر گمراہ ہوا۔ امیہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۔ (اعراف) زبیر بن بکار کا قول ہے کہ ابو الصلت کا نام ربیعۃ بن وہب ہے قبیل ثقیف سے ہے۔ ابو الصلت بھی شاعر تھا لیکن امیہ اس سے اشعر تھا۔ مذکورۂ صدر آیت کا مصداق عند البعض صیفی بن الراہب اور عند البعض بلعم اسرائیلی ہے حکاہ الکلبی و قتادۃ۔

ابن کثیر نے بدایہ ج ۲ ص ۲۲۱ پر بروایت ابوسفیان بن حربؓ ایک طویل حکایت ذکر کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظہور نبوت سے پہلے میں اور امیہ ثقفی تجارت کی غرض سے شام گئے۔ امیہ کے پاس کتاب تھی جسے وہ راستے میں پڑھا کرتا اور مطالعہ کرتا رہتا۔ راستے میں نصاریٰ کے ایک قریہ میں ہم مقیم ہوئے۔ ان لوگوں نے امیہ کی تکریم کی تحفے پیش کیے۔ امیہ ان کے ساتھ گیا اور آدھی رات کو واپس آیا۔ صبح تک وہ متفکر و غمگین رہا۔ ہمارے ساتھ بات بھی نہ کی۔ صبح کو ہم آگے سفر پر روانہ ہوئے۔ میں نے اس سے فکر اور غم کی وجہ پوچھی تو امیہ نے کہا کہ موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں متفکر ہوں۔ اور اسی کا غم ہے معلوم نہیں کہ میں جنتی ہوں گا یا دوزخی۔ کیونکہ حساب کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فریق جنت میں اور ایک فریق دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حیات بعد الموت سے انکار کیا۔ امیہ نے کہا موت کے بعد حیات اور جنت و دوزخ میں شک نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح کئی بستیوں میں نصاریٰ نے اس کی بڑی تعظیم کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ نے امیہ کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ ایک نبی اسی زمانے میں

مکہ میں مبعوث ہونے والے ہیں۔

چنانچہ امیہ نے ابوسفیانؓ سے ان کے والد صخر وعتبہ بن ربیعہ کے بارے میں پوچھا۔ تو ابوسفیانؓ نے بتایا کہ یہ دونوں شریف ومعمر اور دولتمند ہیں۔ امیہ نے کہا کہ معمر ہونے اور مال دار ہونے کے باعث وہ بڑے شرف سے محروم ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ یہ دونوں تو نبی نہیں بنائے جاسکتے۔ پھر امیہ نے اپنے غم کی ایک اور وجہ یہ بتائی کہ ایک بڑے نصرانی عالم نے مجھے بتایا ہے کہ وہ نبی منتظر عربی ہوگا اور قریش میں سے ہوگا۔ قریشی کہنے کی وجہ سے میں بہت غمگین ہوا۔ قال امیۃ فاصابنی من قولہ واللہ شئ ما اصابنی مثلہ قط وخرج من یدی فوالدنیا والآخرۃ وکنت ارجوان اکون ایاہ۔

ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ میں نے امیہ سے اس نبی کے اوصاف وحلیہ دریافت کیا تو اس نے کہا رجل شابٌ حین دخل فی الکھولۃ بدوّ امرہٖ یجتنب المظالم والمحارم ویصل الرحم ویأمر بصلتھا وھو محوج کریم الطرفین متوسط فی العشیرۃ اکثر جندہٗ من الملائکۃ۔ ابوسفیانؓ کہتے ہیں میں نے اس نبی کی بعثت کی مزید علامت پوچھی تو امیہ نے عیسائی عالم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ملکِ شام میں عیسیٰ علیہ السلام سے آج تک ۸۰ سخت زلزلے آچکے ہیں۔ ایک رجفہ (زلزلہ) اور آئے گا جس میں بڑے مصائب ہوں گے میں نے کہا یہ غلط ہے بلکہ بطورِ تسلیم اللہ کسی معمر وشریف اور امیر شخص کو ہی نبی بنائیں گے۔ امیہ نے کہا نصرانی عالم کی بات جھوٹی نہیں ہوسکتی۔ چند روز بعد ہمیں شام میں ایک بڑے رجفہ زلزلے کی اطلاع ملی۔ میں نے کہا واقعی نصرانی عالم کی بات صحیح نکلی۔ پھر کچھ مہینوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت و رسالت کا اعلان کیا ہے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد یمن جاتے ہوئے امیہ سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کا ذکر کیا تو امیہ غم وغصہ کے مارے پسینہ پسینہ ہوگیا اور کہا اگر یہ نبی ظاہر ہوا تو میں اس کی نصرت کروں گا۔ لیکن پھر یوں کہنے لگا واللہ ما کنتُ لأُومن برسول من غیر ثقیف ابدًا جب میں سفر سے واپس مکہ آیا تو دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء مارے جاتے تھے اور ان کی تحقیر کی جاتی تھی، میں نے کہا کہ اس کی فوجِ ملائکہ کدھر گئی؟ چنانچہ پھر میں بھی عام قریش کی طرح تکبر میں پڑ گیا اور اسلام نہ لایا۔ کذا ذکرہ البیہقی فی دلائلہ والطبرانی۔

نیز طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے (ابوسفیان رضی اللہ عنہ) نبی علیہ السلام کے ظہور کے بعد امیہ سے بطور استہزاء کہا یا امیۃ قد خرج النبی الذی کنت تنعتہ قال اما انہ حق فاتبعہ۔ قلت مایمنعک من اتباعہ؟ قال مایمنعنی الا الاستحیاء من نساء ثقیف انی کنت احدثھن انی ھو

ثم یرینی تابعًا لغلام من بنی عبد مناف ثم قال امیۃ کأنی بک یا ابا سفیان قد خالفتہ ثم قد ربطت کما یربط الجدی حتی یؤتی بک الیہ فیحکم فیک بما یرید۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ امیہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھتا تھا اور لوگوں کو بتاتا تھا مگر لوگ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ فمرّوا علیٰ قطیع غنم قد انقطعت منہ شاۃ معہا ولدھا فثغت کانما تستحث الولد فقال امیۃ انہا تقول اسرع بنا لایجیٔ الذئب فیأکلک کما اکل الذئب اخاک عام اوّل فسألوا الراعی ھل اکل لہ الذئب عام اول حملا بتلک البقعۃ فقال نعم۔

امیہ کے اشعار علم و حکمت و نصائح و احوالِ آخرت سے پُر ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے شعر سننے کے بعد فرمایا ان کاد یسلم۔ رواہ احمد۔ وفی حدیث قال علیہ السلام وکاد امیۃ بن ابی الصلت ان یسلم۔ رواہ ابوھریرۃ فی الصحیح۔

امیہ نبی علیہ السلام سے ملا۔ آپؐ نے ایک مجمع میں اس کو دعوتِ اسلام دی اور سورۂ یٰس کی ابتدائی آیات سُنائیں۔ امیہ بہت متاثر ہوا اور کہا کہ میں سوچوں گا۔

ہجرت کے بعد امیہ اسلام لانے کے لیے گھر سے نکلا۔ راستے میں کفارِ مکہ جو بدر میں شکست کھا کر واپس آرہے تھے ملے۔ تو اسلام کا ارادہ ترک کر کے مقتول رؤسا مکہ کا مرثیہ کہنے لگا اور کہا اگر وہ نبی ہوتا تو اپنی قوم کو قتل نہ کرتا۔

صاحبِ مرآۃ لکھتے ہیں کان امیۃ امن بالنبی علیہ السلام فقدم الحجاز لیأخذ مالہ من الطائف ویھاجر فلما نزل بدرًا قیل لہ الی این؟ فقال اریدان اتبع محمدًا فقیل لہ ھل تدری ما فی ھذا القلیب؟ قال لا۔ قال فیہ شیبۃ وربیعۃ وفلان وفلان فجدع انف ناقتہ وشق ثوبہ وبکی وذھب الی الطائف فمات بھا سنۃ ۹ھ والمعروف موتہ سنۃ ۹ھ۔ امیہ کے دیوان میں ایک قصیدہ مدحِ نبی علیہ الصلاۃ والسلام میں موجود ہے جس کا اول شعر یہ ہے ؎

لک الحمد والمنّ ربّ العبا ؛ د انت المليك وانت الحكم

وایضًا قال فیھا ؎

محمّد ارسلہ بالھدیٰ ؛ فعاش غنیًّا ولم یھتضم

وقد علموا انّہ خیرھم ؛ وفی بیتھم ذی النکٰی والکرم

والتفصیل فی خزانۃ الادب ج ۱ ص ۲۳۰۔

احمد الامام رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت فمن اضطر غیر باغ ولا عاد الآیۃ کی شرح میں فرماتے ہیں

الامام احمد هو ابو عبد الله احمد بن محمد بن حنبل بن هلال الامام الكبير البارع المجمع على جلالته وامامته وورعه وزهادته وحفظه الذي يستنزل الرحمة بذكره۔

امام احمدؒ کی نسبت ان کے دادا یعنی حنبل کی طرف مشہور ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حنبل آپ کے والد کا نام ہے حالانکہ یہ دراصل دادا کا نام ہے۔

آپ بغدادی ہیں۔ اصل میں مروزی ہیں۔ آپ کے والد مرو سے بغداد تشریف لائے اور آپ بغداد ہی میں پیدا ہوئے اور یہیں جوان ہوئے ساری زندگی بغداد میں رہے اور یہیں وفات پائی۔

تحصیل علم کے لیے بہت سے ملکوں کا سفر کیا مثلاً مکہ۔ مدینہ۔ شام۔ یمن۔ کوفہ۔ بصرہ۔ جزیرہ وغیرہ وغیرہ ملکوں میں علماء سے پڑھنے کے لیے سفر کیے۔

آپ نے سماعِ حدیث سفیان بن عیینہؒ وابراہیم بن سعدؒ ویحیی القطانؒ وہشیمؒ ووکیعؒ وابن مہدیؒ وعبدالرزاقؒ وغیرہ سے کیا۔ آپ کے بہت سے مشائخ بھی آپ سے روایت کرتے ہیں مثلاً عبدالرزاقؒ و ابن مہدیؒ وغیرہ۔

آپ امام حدیث ہیں علی بن مدینیؒ و بخاریؒ ومسلمؒ وابوداؤدؒ وابوزرعہؒ وبغویؒ وابن ابی الدنیاؒ وابو حاتم رازیؒ وموسی بن ہارونؒ ودارمیؒ وابراہیم حربیؒ وغیرہ نے آپ سے سماعِ علوم کیا۔

ابراہیم حربیؒ فرماتے ہیں رایت ثلاثة لم نر مثلهم ابدا۔ الاول ابو عبيد القاسم ما مثلته الا بجبل نفخ فيه الروح۔ والثانی بشر بن الحارثؒ ما شبهته الا برجل بحن من قرنه الی قدمه عقلا۔ والثالث احمد بن حنبلؒ، كان الله عز وجل جمع له علم الاولين من كل صنف۔

ابومسہرؒ فرماتے ہیں ما اعلم احدا يحفظ على هذه الامة امر دينها الا شابا بالمشرق يعنی احمد بن حنبلؒ۔

آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ احادیث قلم بند بھی فرمایا کرتے تھے۔

ابوزرعہؒ فرماتے ہیں ما رأيت من المشائخ احفظ من احمد بن حنبل حزرت كتبه اثنی عشر حملا وعدلا كل ذلك كان يحفظه عن ظهر قلبه۔

ابوعبیدؒ فرماتے ہیں انتهى العلم على اربعة، احمد بن حنبلؒ وهو افقههم فيه۔ وعلیؒ بن المدینیؒ وهو اعلمهم به۔ ویحیی بن معینؒ وهو اكتبهم له۔ وابی بکر بن ابی شیبة وهو احفظهم له۔

ابوزرعہؒ فرماتے ہیں ما رأیت احدًا اجمع من احمد بن حنبلؒ اجتمع فیہ زھدٌ وفقہٌ وفضلٌ واشیاء کثیرۃ۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ما رأیت اعقل من احمد بن حنبلؒ وسلیمان بن داؤد الھاشمیؒ کذا ذکر النوویؒ فی کتابہ تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۱۲

امام احمدؒ عربی النسب ہیں۔ امام شافعیؒ آپ کے استاذ ہیں ان کا امام احمدؒ پر بڑا اعتماد تھا۔

ربیع بن سلیمان امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال الشافعیؒ احمد امام فی ثمان خصالٍ۔ امامٌ فی الحدیث۔ امامٌ فی الفقہ۔ امامٌ فی اللغۃ۔ امامٌ فی القرآن۔ امامٌ فی الفقر۔ امامٌ فی الزھد۔ امامٌ فی الورع۔ امامٌ فی السنّۃ۔

امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کو علمِ حدیث میں اپنے سے اعلیٰ سمجھتے تھے۔ ایک دن امام شافعیؒ امام احمدؒ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یا اباعبدِ اللہ کنتُ الیوم مع اھل العراق فی مسئلۃ کذا فلو کان معی حدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدفع الیہ احمد ثلاث احادیث فقال لہٗ جزاک اللہ خیرًا۔

ایک دن امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے فرمایا انتم اعلم بالحدیث والرجال فاذا کان الحدیث الصحیح فاعلمنی ان شاء یکون کوفیًا او شاء شامیًا حتی اذھب الیہ اذا کان صحیحًا۔

عبدالوہاب وراقؒ نے ایک مرتبہ علماء سے کہا کہ امام احمد جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا تو لوگوں نے کہا کہ ائمہ دین و محدثین کبار کے مقابلے میں امام احمد کے علم و فضل میں تم کو کون سی خصوصیت نظر آئی ؟ فقال عبدالوھاب رجلٌ سُئل عن ستین الف مسئلۃٍ فاجاب فیھا بان قال اخبرنا وحدثنا۔ کذا فی طبقات الحنابلۃ للقاضی ابی الحسین محمد بن ابی یعلیٰ۔ ج ۱ ص ۶

ابوالحسین بن منادیؒ کی روایت ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ایک تفسیر لکھی ہے جو ۱۲۰۰۰۰ یعنی ایک لاکھ بیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔

امام احمدؒ کے دو بیٹے عبداللہ اور صالح آپ سے روایتیں کرتے ہیں۔

عبداللہ کا قول ہے کہ میرے والد ایک ہفتہ میں دو ختمِ قرآن کرتے تھے۔ ایک رات کو اور ایک دن کو۔ ایک بار مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو نماز میں ایک ہی رات میں سارا قرآن مجید ختم کیا۔

امام احمدؒ زاہد کبیر تھے۔ دنیا کی دولت آپ کے پاس آتی اور بڑے ہدایا آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے مگر آپ ٹھکرا دیتے تھے۔ نیز بڑے بڑے عہدے آپ کو پیش کیے گئے مگر آپ نے ان کے

قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔

آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو خلیفۂ وقت کے عطایا قبول کرنے سے منع فرمایا تھا، انہوں نے اپنی حاجت کا عذر پیش کیا تو آپ نے ایک مہینے تک ان سے قطع تعلق کرلیا تا آنکہ انہوں نے معافی مانگی۔

امام احمدؒ کو ایک مکان وراثت میں ملا تھا۔ اس کے کرائے سے ہر روز آپ ایک درہم اپنے خرچ کے لیے لیتے تھے۔ آپ کی بیوی نے دیکھا کہ اس گھر میں کچھ مرمّت کی ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کے مال سے مرمت کرادی۔ اس واقعہ کے بعد وہ درہم بھی آپ نے لینا چھوڑ دیا اور فرمایا قد افسدہ علیّ۔ اپنے بیٹے عبداللہ کے مال سے وہ اس لیے اجتناب فرماتے تھے کہ عبداللہ کو گاہے بگاہے خلیفۂ وقت کی طرف سے مال ملتا تھا جس میں حرام ہونے کا شبہ تھا۔

امام احمدؒ کو اللہ کی راہ میں بڑی اذیتیں پہنچائی گئیں، آپ نے صبر کیا اور اللہ کی راہ میں وہ برداشت کرتے رہے۔

علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں ایّد اللہ ھذا الدین برجلین لا ثالث لھما ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ یوم الردّۃ واحمد بن حنبلؒ فی یوم المحنۃ۔

صدقۃ المقابریؒ بہت بڑے عالم ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں میرے دل میں امام احمدؒ کے بارے میں کچھ اچھے خیالات نہ تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام امام احمدؒ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک راستے پر تشریف لے جارہے ہیں دونوں بظاہر آرام سے اور آہستہ جارہے تھے اور میں پیچھے زور لگا رہا تھا کہ پہنچوں لیکن نہ پہنچ سکا۔ جب میں بیدار ہوا تو وہ سارا کینہ نکل گیا۔ پھر میں نے یہ خواب دیکھا کہ میں موسم حج میں مکہ مکرمہ میں ہوں بے شمار لوگ جمع ہیں۔ ایک منادی نے نماز کے لیے لوگوں کو بلایا جب سارے لوگ جمع ہوئے تو اس منادی نے آواز دی کہ امامت امام احمد ابن حنبل کرائیں گے اور امام احمدؒ ہی نماز پڑھائیں گے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبل تشریف لائے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اسحٰق بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں احمد بن حنبل حجۃ بین اللہ وبین عبیدہ فی ارضہ امام زکریا بن یحییٰ ساجیؒ فرماتے ہیں احمد بن حنبل افضل عندی من مالکؒ والاوزاعیؒ والثوریؒ والشافعیؒ وذلک ان لھؤلاء نظراء واحمد بن حنبل لا نظیر لہ۔

سلمۃ بن شبیبؒ فرماتے ہیں کہ ہم امام احمد بن حنبلؒ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص داخل ہوا۔ اس شخص نے سلام کے بعد کہا ایکم احمد فاشار بعضنا الیہ فقال جئت من البحر من مسیرۃ اربع مائۃ فرسخ اتانی آتٍ فی منامی فقال ائت احمد بن حنبل وسل عنہ فانک تدلّ علیہ قل لہ

ان اللہ عنك راض وملائكة سمواته وملائكة ارضه عنك راضون قال ثم خرج۔

عبداللہ بن الحسینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بڑے محدث کو موت کے بعد خواب میں دیکھا فقلتُ له باللہ علیك مافعل اللہ بك فقال غفر لی فقلتُ باللہ فقال باللہ انه غفر لی فقلت بماذا غفر اللہ لك فقال بمحبتی لاحمد بن حنبل فقلت فانت فی راحة فتبسم وقال انا فی راحة وفرحة۔

احمد بن محمد کنیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو خواب میں دیکھا فقلتُ یا اباعبداللہ ماصنع اللہ بك فقال غفر لی ثم قال یا احمد ضُرِبتَ فِیَّ قال قلتُ نعم یارب قال یا احمد هذا وجهی فانظر الیه قد ابحتُك النظر الیه۔

امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ربیع الآخر ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

عبدالوہاب الورّاقؒ کہتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ میں کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں اتنی کثرت سے لوگ شریک نہیں ہوئے جتنی کثرت سے امام احمد بن حنبلؒ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

ابوزرعہؒ فرماتے ہیں بلغنی ان المتوکل امر ان یُمسح الموضعُ الذی قام الناسُ فیه للصلوٰة علی احمد ابن حنبل فبلغ مقام الفی الفٍ وخمسمائة الف اس کا حاصل یہ ہے کہ امام احمدؒ کی نماز جنازہ میں ۲۵ لاکھ انسان شریک ہوئے تھے۔

وقال الورکانیؒ اسلم یوم مات احمد بن حنبلؒ عشرون الفًا من الیهود والنصاریٰ والمجوس۔ کذا ذکر النووی فی التهذیب ج ۱ ص ۱۱۲

مجھے ورکانی کی اس حکایت اسلام یہود و نصاریٰ ومجوس کی صحت میں مدت سے شبہ تھا۔ میری رائے میں یہ حکایت کذب پر مبنی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ اتنے جم غفیر کا مسلمان ہونا اور وہ بھی ایک ہی دن میں بعید و مشکل ہے۔ بعد میں اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ بہت سے محدثین نے بھی اس حکایت کو مردود کہا ہے چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں وهی حکایة منکرة تفرد بها الورکانی والراوی عنه والعقل یحیل ان یقع مثل هذا الحادث فی بغداد ولا یرویه جماعة تتوفر دواعیهم علی نقل ماهو دونه بکثیر وکیف یقع مثل هذا الامر ولا یذکره المروزی ولا صالح بن احمد ولا عبداللہ ولا اصحاب الذین حکوا من اخبار ابی عبداللہ احمد بن حنبلؒ جزئیات کثیرة قال فواللہ لو اسلم یوم موته عشرة انفس لکان عظیمًا ینبغی ان یرویه نحو من عشرة انفس انتهیٰ۔ هامش طبقات حنابلہ ج ۱ ص ۱۶۔

امام احمدؒ کی تاریخ ولادت ربیع الاول ۱۶۴ھ ہے۔ اور وفات جمعہ کے دن چاشت کے وقت ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ بغداد میں آپ کی قبر معروف ومشہور ہے۔

امام احمد کے صاحبزادے صالح فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد امام احمد کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھا وبیدی الخرقۃ لاُشدّ بھا لحیتہ فجعل احمد یعرق ثم یضیق ویفتح عینیہ ویقول بیدہ ھکذا، لا بعد لا بعد۔ ثلاث مرات۔ فقلت یا ابت ایش ھذا الذی قد لھجت بہ فی ھذا الوقت قال یا بنی ما تدری؟ قلت لا۔ قال ابلیس لعنہ اللہ قائم بحذائی عاضًّا علی انامله یقول یا احمد فتّنی فاقول لا، حتی اموتُ۔ کذا فی طبقات الحنابلۃ ج ۱ ص ۱۷۵۔

اخفش ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ کی شرح کے آخر میں اور وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

اخفش کا نام سعید بن مسعدہ ہے۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ یہ اخفشِ اوسط ہیں۔ مشہور تین اخفش ہیں

اوّل۔ اخفشِ اکبر عبدالحمید بن عبدالمجید ابوالخطاب۔ یہ اخفش اکبر نحو وعربیت میں امام ہیں۔ سیبویہ اور اور کسائی و یونس کے استاذ ہیں۔ قال السیوطی وکان دیّنًا ورعًا ثقۃً۔

دوم۔ اخفشِ اوسط سعید بن مسعدہ ابوالحسن۔ یہ اخفش اوسط زیادہ مشہور ہیں۔ اور جب مطلق اخفش کا ذکر ہو تو یہی مراد ہوتے ہیں۔ کافیہ میں بحث غیر منصرف کے آخر میں ہے وخالف سیبویہ الاخفش اھ قال الجامی رحمہ اللہ فی شرحہ ص ۸۲ المشھور ھو ابوالحسن تلمیذ سیبویہ اھ

سوم۔ اخفشِ صغیر۔ علی بن سلیمان بن الفضل النحوی۔ قرأ علی ثعلب والمبرد قال المرزبانی ولم یکن بالمتسع فی الروایۃ للاخبار والعلم بالنحو ماعلمتہ صنّف شیئًا ولا قال شعرًا قدم مصر سنۃ ۲۸۷ھ وخرج الی حلب سنۃ ۳۰۰ھ وکانت ضیّق الحال الی ان اکل الثلج اللیّئ فقبض علی قلبہ فمات فجأۃ ببغداد فی شعبان سنۃ ۳۱۵ھ وقد قارب الثمانین۔ کذا فی البغیۃ للسیوطی۔ ومعجم الادباء لیاقوت، ج ۱۳ ص ۲۵۷

یہ تین اخفش مشہور ہیں۔ ان میں مشہور تر اخفش اوسط ہے۔ یہ اجلع تھا اس کے ہونٹ بند نہیں ہوتے تھے۔ کذا فی البغیۃ۔ وذکر یاقوت فی ارشاد الاریب ج ۱۳ ص ۲۴۷ ان الاخفش الصغیر کان اجلع۔

وفی البغیۃ وکان اجلع لا تنطبق شفتاہ علی لسانہ۔ یہ سیبویہ کا شاگرد تھا تاہم عمر میں سیبویہ سے بڑا تھا اس نے خلیل سے کچھ نہیں پڑھا۔ یہ اخفشِ اوسط اعتقادًا معتزلی تھا۔ یہ کلبی ونخعی وہشام بن عروہ سے روایت کرتا ہے اور ابوحاتم سجستانی اس سے روایت کرتے ہیں۔ بغداد میں مدت تک مقیم رہا۔ اخفش اوسط کا بیان ہے کہ جب سیبویہ کا کسائی کے ساتھ بغداد میں مناظرہ ہوا اور سیبویہ شکست کھانے کے بعد واپس آئے تو مجھے سارا قصہ سیبویہ نے سنایا پھر وہ تو اہواز چلے گئے۔ مجھے غصہ آیا اور مناظرے کی غرض سے بغداد گیا۔ مسجد کسائی میں پہنچا۔ صبح کی نماز میں نے کسائی کے پیچھے پڑھی۔ نماز کے بعد استفادہ کے لیے کسائی کے پاس فراء واحمر وابن سعدہ وغیرہ بیٹھ گئے

میں نے کسائی سے سو مسئلے پوچھے۔ کسائی نے جوابات دیے میں نے ان کے سارے جواب ردّ کر دیے تو ان کے تلامذہ نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا۔ کسائی نے ان کو باز رکھا اور مجھ سے فرمایا باللہ انتَ ابوالحسن سعید بن مسعدۃ۔ فقلتُ نعم فقام الیّ وعانقنی واجلسنی الیٰ جنبہ۔ پھر کسائی نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے بچوں کے استاذ بن جائیں اور میرے پاس ہی مقیم رہیں۔ میں نے ان کی یہ بات تسلیم کر لی۔ بعدہٗ میں نے ان کی فرمائش پر کتاب معانی القرآن تالیف کی جس کو کسائی ہمیشہ سامنے رکھتے تھے۔ نیز کسائی نے پوشیدہ طور پر مجھ سے کتاب سیبویہ پڑھی اور اجرت میں ۷۰ دینار دیے۔ کتاب سیبویہ کے راوی صرف اخفش ہی ہیں، کیونکہ سیبویہ نے یہ کتاب کسی اور کو نہیں پڑھائی۔ بلکہ ابتداء میں اخفش نے اس کتاب کو اپنی طرف منسوب کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن امام مازنی و امام جرمیؒ کی کوشش سے وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

اخفش کا کہنا ہے ماوضع سیبویہ فی کتابہ شیئا الا وعرضہ علیّ۔ کذا فی معجم الادباء لیاقوتؒ ص ۲۲۶۔ انباہ الرواۃ میں ان کا ترجمہ تفصیلاً مذکور ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں وکان الاخفش رجل سوءٍ قدریًا شمریًا وھم صِنفٌ من القدریۃ نُسبوا الیٰ بنی شمر وقال المبرد کان الاخفش اعلم الناس بالکلام واحدقھم بالجدل وکان غلام ابی شمر وکان علیٰ مذھبہ۔ وذکر الجاحظ ان الاخفش ھذا کان یعلم ابناء المعدل بن غیلان۔ کذا فی انباہ الرواۃ۔ اخفش اصل میں خوارزمی ہے۔ تاریخ وفات ۲۱۱ھ ہے۔ کذا فی الفہرست وقیل توفی ۲۱۵ھ۔

ابن جنی۔ وہ الم وحروف مقطعات کی شرح میں حروفِ بدل کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھوعثمان بن جنی ابو الفتح النحوی۔

ابن جنی مشہور نحوی، صرفی، ادیب، امام، بارع، صاحبِ نکات لغویہ و دقائق ادبیہ و اسرارِ عربیہ ہیں۔ تمام علوم کی بنسبت علم صرف میں اقویٰ و اکمل و بے نظیر ہیں۔ متنبی صاحبِ دیوان کے معاصر اور اس کے دیوان کے اول شارح ہیں۔ متنبی کی موت پر عربی اشعار کا مرثیہ لکھا جس سے معلوم ہوا کہ آپ شاعر بھی بڑے ہیں۔ علمِ صرف میں ان کی مہارت کا ایک قصہ معروف ہے۔ وہ یہ کہ ابن جنی جامع موصل میں علم نحو و صرف پڑھا رہے تھے اور اس وقت ابن جنی نوجوان تھے کہ مشہور نحوی ابو علی فارسی اتفاقاً وہاں پر آئے اور ابن جنی سے صرف کا ایک مسئلہ دریافت کیا۔ ابن جنی صحیح جواب نہ دے سکے تو ابو علی نے کہا زبّیت وانت حصرم وفی روایۃ قبل ان تحصرم۔ ای صرت زبیبًا قبل ان تکون حصرمًا والحصرم العنب قبل نضجہ۔ مقصد یہ تھا کہ مہارت کے بغیر اور تکمیلِ علم کے بغیر پڑھانا شروع کر دیا۔ کذا فی معجم الادباء ج ۱۲ ص ۹۱۔ ابن جنی کو جب معلوم ہوا کہ یہ ابو علی فارسی ہیں تو ان کی صحبت اختیار کر کے

ان سے پڑھنا شروع کر دیا اور چالیس سال ان کی صحبت میں رہے۔ ابوعلی کی وفات کے بعد ابن جنی اپنے شیخ کی جگہ پر درس دینے کے لیے بغداد میں مقرر ہوئے۔ آپ سے ثمانینی و عبدالسلام بصری اور ابوالحسن سمسمی وغیرہ نے تحصیل علوم کی۔ ابن جنی کے تین بیٹے تھے۔ علی۔ عال۔ علاء۔ تینوں فاضل و ادیب و کامل تھے۔ والد نے صحیح طور پر انہیں تعلیم دلائی تھی۔

ابن جنی ایک آنکھ کی بینائی سے محروم تھے۔ چنانچہ ایک دوست کے بارے میں ابن جنی کہتے ہیں ؎

صُدُودُك عنی ولا ذنب لی ؛ دلیلٌ علی نیّةٍ فاسدهْ
فقد وحیاتك ممّا بکیت ؛ خشیتُ علی عینیَ الواحدهْ
ولولا مخافة ان لا اراك ؛ لما کان فی ترکها فائدهْ

ابن جنی موسم ربیع و شباب کے بارے میں کہتے ہیں ؎

رأیتُ محاسِن ضحك الرّبیع ؛ اطال علیها بُکاء السحاب
وقد ضحك الشیب فی لمّتی ؛ فلم لا ابکی ربیع الشباب

ابن جنی کی تصانیف یہ ہیں الخصائص۔ التمام فی اشعار ہذیل۔ سر الصناعۃ۔ شرح کتاب تصریف ابی عثمان۔ شرح مستغلق ابیات الحماسہ واسماء شعرائہا۔ شرح مقصور و ممدود لابن السکیت۔ تعاقب العربیہ۔ شرح دیوان متنبی۔ شرح آخر لدیوان متنبی مختصر۔ کتاب اللمع۔ مختصر التصریف۔ مختصر العروض و القوافی۔ کتاب الالفاظ المہموزہ۔ محاسن العربیہ۔ کتاب النوادر۔ کتاب المحتسب شرح الشواذ وغیرہ وغیرہ۔ کتابوں کے یہ نام معجم الادباء سے ماخوذ ہیں۔

آپ کا ترجمہ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۱۱ میں اور انباہ الرواۃ ص ۶۲۷ میں تفصیلاً موجود ہے۔ یاقوت نے بڑی تفصیل ذکر کی ہے۔ شہر موصل میں ۳۳۰ھ سے قبل پیدا ہوئے اور بروز جمعہ ۲۸ صفر ۳۹۲ھ میں بغداد میں انتقال ہوا۔ جنّی بکسر جیم و تشدید نون قبیل یا مشددہ ہے۔ یہ معرب گنی ہے۔

ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث بسملہ کی ابتداء میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن المبارك بن واضح الحنظلی رحمہ اللہ

آپ بہت بڑے امام، محدّث، مفسر، مجاہد، زاہد، عابد اور مجمع البرکات تھے۔ امام نوویؒ آپ کے بارے میں تہذیب میں لکھتے ہیں الامام المجمع علی امامتہ وجلالتہ فی کل شیٔ الذی تستنزل الرحمۃ بذکرہٖ وترتجی المغفرۃ بحبّہ۔ انتہیٰ۔

آپ تبع تابعین ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں۔ سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ وشعبہؒ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابوداؤد طیالسیؒ، محمد بن الحسن حنفیؒ، یحیی القطانؒ، ابن مہدیؒ اور فضیل بن عیاضؒ وغیرہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ مجمع الکمالات والبرکات تھے۔

عن الحسن بن عیسی قال اجتمع جماعات من اصحاب ابن المبارك فقالوا تعالوا نعد خصال ابن المبارك من ابواب الخیر فقالوا جمع العلم والفقه والادب والنحو واللغة والزهد والشعر والفصاحة والورع والانصاف وقیام اللیل والعبادة والشدة فی رأیه وقلة الکلام فی مالا یعنیه وقلة الخلاف علی اصحابه۔

آپ کی وفات پر سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا لقد کان فقیهًا عابدًا عالمًا زاهدًا سخیًّا شجاعًا۔

عمار بن حسن آپ کی مدح میں کہتے ہیں ؎

اذا سار عبد الله من مرو لیلةً ؛ فقد سار منها نورها وجمالها

اذا ذکر الاحباب من کل بلدة ؛ فهم انجمٌ فیها وانت هلالها

عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں الائمة اربعة الثوری ومالك وحماد بن زید وابن المبارك۔ ابواسحاق فزاری کا قول ہے ابن المبارک امام المسلمین۔ ابواسامہ کہتے ہیں ابن المبارك فی اصحاب الحدیث کامیر المؤمنین فی الناس۔

جب ابن المبارک شہر رقہ میں تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ کا بہت بڑا استقبال کیا۔ اتفاق سے خلیفہ ہارون الرشید بھی وہاں مقیم تھا تو خلیفہ کی ام ولد نے کوٹھے سے لوگوں کا یہ ازدحام دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون آرہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ خراسان کے ایک عالم ابن المبارک آرہے ہیں۔ اس عورت نے کہا هذا والله الملك لا مُلك هارون الذی لا یجمع الناس الا بالسوط والخشب۔ کذا فی تهذیب الاسماء۔ ج ۱ ص ۲۸۶ حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیا۔ ج ۸ ص ۱۶۲ میں آپ کے تفصیلی احوال ذکر کیے ہیں۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں لوجهدت جهدی ان اکون فی السنة ثلثة ایام علی ما علیه ابن المبارك لم اقدر۔ ابن المبارکؒ فرماتے تھے من بخل بالعلم اُبتلی بثلاث اما یموت فیذهب علمه واما ینسی واما یصحب فیذهب علمه۔

ایک شخص نے ابن المبارکؒ سے سوال کیا من الناس؟ قال العلماء۔ پھر سوال کیا فمن الملوك؟ قال الزهاد۔ پھر سوال کیا من السفلة؟ قال الذین یعیشون بدینهم۔

ابن المبارکؒ اہل بدعت سے دور رہتے اور اپنے اصحاب کو بھی دور رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ حارثؒ کہتے ہیں جو ابن المبارکؒ کے اصحاب میں سے ہیں اکلتُ عند صاحب البدعة اکلة فبلغ ذلك ابن المبارك فقال لاکلمتك ثلاثین یومًا ابن المبارکؒ کا قول ہے اذا عرف الرجل قدر نفسه یصیر عند نفسه اذل من الکلب

ابن المبارکؒ نے ایک موقعہ پر یہ اشعار پڑھے ؎

الصمتُ زینٌ بالفتیٰ ؛ من منطق فی غیر حینہ
والصدقُ اجملُ بالفتیٰ ؛ فی القول عندی من یمینہ
وعلی الفتیٰ بوقارہٖ ؛ سمۃ تلوح علیٰ جبینہ

(کذا فی الحلیۃ)

امام ابوحنیفہؒ سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ درّ مختار میں ابوحنیفہؒ کی مدح میں ابن المبارکؒ کا ایک قصیدہ مذکور ہے۔ جس کے چند شعر یہ ہیں ؎

لقد زان البلاد ومن علیھا ؛ امامُ المسلمین ابو حنیفۃ
فما فی المشرقین لہ نظیر ؛ ولا بالمغربین ولا بکوفۃ
فلعنۃُ ربّنا اعداد رمل ؛ علیٰ من ردّ قول ابی حنیفۃ

آپ کی ولادت ۱۱۸ھ میں ہوئی ہے۔ اور وفات ماہ رمضان ۱۸۱ھ میں ہوئی ہے۔ کذا فی تذکرۃ الحفاظ للذہبی۔

ابن ابی لیلیٰ۔ لا تضارّ والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہٖ الآیۃ کے ذیل میں مذکور ہیں۔

ھو محمد بن عبد الرحمٰن بن یسار الانصاری الفقیہ رحمہ اللہ۔

ابن ابی لیلیٰ کی ولادت ۷۴ھ میں ہوئی۔ آپ کوفہ کے قاضی اور مفتی تھے۔ وفات ۱۴۸ھ میں شہر کوفہ میں ہوئی۔ وفات تک آپ قاضی تھے۔ آپ نے علوم امام شعبی وغیرہ سے حاصل کیے اور آپ سے وکیع وابونعیم وغیرہ نے علوم حاصل کیے۔ حافظ ذہبی کاشف اور کتاب عبر میں فرماتے ہیں وکان صدوقاً حسن الحدیث افقہ الناس۔

ابوحنیفۃ رحمہ اللہ۔ تفسیر ہذا میں متعدد مقامات پر مذکور ہیں۔

ھو ابوحنیفۃ النعمان بن ثابت بن زوطیٰ بضم الزاء وفتح الطاء۔ شیخ ابواسحاق طبقات میں لکھتے ہیں:۔ ھو النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ مولیٰ تیم اللہ ثعلبۃ۔

ابوحنیفہؒ کا جد زوطا اہل کابل یا اہل بابل سے تھا اور مملوک تھا بنی تیم اللہ کا۔ پھر وہ آزاد ہوا اور اس کا بیٹا ثابت اسلام میں پیدا ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت علیؓ نے ان کے لیے دعائے برکت فرمائی اس وقت ثابت کی عمر چھوٹی تھی۔ تہذیب الکمال میں ہے عن اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ نحن من ابناء فارس الاحرار واللہ ما وقع علینا رقٌّ قط۔

بعض نے آپ کا نسب یوں بیان کیا ہے النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان۔

ابن خلکان اپنی تاریخ میں اور دیگر مورخین لکھتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کی تاریخ ولادت ۸۰ھ ہے اور تاریخ وفات ۱۵۰ھ ہے۔ آپ کی نماز جنازہ پانچ مرتبہ پڑھی گئی۔ اس کا سبب کثرت ازدحام تھا۔ آپ کو غسل قاضی القضاۃ حسن بن عمارہ وغیرہ نے دیا وقال لہ رحمك الله وغفر لك لم تفطر منذ ثلاثين سنة ولم تتوسد يمينك بالليل منذ اربعين سنةً۔ آپ کے مشائخ بہت زیادہ ہیں۔ تہذیب الکمال میں ۶۵ سے زیادہ آپ کے مشائخ مذکور ہیں۔ چند مشائخ کے نام یہ ہیں:۔

نافع مولیٰ ابن عمرؓ۔ ابن شہاب الزہری۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ۔ عبداللہ بن دینار۔ علقمہ بن مرثد۔ عطاء بن ابی رباح۔ سماک بن حرب۔ ہشام بن عروہ۔ منصور بن المعتمر وغیرہ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ چند تلامذہ یہ ہیں زفر۔ حسن بن زیاد۔ ابومطیع بلخی۔ محمد بن الحسن۔ ابویوسف۔ وکیع بن الجراح۔ عبداللہ بن المبارک۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں تعصب مذہبی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابوحنیفہ تبع تابعین ہیں۔ لیکن یہ قول جمہور علماء کے نزدیک باطل وغلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں۔ کئی صحابہ مثل انسؓ وسہل بن سعدؓ وغیرہ کا زمانہ آپ نے پایا ہے۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں وكان فى زمنه اربعة من الصحابة انس بن مالك وعبد الله بن ابى اوفىٰ وسهل بن سعد وابو الطفيل۔ ولم يأخذ عن احد منهم انتهىٰ۔ خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں رأى انس بن مالك وسمع عطاء بن ابى رباح۔ بہرحال آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے خطیب بغدادیؒ و دارقطنیؒ وابن جوزیؒ و نوویؒ وذہبیؒ وابن حجر مکیؒ وسیوطیؒ وغیرہ نے۔

خود ابن حجر عسقلانی نے بھی ایک اور جگہ پر آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے لہذا نواب صدیق حسن خان کا اس سے انکار بے دلیل اور تعصب کا اظہار ہے۔ نواب صاحب اپنی کتاب ابجد العلوم میں لکھتے ہیں ان اباحنيفة لم ير احدًا من الصحابة باتفاق اهل الحديث وان عاصر بعضهم على رأى الحنفية۔ اھ

ابوحنیفہؒ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ابن معینؒ فرماتے ہیں لا بأس به لم يكن متهمًا۔ جلیل القدر محدثین نے آپ سے روایتیں کی ہیں۔ مثل سفیان ثوریؒ وعبداللہ بن المبارکؒ وحماد بن زیدؒ وہشامؒ و وکیعؒ وعباد بن عوامؒ وغیرہ۔ اور یہ توثیق کی علامت ہے قال ابن عبد البر هو ثقة لا بأس به۔ آپ کے مجتہد ہونے اور فقیہ عظیم ہونے پر کل امت کا اجماع ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ان الناس فى الفقه عيال ابى حنيفة۔ وعن الشافعى ايضًا من اراد ان يتبحر فى الفقه فهو عيال ابى حنيفة۔ وعن وكيع قال كان

ابو حنیفة عظیم الامانة وکان یوثر رضاء اللہ علی کل شئ ولو اخذ السیوف لاحتملها۔

آپ کا تقویٰ و زہد و کثرتِ عبادت مشہور ہیں۔ ابن ہبیرہ نے آپ کو کوفہ کا قاضی بننے پر مجبور کیا آپ کے انکار پر اُس نے آپ کو ایک سو دس کوڑے مارے۔ اور ہر روز آپ کے دس کوڑے مارے جاتے تھے، لیکن امام ابو حنیفہؒ اپنے انکار پر قائم رہے۔ آخر کار آپ کو رہا کر دیا گیا۔ ابن ہبیرہ بنو امیہ کی طرف سے عراق کا گورنر تھا۔

وعن الربیع بن عاصم قال ارسلنی یزید بن عمر بن هبیرة فقدمت بابی حنیفة فارادہ علی بیت المال فابیٰ فضربه اسواطاً وبکی فی بعض الایام لوالدته وقال کان غمّ والدتی اشد علیّ من الضرب۔ وکان احمد بن حنبل اذا ذکر ذلك بکی وترحّم علیٰ ابی حنیفة۔

اس کے بعد خود منصور امیر المؤمنین نے ابو حنیفہؒ کو بغداد بلایا تاکہ آپ کو قاضی بنا دیا جائے مگر آپ نے انکار کر دیا۔ منصور نے قسم کھائی کہ قاضی ضرور بنو گے۔ آپ نے بھی قسم کھالی کہ ہرگز نہیں بنوں گا۔ منصور نے پھر قسم کھائی تو ابو حنیفہؒ نے بھی پھر قسم کھالی اس کے بعد آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔

ایک روایت ہے کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ میں قضا کے قابل نہیں ہوں۔ منصور نے کہا کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ پھر تو جھوٹے کو قاضی نہیں بنانا چاہیے۔

امام ابو حنیفہؒ حسین چہرے والے طویل قد اور گندم گوں رنگ کے تھے۔ لباس ہمیشہ اچھا پہنتے تھے۔ عطر زیادہ استعمال کرتے تھے۔ ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کان ابو حنیفة ربعة من الرجال لیس بالقصیر ولا بالطویل۔ وقال محمد بن جعفر کان ابو حنیفة طوالاً تعلوه سُمرة۔

آپ بڑے دولتمند تھے، اور کپڑے کے بڑے تاجر تھے۔ کوفہ میں آپ کی دُکان لوگوں میں معروف و مشہور تھی۔ بہت زیادہ سخی تھے۔ آپ کی سخاوت و تقویٰ کے قصے مشہور ہیں۔ آپ نے علمی استفادہ زیادہ تر حضرت حمادؒ سے کیا چنانچہ اٹھارہ سال حمادؒ کی صحبت میں رہے۔ ابو حنیفہؒ فرماتے تھے ما صلیتُ صلاةً منذ مات حماد الاّ استغفرت له مع والدی۔ وانی لاستغفر لمن تعلّمتُ منه علماً او علّمته علماً۔ ایک بار ابو حنیفہؒ خلیفہؒ وقت منصور کے پاس گئے۔ منصور نے کہا هذا عالم اهل الدنیا الیوم۔

مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں ما احسد احداً بالکوفة الاّ رجلین ابا حنیفة فی فقهه والحسن بن صالح فی زهده۔

فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کان ابو حنیفة فقیهاً معروفاً بالفقه مشهوراً بالورع وسیع المال

معروفاً بالافضال علی من یطیق صبوراً علی تعلیم العلم باللیل والنہار کثیر الصمت۔

ابن المبارکؒ فرماتے ہیں ما رأیت فی الفقہ مثل ابی حنیفۃ۔

وکیعؒ فرماتے ہیں ما لقیت افقہ من ابی حنیفۃ ولا احسن صلاۃً منہ۔

ابوحنیفہؒ کبھی ساری رات ایک رکعت میں کھڑے کھڑے پورا قرآن پڑھتے تھے۔ اسد بن عمروؒ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ نے چالیس سال عشاء کے وضوء سے نمازِ فجر پڑھی ہے۔ اور گاہے ساری رات ایک رکعت میں کھڑے کھڑے قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ ہمسایوں کو آپ پر ترس و رحم آتا تھا۔

وختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیہ سبعۃ آلاف مرۃ۔ حسن بن عمارہؒ نے ابوحنیفہؒ کو بعد الوفاۃ غسل دیا اور غسل کے وقت فرمایا غفر اللہ لک اباحنیفۃ لم تفطر منذ ثلاثین سنۃ ولم تتوسد یمینک فی اللیل منذ اربعین سنۃً۔ وعن ابن المبارک ان اباحنیفۃ صلی خمساً واربعین سنۃ الصلوات الخمس بوضوء واحد وکان یجمع القرآن فی رکعتین۔

مشہور محدثِ زمانہ مسعر بن کدامؒ کہتے ہیں کہ ایک رات میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص تنہائی میں نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کی قرأت مجھے بڑی پسند آئی۔ میں چپکے سے بیٹھ کر سننے لگا۔ اس شخص نے قرآن کے اوائل کی سات طویل سورتیں ایک رکعت میں ختم کیں۔ میں نے خیال کیا کہ اب یہ رکوع کرے گا مگر اس نے آگے پڑھتے پڑھتے ثلث قرآن ختم کیا پھر نصف ختم کیا اور بغیر رکوع یعنی کھڑے کھڑے ہی پڑھتے پڑھتے سارا قرآن ایک رکعت میں ختم کر دیا۔ میں حیران تھا کہ یہ کون ہے دیکھا تو وہ ابوحنیفہؒ تھے۔

آپ نے اپنے اوپر یہ لازم قرار دیا تھا کہ جتنا خرچ گھر پر کرتے تھے اتنا ہی خرچ خدا کی راہ میں کرتے تھے۔ اور جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کے مطابق شیوخ و علماء کو بھی پہناتے تھے۔

قیس بن ربیع فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ ورعاً فقیہاً کثیر البر والصلۃ کثیر الافضال علی اخوانہ وکان یبعث البضائع الی بغداد فیشتری بہا الامتعۃ ویجلب الی الکوفۃ ویجمع الارباح من سنۃ الی سنۃ فیشتری بہا حوائج الاشیاخ المحدثین واثوابہم وکسوتہم ومایحتاجون الیہ۔

وعن ابی یوسف کان ابوحنیفۃ لا یکاد یسئل حاجۃً الا قضاہا۔ بہرحال آپ کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ اور بہت سے علماء مذاہب اربعہ مثل حافظ سیوطیؒ و محمد بن یوسف دمشقی شافعی وغیرہ نے آپ کے احوال میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

شیخ محمد بن یوسف شافعیؒ عقود الجمان فی مناقب النعمان صـ ۱۴۹ پر لکھتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اور پھر ان صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کی زیارت ابوحنیفہؒ نے کی ہے۔ ان صحابہ کے نام یہ ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ

قال ابو حنیفة قدم انس بن مالك الكوفة ونزل النخع وكان يخضب بالحمرة قد رأيته مرارًا۔ صـ۱۵۱ پر لکھتے ہیں :۔ ان الامام ابا حنیفة سمع ثمانية رجال من الصحابة وامرأة ۔ وهم انس بن مالك وعمرو بن الحريث و عبد الله بن أُنيس وعبد الله بن الحارث بن الجزء الزبيدي وجابر بن عبد الله وعبد الله بن ابی اوفیٰ و واثلة بن الاسقع ومعقل بن يسار وعائشة بنت عجرد رضی الله عنهم ۔ اھ

در مختار علی الشامی ج ۱ ص ۴۷ میں ہے وصح ان ابا حنیفة سمع الحديث من سبعة من الصحابة كما بسط فی اواخر منية المفتی وادرك بالسن نحو عشرين صحابيًا كما بسط فی اوائل الضياء وقد ذكر ابو النصر فی منظومته ثمانية من الصحابة ممن روی عنهم ابو حنيفة اھ ۔

امام اعمش رحمہ اللہ کا مقام محدثین کے نزدیک بہت بلند ہے ۔ جب اُن سے کسی مسئلہ کا سوال ہوتا تو فرماتے عليكم بتلك الحلقة يعنی حلقة ابی حنيفة رحمه الله۔

مغیرہ بن مقسمؒ نے ایک بار جریر سے کہا جالس ابا حنيفة فلو كان ابراهيم حيًّا لكان محتاجا الى مجالسته اياه هو الله يحسن ان يتكلم فی الحلال والحرام۔

حماد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا تو ایوبؒ سے رخصت ہونے گیا ، انہوں نے فرمایا بَلَغَنِیْ ان الرجل الصالح فقيه اهل الكوفة ابو حنيفة يحج فان لقيته فأقرأه منّی السلام ۔

عبد اللہ بن عونؒ کی مجلس میں ابو حنیفہؒ کا ذکر ہوا تو فرمایا ذاك صاحب ليل وعبادة فقال بعض جلسائه انه يقول اليوم قولًا ثم يرجع غدًا فقال ابن عون فهذا دليل على الورع لا يرجع من قول الى قول الا صاحب دين ولولا ذلك لنصر خطأه ودافع عنه ۔

ابو الولیدؒ فرماتے ہیں كان شعبة حسن الذكر لابی حنيفة كثير الدعاء له ما سمعته قط يذكر بين يديه الا دعا له ۔

نصر بن علیؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت شعبہؒ کے پاس تھے ۔ کسی نے ابو حنیفہؒ کی موت کی اطلاع دی تو انہوں نے استرجاع کے بعد فرمایا لقد طفئ عن اهل الكوفة ضوء نور العلم اما انهم لا يرون مثله ابدًا ۔ كذا فی كتاب اخبار ابی حنيفة واصحابه للامام الصميری صـ۲ ۔

متعدد احادیثِ مرفوعہ میں ابو حنیفہؒ کی عظمت کا ذکر ہے قال عليه الصلاة والسلام ترفع زينة الدنيا سنة خمسين ومائة ۔ قال شمس الائمة الكردی ان هذا الحديث محمول على ابی حنيفة لانه مات تلك السنة كذا قال المحدث الكبير ابن حجر المكی فی كتابه الخيرات الحسان فی ترجمة ابی حنيفة النعمان ۔ اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں پیش گوئی ہے ۔ حدیث یہ ہے :

رُوی الشیخان عن ابی ھریرۃ والطبرانی عن ابن مسعود مرفوعًا لوکان الایمان عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس ۔ وفی روایۃ مسلم عن ابی ھریرۃ مرفوعًا لوکان الایمان عند الثریا لذھب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ ۔ اس کا مصداق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں ۔ علماء احناف کے علاوہ علماء شوافع وغیرہ مثل حافظ سیوطیؒ وابن حجر مکی وغیرہ کے نزدیک بھی اس حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف اشارہ ہے ۔ ملاحظہ ہو ردّ محتار ج ص ۳۹ ۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات زہر کھلانے سے ہوئی قال یحیی بن النضر لم یشکوا ان اباحنیفۃؒ سُقِیَ السمَّ فمات ۔ وعن محمد بن المھاجر قال سمعتُ ابی یقول رُفع الی ابی حنیفۃ قدحٌ فیہ سم لیشرب فقال لا اشرب فاکرہ علی شُربہ مراتٍ فأبیٰ وقال انی لاعلم مافیہ لا اُعین علی نفسی فطُرح ثم صُبّ فی فیہ ثم خلّی عنہ ۔ کذا فی کتاب عقود الجمان ص ۳۵۸ ۔

آپ کی وفات سجدہ میں ہوئی ۔ عن ابی حسّان الزیادی قال لما احسّ ابوحنیفۃ بالموت سجد فخرجت نفسہ وھو ساجد ۔ حدیث صحیح ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعًا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقرب مایکون العبد من ربّہ وھو ساجد ۔ رواہ احمد ومسلم ۔

حافظ نجم غیطیؒ نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ۹۹ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے ۔ پھر یہ خیال دل میں آیا کہ اگر پھر اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی تو یہ پوچھوں گا کہ قیامت کے دن بندے آپ کے عذاب سے کس عمل کے ذریعہ نجات حاصل کر سکتے ہیں ۔

فرماتے ہیں کہ جب اس کے بعد مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت حاصل ہوئی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہی سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص صبح و شام مندرجہ ذیل دعا پڑھے وہ میرے عذاب سے بچ جائے گا ۔ عربی عبارت یہ ہے :۔ فقال سبحانہ وتعالیٰ من قال بعد الغداۃ والعشی :۔

سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ ، سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ ۔ سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ ۔ سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَاءِ بِغَیْرِ عَمَدٍ ۔ سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلٰی مَاءٍ جَمَدٍ ۔ سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصَاھُمْ عَدَدٍ ۔ سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ الرِّزْقَ وَلَمْ یَنْسَ اَحَدٍ ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدٍ ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۔ نجا من عذابی ۔ ردّ محتار ص ۳۸ ج ۱ ۔

قاری احمد بن محمد بن عبداللہ بن القاسم بن نافع بن ابی بزّۃ بشار الفارسی رحمہ اللہ تفسیر ہذا میں کئی جگہ آپ مذکور ہیں ۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے ۔ معروف بہ بزّی ہیں ۔ آپ قراء سبعہ میں سے

قاری ابن کثیر رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے راوی قنبل ہیں۔ قاری بزّی نے بعمر ۸۰ سال ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔ کذا فی وفیات ابن خلکان، ج ۳ ص ۴۲۔

بزّی منسوب ہے جد اعلیٰ ابی بزہ کی طرف۔ بزی مکی ہیں۔ چالیس سال تک مسجد حرم کے مؤذن و امام رہے۔ آپ براہ راست ابن کثیر سے روایت نہیں کرتے۔ بلکہ آپ نے قرارت عکرمۃ بن سلیمان سے اور عکرمہ نے دو آدمیوں سے یعنی اول اسمٰعیل بن عبداللہ القسط سے دوم شبل بن عباد سے قرارت پڑھی ہے۔ اور ان دونوں نے ابن کثیر سے پڑھی۔

آپ مکہ مکرمہ میں ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور مکہ ہی میں ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔

ابو یوسف رحمہ اللہ۔ آیت کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبلُ الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھو یعقوب بن ابراھیم بن حبیب بن سعد بن حسنۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابو یوسف آپ کی کنیت ہے ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذِ اکبر ہیں۔ ابو یوسفؒ کے جد حضرت سعدؓ بن حسنہؓ صحابی ہیں۔ جنگ احد میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر صغر سنی کی وجہ سے اُنہیں جنگ میں شرکت کی اجازت نہ ملی۔

سعدؓ کی ماں کا نام حسنہ ہے بالحاء والسین۔ کما فی البدایہ لابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۸۰۔ اور بعض مؤرخین نے ان کا نام جسّہ لکھا ہے کما ھو من کورفی کتاب اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للامام الصمیری متوفی ۴۳۶ھ۔

قال ابو یوسف اتی بجدی سعد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الخندق فاستغفرلہ ومسح برأسہ فتلک المسحۃ فینا الی الساعۃ۔ قالوا وکان ابو یوسف اذا نظرت الیہ فکأنہ ادّھن من تلک المسحۃ۔ کذا ذکر الامام الصمیری۔

ابو یوسفؒ کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی ہے۔ ابو یوسفؒ حدیث کی روایت اعمش، ہمام بن عروہ، محمد بن اسحاق، یحیی بن سعید وغیرہ سے کرتے ہیں۔ اور آپ سے محمد بن حسن و احمد بن حنبلؒ و یحیی بن معین وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں حدیث و فقہ کا طالب تھا۔ لیکن ہماری مالی حالت اچھی نہ تھی۔ باپ بڑے مسکین تھے۔ ایک دن میرے باپ مجھے ابو حنیفہ کی مجلس سے اٹھا کر لے گئے اور پھر مجھ سے فرمایا۔

یا بُنیّ لا تمدّن رجلک مع ابی حنیفۃ فان اباحنیفۃ خُبزہ مشویّ وانت تحتاج الی المعاش۔

چنانچہ باپ کی فرماں برداری کی وجہ سے طلب علم اور پڑھائی میں بڑا خلل واقع ہوا۔ ادھر ابو حنیفہؒ میرے بارے میں پوچھتے رہے۔ جب میں کئی دن کے بعد حاضر ہوا تو ابو حنیفہ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی۔ میں نے بتایا کہ

شغلِ معاش اور والد کی اطاعت کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا۔ جب مجلسِ علم برخاست ہوئی تو ابو حنیفہؒ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر ایک تھیلی دی جس میں سَو درہم تھے۔ یہ مقدار اُس زمانے میں مالِ کثیر شمار ہوتی تھی۔ اور فرمایا کہ درس میں ہمیشہ آیا کرو۔ اور جب یہ مال ختم ہوجائے تو مجھے بتا دینا۔ چنانچہ میں مسلسل درس میں حاضر ہوتا رہا اور آپ کچھ مدت کے بعد سو درہم دے دیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ ہمیشہ دیتے رہے اور میں نے کبھی سابقہ رقم ختم ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ کذا قال الصمیری فی کتابہ۔

بدایہ میں ابن کثیرؒ نے اس سے ملتا جلتا ایک اور قصہ ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابو یوسفؒ فرماتے تھے کہ میں چھوٹا تھا کہ والد کا انتقال ہوگیا۔ والدہ نے مزدوری کے لیے مجھے ایک دھوبی کے سپرد کر دیا۔ دھوبی کے پاس آتے جاتے راستے میں ابو حنیفہؒ کے حلقۂ درس میں بھی کچھ دیر بیٹھ جاتا۔ اس طرح اکثر مجھ کو دیر ہوجاتی تو میری والدہ مجھے تلاش کرتی ہوئی آتیں اور حلقہ درس میں سے اٹھا کر مجھے دھوبی کے پاس پہنچا دیتیں۔ میں وہاں سے چھپ کر پھر حلقہ درس میں آبیٹھتا۔ جب میری والدہ اور میرے درمیان یہ کشمکش طویل ہوئی تو والدہ نے خود ابو حنیفہ کے پاس جا کر میری شکایت کی اور کہا ان ھذا صبیّ یتیم لیس لہ شیٔ الّا ما اطعمہ من مغزل و انک قد افسدتہ علیّ۔

ابو حنیفہؒ نے فرمایا اسکتی یا رعناء ھا ھو ذا یتعلّم العلم وسیأکل الفالوذج بدھن الفستق فی صحون الفیروزج۔ فقالت لہ انک شیخ قد خرفتَ۔

ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ تو گزر گیا اور میں نے علم حاصل کر لیا پھر قاضی بنا اس کے بعد قاضی القضاۃ بن گیا۔ ایک روز میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس بیٹھا تھا اذ اتی بفالوذج بصحن الفیروزج فقال لی کل من ھذا۔ فانہ لا یُصنع لنا فی کل وقت۔

میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ یہ فالودہ ہے یہ سُن کر میں مسکرانے لگا فرمایا کیوں مسکرا رہے ہو تو میں نے ابو حنیفہؒ اور اپنی والدہ کا قصہ سُنایا فقال ھارون ان العلم ینفع و یرفع فی الدنیا والآخرۃ۔ ثم قال رحم اللہ ابا حنیفۃ لقد کان ینظر بعین عقلہ ما لا ینظر بعین رأسہ۔ ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابو یوسف میرے تمام تلامذہ میں اَعلم یعنی بڑے عالم ہیں۔ امام مزنیؒ فرماتے ہیں کان ابو یوسف اتبعھم للحدیث۔ محدثین کے نزدیک ابو یوسف بڑے ثقہ ہیں۔

قال علیّ بن المدینی کان ابو یوسف صدوقًا وقال ابن معین انہ کان ثقۃ وقال ابو زرعۃ کان سلیمًا من التجھّم۔ وقال بشار سمعتُ ابا یوسف یقول من قال القرآن مخلوق فھو کلامہ فرض مباینتہ ولا یجوز السلام ولا ردّہ علیہ۔

ابو یوسفؒ کا ایک قول ہے جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے من طلب المال بالکیمیاء افلس ومن تتبع غرائب الحدیث کذب ومن طلب العلم بالکلام تزندق۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ ابو یوسفؒ کی مجلسِ علم میں بڑے بڑے علماء شریک ہوتے تھے حتیٰ کہ امام احمد بن حنبلؒ بھی شریک ہوتے تھے۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں آپ کی ذہانت و فقاہت کا یہ قصہ ذکر کیا ہے کہ ایک مجلس میں ابو یوسفؒ کے پاس بہت سے علماء بیٹھے تھے کہ ایک چور کو لایا گیا۔ اس چور نے اخذِ مال کا اعتراف کیا، تو سارے علماء نے کہا کہ اب قطعِ ید لازم ہوگیا۔ ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ نہیں۔ قطعِ ید لازم نہیں ہوا۔ تمام علماء حیران ہوگئے کہ چور کے اعتراف کے باوجود قطعِ ید کیوں کر لازم نہیں ہے۔ ابو یوسف نے فرمایا کہ اس شخص نے اخذِ مال کا اعتراف کیا نہ کہ سرقہ کا۔ علماء نے کہا کہ یہ بات تو آسان ہے ابھی دوبارہ پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ علماء نے اس شخص سے پوچھا ھل سرقت؟ قال نعم! علماء نے کہا کہ اب تو قطعِ ید واجب ہے۔ قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اب بھی قطعِ ید واجب نہیں ہے۔ علماء نے نہایت حیرانی کے ساتھ پوچھا، کیوں؟

قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اقرارِ اول اخذِ مالِ غیر کا تھا اور وہ موجب ضمانِ مالی ہے تو اس شخص کے ذمہ مال واجب ہوگیا۔ اس کے بعد اعتراف بالسرقہ انکار ہے اس ضمان مالی سے اور رجوع ہے سابقہ اعتراف سے کیونکہ قطعِ ید اور ضمانِ مالی دونوں جمع نہیں ہوتے اور ایسے موقعہ پر رجوع عن الاقرار السابق جائز نہیں۔ لہٰذا اس شخص پر صرف ضمانِ مالی واجب ہے نہ کہ قطعِ ید۔ علماء کا مجمع آپ کی فقاہت و ذہانت پر دنگ رہ گیا اور سب نے اپنی غلطی کو تسلیم کرلیا۔

ابو یوسفؒ کو قاضی القضاۃ بنادیا گیا قالوا ھو اوّل من لقّب قاضی القضاۃ۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں ابو یوسفؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں آپ کے پاس کسی نے بہت بڑا ہدیہ پیش کیا جس میں ریشمی کپڑے خوشبو وغیرہ وغیرہ چیزیں تھیں۔ مجلس میں ایک شخص نے مجھ سے اس حدیث کی سند پر مذاکرہ شروع کردیا من اُھدیت لہ ھدیۃ وعندہٗ قومٌ جلوس فھو شرکاؤہ۔ مقصد یہ تھا کہ یہ ہدیہ سب حاضرین میں تقسیم ہونا چاہیے تو ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث اَقط یعنی پنیر، تمر و زبیب وغیرہ کے بارے میں وارد ہوئی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہدایا عموماً اسی قسم کے ہوتے تھے ثم قال ابو یوسف یا غلام ارفع ھذا الی الخزائن ولم یعطھم منھا شیئا۔

ابو یوسفؒ کے ذریعہ مذہبِ ابو حنیفہؒ خوب پھیلا اور مشرق و مغرب میں پہنچ گیا۔

محمد بن السماعۃ کہتے ہیں کان ابو یوسف یصلّی بعد ما ولی القضاء فی کل یوم مائتی رکعۃ۔

ابو یوسفؒ فرماتے تھے صحبتُ اباحنیفۃ سبع عشرۃ سنۃ لا اُفارقہ فی فطر ولا اضحیٰ الّا من مرض۔
ابو یوسفؒ کی وفات ربیع الاول ۱۸۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کا بیٹا یوسف قاضی ہوا۔ کما صرح بہ ابن کثیر۔ امام شافعیؒ اور ابو یوسفؒ کی آپس میں ملاقات نہیں ہوئی۔ جس شخص نے دونوں کی ملاقات کا ذکر کیا ہے وہ غلط ہے۔ صرح بہ ابن کثیر فی البدایۃ۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے بیان میں مذکور ہیں
ھو ابو ایوب خالد بن زید بن کلیب الانصاری الخزرجی النجاری المدنی رضی اللہ عنہ۔
ابو ایوبؓ جلیل القدر مشہور صحابی ہیں۔ بیعت لیلۃ العقبہ و بیعتِ رضوان و بدر و احد وغیرہ جمیع مغازی میں شریک رہے۔ آپ کے چند خصوصی مناقب و فضائل یہ ہیں:۔
اوّل۔ آپ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ تمام مشاہد میں حاضر تھے۔
دوم۔ نبی علیہ السلام جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بڑے بڑے امراء و رؤسا نے اپنے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھیرانے کی کوشش کی۔ ایک ایک قوم والے مسلح ہو کر حاضر خدمت ہوتے اور درخواست کرتے کہ یا رسول اللہ ہمارے پاس اقامت کیجیے۔ آپؐ سب کو یہ جواب دیتے تھے خلّوا عن ناقتی فانھا مأمورۃ میری اونٹنی بحکمِ خدا جہاں پر بیٹھ گئی میں اُس کا مہمان ہوں گا۔ آخر کار اونٹنی ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے قریب بیٹھ گئی اور آپ کو یہ عظیم سعادت حاصل ہوئی۔ تقریباً ایک ماہ نبی علیہ السلام آپ کے ہاں مقیم رہے تا آنکہ آپؐ کا اپنا مکان بن گیا اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ مسجد نبوی آپ کے گھر کے ساتھ ہے۔
سوم۔ آپ سے احادیثِ مرویہ ۱۵۰ ہیں۔ جن میں سے سات متفق علیہ ہیں اور ایک پر بخاری اور پانچ پر مسلم منفرد ہیں۔
چہارم۔ خدا کی راہ میں جہاد و غزوات میں شرکت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔ بڑھاپے تک جہاد میں شرکت کرتے رہے حتیٰ کہ اسی میں وفات پائی۔ چنانچہ ارضِ روم میں عسکرِ مجاہدین کے ہمراہ تھے کہ آپ بیمار ہوئے۔ یہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ فوج کا امیر یزید بن معاویہؓ تھا۔ اس فوج میں کبار تابعین کے علاوہ بہت سے صحابہؓ شریک تھے۔ یزید بن معاویہؓ آپ کی عیادت کے لیے آئے تو آپ نے انہیں یہ وصیت کی کہ مفتوحہ زمین کے آخری سرے پر مجھے دفن کیا جائے۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے دروازے تک مسلمان فوج لڑتے لڑتے پہنچ گئی اور وہیں آپ دفنائے گئے۔ آپ کا مزار آج تک مرجع خواص و عوام ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں فمرض ابو ایوب رضی اللہ عنہ وعلی الجیش یزید بن معاویۃ فاتاہ یعودہ فقال ما حاجتک قال حاجتی اذا انا متُّ فارکب بی ما وجدتَ مساغاً فی ارضِ العدوِّ فادفنی ثم ارجع۔

پنجم۔ آپ کی وفات غزوہ قسطنطنیہ میں ہوئی اور یہ غزوہ ۵۰ھ میں اور عند البعض ۵۵ھ میں ہوا تھا۔
ششم۔ نبی علیہ السلام نے آپ کے اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔
ہفتم۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈاڑھی مبارک کے چند بال آپ نے بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھے تھے۔ روی سعید بن المسیب ان ابا ایوب اخذ من لحیۃ رسول اللہ شیئًا فقال علیہ السلام، لا یصیبک السوء یا ابا ایوب!

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بیان تفسیر فاتحہ کے اواخر اور بیان بسملہ کے اوائل میں اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور محدث صحابی ہیں۔ آپ کے احوالِ حیات وخصالِ حمیدہ ومناقبِ عظیمہ بہت ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:۔

اوّل۔ آپ کے نام میں اقوال کثیرہ ہیں۔ اتنا اختلاف کسی کے نام میں تاریخ میں ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابوعمر بن عبدالبر لکھتے ہیں لم یختلف فی اسم احد فی الجاھلیۃ ولا فی الاسلام بالاختلاف فیہ اٰہ۔ ابن عبدالبر نے ابوہریرہؓ کے نام میں بیس اقوال اور دیگر علما نے تیس اقوال ذکر کیے ہیں۔ امام بخاری وغیرہ ائمہ کے نزدیک قولِ اصح عبدالرحمٰن بن صخر ہے۔ کذا فی التہذیب للنووی۔ ج ۱ ص ۲۷۰

امام بغوی نے لکھا ہے کہ ابوہریرہؓ کا نام جاہلیت میں عبد شمس تھا اور کنیت ابوالاسود تھی۔ نبی علیہ السلام نے ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابوہریرہ رکھی۔ وعن شعبۃ کان اسم ابی ھریرۃ عبد شمس وکذا قال یحیی بن معین وابوزرعۃ۔ بقیہ چند نام یہ ہیں:۔

۱ بریر بن عشرقۃ ۲ سکین بن دومۃ ۳ عبداللہ بن عبد شمس قالہ احمد بن حنبل ۴ عبد نھم بن عامر ۵ عبد غنم ۶ عبد عمرو ۷ عامر بن عبد غنم ۸ عامر بن عبد شمس ۹ عمیر بن عامر ۱۰ یزید بن عشرقۃ ۱۱ سعد بن الحارث ۱۲ عبد یالیل ۱۳ عبد تیم ۱۴ عبد۔ حکاہ ابن مندہ ۱۵ عبد العزیٰ ۱۶ سکن۔ بفتح السین والکاف ۱۷ عبید ۱۸ عبید اللہ ۱۹ عمرو ۲۰ برّ ۲۱ سعید۔ یہ اختلاف ابوہریرہؓ اور ان کے باپ دونوں کے اسماء میں ہے۔ کذا فی الاصابہ ج ۴ ص ۲۰۴۔ وکذا فی الاستیعاب۔

دوم۔ ابوہریرہؓ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ اور کثیر الروایۃ صحابہ بقول بعض چھ ہیں اور بقول بعض سات ہیں۔ یعنی عائشہؓ وابن عباس وانس وعبداللہ بن عمر وابوہریرہ وجابر رضی اللہ عنہم قال احمد بن حنبل ستۃ من اصحاب رسول اللہ اکثروا الروایۃ عنہ وعمروا۔ فذکر ھؤلاء الستۃ۔ کذا فی التھذیب للنووی۔ ج ۱ ص ۲۷۴

سوم۔ آپ محدّثِ صحابہؓ ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے زیادہ روایات ابوہریرہؓ کی ہیں۔ مسند تقی بن مخلد میں ابوہریرہؓ کی پانچ ہزار تین سو سے زیادہ حدیثیں مذکور ہیں۔ محدثین کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ کی مروی احادیث جو ہم تک پہنچی ہیں وہ ۵۳۷۵ یا ۵۳۷۴ ہیں۔ قال الشافعی ابوھریرۃ احفظ من روی الحدیث فی دھرہ۔ وعن ابی صالح قال کان ابوھریرۃ احفظ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

چہارم۔ آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا۔ کتب تاریخ میں منقول ہے کہ مروان نے ایک دفعہ ابوہریرہؓ کو اپنی مجلس میں بلایا تاکہ وہ حدیثیں سنائیں۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے حدیثیں سنانا شروع کیں۔ مروان نے ان کا امتحان لینے کی غرض سے اپنے کاتب ومنشی ابوزعیزعہ کو پردہ کے پیچھے چھپا کر بٹھا دیا۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے بہت ساری حدیثیں سنائیں اور وہ سب ابوزعیزعہ نے لکھ لیں۔ پورا ایک سال گزرنے کے بعد مروان نے پھر ابوہریرہؓ کو بلا کر گزشتہ سال کی احادیث سنانے کی درخواست کی۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے اسی ترتیب ماضی کے مطابق وہ ساری حدیثیں پھر سنا دیں اور پردے کے پیچھے ابوزعیزعہ اپنے رجسٹر میں ان احادیث کو دیکھتا رہا۔ خود ابوزعیزعہ کا قول ہے فما غیّر حرفًا عن حرفٍ۔ یعنی آپ نے کسی حدیث میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں کی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوہریرہؓ کے حافظہ اور وسعت علمی کے لیے خصوصی دعا فرمائی تھی۔ بخاری وغیرہ میں ابوہریرہؓ کی یہ حدیث موجود ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نسیانِ احادیث کی شکایت کی فقال ابسط ردآئک فبسطتہ ثم قال ضمّہ الی صدرک فضممتہ فما انسیت حدیثًا بعد۔

پنجم۔ آپ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی صحبت میں تقریباً تین سال رہے۔ کیونکہ آپ جنگ خیبر میں آئے تھے۔ اور جنگ خیبر محرم ۷ھ میں ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ آپ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اس لیے آپ کو زیادہ احادیث معلوم ہیں۔ اور دیگر مہاجرین وانصار چونکہ کچھ وقت کاروبار میں بھی لگاتے تھے اس لیے ان کو ہمیشہ نبی علیہ السلام کی رفاقت حاصل نہ تھی بلکہ وہ صرف فرصت کے اوقات میں حضورؐ کی مجلس بابرکت میں حاضر ہوتے تھے۔

ششم۔ کنیتِ ابوہریرہ کی وجہ خود یہ بیان فرماتے ہیں انی وجدتُ ھرۃً فحملتھا فی کمّی فقیل لی ماھذہ قلتُ ھرۃ قیل فانت ابوھریرۃ۔ ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے قال ابوھریرۃ کنتُ ارعیٰ غنم اھلی وکانت لی ھرۃ صغیرۃ فکنت اضعھا باللیل فی شجرۃ فاذا کان النھار ذھبتُ بھا معی فلعبتُ بھا فکنّونی ابا ھریرۃ۔ رواہ الترمذی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے آپ کے پاس بلّی دیکھی تو حضورؐ نے آپ کو ابوہریرہ کہا۔

ہفتم۔ ابوہریرہؓ اور ان کی والدہ کی محبت ایمان کی علامت ہے قال ابوھریرۃ واللہ ماخلق اللہ مؤمنا یسمع بی ولا یرانی الا احبنی ثم ذکر دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواہ احمد

زمانہ حال کے بعض لوگ حضرت ابوہریرہؓ پر مختلف اعتراضات کرتے ہیں۔ یہ معترضین ملحدین و اہل تشیع ہیں۔ ان ملحدین میں سے ایک کا نام محمود ابوریہ مصری ہے۔ اس ملحد نے ابوہریرہؓ کی اہانت و تذلیل کی غرض سے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے اضواء علی السنۃ المحمدیۃ۔

ابوریہ اس کتاب کے صفحہ ۱۹۷ پر لکھتا ہے کہ ابوہریرہ نبی علیہ السلام کی محبت یا اصلاح نفس وہدایت کی غرض سے نبی کی صحبت میں نہیں رہتے تھے بلکہ وہ روٹی کھانے اور پیٹ بھرنے کے لیے نبیؐ کی صحبت میں رہتے تھے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابوہریرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھروں پر جاکر کھانا مانگتے تھے۔ لیکن یہ باتیں ابوریہ کی حماقت وجہالت کی دلیل ہیں۔ اس لیے کہ اگر ابوہریرہؓ کا مقصد روٹی حاصل کرنا ہوتا تو کسی نواب یا دولتمند صحابی کی صحبت میں رہتے یا تجارت کرتے۔ نبی علیہ السلام تو خود ہی فاقوں میں رہتے تھے اور تین تین دن تک آپؐ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تنقید کرنے سے بچائے۔ ابوہریرہؓ کی وفات ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ہوئی ہے۔

اعشی الشاعر۔ ثلثۃ قروء کی اور وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین کی شرح میں اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہے۔

ھو میمون بن قیس من بنی سعد بن ضبیعۃ بن قیس۔ اعشی جاہلی مشہور شاعر ہے۔ کفر پر مرا ہے کنیت ابوبصیر تھی، نابینا تھا۔ کذا فی کتاب الشعر والشعراء لابن قتیبۃ ج ۱ ص ۱۷۵۔

خزانۃ الادب ج ۱ ص ۱۶۵ میں ہے کان الاعشی من فحول شعراء الجاھلیۃ وممن قدم علی سائرھم سلك فی شعرہ کل مسلك وقال فی اکثر اغاریض العرب ولیس ممن تقدم من الفحول اکثر شعرا منہ اھ خزانۃ الادب سے معلوم ہوتا ہے کہ اعشی آخری عمر میں نابینا ہوگیا تھا یعنی ابتداء میں وہ نابینا نہ تھا۔ اعشی کے معنی ہیں لغت میں وہ شخص جسے رات کو کچھ نظر نہ آئے اور دن کو نظر آئے۔ عورت کو عشواء کہتے ہیں۔ اعشی کا دیوان مطبوع ہے۔ دیوان اعشی کا شارح محمد بن حبیب لکھتا ہے کہ اعشی نے کتب قدیمہ میں عرب میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کے بارے میں سنا تھا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام کے ظہور کے بعد وہ مکہ مکرمہ میں اسلام لانے کی غرض سے آیا اور عتبہ بن ربیعہ کے پاس ٹھیرا۔ ابوجہل کو جب پتہ چلا تو اعشی کے پاس آیا ہدایا پیش کیے اور آنے کا مقصد پوچھا۔ اعشی نے کہا محمدؐ سے ملنے کے لیے آیا ہوں، میں نے کتابوں میں آپ کی بعثت کے بارے میں سنا تھا۔ ابوجہل نے کہا وہ تو زنا کو حرام بتاتا ہے۔ اعشی نے کہا کوئی حرج نہیں میں بوڑھا ہوں مجھے زنا کی

خواہش نہیں۔ ابوجہل نے کہا وہ شراب کو بھی حرام قرار دیتا ہے۔ اعشی نے کہا پھر وہ کن اشیاء کو حلال بتاتے ہیں ابوجہل وغیرہ نے اسے اسلام سے بدظن کرنے کے لیے بہت کچھ کہا۔ پھر اعشی نے وہ قصیدہ دالیہ سنایا جو اس نے نبی علیہ السلام کی مدح میں کہا تھا۔ قریش بڑے پریشان ہوئے وقالوا ھذا رجل لا یمدح احدًا الا رفعہ ولا یھجو احدًا الا وضعہ فمن لنا یصرفہ عن ھذا الوجہ۔

ابوجہل وغیرہ مشرکین نے مختلف حیلوں اور افترا پردازیوں سے اسے اسلام سے باز رکھا۔ اور اعشی اپنی شقاوت سے فوراً مکہ مکرمہ سے نکل کر شہر یمامہ چلا گیا اور کچھ مدت کے بعد مر گیا۔ اس قصہ میں یہ اشکال ہے کہ ابوجہل کی زندگی میں شراب اسلام میں حرام نہ تھی۔

ابن دأب وغیرہ کی روایت ہے کہ اعشی نے نبی علیہ السلام کی مدح میں قصیدہ منظوم کیا اور آپ کی زیارت کرنے اور اسلام لانے کے لیے گھر سے نکلا اور راستے میں اونٹنی سے گر کر مر گیا۔ نبی علیہ السلام نے جب اعشی کے قصیدے میں سے یہ دو شعر سنے ؎

وألیتُ لا أرثی لھا من کلالۃٍ ولا من حفیً حتی تلاقی محمّدًا
متی ماتُناخی عند باب ابن ھاشمٍ تُراخی وتلقی من فواضلہ ندًی

تو فرمایا کاد یجود ولمّا۔ میں نے اپنی کتاب نفحۃ الریحانہ میں یہ قصہ تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

ابن ابی حفصہ سے کسی نے پوچھا کہ عرب کا سب سے بڑا شاعر کون ہے تو کہا شیخا وائل۔ الاعشی فی الجاھلیۃ والاخطل فی الاسلام۔ وسئل یونس النحوی من اشعر الناس۔ قال لا ادری الی رجل بعینہ لکنی اقول امرؤ القیس اذا رکب والنابغۃ اذا رھب وزھیر اذا رغب والاعشی اذا طرب۔ اھ

اعشی عرب کا پہلا شاعر ہے جس نے شعر کو ذریعہ مال وسوال بنایا وکانوا یسمونہ صنّاجۃ العرب لجودۃ شعرہ۔ ابوعمرو بن العلاء۔ اعشی کی بڑی تکریم کرتے تھے اور کہتے تھے الاعشی شاعر مجید کثیر الاعاریض والافنان۔ جب ابوعمرو بن العلاء سے لبید واعشی کے بارے میں سوال ہوتا تو کہتے لبید رجل صالح والاعشی رجل شاعر۔ امام شعبیؒ کی روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے اپنے اولاد کے استاذ کو طریقہ تعلیم بتاتے ہوئے کہا ادّھم بروایۃ شعر الاعشی فانہ قاتلہ اللہ۔ ماکان اعذب بحرہ واصلب صخرہ۔ مفضّل کہا کرتے تھے من زعم انّ احدا اشعر من الاعشی فلیس یعرف الشعر۔ اعشی شعر کے ذریعہ کسب مال کرتا تھا۔ لہذا متعدد بادشاہوں خصوصًا بادشاہ فارس کے پاس آنا جانا تھا۔ اسی وجہ سے اس کے شعروں میں کثرت سے فارسی الفاظ موجود ہیں۔

الاضبط بن قُریع السعدی ۔ آیت وَاَقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ ۔ اتامرون النّاس بالبرّ الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے ۔

اضبط جاہلی قدیم شاعر ہے ۔ یہ بنی عوف بن کعب رُہط زبرقان بن بدر میں سے ہے ۔ اس کے حالات اغانی ج ۱۶ ص ۱۵۴ پر اور سمط ص ۳۲۶ پر و شرح شواہد مغنی ص ۱۵۵ و خزانۃ الادب ج ۴ ص ۵۸۸ پر درج ہیں ۔ اضبط اپنی قوم کا سردار رہا ہے ۔ کتب تاریخ میں ہے وھو احد من اجتمع لہ الموسم والقضاء بعکاظ من تمیم ۔

کتاب محبّر میں محمد بن حبیب تاریخی متوفی ۲۴۵ھ لکھتے ہیں ائمہ عرب کے عنوان کے تحت وکان من اجتمع لہ الموسم وقضاء عکاظ من بنی تمیم وکان ذلک یکون فی اٰخاذھم کلّھا ویکون الرجلان یلیان ھذا من الامرین جمیعًا عکاظ علی حدۃ والموسم علی حدۃ فکان من اجتمع لہ الموسم والقضاء سعد بن زید مناۃ ابن تمیم ثم تولّی ذلک حنظلۃ بن زید مناۃ ثم تولّاہ ذؤیب بن کعب بن عمرو بن تمیم ثم مازن بن مالک بن عمرو ابن تمیم ثم ثعلبۃ یربوع بن حنظلۃ ثم معاویۃ بن شریف ثم الاضبط بن قریع بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ ۔ محبّر ص ۱۸۲ ۔

محبر کے اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اضبط بنو تمیم کے شرفاء و کرماء میں سے تھا ۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اضبط جنگ میں اپنی قوم کا قائد ہوتا تھا اور اس کا شمار عرب کے جرّارین میں ہوتا ہے اور یہ مرتبہ عرب میں بہت کم رؤساء کو حاصل ہوا ہے ۔

کتاب محبّر ص ۲۴۶ پر ہے ولم یکن الرجل یسمّی جرّارًا حتی یرأس الفًا اضبط جرّارین قبیلہ مُضر سے تھا ۔ ان جرارین کا ذکر کرتے ہوئے ابن حبیب لکھتے ہیں والاضبط بن قریع بن عوف بن کعب بن سعد قاد سعدًا کلّھا لحمیر والفا فھا یوم صنعاء ۔ اھ

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۹۸ پر لکھتے ہیں اضبط بن قریع کے ترجمہ میں :۔ وکان قومہ اساءوا مجاورتہ فانتقل عنھم الی اٰخرین فاساءوا مجاورتہ فانتقل منھم الی اٰخرین ۔ فاساءوا مجاورتہ فرجع الی قومہ ۔ فقال بکل واد بنو سعد ویقال انہ قال ایما اُوجّہُ القی سعدًا وھو قدیم وکان اغار علی بنی الحارث بن کعب فقتل منھم واسر وجدع وخصی ثم بنی اطمًا وبنت الملوک حول ذلک الاطم مدینۃ صنعاء ۔ اضبط کے چند شعر یہ ہیں جن میں بڑے نصائح ہیں ؎

فَصِلْ حِبالَ البعیدِ اِن وَصَلَ الحبلَ واَقصِ القریبَ اِن قطعہ
واتبَعْ مِنَ العیشِ ما اَتاکَ بہٖ ؛ مَن قرَّ عینًا بعیشہٖ نفعہ

قد يجمع المال غيرُ آكلِهِ ويأكل المالَ غيرُ من جمعه
لا تحقرنّ الفقيرَ علّك أن تخشع يومًا والدّهرُ قد رفعه

اَوسُ بن حُجر الشاعر۔ آیت الذین یظنّون انهم ملقوا ربهم وانهم الیه راجعون کے بیان میں مذکور ہے۔

هو اوس بن حُجر بن عتاب۔ کتاب الشعر والشعراء میں ابن قتیبہؒ لکھتے ہیں قال ابوعمرو بن العلاء کان اوس فحل مضر حتی نشأ النابغة وزهیر فاخملاه۔ اھ

اوس شاعرِ جاہلی ہے اور ظہورِ اسلام سے پہلے گزرا ہے۔ خزانۃ الادب ج ۲ ص ۲۳۵ و مُوشّح ص ۶۳ و اغانی ساسی ج ۱۰ ص ۵ پر اس کے احوال دیکھے جائیں۔

عمرو بن معاذ جو نقادِ شعر تھے سے کسی نے پوچھا مَن اشعر الناس فقال اوسُ قیل ثم من قال ابوذؤیب اھ اوس کے اشعار میں نصائح اور عقل مندی کی باتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں وکان کثیر الوصف لمکارم الاخلاق وهو من اوصفهم للحمر والسلاح ولاسیما للقوس۔

اوس کے اشعار کے ضمن میں بہت سی امثالِ مشہورہ داخل ہیں۔ عرب میں مثل ہے یقال اسمحت قرونته ای سمحت نفسه یہ مثل اس کے اس شعر سے ماخوذ ہے ؎

فلاقیٰ امرءًا من میدعان واسمحت قرونته بالیأس منها فعجّلا

عرب بطور ضرب المثل کہتے ہیں رجل مخلط مزیل جب کہ زیادہ امور میں گھسنے والا ہو۔ ای اذا کان ولّاجًا خرّاجًا۔ یہ مثل بھی اس کے اس شعر سے ماخوذ ہے ؎

وان قال لی ماذا تری یستشیرُنی یجدْنی ابنُ عمی مخلط الامر مزیلا

اوس کا دیوان مطبوع ہے۔ یہ بنو تمیم و بنو اسد میں سے ہے۔ یہ بنو تمیم و مضر کا سب سے بڑا شاعر تھا لیکن اس کے بعد نابغہ و زُہیر کی شاعری اوس کی شاعری پر غالب آگئی۔

اصمعی کا قول ہے اوس بن حجر اشعر من زهیر ولکن النابغة طأطأ منه

الاوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ شرح بسملہ کے اوائل میں مذکور ہیں۔

هو الامام عبد الرحمٰن بن عمرو بن محمد ابوعمرو الاوزاعی فقیه اهل الشام وامامهم رحمه الله تعالیٰ۔

اوزاعی مجتہدین و فقہاء کبار میں سے ہیں۔ آپ ملکِ شام کے باشندے ہیں۔ امام شافعیؒ و امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کی طرح آپ مجتہد و صاحبِ مذہب ہیں۔

آپ منسوب ہیں اوزاع کی طرف جو حمیر میں ایک قبیلہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ قبیلہ اوزاع میں

سے نہیں ہیں۔ ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ اوزاعی دراصل سبی سند میں سے ہیں پھر اوزاع میں سکونت اختیار کی تو اس کی طرف منسوب ہوئے۔ بعض علما۔ کہتے ہیں کہ آپ دمشق کے قریٰ میں سے ایک قریہ مسمیٰ بہ اوزاع میں مقیم تھے اسی کی طرف منسوب ہیں۔ عند البعض آپ بعلبک میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہوگئے والدہ نے پرورش کی۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ کوئی آپ سے زیادہ عقل واورع واعلم وانصح واوفر واعلم واکثر صمتاً نہ تھا۔ آپ کی ہر بات آب زر سے لکھنے کے قابل ہوتی تھی۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ کی عدالت وامامت و توثق متفق علیہ ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کان الاوزاعی اماماً یقتدی بہ وقال سفیان بن عیینہ کان امام اھل زمانہ۔ سفر حج میں مکہ میں داخل ہوتے وقت سفیان ثوریؒ آپ کے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے اور امام مالکؒ پیچھے سے حفاظت کرتے ہوئے اونٹ کو چلا رہے تھے اور ثوریؒ یہ آواز دیتے جاتے تھے افسحوا للشیخ حتی اجلساہ عند الکعبۃ وجلسا بین یدیہ یأخذان عنہ۔

کتاب بدایہ میں ہے افتی الاوزاعی فی سبعین الف مسئلۃ بحدّثنا واخبرنا ومارؤی الاوزاعی ضاحکاً مقھقھاً قط ولقد کان یعظ الناس فلا یبقیٰ احدٌ فی مجلسہ الا بکیٰ وما کان الاوزاعی یبکی فی مجلسہ قط و کان اذا خلیٰ بکیٰ حتیٰ یرحم۔ یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں العلماء اربعۃ الثوری و ابو حنیفۃ ومالک والاوزاعی۔

آپ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر اللہ کرتے رہتے تھے۔ اوزاعیؒ فرماتے ہیں رأیت ربّ العزۃ فی المنام فقال انت الذی تأمر بالمعروف وتنھیٰ عن المنکر؟ فقلت بفضلک ای ربّ ثم قلتُ یاربّ امتنی علی الاسلام فقال وعلی السنۃ۔

اوزاعیؒ کثیر العبادۃ متقی۔ ورع۔ زاہد۔ محدّث، فقیہ تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے من اطال القیام فی صلاۃ اللیل ھوّن اللہ علیہ طول القیام یوم القیامۃ۔ اخذ ذلک من قولہ تعالیٰ ومن اللیل فاسجد لہ وسبّحہ لیلاً طویلاً۔ الآیۃ

زیادہ خشوع وخضوع کی وجہ سے بظاہر نابینا معلوم ہوتے تھے۔ ایک عورت اوزاعیؒ کی بیوی کے پاس آئی تو دیکھا کہ امام اوزاعیؒ کا مصلّٰی گیلا تھا۔ اس عورت نے کہا شاید کسی بچے نے مصلّے پر پیشاب کر دیا ہے۔ اوزاعیؒ کی اہلیہ نے کہا۔ نہیں یہ تو شیخ کے آنسو ہیں جو سجدہ میں وہ بہاتے ہیں۔ ہمیشہ ان کی یہی حالت ہوتی ہے۔ فرماتے تھے العلم ماجاء عن اصحاب محمد وما لم یجئ عنھم فلیس بعلم وکان یقول لا یجتمع حبّ علیؓ وعثمانؓ الا فی قلب مؤمن۔ آپ بڑے سخی تھے۔ خلفاء وامراء بنی امیہ وبنی عباس اور ان کے اقارب کی طرف سے آپ کو ستر ہزار دینار ملے۔ آپ نے سب خیرات کر دیے۔ خلیفہ منصور سے ملک شام میں ملاقات ہوئی

بوقت ملاقات سیاہ لباس نہ پہننے کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔ اوزاعیؒ سیاہ لباس کو ناپسند کرتے تھے فلما خرج الاوزاعی قال المنصور للربیع الحاجب الحقہ فاسألہ لم کرہ لبس السواد ؟ ولا تعلمہ انی قلت لک فسألہ الربیع فقال لأنی لم ار حرمًا احرم فیہ ولا میتًا کفن فیہ ولا عرسًا جلیت فیہ فلھذا کرھہ۔ (کذا فی البدایۃ ج ۱۰ ص ۱۳۱)

اوزاعیؒ ملک شام میں بڑے محترم ومکرم ومقبول ومحبوب تھے۔ آپ کی عزت سلطانِ وقت سے بھی زیادہ تھی وقد ھم بہ بعض الولاۃ مرۃ فقال للوالی اصحابہ دعہ عنک واللہ لوامر اھل الشام ان یقتلوک لقتلوک۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی قبر کے پاس بعض وُلاۃ بادشاہ وگورنر بیٹھ کر کہنے لگے رحمک اللہ فواللہ لقد کنت اخاف منک اکثر مما اخاف من الذی ولانی یعنی الخلیفۃ المنصور

سفیان ثوریؒ سے کسی نے یہ خواب ذکر کیا رأیت کان ریحانۃ من المغرب قلعت قال ان صدقت رؤیاک تقدمات الاوزاعی فکتبوا ذلک فجاء موت الاوزاعی فی ذلک الیوم۔ آپ کا سبب موت بھی عجیب ہوا۔ آپ گرم حمام میں غسل کرنے کے لیے داخل ہوئے تو آپ کی بیوی نے غلطی سے حمام کا دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔ اسی میں آپ کا انتقال ہوا۔ بیوی نے قصدًا ایسا نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اسے سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے بطور کفارہ غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ وقال کثیر من المؤرخین کان الذی اغلق علیہ باب الحمام صاحب الحمام اغلقہ وذھب لحاجۃ ثم جاء ففتح الحمام فوجدہ میتًا قد وضع یدہ الیمنی تحت خدہ وھو مستقبل القبلۃ۔ آپ کی وفات شہر بیروت میں ہوئی جہاں آپ مرابط تھے یعنی غزا کے لیے اور اس کی تیاری کے لیے نکلے ہوئے تھے۔

تاریخ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض ۱۵۰ھ اور عند الجمہور بروز اتوار اول نہار ۲۸ صفر ۱۵۷ھ ہے۔ ساری عمر ۷۰ سال تھی اور عند البعض ۷۰ سے متجاوز تھی۔ صحیح قول ۶۷ سال کا ہے۔

تاریخ ولادت ۸۳ھ یا ۸۸ھ ہے۔

وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو اس نے اوزاعی رحمہ اللہ سے پوچھا دلنی علی عمل یقربنی الی اللہ تعالیٰ فقال ما رأیت فی الجنۃ درجۃً اعلیٰ من درجۃ العلماء العاملین ثم المحزونین۔

ابن المسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وقوموا للہ قنتین کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو سعید بن المسیّب بن حزن بن ابی وھب القرشی المخزومی رحمہ اللہ۔

سعید بن المسیّب عظیم المقام والمرتبہ تابعی ہیں۔ ابن عباس وعمر وعثمان وعلی وابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے زہری وسالم بن عبد اللہ وقتادہ وغیرہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔

قال نافع عن ابن عمر هو والله احد المتقنين۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ثعلبہؓ نے کہا اگر فقہ پڑھنے کا ارادہ ہے تو ابن المسیب کے پاس جاؤ۔ قتادہؒ فرماتے ہیں ما رأیت احداً قط اعلم بالحلال والحرام منہ وعن مکحول طفتُ الارض کلّھا فی طلب العلم فما لقیت اعلم منہ وقال سلیمان بن موسی کان افقہ التابعین۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ کے دو سال گزر چکے تھے۔ امام احمدؒ فرماتے تھے افضل التابعین سعید بن المسیب۔ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں لا اعلم فی التابعین اوسع علماً من سعید بن المسیب۔ آپ عمر رضی اللہ عنہ کے احکام اور فیصلوں کے بڑے حافظ تھے۔ حتّٰی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی گاہے گاہے آپ سے احکام و قضایا عمرؓ دریافت کرتے تھے۔ آپ مدنی و قریشی ثقہ ہیں۔ آپ کا قول ہے بلغتُ ثمانین سنۃ وان اخوف ما اخاف علیّ النساء۔ آپ تیل کے تاجر تھے۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجرؒ۔ ج ۴ ص ۸۴۔

سعیدؒ بڑے عابد و پابندِ جماعت تھے۔ صائم الدہر تھے۔ پچیس حج کیے۔ آخر میں بینائی کمزور ہو گئی تھی آپ نے اپنی بیٹی کا مہر نکاح صرف دو درہم مقرر فرمایا۔ اور یہ وہ بیٹی تھی جس کا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید کے لیے رشتہ مانگا تھا مگر سعیدؒ نے انکار کیا اور ایک غریب نیک عالم سے اس کی شادی کر دی۔ آپ کے احوال و اقوال تفصیلاً حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء۔ ج ۲ ص ۱۶۹، ۱۷۵ پر ذکر کیے ہیں۔ حلیہ میں ہے دخل المطلب بن حنطب علی سعید فی مرضہ وھو مضطجعٌ فسألہ عن حدیث فقال اقعدونی فاقعدوہ قال انی اکرہ ان أحدّث حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا مضطجع وعن ابن حرملۃ قال قال سعید بن المسیب لا تقولوا مصیحف ولا مسیجد ما کان للہ فھو عظیم حسن جمیل۔

فرماتے تھے کسب مال حلال بہتر چیز ہے۔ اسی طرح حلال مال جمع کرنا بھی اچھا کام ہے۔ آپ کا قول ہے لا خیر فیمن لا یحب ھذا المال یصل بہ رحمہ ویؤدی بہ امانتہ ویستغنی بہ عن خلق ربّہ۔ وکان سعید یقول دخلتُ المسجد لیلۃ اضحیان قال واظنّ انی قد اصبحت فاذا اللیل علی حالہ فقمت اصلّی فجلستُ ادعو فاذا ھاتف یھتف من خلفی یا عبد اللہ قل قلت ما اقول؟ قال قل اللھم انی اسئلک بانک مالک الملک وانک علی کل شئ قدیر وما تشاء من امرٍ یکن۔ قال سعید فما دعوت بھا قطّ بشئ الّا رأیت نجحہ۔ کذا فی الحلیۃ۔ وفیھا عن ابن حرملۃ قال قال سعید ما فاتتنی الصلاۃ فی الجماعۃ منذ اربعین سنۃ۔ وایضاً قال سعید ما اذّن المؤذن منذ ثلاثین سنۃ الّا وانا فی المسجد۔ وعن عبدالمنعم ابن ادریس عن ابیہ قال صلّی سعید بن المسیب الغداۃ بوضوء العتمۃ خمسین سنۃً۔

آپ کی تاریخ وفات میں کئی اقوال ہیں۔ عند الواقدی تاریخ وفات ۹۴ھ اور بقول ابونعیم ۹۳ھ ہے۔

وعن ابن معین انہ مات سنہ ۱۰۰ھ کذا فی تہذیب التہذیب۔

ابولہب۔ آیت ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون کے بیان میں مذکور ہے۔

ھو ابولھب عبد العزیٰ بن عبد المطلب بن ھاشم۔ ابولہب کا نام عبد العزیٰ تھا۔ زیادہ خوبصورتی کی وجہ سے اس کا لقب ابولہب رکھا گیا۔ یہ نبی علیہ السلام کا چچا ہے۔ مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا اور اس کی بیوی بھی اسلام و مؤمنین کی بہت مخالف تھی۔ ان دونوں کی مذمت میں سورۃ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی۔ حالتِ کفر ہی پر دونوں کی موت ہوئی۔ ابولہب غزوۂ بدر کے سات دن بعد بُری حالت میں مرا۔ اسے ایک متعدی مرض لاحق ہوا جسے عدسہ کہتے ہیں۔ ابولہب کو اُس کی باندی ثوبیہ نے نبی علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی اور کہا کہ عبد اللہ بن عبد المطلب کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس نے بطور اظہارِ خوشی اسے آزاد کر دیا۔ اس خوشی کی برکت سے اللہ تعالیٰ ابولہب سے ہر سوموار کے دن عذاب کی تخفیف فرماتے ہیں اور کچھ پانی پلانے کا امر فرماتے ہیں۔ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۸۴ میں ہے فجوزی بتخفیف العذاب عنہ یوم الاثنین بان یسقیٰ ماء فی جھنم فی تلک اللیلۃ ای لیلۃ الاثنین فی مثل النقرۃ التی بین السبابۃ والابھام۔ مواہب میں ہے رؤی ابولھب بعد موتہ فی النوم فقیل لہ ما حالک فقال فی النار الا انہ یخفف عنی کل لیلۃ اثنین وامص من بین اصبعی ھاتین ماءً واشار برأس اصبعیہ وان ذلک باعتاقی لثویبۃ عند ما بشرتنی بولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبارضاعھا لہ۔

ابو العالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ الٓمٓ وحروفِ مقطعات کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو البراء البصری مولیٰ قریش۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض نام زیاد بن فیروز ہے۔ وقیل زیاد بن اذینہ۔ آپ تابعی ہیں۔ اپنی کنیت ابو العالیہ سے معروف ہیں۔ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و انس وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ قال ابو زرعۃ ثقۃ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن سعد کان قلیل الحدیث۔ تاریخ وفات ماہ شوال ۹۰ھ ہے۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۱۲ ص ۱۴۳۔

فائدہ۔ محدثین کے نزدیک ابو العالیہ دو بزرگوں کی کنیت ہے اور دونوں تابعی ہیں۔ اوّل، ابو العالیہ بصری زیاد بن فیروزؒ جن کا ذکر ہو گیا۔ دوم۔ رفیع بن مہران ابو العالیہ الریاحی مولاہم البصری۔ زیادہ معروف و مشہور ثانی ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں مذکور ابو العالیہ سے ممکن ہے اول مراد ہوں اور ممکن ہے کہ ثانی مراد ہوں۔ وھو

الاریح لشہرتہ۔

ابو العالیہ ریاحی کے مختصر احوال یہ ہیں۔ آپ نے زمانۂ جاہلیت پایا ہے۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے دو سال بعد اسلام لائے۔ صدیق اکبرؓ وغیرہ صحابہ سے ملے۔ علی و ابن مسعود و ابی موسیٰ و ابی بن کعب و ابوہریرہؓ و عائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ قال ابن معین و ابوحاتم و ابوزرعۃ ثقۃ۔ آپ کی توثیق متفق علیہ ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ تلامذہ میسر نہ آنے کی وجہ سے آپ کا علم ضائع ہوا۔ قرارت میں امام ہیں۔ ابن ابی داؤد فرماتے ہیں لیس احد بعد الصحابۃ اعلم بالقراءۃ من ابی العالیۃ وبعدہٗ سعید بن جبیر وبعدہٗ السدی وبعدہٗ الثوری۔ وکان ابو العالیۃ یقول قرأتُ القرآن علی عہد عمر ثلاث مرات۔ حسن بصریؒ تابعین میں مشہور ہیں مگر ابو العالیہ ان سے مقدم ہیں۔ ابو العالیہ فرماتے ہیں رحم اللہ الحسن قد سمعتُ العلم قبل ان یولد۔

تاریخ وفات ۹۰ھ ہے یا ۹۳ھ وقال المدائنی ۱۰۶ھ۔ کذا فی تھذیب التھذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۸۵۔ ابو العالیہ ریاحیؒ نے گھر والوں سے پوشیدہ طور پر علم حاصل کیا۔ خود فرماتے ہیں تعلمتُ الکتب والقرآن فما شعر بی اھلی ولا مرئی فی ثوبی مداد۔ نیز فرماتے ہیں ما مسستُ ذکری بیمینی منذ ستین سنۃ او سبعین سنۃ۔ نیز فرماتے ہیں انی لارجو ان لا یھلک عبد بین نعمتین نعمۃ یحمد اللہ علیہ وذنب یستغفر اللہ منہ۔ نیز فرماتے ہیں اس آیت کے معنی میں فللہ الحمد ربّ السمٰوٰت وربّ الارض ربّ العٰلمین قال الجنّ عالم والانس عالم وسوی ذلک ثمانیۃ عشر الف عالم من الملائکۃ علی الارض و الارض لھا اربع زوایا کل زاویۃ اربعۃ آلاف عالم وخمسمائۃ عالم خلقھم لعبادتہ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۲۱۹۔ نیز فرماتے ہیں لا یتعلم مستحی ولا متکبر۔ وکان یقول ابتدوا بین الکلام بلا الٰہ الا اللہ۔ وکان یقول قال موسیٰ علیہ السلام لقومہ قدّسوا اللہ عزوجل باصوات حسنۃ فانی اسمع لھا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ وہ ابتداء بحث بسملہ میں مذکور ہیں۔

ھی ھند بنت حذیفۃ ویقال بنت سھیل المخزومیۃ امّ المؤمنین رضی اللہ عنھا۔

ام سلمہؓ کا نام بقول اصح ہند ہے وعند البعض رملہ ہے۔ آپ کے بیٹے کا نام سلمہ تھا اسی نام سے آپ کی کنیت ام سلمہ ہوئی۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی زوجیت میں آنے سے قبل آپ ابوسلمہ عبداللہ بن عبد الاسدؓ کے نکاح میں تھیں۔ آپ کے بہت سے فضائل ہیں۔ حبشہ کی طرف دونوں ہجرتوں میں ابوسلمہؓ کے ساتھ گئیں۔ ابوسلمہؓ سے آپ کی اولاد زینب و سلمہ و عمر و دُرّہ ہیں۔ عمر بن ابی سلمہ کی روایت ہے کہ جنگ احد میں میرے والد ابوسلمہؓ کو دشمن یعنی ابو اسامہ جشمی کا تیر لگا۔ تیر بازو میں لگا تھا۔ ایک ماہ تک علاج کے بعد زخم کو

آرام ہوا۔ بعدہٗ نبی علیہ السلام نے ایک جہاد پر روانہ کیا۔ ۴ صفر ۴ھ کو واپس آئے تو وہی سابقہ زخم پھر کھل گیا اور اسی سے ۹ جمادی الآخرہ ۴ھ میں وفات پاگئے۔ عدت کے بعد میری والدہ کا نکاح شوال ۴ھ کو نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوگیا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرب کی حسین ترین عورتوں میں سے تھیں۔ ماہ ذوقعدہ ۵۹ھ میں آپ وفات پاگئیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، بقیع میں مدفون ہیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔ تمام ازواج نبی علیہ السلام میں آپ کی وفات آخر میں ہوئی۔ ابن عساکر فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آپ کی وفات شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے چند روز بعد ۶۱ھ میں ہوئی۔

اُبَیّ رضی اللہ عنہ۔ سورۃ فاتحہ کے آخر میں مذکور ہیں۔

ھو اُبَیّ بن کعب بن قیس بن عبید الانصاری النجاری المدنی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابوالمنذر و ابوالطفیل ہے۔ سید القراء ہیں۔ حدیث شریف ہے اَقرأُھُمْ اُبَیّ۔ عمر رضی اللہ عنہ آپ کو سید المسلمین کہتے ہوئے فرماتے تھے اقرأ یا اُبَیّ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کئی مشکلات میں آپ ہی کی رائے پر اعتماد کرتے تھے۔ واقدی لکھتے ہیں، ھو اوّل من کتب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واوّل من کتب فی آخر الکتاب وکتب فلان بن فلان اھ۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابوالمنذر رکھی اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوالطفیل رکھی۔ آپ سے ۱۶۴، احادیث مروی ہیں۔ تین متفق علیہ ہیں اور تین پر بخاری اور سات پر مسلم منفرد ہیں ابی بن کعب کے عظیم مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو یہ خصوصی حکم دیا کہ اُبی کو قرآن و قرارت پڑھائیں اور سکھائیں۔

فعن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سورۃ لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب وقال امرنی اللہ عزوجل ان اقرأ علیک قال النووی وھی منقبۃ عظیمۃ لاُبَیّ لم یشارکہ فیھا احدٌ من الناس۔ رواہ الشیخان۔

وفی الصحیح عن عبداللہ بن عمرو مرفوعًا خذوا القرآن من اربعۃٍ عبداللہ بن مسعود وسالم مولی ابی حذیفۃ ومعاذ بن جبل واُبی بن کعب رضی اللہ عنھم۔ مسروقؒ فرماتے ہیں۔ کان اصحاب القضاء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستۃٌ عمر وعلیؓ وعبداللہ واُبیؓ وزید وابوموسیٰ۔ رضی اللہ عنھم۔

اُبی رضی اللہ عنہ نے جب بیماری و امراض کے فضائل نبی علیہ السلام سے سنے تو اپنے لیے دائمی بخار کی دعا مانگی۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور دائمی بخار میں تا وفات مبتلا رہے۔ مگر نماز جماعت میں کبھی غیر حاضر نہ ہوئے نہ دیگر عبادات میں کمی آئی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن ابی سعید الخدری ان رجلا من المسلمین

قال یارسول اللہ ارأیت ھذہ الامراض التی تصیبنا مالنا فیھا؟ قال کفّارات قال اُبیّ بن کعب یارسول اللہ وان قلّت قال وان شوکۃ فما فوقھا فدعا اُبی رضی اللہ عنہ ان لا یفارقہ الوَعک حتی یموت وان لا یشغلہ عن حج ولا عمرۃ ولا جھاد ولا صلاۃ مکتوبۃ فی جماعۃ قال فما مسّ انسان جسدہ الا وجد حرّہ حتی مات۔ رواہ احمد۔

آپ کی تاریخ وفات ۳۰ھ ہے۔ خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ بقیع میں مدفون ہیں۔ آپ بدری ہیں تمام غزوات میں شریک رہے۔

ابن الرقاع الشاعر۔ وہ بیان لا تاخذہ سنۃ ولا نوم میں مذکور ہے۔

ابن رقاع شاعر ہے۔ وھو عدیّ بن زید بن مالك بن عدی بن الرقاع۔ من عاملۃ حیّ من قضاعۃ۔ رقاع بروزن کتاب عدی کے جدّ کا جدّ ہے۔ جدِّ جدّ کی شہرت کی وجہ سے وہ اس کی طرف منسوب ہوئے عدی اسلامی شاعر ہے۔ بنو امیہ کے خصوصاً ولید بن عبد الملک کے مدّاح تھے۔ جریر کا معاصر تھا۔ وہ شام میں رہتا تھا۔ اس کی بیٹی بھی شاعرہ تھی۔ ایک مرتبہ چند شعراء ابن الرقاع سے شعری مقابلہ کے لیے اس کے گھر پر گئے وہ موجود نہ تھا، اس کی بیٹی نے جو نابالغ تھی ان کی فخریہ باتیں سُنیں تو باہر آکر ان سے کہنے لگی ؎

تجمّعتم من کل أوبٍ بلدۃٍ علی واحد لا زلتم قرن واحد

وہ لوگ یہ سن کر واپس ہوگئے اور سمجھ گئے کہ جب اس کی یہ چھوٹی سی لڑکی اتنی شاعرہ ہے پھر باپ تو بہت بڑا شاعر ہوگا اس کا مقابلہ مشکل ہے۔ ابن رقاع بڑا اچھا شاعر تھا۔

کذا فی الشعر والشعراء لابن قتیبۃ ج ۲ ص ۵۱۵۔ وکذا فی الاغانی وغیرذلک۔ اغانی ج ۹ ص ۳۰۰۔ و طبقات ابن سلام ۵۵۸۔ مؤتلف ص ۱۱۶ سمط ص ۳۰۹ معجم مرزبانی، ص ۲۵۳۔ نہایۃ الارب ج ۴ ص ۲۴۶۔ طرائف ادبیہ ص ۸۱ میں اس کے احوال تفصیلاً درج ہیں۔

ابو علی رحمہ اللہ۔ الدّ کی بحث کی ابتداء میں وہ مذکور ہیں۔

مباحثِ نحویہ میں جب مطلق ابو علی کا ذکر آئے تو ابو علی فارسی مراد ہوتے ہیں۔ ابو علی فارسی مشہور امامِ نحو ہے، وھو الحسن بن احمد بن عبد الغفار بن محمد الفارسی النحوی۔ ابو علی علمِ عربیت کے امام تھے۔ آپ کی تصانیف مشہور ہیں۔ آپ نے علم امام زجاج و ابن السراج و مبرمان و ابو بکر خیاط وغیرہ سے حاصل کیا تحصیلِ علم کے لیے بلادِ شام میں گھومے۔ بغیۃ الوعاۃ میں ہے ص ۲۱۶ وقال کثیر من تلامذتہ انہ اعلم من المبرد و برع من طلبتہ جماعۃ کابن جنی وعلی بن عیسی الربعی وکان متھما بالاعتزال اھ۔ حلب میں سیف الدولہ کے پاس مدت تک مقیم رہے پھر بغداد آئے اور تا حیات یہاں پر مقیم رہے۔ کتاب انباہ الرواۃ میں ان کا ترجمہ

موجود ہے۔ وفیہ، قدم بغداد واخذ من علماء النحو بھا وعلت منزلتہ فی النحو اھ۔ انباہ الرواۃ۔ ص ۲۵۳۔
خطیب لکھتے ہیں، ابوعلی فارسی فارس کے شہر فسا میں پیدا ہوئے۔ فسا شیراز سے سات فرسخ پر ہے۔ ابوعلی سلطان عضدالدولہ کے خواص میں سے تھے۔ عضدالدولہ کہا کرتا تھا انا غلام ابی علی النحوی فی النحو وغلام ابی الحسین الرازی الصوفی فی النجوم۔ عضدالدولہ کے لیے آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ جب ابوعلی نے کتاب الایضاح لکھ کر پیش کی تو عضدالدولہ نے کہا ما زدت علی ما اعرف شیئا وانما یصلح ھذا للصبیان فمضی وصنف التکملۃ وحملھا الیہ فلما وقف علیھا قال غضب الشیخ وجاء بما لا نفھمہ نحن ولا ھو وکان معہ یوما فی المیدان فقال لہ بم ینتصب المستثنیٰ فقال بتقدیر استثنی فقال لہ لم قدرت استثنی فنصبت ھلا قدرت امتنع فرفعت فقال ھذا جواب میدانی فاذا رجعت قلت الجواب الصحیح قال السیوطی فی البغیۃ ص ۲۱۶ والذی اختارہ ابوعلی فی الایضاح انہ بالفعل المقدم بتقویۃ الا وفی المسئلۃ سبعۃ اقوال حکیتھا فی جمع الجوامع انتھی بتصرف۔

علامہ یاقوت معجم الادباء ج ۴ ص ۲۵۴ پر ابوعلی فارسی کا یہ قول نقل کرتے ہیں لان اخطئ فی خمسین مسألۃ مما بابہ الروایۃ احب الی من ان اخطی فی مسألۃ واحدۃ قیاسیۃ اھ۔ وفیہ ان ابن جنی حکی عن ابی علی انہ کان یقول اخطئ فی مائۃ مسألۃ لغویۃ ولا اخطئ فی واحدۃ قیاسیۃ اھ۔

ابوعلی شاعر نہیں تھے اور نہ شعر پر قادر تھے۔ ابن جنی کہتے ہیں کہ ابوعلی سے میں نے ان کا اپنا شعر کبھی نہیں سنا۔ ودخل الیہ فی بعض الایام رجل من الشعراء فجری ذکر الشعر فقال ابوعلی انی لاغبطکم علی قول ھذا الشعر فان خاطری لا یواتینی علی قولہ مع تحققی للعلوم التی ھی من موارد ہ فقال لہ ذلک الرجل فما قلت قط شیئا منہ البتۃ؟ فقال ابوعلی ما اعھد لی شعرا الا ثلاثۃ ابیات قلتھا فی الشیب وھی قولی ؎

خضبت الشیب لما کان عیبا ... وخضب الشیب اولی ان یعابا
ولم اخضب مخافۃ هجر خلی ... ولا عیبا خشیت ولا عتابا
ولکن المشیب بدا ذمیما ... فصیرت الخضاب لہ عقابا

فاستحسنا ھا وکتبناھا عنہ اھ۔

ابوعلی کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔ کتاب الحجۃ۔ کتاب التذکرۃ۔ ابیات الاعراب۔ الایضاح الشعری۔ الایضاح النحوی۔ مختصر عوامل النحو۔ المسائل الحلبیۃ۔ المسائل البغدادیۃ۔ المسائل الشیرازیۃ۔ کتاب الاغفال۔ المقصور والممدود۔ ابیات المعانی۔ کتاب تفسیر قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی

الصلوٰۃ فاغسلوا الاٰیۃ وغیرہ۔ ابوعلی کی وفات بغداد میں ہوئی بتاریخ ۳۷۷ھ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر نوے ۹۰ سال سے زیادہ تھی۔

ابوتمام الشاعر۔ صم بکم عمی فھم لا یرجعون اور کلما اضاء لھم مشوا فیہ واذا اظلم علیھم قاموا کی شرح میں مذکور ہے۔

ھو ابوتمام حبیب بن اوس بن الحارث بن قیس۔ ابوتمام اس کی کنیت ہے۔ سلسلۂ نسب یعرب ابن قحطان تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا آپ عربی النسب ہیں۔ بعض مستشرقین اس کی نسبت قادوس رومی کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ رومی النسل ہے۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے شعراء سے ابوتمام کے مقابلے جاری تھے اور وہ شعراء اس کی مذمت میں اشعار کہتے تھے، مگر کسی نے بھی اس کی عربیت میں شک نہیں کیا اور نہ کسی نے غیر عربی ہونے کا طعنہ دیا۔

ابوتمام قریۂ جاسم من اعمال دمشق میں پیدا ہوا۔ بقول بعض شہر منبج کے قریب پیدا ہوا۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ بقول راجح اس کی ولادت ۱۹۰ھ ۸۰۶ء ہے۔ اور بقول بعض ۱۸۰ھ ۷۹۶ء ہے یا ۱۸۸ھ ۸۰۴ء ہے۔

ابوتمام کے والدین بڑے غریب و مسکین تھے۔ والد خمّار یعنی شراب فروش تھا۔ باپ نے اسے دمشق میں ایک حائک یعنی جُلاہے کے پاس کام سیکھنے کے لیے بٹھا دیا۔ اسی طرح مدت تک ابوتمام طلبِ معاش میں ادھر اُدھر سرگرداں رہا۔ پھر حمص گیا اور حمص سے مصر پہنچا اور جامع مسجد فسطاط میں سقایہ یعنی پانی بھرنے کا شغل اختیار کیا۔ پھر تحصیلِ علم کی طرف متوجہ ہوا۔ علماء و اُدباء کی مجالس میں جاتا رہا۔ ادب خصوصاً شعر گوئی میں مہارت حاصل کی۔ بڑا ذہین اور قوی حافظہ والا تھا۔ شعراء مصر مثل یوسف سرج وغیرہ سے مہاجاۃ جاری رہی۔ مصر میں پانچ سال سے زیادہ رہا۔ بعدہٗ اپنے علاقہ میں واپس آیا۔ خلیفہ مامون الرشید کی مدح کہہ کر اس تک پہنچنا چاہا لیکن یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ بعدہٗ معتصم نے اس کی بڑی تکریم کی اور مقربین میں شامل کر لیا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں حج کے لیے گئے پھر خراسان جاکر عبداللہ بن طاہر کی مدح کی اور آرمینیہ جاکر خالد بن یزید کی مدح لکھی۔ بلاد جبل جاکر محمد بن الہیثم کی مدح میں اشعار کہے۔ اسی طرح نیسابور و آبر شہر و موصل وغیرہ شہروں میں گئے۔ آخر کار موصل میں مقیم ہو گئے۔ موصل میں حسن بن وہب نے ایک اچھا عہدہ دے دیا یعنی محکمۂ ڈاک کا سربراہ مقرر کر دیا۔ بڑے فصیح و حلو الکلام تھے اور بہت فطین و حاضر جواب تھے۔ اپنے آپ کو اشعر الشعراء سمجھتے تھے۔

حکایت ہے کہ معتصم کی مدح میں جب آپ مشہور قصیدہ سینیہ سناتے ہوئے اس شعر پر پہنچے ؎

اِقدامُ عمرٍو فی سماحۃ حاتم فی حلم احمد فی ذکاء ایاس

کندی نے جو اس مجلس میں موجود تھے کہا الامیر فوق من وصفتَ۔ فاطرق ابوتمام رأسہ ثم قال ؎

لا تنکروا ضربی لہ مَن دونہٗ مثلاً شرودًا فی الندیٰ والبأس

فاللہ قد ضرب الاقل لنورہٖ مثلاً من المشکاۃ والنبراس

جب قصیدہ آپ کے ہاتھ سے لیا گیا تو اس میں یہ دو شعر موجود نہ تھے۔ معلوم ہوا کہ آپ نے فی البدیہ یہ دو شعر کہے تھے۔ یہ حکایت آپ کی شعری مہارت و سرعتِ خاطر اور حاضر جوابی پر دال ہے۔ ابوتمام کو جمع اشعارِ قدماء کی حرص تھی۔ آپ کی تالیفات یہ ہیں کتاب الاختیار من اشعار القبائل۔ کتاب الاختیارات من شعر الشعراء۔ کتاب الفحول۔ یہ اجود قصائد پر مشتمل ہے۔ دیوان حماسہ۔ اختیار المقطعات۔ یہ مثل حماسہ ہے لیکن اس میں غزل سے ابتدا کی ہے۔ کتاب الاختیارات من شعر المحدثین۔ ابوتمام کے اشعار بڑے فصیح و بلیغ ہیں۔ قال صاحب الاغانی ابوتمام لطیف الفطنۃ دقیق المعانی غوّاص علیٰ مایستصعب منھا و یعسر متناولہ علی غیرہٖ اھ۔ صاحب مثل سائر کہتے ہیں ان ابا تمام اکثر الشعراء المتأخرین ابتداعًا للمعانی وقد عددتُ معانیہ المبتدعۃ فوجدتُ مایزید علیٰ عشرین معنیً اھ۔ ابوتمام اشعار میں صنائع علم بدیع بہت کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ حتی قال لہ اسحاق الموصلی یا ھذا لقد شققت علی نفسک ان الشعر لاقرب سماطین۔ وقیل اراد المتنبی ان یسلک سبیلہ فوجدہ وعرًا اصعب المسالک فتحول عنہ۔

کئی علماء نے دیوان ابوتمام کی شروح و تعلیقات لکھی ہیں۔ ان شراح میں ابوریحان بیرونی و ابوالعلاء معری و خطیب تبریزی (آپ نے دو شروح مطول و مختصر لکھی ہیں) و شیخ بدیعی وغیرہ داخل ہیں۔

تاریخ وفات محرم ۲۳۱ھ مطابق ۸۴۵ء ۸۴۶ء ہے۔ قبر شہر موصل میں ہے۔

اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ۔ آیت ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوٰۃ الدنیا ویشھد اللہ علیٰ مافی قلبہ وھو الدّ الخصام کے شانِ نزول میں مذکور ہیں۔

اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ ابن عطیہؒ آپ کی صحابیت کے منکر ہیں قال ابن عطیۃ ماثبت قط ان الاخنس اسلم۔ لیکن ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے صحابی ہونے کو راجح کہا ہے وھو الاخنس بن شریق ابن عمرو بن وھب الثقفی ابو ثعلبۃ حلیف بنی زھرۃ۔

آپ کا نام اُبی تھا والمالقب بالاخنس لانہ رجع ببنی زھرۃ من بدرٍ لما جاءھم ان اباسفیان نجا بالعیر فقیل خنس الاخنس ببنی زھرۃ۔

جنگِ بدر میں کفار کے ساتھ آئے تھے۔ اُس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ بعد میں اسلام لائے مؤلفہ

میں سے تھے۔ غزوۂ حنین میں شریک رہے۔ اوّل زمانہ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں ان کا انتقال ہوا۔
اخنسؓ نے مدینہ منورہ میں آکر اظہارِ اسلام کیا۔ وقال اللہ یعلم انی صادق۔ ثم ھرب بعد ذلك وارتد فمرّ بقوم من المسلمین فحرق لھم زرعًا وقتل حمرًا فنزل فیہ ومن الناس من یعجبك قولہ الی قولہ بئس المھاد۔ کذا فی الاصابۃ۔ ارتداد کے بعد پھر دوبارہ مسلمان ہوئے۔
سیرتِ حلبیہ میں ہے کہ بنو زہرہ سو یا تین سو تھے جو اخنس کے ساتھ جنگِ بدر سے کچھ قبل واپس ہوئے جب ابوسفیان نے قریش کو نجات کی اطلاع دی۔ اور ابوجہل نے بدر سے واپس جانے سے انکار کیا قال الاخنس لبنی زھرۃ یا بنی زھرۃ قد نجی اللہ اموالکم وانما نفرتم لذلك واجعلوا بی حمیّتھا وارجعوا فانہ لاحاجۃ لکم بان تخرجوا فی غیر منفعۃ وخلا بابی جھل فقال لہ اتری محمدًا یکذب فقال ما کذب قط کنا نسمیہ الامین لکن اذا کانت فی بنی عبد المطلب السقایۃ والرفادۃ والمشورۃ فای شئ یکون لنا فانخنس الاخنس ورجع ببنی زھرۃ ثم اسلم یوم الفتح۔ وقال السھیلی انہ قتل یوم بدر کافرًا وتبعہ علی ذلك التلمسانی فی حاشیۃ الشفاء۔ انتھی بحاصلہ۔ مافی السیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۱۵۳

ابن اُبیّ المنافق۔ واذا قالوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا کے بیان میں مذکور ہے۔
ھو عبد اللہ بن ابیّ ابن سلول۔ یہ ابن اُبی رئیس المنافقین ہے۔ اس کی مذمت میں بہت آیات نازل ہوئی ہیں۔
علماء کہتے ہیں کہ اُبی اس کے باپ کا نام اور سلول اس منافق کی ماں کا نام ہے۔ بظاہر وہم ہوتا ہے کہ سلول ابی کی ماں یا اس کے باپ کا نام ہے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ دونوں عبداللہ راس المنافقین کے والدین ہیں۔
لہٰذا اس عبارت عبداللہ بن اُبی ابن سلول کے پڑھنے لکھنے میں تین امور کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔
اوّل یہ کہ اُبیّ منوّن پڑھنا چاہیے۔
دوم یہ کہ ابن سلول مرفوع ہے صفت عبداللہ ہے نہ کہ مجرور صفت ابیّ۔ بہرحال یہ اعراب عبداللہ کا تابع ہے رفع و نصب و جر میں۔
سوم ابن سلول میں ابن کا الف لکھنا لازم ہے۔
اُبیّ کے باپ کا نام مالک بن الحارث بن عبید بن مالک بن سالم ہے۔
ابن اُبی رأس المنافقین قبیلہ خزرج کا رئیس تھا۔ اس کی موت نبی علیہ السلام کی حیات میں ہوئی۔ آپؐ نے اپنی قمیص مبارک بطور کفن اس کے لیے عطا فرمائی نیز اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اُس وقت تک

منافقین کی نماز جنازہ کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ یہ سب کچھ نبی علیہ السلام نے اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ کے اکرام اور انہیں خوش کرنے کے لیے کیا کیونکہ اس کے بیٹے حضرت عبداللہؓ بڑے مخلص اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ پہلے ان کا نام حباب تھا پھر نبی علیہ السلام نے اسے بدل کر عبداللہ رکھا، باپ کا نام بھی عبداللہ تھا۔ عبداللہ بن عبداللہؓ نے نبی علیہ السلام سے اپنے منافق باپ کے قتل کی اجازت مانگی تاکہ اس منافق کی اذیت ختم ہو جائے لیکن نبی علیہ السلام نے قتل سے منع فرمایا۔ عبداللہ بن عبداللہؓ جنگِ یمامہ میں ۱۲ھ میں شہید ہوئے۔

الاشعری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم الآیۃ کے بیان کے آخر میں مذکور ہیں۔ اسی طرح بسملہ کی بحث کے آخر میں بھی مذکور ہیں۔

ھو ابوالحسن علیؒ بن اسماعیل بن ابی بشر اسحاق بن سالم بن اسماعیل بن عبداللہ بن موسیٰ بن بلال بن ابی بردۃ عامر بن ابی موسیٰ الاشعری صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابوالحسن اشعری اہل السنۃ والجماعۃ کے امام ہیں۔ سید المتکلمین القائم بنصرۃ مذہب السنۃ ورأس ائمۃ علم الکلام ہیں۔ اہل حق کو اشعریہ آپ کی نسبت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ آپ آفتاب کی طرح مشہور ہیں۔ علمِ کلام کے اصول آپ نے قرآن وسنت سے اخذ کر کے وضع کیے۔

اشعری کی تاریخ پیدائش ۲۶۰ھ ہے۔ وقیل ولد فی ۲۷۰ھ بالبصرۃ۔

بہت سے علماء نے آپ کے احوال میں مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ ابن عساکر نے آپ کا ترجمہ ایک کامل جلد میں ذکر کیا ہے۔ متعدد کتابوں میں آپ کا تفصیلی ترجمہ مذکور ہے۔ مثل کتاب الانساب ج ۱ ص ۲۶۶ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۴۶، المنتظم ج ۶ ص ۳۳۲، الخطط المقریزیۃ ج ۲ ص ۳۵۹، دیباج مذہب ص ۱۹۳، البدایۃ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۸۷، تبیین کذب المفتری لابن عساکر۔ یہ ساری کتاب آپ کی طرف سے دفاع میں ہے۔ طبقات سبکی ج ۲ ص ۲۴۵، الجواہر المضیئۃ ج ۱ ص ۳۵۳۔

ابوالحسن اشعریؒ اوّلاً معتزلی تھے ابوعلی جبائی کے تلمیذ تھے۔ پھر اعتزال اور عقائدِ معتزلہ سے تائب ہوئے۔ بصرہ کی جامع مسجد میں بروز جمعہ منبر یا کرسی پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ اعلان کیا من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا أعرّفہ بنفسی انا فلان بن فلان کنتُ اقول بخلق القرآن وان اللہ لا تراہ الابصار وان افعال الشرّ انا افعلھا وانا تائب مقلعٌ معتقد للرد علی المعتزلۃ فخرج لفضائحھم ومعایبھم انتھی ما فی وفیات الاعیان، ج ۲ ص ۲۸۵۔

بقول ابن حزم آپ کی تصانیف کی تعداد ۵۵ ہے۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں، کتاب اللمع۔

الموجز۔ ایضاح البرہان۔ کتاب التبیین عن اصول الدین۔ کتاب الشرح والتفصیل فی الردّ علی اہل الافک و التضلیل وغیرہ۔

آپ عمر بھر معتزلہ وملاحدہ ورافضہ وجہمیہ وخوارج ودیگر اہل بدع کی تردید کرتے رہے۔ ابوبکر صیرفیؒ فرماتے ہیں۔ کانت المعتزلۃ قد رفعوا رؤسہم حتی اظہر اللہ الاشعری فجرہم فی اقماع السمسم وکان یأکل من غلّۃ ضیعۃ وقفہا جدّہ بلال بن ابی بردۃ بن ابی موسی علی عقبہ وکانت نفقتہ فی کل یوم سبعۃ عشر درہماً، کذا قال الخطیب۔

تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ عند البعض ۳۲۴ھ وعند البعض فجأۃً ۳۳۰ھ میں انتقال ہوا۔ وقیل ۳۳۳ھ۔ ابن خلکان لکھتے ہیں وکان فیہ دعابۃ ومزاح کثیر اہ۔

ابوعمرو بن عمار۔ بن العریان بن عبداللہ التمیمی المازنی البصری النحوی القاری المقریؒ۔ آپ ابو عمرو بن العلاء کی نسبت کے ساتھ معروف ہیں۔

ابوعمرو قراء سبعہ میں سے ہیں۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ کا نام زبان ہے وعند البعض عریان ہے وعند البعض یحیی وعند البعض جزء۔ وعند البعض یہی کنیت آپ کا نام ہے۔ آپ بہت بڑے قاری ومقری وعالم عربیت ونحو واخبار عرب تھے۔

آپ نے قرآن مجید باقراءت پڑھا ہے حمید بن قیس اعرج ویحیی بن یعمر ومجاہد وسعید بن جبیر وعکرمہ وعبداللہ ابن کثیر وغیرہ سے۔ رحمہم اللہ۔

اور آپ سے قرآن باقراءت مندرجہ ذیل علماء نے پڑھا ہے۔ عبدالوارث بن سعید وحماد بن زید ومعاذ ابن معاذ وہارون اعور ویونس بن حبیب نحوی ویحیی بن المبارک یزیدی وابوبکر بکراوی وخارجہ بن مصعب وعبدالوہاب بن عطاء وغیرہ رحمہم اللہ۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔

آپ روایت حدیث کرتے ہیں اپنے والد سے اور انس رضی اللہ عنہ وحسن بصری وابن سیرین ونافع مولی ابن عمر وبدیل بن میسرہ وعطاء بن ابی رباح ومجاہد وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بھائی معاذ بن العلاء۔ وشعبہ وحماد بن زید ووکیع وہارون بن موسی نحوی واصمعی وغیرہ۔

قال الدوری عن ابن معین ہو ثقۃ وقال ابو حیثمۃ کان ابوعمرو رجلاً لا بأس بہ لکنہ لم یحفظ۔ ابوعبیدہ معمر بن مثنی کہتے ہیں کان ابوعمرو اعلم الناس بالقرآن والعربیۃ والعرب وایامہا والشعر۔ وقال فیہ الفرزدق

مازلت افتح ابوابًا واُغلقہا حتی رأیتُ ابا عمرو بن عمار

ابوبکر بن مجاہدؒ فرماتے ہیں کان ابو عمروؒ مقدمًا فی عصرہ عالمًا بالقراءۃ ووجوھھا قدوۃ فی العلم واللغۃ امام الناس فی العربیۃ وکان مع علمہ باللغۃ وفقھہ بالعربیۃ متمسکًا بالآثار لا یکاد یخالف فی اختیارہ ماجاء عن الائمۃ قبلہ وکان حسن الاختیار غیر متکلف وکان فی عصرہ بالبصرۃ جماعۃ من اھل العلم بالقراءۃ لم یبلغوا مبلغہ والی قراءتہ صار اھل البصرۃ او اکثرھم۔ وقال ابو عبید القاسم بن سلام رأیتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فعرضتُ علیہ اشیاءً من قراءۃ ابی عمرو فما ردّ علیّ الا حرفین۔

نصر بن علی الجھضمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ قال لی شعبۃ انظر ما یقرأ بہ ابو عمرو فما یختارہ لنفسہ فاکتبہ فانہ سیصیر للناس استاذًا۔

ابو عمرو بن العلاء کے ترجمہ و تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب نور القبس ص ۲۵ ونزہۃ الالبّاء ص ۱۵ وغایۃ النہایۃ ج ۱ ص ۲۸۸ وعبر الذہبی ج ۱ ص ۲۲۳ والشذرات ج ۱ ص ۲۳۷ وطبقات الزبیدی، ص ۱۷۶ والمعارف ص ۵۳۱ واخبار النحویین البصریین ص ۲۲ ومراتب النحویین ص ۱۳ وغیرہ۔

ابو عمرو بن العلاء بڑے زاہد متقی وعابد تھے۔ مرجع عوام وخواص وانحص الخواص تھے۔ اوّلاً بہت کچھ لکھا پھر طریقۂ زہد وعبادت اختیار کر کے سب کتابیں اوروں کو دیدیں۔

ابن خلکان لکھتے ہیں وکانت کتبہ التی کتب عن العرب الفصحاء قد ملأت بیتًا لہ الی قریبٍ من السقف ثم انہ تنسّک فاخرجھا کلّھا فلمّا رجع الی علمہ الاول لم یکن عندہ الا ما حفظہ بقلبہ۔

ابو عمروؒ ابتداء سے محبِّ علم وعاشقِ علوم عربیت تھے اور یہی عشق آخر عمر تک باقی رہا اور بڑھتا ہی رہا۔

ابو عمروؒ فرماتے ہیں کہ حجاج ثقفی ظالم میرے والد کا دشمن تھا ہم اس کے خوف سے یمن کی طرف بھاگے فانّا لنسیر بصحراء الیمن اذ لحقنا الحق ینشد ؎

ربما تکرہ النفوسُ من الامـــــر لہ فرجۃٌ کحلِّ العِقال

قال فقال لہ ابی ما الخبر؟ قال مات الحجاج قال ابو عمرو فأنا بقولہ لہ فرجۃ اشدّ سرورًا منّی بموت الحجاج قال فقال ابی اِصرف رکابنا الی البصرۃ وکنت ابن نحو بضع وعشرین سنۃً یقال فرجۃ بالفتح بین الامرین وبالضم بین الجبلین۔ طبقات زبیدی ص ۳۰ ووفیات ج ۳ ص ۴۶۷ میں اصمعی کی یہ روایت مذکور ہے: قال حدّث الاصمعی عن ابی عمرو بن العلاء فی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنین غرّۃ عبد او امۃ۔ لولا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد بالغرّۃ معنی لقال فی الجنین عبد او امۃ ولکنّہ عنی البیاض ولا یقبل فی الدیۃ الا غلام ابیض او جاریۃ بیضاء لا یقبل فیھا اسود ولا سوداء وھذا غریب۔

ابن منادر کہتے ہیں میں نے ابوعمرو سے پوچھا حتی متی یحسن بالمرء ان یتعلم؟ قال ما دامت الحیاۃ تحسن بہ۔

ابوعمروؒ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ۶۸ھ یا ۶۵ھ میں ہوئی۔

اور آپ کا سنہ وفات ۱۵۴ھ اور بقول آخر ۱۵۹ھ ہے۔ کوفہ میں مدفون ہیں۔

ولما حضرتہ الوفاۃ کان یغشیٰ علیہ ویفیق فافاق من غشیۃ لہ فاذا ابنہ بشرؒ یبکی فقال مایبکیک وقد اتت علیّ اربع وثمانون سنۃ۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں قراءۃ ابی عمروؒ احب القراءات الیّ ولما قدم المدینۃ اسرع الناس الیہ للقراءۃ علیہ وکانوا لا یعدون قارئاً من لم یحضر لدیہ۔

فائدہ۔ قرأ ابوعمرو علی جماعۃ من التابعین بالحجاز والعراق منہم ابن کثیر ومجاھد وسعید بن جبیر علی ابن عباس علی ابیّ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وایضاً قرأ ابوعمرو علی ابی جعفر القاری علی ابن عباس وعلی عاصم وعلی الحسن البصری وعطاء وعکرمۃ وابن محیص وغیرھم۔

فائدہ۔ ابوعمرو بن العلاء کے رواۃ قراءت بہت ہیں۔ لیکن مشہور عند القراء والعلماء دو ہیں۔

اوّل، دوری وھو ابوعمر حفص بن عمر الدوری۔

دوم، سوسی وھو ابوشعیب صالح بن زیاد السوسی۔

دوری اور سوسی دونوں بالواسطہ راوی ہیں۔ یعنی دونوں نے قراءت یحیی بن المبارک یزیدی سے پڑھی اور یحیی بن المبارک نے ابوعمرو بن العلاء سے اخذ قراءت کیا۔

ابودؤاد ایادی شاعر۔ وصدّ عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام کی شرح میں مذکور ہے شہاب خفاجیؒ فرماتے ہیں ابودؤاد بھمزۃ اوبواو بونن سعاد واھمال الدالین شاعر من ایاد مشھور اسمہ جاریۃ اھ۔ عنایۃ القاضی۔ ج ۲ ص ۳۰۲۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء میں لکھتے ہیں۔ ابودؤاد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ہو جاریۃ ابن الحجاج۔ اور اصمعی کے نزدیک اس کا نام حنظلۃ بن الشرقی ہے۔ ابودؤاد کا دیوان مطبوع ہے۔ اس کا ترجمہ اغانی ج ۱۵ ص ۹۱ میں وکتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۱۶۱ وخزانۃ الادب ج ۴ ص ۱۹ وشواہد مغنی ص ۱۲۴ میں مفصلاً مذکور ہے۔ بعض بادشاہوں نے ابودؤاد کو قتل کی دھمکی دی تھی تو اس نے یمن کے بادشاہ کے پاس پناہ لی تو جارابی دؤاد ضرب المثل بن گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے حارث بن ہمام بن مرّہ نے اور عند البعض کعب بن مامم نے پناہ دی تھی۔ ابودؤاد گھوڑے کی تعریف ووصف میں مشہور ہے۔ اصمعی کہتے ہیں والعرب لا تروی شعر ابی

دؤاد و عدیّ بن زید وذلك لان الفاظها لیست بنجدیّة اھ۔ خطیبہ اسے اشعر الناس کہتے تھے۔

ابو دؤاد کے یہ دو شعر ضرب المثل اور بہت مشہور ہیں۔ اوّل یہ شعر ؎

اَکلَّ امرئٍ تحسبین امرءًا ونارًا تحرّق باللیل نارًا

اور یہی شعر قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ دوم یہ شعر ؎

الماء یجری ولا نظام لہ لو وجد الماء خرقًا خرقہ

کذا فی کتاب الشعر والشعراء۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ تفسیر الذین یؤمنون بالغیب، میں مذکور ہیں۔ اس کے علاوہ اور کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الصحابی رضی اللہ عنہ۔

آپ قدیم الاسلام اور صاحبِ ہجرتین ہیں۔ بدری ہیں۔ ہمیشہ نبی علیہ السلام کی رفاقت میں رہتے تھے۔ اکثر اوقات نبی علیہ السلام کے نعلین مبارک اٹھائے رہتے اور محفوظ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے صاحب النعلین کے نام سے مشہور ہیں۔ بحکم نبی علیہ السلام ہجرت سے پہلے زبیرؓ سے اور بعد الہجرۃ سعد بن معاذؓ سے مواخاۃ تھی۔ آپ کی والدہ ام عبد بنت عبد ود بن سواء من ہذیل بھی اسلام لے آئی تھیں۔ اور ہجرت کی تھی۔ ابن مسعودؓ چھٹے مسلمان ہیں۔ آپ سے قبل صرف پانچ اشخاص مسلمان ہوئے تھے قال ابن مسعود لقد رایتنی سادس ستۃ ما علی الارض مسلم غیرنا۔ رواہ الطبرانی۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تین ہجرتیں کیں۔ اوّلاً حبشہ کی طرف۔ پھر یہ افواہ سُنی کہ اہلِ مکہ مسلمان ہوگئے تو واپس مکہ مکرمہ آئے لیکن وہ غلط افواہ ثابت ہوئی۔ پھر دوبارہ حبشہ گئے۔ پھر وہاں سے جنگِ بدر سے کچھ قبل مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام کے گھر میں آپ کا کثرت سے آنا جانا تھا۔ وفی صحیح مسلم عنہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذنك ان ترفع الحجاب وتسمع سوادی حتی انھاك

آپ کا علمی تبحر صحابہؓ میں مسلّم تھا قال علیہ السلام خذوا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ وسالم مولی ابی حذیفۃ ومعاذ وأبی بن کعب۔ ان چاروں میں عبد اللہ بن مسعودؓ کا نام سب سے پہلے مذکور ہے۔ وقال فیہ عمرؓ رضی اللہ عنہ کنیف ملئ علمًا۔ وقال علیہ السلام تمسکوا بعھد ابن ام عبد۔ رواہ الشیخان۔

آپ کے تین بیٹے تھے عبد الرحمٰن وعتبہ وابو عبیدہ۔ ایک بار بیمار ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عیادت کرتے ہوئے پوچھا ما تشتکی؟ قال ذنوبی۔ قال فما تشتھی؟ قال رحمۃ ربی۔ قال الا ادعو لك بطبیب؟ قال الطبیب امرضنی۔ قال الا امر لك بعطاء؟ قال لا حاجۃ لی فیہ۔ قال یکون لبناتك قال اتخشی علی

بناتی الفقر فامرتهن ان یقرأن کل لیلة سورة الواقعة انی سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مَن قرأ سورة الواقعة کل لیلة لم تصبه فاقةٌ ابدًا۔

آپ سے ۸۴۸ احادیث مروی ہیں ۶۴ متفق علیہ ہیں اور ۲۱ میں امام بخاری منفرد اور ۳۵ میں امام مسلم منفرد ہیں۔

فقہ حنفی میں آپ کی روایات پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے وقد قالوا زرعه ابن مسعودؓ رضی اللہ عنہ وسقاه علقمه وحصده ابراهیم النخعی وداسه حماد وطحنه ابوحنیفة وعجنه ابویوسف وخبزه محمّد فسائر الناس یأکلون من خبزه۔

آخر وقت کوفہ میں رہائش اختیار کی اور کوفہ ہی میں ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں وفات پائی اور عند البعض وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال سے کچھ زیادہ تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ آپ کا ذکر تفسیر بیضاوی میں کئی جگہ ہوا ہے۔ آپ حبر الامّة وبحر ورئیس المفسرین کے القاب سے مشہور ہیں کیونکہ آپ وسیع العلم تھے۔ قال ابن مسعودؓ نعم ترجمان القرآن ابن عباس۔

آپ آخر میں مرکز علم ومرکز فتاوے بن گئے تھے۔ دور دراز علاقوں سے مسائل وعلوم دریافت کرنے اور سیکھنے کے لیے علماء وعوام آپ کے پاس آتے تھے۔ عبادلہ اربعہ میں سے ایک ہیں۔ بقیہ تین عبادلہ ابن عمرؓ وابن زبیرؓ وابن عمروؓ ہیں۔

آپ چھٹے کثیر الروایات صحابہ میں سے ہیں قال الامام احمد ستّة من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الروایة عنه وعُمّروا وهم ابوهریرة ثم ابن عمر ثم جابر وابن عباس وانس وعائشة رضی اللہ عنہم

آپ بڑے جمیل وحسین تھے قال عطاء ما رأیتُ القمر لیلة اربع عشرة الّا ذکرتُ وجه ابن عباس وقال سفیان بن عیینة کان الناس ثلاثة ابن عباس فی زمانه والشعبی فی زمانه وسفیان الثوری فی زمانه۔ حسب قول امام احمد آپ کی وفات شہر طائف میں ۶۸ھ میں ہوئی اور بقول بعض ۷۰ھ میں۔

وعن میمون بن مهران قال شهدت جنازة ابن عباس فلما وضع لیصلّی علیه جاء طائر ابیض فوقع علی اکفانه فدخل فیها فالتمس فلم یوجد فلما سوّی علیه التراب سمعنا من یسمع صوته ولا یری شخصه یقرأ یاایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیّة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ کذا ذکر النووی فی تهذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۷۵۔

آپ آخر میں نابینا ہو گئے تھے اسی طرح آپ کے والد عباس رضی اللہ عنہ اور دادا عبد المطلب بھی آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔

وثبت فی صحیح البخاری ان النبی علیہ السلام ضمّ ابن عباس الی صدرہ وقال اللھم علّمہ الکتاب وفی روایۃ علّمہ الحکمۃ وفی روایۃ مسلم اللھم فقّھہ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ آیت والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنھما۔

آپ زاہد و کثیر العبادت صحابی ہیں۔ اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبل بلوغ اسلام لائے اور ہجرت کی۔ غزوۂ بدر میں صغر سنی کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے اور غزوۂ اُحد میں شرکت مختلف فیہ ہے۔ وفی الصحیحین انہ قال عرضتُ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام احد وانا ابن اربع عشرۃ سنۃ فلم یجزنی و عرضتُ علیہ یوم الخندق وانا ابن خمس عشرۃ سنۃ فاجازنی۔

اتباعِ سنّت کا جذبہ آپ پر غالب تھا اس لیے شدائد ابن عمر فی الاتباع مشہور تھے حتی انہ ینزل منازلہ ویصلّی فی کل مکان صلّی فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویبرک ناقتہ فی مبرک ناقتہ و نقلوا ان النبی علیہ السلام نزل تحت شجرۃ فکان ابن عمر یتعاھدھا بالماء لئلا تیبس کذا ذکر النوی فی التھذیب ج ۱ ص ۲۷۹۔ قال النوی قلّ نظیرہ فی المتابعۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل شئ من الاقوال والافعال وفی الزھادۃ فی الدنیا۔ اھ۔

وکان اذا قرأ ھذہ الآیۃ الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ بکی حتی یغلبہ البکاء۔

آپ سے ۱۶۳۰، احادیث مروی ہیں۔ ۱۷۰ متفق علیہ ہیں اور ۸۱ پر بخاری اور ۳۱ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ۷۳ھ میں ہوئی۔ مقام محصّب میں مدفون ہیں۔

ابو زید رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت لا تضارّ والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ وعلی الوارث مثل ذلک کے بیان میں مذکور ہیں۔ فقہاء کبار و ائمہ دین و علم میں کنیتِ ابو زید سے مشہور ترین علماء ہیں۔ اوّل علمِ فقہ میں۔ دوم علمِ حدیث میں۔ سوم تصوف و زہد میں معروف ہیں۔ یہاں پر ہم تینوں کے احوال جو فوائد کثیرہ پر مشتمل ہیں درج کرتے ہیں۔ البتہ تفسیر بیضاوی میں ابو زید ثالث مراد نہیں ہیں۔

اوّل ابو زید قاضی رحمہ اللہ۔ ھو ابو زید حماد بن دلیل قاضی المدائن رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یہ ابوزید تلمیذ ہیں سفیان ثوری وحسن بن عمارہ وعمر بن نافع وابوحنیفہ رحمہم اللہ کے۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں سلیمان بن محمد مبارکی وابورجا مسلم بن صالح وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔
ابوزید نے علم فقہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ تاریخ بغداد میں آپ کا ترجمہ وحال درج ہے۔
حسن بن عثمان کی روایت ہے کان الفضیل بن عیاض یقول فی ابی حنیفۃ واصحابہ فاذا اسئل عن مسئلۃ یقول ائتوا ابازید فسلوہ وکان ابوزید رجلاً اعمیٰ من اصحاب ابی حنیفۃ فقیل لہ انک تقول فی ابی حنیفۃ و اصحابہ ما تقول فاذا سئلت عن مسئلۃ دللت الیھم فقال ویلکم طلبوا ھذا الامر وھم احق بھذا الامر۔
کذا فی تاریخ بغداد، ج ۸ ص ۱۵۲۔

فضیل بن عیاضؒ کا یہ قول شاہد عدل ہے اس بات پر کہ کل علماء مذاہب کے نزدیک مسائل اسلام و فقہ کے سب سے زیادہ جاننے والے ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ہیں۔ اور ان کی مہارت اس سلسلہ میں سب کے نزدیک مسلّم تھی۔ وعن مھنی قال سالت احمد بن حنبل عن حماد بن دلیل قال کان قاضی المدائن لم یکن صاحب حدیث کان صاحب رأی قلتُ سمعتَ منہ شیئاً؟ قال حدیثین وسئل ابن معین عنہ فقال ثقۃ وقال ابن عمار حماد بن دلیل کان قاضیاً علی المدائن فھرب منھا وکان من ثقات الناس رأیتہ بمکۃ یبیع البزّ وقال ابوداؤد لیس بہ بأس۔

دوم۔ دوسرے ابوزید مشہور محدّث وامام ہیں۔ یحیی بن سعید قطانؒ کے تلمیذ ہیں۔ یحیی بن سعیدؒ امام احمدؒ کے بھی استاذ ہیں۔ ان دوسرے ابوزید کا نام ونسب یہ ہے ھو عمر بن شبّۃ بن عبیدۃ بن زید ابوزید النمیری البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ابوزید بصری روایتِ حدیث کرتے ہیں محمد بن جریر غندر وعبدالوہاب ثقفی ویحیی بن سعید قطان وعبدالرحمٰن ابن مہدی وابی زکریا وغیرہ رحمہم اللہ سے۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابوبکر بن ابی الدنیا وابوشعیب حرانی وابوالقاسم بغوی ومحمد بن مخلد رحمہم اللہ
خطیبؒ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۰۸ پر لکھتے ہیں وکان ابوزید البصری ثقۃ عالما بالسیر وایام الناس ولہ تصانیف کثیرۃ قدم بغداد ونزل بسرّ من رأی فی آخر عمرہ وبھا توفی اھ۔ ابوزید بصری فرماتے ہیں قدم وکیع ابن الجراح عبادان فمنعتُ من الخروج الیہ لحدائتی فرأیتہ فی النوم یتوضأ علی شاطئ دجلۃ من کوز فقلت یا اباسفیان حدثنی بحدیث فقال حدثنا اسماعیل بن قیس قال قال عبداللہ رضی اللہ عنہ کان خیر المشرکین اسلاماً للمسلمین عمر رضی اللہ عنہ قال ابوزید فحفظتہ فی النوم۔ احمد بن اسحٰق تنوخیؒ فرماتے ہیں کنا نمضی الی عمر بن شبّۃ ویجیٔ الینا ثم صرنا نزورہ ولا یزورنا فعاتبتہ فانشأ یقول ؎

أشدّ من نفسی و ما تشتدّ وقد مضت ثمانون لی تعدّ
ایام تتری و لیال بعد کأنّ ایام الحیاۃ تعدو

ابو علی عنزیؒ کہتے ہیں کہ شہر سرّ من رأیٰ میں میری موجودگی میں ابو زید بصری کا امتحان لیا گیا فقال ابو زید القرآن کلام اللہ لیس بمخلوق فقالوا لہ فتقول من وقف فھو کافر فقال لا اکفّر احدًا فقالوا لہ انت کافر ومزّقوا کتبہ فلزم بیتہ وحلف ان لا یحدّث شھرًا۔ ابو زید بصریؒ بہت بڑے محدّث و امام علم حدیث ہیں۔ ان کی وفات سرّ من رأیٰ میں بروز پیر ۲۵ جمادی الآخرہ ۲۶۲ھ میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ماہ رجب ۱۷۳ھ ہے۔

سوم، ابو زید عجلی صوفی رحمہ اللہ۔ وھو ابو زید العجلی۔ آپ کا نام معضد ہے۔ امام عارف باللہ۔ ورع وکثیر العبادۃ تھے۔

حلیۃ الاولیا میں حافظ ابو نعیمؒ نے ان کے کچھ احوال لکھے ہیں۔ بلال بن سعد حضرت معضد ابو زید کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال معضدٌ لولا ثلاث ظمأ الھواجر وطول لیل الشتاء ولذاذۃ التھجّد بکتاب اللہ عزّ وجلّ ما بالیتُ ان اکون یعسوبًا۔

ایک غزوہ میں کفار کے ایک چھوٹے پتھر کے لگنے سے زخمی ہوئے اور یہی موت کا سبب بنا۔ عن عبد الرحمٰن بن یزید قال خرجنا فی جیش فیھم علقمۃ ویزید بن معاویۃ النخعی وعمرو بن عتبۃ ومعضد قال فخرج عمر بن عتبۃ وعلیہ جبّۃ جدیدۃ بیضاء فقال ما احسن الدم یحدر علی ھذہ فخرج فتعرّض للقصر ای قصر الکفار فاصابہ بحجرٍ فشجّہ قال فتحدّر علیھا الدم ثم مات منھا فدفنّاہ قال وخرج معضد العجلی یتعرّض للقصر فاصابہ بحجرٍ فشجّہ فجعل یلسھا بیدہ ویقول انھا لصغیرۃ وان اللہ لیبارک فی الصغیرۃ قال فمات منھا فدفنّاہ۔

وعن علقمۃ قال حاصرنا مدینۃً ای فی غزوۃ فاعطیتُ معضدًا ثوبًا لی فاعتجر بہ فاصابہ حجر فی رأسہ فجعل یمسحھا وینظر الیّ ویقول انھا لصغیرۃ وان اللہ لیبارک فی الصغیر فاصابہ من دمہ قال فغسلتہ فلم یذھب وکان علقمۃ یلبسہ ویصلّی فیہ ویقول انہ لیزیدنی حبًّا ان دم معضد فیہ۔ کذا فی الحلیۃ ج۲ ص۱۵۹

ابو زید معضد تابعی ہیں اور علقمہ تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ کے معاصر ہیں۔

آزر۔ تفسیر وعلّم آدم الاسماء کلّھا میں مذکور ہے۔

آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے یا چچا۔ آزر کا اصلی نام تارح ہے۔ امام سہیلی لکھتے ہیں وآزر قیل معناہ یا اعوج وقیل ھو اسم صنم وانتصب علی اضمار الفعل فی التلاوۃ وقیل ھو اسم لابیہ کان یسمی تارح وآزر ھذا ھو الصحیح بحیثہ فی الحدیث منسوبًا الی آزر۔ انتھی ما فی الروض الانف ج۱ ص۹۔

قرآن شریف میں آزر مذکور ہے۔ یہ کافر تھا۔ ابراہیم علیہ السلام اور آزر کا مکالمہ قرآن میں مذکور ہے جس سے اس کا مشرک و کافر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ قال یا ابت انی قد جاءنی من العلم مالم یأتك فاتبعنی اهدك صراطاً سویاً۔ یا ابت لا تعبد الشیطان ان الشیطان کان للرحمٰن عصیاً۔ الی قوله، قال اراغب انت عن الهتی یا ابراهیم لئن لم تنته لارجمنك واهجرنی ملیاً۔ قال سلام علیك ساستغفر لك ربی انه کان بی حفیاً۔ واعتزلکم وما تدعون من دون الله وادعوا ربی عسٰی ان لا اکون بدعاء ربی شقیاً۔

ابراہیم علیہ السلام آزر کے لیے استغفار کرتے تھے تا آنکہ آزر حالت کفر پر مرا اور اس کے عدو اللہ ہونے کا یقین ہوا تو پھر استغفار ترک کر دیا۔

قرآن میں ہے وما کان استغفار ابراهیم لابیه الا عن موعدة وعدها ایاه فلما تبین له انه عدو لله تبرأ منه ان ابراهیم لاواه حلیم۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ آزر بت تراش تھا۔ قرآن میں ہے واذ قال ابراهیم لابیه آزر اتتخذ اصناماً الهة انی اراك وقومك فی ضلال مبین۔

واخرج البخاری عن ابی هریرة مرفوعاً یلقی ابراهیم اباه آزر یوم القیامة وعلی وجه آزر قترة و غبرة فیقول له ابراهیم الم اقل لك لا تعصنی فیقول له ابوه فالیوم لا اعصیك فیقول ابراهیم یا رب! انك وعدتنی ان لا تخزنی یوم یبعثون وای خزی اخزی من ابی الابعد فیقول الله تعالی انی حرمت الجنة علی الکافرین ثم یقال یا ابراهیم ماتحت رجلیك فینظر فاذا هو بذیخ متلطخ فیؤخذ بقوائمه فیلقی فی النار۔

وفی البدایة ج ۱ ص ۱۴۳ ابن کثیر هذا یدل علی ان اسم ابی ابراهیم آزر وجمهور اهل النسب منهم ابن عباس علی ان اسم ابیه تارح واهل الکتاب یقولون تارخ بالخاء المعجمة فقیل انه لقب بصنم کان یعبده اسمه آزر قال ابن جریر والصواب ان اسمه آزر ولعل له اسمان علمان او احدهما لقب والاخر علم وهذا الذی قاله محتمل اه۔ ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام امیلہ تھا اور مفسر و مورخ کلبی کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کی ماں کا نام ہے بونا بنت کرثی من بنی ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ فائدہ آزر کا کفر منصوص ہے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ آزر کفر پر مرا ہے۔ البتہ یہ بات مختلف فیہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے یا چچا۔ دونوں طرف علماء کرام نے ذہاب کیا ہے۔ جو علماء اسے عم ابراہیم سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اولاً اکثر محققین اہل کتاب کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح تھا بالحاء او بالخاء۔ نہ کہ آزر۔ اخرج ابن ابی حاتم بسند فیه ضعف عن ابن عباس فی قوله تعالی واذ قال ابراهیم لابیه آزر۔ قال ان اب ابراهیم لم یکن اسمه آزر وانما کان اسمه تارخ واخرج ابن ابی شیبة وابن المنذر وابن ابی حاتم من طرق بعضها صحیح عن مجاهد قال لیس آزر اب ابراهیم۔ واخرج ابن المنذر بسند صحیح عن ابن جریج فی قوله تعالی واذ قال ابراهیم لابیه آزر قال لیس آزر بابیه انما هو ابراهیم بن تیرخ او تارخ بن شارخ بن ناخور بن فاطم۔

ثانیاً یہ کہ بعض روایات آثار میں اسپر صراحۃً عم کا اطلاق ہوا ہے۔ اخرج ابن المنذر فی تفسیره بسند صحیح عن سلیمان بن صرد الصحابی رضی الله عنه قال لما اراد وا ان یلقوا ابراهیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتی

ان کانت العجوز لتجمع الحطب فلما ارادوا ان یلقوہ فی النار قال حسبی اللہ ونعم الوکیل فلما القوہ قال اللہ یا نار کونی بردًا وسلامًا علی ابراھیم فقال عم ابراھیم من اجلی دفع عنہ فارسل اللہ علیہ شرارۃ من النار فوقعت علی قدمہ فاحرقت۔

حافظ سیوطیؒ اس حدیث کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں فقد صرح فی ھذا الاثر بانہ عم ابراھیم وفیہ فائدۃ اخری وھو انہ مات فی ایام القاء ابراھیم فی النار وقد اخبر اللہ تعالی فی القرآن بان ابراھیم ترک الاستغفار لہ لما تبین لہ انہ عدو للہ وورد الآثار بان ذلک تبین لہ لما مات مشرکا وانہ لم یستغفر لہ بعد ذلک۔ کذا فی مسالک الحنفا فی والدی المصطفی ص ۲۵۔

ثالثاً، اثر سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ آزر عم ابراہیم علیہ السلام بابل میں القاء فی النار کے زمانے میں مر گیا تھا۔

اور اصحاب تاریخ وعلماء تفسیر کہتے ہیں کہ امتحان القاء فی النار کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے بابل ترک کر کے ارض کنعانیین کی طرف ہجرت کی۔ اور اس سفر ہجرت میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے والد تارخ بھی تھے اور آپ کی بیوی سارہؓ اور لوط علیہ السلام بھی شریک سفر وہجرت تھے۔ کما صرح بہ اہل التاریخ۔

اس سے دو امور معلوم ہوئے۔ اوّل یہ کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے، کیونکہ آزر کی موت کے بعد بھی ان کے والد تارخ کافی مدت زندہ رہے۔

دوم یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد مومن تھے اور حفاظت ایمان کی خاطر مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت نے یہ ہجرت کی تھی۔

اس وقت کل مسلمان ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آپ کے والد کے علاوہ دو اور یعنی لوط علیہ السلام اور سارہؓ بھی تھے۔ اگر آپ کے والد مسلمان نہ ہوتے تو ہجرت کیوں کرتے؟

یہ ایک قوی دلیل ہے جو اس عاجز کے دل میں اللہ تعالیٰ نے القاء فرمائی۔ حافظ سیوطیؒ نے اپنی کتاب مسالک الحنفا فی والدی المصطفی میں یہ دلیل ذکر نہیں کی۔ اس دلیل کا ماخذ البدایہ لابن کثیر ہے۔ چنانچہ ابن کثیر بدایہ ج ۱ ص ۱۴۰ پر لکھتے ہیں: قالوا فتزوج ابراھیم سارۃ وکانت عاقرا لا تلد قالوا وانطلق تارخ بابنہ ابراھیم وامرأتہ سارۃ وابن اخیہ لوط بن ھاران فخرج بھم من ارض الکلدانیین الی ارض الکنعانیین فنزلوا حران فمات فیھا تارخ وله مائتان وخمس سنین وھذا یدل علی ان ابراھیم علیہ السلام لم یولد بحران وانما مولدہ بارض الکلدانیین وھی ارض بابل وماوالاھا اھ۔

رابعاً۔ حافظ سیوطیؒ نے مسالک الحنفا میں دلائل قویہ سے ثابت کیا ہے کہ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے کل اجداد آدم علیہ السلام تک مومن تھے قال فی مسالک الحنفا فی والدی المصطفی ص ۲۷ بعد بحث فعرف

من مجموع هذه الآثار ان اجداد النبی علیہ السلام کانوا مؤمنین بیقین من آدم الی زمن نمرود وفی زمنہ کان ابراهیم علیہ السلام وآزر، اھ۔

وقال الفخر الرازی رحمہ اللہ قیل ان آزر لم یکن والد ابراهیم بل کان عمّہ واحتجوا علیہ بوجوہ منها ان آباء الانبیاء علیہم السلام ما کانوا کفّارًا ویدل علیہ وجوہ منها قولہ تعالیٰ الذی یراک حین تقوم وتقلّبک فی السّجدین۔ قیل معناہ انہ کان ینقل نورہ من ساجد الی ساجد ثم قال ومما یدل علی ان اباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما کانوا مشرکین قولہ علیہ السلام لم ازل انقل من اصلاب الطاهرین الی ارحام الطاهرات وقال تعالیٰ انما المشرکون نجس فوجب ان لا یکون احدٌ من اجدادہ مشرکًا۔ اھ۔

نیز کئی احادیثِ مرفوعہ سے مذکورہ صدر دعوے کی تائید مستنبط کی جاسکتی ہے۔ مثلاً:۔

اخرج البیهقی فی دلائل النبوۃ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما افترق الناس فرقتین الّا جعلنی اللہ فی خیرهما فاُخرجتُ من بین ابوی فلم یصبنی شئ من عهد الجاهلیّۃ وخرجتُ من نکاح ولم اَخرُج من سفاح من لدن آدم حتی انتهیتُ الی ابی وامّی فانا خیرُکم نفسًا وخیرکم ابًا۔

واخرج ابونعیم فی دلائل النبوۃ من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیّبۃ الی الارحام الطاهرۃ مصفّیً مهذّبًا لا تنشعبُ شعبتان الّا کنتُ فی خیرهما خامسًا۔ آزر و تارح کی وفات کے بعد ابراہیم علیہ السلام اپنے والدین کے لیے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں جب کہ کافر کے لیے بعد الموت ایسی دعا حرام ہے۔

معلوم ہوا کہ آزر عمِ ابراہیم علیہ السلام ہے اور آپ کے والد کا نام تارح تھا نہ کہ آزر۔ اور نیز ثابت ہوا کہ آپ کے والد مؤمن تھے اور ان کی موت ایمان پر ہوئی تھی۔

قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ کو مکہ مکرمہ میں چھوڑنے کے بعد یہ دعا کی ربنا انی اسکنتُ من ذریّتی بواد غیر ذی زرع الی قولہ ربنا اغفر لی ولوالدیّ وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ فاستغفر لوالدیہ وذلک بعد هلاک عمہ بمدّۃ فنستنبط من هذا ان المذکور فی القرآن بالکفر والتبرّی من الاستغفار لہ هو عمّہ لا ابوہ الحقیقی فللہ الحمد علی ما وفّقنا لہ۔

روی ابن سعد فی الطبقات عن الکلبی قال هاجر ابراهیم من بابل الی الشام وهو یومئذ ابن سبع وثلاثین سنۃً فاتی حرّان فاقام بها زمانًا ثم اتی الی الاردن فاقام بها زمانًا ثم خرج الی مصر فاقام بها زمانًا ثم رجع الی الشام فنزل السبع بین ایلیاء وفلسطین ثم ان بعض اهل البلد اذوہ فتحوّل من عندهم فنزل منزلًا بین الرملۃ وایلیاء وروی ابن سعد عن الواقدی قال وُلد لابراهیم اسماعیل وهو ابن تسعین سنۃ۔ فعُرف من هذین الاثرین ان

بين هجرته من بابل عقيب واقعة النار وبين الدعوة التي دعا بها بمكة بضعاً وخمسين سنة۔

سوال۔ جب آزر والدِ ابراہیم علیہ السلام نہ تھا تو قرآن شریف میں اس پر آب کا اطلاق کیوں ہوا؟

جواب۔ عمّ پر لغتِ عرب وعرفِ شرع میں آب کا اطلاق رائج وشائع ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ام کنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدي قالوا نعبد الهك واله ابائك ابراهيم واسمٰعيل واسحٰق۔ فاطلق علىٰ اسمٰعيل لفظ الاب وهو عم يعقوب كما اطلق علىٰ ابراهيم وهو جدّه۔ واخرج عن ابي العالية في قوله تعالىٰ واله ابائك ابراهيم واسمٰعيل قال سمى العم ابا۔

بلال رضی اللہ عنہ۔ زين للذين كفروا الحيوة الدنيا ويسخرون من الذين امنوا۔ کے بیان میں مذکور ہیں۔

هو بلال بن رباح الحبشي المؤذن، رضي الله عنه۔ آپ کی والدہ کا نام حمامہ ہے۔

کنیت میں کئی اقوال ہیں۔ عند البعض ابو عبد اللہ وعند البعض ابو عبد الکریم وعند البعض ابو عبد الرحمٰن ہے۔

بلالؓ قدیم الاسلام والہجرۃ ہیں۔ بدر واحد وخندق وغیرہ تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام کے خادم وخازن تھے۔ کما روی ابو نعیم۔ آپ امیۃ بن خلف کے غلام تھے۔ اصابہ میں ہے فكان اميّة يخرجه اذا حميت الظهيرة فيطرحه على ظهره في بطحاء مكة ثم يأمر بالصخرة العظيمة على صدره ثم يقول لا يزال على ذلك حتى يموت او يكفر بمحمد فيقول وهو في ذلك احدٌ احدٌ فمرّ به ابو بكر الصديق فاشتراه منه بعبد له اسود جلدٍ اھ قدرت کے کرشمے عجیب ہیں اسی امیہ بن خلف کو جنگِ بدر میں بلالؓ نے قتل کروایا۔

بلال رضی اللہ عنہ کی پیدائش مکہ میں ہوئی۔ قال النووي في تهذيب الاسماء وكان بلالٌ ممن اسلم اوّل النبوة ومن اوّل من اظهر اسلامه اشتراه ابو بكر بخمس اواق وقيل بسبع وقيل بتسع واعتقه لله عزوجلّ اھ سفر وحضر میں مؤذن رہے۔ اسلام میں اوّل اذان دینے والے حضرت بلالؓ ہیں۔ بقول بعض مؤرخین نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد بلالؓ نے اذان دینے سے انکار کرتے ہوئے ملکِ شام جاکر غزوات میں شمولیت کو ترجیح دی۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ ہی مؤذن تھے۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جہاد پر چلے گئے اور شام میں رہائش اختیار کی۔ فتح بیت المقدس کے وقت ایک بار حضرت عمرؓ کے حکم سے اذان دی تو کہرام مچ گیا تمام صحابہؓ اتنا روئے کہ اس سے قبل اتنی کثرت سے رونے والوں کو نہیں دیکھا گیا۔

موضع وفات میں اختلاف ہے۔ عند البعض ملک شام کے شہر حلب میں اور عند البعض دمشق میں مدفون ہیں۔ سنہ وفات ۲۰ھ یا ۲۱ھ یا ۱۸ھ ہے۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ۶۴ یا ۶۳ سال اور بقولِ

بعض ۷۰ سال تھی۔ بلال رضی اللہ عنہ کی نسل آگے نہیں چلی۔ بقول امام نوویؒ وغیرہ آپ بے اولاد تھے۔

سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۹۷ میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو بہت اذیتیں پہنچائی گئیں۔ ان کی گردن میں رسّی ڈال کر بچوں کے حوالے کر دیا جاتا پھر بچے مکہ مکرمہ کی گلیوں اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں انہیں کھینچے لیے پھرتے تھے اور مارتے بھی رہتے بلال رضی اللہ عنہ اَحَد اَحَد کے نعرے لگاتے تھے۔ اَیِ اللّٰہُ اَحَدٌ اَوْ یَا اَحَدُ اشارۃً الیٰ نفی الاشراک وقال ابن اسحٰق ویُعَطِّشُہ یومًا ولیلۃً۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ عبداللہ ابن جدعان کے مملوک تھے۔ ممکن ہے پہلے ابن جدعان کے مملوک ہوں پھر اس نے امیہ کو دے دیا ہو۔ ایک دن حسب معمول بلالؓ عذاب میں مبتلا اَحد اَحد پکار رہے تھے کہ ورقہ بن نوفل وہاں پر گزرے تو ورقہ نے کہا نَعَمْ اَحَدٌ اَحَدٌ واللّٰہ یا بلال ثم اتیٰ الیٰ امیّۃ وقال واللّٰہ لان قتلتموہ علیٰ ھذا لاتخذنہ حنانًا ای لاتخذنّ قبرہ منسکًا ومسترحًا ادعوعندہ۔ کذا فی الحلبیۃ۔

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ نے امیہ سے کہا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ کب تک اسے عذاب دے گا۔ امیہ نے کہا آپ ہی نے تو اسے خراب کیا ہے۔ یعنی اسلام کی ترغیب دے کر اب آپ ہی اسے چھڑا لیں۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس اس سے زیادہ قوی غلام ہے وہ کافر ہے اُسے اس کے بدلے میں لیلے۔ امیہ نے منظور کر لیا اور اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلالؓ کو آزاد کر دیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلالؓ کے بدلے میں اپنا غلام قسطاس دیا تھا جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی۔ اس کے علاوہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کئی اور مظلوموں کو جنھیں عذاب دیا جا رہا تھا خرید کر آزاد کر دیا مثلاً حمامہ امّ بلالؓ۔ عامر بن فہیرہ۔ ابو فُکیہہ و زِنّیرہ اور زنیرہ کی بیٹی اور امّ عُنَیس و نہدیہ اور نہدیہ کی بیٹی و لطیفہ واخت عامر بن فہیرہ یا والدۂ عامر۔ رضی اللہ عنہم۔

وعن زید بن ارقم قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم المرء بلال وھو سیّد المؤذنین۔ وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بلال مُتْ فقیرًا ولا تمت غنیًّا قال بلال فقلتُ فکیف لی بذلک یا رسول اللّٰہ قال ما رُزِقتَ فلا تخبأ وما سُئلتَ فلا تمنع فقلتُ یا رسول اللّٰہ کیف لی بذلک قال ھو ذلک او النار۔ کذا فی حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۰

وقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعتُ فی الجنۃ خشخشۃً امامی فقلتُ من ھذا قالوا بلال فاخبرہ وقال بم سبقتنی الی الجنۃ قال یا رسول اللّٰہ ما احدثتُ الا توضّأتُ ولا توضّأتُ الا رأیتُ ان للّٰہ تعالیٰ علیّ رکعتین فاُصلّیھما۔ رواہ ابو حیان عن ابی زرعۃ۔

وعن سعید بن المسیّب قال لما کانت خلافۃُ ابی بکر رضی اللہ عنہ تجھّز بلال لیخرج الی الشام فقال ابوبکر لہ

ماكنتُ اراك يا بلال تدعُنا على هذا الحال لو اقمت معنا فأعتقنا قال ان كنت انما اعتقتني لله تعالى فدعني اذهب اليه وان كنت انما اعتقتني لنفسك فاحبسني عندك فاذن له فخرج الى الشام فمات بها۔

بشیر بن النعمان رضی اللہ عنہ۔ تفسیر آیت ولا تجعلوا اللہ عُرضۃ لایمانکم ان تبرّوا وتتقوا الآیۃ میں مذکور ہیں۔ بشیر بروزن کریم ہے۔ آپ صحابی ہیں۔ اصابہ میں ہے بشیر بن النعمان بن عبید ویقال له مقرن بن اوس بن مالك الانصاری الاوسی۔ قال ابن القداح قُتِل یوم الحرّۃ (ای فی خلافۃ یزید ابن معاویۃ رضی اللہ عنہ) وقتل ابوہ یوم الیمامۃ۔ انتھی۔ بشیر رضی اللہ عنہ بیضاوی کے کلام کے پیشِ نظر عبداللہ بن رواحہؓ کے بھنوئی ہیں۔ لیکن اصابہ میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔ اور تمام صحابہ میں صرف یہی ایک شخص بشیر بن نعمان نام کے ہیں رضی اللہ عنہ۔

بخت نصر۔ اوکالذی مرّ علی قریۃٍ وھی خاویۃٌ علی عروشھا کے بیان میں مذکور ہے۔

بخت نصر بابل (عراق) کا بادشاہ تھا۔ اس کے باپ کا نام نابوبولصر تھا۔ بخت نصر کی وفات ۶۰۷ ق م میں ہوئی۔ بخت نصر نے بابل سے نکل کر بلادِ موصل پر قبضہ کیا۔ بنو اسرائیل سے سوریا (ملک شام) چھین لیا۔ اہلِ فلسطین کے حاکم نے اطاعت و جزیہ ادا کرنا قبول کیا۔ پہلے فلسطین کا بادشاہ مصر کو خراج ادا کرتا تھا۔ بادشاہِ مصر کا نام نخوس تھا۔ بادشاہ فلسطین کا نام یہویاقیم تھا۔ کچھ مدت کے بعد اس نے بغاوت کر دی تو بخت نصر نے اسے گرفتار کر لیا اور احبارِ یہود کی ایک جماعت کے ساتھ بابل لے گیا۔ کہتے ہیں ان میں دانیال نبی علیہ السلام بھی تھے۔ بعدہٗ فلسطین کے حاکم یخنیو بن یہویاقیم نے قوت حاصل کی اور یہود کا بادشاہ بن گیا۔ بخت نصر نے حملہ کر کے اسے بھی گرفتار کر لیا اور اس جگہ پر یخنیو کا چچا صدقیا مقرر کیا۔ کچھ مدت کے بعد بادشاہ مصر کی مدد سے صدقیا نے استقلال حاصل کیا۔ بخت نصر اس مرتبہ آگ بگولہ بن کر حملہ آور ہوا۔ بے شمار لوگوں اور بنی اسرائیل کو صدقیا سمیت قتل کیا۔ شہر بیت المقدس کے لوٹنے کی عام اجازت دے دی اور اس میں موجود سب کچھ جلا ڈالا۔ اور قیامت خیز تباہی مچادی۔ یہ ۵۸۸ ق م کا واقعہ ہے۔

چنانچہ یہود خوف سے متفرق ہوئے۔ بعض مصر بھاگ گئے۔ بخت نصر نے بادشاہ نیخاؤس فرعونِ مصر سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اس نے انکار کر دیا جس کے نتیجہ میں بڑی جنگ ہوئی اور فرعونِ مصر نے بخت نصر کو شکست دے دی۔ بخت نصر نے وہاں سے واپس آتے ہوئے صور کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر کے اس کے باشندوں کا قتلِ عام کیا۔ بہت سارے اموال و قیدی عورتوں کو ساتھ لے گیا۔ بابل پہنچ کر بڑا جابر و سرکش بنا۔ بداخلاقی شروع کی اور لوگوں کو اپنے سامنے بلکہ اپنی تصویر و تمثال کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

مگر کچھ مدت کے بعد مجنون اور پاگل ہو کر امورِ مملکت سے برطرف ہوا۔ اس کی بیوی نیتوکریس نے امور

مملکت اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ پھر اسے شفا حاصل ہوگئی تو دوبارہ امور مملکت سنبھال لیے۔ اور ایک سال بعد ۵۵۱ ق م میں مرگیا۔

بعض کتب میں ہے کہ جب بعض لوگوں کی شرارت حد سے متجاوز ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ارمیاء و برخیا علیہما السلام کو یہ وحی بھیجی کہ عدنان کو بچاتے ہوئے اپنے علاقہ میں لے جائے اور بختنصر کو دونوں حکم دو کہ وہ عدنان کے سوا عرب کو قتل کردے اور بخت نصر کو یہ بھی بتادیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان پر مسلط کیا ہے۔ چنانچہ بخت نصر نے بہت سے قبائل عرب تباہ کرڈالے اور بڑا مال غنیمت حاصل کیا۔ بہت سی قیدی عورتوں اور مال غنیمت کے ساتھ واپس بابل آیا۔ اس تباہی کے بعد بلادِ عرب بخت نصر کی موت تک غیر آباد اور ویران رہے۔ کذا فی دائرۃ المعارف۔

وفی تقویم التواریخ وتاریخ بیت المقدس للناصر مجیر الدین عبد الرحمٰن الحنبلی ان ابتداء ملک بخت نصر ۴۸۳۱ھ من ھبوط آدم علیہ السلام وان بخت نصر کان امیرًا للھراسپ الفارسی الذی فوّض الیہ السلطنۃ کیخسرو وقیل ابتداء ملکہ ۴۸۴۷ھ من الھبوط وتخریب بیت المقدس علی یدہ سنۃ سبع وستین وثمان مائۃ واربعۃ الاف ۴۸۶۷ھ من الھبوط وقال ابو الفداء صاحب حماۃ ان انقضاء ملوک بنی اسرائیل وخراب بیت المقدس علی ید بخت نصر سنۃ عشرین من ولایتہ تقریبًا وھی السنۃ التاسعۃ والتسعون وتسعمائۃ لوفاۃ موسیٰ واستمر بیت المقدس خرابا سبعین سنۃ۔ کذا فی لقطۃ العجلان ص ۳۷۔

وقال المفتی السید احمد زینی دحلانؒ فی السیرۃ ج ۱ ص ۱ وجاء ان اللہ تعالیٰ لما سلّط بخت نصر علی العرب امر اللہ تعالیٰ ارمیاء علیہ الصلاۃ والسلام ان یحمل معہ معدّ بن عدنان علی البراق کی لا تصیبہ النقمۃ وقال فانی سأخرج من صلبہ نبیًّا کریمًا اختم بہ الرسل ففعل ارمیاء ذلک۔

بخت نصر چونکہ بہت قدیم زمانے میں گزرا ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں بعض عجیب قصے کتب اسرائیلیہ میں موجود ہیں۔

چنانچہ بعض کتابوں میں ہے کہ بخت نصر کو اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے لیے مسخ کرکے پہلے شیر بنادیا پھر بیل بنایا پھر گدھ بنایا اور اس کے بعد پھر دوبارہ اس کو صورت انسانیہ عطا کی۔

قال فی الحلیۃ فی ترجمۃ وھب بن منبّہ وغیرھا عن وھب ابن منبّہ قال ان بخت نصر مُسِخَ اَسَدًا فکان مَلِکَ السباع ثم مُسِخَ نَسْرًا فکان مَلِکَ الطیر ثم مسخ ثورًا فکان مَلِکَ الدوابّ وکان مَسخہ سبع سنین و قلبہ فی ذلک کلّہ قلب انسان

وهو فی ذلك كله يعقل عقل الانسان وكان ملكه قائماً ثم ردّه الله تعالىٰ الى بشريته وردّ عليه روحه فدعا الى توحيد الله تعالىٰ وقال كل اله باطلٌ الّا الله اله السماء فقيل لوهب امات مسلمًا فقال وجدتُ اهلَ الكتاب قد اختلفوا فيه فقال بعضهم أمن قبل ان يموتَ وقال بعضهم قتل الانبياءَ وخرّب بيتَ الله المقدس واحرق كتبه فغضب الله عليه فلم يقبل منه التوبةَ۔ انتهىٰ۔

قال السدی ان بخت نصر لما رجع الى صورته وردّ الله عليه ملكه كان دانيال واصحابه من اكرم الناس عليه فحسدتهم المجوس وقالوا لبخت نصر ان دانيال اذا شرب لم يملك نفسه ان يبول وكان ذلك فيهم عارًا فجعل لهم طعامًا فاكلوا وشربوا وقال للبوّاب انظر اوّل من يخرج للبول فاضربه بالطبر فان قال انا بخت نصر فقل كذبتَ بخت نصر امرني بقتلك فكان اوّل من قام للبول بخت نصر فلمّا راٰه البوّابُ شدّ عليه فقال انا بخت نصر فقال البوّاب كذبتَ، بخت نصر امرني بقتلك ثم ضربه فقتله۔

علّامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ هو الامام العلّامة عبد الله بن عمر بن محمد بن علی الشیرازی البیضاویؒ۔ کنیت ابو الخیر تھی۔ اور لقب ناصر الدین تھا۔ ملک شیراز میں بیضاء کے رہنے والے تھے۔ بیضاء ایک قریہ ہے۔ یہ جامع الفنون، صاحبِ علومِ کثیرہ، محقق و مدقق و اصولی و متکلّم و مفسّر و ادیب و منطقی و فلسفی تھے۔ مذہبًا شافعی تھے۔ ملک شیراز کے اندر قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے۔

تاج الدین سبکیؒ طبقاتِ کبریٰ میں لکھتے ہیں کان اماماً مبرزاً نظّاراً صالحاً متعبّداً زاهداً ولی قضاءَ القضاۃ بشیراز ودخل تبریز وناظر بها۔ کسی بنا پر وہ عہدۂ قضاء سے معزول کر دیے گئے۔ معزول ہونے کے بعد شہر تبریز میں داخل ہوئے۔ جب وہ شہر تبریز میں پہنچے تو اتفاقاً وہاں پر ایک علمی مجلس میں شریک ہوئے جس میں وزیر بھی موجود تھا۔ وزیر نے وہ مجلس بعض علماء میں مناظرہ کرانے اور علمی گفتگو کرانے کے لیے منعقد کی تھی۔ بیضاویؒ وہاں جاکر لوگوں کے پیچھے بیٹھ گئے۔ اثنائے درس میں مدرّس نے ایک

قوی اشکال ذکر کیا۔ اُس کا خیال تھا کہ حاضرین میں سے کوئی اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ مدرّس نے حاضرین سے یہ مطالبہ کیا کہ اس اشکال کی توضیح کر کے جواب دیا جائے۔ اور اگر جواب نہ بن سکے تو کم از کم اس سوال کی توضیح پیش کی جائے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو مذکورہ اشکال کا اعادہ ہی کر دیا جائے۔

چنانچہ بیضاویؒ نے مجلس کے آخر میں سے جواب دینا شروع کر دیا۔ مدرس نے کہا کہ میں آپ سے اس وقت تک کچھ نہیں سُن سکتا جب تک اس اشکال کا آپ اعادہ نہ کر دیں۔ تاکہ مجھے پتہ چلے کہ آپ یہ اعتراض سمجھ گئے ہیں یا نہیں۔ اس پر قاضی بیضاویؒ نے کہا کہ اشکال کا اعادہ بالفاظہ کروں یا اس کا صرف معنی و خلاصہ ذکر کر دوں۔ وہ مدرس حیران ہو گیا اور کہا کہ بالفاظہ اعادہ کر دو۔ قاضی بیضاوی نے بلفظہ اس سارے اشکال کا اعادہ کر دیا اور پھر اس کی توضیح اور جواب دیتے ہوئے بتلایا کہ تمہارے اشکال کی ترتیب میں بڑا خلل ہے۔ اور پھر وہ خلل بتایا۔

پھر اس کے مقابلہ میں اپنی طرف سے ایک اعتراض ذکر کر کے مدرس سے اس کے جواب کا مطالبہ کیا۔ مگر مدرس اس کا جواب نہ دے سکا۔ وزیر نے یہ منظر دیکھ کر بیضاویؒ کو اپنے قریب بٹھایا اور ان کے کمال و جامعیت کا معترف ہوا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ بیضاویؒ نے بتایا کہ میں بیضار کا رہنے والا ہوں اور میں شیراز میں عہدۂ قضا کا طالب ہوں۔ بعض کتابوں میں ہے کہ بیضاویؒ نے وزیر سے کہا کہ مجھے عہدۂ قضا سے معطل کر دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے اپنا سابقہ عہدہ مل جائے۔ وزیر نے فوراً ان کو عہدۂ قضا پر بحال کر دیا۔ اور بہت سے انعام و اکرام کے ساتھ ان کو رخصت کیا۔

بعض کتبِ تاریخ میں یوں درج ہے کہ قاضی بیضاوی اس وزیر ہی کے پاس رہ گئے اور قضا کا مطالبہ نہ کر سکے۔ مگر دلی تمنا تھی کہ میں قاضی القضاۃ بنوں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر اس زمانہ کے ایک مشہور بزرگ شیخ محمد بن محمد کتجانی سے سفارش کروائی۔ شیخ مذکور نے وزیر کے پاس آ کر عجیب پیرایہ میں سفارش کی اور کہا کہ اے وزیر بیضاوی بڑا عالم، فاضل، محقق ہے وہ تمہارے ساتھ شریکِ جہنم ہونا چاہتا ہے یعنی قاضی بننے کی خواہش ہے۔ بزرگ کی اس بات سے قاضی صاحب بہت متاثر ہوئے اور مناصبِ دنیوی کا خیال دل سے نکال کر ساری عمر شیخ مذکور کی خدمت میں مصروف رہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے یہ تفسیر بھی ان کے اشارے پر لکھی۔ اور وفات کے بعد شیخ ہی کے پاس مدفون ہوئے۔ سنِ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ قولِ اول۔ ۶۸۵ھ میں تبریز میں وفات ہوئی۔

سُبکی لکھتے ہیں کہ ۶۹۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ لیکن شیخ خفاجی نے قول ثالث کو ترجیح دی ہے۔ وہ یہ کہ ان کی وفات جمادی الاولیٰ ۷۱۹ھ میں ہوئی ہے۔ وھذہ عبارتہ والذی اعتمدہ وصححہ المؤرخون فی التواریخ الفارسیۃ انہ تُوُفّی فی شھر جمادی الاولی سنۃ تسع عشرۃ وسبع مائۃ تقریبًا واللہ یشھد مافی اخر تاریخہ نظام التواریخ وھو المعتمد انتھی۔ یہ تین قول ہوئے تاریخ وفات میں۔ بعض شراح نے اس اختلاف کے پیش نظر کہا ہے کہ اس سلسلہ میں سکوت اولیٰ ہے تاکہ ہم کذب و خطا سے بچ جائیں۔

قاضی بیضاویؒ کی اس تفسیر کے علاوہ متعدد تصنیفات ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔ (۱) الطوالع (۲) المصباح (۳) الایضاح۔ یہ اصول دین میں ہیں۔ طوالع علم کلام کی معروف کتاب ہے۔ بہت سے علماء نے اس کی شروح لکھی ہیں۔ (۴) الغایۃ القصویٰ یہ فقہ میں ہے۔ (۵) شرح المصابیح۔ یہ علم حدیث میں ہے۔ (۶) المنہاج۔ یہ اصول فقہ میں ہے۔ (۷) مختصر الکافیۃ۔ (۸) بقول بعض انہوں نے کافیۂ ابن حاجب کی شرح بھی لکھی ہے۔ (۹) منتخب امام رازیؒ کی شرح۔ منتخب اصول فقہ کی کتاب ہے۔ (۱۰) مختصر کشّاف۔ (۱۱) بعض علماء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی بیضاویؒ نے منطق میں مطالع کی شرح بھی لکھی ہے (۱۲) نظام التواریخ۔ یہ دُوَلِ فارسیہ کی تاریخ میں ہے (۱۳) یہ تفسیر جس کا اصل نام ہے انوار التنزیل واسرار التاویل۔ علامہ بیضاویؒ اس تفسیر میں عموماً کشاف کی تقلید کرتے ہیں۔ صاحب کشاف کی طویل عبارت کو مختصر کرکے یا اس کے مطلب کو حسین الفاظ میں ذکر کرکے یا اس کی مختصر عبارت کو واضح عبارت میں ذکر کرکے یا اس کے بعض مطالب کی ترتیب میں قدرے ردّ و بدل کرکے۔

بہرحال علّامہ بیضاویؒ اس تفسیر میں مقلّد ہیں زمخشری کے وانما الفضل للسابق اور ہمیں اس سے خوشی بھی ہوتی ہے کیونکہ زمخشری حنفی ہیں۔ زمخشری کی تفسیر کشاف اپنے موضوع میں بے نظیر ہے۔ اور قیامت تک مفسرین عربیّت و بلاغت کے مباحث میں کشاف کے محتاج و عیال ہونگے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بیضاوی کی اس تفسیر کے ماٰخذ تین ہیں۔ چنانچہ حکمت و علم کلام کے مباحث تفسیر کبیر سے لیے گئے ہیں۔ اور مباحث معانی و بیان و بلاغت کا ماٰخذ تفسیر کشاف ہے۔ اور لطائف و اشتقاق ولغت میں اس کا ماٰخذ امام راغب کی کتاب ہے۔ کذا فی عنایۃ القاضی۔

وبالجملۃ ان ھذا الکتاب رزق من عند اللہ سبحانہ وتعالی حسن القبول عند جمھور الافاضل و الفحول فعکفوا علیہ بالدرس والتحشیۃ فمنھم من علق تعلیقۃ علی سورۃ منہ ومنھم من حشی تحشیۃً

تامّةً ومنهم من کتب علی بعض مواضع منه ولی تالیف مفرد فی ذکر شرحه وحواشیه ذکرت فیه مایزید عددها علی مائة۔ قال الجلال السیوطی رحمه الله فی حاشیته علی هذا التفسیر المسماة بنواهد الابکار وشوارد الافکار مانصّه۔ وان القاضی ناصر الدین البیضاوی لخّص هذا الکتاب فاجاد واتی بکل مستجاد ومازفیه اماکن الاعتزال وطرح موضع الدسائس وازال وحرّر مهمات واستدرک تتمات فظهر کأنه سبیکة نضار واشتهر اشتهار الشمس فی رابعة النهار وعکف العاکفون وهج بذکر محاسنه الواصفون وذاق طعم دقائقه العارفون فاکبّ علیه العلماء تدریسًا ومطالعةً وبادروا الی تلقّیه بالقبول رغبة فیه ومسارعة اهٔ۔

وقال صاحب کشف الظنون فی تفسیر البیضاوی۔ وتفسیره هذا کتاب عظیم الشان غنیّ عن البیان لخص فیه من الکشاف مایتعلق بالاعراب والمعانی والبیان ومن التفسیر الکبیر مایتعلق بالحکمة والکلام ومن تفسیر الراغب مایتعلق بالاشتقاق وغوامض الحقائق ولطائف الاشارات وضم الیه ماوری زناد فکره من الوجوه المعقولة فجلا رین الشکّ عن السریرة وزاد فی العلم بسطةً وبصیرةً کما قال مولانا المنشی ؎

اولو الالباب لم یأتوا ۔۔۔ بکشف قناع مایتلی
ولکن کان للقاضی ۔۔۔ یدٌ بیضاءُ لا تُبلی

ولکونه متبحرًا جال فی میدان فرسان الکلام فاظهر مهارته فی العلوم حسبما یلیق بالمقام هذا والله اعلم وعلمه اکمل۔

ثابت رضی اللہ عنہ۔ ولا یحل لکم ان تأخذوا ممّا اٰتیتموهن شیئًا کی شرح میں مذکور ہیں۔

هو ثابت بن قیس بن شماس الانصاری الخزرجی رضی الله عنه۔

آپ مشہور وعظیم القدر صحابی ہیں۔ خطیب الانصار وخطیب النبی علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت وبلاغت سے خوب نوازا تھا۔ خطابت کے تمام لوازم وخوبیاں آپ میں جمع تھیں۔ نبی علیہ السلام کے پاس مختلف قبائل کے وفود کے آنے پر بطور مقابلہ آپ ان کو برجستہ تقریر کا حکم دیتے تھے۔ ہجرت کے اوائل میں انصار کی طرف سے آپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا نمنعك مما نمنع منه انفسنا واولادنا۔ فما لنا؟ قال الجنة قالوا رضینا۔

آپ کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی۔ آہستہ بولتے وقت بھی باوجود کوشش کے آواز بلند رہتی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی تو آپ پریشان ہو گئے جس کا قصہ طویل احادیث میں

مذکور ہے۔ اس وقت نبی علیہ السلام نے ثابتؓ کو جنت کی بشارت دی اور فرمایا کہ تم جنتی ہو۔
مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں جنگِ یمامہ میں آپ بھی موجود تھے۔ یہ جنگ بڑی سخت تھی۔ مسیلمہ کذاب کی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی شکست کا خطرہ ہوا انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے لما انکشف الناس یوم الیمامۃ قلت لثابت بن قیس الا تری یا عم ووجدتہ یتحنط فقال ما ھکذا کنا نقاتل مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئس ما عودتم اقرانکم اللھم انی ابرأ الیک مما جاء بہ ھؤلاء ومما صنع ھؤلاء ثم قاتل حتی قتل وکان علیہ درع نفیسۃ فمر بہ رجل مسلم فاخذھا فبینما رجل من المسلمین نائم اتاہ ثابتؓ فی منامہ فقال انی اوصیک بوصیۃٍ فایاک ان تقول ھذا حلم فتضیعہ انی لما قتلت اخذ درعی فلان ومنزلہ فی اقصی الناس وعند خبائہ فرسٌ تستنّ وقد کفأ علی الدرع برمۃ وفوقھا رحل فائت خالدًا فمرہ فلیأخذھا ولیقل لابی بکر ان علیّ من الدین کذا وکذا وفلان عتیقٌ فاستیقظ الرجل فأتی خالدًا فاخبرہ فبعث الی الدرع فأتی بھا وحدث ابا بکر برؤیاہ فاجاز وصیتہ۔ رواہ البغوی وغیرہ۔
جنگِ یمامہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوئی تھی۔
استیعاب میں اس قصہ کے بعد لکھا ہے وانفذت وصیتہ من بعد موتہ ولا یعلم احدٌ انفذت لہ وصیۃ سواہ۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا یا ثابت ترضی ان تعیش حمیدًا وتقتل شھیدًا وتدخل الجنۃ۔

ثعلب النحوی رحمہ اللہ۔ آیت ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو احمد بن یحیی بن یسار ابو العباس المعروف بثعلب النحوی اللغوی امام الکوفیین فی النحو واللغۃ رحمہ اللہ۔ تاریخ ولادت ۲۰۰ھ ہے۔ اور تاریخ وفات ۷ جمادی الاولی ۲۹۱ھ ہے۔ خلافت مکتفی بن المعتضد میں ثعلب کا انتقال ہوا۔ امام ثعلب نے گیارہ خلفاء کو دیکھا تھا اور ان کی حکومت کا زمانہ پایا۔ اول مامون اور آخر مکتفی ہے۔ اخیر عمر میں بہرے ہوگئے تھے۔ علی بن سلیمان اخفش ومحمد بن العباس یزیدی وابن الانباری رحمہم اللہ وغیرہ نے ثعلب سے سماع علوم کیا ہے۔ کان ثعلب یقول سمعت من القواریری مائۃ الف حدیث۔ اولاً ثعلب نحو کی طرف متوجہ ہوئے۔ کتب قراءۃ یاد کرنے کے بعد شعر ومعانی وغریب ولغت کی طرف توجہ کی۔
امام ثعلبؒ فرماتے ہیں قال لی محمد بن عیسی بحضرۃ الامیر محمد بن عبد اللہ بن طاھر نحن نقدمک لتقدمۃ الامیر فقلت لہ یا شیخ انی لم اتعلم العلم لتقدمنی الامراء وانما تعلمتہ لتقدمنی العلماء۔ مبرد وثعلب معاصر تھے۔ دونوں نحوی لغوی تھے۔ دونوں میں سخت منافرت ومخالفت تھی۔ قال ابو العباس

ثعلب بعث الى عبد الله ابن اخت ابى الوزير رقعة فيها خط المبرد - ضربته بلا سيف - قال ايجوز هذا ؟ فوجهت اليه لا والله ما سمعت بهذا قال ثعلب هذا خطأ البتة لان الا التبرئة لا يقع عليها خافض ولا غيره لانها اداة وما تقع اداة على اداة - كذا فى معجم الادباء لياقوت ج ٥ ص ١١٤ .

قال احمد بن فارس كان ثعلب لا يتكلف الاعراب فى كلامه كان يدخل المجلس فنقوم له فيقول اقعدوا اقعدوا بفتح الالف . قال ابن كامل القاضى انشدنى ابن العلاف لما مات المبرد ؎

ذهب المبرد وانقضت ايامه ... وليلحقن مع المبرد ثعلب
بيت من الآداب اصبح نصفه ... خربا وباقى بيتها فسيخرب
فابكوا لما سلب الزمان ووطنوا ... للدهر انفسكم على ما يسلب
ذهب المبرد حيث لا ترجونه ... ابدا ومن ترجونه فمغيب
فتزودوا من ثعلب فبكاس ما ... شرب المبرد عن قليل يشرب
واستحلبوا الفاظه فكأنكم ... بسريره وعليه جمع ينحب
وارى لكم ان تكتبوا انفاسه ... ان كانت الانفاس مما يكتب
فليلحقن بمن مضى متخلف ... من بعده وليذهبن وندهب

قال ابو الطيب كان ثعلب ثقة متقنا يستغنى بشهرته عن نعته وكان حجة دينا ورعا مشهورا بالحفظ والصدق واكثار الرواية وحسن الدراية كان ابن الاعرابى اذا شك فى شئ يقول له أعندك يا ابا العباس فى هذا ؟ ثقة بغزارة حفظه وكان المبرد اعلم بكتاب سيبويه من ثعلب لانه قرأه على العلماء بخلاف ثعلب .

وكان ابو على احمد بن جعفر النحوى المعروف بالدينورى ختن ثعلب اى زوج بنته فكان ابو على يخرج من منزله وثعلب جالس على باب داره مع اصحابه فيتخطى ابو على اصحابه ويمضى ومعه دفتره ومحبرته فيقرأ على المبرد كتاب سيبويه فيعاتبه ثعلب على ذلك ويقول له اذا راك الناس واصحابى الى هذا الرجل اى المبرد تقرأ عليه يقولون ماذا ؟ ولم يكن ابو على يلتفت الى قوله فقيل لابى على كيف صار المبرد اعلم بكتاب سيبويه من ثعلب ؟ قال لان المبرد قرأه على العلماء وثعلب قرأه على نفسه اى ليس له فيه استاذ - قيل وكان ثعلب ضيق النفقة مقترا على نفسه .

قال ثعلب يوما الهرم علة قائمة بنفسها فاذا كان معه علة فذاك امر عظيم وانشد ؎

ارى بصرى فى كل يوم وليلة ... يكلّ وخطوى عن مداهنّ يقصر
ومن يصحب الايام تسعين حجّة ... يغيّرنه والدهر لا يتغيّر
لعمرى لئن اصبحتُ امشى مقيّدا ... لما كنتُ امشى مطلقا قبلُ اكثر

وحدّث الخطيب قال قال ثعلب كنت أحبّ ان ارى الامام احمد بن حنبل رحمه الله فلما دخلت عليه قال لى فيم تنظر؟ قلت فى النحو والعربية فانشدنى الامام احمد رحمه الله تعالى وهو لبعض بنى اسد

اذا ما خلوت الدهر يوما فلا تقل ... خلوتُ ولكن قل علىّ رقيب
ولا تحسبنّ الله يغفل ساعة ... ولا أنّ ما تخفى عليه يغيب
لهونا عن الآثام حين تتابعت ... ذنوبٌ على آثارهنّ ذنوب
فيا ليت انّ الله يغفر ما مضى ... فيأذن فى توبا تنا فنتوب

قال ابو محمد الزهرى كان لثعلب عزاء ببعض اهله فتأخّرتُ عنه لانه خفى علىّ ثم قصدته معتذرا فقال لى يا ابا محمد مابك حاجة الى تكلّف عذر فان الصديق لا يُحاسَب والعدوّ لا يُحتسبُ له اى لا يهتم له وليس بحسبان.

امام ابو العباس ثعلب نحاۃ کوفہ کے امام ہیں۔ تاہم نحو اہل بصرہ کے بھی ماہر تھے۔ قال الشیخ التاریخی حدّثنی ابو الحصین البجلی قال تقول اهل الكوفة لنا ثلاثة فقهاء فى نسق لم ير الناس مثلهم ابو حنيفة وابو يوسف ومحمد بن الحسن ولنا ثلاثة نحويّين كذلك وهم ابو الحسن على بن حمزة الكسائى وابو زكريا الفرّاء وابو العباس ثعلب انتهى۔ قال ابو عمر كنتُ فى مجلس ابى العباس ثعلب فضجر فقال له شيخ من الظاهريّة لو علمتَ مالكَ من الاجر فى إفادة الناس لصبرتَ على أذاهم فقال لولا ذلك ما تعذّبتُ۔

وحدّث الخطيب قال كان بين المبرّد وثعلب منافرات كثيرة والناس مختلفون فى تفضيل كل واحد منهما على صاحبه قال وجاء رجل الى ثعلب فقال ان المبرد هجاك بقوله فانشده ؎

أُقسِم بالمبتسَم العذب ... ومُشتكى الصَّبِّ الى الصَبّ
لو أخذ النحوَ عن الرّبِّ ... ما زاده إلّا عمَى القلب

فقال ثعلب ؎

يَشتُمنى عبدُ بنى مَسمَع ... فصُنتُ عنه النفسَ والعِرضا
ولم أُجِبه لاحتقارى له ... مَن ذا يَعَضّ الكلبَ إن عَضّا

وعن بعض العلماء قال كنت يومًا في مجلس ثعلبٍ فقال له رجل يا سيّدي ما البَجَدة؟ قال لا أعرفها في كلام العرب فقال الرجل فانّي وجدتها في شعر ابن المعذّل حيث يقول ـ

أعاذِلتي أقصِري أبِع جِدّتي بالمِتَن

الجدّة العظمة فاغتاظ ثعلب غيظا عظيما وقال يا قوم أجيدوا أُذنيه عَركًا او يحلف انه لا يرجع يحضر حلقتي ففعلنا. وقال ابو محمد الزهري جئته يوما أُشاوِره في الانتقال من محلّة الى محلّة لتأذِّي بالجيران فقال يا ابا محمد العرب تقول صبرك على اذى من تعرف خير من استحداث ما لا تعرف. قال الصولي كنّا عند ثعلب فقال رجل المسجَد بفتح الجيم هذا المعرُف فما المصدر؟ قال السجود قال فعرّفني ما لا يجوز من ذا؟ قال ثعلب لا يقال مسجَد بفتح الجيم وضحك وقال هذا يطول ان وصفنا ما لا يجوز وانما يوصف الجائز ليدل على ان غيره لا يجوز.

ونظير هذه القصّة ان ماسَوَيه الطبيب الشهير وَصَف لانسان دواءً ثم قال له كُلِ الفَرُّوج وشيئًا من الفواكه قال ذلك الانسان اريد ان تخبرني بالذي لا أكل فقال ماسويه لا تأكلني ولا حماري ولا غلامي واجمع كثيرًا من القراطيس ويكِرّ الىّ فان هذا يكثر ان وصفتُه لك.

قال ثعلب دخلتُ على الامير محمد بن عبد الله بن طاهر فاذا عنده المبرّد واصحابه فلما قعدتُ قال محمد بن عبد الله ما تقول في قول امرئ القيس ـ

لها مَتْنَتان خظاتا كما اكَبَّ على ساعِدَيه النَّمِر

نقلت خظاتا صيغة ماضٍ مثنى المؤنث يقال لحم خظا يخظا اذا كان صلبًا مكتنزًا ووصف فرسًا وقوله على ساعديه النمر اى في صلابة ساعد النمر اذا اعتمد على يديه والمتن الطريقة الممتدّة من عين يمين الصُلب وشماله واصل خظاتا خَظَتا فلما تحرّكت التاء عاد الالف من اجل الحركة والفتحة.

قال فاقبل بوجهه على المبرد فقال له المبرد انما اراد خظاتا بالاضافة الى ما قال نقلتُ ما قال هذا احد قال المبرد بلى سيبويه يقوله فقلت لمحمد بن عبد الله لا والله ما قال سيبويه وهذا كتابه فليحضر ثم اقبلت على محمد بن عبد الله وقلت ما حاجتنا الى كتاب سيبويه؟ ايقال مررت بالزيدين طريفي عمرٍو فيضاف نعت الشئ الى غيره فقال محمد لصحة طبعه لا والله ما يقال هذا ونظر الى المبرد فامسك ولم يقل شيئا وقمت ونهض المجلس.

قلت ثعلب علی جلالة مقامه اخطأ هنا فی موضعین والحق مع المبرّد فی هذا المجلس۔

الاوّل۔ ان الالف المحذوفة فی مثنی المؤنث الغائب لا تعود قطّ یقال فی مؤنث دعا ورمی دعت دعتا ورمت رمتا ولا یصح دعاتا و رماتا فکیف اعیدت الالف فی خطاتا و الصواب خطتا مثل دعتا۔

والثانی لا ادری لم لا یجوز اضافة نعت الشئ الی غیرہ وما اظنّ احدًا ینکر قول القائل رأیت الفرسین مرکوبی زید ولا الغلامین عبدی عمرو ولا الرجلین حبیبی عمرو ورفیقی زید ومثله مررت بالزیدین طریفی عمرو۔

وقال ابن مجاهد کنت عند ثعلب فقال لی یا ابابکر اشتغل اصحاب القرآن بالقرآن ففازوا واشتغل اهل الفقه بالفقه ففازوا واشتغل اصحاب الحدیث بالحدیث ففازوا و اشتغلت انا بزید وعمرو فلیت شعری ما یکون حالی فی الآخرة ؟ فانصرفت من عنده فرأیتُ تلك اللیلة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال لی اقرئ ابا العباس (وهو ثعلب) منّی السلام وقل له انك صاحب العلم المستطیل۔ قال الرّوذباری اراد ان الکلام به یکمل والخطاب به یجمل وقال مرة اراد ان جمیع العلوم مفتقرة الیه۔

جریر الشاعرؒ ان کا ذکر تفسیر بیضاوی میں متکرر ہے۔

هو جریر بن عطیّة بن حذیفة بن بدر۔ جریر مشہور اسلامی شاعر ہیں۔ ان کا تعلق نسباً بنو کلیب بن یربوع سے ہے۔ کنیت ابو حزرہ ہے۔ بصری ہیں۔ دمشق میں بکثرت ان کا آنا جانا تھا۔ یزید بن معاویہؓ اور اس کے بعد کے خلفاء کی مدح میں شعر کہتے تھے۔ فرزدق و اخطل جریر کے معاصر تھے۔ ان دونوں سے اور اسی طرح کئی دوسرے شعراء سے ان کے مقابلے ہوتے تھے وکان جریر اشعرهم وخیرهم قال غیر واحدٍ هو اشعر الثلاثة اھ۔ کذا فی البدایة لابن کثیر۔ ج ۹ ص ۲۶۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء۔ ج ۱ ص ۳۷۴ میں لکھتے ہیں :۔ جریر کے دو بھائی تھے ایک کا نام عمرو بن عطیہ اور دوسرے کا نام ورد بن عطیہ تھا۔ جریر سات یا چھے ماہ کے حمل میں پیدا ہوئے۔ یعنی ماں کے بطن میں صرف چھے یا سات ماہ رہے۔ جریر کی اولاد کی تعداد دس ہے۔ آٹھ بیٹے تھے اور دو بیٹیاں۔ جریر نے خواب دیکھا کہ اس کی چار انگلیاں کٹ گئی ہیں۔ چنانچہ تھوڑی مدت کے بعد بنو ضبہ کے ساتھ جنگ میں آپ کے چار بیٹے قتل ہوئے۔

جریر کے احوال کی تفصیل مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ طبقات ابن سلام، ص ۳۱۵۔ شرح

شواہد مغنی، ص ۱۶۔ خزانۃ الادب ج ۱ ص ۳۶۔ موشح، ص ۱۱۸۔ عینی ج ۱ ص ۹۱۔ اغانی ج ۷ ص ۳۵۔

جریر کا بیٹا بلال بن جریر بڑا فاضل و شاعر تھا۔ عکرمہ بن جریر و نوح بن جریر بھی بڑے شاعر تھے۔ جریر ہجاء و ذم میں بڑے ماہر تھے۔ بہت سے شعراء کی مذمت و ہجو میں اشعار کہتے تھے۔ زیادہ معرکے فرزدق و اخطل کے ساتھ رہتے۔ پھر سب سے زیادہ مقابلہ فرزدق کے ساتھ رہا۔ آج کل کی سیاسی پارٹیوں کی طرح دونوں کے عقیدتمندوں و طرفداروں کی الگ الگ مجلسیں ہوتی تھیں یعنی جلسے ہوتے تھے جن میں اپنے اپنے شاعر فرزدق اور جریر کے اشعار پڑھے جاتے تھے اور ایک کو دوسرے سے اعلیٰ و برتر ثابت کرتے تھے۔

ابوالفرج اصفہانی اغانی ج ۸ ص ۴ پر لکھتے ہیں کہ اخطل آخر میں یعنی مدت مدید کے بعد فرزدق اور جریر کے مقابلوں میں داخل ہوا۔ نیز اصفہانی لکھتے ہیں:۔ اتفقت العرب علیٰ انّ اشعر اھل الاسلام ثلاثۃ جریر و الفرزدق والاخطل واختلفوا فی تقدیم بعضھم علی بعض وکان ابوعمرو یُشبّہ جریرًا بالاعشی والفرزدق بزھیر والاخطل بالنابغۃ۔ اھ۔ جو لوگ جریر کو مقدم کرتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں انّ جریرًا کان اکثرھم فنونَ شعر و اسھلھم الفاظًا واقلّھم تکلُّفًا وارقّھم نسیبًا وکان دینًا عفیفًا وقال محمد بن سلام رأیتُ اعرابیًّا من بنی اسد فقلتُ ایھما عندکم اشعر؟ قال بیوت الشعر اربعۃ فخر وھجاء ونسیب ومدیح وفی کلّھا کان جریر غالبًا۔ ثم ذکر الکل وفصّل کما فی الاغانی ج ۸ ص ۶ اصمعی فرماتے ہیں ۳۳ شعراء نے جریر سے مقابلہ کیا۔ جریر نے سب کو شکست دی صرف فرزدق و اخطل ان کے مقابلے میں جمے رہے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ جریر اشعر الناس ہے۔ کیونکہ اس کا والد کمینہ اخلاق والا بخیل و کنجوس تھا مگر اس کے باوجود اس نے باپ و قبیلہ کے بڑے بڑے اوصاف بیان کرکے شعراء پر غلبہ حاصل کیا۔ اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی نے جریر سے سوال کیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ جریر نے کہا آؤ میرے ساتھ تاکہ جواب کا پتہ چلے فاخذ بیدہ و جاء بہ الیٰ ابیہ عطیّۃ وقد اَخَذَ عنزًا لہ فاعتقلھا وجعل یَمُصُّ ضرعھا فصاح بہ اُخرُج یا ابتِ فخرج شیخٌ دمیمٌ رثُّ الھیئۃِ وقد سالَ اللبنُ علیٰ لحیتہ فقال جریر للرجل الا ترٰی ھذا؟ قال نعم قال ھذا ابی کان یَشرَبُ من ضَرعِ العنزِ مخافۃَ اَن یُسمع صوتُ الحلبِ فیطلب منہ لبن ثم قال جریر اشعر الناس من فاخر بمثل ھذا الابِ ثمانین شاعرًا وقاربھم بہ فغلبھم جمیعًا۔

بعض علماء کے نزدیک جریر کی افضلیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ عفیف اور پاک دامن تھے۔ خوفِ خدا سے روتے اور ذکر اللہ کثرت سے کرتے تھے۔ اور اخطل کافر تھا کیونکہ وہ عیسائی تھا اور فرزدق فاسق تھا، اجنبی عورتوں کے پیچھے اس کا بھاگنا مشہور ہے۔

اغانی ج ۸ ص ۵۰ پر ابوعمرو بن علاء کی روایت ہے کہ ایک مجلس میں جریر اشعار سنا رہے تھے اتنے میں ایک

جنازہ گزرا فقطع جریر الانشاد وجعل یبکی ثم قال شیبتنی ھذہ الجنازۃ فقلت لہ فعلام تقذف المحصنات منذ کذا وکذا فقال انھم یبدأونني ثم لا أعفو۔ اھ۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ عن عثمان البتی قال رأیت جریرا وما تضم شفتاہ من التسبیح فقلت ومایمنعک ھذا؟ فقال سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الحمد ان الحسنات یذھبن السیئات وعد من اللہ حق اھ۔ اسی عفت کی وجہ سے عمر بن عبد العزیزؒ نے جریر کے سوا دروازے پر کھڑے تمام شعراء کو اپنی مجلس میں آنے سے منع فرمادیا۔

جریر کی تاریخ وفات ۱۱۰ھ ہے۔ فرزدق کی وفات ان سے ۴۰ دن پہلے ہوئی تھی۔ بعض کا قول ہے کہ فرزدق کے انتقال کے چند ماہ بعد جریر کی وفات ہوئی۔ بوقت وفات جریر کی عمر ۸۰ سال سے زائد تھی۔

جابر رضی اللہ عنہ۔ آپ آیت واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی۔ وآیت واتموا الحج والعمرۃ للہ میں مذکور ہیں۔

ھو جابر بن عبد اللہ الصحابی بن الصحابی الانصاری الخزرجی السلمی رضی اللہ عنھما۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کی احادیث مرویہ ۱۵۴۰ ہیں۔ ۶۰ متفق علیہ ہیں اور ۲۶ پر بخاری اور ۱۲۶ پر مسلم منفرد ہیں۔

جابرؓ کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر کے پوچھا کہ بتاؤ کیا چاہتے ہو فقال أرید أن أرجع الی الدنیا فاستشھد مرۃ أخری۔ صحیح بخاری میں جابرؓ کی روایت ہے قال دفنت ابی یوم أحد مع رجل ثم استخرجتہ بعد ستۃ اشھر فاذا ھو کیوم وضعتہ غیر اذنہ۔ صحیح مسلم میں جابرؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ ۱۹ غزوات میں شریک ہوا ہوں۔ جنگ بدر واحد میں والد صاحب کے منع کر دینے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا۔ جابر رضی اللہ عنہ بیعت لیلۃ عقبہ میں موجود تھے۔ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غزوہ بدر میں موجود تھے روی البخاری فی تاریخہ باسناد صحیح عن ابی سفیان عن جابر قال کنت امنح اصحابی الماء یوم بدر۔ لیکن صحیح مسلم کی روایت اس کے خلاف ہے جس میں خود جابرؓ عدم شرکت بیان کرتے ہیں۔

امام نوویؒ تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں وحیث أطلق جابر فی ھذہ الکتب فھو جابر بن عبد اللہ واذا أرید ابن سمرۃ قیدوہ اھ۔ تہذیب الاسماء ص ۱۴۳۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی بقیع میں مدفون ہیں۔ تاریخ وفات ۷۳ھ یا ۷۸ھ

یا ۶۸ھ ہے۔ بناءً علی اختلاف الاقوال فیہ۔ آپ کی کل عمر ۹۴ سال تھی۔

کتاب اصابہ میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت جابرؓ کا الگ حلقہ علم تھا جس میں لوگ آکر آپ سے علوم حاصل کرتے تھے۔

وعن قتادۃ قال اٰخر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موتاً بالمدینۃ جابر قال البغوی ھو وھم و اٰخرھم موتاً سھل بن سعد۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ۔

ھو ابو خالد جابر بن سمرۃ بن جنادۃ رضی اللہ عنہما۔

آپ کے والد بھی صحابی ہیں تو آپ صحابی ابن صحابی ہیں۔ ۱۴۶، احادیث آپ سے مروی ہیں، دو متفق علیہ ہیں اور ۲۳ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ سے شعبی و عامر بن سعد وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے عن جابر ابن سمرۃ قال واللہ لقد صلیتُ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من اَلفَی صلاۃٍ۔ وروی الطبرانی عن جابر بن سمرۃ قال جالستُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من مائۃ مرۃ۔

کوفہ میں اقامت اختیار کی وہاں پر ایک گھر بھی بنایا۔ آپ نے ۷۴ھ میں وفات پائی۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ۔

وہ آیت وان تعفوا اقرب للتقوی کے تحت مذکور ہیں۔

ھو جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف القرشی النوفلی۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ قریش کے اکابر و علماء نسب میں سے ہیں۔ جنگِ بدر کے قیدیوں کا فدیہ لے کر نبی علیہ السلام کے پاس آئے۔ اس وقت نبی علیہ السلام سورۂ طور پڑھ رہے تھے۔ جبیرؓ کہتے ہیں کہ اس کے سننے سے میں بہت متاثر ہوا اسلام میرے دل میں داخل ہو گیا نبی علیہ السلام نے جبیر سے فرمایا اگر تیرا والد زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کے چھڑانے کی درخواست کرتا تو میں یہ سب قیدی اسے بخش دیتا۔

حضرت جبیرؓ صلح حدیبیہ و فتح مکہ کی درمیانی مدت میں اسلام لائے۔ قال البغوی اسلم قبل الفتح ومات فی خلافۃ معاویۃ۔

آپ کی مروی احادیث ۶۰ ہیں۔ ان میں ۶ متفق علیہ ہیں اور بخاری تین پر اور مسلم ایک پر منفرد ہیں۔

آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۵۴ھ اور بقول ابن قتیبہ ۵۹ھ میں ہوئی۔

جمیلہ رضی اللہ عنہا۔

وہ آیت ولا یحل لکم ان تأخذوا مما اٰتیتموھن شیئاً الخ میں متذکر الذکر ہیں۔

وھی جمیلۃ بنت عبد اللہ بن ابیّ ابن سلول۔ وقیل جمیلۃ بنت ابی۔ فنسبھا الی جدّھا۔ آپ صحابیہ ہیں۔ آپ کے بارے میں آیتِ خلع نازل ہوئی ہے۔ استیعاب میں جمیلہ بنت ابیّ لکھا ہے۔ ثم ذکر باسنادہ عن جمیلۃ

بنت ابی ابن سلول انها کانت تحت ثابت بن قیس بن شماس فنشزت علیه فارسل الیها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا جمیلة ما کرهت من ثابتٍ فقالت واللہ ما کرهت منه شیئا الا دمامته فقال لها ترّدین علیه الحدیقة ؟ قالت نعم ففرّق بینهما وکانت قبل ثابت بن قیس تحت حنظلة بن ابی عامر الغسیل للملائکة المقتول یوم احد ثم تزوّجها بعد ثابت مالك بن الدخشم ثم تزوّجها بعدہٗ حبیب بن اساف الانصاری انتهی بتصرف۔ ابن حجر نے اصابہ میں ان کے بارے میں تاریخی و علمی تحقیق کی ہے۔

جُمل ۔ رضی اللہ عنہا ۔ آیت فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن کی تفسیر میں مذکور ہیں۔

هی جمل بنت یسار المزنیة اخت معقل بن یسار رضی اللہ عنهما۔

ان ہی جمل کے بارے میں مذکورہ صدر آیت نازل ہوئی۔ جمل کے نام میں اختلاف ہے۔ اخرج الطبری من طریق ابن جریج انّ اسمها جمیلة وقال الکلبی اسمها جُمَیل بالتصغیر ویقال اسمها لیلی۔ کذا فی الاصابة۔

وقال فی الاستیعاب جُمیل بنت یسار اخت معقل سماها الکلبی فی تفسیرہٖ فهی التی عضلها اخوها معقل وکان زوجها ابو البداح بن عاصم هکذا قال عبد الغنی بالتصغیر اھ وکانت طلقها زوجها ثم اراد ان یعیدها فمنعه معقل اخرج البخاری عن الحسن قال فی هذہ الآیة حدّثنی معقل بن یسار انها نزلت فیه قال کنتُ زوّجتُ اختًا لی من رجل فطلّقها حتی اذا انقضت عدّتها جاء یخطبها فقلت له زوّجتك واکرمتك وافرشتك فطلّقتها ثم جئت تخطبها لا واللہ لا تعود الیها ابدًا قال وکان رجلًا لا بأس به وکانت المرأة لا تکرہ ان ترجع الیه فانزل اللہ الآیة فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهنّ فقلتُ الآن افعل یا رسول اللہ فزوّجها ایاہ۔

الجعدی الشاعر رضی اللہ عنہ ۔ آیت اُحِلّ لکم لیلة الصیام الرفثُ الی نسائکم کے تحت مذکور ہیں۔

نابغہ جعدی مشہور شاعر و معمر صحابی ہیں۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض قیس بن عبد اللہ بن عدس ہے اور عند البعض عبد اللہ بن قیس بن عمر اور عند البعض حبان بن قیس۔ کذا فی الاصابہ۔ ابن قتیبہ نے کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۰۸ پر عبد اللہ بن قیس لکھا ہے۔ کنیت ابو لیلیٰ ہے۔ ان کے احوال طبقات ابن سلام، ص ۱۰۳۔ اغانی ج ۴ ص ۱۲۸۔ معجم مرزبانی ص ۲۳۱۔ کتاب المعمرین ص ۶۶۔ خزانۃ الادب ج ۱ ص ۵۱۲۔ موشح ص ۶۴ وغیرہ میں مذکور ہیں۔ قال الفخذمی کان النابغة قدیمًا شاعرًا مفلقًا طویل العمر فی الجاهلیة وفی الاسلام وکان اسنّ من النابغة الذبیانی وقال البعض اقام مدة لا یقول الشعر ثم قاله فقیل نبغ فسُمّی النابغة۔

آپ دو سو سال تک زندہ رہے۔ کما قال ابو حاتم فی کتاب المعمرین۔ وعند البعض ۱۸۰ سال تک اور بقول ابن قتیبہ ۲۲۰ سال تک زندہ رہے۔ اور بقول اصمعی ۲۳۰ سال تک۔ اصابہ۔ لیکن ابن قتیبہ کی طرف یہ نسبت مشکوک ہے۔ کیونکہ ابن قتیبہ کی کتاب الشعر والشعراء میں ۱۲۰ سال مکتوب ہے۔ نابغہ جعدی جاہلیت میں بھی شراب

بت پرستی سے اجتناب کرتے تھے اور دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے۔

نابغہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو میں نے ایک قصیدہ سنایا، جب میں نے یہ پڑھا ؎

بلغنا السماء مجدنا وجدودنا وانا لنرجو فوق ذلك مظهرا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این المظهر یا ابا لیلی قلت الجنة قال اجل ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر جب یہ پڑھا ؎

ولا خیر فی حلم اذا لم یکن له بوادر تحمی صفوه ان یکدرا

ولا خیر فی جهل اذا لم یکن له حلیم اذا ما أورد الامر اصدرا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یفضض اللہ فاك مرتین وفی روایة فقال لی اجدت لا یفضض اللہ فاك فرأیت اسنانه کالبرد المنهل ما انفصمت له سنٌّ ولا انفلتت وفی روایة فقال لی صدقت لا یفضض اللہ فاك فبقی عمره احسن الناس ثغرا کلما سقطت سنٌّ عادت اخری۔ کذا فی الاصابة ج ۳ ص ۵۳۹۔ قال ابن قتیبة ومات باصبهان وهو ابن مائة وعشرین سنة۔ ایک روایت میں خلافت ابن زبیرؓ تک ان کا زندہ رہنا ثابت ہے۔

الحسن البصری رحمہ اللہ۔ تفسیر فانجیناکم واغرقنا آل فرعون اور اوکصیب من السماء الخ میں و دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

هو ابوسعید الحسن بن ابی الحسن یسار التابعی البصری رحمہ اللہ۔ حسن بصریؒ کی والدہ کا نام خیرہ تھا۔ وہ امّ سلمہ امّ المؤمنینؓ کی باندی تھیں۔ حسنؒ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ خلافت فاروقی کے دو سال باقی تھے۔ بچپن میں حسن کی والدہ کسی کام میں مشغول ہوتیں اور آپ روتے تو امّ المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا انھیں اٹھا کر خاموش کرنے کے لیے ان کے منہ میں اپنے پستان دے دیتیں جس میں ان کے لیے فوراً کچھ دودھ پیدا ہو جاتا تھا۔ علماء کہتے ہیں کہ امّ سلمہ امّ المؤمنینؓ کے دودھ کے ان چند قطروں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حسن بصریؒ کو فصاحت و بلاغت اور علوم و حکمت کے اسرار عنایت فرمائے۔

حسن بصریؒ کا زہد و تقویٰ، امامت، جلالت، محدثِ کبیر ہونا مسلّم ہے۔ آپ نے متعدد صحابہ کو دیکھا اور ان سے سماع احادیث کیا ہے۔ ابن عمر۔ انس۔ سمرہ۔ ابوبکرۃ۔ قیس بن عاصم۔ معقل بن یسار وغیرہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے۔ بقول ہشام بن حسان آپ نے ۱۳۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ اور ابن سیرینؒ نے ۳۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ بعض علماء کی رائے میں حسنؒ نے اس سے بھی زیادہ صحابہ کو دیکھا ہے۔ خود حسن بصریؒ فرماتے ہیں غزونا غزوةً الی خراسان معنا فیها ثلثمائة من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی مجلس علوم و حکم و

ونصائح وترغیب وترہیب کی مجلس تھی۔

فعن مطر الورّاق قال کان الحسن کانما کان فی الآخرۃ فھو یخبر عما رأی وعاین ومن حِلم الحسن ما ذکرہ الشافعی فی قولہ تعالیٰ وشاورھم فی الامر۔ قال الحسن کان غنیًّا عن مشاورتھم لکن أراد ان یستنّ بہ الحکّام بعدہ۔ کذا ذکر النووی فی التھذیب ج ۱ ص ۱۶۲

حافظ ابونعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے حکم واسرار وعلوم ذکر کیے ہیں۔

حسن بصریؒ پر ہر وقت خوف وفکرِ آخرت وحزن کی حالت طاری رہتی تھی۔ آپ فقیہ۔ زاہد۔ عابد۔ بکّاء اور تارکِ دنیا تھے۔ آپ کا قول ہے ذھبت المعارفُ وبقیت المناکرُ من بقی من المسلمین فھو مغموم۔ نیز مؤمنِ کامل کی علامت بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا انّ المؤمن یُصبح حزینًا ویُمسی حزینا ولا یسعہ غیر ذلک لانہ بین مخافتین بین ذنبٍ قد مضی لا یدری ما اللہ یصنع فیہ وبین اجل قد بقی لا یدری ما یصیب فیہ من المھالک۔

حکیم بن جُعل جو ابن سیرینؒ کے دوست تھے انہوں نے ابن سیرینؒ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں ایک محلّ اور عمدہ حالت میں دیکھا تو پوچھا ای اخی فما صَنَع الحسن قال رفع فوقی بتسعین درجۃ فقلت وھم ذلک؟ قال بطول حزنہ۔ ابن ابی حرمؒ کہتے ہیں سمعتُ الحسن یحلف باللہ الذی لا الٰہ الّا ھو ما یسع المؤمن فی دینہ الا الحزن وکان الحسن یقول یحق لمن یعلم انّ الموتَ موردُہ وان الساعۃَ موعدُہ وان القیامۃ بین یدی اللہ مشھدہ ان یطول حزنہ وکان یقول طول الحزن فی الدنیا تلقیح العمل الصالح وکان الحسن یقول ویحک یا ابن آدم ھل لک بمحاربۃ اللہ طاقۃ؟ انہ من عصی اللہ فقد حاربہ واللہ لقد ادرکتُ سبعین بدریًّا اکثر لباسھم الصوف ولو رأیتموھم قلتم مجانین ولو رأو اخیارکم لقالوا ما لھؤلاء من خلاق ولو رأوا اشرارکم لقالوا ما یؤمن ھؤلاء بیوم الحساب ولقد رأیتُ اقوامًا یُمسی احدھم وما یجد عندہ الّا قُوتًا فیقول لا اجعل ھذا کلہ فی بطنی لاجعلنّ بعضہ للہ عزوجلّ فیتصدّق ببعضہ۔

وکان یقول انما الدنیا ثلاثۃ ایام یومٌ مضی لا ترجُوہ ویومٌ انت فیہ ینبغی لک ان تغتنمہ ویومٌ یأتی لا تدری انت اھلہ امرا ولا تدری لعلک تموت قبلہ فاما امس فحکیم مؤدّب واما الیوم فصدیق موقّع وغدًا فی یدیک منہ امَلُہ فخذ الثقۃ بالعمل واترک الغرر بالامل قبل حلول الاجل وانما الیوم ان عقلتَ ضیف نزل بک وھو مرتحلٌ عنک فان احسنتَ نُزلہ وقِراہ شھد لک واثنی علیک بذلک وصدق فیک وان اسأتَ ضیافتہ جال فی عینیک۔

ایک موقعہ پر نو علاماتِ تقویٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں یا ابن آدم عملُک عملُک فانما ھو لحمک ودمک

فانظر على اي حال تلقى عملك ان لاهل التقوى علاماتٍ يُعرفون بها صدقُ الحديث والوفاءُ بالعهد وصلةُ الرحم ورحمةُ الضعفاء وقلةُ الفخر والخيلاء وبذلُ المعروف وقلةُ المباهاة للناس وحسنُ الخُلق وسعةُ الخلق مما يقرب الى الله عزوجلّ يا ابن آدم انك ناظر الى عملك يُوزن خيرُه وشرُّه فلا تُحقِّرنّ من الخير شيئاً وان هو صغر فانك اذا سرأيته سرّك مكانه ولا تُحقِّرن من الشر شيئاً فانك اذا رأيته ساءك مكانه۔

حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے من کانت له اربع خِلال حرّمه الله على النار اعاذه من الشيطان من يملك نفسه عند الرغبة والرهبة وعند الشهوة وعند الغضب ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۱۴۴

عمران بن قصیرؒ کہتے ہیں سالتُ الحسن عن شئ فقلتُ ان الفقهاء يقولون كذا وكذا فقال وهل رأيت فقيهًا بعينك ؟ انما الفقيه الزاهد فى الدنيا البصير بدينه المداوم على عبادة ربّه عزوجلّ ۔ وعن ايوب قال لو رأيت الحسن لقلت انك لم تجالس فقيها قط وكان الحسن اذ ذُكر عند ابى جعفر محمد بن على بن الحسينؒ قال ذاك الذى يُشبه كلامُه كلامَ الانبياء عليهم السلام ۔

حسن بصریؒ کا قول ہے ما من رجل يرى نعمةَ الله عليه فيقول الحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات الّا اعناه الله تعالى وزادَه ۔ وكان يقول يا ابن آدم انما انت ايامٌ كلما ذهب يومٌ ذهب بعضُك وكان يقول فضح الموت الدنيا فلم يترك فيها لذى لبٍّ فرحًا وكان الحسنؒ يتمثل بهذين البيتين احدهما فى اوّل النهار والآخر فى آخر النهار ؎

يَسُرُّ الفتى ما كان قدّم من تُقًى ۔۔۔ اذا عرف الداءَ الذى هو قاتِلُه

؎ وما الدنيا بباقيةٍ لِحَيٍّ ۔۔۔ ولا حَيٌّ على الدنيا بباقِ

وكان الحسن يحلف بالله ويقول ما اعزّ احدٌ الدراهمَ الّا اذلّه الله ۔ ويقول بئس الرفيقان الدرهم والدينار لا ينفعانك حتى يُفارقانك

وسأل رجل الحسن فقال يا ابا سعيد ما الايمان ؟ قال الصبر والسماحة فقال الرجل يا ابا سعيد فما الصبر والسماحة قال الصبر عن معصية الله عزوجلّ والسماحة باداء فرائض الله عزوجلّ وكان يقول فضل الفعال على المقال مكرمة وفضل المقال على الفعال منقصة ۔ وكان يقول الخوف والرجاء مطيّتا المؤمن وكان يقول لو علم العابدون انهم لا يرون ربهم يوم القيامة لماتوا وكان يقول ارى رجالًا ولا ارى عقولًا اسمع اصواتا ولا ارى انيسًا ۔ اخصب السِنة واجدب قلوبًا ۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ ۔ قل ان كانت لكم الدارُ الآخرة الى قوله فتمنّوا الموتَ ان كنتم صادقين کے بیان میں مذکور ہیں ۔

هو ابو عبد الله حذیفة بن الیمان الصحابی رضؓ۔

یمان آپ کا لقب ہے اور اصل نام حسل ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد حسلؓ انصار میں بنی عبد الاشہل کے حلیف تھے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ متعدد مناقب و احوال کی وجہ سے ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

اوّل یہ کہ انصار سے تعلق رکھنے کے باوجود آپ بمع والدین مہاجرین میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ قال النووی فی التہذیب ج ۱ ص۱۵۴ ماحاصلہ اسلم حذیفة وابوہ ھاجرا واسلمت امّ حذیفة وھاجرت اھ۔ وعن سعید بن المسیّب عن حذیفة خیّرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الھجرة والنُصرة فاخترت النصرة۔

دوم۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کا لقب صاحب سرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو منافقین کے نام اور قیامت تک آنے والے بعض واقعات و فتن کی تفصیلات اور بعض رؤسا فتنؤ دجالین کے نام بتلائے تھے۔ روی مسلم عنہ قال لقد حدّثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماکان ومایکون حتی تقوم الساعة۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی اس سلسلے میں آپ کے علم پر اعتماد کرتے تھے۔ وفی اثر انّ عمر سألہ ھل فی عُمّالی احد من المنافقین قال نعم واحدٌ قال من ھو قال لا اذکرہ فعزلہ عمر کأنما دُلّ علیہ۔ وفی صحیح مسلم عنہ واللہ انی لأعلم الناس بکل فتنةٍ کائنةٍ فیما بینی وبین الساعة۔

سوم۔ حذیفہؓ کے والد یمان کو جنگِ اُحد میں اپنے رفقاء یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے غلطی سے شہید کر دیا۔ حضرت حذیفہ نے اپنے باپ کا خون مسلمانوں کو معاف کر دیا۔

چہارم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا۔ اور آپ اپنی وفات تک مدائن ہی میں رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ۴۰ دن بعد آپ وفات پا گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ھ ہے۔

روی ابو نعیم باسنادہ فی الحلیة ج ۱ ص۲۷۶ عن حذیفة قال القلوب اربعة قلب اغلف فذلک قلب الکافر وقلب مصفح فذلک قلب المنافق وقلب اجرد فیہ سراج یزھر فذلک قلب المؤمن وقلب فیہ نفاق وایمان فمثل الایمان کمثل شجرة یمدّھا ماء طیّب ومثل النفاق مثل القرحة یمدّھا قیح ودم فایھما غلب علیہ غلب وکان حذیفة رضی اللہ عنہ یقول ما من یوم اقرّ لعینی ولا احب لنفسی من یوم أتی اھلی فلا اجد عندھم طعاماً ویقولون ما نقدر علی قلیل ولا کثیر وذلک انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ اشدّ حمیّة للمؤمن الدنیا من المریض اھلہ الطعام واللہ تعالی اشد تعاھداً للمؤمن بالبلاء من الوالد لولدہ بالخیر وکان یقول لیس خیرکم الذین یترکون الدنیا للاٰخرة ولا الذین یترکون الاٰخرة

للدنیا ولکن الذین یتناولون من کلّ

حسّان - رضی اللہ عنہ - بیان واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لادم میں مذکور ہیں۔

ھو حسّان بن ثابت المنذر بن حرام الانصاری الخزرجی ثم النجاری رضی اللہ عنہ۔

حسان کی والدہ کا نام فُریعہ (بالتصغیر) ہے۔ حسان نبی علیہ السلام کے شاعر تھے۔ قال ابو عبیدۃ فُضِّل حسّان علی الشعراء بثلاث کان شاعر الانصار فی الجاھلیۃ وشاعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ایام النبوۃ و شاعر الیمن کلّھا فی الاسلام۔

وعن البرّاء رضی اللہ عنہ انّ النبی علیہ السلام قال لحسّان اھجھم وجبریل معک - اخرجہ الشیخان۔

آپ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ نبی علیہ السلام اپنے دستِ مبارک سے مسجد میں آپ کے لیے منبر رکھتے تھے عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان النبی علیہ السلام کان یضع لحسّان المنبر فی المسجد یقوم علیہ قائمًا یھجو الذین کانوا یھجون النبی علیہ السلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ روح القدس مع حسّان مادام ینافح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - رواہ ابو داؤد۔

سعید بن مسیبؒ کی روایت ہے کہ ایک روز حسانؓ مسجد نبی علیہ السلام میں شعر پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ کی نگاہ سے آپ کی طرف دیکھا۔ حسان رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اور کہا کنتُ انشدُ فیہ من ھو خیرٌ منک۔ آپ کے اشعار کا دیوان مطبوع ہے۔

قال ابن سعد عاش فی الجاھلیۃ ستّین سنۃً وفی الاسلام ستّین سنۃً ومات وھو ابن عشرین ومائۃ۔

آپ کی وفات ۵۴ھ میں اور بقول بعض ۴۰ھ میں اور بقول بعض ۵۰ھ میں ہوئی۔

وقال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۶۹ وحسّانُ ممن عاش فی الجاھلیۃ ستین سنۃ وفی الاسلام مثلھا وکذا عاش ھذا القدر وھو ۱۲۰ سنۃ ابوہ وجدّہ ووالد جدّہ ولا یعرف اربعۃ تناسلوا وتساوت اعمارھم سواھم وکان حسان یضرب بلسانہ اربنۃ انفہ وکذا ابنہ وابوہ وجدّہ۔ انتھی۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ بزدل تھے مگر یہ بات غلط ہے۔ آپ کے بہت سے شعراء سے مقابلے ہوئے اگر آپ بزدل ہوتے تو ضرور کوئی آپ کو بزدلی کا طعنہ دیتا۔

حاتم الطائی - وایّدناہ بروح القدس کے بیان میں مذکور ہے۔

ھو حاتم بن عبد اللہ بن سعد الطائی۔

حاتم مشہور سخی شاعر جاہلی ہے۔ کنیت ابو عدی و ابو سفّانہ ہے قبل مات کافراً ظہور اسلام سے پہلے

وفات پائی ہے۔ البتہ اس کے بیٹے عدی نے اسلام کا شرف حاصل کیا۔ اخرج احمد فی مسندہٗ عن ابنہ عدیؓ قال قلتُ یارسول اللہ انّ ابی کان یَصِلُ الرحم ویفعل کذا وکذا قال انّ اباک اَراد امرًا فادرکہ۔ خزانۃ الادب ج ۳ ص۱۱۳ اور ج ۱ ص۲۶۱ پر حاتم و عدیؓ کے احوال مذکور ہیں۔ عدی بن حاتمؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں شکار سے متعلق اکثر احادیث آپ سے مروی ہیں کیونکہ آپ شکاری تھے۔ شکاری کُتّے پال رکھے تھے جن سے شکار کرتے تھے۔ عدی رضی اللہ عنہ ۹ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے وقال الواقدی قدم سنۃ عشر۔

ابن اعرابی لکھتے ہیں۔ حاتم بڑے جوّاد تھے۔ ان کا جُود ان کے شعر کے مطابق تھا یعنی ان کا فعل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا۔ جہاں اُترتے آپ کی منزل اور قیام گاہ لوگوں میں مشہور ہوتی تھی۔ بڑے خوش نصیب تھے۔ بخت سدا ان کی یاوری کرتا تھا۔ جب جنگ پر جاتے تو غالب ہوکر آتے۔ غنیمت حاصل کرنے جاتے تو کامیاب لوٹتے۔ قرعہ اندازی میں حسبِ خواہش کامیاب ہوتے تھے۔ مقابلہ ہوتا تو سب پر سبقت لیجاتے جب ماہِ رجب شروع ہوتا چونکہ یہ مہینہ عرب میں بڑا محترم تھا تو ہر روز دس اونٹ لوگوں کو کھلانے کے لیے ذبح کرتے تھے۔

حاتم کی سخاوت کے قصے بڑے عجیب ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ اوّل اوّل آپ کی سخاوت کا واقعہ بھی حیرت انگیز ہے وہ یہ کہ حاتم کو باپ نے جنگل میں اپنے اونٹ اور بکریوں کی حفاظت پر مامور کیا۔ ایک دن حاتم کے پاس شعراء کی ایک جماعت جن میں عبید بن ابرص وبشر بن ابی حازم ونابغہ ذبیانی وغیرہ تھے وارد ہوئی۔ یہ جماعت نعمان بن منذر بادشاہ کے پاس جارہی تھی۔ ان لوگوں نے حاتم سے کچھ کھانے کے لیے مانگا۔ حاتم نے ہر ایک کے لیے الگ الگ اونٹ ذبح کیا۔ اور حاتم کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ بعدہٗ جب تعارف ہوا اور پتہ چلا کہ یہ تو بڑے بڑے شعراء ہیں تو حاتم نے سب اونٹ اور ساری بکریاں ان میں تقسیم کردیں۔ جب باپ آیا اور پوچھا کہ اونٹ اور بکریاں کہاں ہیں؟ تو حاتم نے یہ عجیب جواب دیا۔ قال طَوَّقتُكَ مَجدَ الدّهرِ تَطوِيقَ الحمامةِ اور پھر سارا قصہ سُنادیا۔ باپ ناراض ہوا اور کہا اذًا لا اُساكِنُكَ بعدَها ابدًا ولا اُوِيكَ فقال حاتم اذًا لا اُبالی۔

موت کے بعد بھی حاتم کی سخاوت کا ایک عجیب قصہ مؤرخین واہلِ ادب نے ذکر کیا ہے۔ وہ قصہ یہ ہے مرّ نفر من عبد القیس بقبر حاتم فنزلوا قریبًا منہ فقام الیہ رجل یقال لہ ابو الخیبری وجعل یرکض برجلہ قبرہٗ ویقول اِقرِنا فقال بعضھم لہ ویلك مایَدعوك اَن تَعرض لرجل قد مات قال ابو الخیبری ان طیئًا تزعم انہ ما نزل بہ احدٌ الا قراہ ثم اجنّھم اللیلُ فناموا فقام ابو الخیبری فزِعًا وھو یقول وا راحِلتاہ۔ فقالوا لہ مالكَ؟

قال اتانی حاتم فی النوم وعقرناقتی بالسیف وانا انظر الیها ثم انشدنی شعرا حفظتہ یقول فیہ حاتم ؎

ابا الخیبری انت امرؤ ظلوم العشیرۃ شتامہا
اتیت بصحبک تبغی القری لدی حفرۃ قد صدت ہامہا
اتبغی لی الذم عند المبیت وحولک طیٌ وانعامہا
فاما سنشبع اضیافنا ونأتی المطی فنعتامہا

فقاموا واذا ابناقہ الی الخیبری تکوس عقیرا فانحروہا وباتوا یاکلون وقالوا قرانا حاتم حیا ومیتا وارتفوا صاحبہم وانطلقوا سائرین واذا برجل راکب بعیرا ویقود اخر قد لحقہم وہو یقول ایکم ابو الخیبری ؟ قال الرجل انا قال فخذ ہذا البعیر انا عدی بن حاتم جاءنی حاتم فی النوم وزعم انہ قراکم بناقتک وامرنی ان احملک فشانک والبعیر ودفعہ الیہم وانصرف ۔ راجع کتاب المحاسن للجاحظ ص۶۳ والبیہقی ج ۱ ص۱۴۶ والقالی ج ۳ ص۱۵۱

حمزۃ بن حبیب بن عمارۃ بن اسماعیل الامام عمارۃ التیمیؒ تیم اللہ ولاءً وقیل نسبا الکوفی المعروف بالزیات رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

قاری حمزہ امام، ثقہ، حافظ، ضابط، ورع متقی، ثبت، قاری، مُقری وجامع کمالات اور قُرّاءِ سبعہ میں سے ہیں ۔ ابن خلکان وفیات میں لکھتے ہیں کہ آپ زیات کے نام سے مشہور تھے ۔ وقیل لہ الزیات لانہ کان یجلب الزیت من الکوفۃ الی حلوان ویجلب من حلوان الجبن والجوز الی الکوفۃ اھ بہرحال آپ تیل وغیرہ اشیاء کے تاجر تھے ۔ ابن خلکان لکھتے ہیں وھو الامام الحبر شیخ القراء واحد السبعۃ الائمۃ ولد سنۃ ثمانین وادرک الصحابۃ بالسن فیحتمل ان یکون رأی بعضہم انتہی ما فی الوفیات ج ۲ ص۲۹

حمزہ کوفی رحمہ اللہ تعالےٰ کی قراءت کا مدار چار صحابہ ہیں یعنی علی وعثمان وابن مسعود وابی رضی اللہ عنہم اور ان چاروں نے نبی علیہ السلام سے اخذ قراءت کیا ہے ۔ حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت کے سلسلے بھی چار ہیں ۔

اوّل یہ ہے قرأ حمزۃ علی جعفر الصادق علی ابیہ محمد الباقر علی ابیہ زین العابدین علی ابیہ الحسین علی ابیہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ۔

دوم یہ ہے قرأ حمزۃ ایضا علی الاعمش علی یحیی بن وثاب علی علقمۃ علی ابن مسعود رضی اللہ عنہم ۔

سوم وقرأ حمزۃ ایضا علی محمد بن ابی لیلیٰ علی ابی المنہال علی سعید بن جبیر علی عبد اللہ بن عباس علی ابی بن کعب رضی اللہ عنہم ۔

چہارم وقرأ حمزۃ ایضا علی حمران بن اعین علی ابی الاسود علی عثمان وعلی رضی اللہ عنہم ۔

حمزہ قاری روایت کرتے ہیں ابو اسحاق سبیعی واعمش وعدی بن ثابت وحبیب بن ابی ثابت ومنصور بن

المعتمر وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابن المبارک وعبداللہ بن صالح عجلی وسلیم بن عیسیٰ وعیسیٰ بن یونس وابو احمد زبیری ومحمد بن فضیل ووکیع وقبیصۃ بن عقبہ وغیرہ رحمہم اللہ۔ کذا فی التہذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۷۔

ابوبکر بن منجویہ فرماتے ہیں کان من علماء زمانہ بالقراءات وکان من خیار عباد اللہ عبادۃً وفضلاً وورعًا ونسکًا۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے وقال ابن معین ثقۃ وقال النسائی لیس بہ بأس وقال العجلی ثقۃ رجل صالح۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کان رجلًا صالحًا عندہ احادیث وکان صدوقًا صاحب سنۃ۔ ابن فضیل فرماتے ہیں ما احسب ان اللہ یدفع البلاء عن اھل الکوفۃ الا بحمزۃ وراٰہ الاعمش مقبلًا فقال وبشّر المخبتین حسین جعفی فرماتے ہیں ربما عطش حمزۃ فلا یستسقی کراھۃ ان یصادف من قرأ علیہ۔ ساجی کا قول ہے صدوق سیئ الحفظ لیس بمتقن فی الحدیث۔

آپ اپنے تلامذۂ قرآن سے ادنیٰ خدمت لینا بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ جیسا کہ حسین جعفی کی حکایت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ کہیں یہ خدمت اخذِ اجر بالقرآن نہ ہوجائے۔ آپ تعلیم قرآن پر اجرت نہیں لیتے تھے۔ ملّا علی قاری رحمہ اللہ شرح شاطبی ص ۱۵ پر لکھتے ہیں کان لا یأخذ اجرًا علی الاقراء وامتنع حین عرض علیہ تلمیذ لہ فی یوم حرّ کوز الماء وقال شعیب بن حرب دخلتُ الکوفۃ فرأیتُ سفیانَ الثوری وشریک بن عبد اللہ قاعدین قدام حمزۃ یقرأان فقلتُ فی نفسی اکون الثالث وقال حمزۃ رویتُ الف حدیث باسنادہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نماز ظہر کے بعد سے تا عصر اور نماز مغرب کے بعد تا نماز عشاء نوافل میں مشغول رہتے نیز رات کا اکثر حصہ نوافل پڑھنے میں گزارتے تھے۔

حمزہؒ سے امام مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد وابن ماجہ ونسائی وترمذی نے اپنی اپنی کتاب سنن میں روایت حدیث کی ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں آپ سے روایت نہیں کی۔ امام حمزہ رحمہ اللہ ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ قیل لم یلقَ احدٌ الا وھو یقرأ القرآن۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ حمزہ سے کہا شیئان غلبتنا علیھما لسنا نُنازعُك فیھما القرآن والفرائض وقال سفیان الثوری غلب حمزۃ الناس علی القرآن والفرائض وقال شعیب بن حرب الا تسألونی عن الدُّرِّ یعنی قراءۃ حمزۃ اخذ حمزۃُ القراءۃ عرضًا عن الاعمش والامامِ جعفر بن محمد الصادق وابن ابی لیلیٰ وحمران بن اعین واخذ القراءۃ عنہ ابراھیم بن ادھم وسفیان الثوری وشریکُ بن عبد اللہ وعلیُّ بن حمزۃ الکسائی وغیرھم والی حمزۃ المنتھی فی الصدق والورع والتقویٰ والیہ صارتُ الامۃ فی القراءۃِ بعد عاصمٍ والاعمش وکان امامًا حجۃً ثقۃً ثبتًا رضیًا قیمًا بکتاب اللہ بصیرًا بالفرائض خبیرًا بالعربیۃ حافظًا للحدیث عابدًا زاھدًا خاشعًا قانتًا للہ ورعًا عدیم

النظیر۔ کذا فی الوفیات۔

امام حمزہ رحمہ اللہ کی قرارت پر اگرچہ بعض ائمہ قدما معترض تھے لیکن بعدہٗ وہ امت میں مقبول ہوئی اور اس کی صحت مجمع علیہ ہوگئی۔ لہذا اب اس میں شک کرنا کفر ہے۔ آپ کی ساری قرارت نبی علیہ السلام سے مروی و ماخوذ ہے۔

تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۷ میں ہے قال الآجری عن احمد بن سنان کان یزید یعنی ابن ھارون یکرہ قراءۃ حمزۃ کراھیۃً شدیدۃً قال احمد بن سنان وسمعتُ ابن مھدی یقول لوکان لی سلطانٌ علیٰ من یقرأُ قراءۃَ حمزۃ لاوجعتُ ظھرہٗ وبطنہٗ وقال الساجی وقد ذمّہ جماعۃٌ من اھل الحدیث فی القراءۃ وابطل بعضھم الصلاۃَ باختیارہٖ من القراءۃِ وقال الساجی والازدی یتکلمون فی قراءتہ وینسبونہ الی حالۃ مذمومۃ فیہ قال الساجی سمعتُ سلمۃَ بن شبیب یقول کان احمدٌ یکرہ أن یُصلّی خلفَ من یقرأ بقراءۃ حمزۃ وقال ابوبکر ابن عیّاش قراءۃ حمزۃ عندنا بدعۃٌ وقال ابن دریدٍ انّی لاشتھی أن یخرج من الکوفۃ قراءۃُ حمزۃ یریدُ ما فیھا من المدِّ المفرط والسکت وتغییر الھمز فی الوقفِ والامالۃ وغیر ذلک انتھی۔

ابن خلکان رحمہ اللہ وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں واما ما ذکر عن احمد بن حنبل وابی بکر بن عیّاش ویزید بن ھارون وعبد الرحمٰن بن مھدی وعبد اللہ بن ادریس وحماد بن زید من کراھتھم لقراءۃ حمزۃ لما فیھا من المدّ المفرط والسکت واعتبار الھمزۃ فی الوقف والامالۃ ونحو ذلک من التکلف فانّ حمزۃ ایضا کان یکرہ ذلک ویَنھیٰ عنہ ورُوی انہ کان یقول لمن یُفرط فی المدّ والھمز لاتفعل اما علمتَ ان ما فوقَ البیاض فھو برصٌ وما فوق الجعودۃِ فھو قَطَطٌ وما فوق القراءۃ فھو لیس بقراءۃ۔ وبعد فقد انعقد الاجماع علی تلقّی قراءۃ حمزۃ بالقبول والانکار علی من تکلّم فیھا۔ انتھی۔ قال الحافظ ابن حجرؒ قد انعقد الاجماع باٰخرہٖ علی تلقّی قراءۃ حمزۃ بالقبول ویکفی حمزۃ شھادۃ الثوری لہ فانہ قال ما قرأ حمزۃ حرفاً الا باثر انتھی۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حمزہؒ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ امام ائمۃ الامصار ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے آپ کی قرارت کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا شیئان غلبتنا علیھما لسنا نُنازعک فیھما القرآن والفرائض۔ اگر حمزہؒ کی قرارت قواعد عربیت کے خلاف ہوتی اور نبی علیہ السلام سے بروایاتِ صحیحہ ثابت نہ ہوتی تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے محتاط و متبع آثار زاہد و عابد و خائف من اللہ حمزہؒ کی اور قراءتِ حمزہؒ کی ہرگز تعریف نہ فرماتے۔

امام دانیؒ لکھتے ہیں کہ حمزہ کا سنہ ولادت ۸۰ھ ہے۔ اور سنہ وفات ۱۵۶ھ اور بقول آخر

۱۵۸ھ ہے۔ آپ کا انتقال سوادِ عراق کے شہر حلوان میں ہوا۔ کتاب طبقات القراء لابن الجزری جلد اول و کتاب الوافی بالوفیات قسم اوّل جزء رابع، کتاب الاعلام جلد اول میں آپ کے احوال تفصیلاً درج ہیں۔

قال الشعرانیؒ فی کتاب الیواقیت لا استحالۃ فی رؤیۃ اللہ تعالیٰ فی المنام وکان حمزۃ الزیات القاریؒ یقول قرأت سورۃ یٰس علی الحق تعالیٰ حین أیتہ فلما قرأت تنزیل العزیز الرحیم بضم اللام فردّ علیّ الحق سبحانہ تنزیلَ بفتح اللام وقال انی نزّلتہ تنزیلاً وقال حمزۃ وقرأت علی اللہ جلّ وعلا سورۃ طٰہٰ فلما بلغت الی قولہ وأنا اخترتک فقال تعالیٰ وإنّا اخترناک۔ فہی قراءۃ برزخیۃ اھ۔

فائدہ۔ قاری حمزہؒ رحمہ اللہ کے تلامذہ و رُواۃ بہت ہیں۔ البتہ مشہور اور وہ جن پر قراء کا اعتماد رہا دو ہیں اوّل ابو محمد خَلَف بن ہشام البزار۔ دوم ابو عیسیٰ خَلّاد بن خالد کوفی۔ ان دونوں راویوں نے قرارت حضرت سلیم بن عیسیٰ کوفی سے پڑھی اور سلیم بن عیسیٰ کوفیؒ نے حمزہؒ سے پڑھی۔

۵۷۔ حفص بن سلیمان الاسدی ابو عمر البزاز الکوفی القاری المقرئ رحمہ اللہ۔

حفص کو غاضری بھی کہتے ہیں وھی نسبۃ الی غاضرۃ بن الملک بن ثعلبۃ کما فی لب اللباب۔

بقول بعض علماء آپ کے دادا کا نام مغیرہ ہے۔ حفصؒ قاری عاصمؒ احد القراء السبعۃ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ وکان حفص ابن امرأۃ عاصم کما فی التھذیب۔ حفص روایت کرتے ہیں عاصم بن ابی النجود و عاصم احول و عبد الملک بن عمیر ولیث بن ابی سلیم وابی اسحاق سبیعی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو شعیب صالح بن محمد القواس وحفص بن غیاث وعلی بن عیاش وعلی بن حجر وہشام بن عمار ومحمد بن حرب خولانی وغیرہ رحمہم اللہ۔

اس زمانے میں تقریباً سارے عالم میں امام عاصمؒ کی قرارت حسب روایت امام حفصؒ بن سلیمان رائج و معروف ہے۔ حفصؒ بڑے عالم قاری مقری سید القراء والفقہاء صاحب سنت، عابد و محدّث تھے۔

امام عاصمؒ کے دو راوی ہیں۔ دوسرے راوی کا نام ابو بکر شعبۃ بن عیاش ہے۔ بعض اوصاف میں ابو بکر اعلیٰ وفائق تھے حفص سے لیکن قرارت کے باب میں حفصؒ برتر وفائق ہیں ابو بکرؒ سے۔

قال یحیی بن معین زعم ایوب بن المتوکل وکان بصریاً من القراء قال ابو عمر یعنی حفصاً اصحّ قراءۃً من ابی بکر بن عیاش وابو بکر اوثق منہ۔ روایتِ حدیث میں بعض محدّثین کے نزدیک حفص ضعیف ہیں اور بعض ان کی توثیق کرتے ہیں اور ثقہ کہتے ہیں۔ قال الساجی عن احمد بن محمد البغدادی عن ابن معین کان حفص وابو بکر من اعلم الناس بقراءۃ عاصم وکان حفص اقرأ من ابی بکر وکان کذّاباً وکان ابو بکر صدوقاً۔ قال ابن معین لیس بثقۃ وقال ابن المدینی ضعیف الحدیث وترکتہ علی عمد وقال البخاری

ترکوہ وقال مسلم متروك وقال النسائی لیس بثقة ولا یکتب حدیثه وقال صالح بن محمد لا یکتب حدیثه واحادیثه کلها مناکیر وقال الساجی یحدث عن سماك وغیره احادیث بواطل۔ وذکر الدانی قال قال وکیع کان ثقة اخرج النسائی حدیثه فی مسند علی متابعة واورد البخاری فی الضعفاء حدیثه عن لیث ابن ابی سلیم عن مجاهد عن ابن عمر فی الزیارة وقال محمد بن سعید العوفی عن ابیه حدثنا حفص بن سلیمان لو رأیته لقرت عیناك فهما وعلما۔ کذا فی التهذیب۔

بعمر ۹۰ سال ۱۸۰ھ میں حفص کا انتقال ہوا۔

الحُطَیئة۔ آیت وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لهم جنّت الآیة کے بیان میں مذکور ہے۔

حُطَیئہ مشہور شاعر ہے۔ یہ اس کا لقب ہے۔ اور نام اس کا جَرْوَل بن اَوس بن مالک ہے۔ وہ فحول شعراء وفصحاء شعراء میں سے ہے۔ مدح۔ ہجاء۔ فخر اور نسیب وغیرہ جملہ فنون شعر میں بلند درجہ رکھتا ہے۔ شرارت و بیوقوفی اس پر غالب تھی۔ مخضرم ہے جاہلیت و اسلام دونوں پائے ہیں۔ مسلمان ہوا پھر مرتد ہوگیا۔

اس کا نسب مخلوط ومخفی ہے۔ وہ وقتاً فوقتاً نسب بدلتا رہتا تھا۔ قال ابو الفرج الاصبهانی فی الاغانی کان اذا غضب علی بنی عبس یقول انا من بنی ذُهل واذا غضب علی بنی ذُهل قال انا من بنی عبس۔ وقال ابن الکلبی کان الحطیئة مغمور النسب وکان من اولاد الزنا الذین شرفوا اھ ما فی الاغانی بخلاصة ج ۲ ص ۱۳۱

اس کی ماں کا نام ضَرّاء تھا۔ اس نے اپنی ماں سے نسب یعنی باپ کے بارے میں پوچھا ماں نے صحیح جواب نہ دیا تو حطیئہ نے کہا ؎

تقول لِیَ الضرّاءُ لستَ لواحد ولا اثنین فانظر کیف شرکُ أولئکا

وانتَ امرؤٌ تبغی ابًا قد ضللتَه هبلت ألما تستفق من ضلالکا

ابن حجر لکھتے ہیں اسلم فی عهد النبی علیه السلام ثم ارتد ثم اُسر وعاد الی الاسلام وکان کثیر الهجاء حتی هجا اباه واُمّه واخاه وزوجته ونفسه وکان یلقب الحطیئة لقصره وقال حماد الراویة سمی بذلك لانه ضرط ضَرطةً بین قوم فقیل له ماهذا؟ فقال انما هی حُطیئة فسُمّی الحطیئة۔ راجع الاصابه ج ۱ ص ۳۷۸

وہ بڑا فصیح شاعر تھا۔ اصمعی کہتے ہیں کہ ہر شاعر کے اشعار میں بعض عیوب ضرور ملتے ہیں سوائے حطیئہ کے کہ اس کے اشعار میں عیب پانا بہت مشکل ہے۔ ابو عمرو بن العلاء کہتے ہیں لم یقل العرب بیتًا اصدق من قول الحطیئة ؎

مَن یفعلِ الخیرَ لا یعدَم جوازیه لا یذهب العُرف بین الله والناس

والجوازی جمع جازیۃ مصدر للجزاء کالعافیۃ فقیل لہ نقول طرفۃ۔ ؎

ستُبدی لک الایّامُ ما کنتَ جاھلاً ویأتیک بالاخبار من لم تُزوِّدِ

فقال مَن یأتیک بھا ممن زوّدتَ اکثر۔ کذا فی الاغانی۔ ج ۲ ص ۱۴۵ قال الحافظ ابن حجرؒ وذکر ابن ابی الدنیا فی اصطناع المعروف عن الشعبیؒ قال کان الحطیئۃ عند عمر فانشد ھذا البیت فقال کعبٌ ھی واللہ فی التوراۃ لا یذھب العُرف بین اللہ وخلقہ اھ

لوگ اس کی ہجاء سے ڈرتے تھے اور خوفِ ہجاء کی وجہ سے لوگ اسے مال دیا کرتے تھے۔ اس نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مدح میں شعر کہے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو مال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے سخت بازپرس کی۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا انی اشتریتُ عِرضی منہ بھا فکتب الیہ عمرؓ ان کان ھذا ھکذا وانّما قَدَیتَ عرضک من لسانہ ولم تعطہ للمدح والفخر فقد اَحسنتَ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیئہ کو زبرقان بن بدرؓ کی ہجاء کرنے کی پاداش میں جیل میں ڈال دیا تھا۔ کچھ مدت کے بعد جیل سے نکال کر اس سے فرمایا ایاکَ وھجاء الناس قال اِذن یموت عیالی جُوعًا ھذا فکسبی ومنہ معاشی قال فایّاک والمقذِعَ من القول قال وما المقذع؟ قال ان تُخایر بین الناس فتقول فلان خیرٌ من فلان واٰل فلان خیرٌ من اٰل فلان قال فانتَ واللہ اَھجی منّی ثم قال عمر واللہ لولا ان تکون سنۃ لقطعتُ لسانکَ۔

بعض روایات میں ہے کہ جب حطیئہ کے بارے میں شکایات بہت بڑھ گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی زبان کاٹ ڈالنے کا عزم مصمم کر لیا قال عمر علیّ بالکرسیّ فأُتِی بہ فجلس علیہ ثم قال اَشیروا علیّ فی الشاعر فانہ یقول الھجو ویسِبُ بالحُرم ویَمدحُ الناس ویَذُمّھم بغیر ما فیھم ما اَرانی الّا قاطعا لسانہ ثم قال علیّ بالطست فأُتِی بھا ثم قال علیّ بالمِحصَف۔ علیّ بالسکّین لا بل علیّ بالموسیٰ فھو اوحیٰ فقالوا لا یعوّ یا امیر المؤمنین فاشاروا الیہ ان قل لا اَعودُ فقال لا اعود یا امیر المؤمنین فقال لہ النجاء فاطلقہ کذا فی الاغانی۔

وروی عن عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ انّ عمر رضی اللہ عنہ لما اَطلق الحُطیئۃ اراد ان یؤکّد علیہ الحجۃ فاشتری منہ اَعراضَ المسلمین جمیعًا بثلاثۃ آلاف درھم۔

حطیئہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ رہا۔ بقول حافظ ابن حجرؒ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد بھی مدت تک زندہ رہا۔

خلف بن هشام بن ثعلب ويقال هشام بن طالب بن غراب البزّار البغدادی المقرئ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ قاری خلف کی کنیت ابو محمد تھی۔

خلف مذکور بہت بڑے قاری۔ زاہد وکثیر العبادۃ۔ صاحب سنّت۔ ثقہ۔ امین ومتبع سنت تھے۔ دور دور سے علماء آپ سے اخذ قرارت کے لیے آتے تھے۔ آپ قاری حمزہؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت حمزہؒ کی قرارت کی اشاعت میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔

خلف بن ہشام کے احوال کے لیے دیکھیے تاریخ بغداد، ج ۸ ص ۴۲۲ وغایۃ النہایہ ج ۱ ص ۲۷۳ ووفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۴۱۔ قاری خلف روایت کرتے ہیں امام مالک وحماد بن زید وہشیم وابو عوانہ ودراوردی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں امام مسلم وابوداؤد وابن ابی خیثمہ وابراہیم حربی وعباس دوری وعبداللہ بن احمد ابن حنبل وابوزرعہ وابوحاتم وعبداللہ بن محمد بغوی رحمہم اللہ۔ امام احمدؒ آپ کی توثیق کرتے ہیں وقال انہ واللہ عندنا الثقۃ الامین۔

خلف بڑے محدّث تھے اور بڑے محتاط تھے۔ احتیاط فی الروایۃ کے بارے میں ایک حکایت سُن لیں قال عباس الدّوری وجّهنی خلف الی یحیی فقال کانت عندی کُتُب حمادِ بن زید فحدّثت بها وبقی عندی قاع بعضها دارِسٌ فاجتمعتُ علیه انا واصحابُنا فاستخرجناها فهل تری ان اُحدِّث بها قال فقال لی یحیی قل له حدِّث بها یا ابا محمد فانك الصدوق الثقة وقال النسائی بغدادیٌّ ثقة وقال الدارقطنی کان عابدًا فاضلًا قال اَعدتُّ صلاةَ اربعین سنة کنت اتناول فیها الشراب علی مذهب الکوفیین۔ کذا فی تهذیب التهذیب ج ۳ ص ۱۵۶۔

آپ صائم الدہر تھے۔ ابوعمرو دانیؒ فرماتے ہیں قرأ القرآن عن سلیم واخذ حرف نافع عن اسحاق المسیبی وحرف عاصم عن یحیی بن آدم وهو امامٌ فی القراءات وله اختیار حُمل عنه متقدم فی روایة الحدیث صاحب سنّةٍ ثقة مامون اھ وفی الخلاصة قیل کان یصوم الدهر۔

علماء قرارت کہتے ہیں کہ خلف قاری حمزہؒ کی قرارت کے راوی ہیں بواسطہ سلیم بن عیسیٰ کوفی حنفیؒ کے۔ خلف نے سلیم سے اخذِ قرارت کیا اور سلیم نے حضرت حمزہؒ سے اخذ کیا۔ ابن خلکان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں۔ قال خلف اتیتُ سلیم بن عیسی لأقرأ علیه وکان بین یدیه قوم واظنُّهم سبقونی فلما جلستُ قال بَلَغنی انّك تریدالترفع فی القراءة فلستُ اخذ علیك شیئًا قال فکنتُ احضر المجلس اسمع ولا یأخُذ علیّ شیئًا فبکرتُ یومًا فی الغلس وخرج فقال مَن ها هنا یتقدّم ویقرأ فتقدّمتُ واستفتحتُ بسورة یوسف وهی

من اشدّ القراٰن اِعرابًا فقال لی مَن انتَ فما سمعتُ اَقرأ منك ؟ فقلتُ خلف فقال لی فعلتها ما یَحِلُّ لی اَن اَمنعك فكنت اَقرأ علیه حتی بلغتُ یومًا حم المؤمن فلما بلغتُ الی قوله تعالیٰ ویَستغفرون للذین اٰمنوا ۔ غافر ۔ بكی بكاءً شدیدًا ثم قال لی یا خلف الا تریٰ ما اَعظم حقَّ المؤمنِ تراه نائمًا علی فراشه و الملائكةُ یَستغفرون له اھ ۔

نبیذ جب مُسکر نہ ہو تو وہ باتفاقِ ائمہ جائز ہے ۔ خود نبی علیہ السلام سے اس کا پینا ثابت ہے ۔ کما روی البخاری فی صحیحہ وغیرہ ۔ لیکن مُسکر کا پینا باتفاقِ علماء ممنوع ہے ۔ خلف پہلے نبیذ قریب اسکار یا قریب افطار تاویل کر کے جائز سمجھتے اور پیتے تھے پھر ترک کر دیا ۔ ابوجعفر نفیلیؒ کہتے ہیں خلف صاحبِ سنت تھے لیکن ان میں نبیذ پینے کا عیب تھا ۔ عبدالکریم بن حماد کہتے ہیں کان خلف یَشرَب من الشراب علی التاویل فكان ابن اخته یومًا یقرأ علیه سورةَ الانفال حتی بلغ قوله تعالیٰ لیمیز اللہ الخبیثَ من الطیّب ۔ فقال یا خال اذا میّز اللہ الخبیثَ من الطیّبِ این یكونُ الشراب ؟ قال فنكس رأسه طویلًا ثم قال مع الخبیث قال فترضیٰ ان تكون مع اصحاب الخبیث ؟ قال یا بنیَّ امض الی المنزل فاصبُبْ كل شیٔ فیه فتركه فاَعقبه اللہ تعالیٰ الصومَ فصام الدهرَ الی ان ماتَ ۔

قاری خلف بن ہشام بواسطہ یحیی بن آدم ابوبکر بن عیاش سے روایت کرتے ہیں ۔ براہ راست ابنِ عیاش سے روایت نہ کرنے کا سبب ایک قصہ ہے جس پر خلف عمر بھر افسوس کرتے رہے ۔ وہ قصہ ابن خلکان نے یوں لکھا ہے ۔ قال ابو العباس سمعتُ خلفًا یقول قدمت الكوفة فصرتُ الی سلیم بن عیسی فقال ما اقدمك ؟ قلت اَقرأ القراٰن علی ابی بكر بن عیاش بحرف عاصم فقال لی الا تزید ؟ قلتُ بلیٰ قال فدعا ابنه و كتب معه رقعةً الی ابن عیاش فاستاذن لی علیه سلیم بن عیسی فدخل علیه فاعطاه الرقعة وكان لخلف سبع عشرة سنة قال فلما قرأ قال ادخلِ الرجلَ فدخلتُ فسلّمتُ فصعّد فیّ النظر ثم قال لی انتَ خلف ؟ قلتُ نعم قال لی انتَ لم تخلف ببغداد احدًا اقرأ منك ؟ فسكتُّ فقال لی اتعُدها تِ اقرأتُ علیك ؟ قال نعم قلتُ لا اله الا اللہ لا اَقرأ علی رجلٍ یستصغر رجلًا من حَمَلةِ القراٰنِ وتركتُه وخرجتُ فوجّه الی سلیم فسأله ان یَرُدّنی الیه فلم اَرجع قال خلف فندِمتُ واحتجتُ فكتبتُ قراءةَ عاصم عن یحیی بن اٰدم عن ابی بكر بن عیاش اھ ۔ ابن عیاش قاری عاصم کے راوی ہیں ۔ وروی خلف بسندہ الی ابی هریرةَ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل خلقَ مائة رحمةٍ فانزل منها رحمةً علی عباده یتراحمون بها وخبأ تسعًا وتسعین عنده فاذا كان یوم القیامة جمع تیك الرحمةَ الی التسع والتسعین وفضّها علی عباده فمن رحمةٍ واحدةٍ جعلنی مسلمًا وعلمنی القراٰن وعرّفنی نبیّه صلی اللہ علیہ وسلم وفعّل بی وفعل بی وانا اَرجو من تسع وتسعین الجنّةَ ۔

خلفؒ رواۃ قراءمیں یہ ممتاز شان رکھتے ہیں کہ آپ صاحبِ قراءتِ مستقلہ ہیں۔ علماء آپ کو مستقل قاری، صاحبِ قراءت شمار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ دس مشہور قراءمیں سے ہیں۔

خلفؒ کا انتقال بغداد میں جمادی الآخرہ ۲۲۹ھ میں ہوا۔

فائدہ۔ خلفؒ قراءۃ عاشرہ کے امام ہیں۔ آپ کے دو راوی مشہور ہیں۔ اوّل، اسحٰق بن ابراہیم ورّاق مروزی ثم بغدادی متوفی ۲۸۶ھ مشہور زمانہ قاری ابن شنبوذ اسحٰق کے تلمیذ ہیں۔ دوم، ادریس بن عبدالکریم بغدادی متوفی ۳۹۲ھ۔

خلّاد بن خالد الصیرفی الکوفی رحمہ اللہ۔ آپ کی کنیت ابوعیسٰی ہے۔

آپ حضرت حمزہ قاری رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ آپ حمزہؒ سے بواسطہ سلیم بن عیسٰی کوفی حنفیؒ روایت کرتے ہیں۔ آپ کی وفات شہر کوفہ میں ہوئی۔ سال وفات ۲۲۰ھ ہے۔

الخلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم الفراھیدی البصری ویقال الفرھودی الازدی الیحمدی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

خلیل رحمہ اللہ علم نحو و عربیّت کے امام اور سیبویہ کے استاذ ہیں۔ علمِ عروض کو مستنبط کرکے عدم سے وجود میں لائے اور اس کی اقسام کو پانچ دوائر میں منحصر کیا جن سے پندرہ بحور یعنی اوزانِ شعر کا استخراج ہوتا ہے اخفش نے ایک اور بحر کا اضافہ کرکے اس کا نام بحر خبب رکھا۔ احمد کا والد عمرو بالواو ہے۔ کما یعلم من وفیات الاعیان، ج ۲ ص ۲۴۴۔ اور بغیہ میں عمر بلا واو درج ہے۔ واللہ اعلم۔

خلیل بن احمدؒ زاہد۔ عابد۔ منقطع الی اللہ اور تارکِ دنیا تھے۔ خلیل روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی وعاصم احول وعثمان بن حاضر وعوام بن حوشب وغالب القطان رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں حماد بن زید ونضر بن شمیل وسیبویہ واصمعی وہارون بن موسیٰ نحوی وداؤد بن المحبّر وغیرہ رحمہم اللہ۔

حماد بن زید کہتے ہیں کان الخلیل یری رای الاباضیّۃ حتی من اللہ علیہ بمجالسۃ ایوب۔ آپ بڑے متواضع اور تارکِ دنیا تھے۔

سلیمان بن علی امیر بصرہ یا امیر سندھ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرے ہاں آکر میری اولاد کو تعلیم دیں فاخرج الخلیل الی رسولہ خبزًا یابسًا وقال مادام ھذا عندی لاحاجۃ لی فیہ ولاحاجۃ فی سلیمان فقال الرسول فماذا ابلّغہ عنک فانشأ یقول ؎

ابلغ سلیمان انّی عنک فی سعۃٍ ۔۔۔ وفی غناغیر انّی لست ذا مال

شُحًّا بنفسی انّی لا اری اَحَدًا ۔۔۔ یموتُ هَزلًا ولا یبقی علی حال
الرّزقُ عن قدرٍ لا الضعفُ یَنقُصُه ۔۔۔ ولا یزیدك فیه حولُ محتال
والفقرُ فی النفسِ لا فی المال نعرفُه ۔۔۔ ومثلُ ذاك الغنیٰ فی النفس لا المال

سلیمان موصوف نے وہ وظیفہ بند کر دیا جو اس سے قبل وہ ہمیشہ خلیل کو دیا کرتا تھا تو خلیل نے کہا ؎

انّ الذی شقّ فی ضامِنُ ۔۔۔ للرّزقِ حتی یتوفّانی
حرمتنی خیرًا قلیلًا فما ۔۔۔ زادك فی مالك حرمانی

سلیمان نے اشعار سننے کے بعد دوبارہ وہ وظیفہ مالی جاری کر کے خلیل کو معذرت لکھی اور معافی مانگی نیز وظیفہ دُگنا کر دیا۔ تو خلیل نے پھر یہ شعر کہے ؎

وزلّةٍ یکثُرُ الشیطانُ ان ذکرت ۔۔۔ منها التعجب جاءت من سلیمانا
لا تعجبنّ لخیر زَلّ عن یدِه ۔۔۔ فالکوکبُ النحسُ یسقی الارضَ احیانا

مشہور فصیح وبلیغ ادیب عبداللہ بن المقفع اور خلیل ایک رات جمع ہوئے اور دیر تک ان میں علمی گفتگو ہوتی رہی فلمّا تفرّقا قیل للخلیل کیف رأیتَ ابن المقفع؟ فقال رایتُ رجلًا علمه اکثر من عقله وقیل لابن المقفع کیف رأیتَ الخلیل؟ قال رأیتُ رجلًا عقله اکثر من علمه۔

خلیل کی تصانیف یہ ہیں۔ کتاب العین فی اللغۃ وکتاب العروض وکتاب الشواہد وکتاب النقط والشکل وکتاب النغم وکتاب فی العوامل۔ کذا فی وفیات الاعیان۔ ج ۲ ص ۲۴۶۔ لیکن علامہ قفطیؒ کہتے ہیں کتاب العوامل منحول علیہ خلیل کی کتاب عین لغتِ عربی میں پہلی کتاب ہے مگر اس میں بہت سے اغلاط لغویہ وعلمیہ ہیں۔ لہذا بعض علماء کے نزدیک یہ خلیل کی تصنیف نہیں۔

آپ کے والد احمد پہلے شخص ہیں جو احمد کے نام سے موسوم ہوئے نبی علیہ السلام کے بعد۔

خلیلؒ اکثر اوقات اخطل کا یہ شعر دہراتے تھے ؎

واذا افتقرتَ الی الذخائرِ لم تجد ۔۔۔ ذُخرًا یکونُ کصالح الاعمال

آپ کی موت کا سبب بھی بڑا عجیب ہے۔ وفیات میں ہے ان الخلیل قال اریدان اُقَرِّبَ نوعًا من الحسابِ تمضی به الجاریة الی البیاع فلا یمکنه ظلمها ودخل المسجدَ وهو یعمل فکرہ فی ذلك فصدمته ساریة وهو غافل عنها بفکرہ فانقلب علی ظهرہ فکانت سبب موته وقیل بل کان یُقطِّع بُرًا من العَرُض اھ

خلیل بن احمد کا بیٹا غبی تھا۔ ایک دن باپ کے پاس ایسے وقت آیا جب کہ وہ اشعار کی تقطیع میں مشغول تھے۔ بیٹے کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ باپ کیا بول رہے ہیں چنانچہ اسے باپ کے پاگل ہو جانے کا یقین ہو گیا اور

فخرج الی الناس وقال انّ ابی قد جُنّ فدخلوا علیہ واخبروہ بما قال ابنہ فقال مخاطبا لابنہ ؎

لوکنتَ تعلم ما اقول عذرتنی ۔۔۔ اوکنتُ اعلم ما تقول عذلتُکا

لکن جَہِلتَ مقالتی فعذلتنی ۔۔۔ وعلمتُ انک جاہلٌ فعذرتُکا

خلیل بن احمدؒ یہ شعر زیادہ پڑھا کرتے تھے ؎

یقولون لی دارُ الاحبّۃِ قد دنتْ ۔۔۔ وانتَ کئیبٌ انّ ذا لعجیبُ

فقلتُ وما تغنی الدیارُ وقُربُہا ۔۔۔ اذا لم یکن بین القلوبِ قریبُ

خلیل کے تلمیذ نضر بن شمیل فرماتے ہیں اَقام الخلیل فی خُصّ من اَخصاص البصرۃ لا یقدر علی فلسین واصحابُہ یکسبون بعملہ الاموال ولقد سمعتُہ یومًا یقول اِنّی لَاُغلِقُ علیّ بابی فما یُجاوِزہ ہَمّی ۔

خلیل بن احمد فرمایا کرتے تھے اکملُ ما یکونُ الانسان عقلاً وذہنًا اذا بلغ اربعین سنۃً وھی السِنُّ التی بعَث اللہ فیہا محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم ثم یتغیّر وینقُص اذا بلَغ ثلاثًا وستین سنۃً وھی السنّ التی قبض فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصفی ما یکون ذہنُ الانسان فی وقتِ السحر اھ

سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں وکان اٰیۃً فی الذکاء وکان الناس یقولون لم یکن فی العربیّۃ بعد الصحابۃ اذکی منہ وکان یحجُّ سنۃً ویغزُو سنۃً وھو اول من جمع حروف المعجم فی بیت واحد وھو ؎

صِفْ خُلُقَ خَوْدٍ کمثل الشمس اذ بزغتْ ۔۔۔ یحظی الضّجیعُ بہا بنحلاء معطار

خلیلؒ کا سال وفات ۱۷۵ھ ہے ۔ کل عمر ۷۴ سال تھی ۔ وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا فقیل لہ ما صنع اللہ بک فقال اراَیتَ ما کنا فیہ لم یکن شیئًا وما وجدتُ افضل من سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ۔

تاریخ وفات میں متعدد اقوال ہیں ۔

الدُوری القاری رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ آپ امام کسائی وابوعمرو بن العلاء کے راوی ہیں قراءاتِ سبعہ میں وھو حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صُہیب الاَزدی ابوعمر الدوری المقری الضریر الاصغر ۔

دوری مشہور قاری ہیں ۔ قراءِ سبعہ میں سے دو قاریوں یعنی کسائی وابوعمرو بن العلاء کی قراءات کے راوی ہیں ۔ آپ سامرا کے باشندے ہیں ۔ نابینا تھے ۔ دُوری منسوب ہے بغداد کے قریب ایک موضع کی طرف ۔ آپ روایت کرتے ہیں ابن عیینہ وابی بکر بکراوی واسماعیل بن جعفر واسماعیل بن عیاش وعبدالوہاب خفاف وعلی ابن حمزہ کسائی ویزید بن ہارون ووکیع وغیرہ رحمہم اللہ سے ۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابن ماجہ وابوزرعہ وابن ابی الدنیا وابوحاتم رحمہم اللہ ۔

قال ابو حاتم هو صدوق وقال ابو داؤد رأیت احمد یکتب عنه وقال الدارقطنی ضعیف وقال العقیلی ثقة۔ قراءت میں سب سے پہلے آپ ہی نے تصنیف کی۔ ابن سعد فرماتے ہیں کان عالما بالقرآن وتفسیرہ دوری نے علم قراءت کسائی واسماعیل بن جعفر ویزیدی وسلیم بن عیسی وشجاع بن ابی نصر الخراسانی سے پڑھی خطیب فرماتے ہیں کان یُقرِئ بقراءۃ الکسائی واشتهر بها۔ کذا فی التهذیب ج ۲ ص ۳۰۵

سال وفات ۲۴۶ھ ہے۔ کل عمر ۹۰ سال سے متجاوز تھی۔ دوری کی کنیت ابو عمر ہے بلا واو نہ کہ ابو عمرو بالواو۔

فائدہ - دوری کو ابو عمر الضریر الاصغر اس لیے کہتے ہیں کہ علماء کبار میں اسی نام وکنیت اور وصف کے ایک اور عالم بھی ہیں۔ علماء ان کو ابو عمر الضریر الاکبر کہتے ہیں۔ ابو عمر اکبر کا مختصر ترجمہ یہ ہے ھو حفص بن عمر ابو عمر الضریر الاکبر البصری۔ یہ اکبر قاری نہیں ہیں۔

یہ اکبر روایت کرتے ہیں جریر بن حازم وصالح مری وغیرہ سے اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو داؤد وامام احمد وابو حاتم وابو زرعہ وغیرہ رحمہم اللہ۔ آپ بڑے محدث تھے۔ قال ابو زرعة هو صدوق صالح الحدیث ذکرہ ابن حبان فی الثقات ولد وهو اعمی۔

سال وفات ۲۲۰ھ ہے۔ کل عمر ۷۰ سال سے متجاوز تھی۔ کذا فی التهذیب۔

رفاعۃ رضی اللہ عنہ - وہ تفسیر آیت فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ میں مذکور ہیں۔

هو رفاعة بن سموأل القرظی رضی اللہ عنہ۔

صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنی بیوی تمیمہ بنت وہب کو طلاق دی تھی۔ پھر اس نے عبد الرحمن بن الزبیر (بفتح الزاء وکسر الباء) سے نکاح کیا۔ دوبارہ وہ رفاعہ کے پاس آنا چاہتی تھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا لا حتی تذوقی عُسیلته ویذوق عُسیلتك رُوی مالك باسنادہ عن الزُبیر بن عبد الرحمن بن الزبیر ان رفاعة بن سموأل طلق امرأته تمیمة بنت وهب فذکر القصة بعض روایات میں اس عورت کا نام عائشہ بنت عبد الرحمن بن عتیک النضری ہے۔

رُوی ابن شاهین من طریق تفسیر مقاتل بن حبان فی قوله تعالی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ نزلت فی عائشة بنت عبد الرحمن بن عتیك النضری کانت تحت رفاعة بن وهب بن عتیك وهو ابن عمها فطلقها طلاقا بائنا فتزوجت بعدہ عبد الرحمن بن الزبیر۔ کذا فی الاصابة وغیرہ۔

بعض روایات میں اس کا نام تمیمہ بنت ابی عبید القرظیہ لکھا ہے اور خاوند کا نام رفاعہ اور رافع بالشک لکھا ہے۔

رُوی قتادة ان تمیمة بنت ابی عبید القرظیة کانت تحت رفاعة او رافع القرظی فطلقها۔ مگر محمد بن اسحٰق نے بالکل

برعکس روایت کی ہے حیث روی محمد بن اسحٰق عن هشام بن عروة عن ابیه قال کانت امرأة من بنی قریظة یقال لها تمیمة تحت عبد الرحمٰن بن الزبیر فطلقها فتزوجها رفاعة ثم طلقها رفاعة فاراد ت ان ترجع الی عبد الرحمٰن فذکر الحدیث اخرجه ابونعیم وقیل اسمها سهیمة۔

رؤبة شاعر رحمہ اللہ۔ وہ تفسیر آیت ذلك بانهم كانوا يكفرون بآيات الله ويقتلون النبيين بغير الحق الآیۃ میں اور تفسیر يُضِلّ به كثيرًا ويهدي به كثيرًا وما يُضِلّ به الا الفٰسقين میں مذکور ہیں۔

هو ابو الجحاف رؤبة بن العجاج عبد الله بن رؤبة بن لبيد من بني مالك

رؤبہ اور اس کے والد عجاج دونوں شاعر ہیں۔ ہر ایک کا رجز میں دیوان ہے۔ رؤبہ اپنے باپ سے افصح واعلیٰ ہے۔ روی انه قال لابيه انا اشعر منك لانّي شاعر وابن شاعر وانت شاعر فقط۔ دونوں راجز ہیں۔ یعنی عام قصیدہ کی بجائے صرف بحر رجز میں شعر کہتے تھے وقيل ليونس النحوي من اشعر الناس ؟ قال العجاج ورؤبة فقيل له لم تعن الرجّاز قال هما اشعر اهل القصيد انما الشعر كلام فاجوده اشعره كذا في خزانة الادب ج ۱ ص ۹۲۔

یونس نحوی رؤبہ کے پاس ہمیشہ آتے جاتے تھے اور مختلف اشعار ولغات کے بارے میں ان سے سوالات کرتے تھے۔ یونس کہتے ہیں کہ ایک دن ہم ان کے پاس گئے تو رؤبہ نے مجھ سے کہا حتی متی تسألني عن هذه الاباطيل واُزوّقها لك اما ترى الشيب قد بلغ في راسك ولحيتك وذكر ابن قتيبة في كتاب الشعر والشعراء ج ۲ ص ۴۹۵ قال ابو عبيدة دخلت على رؤبة وهو يمل جرذانا في النار فقلت له اتأكلها قال نعم انها خير من دجاجكم انها تأكل البرّ والتمر اھ

خزانۃ الادب میں ہے رؤبہ نے دولت عباسی کا زمانہ پایا۔ منصور وابومسلم کی مدح کی۔ بصرہ میں مقیم تھے زمانہ فتنہ میں دیہات میں اقامت اختیار کی اور ۱۴۵ھ میں انتقال ہوا۔

فائدہ۔ مسمیٰ بہ رؤبہ تین اشخاص ہیں۔ ایک رؤبۃ بن العجاج بن رؤبۃ بن لبید جو مذکور ہوئے اور مشہور ہیں۔

دوسرا رؤبۃ بن العجاج بن شدقم الباہلی۔

تیسرا رؤبۃ بن عمرو بن ظہیر ثعلبی۔ کذا قال الآمدی فی المؤتلف والمختلف۔

۶۵۔ رَوح رحمہ اللہ۔ بفتح الراء وسکون الواو۔ آپ فارسی ثامن یعنی یعقوب حضرمی کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔

هو روح بن عبد المؤمن الهذلی مولاهم البصری المقری رحمہ اللہ۔

آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ آپ عظیم قاری ومحدّث تھے۔ آپ روایتِ حدیث کرتے ہیں یزید بن زریع وحماد بن زید وعبد الواحد بن زیاد وابو عوانہ وجعفر بن سلیمان ضبعی ومعاذ بن ہشام وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ کذا فی تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۹۶۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں بخاری وعثمان دارمی وابو زرعہ وعبد اللہ بن احمد وابو خلیفہ وابو یعلی موصلی وغیرہ رحمہم اللہ تعالےٰ۔

روحؒ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ آپ بخاری کے ان شیوخ میں سے ہیں جن سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

ابو عمر دانیؒ طبقات میں لکھتے ہیں قرأ علی یعقوب الحضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ اھ۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے قال ابن ابی حاتم عن ابیہ صدوق۔ سال وفات ۲۳۳ھ یا ۲۳۵ھ ہے۔

رُوَیس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں رُویس متکرر الذکر ہیں۔

هو محمد بن المتوکل اللؤلؤی البصری القاری المقرئ الثقة الضابط الورع المواظب علی العلم والقراءة المعروف برُویسؒ۔

رُویس بضم راء وفتح واو صیغہ تصغیر ہے۔ آپ بہت بڑے قاری ہیں۔ قاری ثامن یعقوب بن اسحٰق حضرمی کے مشہور دو راویوں میں سے ایک ہیں۔

دوسرے راوی روح بن عبد المؤمن ہیں۔ رویسؒ بنو مازن میں رہائش پذیر تھے۔

رویسؒ اپنے شیخ قاری یعقوب کے علوم خصوصاً علم قرارت کے حامل وامین ہیں۔ اور آپ کے ذریعہ قراءۃ یعقوب پھیلی اور مشہور ہوئی۔ شیخ یعقوب کا آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ چنانچہ پڑھاتے وقت آپ کو اس طرح خطاب فرماتے ھاتِ یا لالُ۔ اَحسنتَ یا لالُ۔ ھاتِ یا لاكُ۔ اَحسنتَ یا لاكُ۔

لال لآلِی کا مخفف ومرخّم ہے یہ جمع ہے لؤلؤ (موتی) کی۔ حُسنِ قرارت وجودتِ تلاوت کی وجہ سے یعقوب ان کو لال کہتے تھے اور مفرد یعنی لؤلؤ کی بجائے ذکر جمع سے مقصد مزید تعظیم وتکریم ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ لال مخفف لَآلٌ بروزن عَلّام وضرّاب ہو۔ لَآلٌ موتی فروش کو کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے آپ کو لؤلؤی کہتے ہیں۔

باقی تلقیب بہ لاک کے معنی میں کئی احتمال ہیں۔

اوّل یہ کہ لاک ایک قسم کا گوند یا چپکنے والی شے ہے جو بعض درختوں سے نکلتی ہے۔ چنانچہ درس میں ہمیشہ

حاضر رہنے اور ملازمت قرارت ومواظبت تلاوت اور علم سے چمٹے رہنے کی وجہ سے ان کو لاک کہا جاتا تھا۔
دوم۔ ممکن ہے کہ لاک کا ماخذ لوک ہو۔ اور اصل میں لائک بصیغۂ اسم فاعل ہو۔ پھر ہمزہ حذف ہو کر لاک ہوا۔ خلیل بن احمدؒ وغیرہ ائمہ نحو کے نزدیک قائل میں قال و دائر میں دار اور جائر میں جار کہنا جائز ہے تو بنابریں قول لائک لاک ہوا۔ اور یعقوب نے جودت قرارت اور بسہولت حروف ادا کرنے کی وجہ سے رویس کو لاک کہا ہو۔ رویسؒ کا سال وفات ۲۳۸ھ ہے۔

زُہیر شاعر۔ صم بکم عمی فہم لا یرجعون کی شرح میں وہ مذکور ہے۔

ھو زھیر بن ربیعۃ بن قرط

زہیر مشہور جاہلی شاعر ہے۔ اس کا خاندان شعراء کا خاندان تھا۔ زہیر کے بیٹے کعب رضی اللہ عنہ بڑے شاعر تھے۔ کعبؓ صحابی ہیں اور صاحب قصیدۂ بانت سعاد ہیں۔ اصابہ میں ہے کان زھیر ولداہ بجیر وکعب وولد ا کعبٍ عقبۃ والعوام شعراء اھ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زہیر کو اشعر عرب کہتے تھے۔ یروی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال انشدنی لاشعر شعرائکم قیل ومن ھو؟ قال زھیر۔ قیل وبم صار کذلک؟ قال کان لا یعاظل بین القول ولا یتبع حوشیّ الکلام ولا یمدح الرجل الا بما ھو فیہ اھ۔ عکرمہ نے اپنے والد جریر سے پوچھا من اشعر الناس؟ قال فی الجاھلیۃ زھیر وفی الاسلام الفرزدق قلت لہ فانت؟ قال انا نحرت الشعر نحرًا۔

عبدالملک نے ایک مرتبہ شعراء سے پوچھا ایّ بیتٍ امدح؟ فاتفقوا علی بیت زھیر ؎

ترا ہ اذا ما جئتہ متھلّلًا کأنّک تعطیہ الذی انت سائلہ

۔ کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۷۹ میں ابن قتیبہ لکھتے ہیں کان زھیر جاھلیًا لم یدرک الاسلام وادرک ابناہ کعب بجیر وکان لکعبؓ ابن یسمّی عقبۃ بن کعب وھو شاعر وولد لعقبۃ العوّام وھو شاعر فھولاء خمسۃ شعراء فی نسق العوّام ابن عقبۃ بن کعب بن زھیر بن ابی سلمی وکان ابو سلمی ایضًا شاعرًا اھ۔ زہیر کے اچھے اشعار ہرم مری کی مدح میں ہیں۔ بعض مستشرقین کی تحقیق کے مطابق زہیر کی وفات ۶ھ مطابق ۶۲۷ء میں ہوئی۔

وفی الاغانی ج ۱۰ ص ۳۰ وجدتُ فی بعضِ الکتبُ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر الی زھیر بن ابی سلمی ولہ مائۃ سنۃ فقال اللھم اعذنی من شیطانہ فما لاک بیتًا حتی مات اھ

زید بن عمرو بن نُفیل رحمہ اللہ۔ وہ آیت فلا تجعلوا للہ انداداً میں مذکور ہیں۔

ھو زید بن عمرو بن نُفیل بن عبد العزی القرشی العدوی۔ حضرت عمر رضی اللہ کا والد خطاب زید کا چچا اور اخیافی بھائی یعنی ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ وذلک لان عمرو بن نفیل قد خلف علی امرأۃ ابیہ

بعد ابیہ وکان لھا من نفیل اخوہ الخطاب ۔ کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۷

زید بن عمرو نے اگرچہ زمانہ نبوت نبی علیہ السلام نہیں پایا تاہم وہ مؤمن وموحد تھے ۔ جاہلیت میں وہ بت پرستی سے بیزار تھے ۔ بتوں کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتے تھے لوگوں کو شرک سے روکتے تھے ۔ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضؓ کہتی ہیں کہ میں نے زید کو بیت اللہ شریف سے ٹیکہ لگائے اور یہ کہتے ہوئے دیکھا یا معشر قریش والذی نفس زید بیدہ ما اصبح احدٌ منکم علی دین ابراھیم غیری ثم یقول اللھم انی لو اعلم احب الوجوہ الیک عبدتک بہ ولکنی لا اعلم ثم یسجد علی راحلتہ ۔ وعن ھشام انہ کان یصلی الی الکعبۃ ویقول الٰھی الٰہ ابراھیم ودینی دین ابراھیم ۔ زید موؤدہ لڑکیوں کو (جنھیں کفار زندہ دفن کر دیا کرتے تھے) بچاتے تھے اور دفن کرنے والے سے کہتے تھے لا تقتلھا ادفعھا الیّ اکفلھا فاذا ترعرعت فان شئت فخذھا وان شئت فادفعھا ۔

نسائی وغیرہ میں ہے کہ قریش کی ایک جماعت جو زید بن عمرو بن نفیل وورقہ بن نوفل وعثمان بن الحویرث وعبداللہ بن جحش پر مشتمل تھی عبادتِ اصنام سے بچنے اور دینِ حق کی تلاش میں ملکِ شام گئی ۔ وہاں پر یہود و نصاریٰ سے ملے ۔ واپسی پر ان میں سے ورقہ نے تو نصرانیت اختیار کر لی اور کتابیں پڑھ کر بڑا عالم بن گیا ۔ اور زید دینِ حنیف دینِ ابراہیم پر ہی قائم رہے ۔ اس سلسلے میں زید نے بڑی تکلیفیں بھی اٹھائیں ۔ چنانچہ خطاب انہیں بہت اذیت دیتا تھا ۔ حرم شریف میں آنے سے انہیں روکتا تھا ۔ شام میں ایک راہب نے زید کو بتایا تھا کہ صحیح دین آج کہیں بھی نہیں مل سکتا ۔ اس زمانے میں ایک نبی آنے والے ہیں ۔ نبی علیہ السلام کے سامنے زید بن عمرو کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا ھو امۃٌ وحدہٗ یوم القیامۃ ۔

زید کے فرزند سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں ۔ ایک دن سعید بن زیدؓ نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ انّ ابی کما رأیت وکما بلغک فاستغفر لہ قال نعم فانہ یبعث یوم القیامۃ امّۃ واحدۃ ۔

واقدی عامر بن ربیعہ کی یہ روایت ذکر کرتے ہیں کہ میں نے زید سے سنا کہ میں اولادِ اسمٰعیل یعنی اولادِ عبدالمطلب میں ایک نبی کا انتظار کر رہا ہوں قال زید ولا اراني ادرکہ وانا اؤمن بہ واصدّقہ واشھد انہ نبیّ فان طالت بک مدۃ فرأیتہ فاقرئہ منّی السلام وسأخبرک ما نعتہ حتی لا یخفیٰ علیک قلتُ ھلمّ قال ھو رجل لیس بالطویل ولا بالقصیر ولا بکثیر الشعر ولا بقلیلہ ولیست تفارق عینہ حمرۃٌ وخاتم النبوۃ بین کتفیہ واسمہ احمدُ وھذا البلد مولدہ ومبعثہ ثم یخرجہ قومہ منھا ویکرھون ما جاء بہ حتی یھاجر الی یثرب فیظھر امرہ فایاک ان تخدع عنہ ثم قال عامر فلما اسلمتُ اخبرتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قول زید بن

عمرو واقرائہ منہ السلام فردّ علیہ السلام وترحّم علیہ وقال قد رأیتہ فی الجنۃ یسحب ذیولا۔

وعن اسماء قالت سمعت زید بن عمرو یقول یا معشر قریش ایاکم والزنا فانہ یورث الفقر۔

سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ زید بن عمرو اس وقت وفات پاگئے جس وقت قریش کعبۃ اللہ کی تعمیر میں مشغول تھے۔ یعنی نبوت سے پانچ سال قبل۔ بقول واقدیؒ مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا اور جبل حرا کے دامن میں مدفون ہوئے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ملک شام میں بلقاء کے قریب بنو لخم نے انہیں قتل کیا۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلت الجنۃ فرأیت لزید بن عمرو ابن نفیل دوحتین۔ کذا فی البدایہ۔ زید کے چند اشعار حسب روایتِ عروہ یہ ہیں ؎

أربٌّ واحدٌ أم ألف ربٍّ ... أدینُ إذا تقسّمتِ الامور

عزلتُ اللاتَ والعزّیٰ جمیعًا ... کذلک یفعل الجلد الصبور

فلا العزّیٰ أدینُ ولا ابنتیہا ... ولا صنمَیْ بنی عمرٍو ازور

ولا غُنْمًا أدینُ وکان ربًّا ... لنا فی الدہر إذ حِلمی یسیر

عجبتُ وفی اللیالی مُعجباتٌ ... وفی الایّام یعرفہا البصیر

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ وہ آیت یسئلونک عن الخمر والمیسر الخ میں مذکور ہیں۔

ھو سعد بن مالک بن أُھیب القرشی رضی اللہ عنہ۔

آپ قریشی و مہاجر ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں آپ کی وفات سب سے آخر میں ہوئی۔ آپ کی والدہ حمنہ بنت سفیان بن امیہ ہے۔ یعنی ابوسفیان بن حرب کی بنتِ عم ہے۔ حضرت سعدؓ کے چند احوال واوصافِ شریفہ یہ ہیں۔

اوّلاً آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں و آخرہم موتًا۔ اور ان چھے اہل شوریٰ میں سے ایک ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ شوریٰ کی تقرری کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا إن أصابتہ الإمرۃ فذاک وإلّا فلیستعن بہ الوالی۔

ثانیًا۔ عراقی فتوحات کی ابتداء آپ نے کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس فوج کا امیر مقرر کیا تھا جو بلادِ فارس کی طرف بھیجی گئی تھی۔ جنگِ قادسیہ میں امیر آپ ہی تھے۔ آپ ہی نے کسریٰ کا دارالخلافہ مدائن فتح کیا۔

ثالثًا۔ عن ابن اسحٰق قال کان اشدّ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ عمر والزبیر وسعد ابن ابی وقاص وعلی رضی اللہ عنہم۔

رابعًا۔ جنگِ احد میں آپ نے بڑی بہادری دکھائی۔ وعن علی رضی اللہ عنہ قال ما سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعَ ابویہ لاحدٍ الا لسعد بن ابی وقاص فانی سمعتُہ یوم اُحدٍ یقول ارمِ فداک ابی وامّی رواہ الشیخان۔ قال الزہری رمی سعد یوم احد الف سہم۔

خامسًا۔ قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد فتنوں اور لڑائیوں سے بالکل برطرف رہے۔

سادسًا۔ ھو اوّلُ مَن رمیٰ فی سبیل اللہ۔

سابعًا۔ ھو اوّلُ مَن اراقَ دمًا فی سبیل اللہ۔

ثامنًا۔ آپ مستجاب الدعاء تھے۔ صحابہؓ آپ کو ناراض نہیں کرتے تھے ان کی بددعا سے سب ڈرتے تھے روی الترمذی ان النبی علیہ السلام قال اللھم استجب لسعد اذا دعاک فکان لا یدعو الا استجیب لہ۔

تاسعًا۔ قال النووی واسلم قدیمًا بعد اربعۃ وقیل بعد ستۃٍ وھو ابن سبع عشرۃ سنۃً وفی صحیح البخاری انہ قال لقد مکثتُ سبعۃَ ایّام وانی لثالثُ الاسلام۔

عاشرًا۔ روی الترمذی من حدیث جابر قال اَقبل سعد فقال النبی علیہ السلام ھذا خالی فلیُرِنی امرؤٌ خالہ۔

سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال مدینہ منورہ کے قریب مقام عقیق میں ہوا پھر جنازہ مسجد نبوی میں لایا گیا اور یہاں نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ سال وفات ۵۵ھ یا ۵۸ھ ہے۔

سیبویہ رحمہ اللہ۔ آپ کا ذکر تفسیر بیضاوی میں متکرر ہے۔

ھو عمرو بن عثمان بن قنبر البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔

سیبویہ نحاۃ بصرہ کے امام ہیں۔ کنیت ابوبشر ہے۔ کان مولی بنی الحارث بن کعب۔ تلقیب سیبویہ کی متعدد وجوہ علماء نے ذکر کی ہیں۔ سیوطیؒ بغیہ میں فرماتے ہیں ولُقّب سیبویہ ومعناہ رائحۃُ التفاح نقیل کانت اُمُّہ ترقصہ بذلک فی صغرہ وقیل کان من یلقاہ لا یزال یشمّ منہ رائحۃَ الطیبِ فسمّی بذلک وقیل کان یعتاد شمّ التفاح وقیل لقب بذلک لملاطفتہ لان التفاح من اَطیبِ الفواکِہ اھ۔

آپ فارسی الاصل ہیں۔ فارس کے شہر بیضاء سے آپ کی اصل وابستہ ہے۔ شہر بصرہ میں رہتے تھے خلیل ویونس وابوالخطاب اخفش وعیسی بن عمر وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ ابن کثیر بدایہ ج ۱۰ ص ۱۷۶ پر لکھتے ہیں وقد کان فی ابتداء امرہ یصحب اھلَ الحدیثِ والفقہاء وکان یستملی علیٰ حماد بن سلمۃ فلحن یومًا فردّ علیہ قولہ فأنِفَ من ذلک فلزم الخلیلَ بن احمد فبرع فی النحو اھ۔

بغداد گئے تو وزیر یحییٰ برمکی سے ملے یحییٰ کی مجلس میں کسائی سے مناظرہ ہوا اور شکست کھائی۔ مناظرہ اس

اس قول میں تھا قد کنتُ اظُنّ انّ الزنبورَ اشدّ لسعةً من العقرب فاذا هو هی او هو ایّاها سیبویہ نے کہا کہ صرف رفع جائز ہے یعنی فاذا هو هی اور هو ایّاها جائز نہیں ہے۔ کسائی نے کہا رفع ونصب دونوں جائز ہیں۔ سارے اعراب نے جو وہاں پر موجود تھے کسائی کی رائے کو صحیح کہا۔

کسائی نے یحییٰ سے سفارش کرتے ہوئے کہا اَصلحَ اللہ الوزیرَ انّه قد وفدَ الیک من بلدہٖ مؤمّلًا فان رأیتَ ان لا تردّہ خائبًا فأمر له بعشرة آلاف درهم۔ اس کے بعد سیبویہ خراسان وفارس کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ وہاں کے امیر طلحہ بن طاہر علم نحو پسند کرتے تھے۔ راستے میں شہر بیضاء میں اور عند البعض شیراز میں اور عند البعض بصرہ میں وفات پاگئے۔

وفات کے وقت آپ کی عمر بقول خطیب ۳۲ سال تھی۔ اور بقول بعض علماء آپ کی عمر ۴۰ سال سے زیادہ تھی۔

سالِ وفات میں کئی اقوال ہیں۔ یعنی ۱۸۰ھ یا ۱۶۱ھ یا ۱۸۸ھ یا ۱۹۴ھ میں وفات ہوئی۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کان سیبویہ شابًّا حسنًا جمیلًا نظیفًا وقد تعلّق من کل علم بسببٍ وضرب مع کلّ اهلِ ادب بسهم مع حداثة سنّه اھ۔

علم نحو میں سیبویہ نے ایک ضخیم کتاب لکھی جو بے نظیر ہے۔ بڑی مشکل مغلق۔ بحر حقائق ومنبع دقائق وکنز علومِ نحو وعربیت ہے۔ ثعلبؒ فرماتے ہیں انه لم ینفرد بتصنیفه بل ساعدَہٗ جماعةٌ فی تصنیفه نحوًا من اربعین نفسًا هو احدهم وهو اصول الخلیل فادّعاہ سیبویه الی نفسه اھ۔ لیکن سیرافیؒ وغیرہ نے ثعلبؒ کے اس دعوی کو غلط کہا ہے۔

سیبویہ کی زبان میں کچھ بندش ولکنت تھی مگر آپ کا قلم زبان سے ابلغ وافصح تھا۔ سیبویہ علم خلیل کے حامل ہیں۔ سیبویہ کی کتاب کو بڑی مقبولیت نصیب ہوئی۔ مازنیؒ فرماتے ہیں مَن اراد ان یعمل کتابًا کبیرًا فی النحو بعد کتاب سیبویه فلیستحیِ مما اقدم علیه وقال ایضا ما اخلوفی کل زمن من اعجوبةٍ فی کتاب سیبویه ولهذا سمّاہ الناس قرآنَ النحو وقال ابن کیسان نظرنا فی کتاب سیبویه فوجدناہ فی الموضع الذی یستحقّه اھ۔ کذا فی الخزانة ج ۱ ص ۳۳۵

خزانۃ الادب میں آپ کی کتاب کے بارے میں بڑی تفصیلی بحث ہے۔ مبرّد سے جب کوئی شخص اس کتاب کے پڑھنے کا ارادہ کرتا تو فرماتے هل رکبتَ البحر؟ تعظیمًا لما فیه واستصعابًا لالفاظه ومعانیه۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔

سلمان فارسیؓ مشہور صحابی ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ انہیں سلمان بن اسلام وسلمان الخیر بھی کہتے ہیں۔ آپ اصل میں رام ہرمز یا اصفہان کے ہیں۔

آپ نے نبی آخر الزمان کی بعثت کے متعلق سنا تھا تو ان کی طلب میں نکلے پھر قیدی بنائے گئے اور غلام ہو کر بکتے بکتے مدینہ منورہ میں ایک یہودی نے خریدا اور ہجرت نبی علیہ السلام کے بعد مسلمان ہوئے اور آزاد ہو گئے۔ اور غلامی کی وجہ سے ابتدائی غزوات میں شریک نہ ہو سکے۔ اول مشاہد سلمان فارسیؓ غزوۂ خندق ہے۔ اور آپ ہی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ فقال ابوسفیان واصحابہ اذ رأوہ ھذہ مکیدۃ ما کانت العرب تکیدھا بعدہ جمیع مشاہد میں شریک رہے۔ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں ویقال انہ شھد بدرًا۔ خلفاء راشدین کے زمانے میں فتوحات عراق وغیرہ میں شریک تھے۔

واذا قیل لہ ابن من انت؟ قال انا سلمان بن الاسلام من بنی آدم ویقول کنت من ابناء اساورۃ فارس۔ دینِ حق کی تلاش میں دربدر پھرتے رہے۔ بڑی تکالیف جھیلیں کچھ مدت نصرانی بھی رہے۔ کتبِ سابقہ بھی پڑھی تھیں۔ وکان یقول انہ تداولتہ فی ذلک بضعۃ عشر ربًّا من ربٍّ الی ربٍّ حتی افضی الی النبیّ علیہ السلام ومنّ اللہ علیہ بالاسلام۔ فتح مدائن کے بعد مدائن کے امیر وگورنر مقرر ہوئے۔

وذکر معمر عن رجل من اصحابہ قال انہ دخل علی سلمان وھو امیر علی المدائن وھو یعمل الخوص (ٹوکریاں) فقیل لہ تعمل ھذا وانت امیر یجری علیک رزق فقال انی أحبّ ان آکل من عمل یدی وذکر انہ تعلّم عمل الخوص بالمدینۃ من الانصار۔

وعن مالکؒ کان سلمان یعمل الخوص بیدہ فیعیش منہ ولا یقبل من احدٍ شیئًا ولم یکن لہ بیتٌ وانما کان یستظلّ بالجدر والشجر وان رجلًا قال لہ الا ابنی بیتًا فیہ تسکن فقال مالی بہ من حاجۃ فما زال بہ الرجل حتی قال انی اعرف البیت الذی یوافقک قال فصفہ لی قال ابنی لک بیتًا اذا انت قمت فیہ اصاب رأسک سقفہ وان انت مددت فیہ رجلیک اصابھا الجدار قال نعم فبنی لہ بیتًا کذلک۔

وعن بریدۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال امرنی ربّی بحبّ اربعۃٍ واخبرنی انہ سبحانہ یحبّھم علیّ وابوذر والمقداد وسلمان۔ رضی اللہ عنھم۔

وعن کعب الاحبار سلمان حُشِی علمًا وحکمۃً۔ نبی علیہ السلام نے سلمان وابوالدرداء رضی اللہ عنہما کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔

آپ کے قدیم نام میں اقوال ہیں۔ (۱) مابہ بن بوذ قالہ ابن مندہ (۲) وقیل اسمہ بھبود۔

بقول بعض آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو پایا۔ لیکن محقق قول یہ ہے کہ وصیِ عیسیٰ علیہ السلام کو پایا ہے۔ ایک مقام پر حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں سلمانؓ کی عمر ۲۵۰ سال سے متجاوز تھی۔ البتہ اس سے زائد میں اختلاف ہے۔ پھر ذہبی لکھتے ہیں حق یہ ہے کہ آپ کی عمر ۸۰ سال سے زائد نہ تھی۔ اور بعض علماء کے نزدیک آپ کی کل عمر ۳۵۰ سال تھی۔ آپ کی وفات ۳۶ھ یا ۳۷ھ میں ہوئی۔

حافظ ابونعیمؒ نے حلیہ میں سلمان فارسیؓ کے اقوال بسط سے ذکر کیے ہیں۔ حلیہ میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی شادی کا قصہ ذکر کیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نہایت سادگی پسند زاہدین اور شدت سے متبع سنت تھے۔ روی ابوعبد الرحمٰن السلمی عن سلمان انہ تزوّج امرأۃ من کندۃ فبنیٰ بھا فی بیتھا فلما کان لیلۃُ البناءِ مشیٰ معہ اصحابہ حتی اتیٰ بیتَ امرأتہ فلما بلغ البیتَ قال ارجعوا اجرکم اللہ ولم یدخلھم علیھا کما فعل السفھاء فلما نظر الی البیت والبیت منجد قال أمحموم بیتکم ام تحوّلت الکعبۃ فی کندۃ قالوا لا ھذا ولا ذاک فلم یدخل البیت حتی نزع کل ستر فی البیت غیر ستر الباب فلما دخل رأی متاعًا کثیرًا فقال لمن ھذا قالوا متاعُک ومتاعُ امرأتک قال ما بھذا اوصانی خلیلی صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی خلیلی ان لا یکون متاعی من الدنیا الا کزاد الراکب ورأی خدمًا فقال لمن ھذا الخدم؟ فقالوا خدمک وخدم امرأتک فقال ما بھذا اوصانی خلیلی اوصانی خلیلی صلی اللہ علیہ وسلم الا امسک الا ما انکح او انکح۔ ثم قال للنسوۃ التی عند امرأتہ ھل انتم مخرجات عنّی مخلیات بینی وبین امرأتی قلن نعم فخرجن فذھب الی الباب حتی اجافہ وارخی الستر ثم جاء حتی جلس عند امرأتہ فمسح بناصیتھا ودعا بالبرکۃ فقال لھا ھل انت مطیعتی فی شئ امرک بہ قالت جلست مجلس من یطاع قال فان خلیلی صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی اذا اجتمعتُ الی اھلی ان اجتمع علی طاعۃ اللہ تعالی فقام وقامت الی المسجد فصلیا ما بدا لھما ثم خرجا فقضی منھا ما یقضی الرجل من امرأتہ فلما اصبح غدا علیہ اصحابہ فقالوا کیف وجدتَ اھلک فاعرض عنھم ثم اعادوا فاعرض عنھم ثم اعادوا فاعرض عنھم ثم قال انما جعل الستور والخدور والابواب لتواری ما فیھا حسب امرئ منکم ان یسال عما ظھر لہ۔ فاما ما غاب عنہ فلا یسألن عن ذلک سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المتحدّث عن ذلک کالحمارین یتنافدان فی الطریق۔ کذا فی حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۸۶۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جُوِّع لابراھیم علیہ السلام اسدان ثم اُرسِلا علیہ فجعلا یلحسانہ ویسجُدانِ لہ۔ وعن میمون بن مھران قال نزل حذیفۃ وسلمان رضی اللہ عنھما علی نبطیۃ فقالا لھا ھل ھھنا مکان طاھر نصلّی فیہ؟ فقالت طھّر قلبک وصلّ حیث شئتَ فقال احدھما للاخر خذھا حکمۃً

من قلب كافر۔ وعن جعفر بن برقان قال بلغنا انّ سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کان یقول اضحکنی ثلاثٌ وابکانی ثلاثٌ ضحکتُ من مؤمّل الدنیا والموت یطلبہ وغافل لا یُغفل عنہ وضاحکٍ ملأ فیہ لا یدری امُسخط ربّہ امرضیہ وابکانی ثلاثٌ فراق الاحبّۃ محمدٌ وحزبہ وھول المطّلع عند غمرات الموت و الوقوفُ بین یدی اللہ رب العالمین حین لا ادری الی النار اصیر امر الی الجنۃ۔ وعن سعید بن سوقۃ قال دخلنا علی سلمان الفارسی فی مرض موتہ نعودہ وھو مبطونٌ فاطلنا الجلوس عندہ فشقّ علیہ فقال لامرأتہ ما فعلتِ بالمسک الذی جئنا بہ من البحر؟ فقالت ھو ذا۔ قال القیہ فی الماء ثم اضربی بعضہ ببعض ثم انضحی حول فراشی فانہ الآن یأتینا قومٌ لیسوا بانسٍ ولا جنٍّ ففعلتْ وخرجنا عنہ ثم اتیناہ فوجدناہ قد قُبض رضی اللہ عنہ۔ وعن ابی البختری قال بینا ابو الدرداء یوقدُ تحت قدرٍ لہ وسلمان رضی اللہ عنہ عندہ اذ سمع ابو الدرداء فی القدر صوتًا ثم ارتفع الصوتُ بتسبیح کھیئۃ صوت الصبیّ قال ثم بدت فانکفأت ثم رجعتْ الی مکانھا لم ینصبّ منھا شیءٌ فجعل ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ینادی یا سلمان انظر الی العجب انظر الی مالم تنظر الی مثلہ انت ولا ابوک فقال سلمان اما انک لو سکتّ لسمعتَ من آیات اللہ الکبریٰ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۱ ص ۲۲۳۔

وعن المغیرۃ بن عبد الرحمٰن قال لقی سلمان الفارسی عبد اللہ بن سلام قال ازمُتّ قبلی فاخبرنی ما تلقی وازمُتُّ قبلک اُخبرک قال فمات سلمان فرأہ عبد اللہ بن سلام فی المنام فقال کیف انت یا ابا عبد اللہ؟ قال بخیر قال ای الاعمال وجدتّ افضل؟ قال وجدت التوکل شیئًا عجیبًا وفی روایۃ قال سلمان علیک بالتوکل نعم الشئ التوکل۔

شماخ رضی اللہ عنہ۔ آیت اوکصیّب من السماء فیہ ظلمٰتٌ الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھو معقل بن ضرار رضی اللہ عنہ قالہ ابن قتیبۃ فی کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۳۳ وفی دیوان اخیہ مزرّد منہ اسم الشماخ ھیثم۔ خزانۃ الادب ج ۳ ص ۱۷۷ میں ہے اسمہ معقل بن ضرار الغطفانی وھو مخضرم ادرک الجاھلیۃ والاسلام ولہ صحبۃ اھ۔ شماخ رضی اللہ عنہ کا دیوان مطبوع ہے۔ حُطیئہ شاعر نے اپنی وصیت میں کہا ابلغوا الشماخ انہ اشعر غطفان۔ اھ

شماخ کے احوال اغانی ساسی ج ۸ ص ۹۷۔ طبقات ابن سلام ص ۱۱۰۔ مؤتلف ص ۱۳۸۔ سمط ص ۵۸ و اصابہ ج ۲ ص ۱۵۴ میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

شماخ جاہلی اسلامی ہیں صحابی ہیں۔ حماسہ ابو تمام میں شماخ کا ذکر موجود ہے۔ اصابہ میں ہے ھوی الشماخ امرأۃ اسمھا کلبۃ بنت حوأل اخت حبل بن حوأل الشاعر التغلبی وغاب فتزوّجھا اخو جزء بن ضرار فلم

یکلمہ الشماخ بعدہٗ وماتا متھاجرین۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں غزوہ موقان میں آپ کی وفات ہوئی۔ جنگِ قادسیہ میں شماخؓ شریک تھے۔

شعبۃ بن عیاش بن سالم ابوبکر الاسدی الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

شعبہؒ قاری امام عاصمؒ احد القراء السبعۃ کے مشہور دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے مشہور شعبہ ہے۔ شعبہؒ نے امام عاصمؒ سے بڑے ضبط و محنت سے پڑھا۔ اور امام عاصمؒ بھی ان پر خاص توجہ فرماتے تھے مؤرخین لکھتے ہیں کہ امام عاصمؒ سے ہر روز صرف پانچ آیات با قراءت پڑھتے تھے۔ تعلّم من عاصم خمسًا خمسًا کما یتعلّم الصبیّ من المعلّم وذلک فی نحو ثلاثین سنۃ۔ کذا فی سراج القاری۔ وقیل فی ثلاث سنین۔ آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔

حکی القاری انہ کان یأتی عاصمًا فی الحرّ والقرّ وربّما خاض ماءَ المطر فبلغ حقویہ واکثر وکان عالمًا عاملًا فاضلًا کاملًا قیل ختم اربعًا وعشرین الف ختمۃ منھا ما رؤی انہ قال لولدہٖ یا بنیّ ایاک ان تعصی اللہ تعالیٰ فی ھذہ الغرفۃ فانی ختمتُ فیھا القرآن ثمانیۃ عشر الف ختمۃ اھ۔

قاری شعبہؒ کا یہ قول آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس میں علماء کے لیے عبرت و نصیحت کا بڑا سامان ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نصف اسلام ہوں اور میں نے کبھی کوئی کام اسلام و شریعت کے خلاف نہیں کیا۔ اور تیس سال سے مسلسل ہر روز ایک بار قرآن مجید ختم کرتا ہوں۔ نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلکہ خلیفۂ اوّل ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ کُل صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ کی خلافت اور خلیفۂ اوّل ہونے پر اتفاق و اجماع ہے اور قرآن مجید میں صحابہؓ کے بارے میں ہے اولئک ھم الصّدقون یعنی صحابہ سچے ہیں اور سچوں کا اجماعی قول حجت ہے۔

آپ کے سینہ پر ایک نورانی نشان تھا۔ عام لوگ اسے برص سمجھتے تھے۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ قرآن کی برکت سے نور کا نشان ہے۔

آپ بہت بڑے عابد و قائم اللیل تھے۔ کہتے ہیں کہ پچاس سال رات کو آپ بستر پر نہیں سوئے۔ بس ساری رات عبادت و تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔

آپ کا سالِ ولادت ۹۴ھ ہے۔ اور آپ کی وفات ۱۹۳ھ میں کوفہ میں ہوئی۔

شعبہؒ امام عاصمؒ کے دوسرے راوی حفص بن سلیمان سے توثّق و صدق و ضبطِ روایت میں اعلیٰ ہیں۔ عن ابن معین کان حفص وابوبکر من اعلم الناس بقراءۃ عاصم وکان حفص اقرأ من ابی بکر وکان حفص کذابًا و کان ابوبکر صدوقًا۔ کذا فی التھذیب ج ۲ ص ۴۰۱۔

الشافعی رحمہ اللہ۔ وہ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔

ھو ابوعبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع القرشی المطلبی الشافعی الحجازی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ امام شافعیؒ کے مناقب میں بہت سے ائمہ وعلماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

آپ قبیلۂ قریش سے ہیں اور قریش کی فضیلت مسلّم ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے الائمۃ من قریش۔ صحیح مسلم میں ہے عن جابر مرفوعًا الناس تبع لقریش فی الخیر والشر۔

آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی اور اسی سال امام ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ جو دن وفاتِ ابوحنیفہؒ کا ہے وہی دن ولادتِ شافعیؒ کا ہے۔ لیکن عند المحققین دن کی موافقت کی بات صحیح نہیں ہے۔ ولادت شہر غزہ میں اور بعض کے نزدیک شہر عسقلان میں ہوئی۔ یہ دونوں شہر ملک شام میں ہیں اور بیت المقدس سے تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر ہیں۔ پھر جب آپ کی عمر دو سال تھی تو مکہ مکرمہ لائے گئے اور آپ کی وفات مصر میں بعمر ۵۴ سال ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

ربیع کا قول ہے کہ امام شافعیؒ نے شب جمعہ بعد المغرب وفات پائی اور جمعہ کے دن بعد العصر دفنائے گئے۔ اور یہ ماہِ رجب کا آخری دن تھا۔ آپ کی قبر مصر میں ہے۔

حضرت ربیعؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آدم علیہ السلام وفات پاگئے ہیں۔ میں نے اس خواب کی تعبیر علماء سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ اہلِ ارض میں سب سے بڑے عالم کی موت ہے لان اللہ تعالیٰ علّم آدم الاسماء کلھا فما کان الا یسیرًا فمات الشافعیؒ۔

امام شافعیؒ بچپن میں یتیم ہوگئے تھے، آپ کی والدہ نے بڑے افلاس اور غربت کی حالت میں آپ کی پرورش کی۔ بچپن میں آپ علماء کی مجلس میں جاکر استفادہ کرتے تھے اور کاغذ خریدنے کی طاقت نہ تھی اس لیے آپ ہڈی وغیرہ پر علماء کی قیمتی باتیں لکھ لیتے تھے۔ ان ہڈیوں سے کئی مٹکے بھر گئے۔

ابتداء میں امام شافعیؒ شعر وایامِ عرب یعنی تاریخ عرب اور ادب کے طالبِ علم تھے۔ بعدہٗ مسلم بن خالد زنجیؒ مفتی مکہ کی ترغیب پر فقہ کی طرف مائل ہوئے۔ ایک اور واقعہ بھی اس کا سبب بنا جس کا بیان خود امام شافعیؒ یوں کرتے ہیں کنتُ انظر فی الشعر فارتقیتُ عُقبۃ بمنیٰ فاذا صوت من خلفی علیك بالفقه۔ پھر مسلم بن خالدؒ وغیرہ علماء مکہ سے علمِ فقہ کی تحصیل کی اور امام مالکؒ سے پڑھنے کے لیے مدینہ منورہ گئے اور کچھ مدت تک وہاں رہے۔

امام مالکؒ نے انہیں ایک دن یہ نصیحت کی جو کشف پر مبنی ہے اتّق اللہ فانہ سیکون لك شان وان اللہ تعالیٰ قد القی علی قلبك نورًا فلا تُطفِہ بالمعصیۃ۔ آپ کی عمر ۱۳ سال کی تھی جب امام مالکؒ کے پاس آئے۔ پھر

یمن گئے نیز عراق و بغداد گئے اور امام محمدؒ سے علمی مباحثے و مذاکرے کرتے رہے۔

امام محمد بن الحسن حنفیؒ سے آپ نے بہت زیادہ استفادہ کیا جن کا کچھ بیان محمد بن الحسنؒ کے احوال میں کیا گیا ہے۔ یہاں پر آپ کی بڑی شہرت ہوئی اور حدیث و فقہ کا شغف اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ڈالا۔ دُر مختار میں ہے کہ امام شافعیؒ کی بیوہ والدہ سے امام محمد حنفیؒ نے نکاح کر لیا تھا چنانچہ اس قریبی تعلق کی وجہ سے بھی آپ نے امام محمدؒ سے براہ راست اور ان کی تصانیف سے خوب استفادہ کیا اور ان کتابوں کی برکت سے آپ کی فقاہت میں قوت و وسعت آگئی۔ عراق میں آپ نے کتاب حُجت لکھی، پھر ۱۹۹ھ میں آپ مصر تشریف لے گئے۔

ربیع کا قول ہے کہ آپ ۲۰۰ھ میں مصر تشریف لائے اور مذہب جدید اور ساری کتابیں مصر میں تصنیف کیں مثل کتاب اصول فقہ و کتاب القسامۃ۔ فقہ حنفی کی طرح فقہ شافعی کا ماخذ بھی کتاب اللہ، سنت، اجماع اور قیاس ہے۔

امام شافعیؒ لغت کے بھی بڑے ماہر تھے۔ آپ کو نوجوانی میں ہی جب کہ آپ کی عمر پندرہ سال تھی آپ کے شیخ مسلم بن خالد مکی نے فتویٰ دینے کی اجازت دیدی۔ آپ فقہی مسئلہ بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے۔

ایک حدیث مرفوع ہے انّ عالماً من قریش یملأ طباق الارض علماً او کما قال علیہ السلام علماء متقدمین و متاخرین کے نزدیک اس حدیث کے مصداق امام شافعی ہیں۔

امام شافعیؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شہرت و مقبولیت نصیب فرمائی اور یہ محبوبیت و مقبولیت عند اللہ کی علامت ہے۔ حالانکہ آپ خود شہرت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

قال الربیع سمعت الشافعی یقول وددتُ انّ الخلق تعلّموا هذا العلم علی ان لا یُنسب الیّ منه حرف ذکرہ الساجی فی اوّل کتابہ فی الاختلاف۔ وقال الشافعی وددت اذا ناظرت احداً ان یُظهر اللہ الحقّ علی یدیه۔ اور آپ فرماتے تھے طلب العلم افضل من صلاۃ النافلۃ۔ نیز آپ نے فرمایا ما تقرّب الی اللہ تعالیٰ بشئ بعد الفرائض افضل من طلب العلم۔ وقال ما افلح فی العلم الّا من طلبه فی القلّة ولقد کنت اطلب القرطاس فیعسر علیّ۔ اور فرماتے تھے من طلب علماً فلیدقّ لان لا یضیع دقیق العلم۔ اور فرماتے تھے۔ زینۃ العلماء التوفیق وحلیتهم حسن الخُلق وجمالهم کرم النفس۔ اور فرماتے تھے زینۃ العلم الورع والحلم۔ وقال لیس العلم ما حُفظ العلم ما نفع۔ وقال المراء فی العلم یُقسی القلب ویورث الضغائن۔

آپ کثیر علمی مشاغل کے باوجود بڑے عابد تھے۔ آپ نے رات تین حصوں میں تقسیم کر رکھی تھی۔ پہلے حصہ میں علوم لکھتے تھے دوسرے حصہ میں نماز یعنی نوافل پڑھتے تھے اور تیسرے حصہ میں سوتے تھے۔

امام حمیدیؒ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ ہر روز ایک بار قرآن ختم کرتے تھے۔ امام احمدؒ کا قول ہے قد جمع اللہ تعالیٰ فی الشافعی کل خیر۔ وقال الشافعی ما کذبتُ قط ولا حلفتُ باللہ صادقاً ولا کاذباً۔ وما ترکتُ غسل الجمعۃ فی برد ولا سفر ولا غیرہ وما شبعتُ منذ ست عشر سنۃ الا شبعۃ طرحتھا من ساعتہ۔

امام شافعیؒ ہمیشہ اپنے پاس لاٹھی رکھتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کمزور بھی نہیں ہیں تو ہر وقت اپنے ساتھ لاٹھی رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عصا سفر کی علامت ہے اس لیے میں یہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا ہوں تاکہ مجھے یاد رہے کہ میں اس دنیا میں مسافر ہوں۔

آپ فرماتے تھے کہ دنیا و آخرت کی خیر پانچ خصلتوں میں جمع ہے وھی غنی النفس وکف الاذی وکسب الحلال ولبس التقوی والثقۃ باللہ عزوجل علی کل حال۔

نیز آپ نے فرمایا مروت کے چار ارکان ہیں حسن خلق۔ سخاوت۔ تواضع۔ عبادت۔

وقال امتُ اربعین سنۃً اسألُ اِخوانی الذین تزوجوا عن احوالھم فی تزوجھم فما منھم احد قال انہ رأی خیرًا۔

اور فرماتے تھے من وعظ اخاہ سرًّا فقد نصحہ وزانہ ومن وعظہ علانیۃً فقد فضحہ وشانہ۔

وقال من کان فیہ ثلث خصال فقد اکمل الایمان من امر بالمعروف وأمر بہ ونہی عن المنکر وانتھی عنہ وحافظ علی حدود اللہ۔ وقال ارجی حدیث للمسلمین حدیث ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان یوم القیامۃ دفع الی کل مسلم یھودی او نصرانی وقیل یا مسلم ھذا فداؤک من النار۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔

امام شافعیؒ بہت بڑے سخی تھے۔ امام حمیدی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ صنعاء سے مکہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ دس ہزار دینار لائے اور مکہ سے باہر خیمہ کھڑا کر کے اس میں بیٹھ گئے اہلِ مکہ آپ کے پاس ملاقات کے لیے آتے رہے آپ نے اسی جگہ وہ سارا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

امام بُویطیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ جب مصر میں تھے تو خلیفۂ وقت کی بیوی زبیدہ آپ کے پاس کپڑوں اور سامان کے بڑے بڑے بنڈل بھیجتی تھی۔ آپ وہ سب کچھ لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔

امام شافعیؒ کی عظمتِ علمی فقاہت و تقویٰ و تبحر کل ائمہ کے نزدیک مسلّم ہے۔

شارخ ۔ تفسیر وعلّم آدم الاسماء کلّھا میں مذکور ہے۔

شارخ حسب قول ابن ہشام مؤرخ ابراہیم علیہ السلام کے جدّ سادس ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے ابراھیم علیہ السلام بن تارح وھو آزر بن ناحور بن ساروح بن راعوبن فالغ بالغین وقیل بالخاء ای فالخ بن عیبر بن شارخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامك بن متوشلخ بن اخنوخ واخنوخ ھو ادریس علیہ السلام فیما یزعمون وادریس ھو ابن یرد بن مھلیل بن قینن بن یانش بن شیث بن آدم علیھما السلام۔ بعد ابراہیم علیہ السلام یہ سب اسماء سریانی ہیں۔ شارخ کے معنی ہیں رسول یا وکیل۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ۱ ص۹ ومابعد ابراھیم علیہ السلام اسماء سریانیۃ فسّر اکثرھا بالعربیۃ ابن ھشام فی غیر ھذا الکتاب وذکر ان فالغ معناہ القسّام وشالخ معناہ الرسول او الوکیل وذکر ان اسمٰعیل تفسیرہ مطیع اللہ انتھٰی۔

فائدہ مھمّہ۔ مذکورہ سلسلۂ نسب ابراہیم میں اہل تحقیق کا بڑا اختلاف ہے۔ محققین کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ معتبر ذرائع سے یہ سلسلہ ثابت نہیں ہے لہذا اس کا صحیح علم عنداللہ ہے۔

عدنان سے آگے تعدادِ آباء واجدادِ نبی علیہ السلام اور ان کے اسماء کا علم صحیح کسی انسان کو حاصل نہیں ہے۔ علماء اسلام نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب عدنان سے اوپر ابراہیم علیہ السلام تک سلسلہ مجہول ہے تو ابراہیم علیہ السلام سے اوپر آدم علیہ السلام تک سلسلۂ آباء بطریقِ اولیٰ مجہول ہوگا۔

ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا سلسلۂ نسب آدم علیہ السلام تک ابن ہشام نے اپنی تاریخ میں یوں بیان کیا ہے:۔

محمدٌ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مُرّۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالك بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مُضَر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت ابن اسمٰعیل بن ابراھیم بن تارح وھو آزر الخ بقیہ سلسلہ کا بیان چند سطور قبل مذکور ہو چکا ہے۔

ابن قتیبہ معارف، ص ۵۱ پر لکھتے ہیں واختلف النسّابون فیما بعد عدنان وقد بینت ذلك فی کتاب النسب اھ

مؤرخ علی بن برہان الدین حلبی شافعی اپنی کتاب انسان العیون ج ۱ ص ۷۱ پر عدنان تک سلسلۂ نسب بیان کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:۔

ھذا ھو النسب المجمع علیہ فی نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم عند العلماء بالانساب ومن ثم لما قال فقھاؤنا

شرط الامام الاعظم ای الخلیفۃ ان یکون قرشیًا فان لم یوجد قرشی جامعًا للشروط التی ذکرھا فکنانی قال بعضھم وقیاس ذلک ان یقال فان لم یوجد کنانی فخزیمی فان لم یوجد خزیمی فمدرکی فان لم یوجد مدرکی فالیاسی فان لم یوجد الیاسی فمضری فان لم یوجد مضری فنزاری فان لم یوجد نزاری فمعدی فان لم یوجد معدی فعدنانی فان لم یوجد عدنانی فمن ولد اسمٰعیل لان من فوق عدنان لا یصح فیہ شئ ولا یمکن حفظ النسب فیہ منہ الی اسمٰعیل اھ

عدنان سے اوپر عدد آباء میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک عدنان سے اوپر اسمٰعیل علیہ السلام تک چالیس آباء ہیں اور عند البعض تیس آباء اور عند البعض بیس آباء اور عند البعض پندرہ آباء اور عند البعض چار آباء ہیں۔ کذا فی البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۱۹۳۔

متعدد احادیث و آثار میں تصریح ہے کہ عدنان سے اوپر آباء کا عدد معلوم نہیں ہے۔ فعن ابن عباس رضی اللہ عنھما انہ قال بین عدنان واسمٰعیل ثلاثون ابًا لا یعرفون وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ایضًا انہ کان اذا بلغ عدنان یقول کذب النسابون مرتین او ثلاثًا والاصح عن ابن مسعود مثلہ وقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انما تنسب الی عدنان وقال ابو عمر بن عبد البر فی کتابہ الانباہ فی معرفۃ قبائل الرواۃ روی ابن لھیعۃ عن ابی الاسود انہ سمع عروۃ بن الزبیر یقول ما وجدنا احدًا یعرف ما وراء عدنان ولا ما وراء قحطان الا تخرصًا۔

وقال ابو الاسود سمعت ابا بکر بن سلیمان بن ابی خیثمۃ وکان من اعلم قریش باشعارھم وانسابھم یقول ما وجدنا احدًا یعرف ما وراء معد بن عدنان فی شعر شاعر ولا علم عالم قال ابو عمر وکان قوم من السلف منھم ابن مسعود وعمرو بن میمون الازدی وھو محمد بن کعب اذا تلوا قولہ تعالیٰ والذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللہ قالوا کذب النسابون۔

قال ابو عمر رحمہ اللہ والمعنی عندنا فی ھذا غیر ما ذھبوا الیہ والمراد ان من ادعی احصاء بنی آدم فانہم لا یعلمھم الا اللہ الذی خلقھم واما انساب العرب فان اھل العلم بایامھا وانسابھا قد وعوا وحفظوا اجماھیرھا وامھات قبائلھا واختلفوا فی بعض فروع ذلک۔

قال ابو عمر والذی علیہ ائمۃ ھذا الشان فی نسب عدنان قالوا عدنان بن أدد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسمٰعیل بن ابراھیم الخلیل علیھما الصلاۃ والسلام قال ابن ھشام و یقال عدنان بن أد بن أدد۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں وما بعد عدنان من الاسماء مضطرب فیہ فالذی صح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انه انتسب الى عدنان لم يتجاوزه بل قد روى من طريق ابن عباس انه لما بلغ عدنان قال كذب النسابون مرتين او ثلاثاً والاصح فى هذا الحديث انه من قول ابن مسعود وروى عن عمر رضى الله عنه انه قال انما ننتسب الى عدنان وما فوق ذلك لا ندرى ما هو۔

واصح شئ روى فيما بعد عدنان ماذكره الدولابى ابو بشر من طريق موسى بن يعقوب عن عبد الله بن وهب ابن زمعة الزمعى عن عمته عن ام سلمة عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال معد بن عدنان بن ادد بن زند بن اليرى بن اعراق الثرى قالت ام سلمة فزند هو الهميسع واليرى هو نبت واعراق الثرى هو اسمعيل عليه السلام لانه ابن ابراهيم وابراهيم لم تأكله النار كما ان النار لا تأكل الثرى وقد قال الدارقطنى لا نعرف زنداً الا فى هذا الحديث۔

قال السهيلى وهذا الحديث عندى ليس بمعارض لما تقدم من قوله كذب النسابون ولا لقول عمر رضى الله عنه لأنه حديث متأول يحتمل ان يكون قوله ابن اليرى بن اعراق الثرى كما قال كلكم بنو آدم وآدم من تراب لا يريد ان الهميسع ومن دونه ابن لاسمعيل لصلبه ولا بد من هذا التاويل او غيره لان اصحاب الاخبار لا يختلفون فى بعد المدة ما بين عدنان وابراهيم ويستحيل فى العادة ان يكون بينهما اربعة آباء او سبعة كما ذكر ابن اسحٰق او عشرة او عشرون فان المدة اطول من ذلك كله اھ۔

وقال السهيلى انما تكلمنا فى رفع هذا النسب على مذهب من أى ذلك من العلماء ولم يكرهه كابن اسحٰق والطبرى والبخارى والزبير وغيرهم من العلماء واما مالك رحمه الله فقد سئل عن الرجل يرفع نسبه الى آدم فكره ذلك قيل له فالى اسمعيل فانكر ذلك ايضاً وقال ومن يخبر به وكره ايضاً ان يرفع فى نسب الانبياء مثل ان يقال ابراهيم بن فلان بن فلان قال ومن يخبره ذكره المعيطى فى كتابه الكبير۔

صُہَیب رضی اللہ عنہ۔ وہ تفسیر ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ میں اور تفسیر زین للذین کفروا الحیوٰۃ الدنیا ویسخرون من الذین آمنوا میں مذکور ہیں۔

ھو صُہَیب بن سنان بن مالك رضى الله عنه۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابویحیٰی ہے۔ صہیب رومی کی نسبت سے مشہور ہیں لیکن آپ عربی الاصل ہیں رومی نہیں ہیں۔ سُمّی بذلك لان الروم سبوه صغيراً وكان ابوه وعمه على الابلة من جهة كسرىٰ وكانت مَنازِلُهم على دجلة من جهة الموصل فنشأ صهيب بالروم فصار أكثر ثم اشتراه رجل من كلب فباعه بمكة فاشتراه عبد الله بن جدعان فاعتقه ويُقال بل هرب من الروم فقدِمَ مكة فحالف ابن جدعان۔ كذا فى الاصابة۔

آپ کی زبان میں اہلِ مکہ جیسی فصاحت و بلاغت نہ تھی آپ اپنے غلام یحنس نامی کو لکنت کی وجہ سے

ناس ناس پکارتے تھے۔ چنانچہ ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اے صہیب آپ میں تین عیب ہیں اراك تُنسَب عربیًا ولسانك أعجمی وتکنی باسم نبیّ وتُبذِّر مالك قال امّا تبذیری مالی فما أُنفِقُ الّا فی حقّ واما کنیتی فکنانیها رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما انتمائی الی العرب فانّ الروم سبَتنی صغیرًا فاخذتُ لسانہم۔ کذا فی الاصابۃ۔

لیکن طبرانی کی یہ روایت آپ کے عربی الاصل ہونے کے خلاف ہے وھوما روی ابوأُمامۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السباق اربعۃ انا سابق العرب وصھیب سابق الروم وبلال سابق الحبشۃ و سلمان سابق الفرس۔ ممکن ہے کہ جواب میں کہا جائے کہ چونکہ صہیبؓ روم میں زیادہ رہے تھے اور آخر تک رومی نسبت سے معروف رہے پس اس ظاہری ارتباط و وابستگی کی وجہ سے فرمایا وصہیب سابق الروم بہرحال صہیبؓ خالص عربی ہیں لہذا یہ شعر فارسی بظاہر غلط فہمی پر مبنی ہے۔

حسن زبصرہ بلال از حبش صہیب از روم ۔۔۔ زخاکِ مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ کا اصلی نام عمیرہ تھا رومیوں نے صہیب کے نام سے مشہور کر دیا۔ و عن صہیب قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ وخرج معہ ابوبکر وکنت قد ھممت بالخروج معہ وصدّنی فتیان من قریش فجعلت لیلتی تلك اقوم لا اقعد وقالوا قد شغلہ اللہ عنکم ببطنہ ولم اکن شاکیًا فقاموا فخرجت فلحقنی منھم ناس فقلت لھم ھل لکم ان اعطیکم اواقی من ذھب وحلتین لی بمکۃ و تخلون سبیلی وتوثقون لی ففعلوا فتبعتھم الی مکۃ فقلت لھم احفروا تحت اسکفۃ الباب فان تحتھا الاواقی واذھبوا الی فلانۃ بأیۃ کذا وکذا فخذوا الحلتین فخرجتُ حتی قدمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء قبل ان یتحوّل منھا فلمّا رانی قال یا ابا یحیی ربح البیع ثلاثًا فقلت یا رسول اللہ ما سبقنی الیك احد وما اخبرك الا جبریل علیہ السلام وفی روایۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ فی الغار وقال واصھیباہ ولا صھیب لی وحین اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخروج للھجرۃ بعث ابابکر مرتین او ثلاثا الی صھیب فوجدہ یصلی فقال ابوبکر للنبی علیہ السلام وجدتہ یصلی وکرھت ان اقطع علیہ صلاتہ فقال اصبت۔

صہیبؓ سابقین الی الاسلام یعنی قدیم الاسلام ہیں۔ خود فرماتے ہیں کہ بعثت سے بہت پہلے سے ہی میں نبی علیہ السلام کا رفیق و مصاحب تھا۔ چونکہ آپ کی اپنی قوم مکہ میں نہیں تھی اس وجہ سے آپ کو اسلام کے راستہ میں بلالؓ و عمارؓ وغیرہ کی طرح بہت زیادہ اذیتیں دی گئیں۔ کئی دفعہ کفار کے مارنے اور عذاب سے بے ہوش ہو جاتے تھے انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی والذین ھاجروا من بعد ما فُتِنوا۔

صہیبؓ جب مکہ سے ہجرت کے لیے نکلے تو مشرکین کی ایک جماعت آپ کے پیچھے آئی اور آپ کو پکڑنا چاہا تو آپ نے ان سے فرمایا یا معشر قریش انی من اسلمکم ولا تصلون الیّ حتی ارمیکم بکل سہم معی ثم اضربکم بسیفی فان کنتم تریدون مالی دللتکم علیہ فرضوا فعاھدھم ودلّھم فرجعوا فاخذ وا مالہ فلما جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ ربح البیع فانزل اللہ تعالیٰ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوقتِ شہادت وصیت کی تھی کہ خلیفہ کے انتخاب تک مسجد نبوی میں نماز صہیب پڑھائیں۔ آپ بدری ہیں۔ تمام مغازی میں شریک رہے۔ آپ کی وفات ماہ شوال ۳۸ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپکی عمر ۷۰ سال تھی۔

قاری صالح بن زیاد بن عبداللہ بن الجارود ابو شعیب المقری المشہور بالسوسی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ کی کنیت ابو شعیب ہے۔ شہر رقہ کے ساکنین میں سے ہیں۔ سوسی بضم سین نسبت ہے سوس کی طرف۔ جو خوزستان میں ایک شہر ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سوس اہواز میں ایک جگہ ہے۔

سوسیؒ بہت بڑے قاری زاہد عابد کثیر العبادۃ والتلاوۃ ومحدث تھے۔ آپ روایت کرتے ہیں عبداللہ ابن نُمیر و محمد بن عبید و ابن عُیینہ و یحیی بن المبارک یزیدی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں نسائی و ابن عاصم و ابو حاتم وغیرہ۔ ابن حجرؒ روایتِ نسائی کے منکر ہیں۔ قال ابو حاتم صدوق وقال النسائی ثقۃ۔

آپ کی وفات ماہ محرم ۲۶۱ھ میں شہر رقہ میں ہوئی۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔ قاری سوسیؒ امام ابو عمروؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ ابو عمرو کے دوسرے راوی حفص دوری ہیں۔

ضباعہ بنت الزبیر رضی اللہ عنہا۔ وہ آیت فان اُحصرتم فما استیسر من الھدی کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھی ضباعۃ بنت الزبیر بن عبد المطلب الھاشمیۃ۔ رضی اللہ عنہا۔

آپ نبی علیہ السلام کی چچا زاد بہن اور صحابیہ ہیں۔ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی بیوی اور عبداللہ بن مقداد کی والدہ تھیں۔ عبداللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔

اشتراط فی الحج میں ضباعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مشہور ہے جو ابو داؤد و نسائی و ترمذی میں موجود ہے۔ نیز ان کی ایک اور حدیث ہے عن ام عطیۃؓ عن اختھا ضباعۃ انھا رأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل کتفا ثم قام الی الصلاۃ ولم یتوضأ۔ کذا فی الاصابۃ۔

الضحّاک ۔ تفسیر آیت وان کنتم علیٰ سفر ولم تجدوا کاتباً فرھانٌ مقبوضۃٌ

ھو الضحّاک بن مزاحم الھلالی ابو القاسم الخراسانی رحمہ اللہ ۔

آپ مشہور تابعی مفسر و امام ہیں ۔ بلخ و سمرقند و نیسا بور میں مختلف اوقات میں جائے اقامت بدلتے رہتے تھے ۔

انس و ابن عمر و ابوہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں ۔

آپ تفسیر میں امام و ماہر ہیں ۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں خذوا التفسیر عن اربعۃٍ مجاھدٍ عکرمۃ وسعید بن جبیر والضحّاک امام احمدؒ فرماتے ہیں ھو ثقۃ وانکر شعبۃ سماعہ من ابن عباس وقال انما اخذ عن سعید عنہ وقال ابن سعید القطان کان ضعیفاً ۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے ۔ آپ بچوں کو مفت پڑھاتے تھے ۔ آپ ماں کے پیٹ میں دو سال رہے ۔ ولادت کے وقت آپ کے دانت نکل آئے تھے ۔

آپ کی وفات ۱۰۵ھ میں ہوئی ۔ قالہ ابن کثیر فی البدایۃ ۔

طالوت رحمہ اللہ ۔ قرآن مجید میں طالوت مذکور ہیں ۔

طالوت کے قصہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے ۔ آپ کا سلسلۂ نسب بنیامین بن یعقوب بن اسحٰق علیہما السلام تک پہنچتا ہے ۔ آپ کے زمانے میں نبی شمویل علیہ السلام تھے اور بعض نے ان کا نام شمعون بتایا ہے ۔ طالوت بہت نیک اور صالح تھے ۔ آپ کی وجہ سے بنی اسرائیل کو بہت فائدے پہنچے چنانچہ آپ کی وجہ سے وہ تابوت بنی اسرائیل کو واپس ملا جو دشمنوں نے چھین لیا تھا اور جس کی برکت سے بنی اسرائیل جنگ میں دشمنوں پر فتح حاصل کرتے تھے ۔ وہ تابوت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی باقیاتِ صالحات میں سے تھا ۔ قال اللہ تعالیٰ ۔ وقال لھم نبیّھم انّ اٰیۃ ملکہ ان یأتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربّکم وبقیّۃ ممّا ترک اٰل موسیٰ واٰل ھارون تحملہ الملٰئکۃ ۔ قیل السکینۃ طست من ذھب کان یغسل فیہ صدور الانبیاء علیھم السلام ۔ یہ تابوت بنی اسرائیل سے عمالقہ چھین کر لے گئے تھے اور مدت تک ان کے قبضہ میں رہا ۔

بنی اسرائیل کو عمالقہ نے بہت ذلیل کیا تھا ان کو اپنے گھروں سے نکال دیا تھا ۔ پھر بنی اسرائیل نے اپنے نبی یعنی شمویل علیہ السلام سے بادشاہ مقرر کرنے کی درخواست کی تاکہ وہ عمالقہ وغیرہ اعداء سے اس بادشاہ کے جھنڈے تلے ہو کر لڑیں ۔ قرآن مجید میں ہے قال ھل عسیتم ان کتب علیکم القتال الّا تقاتلوا قالوا وما لنا الّا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اُخرجنا من دیارنا وابنائنا ۔ قرآن مجید میں یہ قصہ تفصیلاً مذکور ہے ۔ وقال لھم نبیّھم انّ اللہ قد بعث لکم طالوت ملکاً قالوا انّٰی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک الآیۃ ۔

طالوت کے عجیب فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ جالوت کے ساتھ جنگ میں ان کے رفقاء صالحین کی تعداد وہ تھی جو جنگِ بدر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تھی یعنی ۳۱۳۔ طالوت نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دوں گا۔ اور اس کو امورِ سلطنت میں شریک کروں گا۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے جو اس وقت نوجوان تھے میدان جنگ میں جالوت کو قتل کیا اور جالوت کی فوج بھاگ گئی۔ طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی لڑکی کا نکاح داؤد سے کر دیا اور امورِ مملکت میں بھی شریک کر لیا۔ داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل میں طالوت کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہو گئے۔ طالوت کو حسد ہوا۔ کئی لوگوں کو قتل کیا پھر توبہ کی اور اپنی سلطنت داؤد علیہ السلام کے حوالے کر کے خود جہاد و غزا پر چلے گئے اور اپنے تیرہ بیٹوں سمیت شہید ہو گئے کذا ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۶ قال عکرمۃ کان طالوت اوّلاً قبل صیرورتہ ملکاً سقّاءً وقال وھب بن منبّہ کان دبّاغاً۔

وفی کتاب محاضرۃ الاوائل ص ۳۲ اوّلُ من عمِل الدبّاغۃ من انواع الادم وکان شھیراً بحرفتھا طالوت الملک لبنی اسرائیل کان دبّاغاً اوّلاً قبل الملک ثم اصطفاہ اللہ تعالیٰ ملکاً فی زمنِ داؤد علیہ السلام اھ معارف لابن قتیبۃ ص ۲۰ پر طالوت کے مختصر احوال مذکور ہیں۔

طاووس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بیانِ آیت ذٰلک لمن لم یکن اھلُہ حاضری المسجد الحرام الآیۃ میں مذکور ہیں۔

ھو طاووس بن کیسان الیمانی الحمیری مولاھم۔ رحمہ اللہ۔ طاووس کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ شہر جَنَد کے باشندے ہیں۔ جند بفتح جیم یمن میں ایک شہر کا نام ہے۔ آپ کبارِ تابعین فضلاء صالحین، محدّثین مفسرین اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ابن عباس و ابن عمر و جابر و ابو ہریرہ و عائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے آپ کے بیٹے عبد اللہ و مجاہد و عمرو بن دینار وغیرہ ائمہ دین روایت کرتے ہیں۔ آپ کے تثبّت و جلالت و امامت و صلاح و حفظ و وفورِ علم پر علماء کا اتفاق ہے۔ عمرو بن دینار فرماتے ہیں ما رأیتُ مثلَ طاووس۔ کذا فی تھذیب النووی ج ۱ ص ۲۵۱۔ عبد الرزاق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں قال کان طاووس یصلّی فی غداۃ باردۃ مغیمۃ فربّما محمد بن یوسف اخو الحجاج بن یوسف و ایّوب وھو ساجد فی موکبہ فامر بساجٍ وطیلسان مرتفع فطُرح علیہ فلم یرفع رأسہ حتّٰی فرغ من حاجتہ فلما سلّم نظر فاذا الساج علیہ قال فانتفض ولم ینظر الیہ ومضٰی الی منزلہ۔

عطاء بن ابی رباحؒ ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال ابن عباس رضی اللہ عنھما انّی لأظنّ طاووساً من اھل الجنّۃ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳ تا ۲۲ میں آپ کے اقوال و احوال تفصیلاً درج ہیں۔

ایک شخص نے طاووسؒ سے دعا کی درخواست کی تو فرمایا ما اجد فی قلبی خشیۃً فادعولک۔ سفیان ثوریؒ نے ابن طاووسؒ سے پوچھا کہ تمہارے والد طاووس سواری پر سوار ہوتے وقت کیا دعا پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ دعا پڑھتے ہیں اللّٰھم لک الحمدُ ھذا من فضلک ونعمتک علینا فلک الحمدُ ربّنا سبحان الذی سخّرلنا ھذا وما کنّا لہ مقرنین۔ اور رعد کی آواز سن کر یہ دعا پڑھتے تھے سبحان من سبّحت لہ۔ کذا فی الحلیۃ ج۴ ص۵

طاووسؒ بوقت سحر ایک شخص سے ملنے گئے تو گھر والوں نے بتایا کہ وہ سویا ہوا ہے تو فرمایا ما کنتُ اریٰ انّ احداً یَنام فی السحر۔ نیز فرمایا کرتے تھے لا یتمّ نُسکُ الشابّ حتّٰی یتزوّج۔ وعن ابراھیم بن میسرۃ قال قال لی طاووس لتنکحنّ اولأقولنّ ما قال عمر بن الخطاب لابی الزوائد ما یمنعک من النکاح الّا عجزٌ او فجور۔

عمران بن خالد خزاعیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عطاءؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور حضرت عطاءؒ سے کہا یا اباھحمد انّ طاووسًا یزعم انّ من صلّی العشاءَ ثم صلّی بعدھا رکعتین یقرأ فی الاولیٰ تنزیل السجدۃ و فی الثانیۃ تبارک الذی بیدہ الملک کُتب لہ مثل وُقوف لیلۃ القدر۔ فقال عطاء صدق طاووس ما ترکتُھا۔ طاووسؒ اکثر یہ دعا کرتے تھے اللّٰھم احرمنی کثرۃَ المال والولد وارزقنی الایمان والعمل۔

طاووسؒ نے وفات کے وقت اپنے بیٹے سے فرمایا اذا اقبرتنی فانظر فی قبری فان لم تجدنی فاحمد اللہ تعالیٰ وان وجدتنی فانّا للہ وانا الیہ راجعون قال الراوی فاخبرنی بعض وُلدہ انہ نظر فلم یجد شیئًا ورأی فی وجھہ السرور۔ آپ نے پچاس صحابہؓ کی زیارت کی ہے۔ عبداللہ بن صالح مکیؒ کہتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو طاووس عیادت کے لیے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یا اباعبدالرحمٰن ادعُ اللہ لی فقال ادعُ لنفسک فانہ یجیب المضطرّ اذا دعاہ۔ طاووس نے ایک دن ایک شخص سے فرمایا تُریدُ انْ اَجمع لک فی مجلسی ھذا التوراۃ والانجیل والزبور والفرقان۔ قال نعم۔ قال خَفِ اللہ تعالیٰ مخافۃً لا یکون عندک شیٔ اخوف منہ وارجُہ رجاءً ھو اشدّ من خوفک ایاہ واَحِبّ للناس ما تُحِبّ لنفسک۔ سفیان ثوریؒ طاووسؒ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں ان الموتی یفتنون فی قبورھم سبعًا فکانوا یستحبّون ان یُطعم عنھم تلک الایام۔ آپ نے ایک دن بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا یابُنیّ صاحِبِ العقلاءَ تُنسَب الیھم وان لم تکن منھم ولا تُصاحِب الجُھّالَ فتُنسَب الیھم وان لم تکن منھم واعلم انّ لکل شیٔ غایۃً وغایۃ المرء حسنُ خلقِہ۔

طاووسؒ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ نے چالیس حج کیے۔ وفات بھی سفرِ حج میں ہوئی۔ وفات کے وقت لوگوں کے ازدحام سے نظام درہم برہم ہوگیا اور انتظام کے لیے پولیس بلائی گئی۔ کتاب حلیہ میں ہے تُوفّی طاووس بالمزدلفۃ او بمنیً فلما حُمل اَخذ عبداللہ بن الحسن بن علیؓ بن ابی طالب بقائمۃ السریر فما زایلہ حتی

بلغ القبر واضعًا السرير على كاهله قال الراوي فلقد رأيت سقطت قلنسوة كانت عليه ومُزِّق رداؤه من خلفه

تاریخ وفات ۷ ذوالحجہ ۱۰۶ھ ہے۔ آپ کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی۔ کذا فی التہذیب للنووی۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تجعلوا اللہ عُرضۃً لایمانکم ان تبرُّوا وتتقُوا و تُصلِحُوا الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن رواحۃ بن ثعلبۃ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابو محمد یا ابو رواحہ یا ابو عمرو ہے۔ عبداللہ بن رواحہؓ بے اولاد تھے۔ سابقین اوّلین انصار اور نقبا لیلۃ العقبہ میں سے ہیں۔ بدری ہیں تمام مغازی میں موجود تھے۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ آپ نبی علیہ السلام کے کاتب تھے۔ جنگِ بدر میں فتح کی خوش خبری مدینہ منورہ والوں کو دینے والے آپ ہی ہیں۔ روی احمد ان النبی علیہ السلام قال رحم اللہ عبداللہ بن رواحۃ انہ یحبّ المجالس التی تتباھی بھا الملائکۃ۔

روایت ہے کہ عبداللہ بن رواحہؓ مسجد میں داخل ہو رہے تھے کہ نبی علیہ السلام نے منبر پر خطبہ میں فرمایا اِجلِسُوا۔ فجلس مکانہ خارجًا من المسجد فلمّا فرغ قال لہ زادک اللہ حرصًا علی طاعۃ اللہ وطاعۃ رسولہ

آپ فتح مکہ میں شریک نہ تھے کیونکہ اس سے قبل جنگِ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ جنگِ موتہ ماہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ارضِ شام میں ہوئی تھی۔ جنگِ موتہ پر جاتے ہوئے لوگوں نے آپ کے لیے بہ عافیت واپس آنے کی دعا کی تو آپ نے کہا میری تمنا ہے کہ اسی غزوہ میں شہید ہو جاؤں اور یہ شعر کہے ؎

لٰکِنّنی اسأل الرحمٰنَ مغفرۃً وضربۃً ذات فرغ تقذف الزبدا

اوطعنۃً بیدی حرّان مجھزۃ بحربۃ تنفذ الاحشاء والکبدا

حتی یقولوا اذا مرّوا علی جدثی یا ارشد اللہ من غازٍ وقد رشدا

جنگِ موتہ میں آپ زید و جعفر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد امیرِ لشکر ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے جنگ کے دوران شعر پڑھتے ہوئے لڑتے رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے گھوڑے سے اُترے تو آپ کے ابنِ عم نے گوشت پیش کرتے ہوئے کہا شُدّ بھذا ظھرک فانک قد لقیت فی ایامک ھذہ ما لقیت فاخذہ من یدہ فانتھش منہ نھشۃ ثم سمع الحطمۃ فی الناس فقال وانت فی الدنیا فالقاہ من یدہ ثم اخذ بسیفہ فتقدّم فقاتل حتی قُتِل۔

آپ نبی علیہ السلام کے شعراء میں سے ہیں اور بڑے شاعر ہیں۔ صحیح روایت ہے انہ مشیٰ لیلۃً الی امۃٍ لہ فنالھا وفطنت لہ امرأتہ فلامتہ فجحدھا وکانت قد رأت جماعہ لھا فقالت لہ ان کنت صادقًا فاقرأ

القرآن فالجنب لا يقرأ القرآن فقال عبد الله ؎

شهدتُ بأنّ وعد الله حقّ وانّ النار مثوى الكافرينا
وانّ العرش فوق الماء حقٌّ وفوق العرش ربُّ العالمينا
وتحمله ملائكةٌ غلاظٌ ملائكةُ الإلٰهِ مُسوّمينا

فقالت امرأته صدق الله وكذبت عيني وكانت لا تحفظ القرآن ولا تقرؤه۔

عمرو بن قرّہ رضی اللہ عنہ۔ آپ ایک غیر معروف صحابی ہیں۔ صرف ایک حدیث میں آپ کا ذکر آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ذریعۂ معاش گانا طبل و دف بجانا تھا۔ اصابہ میں ہے اخرج حدیثہ عبد الرزاق فی مصنّفہ من روایۃ مکحول قال حدّثنا یزید بن عبد ربّہ عن صفوان بن امیۃ قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءہ عمرو بن قرّۃ فقال یا رسول اللہ انّ اللہ قد کتب علیّ الشقوۃ وما اراني أُرزق الّا من دفّي بكفّي فائذن لي بالغناء من غير فاحشة فقال لا اٰذن لك ولا كرامة ولا نعمة ابتغ على نفسك وعيالك حلالاً فانّ ذلك جهادٌ في سبيل الله واعلم ان عون الله تعالىٰ مع صالحي التجار۔ ابن حجر نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا۔ آیت ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبرّوا الخ و کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیراً الخ اور دیگر کئی جگہوں میں مذکور ہیں۔ ھی عائشۃ ام المؤمنین بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما۔ والدہ کا نام ام رومان ہے بضم راء یا بفتح راء۔ ام رومان کی وفات ماہ ذوالحجہ ۶ھ میں ہوئی۔ قالہ الواقدی۔ حضرت عائشہؓ نے بچپن میں اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب کہ صرف اٹھارہ انسان مسلمان ہوئے تھے۔ نبی علیہ السلام سے آپ کا نکاح ہجرت سے دو سال قبل ہوا تھا جب کہ آپ کی عمر چھے سال تھی یا سات سال کما قیل۔ اور رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جنگِ بدر کے فوراً بعد ماہ شوال ۲ھ میں ہوئی جب کہ آپ کی عمر نو سال تھی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے سوا کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ آپ کی بہت سی خصوصیات ہیں اوّل یہ جس کا بیان ابھی ہوا۔

دوم یہ کہ آپ اُن صحابہ میں سے ہیں جن سے احادیثِ کثیرہ مروی ہیں اور وہ چھے ہیں عند بعض العلماء اور عند بعض العلماء سات ہیں۔ آپ سے کل دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں جن میں ۱۷۴ متفق علیہ ہیں بخاری و مسلم کے مابین اور ۵۴ پر بخاری اور ۶۸ پر امام مسلم منفرد ہیں۔

سوم۔ آپ کی وسعتِ علمی صحابہ میں مسلّم تھی اور بڑے بڑے صحابہ مختلف فیہ مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

چہارم ۔ بوقتِ وفات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرِ مبارک آپ کی گود میں تھا۔
پنجم اور آپ ہی کے گھر میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دفن کیا گیا۔
ششم ۔ نبی علیہ السلام پر اس وقت بھی وحی نازل ہوتی تھی جب کہ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں ہوتے تھے باقی ازواج کو یہ شرف حاصل نہیں تھا۔
ہفتم ۔ آپ کی برأت کے بارے میں آیتیں نازل ہوئیں جن کی تلاوت قیامت تک کی جاتی رہے گی۔
ہشتم ۔ آپ حبیبۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنتِ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
نہم ۔ آپ کے بارے میں یہ حدیث وارد ہے فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔
اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث آپ کے مناقب میں مروی ہیں۔
دہم ۔ ایک سفر میں آپ کا ہار گم ہوگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی افواج کے ہار تلاش کرنے کے لیے ٹھہر گئے اس اثنا میں صبح کی نماز کا وقت ہوا اور اس مقام پر پانی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے جوازِ تیمم کے بارے میں آیتیں نازل فرمائیں تو تیمم کا نزول آپ کی برکات میں سے ایک برکت ہے کل امتِ محمدیہ کے لیے۔
یازدہم ۔ شریعتِ محمدیہ میں عورت کے بلوغ کی اقلّ مدت ۹ سال ہے کیونکہ حضرت عائشہ نو سال کی عمر میں بالغہ ہوئی تھیں۔
دوازدہم ۔ حنفی مذہب میں اکثر مدتِ حمل دو سال ہے۔ اور اس قول کا مدار حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ ہرگز نہیں رہ سکتا۔ آپ کی وفات منگل کی رات کو ۱۸ رمضان ۵۷ھ میں ہوئی وقیل سنۃ ثمانی وخمسین۔ نماز جنازہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

عباس رضی اللہ عنہ ۔ آپ عمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نبی علیہ السلام سے آپ کی عمر دو یا تین سال زیادہ تھی۔ آپ کی والدہ کا نام نُتیلہ ہے۔ آپ کی ماں پہلی عربی عورت ہے جس نے بیت اللہ شریف پر ریشم کا غلاف چڑھایا۔ کیونکہ بچپن میں عباسؓ گم ہوگئے تھے تو ماں نے یہ نذر مانی تھی۔ عباسؓ قریش میں اسلام سے قبل رئیس جلیل شمار ہوتے تھے۔
عمارتِ مسجدِ حرم اور سقایتِ آبِ زمزم آپ کے سپرد تھی۔ اسلام لانے سے قبل آپ لیلۃ العقبہ میں حضور علیہ السلام کے رفیق تھے جس میں انصار نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ جنگِ بدر میں مشرکین کے ساتھ آپ بادلِ ناخواستہ مجبوری سے گئے تھے اور پھر قیدی ہوگئے تھے اور فدیہ دے کر اپنی خلاصی حاصل کی۔ بعد میں آپ مسلمان ہوئے۔
بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے تھے۔ اسلام کو چھپا کر مکہ میں مقیم تھے اور مکہ میں کمزور مسلمانوں

کی نصرت کرتے ہوئے مشرکین کے احوال سے نبی علیہ السلام کو مطلع کرتے تھے۔ آپ کی آواز اتنی بلند تھی کہ کئی کئی میل تک سنائی دیتی تھی۔ ۸ میل تک رات کو آپ کی آواز اور باتیں واضح طور پر سنی جا سکتی تھیں۔ ذکر الحازمی فی کتاب المؤتلف عن الضحاك قال كان عباسؓ يقف على سلع فينادي غلمانه في آخر الليل وهم في الغابة فيسمعهم قال وبين السلع والغابة ثمانية اميال۔

مدینہ منورہ میں بروز جمعہ ۱۲ رجب ۳۲ھ میں اور بقول بعض ۳۴ھ ہجری میں وفات ہوئی جب کہ آپ کی عمر ۸۸ سال تھی۔ جنت البقیع میں آپ کی قبر مشہور ہے۔ آپ سے کل ۳۵ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے اور ایک پر بخاری اور تین پر مسلم منفرد ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے ان عمر رضی اللہ عنہ كان اذا قحطوا استسقى بالعباس فقال اناكنا نتوسل اليك بنبينا فتسقينا وانا نتوسل اليك اليوم بعم نبينا فاسقنا فيسقون

عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ آیت الذین ینفقون اموالهم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منًّا ولا اذًی کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ هو عبد الرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن الحارث القرشی رضی اللہ عنہ آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جاہلیت میں آپ کا نام عبد عمرو یا عبد الکعبہ تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبد الرحمٰن رکھا۔ آپ کئی اوصاف و احوال میں ممتاز ہیں۔

اوّلاً یہ کہ آپ قدیم الاسلام ہیں۔ آپ اُن آٹھ میں سے ایک ہیں جو سابقین الی الاسلام تھے۔

ثانیاً، آپ ان پانچ میں سے ایک ہیں جنھوں نے صدیق اکبرؓ کی ترغیب پر اسلام قبول کیا۔

ثالثاً۔ آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔

رابعاً۔ آپ ان چھے اہل شوریٰ میں سے ہیں جو حضرت عمرؓ نے شہادت کے وقت خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائے تھے اور پھر سب نے آپ کو اختیار دیا اور آپ ہی نے انصار و مہاجرین سے مشورہ کے بعد حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنا دیا۔

خامساً۔ آپ مہاجرین اوّلین میں سے ہیں اور صاحب ہجرتین ہیں۔ تمام مغازی بدر و اُحد وغیرہ میں آپ شریک رہے۔ ہجرت کے بعد نبی علیہ السلام نے آپ کو سعد بن ربیع کا بھائی بنایا تھا۔

سادساً۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوۂ تبوک کے سفر میں آپ کے پیچھے صبح کی نماز کی ایک رکعت پڑھی تھی اور یہ فضیلت تمام صحابہ میں صرف عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور صدیق اکبرؓ ہی کو حاصل ہے۔

سابعاً۔ آپ بہت زیادہ صدقات کرتے تھے اور خدا کی راہ خوب مال دیتے تھے۔ ایک بار ایک دن میں ۳۱ غلام آزاد کیے۔

ثامناً۔ فی الحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان عبد الرحمٰن بن عوف امین فی السماء امینٌ فی الارض

امام زہریؒ کی روایت ہے کہ ایک بار آپ نے نصف مال یعنی چار ہزار درہم خدا کی راہ میں دیے۔ پھر ۴۰ ہزار درہم دیے پھر ۴۰ ہزار دینار دیے۔ پھر خدا کی راہ میں ۵۰۰ گھوڑے دیے پھر ۵۰۰ اونٹ دیے۔

تاسعاً۔ آپ صحابہؓ میں بہت زیادہ دولتمند تھے اور ساتھ ہی بہت زیادہ مال خدا کی راہ میں دیتے رہتے تھے۔ وفی الترمذی اوصی لامّہات المؤمنین بحدیقۃٍ بیعت باربع مائۃ الف۔ وفات کے وقت آپ نے وصیت کی تھی کہ میرے مال میں سے ہر بدری صحابی کو ۴۰۰ دینار دیے جائیں اس وقت اہلِ بدر میں سے ۱۰۰ صحابہ زندہ تھے چنانچہ سب نے اپنا حصہ لے لیا۔ اس کے علاوہ ہزار گھوڑے خدا کی راہ میں دینے کی بھی وصیت کی تھی۔ اپنے پیچھے بہت زیادہ مال چھوڑا۔ سونے کی اتنی بڑی بڑی اینٹیں تھیں کہ تقسیمِ وراثت کے لیے کاٹتے کاٹتے لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں۔ قانونِ وراثت کے پیشِ نظر چاروں بیویوں میں ہر ایک کو بتیسواں حصہ ملتا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ان چار میں سے ایک بیوی نے اپنے پورے حصے لینے کی بجائے صرف ۸۰ ہزار لینے پر اکتفا کیا۔

عاشراً۔ حدیث میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فقرائے مہاجرین سے ۵۰۰ سال بعد میں جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔ یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو ابو عبداللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام آمنہ بنت عبدالمطلب ہے۔ ابنِ جحش قدیم الاسلام اور صاحبِ ہجرتین ہیں۔ آپ زینب بنت جحش ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو بعد الہجرۃ ایک سریہ یعنی چھوٹی سی فوج کا امیر بنا کر بھیجا۔ کہتے ہیں کہ آپ اوّل امیر ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا۔ اور آپ کی واپسی پر لائی ہوئی غنیمت اسلام میں اوّل غنیمت ہے۔ آپ بدر و احد کی جنگ میں شریک تھے۔ احد میں شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے۔

وکان من دعائہ یوم احد ان یقاتل ویستشھد ویقطع انفہ واذنہ ویمثّل بہ فی اللہ تعالیٰ۔ فاستجاب اللہ دعائہ واستشھد وعمل الکفار بہ ذلک۔ وکان یقال لہ المجدّع فی اللہ تعالیٰ بوقتِ شہادت آپ کی عمر ۴۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔ کذا قال النووی فی تہذیب الاسماء۔

علیؓ رضی اللہ عنہ۔ آیت فتمنوا الموت ان کنتم صٰدقین اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ ھو علیؓ بن ابی طالب عمّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوطالب کا نام عبد مناف تھا۔ کما ھو المشہور۔ علی رضی اللہ عنہ کی

والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا مسلمان تھیں اور انہوں نے ہجرت الی المدینہ کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی والدہ فاطمہؓ کی وفات ہوئی۔ فصلّی علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل فی قبرہا۔ حضرت علیؓ کی کنیت ابو الحسن وابو تراب تھی۔ آپ عشرۂ مبشرہ اور خلفائے اربعۂ راشدین وعلمائے ربانیین میں سے تھے۔ بڑے شجاع وزاہد احد السابقین الی الاسلام تھے۔

اوّلِ مسلم میں علماء کا اختلاف ہے۔ عند البعض خدیجہؓ ہیں اور عند البعض ابوبکرؓ ہیں اور عند البعض علیؓ ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اول مسلم خدیجہ ہیں پھر ابوبکر پھر علی ہیں رضی اللہ عنہم۔ امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے اس بات پر کہ اوّل مسلم خدیجہؓ ہیں۔ البتہ اس کے بعد اوّل میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے یہ محاکمہ کیا ہے کہ اوّل مسلم رجالِ احرار میں ابوبکرؓ ہیں اور بچوں میں علیؓ اور عورتوں میں خدیجہؓ اور آزاد شدہ غلاموں میں زید بن حارثہؓ اور غلاموں میں بلالؓ ہیں۔ اسلام لاتے وقت حضرت علیؓ کی عمر ۱۰ سال تھی اور بقول بعض ۵ سال تھی۔ ابو الاسود کا قول ہے کہ علیؓ اور زبیرؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ دونوں کی عمر ۸ سال کی تھی۔ ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مکہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا تاکہ آپ امانتیں اور ودائع ان کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ آپ تبوک کے سوا تمام مغازی میں شریک تھے۔ غزوۂ تبوک میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ دیا تھا۔

آپ کی شجاعت مسلّم ومشہور ہے اسی طرح آپ کا بحرِ علم ہونا بھی مسلّم ہے۔ نبی علیہ السلام کے حبیب تھے۔ آپ کی احادیثِ مرویہ ۵۸۶ ہیں جن میں سے ۲۰ متفق علیہ ہیں اور ۹ پر بخاری اور ۱۵ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ آپ کی اولاد جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے ہے اولادِ نبی علیہ السلام کہلاتی ہے اور آپ ہی کے واسطے سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کا سلسلۂ تناسل جاری ہے۔ حدیث شریف ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ اللہ امرنی بحبّ اربعۃ واخبرنی انہ یحبّھم قیل یا رسول اللہ سمّہم لنا قال علیّ منھم یقول ذلک ثلثا وابوذر والمقداد وسلمان رضی اللہ عنہم۔ رواہ الترمذی۔ آپ ۱۷ رمضان شریف جمعہ کی رات کو ابن ملجم کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور اتوار کی رات ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ھ کو شہر کوفہ میں وفات پا گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال اور بقول بعض ۶۵ سال تھی۔

عمر رضی اللہ عنہ۔ تفسیر بیضاوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر متکرر ہے ھو ابوحفص عمر بن الخطاب بن نفیل القرشی العدوی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم ہے۔ آپ کی ولادت واقعۂ فیل سے ۱۳ سال مؤخر ہے۔ اشرافِ قریش میں آپ کا شمار تھا۔ جاہلیت میں سفارت آپ کے سپرد تھی۔ جنگوں میں اور اہم بڑے واقعات میں فیصلے اور گفتگو کے لیے اہلِ مکہ کی طرف سے آپ ہی سفیر ہوتے تھے۔

اسلام لانے سے قبل مسلمانوں کے بارے میں آپ کا رویہ بڑا سخت تھا۔ قدیم الاسلام ہیں۔ ۴۰ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد آپ اسلام لائے تھے۔ اور بقول بعض ۳۹ مردوں اور ۲۳ عورتوں کے بعد اور عند البعض ۴۵ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد۔ وعن سعید بن المسیب قال اسلم عمر بعد اربعین رجلاً وعشرۃ نسوۃ فما ھو الا ان اسلم فظھر الاسلام بمکۃ اھ۔

آپ کے اسلام لانے سے قبل مسلمان چھپے چھپے رہتے تھے۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو بڑی تقویت و قوت حاصل ہوئی۔ اسلام لانے کے بعد فوراً آپ قریش کی مجلسوں میں گئے اور اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ پھر قریش اور آپ میں مقابلہ شروع ہوا۔ وہ آپ کو اور آپ انہیں مارتے رہے تا آنکہ اسلام ظاہر ہوا۔

آپ کی ہجرت و خلافت و امامت بڑی رحمت تھی۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان اسلام عمر فتحاً وکانت ھجرتہ نصراً وکانت امامتہ رحمۃً ولقد أیتنا وما نستطیع ان نصلی فی البیت حتی اسلم عمر فلما اسلم قاتلھم حتی ترکونا فصلینا۔ آپ نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو فاروق کا لقب دیا۔

حدیث مرفوع ہے کہ شیطان عمر رضی اللہ سے ڈرتا ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں باسناد وہ یہ روایت ذکر کی ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان بینی وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فقال بمن ترضین ان یکون بینی وبینک ؟ اترضین بابی عبیدۃ بن الجراح ؟ قلتُ ذاک رجل لین یقضی لک علیّ قال اترضین بعمر بن الخطاب ؟ قلتُ لا انی لأفرق من عمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والشیطان یفرق منہ فقال اترضین بابی بکر؟ قلت نعم فبعث الیہ فجاء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقض بینی وبین ھذہ قال انا یا رسول اللہ ؟ قال نعم فتکلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتُ لہ اقصد یا رسول اللہ قالت فرفع ابوبکر یدہ فلطم وجھی لطمۃً بدر منھا انفی ومنخرای دماً وقال لا أمّ لکِ فمن یقصد اذ لم یقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال صلی اللہ علیہ وسلم ما اردنا ھذا وقام فغسل الدم عن وجھی وثوبی بیدہ۔ تاریخ بغداد۔ ج ۱۱ ص ۲۴۰ قال علیہ السلام ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ وھو الفاروق فرق اللہ بہ بین الحق والباطل۔ سب سے پہلے آپ ہی کو امیر المومنین کہا گیا۔

آپ عشرۂ بشرہ میں سے ہیں۔ آپ کی مروی احادیث ۵۳۹ ہیں۔ ۲۶ متفق علیہ ہیں اور ۳۴ پر بخاری اور ۲۱ پر مسلم متفرد ہیں۔ آپ بڑے عالم ہیں۔ قال ابن مسعود حین تُوفّی عمر ذھب بتسعۃ اعشار العلم۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم مخفی طور پر ہجرت کرتے تھے مگر عمر رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو پہلے طواف کیا اور نماز پڑھی پھر قریش کے مجمع میں جاکر اعلان کیا کہ میں ہجرت کر رہا ہوں۔ لہٰذا جو شخص اپنے بچوں کو یتیم اور بیوی کو بیوہ اور

ماں کو غمگین کرنا چاہے وہ مکہ سے باہر آ کے میرا راستہ روکے۔ لیکن کوئی بھی آپ کے مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ کر سکا آپ کا زہد و تقویٰ مشہور ہے۔ فعن طلحۃ بن عبد اللہ کان عمر أزھدنا فی الدنیا۔ وعن انس قال رأیت فی قمیص عمر اربع رقاع بین کتفیہ وعن غیرہ انّ قمیص عمر کان فیہ اربع عشرۃ رقعۃً احداھا من ادم۔ عموماً آپ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوتا تھا۔ وعن ابن عمر انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللّٰھم اعزّ الاسلام بأحبّ ھذین الرجلین الیک بابی جھل او بعمر بن الخطاب وکان احبّھما الیہ عمر۔ رواہ الترمذی۔ وعن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبیّ لکان عمر بن الخطاب۔ رواہ الترمذی۔

وعن عمر رضی اللہ عنہ قال استأذنت النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فی العمرۃ فأذن لی وقال لا تنسانا یا اخی من دعائک فقال کلمۃً ما یسرّنی انّ لی بھا الدنیا وفی روایۃ قال أشرکنا یا اخی فی دعائک رواہ ابو داؤد والترمذی۔ آپ شہادت کے طالب رہتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ منورہ میں شہادت نصیب فرمائی۔ ایک دن جب آپ نے صبح کی نماز کی نیت باندھی تو ابولؤلؤ فیروز نے جو مغیرۃ بن شعبہؓ کا غلام تھا آپ پر زہر میں بجھے ہوئے خنجر سے حملہ کیا چھے ضربات آپ کو لگیں اور آپ شدید زخمی ہو گئے۔ یہ ابولؤلؤ مجوسی کافر تھا۔ لوگوں نے جب قاتل کو پکڑنا چاہا تو اس نے مزید ۱۳ مسلمانوں کو زخمی کر دیا جن میں سے سات مر گئے۔ پھر آپ نے انتخاب خلیفہ کے لیے چھے صحابہ کی کمیٹی قائم فرمائی یعنی عبد الرحمٰن بن عوف۔ علی۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد رضی اللہ عنہم۔ کیونکہ عشرۂ مبشرہ میں سے یہی چھے اصحاب زندہ تھے۔

آپ بروز بدھ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو زخمی ہوئے چند دن زندہ رہ کر وفات پا گئے اور بروز اتوار یکم محرم ۲۴ھ کو آپ دفنائے گئے۔ مدت خلافت ۱۰ سال ۵ ماہ اور ۲۱ دن ہے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

فائدہ۔ مسلمانوں میں لقب امیر المؤمنین سے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملقب ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اوّلیت کا شرف عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے جنہیں نبی علیہ السلام نے اسلام کے پہلے سریہ کا امیر مقرر کر کے ان کو امیر المؤمنین کہا۔ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے احوال میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ علماء محققین کہتے ہیں کہ مطلق اولیت کا شرف ابن جحش رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ البتہ خلفاء میں اوّلیتِ لقبِ امیر المؤمنین کا شرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۱۵۴ عند بعث عبد اللہ بن جحش علی سریّۃ قبل بدر بشھرین او ثلاثۃ قال فیھا فبعث علیھم عبد اللہ بن جحش وسماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امیر المؤمنین فھو اول من تسمّی فی الاسلام بامیر المؤمنین

ثم بعدہ عمر رضی اللہ عنہ ولا ینافی ذلک قول بعضہم اوّل من تسمّی فی الاسلام بامیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ لانّ المراد اوّل من تسمّی بذلک من الخلفاء او انّ ھذا امیر جمیع المؤمنین وذاک امیر من معہ من المؤمنین خاصّۃً فقد جاء انّ عمرؓ کان یکتب اوّلاً من خلیفۃ ابی بکر فاتفق ان عمر رضی اللہ عنہ ارسل الی عامل العراق ان یبعث الیہ برجلین جلدین یسألہما عن اھل العراق فبعث الیہ بعبد بن ربیعۃ و عدیّ بن حاتم فقدما المدینۃ ودخلا المسجد فوجدا عمرو بن العاصؓ فقالا استأذن لنا علی امیر المؤمنین فقال عمرو انتما واللہ اصبتما اسمہ فدخل علیہ عمرو وقال السلام علیک یا امیر المؤمنین فقال ما بدا لک فی ھذا الاسم فأخبرہ الخبر وقال انت الامیر ونحن المؤمنون فاوّل من سمّاہ بذلک عبد بن ربیعۃؓ عدیّ ابن حاتم وقیل اوّل من سماہ بذلک المغیرۃ بن شعبۃؓ وحینئذٍ صار یکتب من عبد اللہ عمر امیر المؤمنین اھ

عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ یسئلونک عن الخمر والمیسر کے بیان میں مذکور ہیں۔ عتبان ابن مالکؓ صحابی ہیں۔ انصار میں قبیل خزرج سے ہیں۔ جمہور کے نزدیک آپ بدری ہیں۔ لیکن ابن اسحٰق نے آپکو شرکاء جنگِ بدر میں ذکر نہیں کیا۔ آپ اپنی قوم بنی سالم کے امام تھے۔ صحیحین میں آپ کی حدیث مذکور ہے۔ ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ اور عمر رضی اللہ عنہ کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔ خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ کذا فی الاصابہ۔

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ۔ آیت ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو عمرو بن الجموح بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ۔ آپ انصاری خزرجی ہیں۔ جموح بفتح جیم ہے۔ بیعتِ عقبہ کے شرکاء میں سے ہیں۔ آپ کے بدری ہونے میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ بدری ہیں اور بعض اس کے منکر ہیں۔ ساداتِ انصار میں سے ہیں جنگِ احد میں شہید ہوئے۔ آپ اور عبد اللہ بن عمرو بن حرام والدِ جابرؓ ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔ شہادت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا لقد رأیتہ فی الجنۃ۔

ابن کلبی لکھتے ہیں کان عمرو بن الجموح اٰخر الانصار اسلاماً۔ آپ کا قبیلہ بنو سلمہ ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ جدّ بن قیس ہمارا سردار ہے لیکن وہ بہت بخیل ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور ناراضگی ہاتھ لمبا کرتے ہوئے فرمایا وای داءٍ ادوأ من البخل بل سیدکم عمرو بن الجموح۔ وفی روایۃ بل سیدکم الابیض الجعد عمرو بن الجموح۔ کذا فی الادب المفرد للبخاری وغیرہ۔ چنانچہ بعض انصار نے کہا ؎

وقال رسولُ اللہ والقول قولُہ ۔۔۔ لمن قال منّا مَن تُسَمُّون سیّدًا

فقالوا الہ جدّ بن قیس علی الذی ۔۔۔ نبخّلہ منہا وان کان اسودا

فسوّد عمرو بن الجموح لجودہ وحُقّ لعمرو بالندیٰ ان یُسوّدا

آپ ایک ٹانگ سے لنگڑے تھے۔ ایک حدیث ہے عن ابی قتادۃ ؓ اتی عمرو بن الجموح الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا رسول اللہ ارایت ان قاتلتُ حتی اُقتل فی سبیل اللہ ترانی امشی برجلی ھذہ فی الجنۃ قال نعم وکانت عرجاء فقُتل یوم احد ھو وابن اخیہ فمرّ النبی علیہ السلام بہ فقال فانی اراک تمشی برجلک ھذہ صحیحۃ فی الجنۃ۔

آپ کے اسلام لانے کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ چنانچہ ابن اسحٰق نے مغازی میں لکھا ہے کہ اسلام لانے سے قبل آپ نے گھر میں لکڑی کا ایک بُت رکھا ہوا تھا جس کی آپ بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جب بنو سلمہ کے چند نوجوان مسلمان ہو گئے جن میں آپ کے بیٹے معاذ بن عمرو ومعاذ بن جبل بھی شامل تھے تو وہ رات کو چپکے سے عمرو بن جموح ؓ کے اس بُت کو اٹھا کر کسی گڑھے میں اوندھا ڈال دیتے۔ صبح اٹھ کر عمرو اپنے بت کو گندگی میں پڑا ہوا پاتے اور پھر اسے اٹھا کر لاتے اسے دھو کر خوشبو لگاتے اور بطور افسوس یہ کہتے کہ کاش مجھے پتہ چل جائے کہ تیری یہ بے عزتی کس نے کی ہے تاکہ میں اسے سخت سزا دوں۔ کئی دن تک یہ نوجوان ایسا ہی کرتے رہے۔ آخر ایک دن عمرو ؓ نے اپنی تلوار بت کے گلے میں ڈال دی اور کہا کہ اگر تجھ میں کچھ طاقت وقدرت ہے تو اپنی حفاظت آپ ہی کر۔ لیکن رات کو نوجوانوں نے ایک مردہ کتے کو اس بت کے گلے میں باندھ کر لٹکا دیا اور تلوار نکال کر لے گئے۔ جب صبح کو عمرو ؓ نے اپنے بت کی یہ درگت بنی دیکھی تو اب ان کے دل کی آنکھیں کھل گئیں اور سمجھ گئے کہ اگر یہ بت خدا ہوتا تو ایسا ذلیل نہ ہوتا۔ پھر اسلام لاتے ہوئے چند اشعار پڑھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے ؎

تاللہ لو کنتَ الٰھا لم تکُن انتَ وکلبٌ وسط بیرٍ فی قرَن

مفسرین لکھتے ہیں کہ آپ نے نبی علیہ السلام سے پوچھا ماذا ننفق من اموالنا واین نضعھا تو یہ آیت نازل ہوئی یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین الآیۃ۔ اور نیز آپ ہی کے سوال پر یہ آیت بھی نازل ہوئی ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو

عمّار رضی اللہ عنہ۔ بیان آیت فتمنّوا الموت ان کنتم صادقین میں مذکور ہیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ ھو عمار بن یاسر بن عامر بن مالك الشامی الدمشقی۔ آپ اور آپ کے والدین قدیم الاسلام اور سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ عمار ؓ وصہیب ؓ ایک ہی وقت میں اسلام لائے۔ آپ سے قبل تیس سے کچھ زیادہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔

مجاہد کی روایت ہے اوّل من أظھر اسلامہ ابوبکر وبلال وخباب وصہیب وعمار وأمّہ سُمَیّۃ رضی اللہ عنھم۔ عمار اور ان کے والدین کو اسلام لانے پر مشرکین مکہ نے بڑی سخت اذیتیں دیں۔ عمار ؓ متعدد اوصاف و

خصائص میں ممتاز ہیں۔

اوّلاً یہ کہ آپ مع والدین کے سابقین الی الاسلام ہیں۔

ثانیاً۔ آپ کو اور آپ کے والدین کو خدا کی راہ میں مشرکین نے بڑا عذاب دیا۔ نبی علیہ السلام جب ان پر اس حالتِ عذاب میں گزرتے تو فرماتے صبرًا آل یاسر فانّ موعدکم الجنّۃ۔

ثالثاً۔ آپ کی والدہ سمیہؓ کو ابوجہل نے قتل کیا فہی اوّل شہیدۃ فی الاسلام۔ آپ کے والد تو عربی الاصل ہیں لیکن والدہ سمیہؓ ابوحذیفہؓ کی باندی تھیں جن سے یاسرؓ کی شادی ہوئی تھی تو ابوحذیفہؓ نے عمارؓ کو آزاد کر دیا۔

رابعًا۔ عن علیؓ قال استأذن عمار علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ائذنوا لہ مرحبًا بالطیّب المطیّب۔ وعن علیؓ قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان عمارًا ملیٔ ایمانًا الی مشاشہ اخرجہ الترمذی وابن ماجہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمار رضی اللہ عنہ کی قوتِ ایمانی بڑی مضبوط تھی۔ و جاء ان عمارًا دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحبا بالطیب المطیب ان عمار بن یاسر حشی مابین اخمص قدمیہ الی شحمۃ اذنہ ایمانًا وفی روایۃ ملیٔ ایمانا من قرنہ الی قدمہ واختلط الایمان بلحمہ ودمہ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۷۳۔

خامسًا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے عداوت کو اللہ تعالیٰ کی عداوت قرار دیا ہے۔ ایک مرتبہ خالد بن ولیدؓ اور عمارؓ میں کسی بات پر اختلاف ہوا۔ خالدؓ نے انہیں سخت الفاظ کہہ دیے۔ عمارؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عادیٰ عمارًا عاداہ اللہ ومن ابغض عمارًا ابغضہ اللہ وفی روایۃ عمار یزول مع الحق حیث یزول۔

سادسًا۔ عن عائشۃؓ مرفوعًا ما خیّر عمار بین امرین الّا اختار ارشدھما۔ رواہ الترمذی۔

سابعًا۔ جمہور علماء امت کے نزدیک علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کی مخاصمت و نزاع میں حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ تاہم معاویہ رضی اللہ عنہ بھی جلیل القدر و واجب التعظیم صحابی ہیں لہٰذا ان کے بارے میں برا عقیدہ رکھنا یا ناپسندیدہ الفاظ کہنا سخت گناہ ہے۔ ان کی یہ اجتہادی غلطی ہوگی۔ ان کی نیت بری نہیں تھی وہ محض دنیا و حکومت کے طالب نہ تھے وہ مجتہد تھے اور مجتہد اگر خطا بھی کرے تو بھی اسے ثواب ملتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اختلافات میں عوام کو بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ گناہ اور زوالِ ایمان کا سخت خطرہ ہے۔

جمہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت و تصویب کے لیے ایک یہ دلیل بھی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں سے عمار رضی اللہ عنہ بھی تھے اور معاویہؓ کی فوج نے عمارؓ کو شہید کیا تھا اور حدیث مرفوع ہے

ان عمارًا تقتله الفئة الباغية۔ صحیحین میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ویح عمار تقتله الفئة الباغية۔ نبی علیہ السلام نے عمار کو بتادیا تھا کہ دنیا میں تمہارا آخری طعام دودھ ہوگا۔ چنانچہ دوران جنگ صفین میدان حرب میں عمارؓ کی خدمت میں رفقاء نے دودھ پیش کیا تاکہ اس سے کچھ قوت حاصل ہوجائے تو عمارؓ خوشی سے مسکرانے لگے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد شہید ہوگئے۔ کتب سیرت میں ہے ان عمار المابرز للمقتال قال اللّٰهم لو اعلم رضاك عنى ان اوقد نارًا فارمى نفسى فيها لفعلتُ او اُغرق نفسى لفعلتُ واني لا اُريد قتال هؤلاء الا لوجهك الكريم وانا ارجوان لا تُخيّبني وجعلت يد عمار ترتعش على الحربة لان عمره يومئذ كان ثلاثا وسبعين سنةً وقد كان جيء بلبن فضحك فقيل له ما يُضحِكك قال سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لي آخر شرابٍ تشربه حين تموت لبن وفي رواية آخر زادك من الدنيا مشيخٌ من اللبن ثم نادى عمار (اى من شدة سرور الموت) اليوم زُخرِفت الجنان وزُيّنت الحور الحسان اليوم نلقى الاحبة محمدًا وحزبه وعن ابى العالية سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول قاتل عمار في النار۔

ولما قُتِل عمارؓ جرّد خزيمة بن ثابت رضى الله عنه سيفه وقاتل مع علي اى صار رفيقه في الحرب وكان خزيمة قبل ذلك اعتزل عن الفريقين وقال سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول تقتل عمارًا الفئة الباغية وكان ذو الكلاع رضى الله عنه مع معاوية وقال له يومًا ولعمرو بن العاص كيف نقاتل عليًّا وعمار بن ياسر فقالا له ان عمارًا يعود الينا ويقتل معنا فقتل ذو الكلاع رضى الله عنه قبل قتل عمار ولما قُتِل عمار قال معاوية لو كان ذو الكلاع حيًّا لمال بنصف الناس الى علي لان ذا الكلاع كان ذو وه عشرة آلاف اهل بيت۔ ولما قُتِل عمارؓ ندم ابن عمرؓ على عدم نصرة عليؓ والمقاتلة معه وقال عند موته ما اسفى على شئ ما اسفى على ترك قتال الباغية

ولما قتل عمار دخل عمرو بن العاص على معاوية فزعًا وقال قُتِل عمار وسمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول تقتل عمارًا الفئة الباغية فقال له معاوية دحضت اى زلفت في بولك انحن قتلناه انما قتله مَن اخرجه وفي رواية انما قتله عليؓ واصحابه جاؤا به حتى القوه بيننا وذكر ان عليًّا رضى الله عنه لما احتج على معاوية رضى الله عنه بهذا الحديث ولم يسع معاوية انكاره قال انما قتله مَن اخرجه من داره يعني بذلك عليًّا فقال على رضى الله عنه فرسول الله صلى الله عليه وسلم اذن قتل حمزة حين اخرجه كذا في كتب السيرة۔

قال في السيرة الحلبية ج ۲ ص ۳ في حديث ويح عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار۔ الى الجنة اى الى سببها وهو اتباع الامام الحق لانه كان يدعو الى اتباع علي وطاعته وهو الامام الواجب طاعته۔ وقوله الى النار اى الى سببها وهو عدم اتباع عليؓ وطاعته واتباع معاوية وطاعته وفيه

ان تلك الفئة التی کان فیها قاتله کان فیها جمع من الصحابة وهم معذورون بالتأویل الذی ظهر لهم وقال بعضهم وفئة معاویة وان کانت باغیة لکنه بغی لا فسق فیه لانه انما صدر عن تأویل یعذر به اصحابه انتهی۔

ثامناً۔ وعن حذیفة ؓ مرفوعاً، اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر واهتدوا بهدی عمار۔ اخرجه الترمذی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگِ صفین میں بماہِ ربیع الاوّل ۳۷ھ میں شہید ہوئے جب کہ آپ کی عمر ۹۳ سال تھی۔ وقیل عمرہ ۹۴ سنة۔

تاسعاً۔ آپ نے سب سے اوّل اسلام میں مسجد بنائی ہے۔ امام نوویؒ تہذیب میں لکھتے ہیں وکان عمار بنی مسجداً للہ تعالیٰ فی الاسلام بنی مسجد قبا۔ جنگِ یمامہ میں آپ شریک تھے جس میں آپ کا کان کٹ گیا تھا۔

علقمہ رضی اللہ عنہ۔ علقمہ فاخر آیت قالوا سبحٰنك لا علم لنا الا ما علمتنا کی شرح میں مذکور ہیں۔

هو علقمة بن عُلاثة بن عوف بن الاحوص العامری رضی اللہ عنہ۔ اسلام لانے سے قبل علقمہ اور عامر بن طفیل میں تفاخر کا بڑا سخت مقابلہ تھا۔ دونوں اپنی اپنی قوم کے سردار تھے۔ عامر کہتا تھا کہ میں تم سے بڑا انسان ہوں اور مجھ میں کمالات اور مکارم اخلاق تم سے زیادہ ہیں۔ اور علقمہ بن علاثہ کہتے تھے کہ میں بڑا ہوں اور کمالاتُ مناقبِ حسنہ میرے اندر تجھ سے زیادہ ہیں۔ اور یہ مقابلہ تمام عرب میں مشہور تھا۔ اور بہت سے لوگوں نے اس سلسلے میں حکم وثالث بننے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ ہر ایک شخص دونوں کے شر سے ڈرتا تھا۔ آخر میں ہرم بن قطبہ فزاری نے حکم بننا منظور کر لیا اور ایک سال کی مہلت مانگی۔ ایک سال کے بعد ہرم نے دونوں کو اپنا یہ فیصلہ سنایا لقد تحاکمتما الیّ وانتما کرکبتی البعیر تقعان معاً وکلا کما سیّد کریم ولم یُفضّل احدهما۔ اعشیٰ و لبید عامر کے طرفدار تھے اور خطیئہ علقمہ کا طرفدار تھا۔ اور علقمہ کی مدح اور عامر کی مذمت میں شعر کہتا تھا۔ علقمہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو کر ملکِ شام چلا گیا۔ بعدہٗ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پھر مسلمان ہوا۔

ابو عبیدہ لکھتے ہیں کہ علقمہ نے شراب پی لی تو حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کی۔ علقمہ ناراض ہو کر مرتد ہوئے اور ملکِ شام چلے گئے۔ شاہِ روم نے ان کا اکرام کیا اور کہا انت ابن عمّ عامر بن الطفیل فغضب علقمة وقال لا اراني اُعرف الا بعامر فرجع واسلم۔

علقمہ تابعیؒ، تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ آیت یا ایها الناس اعبدوا ربکم کے تحت مذکور ہیں۔

هو ابو شبل علقمة بن قیس بن عبد اللہ بن مالك النخعی الکوفی رحمہ اللہ۔ علقمہ موصوف تابعی جلیل، فقیہ کبیر ہیں۔ آپ اسود بن یزید کے عمّ ہیں اور اسود بن یزید ابراہیم نخعی کے خال ہیں۔ علقمہ بن قیس نے عمر و عثمان و علی و ابن مسعود

وسلمان فارسی و حذیفہ رضی اللہ عنہم سے سماع حدیث کیا ہے۔ ابن مسعودؓ کے خاص تلمیذ ہیں اور ابن مسعودؓ کے علوم کے حامل ہیں۔ آپ کی توثیق پر علماء کا اتفاق ہے۔ آپ سے ابراہیم نخعی و ابن سیرین و شعبی وغیرہ نے سماع کیا ہے۔

قال ابراهيم النخعي كان علقمة يشبه بابن مسعود وقال ابو اسحٰق السبيعي كان علقمة من الربانيين وقال ابو سعد السلماني كان علقمة اكبر اصحاب ابن مسعود واشبههم هديا ودلالة۔ وفات ۶۲ھ وعند البعض ۶۳ھ میں ہوئی۔ حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں علقمہ کے احوال تفصیلاً ذکر کیے ہیں فذکر باسناده عن قابوس بن ابی ظبیان قال قلتُ لأبي لأيّ شيءٍ كنتَ تأتي علقمةَ وتدعُ اصحابَ النبيّ صلى الله عليه وسلم قال رأيتُ اصحابَ النبي صلى الله عليه وسلم يسألون علقمة ويستفتونه۔ وعن عبد الرحمٰن بن عبد الرحمٰن بن يزيد قال قال ابن مسعود رضي الله عنه ما اقرأ شيئًا ولا اعلم شيئًا الا علقمة يقرؤه ويعلمه قيل يا اباعبد الرحمٰن والله ما علقمة بأقرئنا قال بلى انه والله لاقرؤكم۔ وكان علقمة بن قيسٍ يقول كنتُ رجلًا قد اعطاني الله حسنَ الصوتِ بالقرآن وكان عبد الله بن مسعود يرسل الي فاقرأ عليه القرآن قال فكنتُ اذا فرغتُ من قراءتي قال زِدنا من هذا وعن ابراهيم ان علقمة قرأ على ابن مسعود وكان حسن الصوت فقال له رجل رتّل فداك ابي وامي فانه زَيّنُ القرآنِ۔ كذا في الحلية ج ۲ ص ۹۹۔ وكان علقمة يختمُ القرآنَ كل خميسٍ وعن المسيب بن رافع قال كانوا يداخلون على علقمة وهو يقرع غنمه ويحلب ويعلف وعن ابن يزيد قال قيل لعلقمة الا تدخل المسجد فيجتمع اليك وتُسئل فتجلس معك فانه يُسئل من هو دونك؟ قال انى اكره ان يُوطأ عقبي فيقال هذا علقمة ولما مات علقمة لم يترك الا ازاره وبردونًا ومصحفًا واوصى به لمولًى له كان يقوم عليه في مرضه۔ وكان علقمة يتزوّج الى اهل بيتٍ دون اهل بيته يريد بذلك التواضع وعن ابراهيم عن علقمة انه قال لامرأته في مرضه تزيّني واقعُدي عند رأسي لعلّ الله يرزقك بعض عُوّادي وعن عابسٍ قال قال علقمة احياءُ العلم المذاكرة وعن ابراهيم عن علقمة قال تذاكروا الحديث فان حياته ذكره وعن علي بن مدرك قال قال علقمة لاسودان انا متُّ فلقّني لا اله الا الله فاذا انا متُّ فلا تشعُرنّ احدٍ فاني اخاف ان يكون نعيًا كنعي الجاهلية فاذا خرجتم بجنازتي من الدار فاغلقوا الباب حين يخرج آخر الرجال وعلى اوّل النساء فانه لا ارب لي فيهن وكان علقمة يقول في قوة حفظه ما حفظتُ وانا شابٌّ كأني انظر اليه في ورقة او قرطاس وروى علقمة عن ابن مسعود رض مرفوعًا ان الله يحب ان تقبل رخصه كما يحب ان توتى عزائمه وايضا روى عنه مرفوعًا الخلق كلهم عيال الله واحبكم الى الله من احسن الى عياله۔

عثمان رضی اللہ عنہ۔ آیت الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منًّا ولا اذًی کی شرح اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ ھو عثمان بن عفان بن ابی العاص القرشی الاموی رضی اللہ عنہ والدہ کا نام اروی بنت کریز ہے۔ آپ خلیفہ ثالث، قدیم الاسلام وصاحب ہجرتین ہیں۔ دونوں ہجرتوں میں آپکی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ کو ذوالنورین اس لیے کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے آپ کا عقد نکاح ہوا۔ قال النووی ولا یعرف احدٌ تزوج بنتی نبیّ غیرہ۔ اوّلاً رقیہ رضی اللہ عنہا سے عقد ہوا۔ وہ غزوۂ بدر کے ایام میں ماہ رمضان ۲ھ میں وفات پاگئیں۔ اور انھیں کی تیمارداری کی وجہ سے بحکم نبی علیہ السلام آپ جنگِ بدر میں شریک نہ ہوسکے۔ اس کے بعد ام کلثوم بنتِ نبی علیہ السلام سے عقد نکاح ہوا۔ ام کلثومؓ کا ۹ھ میں انتقال ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی احادیث مرویہ ۱۴۶ ہیں۔ ان میں تین متفق علیہ ہیں اور آٹھ میں امام بخاری اور پانچ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آپ جمعہ کے دن ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے۔ کل عمر ۹۰ سال تھی۔ اور عند البعض ۸۸ سال تھی۔ محرم کی ابتداء ۲۴ھ میں خلیفہ ہوئے۔ خلافت کی کل مدت تقریباً ۱۲ سال ہے۔ بقیع میں مدفون ہیں آپکے چند خصوصی احوال ومناقب یہ ہیں۔

اوّلاً۔ ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہیں جس کی وجہ تسمیہ وتلقیب ابھی گزری ہے۔

ثانیاً۔ نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے آپ کا عقد نکاح ہوا۔ یہ شرف اولادِ آدم میں کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

ثالثاً۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی شہادت اور آزمائش کی طرف کئی بار اشارے فرمائے۔ فروی البخاری عن انس قال صعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أحدًا ومعہ ابوبکر وعمر وعثمان فرجف فقال اسکن فلیس علیک الا نبیّ وصدّیق وشھید۔

رابعاً۔ جیشِ عسرۃ یعنی جنگِ تبوک کی تیاری کے لیے نبی علیہ السلام نے جب چندہ دینے کا اعلان کیا تو آپنے تین سو اونٹ کل سامان سمیت اور ہزار دینار پیش کیے۔ قال عبد الرحمن بن حباب فانا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عن المنبر وھو یقول ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ رواہ الترمذی۔ وفی روایۃ قال ما ضرّ عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین۔ امام نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ آپ نے جیشِ عسرۃ کے لیے ۹۵۰ اونٹ اور پچاس گھوڑے دیے تھے۔

خامساً۔ نبی علیہ السلام نے بیعتِ رضوان میں درخت کے نیچے جب صحابہ سے بیعت لی تو عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنا دستِ مبارک اپنے ہاتھ پر رکھا کیونکہ عثمانؓ اہلِ مکہ کے پاس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر

گئے تھے۔ وعن انس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عثمان فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسولہ فضرب باحدی یدیہ علی الاخری فکانت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعثمان خیرًا من ایدیھم لانفسھم رواہ الترمذی

سادسًا۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا عثمان انہ لعل اللہ یقمصک قمیصًا فان ارادوک علی خلعہ فلا تخلعہ حتی یخلعوہ رواہ الترمذی۔ وعن ابن عمر قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃً فقال یقتل فیھا ھذا مظلومًا لعثمان۔ رواہ الترمذی۔

سابعًا۔ آپ بڑے غنی تھے اور خدا تعالےٰ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ بڑے سخی اور رحم دل تھے۔

ثامنًا۔ آپ جامع قرآن ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کی سورتوں کو اس ترتیب سے جمع کرایا جو لوح محفوظ میں ہے اور جس کی تصریح نبی علیہ السلام نے کی تھی۔ اس کام کے لیے آپ نے ایک کمیٹی قائم فرمائی تھی۔

تاسعًا۔ عن طلحۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل نبی رفیقٌ ورفیقی فی الجنۃ عثمان رواہ الترمذی۔

عاشرًا۔ بہت زیادہ حیادار تھے۔ یہاں تک کہ ملائکہ اللہ بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ اور نبی علیہ السلام بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ وفی الصحیحین عن عائشۃ رضی اللہ عنھا فی الحدیث الطویل ان النبی علیہ السلام رجع ثیابہ حین دخل عثمان وقال الا استحیی من رجل تستحی منہ الملائکۃ۔

عبدان الحضرمی۔ وہ تفسیر ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام الآیۃ میں مذکور ہیں۔ شراح نے اس کے احوال ذکر نہیں کیے۔ بلکہ غلطی میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے عبدان بالباء الموحدہ سمجھتے ہوئے بروزن عطشان لکھا ہے۔ قال الشیخ المحقق الشھاب الخفاجی فی شرح ھذا التفسیر ج ۲ ص ۲۸۳ وعبدان بونن عطشان علم اھ یہاں پر ایک اور بات بھی یاد رکھیں وہ یہ کہ تنازعۂ زمین میں امرؤ القیس کا خصم ربیعۃ بن عیدان تھا نہ کہ عیدان بن اسوع اور نہ عیدان بن ربیعہ کما ذکرہ البعض۔ ہم نے ترجمہ امرؤ القیس صحابی رضی اللہ عنہ میں اس پر بحث کی ہے وہاں پر ملاحظہ کیا جائے۔

عناق۔ آیت ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن کے بیان میں مذکور ہے۔ عناق مکہ مکرمہ میں قبل الفتح ایک زانیہ عورت تھی۔ اسلام سے قبل مرثد رضی اللہ عنہ سے اس کی دوستی تھی۔ آیت مذکورہ عناق و مرثد کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسی کتاب میں مرثد رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں اس قصہ کی تفصیل ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

قاری **عثمان** بن سعید المصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ عثمان مذکور کا لقب ورش ہے۔ یہ لقب آپ کے شیخ حضرت نافع بن ابی نعیم مدنی نے رکھا ہے وکان یقول لہ نافع ھات یا ورشان اقرأ یا ورشان۔ قیل لقبہ بہ لشدۃ بیاضہ

آپ کی کنیت ابو سعید ہے۔ عثمان مذکور مصر میں پیدا ہوئے۔ آپ قاری نافع مدنی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت نافعؒ سے پڑھنے کے لیے مصر سے مدینہ منورہ گئے۔ حضرت نافعؒ سے مدت تک قرآن باقراءۃ پڑھتے رہے تا آں کہ اس فن کے ماہر و امام بن گئے اور امام نافعؒ کی قراءت کی اشاعت کا ذریعہ بنے۔ اپنے زمانے میں مرجع علماء و فضلاء تھے۔ پست قامت تھے۔ ۱۵۵ھ میں امام نافعؒ سے قراءت پڑھنی شروع کی اور ان کے پاس کئی بار اجراء قراءت کے ساتھ قرآن مجید ختم کیا۔ ۱۱۰ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور وفات بھی مصر میں ۱۹۹ھ اور عند البعض ۱۹۷ھ میں ہوئی۔

عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو عکرمۃ مولی ابن عباس رضی اللہ عنھما الھاشمی المدنی۔ عکرمہؒ کی اصل بربر ہے اہل مغرب میں سے ہیں۔ آپ کبار تابعین۔ مفسر کبیر۔ فقیہ متقی۔ وسیع حامل علوم ابن عباسؓ تھے۔ آپ نے ابن عباس و ابو قتادہ و ابن عمر و ابن عمرو و ابو ہریرہ و معاویہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے۔ اور آپ سے امام شعبی۔ نخعی۔ ابن سیرین وغیرہ رحمہم اللہ نے سماع کیا۔ قال ابن معین عکرمۃ ثقۃ قال واذا رأیت من یتکلم فی عکرمۃ فاتھمہ علی الاسلام وقال ابو حاتم ھو ثقۃ وانما انکر علیہ مالک ویحیی بن سعید لرأیہ وقال محمد ابن سعد کان کثیر العلم بحرًا من البحور ولیس یحتج بحدیثہ ویتکلم الناس فیہ قال البیھقی روی لہ البخاری دون مسلم۔ کذا ذکر النووی فی تھذیب الاسماء واللغات۔ ج ۱ ص ۲۴۱ عکرمہؒ ابن عباسؓ کے غلام تھے اور ان سے پڑھتے تھے۔ عکرمہؒ خود فرماتے ہیں کان ابن عباس یجعل فی رجلی الکبل ویعلمنی القرآن والسنن۔

حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے احوال تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔ حبیب بن ابی ثابتؒ فرماتے ہیں اجتمع عندی خمسۃ لا یجتمع عندی مثلھم ابدًا عطاءؒ و طاوسؒ و مجاھدؒ و سعید بن جبیرؒ و عکرمۃؒ فاقبل مجاھد و سعید یلقیان علی عکرمۃ التفسیر فلم یسألاہ عن آیۃ الا فسرھا لھما فلما نفد ما عندھما جعل عکرمۃ یقول انزلت آیۃ کذا فی کذا و انزلت آیۃ کذا فی کذا قال ثم دخلوا الحمام لیلًا۔ جابر بن زید کہتے تھے ھذا عکرمۃ مولی ابن عباس ھذا اعلم الناس۔

وعن الشعبیؒ انہ کان یقول ما بقی احدٌ اعلم بکتاب اللہ تعالی من عکرمۃ وقال قتادۃ اعلمھم بالتفسیر عکرمۃ۔ ایوبؒ فرماتے ہیں قدم علینا عکرمۃ فاجتمع الناس علیہ حتی اصعد فوق ظھر بیت۔ عمر بن مسلم وغیرہ کہتے ہیں کہ عکرمہ طاووس کے پاس حیرہ میں تشریف لائے فحملہ طاووس علی نجیب ثمنہ ستین دینارًا وقال الا نشتری علم ھذا العالم بستین دینارًا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی حیات میں انہیں فتویٰ دینے کی اجازت دیدی تھی بلکہ اسی کام پر مامور فرمایا تاکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پر سے لوگوں کا ازدحام کچھ کم ہو جائے۔ سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے خذوا التفسیر عن اربع عن سعید بن جبیر و مجاھد و عکرمۃ والضحاک وفی روایۃ عطاء بدل

الضحاك كذا فى الحلية ج ۳ ص ۳۲۹ ۔ وفيها عن عبد العزيز بن ابى رواد قال قلت لعكرمة بنيسابور الرجل يدخل الخلاء وفى اصبعه خاتم فيه اسم الله قال يجعل فصّه فى باطن كفّه ثم يقبض عليه وعن سعيد بن مسروق عن عكرمة قال كانت الخيل التى شغلت سليمان بن داؤد عليهما السلام عشرين الفا فعقرها۔

وعن ابى يزيد المدنى ان عكرمة حدّثهم قال لما زوّج النبى صلى الله عليه وسلم فاطمة رضى الله عنها كان ما جهّزها به سريرا مشرطا ووسادة من ادم حشوها ليف وثورا من اقط قال نجاء ابطحاء فنثروها فى البيت ۔ وعن عكرمة قال قال لقمان لابنه قد ذقت المرارة فليس شئ امرّ من الفقر وحملت الحمل الثقيل فليس شئ اثقل من جار السوء ولو ان الكلام من فضة لكان الصمت من ذهب ۔ وكان يقول من قرأ يٰسٓ والقرآن الحكيم لم يزل ذلك اليوم فى سرور حتى يمسى ويقول لكل شئ اساس واساس الاسلام الخلق الحسن ۔ عکرمہؒ اور شاعر کثیرؒ عزۃ کی وفات ایک ہی دن میں ہوئی فاخرجت جنازتهما فقال الناس مات افقه الناس واشعر الناس ۔ عکرمہ رحمہ اللہ کی وفات ۱۰۴ھ یا ۱۰۵ھ میں ہوئی۔

عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ هو عطاء بن ابى رباح المكى القرشى مولى ابن خثيم الفهرى ۔ ابو رباح کا نام اسلم تھا۔ عطاء تابعین کبار میں شمار ہوتے ہیں ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے ۔ مکہ مکرمہ میں ہی جوان ہوئے ۔ عبادلہ اربعہ یعنی ابن عباس وابن زبیر وابن عمرو وابن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا۔ آپ سے بہت سے تابعین وغیرہ روایت کرتے ہیں مثل زہری وقتادہ وغیرہما۔ حضرت عطاء امام تفسیر۔ محدث ۔ فقیہ ۔ عابد ۔ کثیر العبادۃ تھے ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ تشریف لائے تو لوگوں نے بہت سے مسائل دریافت کرنا شروع کر دیے تو آپ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں عطاء بن ابی رباح کی موجودگی میں مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ۔ کذا فى الحلية ج ۳ ص ۳۱۱ ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بعد مکہ مکرمہ کے مفتی آپ تھے ۔ ابراہیم بن عمر بن کیسان کہتے ہیں اذكرهم فى زمان بنى امية يأمرون فى الحاج صائحا يصيح لا يفتى الناس الا عطاء بن ابى رباح ۔ كذا فى التهذيب للنووى ۔ ج ۱ ص ۳۳۴ ۔ سلمۃ بن کہیلؒ فرماتے ہیں ما رأيت احدا يطلب بعلمه ما عند الله تعالى الا ثلاثة عطاء وطاووسا ومجاهدا ۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں ۔ مات عطاءٌ وهو أرضى أهل الارض ۔ حلیہ میں ہے كان عطاءٌ يطيل الصمت فاذا تكلم يخيّل الينا انه يؤيّد ۔ وكان عطاءٌ يقول من جلس مجلس ذكر كفر الله عنه بذلك المجلس عشرة مجالس من مجالس الباطل وان كان فى سبيل الله كفّر الله بذلك المجلس سبعمائة مجلس من مجالس الباطل قال ابو هزان الراوى عنه قلت لعطاء ما مجلس الذكر؟ قال مجلس الحلال والحرام وكيف تصلى وكيف تصوم وكيف تنكح وكيف تطلق وتبيع وتشترى ۔

وكان يقول ماقال عبدٌ قط يا ربِّ يا ربِّ يا ربِّ ثلاث مرّات الا نظر الله اليه قال الراوى عنه فذكرت ذلك للحسنؒ فقال اما تقرؤن القرآن ؟ ربّنا انّنا سمعنا مُنادياً يُنادِي للايمانِ آن اٰمِنوا بربّكم فاٰمنّا ربّنا فاغفر لنا ذنوبنا وكفِّر عنّا سيّئاتِنا وتوفّنا مع الابرار ربّنا واٰتِنا ما وعدتّنا على رُسُلك ولا تُخزنا يوم القِيٰمةِ انك لا تُخلف الميعاد فاستجاب لهم ربُّهم ۔ ابن جریجؒ عطاءؒ سے نقل کرتے ہیں النظر الی العابد عبادة ۔ عمر بن الوردؒ نقل کرتے ہیں قال لی عطاء ان استطعت ان تخلو بنفسك عشيّة عرفة فافعل ۔ عطاءؒ سے کسی نے پوچھا ما افضلُ ما اُعطِی العباد ؟ قال العقلُ عن اللہ عزوجلّ وهو المعرفةُ بالدين ۔ وكان يقول اذا تناهقتِ الحُمر من الليل فقولوا بسم اللہ الرحمٰن الرحيم اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم ۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں عطاءؒ سے ملا فقال من اين انتَ قلتُ من اهل الكوفة قال انت من اهل القرية الذين فرّقوا دينهم وكانوا شِيَعا ؟ قلتُ نعم قال فمن ايّ الاصنافِ انتَ ؟ قلتُ ممن لا يَسُبُّ السلفَ ويؤمن بالقدر ولا يكفر احدًا بذنب فقال لی عطاء عرفتَ فالزَم ۔ حضرت عطاءؒ نے یہ سوال اس لیے کیا کہ کوفہ میں اہل تشیع وخوارج کی کثرت تھی اور یہ دونوں فرقے گمراہ ہیں ۔ عطاءؒ نے ستّر حج کیے ۔ امام شافعیؒ کا قول ہے ليس فی التابعين احد اكثر اتباعًا للحديث من عطاء ۔ عطاءؒ کی توثیق وجلالت وامامت پر محدثین کا اتفاق ہے ۔ وفات مکہ مکرمہ میں ۱۱۵ھ میں ہوئی ۔

ومن غرائب عطاء انه قال اذا اراد الانسان سفرًا فله القصرُ قبل خروجه من البلد وخالف الجمهور ۔ و من غرائبه ما حُكِی عنه كما فی تهذيب الاسماء للنووی انه قال اذا كان يوم العيد يوم الجمعة وجبت صلاةُ العيد ولا يجب بعدها الا جمعة ولا ظهر ولا صلاة بعد العيد الا العصر ۔

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ ۔ بحث آمین میں مذکور ہیں ۔ هو عبد اللہ بن مغفل بن عبد غنم بن عفيف المزنی المدنی ۔ آپ مشہور صحابی ہیں ۔ کنیت ابوعبدالرحمٰن وابوزیاد وابوسعید تھی ۔ اصحابِ بیعتِ رضوان میں سے ہیں وكان يقول انی لممن رفع اغصان الشجرة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ مدنی ہیں ۔ اوّلاً مدینہ منورہ میں رہائش تھی پھر بصرہ میں رہنے لگے اور جامع مسجد کے قریب گھر بنایا ۔ آپ ان بکّائین (رونے والوں میں) سے ایک ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ولا على الذين اذا ما اَتَوك لتحملهم قلت لا اَجِد ما احملكم عليه تولّوا وّ اَعينُهم تفيض من الدمع حزنًا الا يجدوا ما ينفقون اور ان دس افراد میں آپ بھی تھے جنھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو تعلیم دینے کے لیے بصرہ بھیجا تھا ۔ جب مشہور شہر تستر کو مسلمانوں نے فتح کیا تو اس میں سب سے پہلے داخل ہونے والے آپ ہی تھے ۔ آپ سے کل ۴۳ حدیثیں مروی ہیں ۔ ان میں چار متفق علیہ ہیں اور ایک ایک پر مسلم وبخاری منفرد ہیں ۔ كذا قال النووی فی تهذيب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۹۱ ۔ بصرہ میں ۶۰ھ یا ۵۹ھ میں وفات پائی ۔

آپ کی وصیت کے مطابق ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کذا فی الاصابۃ ج ۲ ص ۳۷۲۔

قاری **عاصم** رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ ھو ابوبکر عاصم بن ابی النجود بھدلۃ مولی بنی جذیمۃ بن مالک بن نصر بن قعین بن اسد۔ امام عاصم رحمہ اللہ قاری و مقری ہیں۔ سید القراء متقی۔ ورع۔ عابد۔ خاشع۔ ثقہ و نور اسلام ہیں۔ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ قراء سبعہ میں آپ کو یہ امتیازی شان حاصل ہے کہ اس زمانے میں بلکہ ابتداء سے لے کر آج تک ساری دنیا میں یا دنیا کے اکثر حصہ میں آپ ہی کی قرارت بروایت حفص پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ آپ کی قرارت سہل ہے۔ اس میں تصرفات مشکلہ مثل امالہ و اشمام و تسہیل وغیرہ نہیں ہیں یعنی بہت کم و نادر ہیں۔ والنادر کالمعدوم۔ امام احمد رحمہ اللہ آپ کی قرارت پسند کرتے تھے اور اسی کے مطابق قرآن پڑھتے تھے۔ کما حکی عنہ ابنہ عبداللہ بن احمد۔ وفیات الاعیان ج ۳ ص ۹ پر ابن خلکان لکھتے ہیں۔ اخذ القراءۃ عن ابی عبدالرحمن السلمی وزر بن حبیش واخذ عنہ ابوبکر بن عیاش وابو عمر البزار واختلفوا اختلافا شدیدا فی حروف کثیرۃ والنجود بفتح النون وضم الجیم وسکون الواو وبعدھا دال مھملۃ وھی الحمارۃ الوحشیۃ التی لا تحمل وقیل ھی المشرفۃ انتھی۔ نجود کا معنی الحمارۃ الوحشیۃ الخ کرنا مشکوک ہے۔ والصواب ما فی الاجناس ان النجود الطویلۃ من الحمر وقیل ھی الناقۃ التی لا تبرک الا علی مکان مرتفع اھ وبھدلہ بفتح باء موحدۃ وسکون ھا وفتح دال مھملۃ۔ یہ ابو النجود کا نام ہے۔ بعض علماء کی رائے میں یہ ان کی والدہ کا نام ہے۔

امام عاصم کا انتقال شہر کوفہ میں ۱۲۷ھ کو ہوا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں بھدلۃ ھو ابو النجود وقال عمرو بن علی وغیرہ ھو اسم امہ وخطأہ ابوبکر بن داود۔ کذا فی تھذیب التھذیب ج ۵ ص ۳۸۔ آپ نے علم القراءۃ زر بن حبیشؒ و ابی عبدالرحمن سلمیؒ سے حاصل کیا۔ نیز ان دو اساتذہ کے علاوہ ابو وائل و ابو صالح السمان و ابو رزین و مسیب بن رافع و مصعب بن سعد وغیرہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے امام اعمش و منصور و عطاء بن ابی رباح (حالانکہ عطاء آپ سے عمر میں بڑے ہیں) و شعبہ و سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و سعید بن ابی عروبہ و زائدہ و شریک و ابو عوانہ و حفص بن سلیمان و ابوبکر بن عیاش وغیرہم رحمہم اللہ روایت حدیث کرتے ہیں۔

اکثر محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے اور بعض نے غیر ثقہ کہا ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔ کان ثقۃ الا انہ کثیر الخطأ فی حدیثہ۔ وقال الامام احمد کان عاصم رجلا صالحا قارئا للقرآن واھل الکوفۃ یختارون قراءتہ وانا اختارھا وکان خیرا ثقۃ والاعمش احفظ منہ وکان شعبۃ یختار الاعمش علیہ فی ثبت الحدیث نیز امام احمدؒ فرماتے ہیں عاصم صاحب قرآن وحماد صاحب فقہ وعاصم احب الینا وقال ابن معین لا بأس بہ وقال العجلی کان صاحب سنۃ وقراءۃ وکان ثقۃ رأسا فی القراءۃ وعن ابی زرعۃ انہ ثقۃ۔ ابن ابی

حاتم اپنے والد حافظ ابو حاتم سے یہ نقل کرتے ہیں قال ای ابو حاتم ان عاصما صالح ومحلہ عندی محل الصدق صالح الحدیث ولیس محلہ ان یقال ھو ثقۃ ولم یکن بالحافظ وقد تکلم فیہ ابن عُلَیّۃ فقال کل من اسمہ عاصم سیئ الحفظ وقال النسائی لیس بہ بأس وقال ابن خراش فی حدیثہ نکرۃ وقال العقیلی لم یکن فیہ الا سوء الحفظ قال ابو بکر بن عیاش سمعتُ ابا اسحٰق یقول ما رأیت اقرأ من عاصم۔

وقال ابن عیاش دخلت علی عاصم وقد احتضر فجعلتُ اسمعہ یردّد ھذہ الآیۃ تُحقّقھا کانہ فی المحراب ثم ردّوا الی اللہ مولاھم الحق الا لہ الحکم وھو اسرع الحاسبین۔ آپ کی وفات عند البعض ۱۲۷ھ میں اور عند ابن سعد ۱۲۸ھ میں ہوئی۔ کذا قال ابن حجر فی التھذیب وقال فیہ اخرج لہ الشیخان مقرونا بغیرہ۔ ابو عوانہ فرماتے ہیں صحیح مسلم میں آپ کی صرف ایک حدیث موجود ہے وہ لیلۃ القدر کے بارے میں ابی بن کعبؓ کی حدیث ہے۔ حماد بن سلمہؒ فرماتے ہیں اخیر عمر میں امام عاصم کی عقل میں کچھ خلط واقع ہوگیا تھا۔

فائدہ۔ امام عاصمؒ کے قرارت میں معروف دو راوی ہیں اوّل ابو بکر شعبۃ بن ابی عیاش کوفی۔ دوم، ابو عمر حفص بن سلیمان کوفی۔ دونوں کے احوال اسی کتاب میں اپنی جگہ ملاحظہ کریں۔

فائدہ۔ قرارت کا معاملہ چونکہ بہت اہم ہے اور تفسیر بیضاوی میں کثیر الدوران وکثیر الذکر ہے اور ان قراء کے نام مکرر الذکر ہیں لہذا بطور اتمام افادہ امام عاصم کے دونوں شیوخ قرارت کا مختصر ترجمہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

شیخ اوّل ابو عبد الرحمٰن سلمی ہیں وھو عبد اللہ بن حبیب بن ربیعۃ بتشدید الیاء وبالتصغیر ابو عبد الرحمٰن السلمی الکوفی القاری۔ کذا فی تھذیب التھذیب لابن حجر۔ حبیب بن ربیعہؓ صحابی ہیں۔ ابو عبد الرحمٰن سلمی روایت کرتے ہیں عمر وعثمان وعلی وسعد وخالد بن الولید وابن مسعود وحذیفہ وابو موسیٰ الاشعری وابو ہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابراہیم نخعی وعلقمہ بن مرثد وسعید بن جبیر وعاصم بن بہدلہ وغیرہم رحمہم اللہ۔ قال ابو اسحاق اقرأ ابو عبد الرحمٰن القرآن فی المسجد اربعین سنۃ وقال العجلی کوفی تابعی ثقۃ وکان اعمی۔ واقدیؒ فرماتے ہیں شھد مع علیؓ صفین ثم صار عثمانیا اھ آپ اصحاب ابن مسعود میں سے ہیں بہ عمر ۹۰ سال ۸۵ھ میں انتقال ہوا۔ کذا فی التھذیب ج ۵ ص ۱۸۴۔

شیخ دوم زرّ بن حُبیش بن حُباشۃ بن اوس الاسدی الکوفی۔ زرّ بکسر زاء وتشدید راء ہے۔ آپ کی کنیت ابو مریم وابو مطرف ہے مخضرمین میں سے ہیں۔ زمانہ جاہلیت پایا ہے تابعی ہیں صحابیت سے محروم رہے۔ عمر وعثمان وعلی وابن مسعود وابو ذر وعبد الرحمٰن بن عوف وعباس وحذیفہ وابی بن کعب وصفوان بن عسال وعائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابراہیم نخعی وعاصم بن بہدلہ ومنہال بن عمرو وعیسیٰ بن عاصم وعدی بن ثابت وشعبی وغیرہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ زر بن حبیش ثقہ۔ کثیر الحدیث وعظیم محدث وحافظ ہیں۔ آپ علقمہ واسود

کی طرح ابن مسعودؓ کے خصوصی تلامذہ واصحاب میں سے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ زرؒ سے عربیت ولغت کے بارے میں گاہے گاہے سوال کرتے تھے کیونکہ آپ فصیح اعراب میں سے تھے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ آپ کے علم قرارت کا منبع ابن مسعودؓ ہیں۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے بھی کچھ مدت تک استفادہ کیا۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۲۱ میں ہے عن عاصم عن زرؒ قال خرجتُ فی وفد من اھل الکوفۃ واٰیم اللہ ان حرّضنی علی الوفادۃ الا لقاءُ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم المھاجرین والانصار فلما قدِمتُ المدینۃ اتیتُ ابیّ بن کعب وعبدَ الرحمٰن بن عوف فکانا جلیسیّ وصاحبیّ فقال اُبیّ یا زرّ ما تُرید ان تدَعَ اٰیۃً من القراٰن الّا سألتنی عنھا قال نقلتُ فی ای شئ اتیتُہ فقلتُ یا ابا المنذِر رحمک اللہ اخفض لی جناحَک فانما امتّع منک تمتّعًا انتھی بزیادۃ من تھذیب الکمال۔ حرصِ قرارت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی محنت بار آور کرنے اور عام کرنے کے لیے آپ کو امام عاصم جیسے تلمیذ نصیب فرمائے جنھوں نے کل دنیا تک قرارت پہنچائی اور احد القرا السبعۃ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا۔

مذکورہ صدر حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ زرؒ کوفہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحبت سے پوری طرح فیض یاب ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مزید علم قرارت حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

نیز اس بیان سے ثابت ہوا کہ جس طرح فقہ حنفی کا مدار علم ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاوے واحادیث اس کے ماٰخذ ہیں اسی طرح امام عاصم کی قرارت کا ماٰخذ بھی قرارت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ کیونکہ عاصم کوفی ہیں اور ابن مسعودؓ بھی کوفی ہیں اور قرارت میں امام عاصم کے دونوں شیوخ زر بن حبیش و ابو عبد الرحمٰن سلمی علقمہ واسود کی طرح ابن مسعودؓ کے تلامذہ بلکہ خصوصی اصحاب اور دائماً آپ کی صحبت میں رہنے والے ہیں۔

قال العجلی کان زرّ من اصحاب علیؓ وعبد اللہؓ ثقۃ وقال ابن سعد کان ثقۃ کثیر الحدیثؒ قال ابن البرکان زرٌّ عالمًا بالقراٰن قارئًا فاضلًا۔ زر کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی۔ کل عمر ۱۲۷ سال تھی۔

عبد اللہ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ۔ ھو عبد اللہ بن کثیر الداری المکی ابو معبد القاری المقری مولی عمرو بن علقمۃ الکنانی۔ ابن کثیر احد القرا السبعہ ہیں۔ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ نسبتِ داری میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ مکہ مکرمہ میں عطار تھے۔ اہل مکہ عطار کو داری کہتے ہیں۔ اور عند بعض العلماء آپ تمیم داریؓ کے قبیلہ یعنی داربن ہانیٔ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور بقول ابو نعیم آپ بنو عبد الدار کے مولیٰ یعنی عتیق ہیں۔

ابن کثیرؒ روایت کرتے ہیں ابو الزبیر و مجاہد و ابو المنہال عبد الرحمٰن بن مطعم وعکرمہ مولی ابن عباسؓ وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں ایوب وجریر بن حازم وابن جریج وحماد بن سلمۃ وابن عیینہ وغیرہ

رحمہم اللہ۔ ابن المدینی وابن سعد فرماتے ہیں ھو ثقۃ ولہ احادیث صالحۃ۔ ابوعمرو بن العلاء جو قراء سبعہ میں سے ہیں آپ سے قرارت پڑھتے تھے۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں مکہ میں ابن کثیر سے بڑا قاری نہ تھا۔ جریر بن حازم فرماتے ہیں کان فصیحا بالقرآن۔ ابوعمرو دانی فرماتے ہیں ابن کثیر نے قرارت مشہور صحابی عبداللہ بن السائب مخزومی رضی اللہ عنہ سے اخذ کی ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ مجاہد بن جبیر سے اخذ قرارت کیا ہے۔ امام بخاری کی رائے میں ابن کثیر قریش کے قبیلہ بنو عبدالدار میں سے ہیں۔ ابن حجر نے بخاری کے اس قول کی تردید کی ہے۔ وعن ابن معین انہ قال ابن کثیر القاری ثقۃ۔ اہل مکہ نے آپ کی قرارت اختیار کی تھی۔ ابن کثیر حدیث میں بھی امام تھے۔ آپ سے امام شافعیؒ وخلیل بن احمدؒ بھی نقل وروایت کرتے ہیں۔ ابن کثیرؒ تابعی ہیں۔ ابوایوب انصاری وانسؓ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم کو پایا ہے۔ ملا علی قاریؒ وغیرہ لکھتے ہیں ابن کثیرؒ ان اہل فارس کی اولاد میں سے ہیں جنھیں کسریٰ نے کشتیوں میں یمن بھیجا تھا جب کہ اہل حبشہ یمن سے نکالے گئے۔ ابن کثیر کی ولادت مکہ مکرمہ میں خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ۴۵ھ میں ہوئی۔ کچھ مدت عراق میں مقیم رہے لیکن پھر مکہ مکرمہ کی طرف واپس آئے اور یہاں مقیم رہے۔

سال وفات ۱۲۰ھ ہے۔ اس تاریخ وفات پر ابی جعفر احمد بن علی ابن الباذش متوفی ۵۴۶ھ نے اپنی کتاب الاقناع فی القراءات میں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ تاریخ صحیح نہیں ہے لان عبداللہ بن ادریس الاودی قرأ علیہ ومولد ابن ادریس ۱۱۵ھ فکیف تصح قراءتہ علیہ لو لا ان ابن کثیر تجاوز ۱۲۰ھ وانما الذی مات فیھا عبداللہ بن کثیر القرشی وھو غیر القاری واصل الغلط فی ھذا من ابی بکر بن مجاھد انتھی ماحکاہ ابن خلکان فی الوفیات ج ۳ ص ۴۱۔ علامہ جزری ابن الباذش کی یہ رائے ذکر کرکے فرماتے ہیں وھو معذور فیما قال غیر ان الصواب فی ذلک ان ابن ادریس الاودی لم یقرأ علی ابن کثیر ھذا واللہ اعلم۔ ابن کثیرؒ کے احوال کے لیے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ کریں۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۸۴ غایۃ النہایۃ ص ۴۴۳ وفیات الاعیان، ج ۳ ص ۴۱۔ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۶۷۔ العقد الثمین ج ۵ ص ۲۳۶۔ شذرات ج ۱ ص ۱۵۷

فائدہ۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کے رواۃ بہت ہیں۔ مشہور دو ہیں اول ابوالحسن احمد بن محمد البزی۔ دوم ابوعمر محمد قنبل۔

فائدہ۔ ابن کثیر کی قرارت کا زیادہ تر ماخذ قراءات ابی بن کعب وزید بن ثابت رضی اللہ عنہما ہے کیونکہ آپ نے قرارت عبداللہ السائب مخزومی صحابیؓ ومجاہد سے پڑھی ہے اور ابن السائب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی سے حاصل کی ہے۔ اور مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن عباسؓ نے زید بن ثابت و ابیؓ رضی اللہ عنہما سے علم قرارت حاصل کیا ہے۔ ابن السائبؓ وہ شخص ہیں جنھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف کے مکتوبہ نسخوں میں سے ایک نسخہ دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ یہ نسخہ اہل مکہ کو پڑھائیں۔ تو

عبداللہ بن کثیر مکی ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ابن السائب رضی اللہ عنہ سے مصحف پڑھا۔

عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعۃ الیحصبی الدمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابن عامر تابعی و قراء سبعہ میں سے ہیں آپ ابن عامر دمشقی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کی متعدد کنیتیں ہیں ابو عمران۔ ابو عبیداللہ۔ ابو عامر۔ ابو نعیم۔ ابو عثمان۔ ابو سعید۔ ابو محمد۔ ابو موسیٰ۔ آپ نے قرآن مع القراءۃ مغیرۃ بن ابی شہاب سے پڑھا۔ اور آپ سے متعدد علماء نے علم قراءت حاصل کیا مثل اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر۔ و ابو عبیداللہ مسلم بن مشکم و یحیی بن الحارث الذماری رحمہم اللہ۔ ابن عامر تابعی ہیں۔ ابن عامر دمشقی روایت کرتے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ و نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ و ابو امامہ و فضالۃ بن عبید و واثلۃ بن الاسقع و ابو ادریس خولانی و قیس بن الحارث رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بھائی عبدالرحمٰن اور ربیعۃ بن یزید و عبداللہ بن العلاء و عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر و جعفر بن ربیعہ و محمد بن الولید الزبیدی وغیرہ رحمہم اللہ۔ قاری ابن عامر دمشق میں قاضی و خطیب تھے۔

آپ نے قرآن مجید مغیرۃ بن ابی شہاب سے اور مغیرہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے پڑھا۔ نیز ابن عامر نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے اور ابو الدرداء نے نبی علیہ السلام سے پڑھا۔ بقول بعض علماء ابن عامر نے بلا واسطہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پڑھا ہے۔ قال الھیثم بن عمران کان عبداللہ بن عامر رئیس اھل المسجد زمان الولید بن عبد الملک وکان یزعم انہ من حمیر وکان یغمز فی نسبہ وقال النسائی ھو ثقۃ۔ قراء سبعہ میں باعتبار زمانہ آپ سب سے مقدم ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کی سند بھی سب سے اعلیٰ ہے۔ قال محمد بن سعد مات سنۃ ۱۱۸ھ وکان قلیل الحدیث۔ آپ کی ولادت نبی علیہ السلام کی وفات سے دو سال قبل قریۂ رحاب میں ہوئی۔ پھر دمشق منتقل ہوئے۔ آپ کی وفات بروز عاشورا دوشنبہ محرم کو ہوئی۔

فائدہ۔ ابن عامر قاری کے تلامذہ بہت ہیں مثل ولید بن عتبہ۔ ولید بن مسلم۔ عبدالرزاق الوراق وغیرہ۔ مگر مشہور دو ہیں۔ ابو الولید ہشام بن عمار سلمی دمشقیؒ اور ابو عمرو عبداللہ بن احمد بن بشر بن ذکوانؒ۔

عیسیٰ بن مینا ابو موسیٰ المدنی النحوی ربیب نافع القاری الامام رحمہما اللہ۔ عیسیٰ بن مینا کا لقب قالون ہے۔ اسی لقب سے مشہور ہیں۔ قالون عجمی لفظ ہے اس کے معنی ہیں جید یعنی اچھا۔ جودتِ قراءت کی وجہ سے آپ کا یہ لقب نافع نے یا امام مالکؒ نے رکھا۔ قالون سبی روم میں سے تھے۔ لفظ قالون غیر منصرف ہے علمیت و عجمہ کی کی وجہ سے۔ قالون اصم یعنی بہرے تھے۔ اپنا کان قاری کے منہ کے قریب کر کے تحصیلِ علم کرتے تھے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ اتنے بہرے تھے کہ ڈھول وغیرہ کی آواز بھی نہیں سن سکتے تھے لیکن قرآن مجید بلا تکلف سنتے تھے اور یہ عجیب کرامت و سعادت ہے قیل لم یکن یسمع البوق واذا قرئ القرآن علیہ یسمعہ

آپ امام نافعؒ جو قراء سبعہ میں سے ہیں کے مشہور تلمیذ ہیں۔ سالِ ولادت ۱۲۰ھ ہے۔ امام نافع کے علوم و قرارت کے حامل ہیں۔ وفات مدینہ منورہ میں ۲۲۰ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان البہرانی الدمشقی المقری رحمہ اللہ۔ عبداللہ بن احمد مشہور قاری ہیں۔ قراء سبعہ میں سے قاری ابن عامر شامیؒ کے راوی ہیں۔ ابن ذکوان کے نام سے مشہور ہیں۔ ذکوان آپ کے جدّ کے والد ہیں۔ عبداللہ بن احمد کی کنیت ابوعمرو وعند البعض ابومحمد ہے۔ آپ دمشق کی جامع مسجد میں جمعہ کے سوا پانچوں نمازوں کے امام تھے۔ ابن عامر سے بالواسطہ قرارت کے راوی ہیں کیونکہ عبداللہ بن احمد نے ایوب بن تمیم مقریؒ سے اور ایوب نے یحییٰ سے اور یحییٰ نے ابن عامر شامی سے قرارت پڑھی۔

عبداللہ بن احمدؒ ایوب بن تمیم مقری و بقیۃ وضمرۃ بن ربیعہ و مروان بن محمد و ولید بن مسلم و مروان بن معاویہ و وکیع وغیرہ ائمہ دین رحمہم اللہ سے روایتِ حدیث کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابوداؤد ابن ماجہ و ابوزرعہ رازی یعقوب ابن سفیان و ابوحاتم اور آپ کے بیٹے احمد بن عبداللہ وغیرہ ائمہ کبار رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں لیس بہ بأس وقال ابوحاتم صدوق وقال الولید بن عتیبۃ ما بالعراق اقرأ منہ وقال ابوزرعۃ الدمشقی ولا بالحجاز ولا بالشام ولا بمصر ولا بخراسان فی زمنہ عندی اقرأ منہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات کذا قال ابن حجر فی تھذیب التھذیب ج ۵ ص ۱۴۰ آپ روز عاشورا ۱۷۳ھ کو پیدا ہوئے اور وفات حسبِ قول ابوزرعہ وغیرہ ۲۴۲ھ اور بقول ابن حبان ۲۴۳ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ قالوا المؤمن کما امن السفہاء کے بیان میں مذکور ہیں۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جلیل القدر و مشہور صحابی ہیں۔ اوّلاً یہودی تھے پھر ہجرتِ نبی علیہ السلام کے بعد مسلمان ہوئے۔ بقولِ عام محدثین آپ مدینہ منورہ میں نبی علیہ السلام کی تشریف آوری کے فوراً بعد مسلمان ہوئے اور بقولِ بعض علماء ۸ھ میں مسلمان ہوئے۔ آپ کا نام حصین تھا پھر نبی علیہ السلام نے تبدیل کر کے عبداللہ رکھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے عبداللہ بن سلام بن الحارث ابو یوسف من ذریۃ یوسف النبی علیہ السلام۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی قینقاع سے تھا۔ مدینہ منورہ کے باشندہ تھے۔ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں جب نبی علیہ السلام مدینہ شریفہ میں داخل ہوئے تو میں ایک جماعت کے ساتھ آپ کو دیکھنے کے لیے گیا۔ جب نبی علیہ السلام کے چہرے کو دیکھا تو مجھے آپ کے نبی ہونے کا یقین ہوگیا۔ فعلمتُ انہ لیس بوجہ کذاب وکان اول شئ سمعتہ منہ ایھا الناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنۃ بسلام۔

نبی علیہ السلام نے آپ کو جنتی ہونے کی بشارت دی تھی فعن معاذ رضی اللہ عنہ یقول سمعتُ النبی علیہ السلام یقول لعبد اللہ بن سلام انہ عاشر عشرۃ فی الجنۃ۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ فآمن واستکبرتم سے عبداللہ بن سلام مراد ہیں۔ اسی طرح اس آیت

ومن عندہ علم الکتاب میں بھی عبداللہ بن سلام مراد ہیں۔ واخرج البغوی باسنادہ عن عبداللہ بن معقل قال نھی عبداللہ بن سلام علیاً رضی اللہ عنھما عن خروجہ الی العراق وقال الزم منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان ترکتہ لا تراہ ابداً فقال علیّ انہ رجل صالح مِنّا۔ آپ کی وفات مدینہ شریفہ میں ۴۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی احادیث مرفوعہ جو آپ سے مروی ہیں ۲۵ ہیں۔ ان میں ایک متفق علیہ ہے اور ایک پر بخاری منفرد ہیں۔

عمرو بن عبداللہ الحضرمی۔ آیت یسئلونک عن الشھر الحرام الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ عمرو بن عبداللہ الحضرمی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے قتل کیا تھا۔ صحابہ کی اس جماعت کے امیر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ غزوہ رجب ۲ھ میں واقع ہوا تھا۔ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں جنگ احد میں شہید ہوئے۔ بقول بعض مؤرخین یہ غزوہ جس میں ابن الحضرمی قتل ہوا تھا جمادی الآخرہ ۲ھ میں واقع ہوا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے سریہ یعنی صحابہ کی ایک جماعت بطرف نخلہ بھیجی۔ نخلہ مکہ مکرمہ سے ایک دن کی مسافت پر طائف و مکہ مکرمہ کے مابین ایک مقام کا نام ہے اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا قال سعد بن ابی وقاص بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریۃ و بعث علینا عبداللہ بن جحش وسماہ امیر المؤمنین قال اھل التاریخ فھو اوّل من تسمّی فی الاسلام بامیر المؤمنین ولا ینافیہ القول بان عمر رضی اللہ عنہ اول من تسمّی بامیر المؤمنین لان المراد اول من تسمی بذلک من الخلفاء۔ وکتب لہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاباً وامرہ ان لا ینظر فیہ حتی یسیر یومین فلما سار یومین فتح الکتاب فاذا فیہ اذا نظرت فی کتابی ھذا فامض حتی تنزل نخلۃ فترصد بھا قریشاً وتعلم لنا من اخبارھم وکان معہ ثمانیۃ من المھاجرین وقیل اثنا عشر وکان یعتقب کل اثنین منھم بعیراً۔ مقام بحران میں سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کا اونٹ گم ہو گیا وہ دونوں اپنے اونٹ کی تلاش میں نکل گئے اور عبداللہ بن جحش مقام نخلہ پہنچ گئے۔ اتفاق سے ان پر قریش کا ایک قافلہ گزرا جس کے ساتھ اونٹوں پر تجارت کا بہت سا سامان تھا۔ کفار قریش کے اس قافلہ میں عمرو بن الحضرمی و عثمان بن عبداللہ و نوفل بن عبداللہ و حکم بن کیسان وغیرہ تھے۔ یہ رجب کی آخری تاریخ تھی اور بقول بعض رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ رجب اشہر حرم میں سے ہے جس میں جنگ کرنا عرب حرام سمجھتے تھے۔ صحابہؓ نے پہلے تو تردد کیا کہ اشہر حرم میں حملہ نہیں کرنا چاہیے لیکن مشورہ کے بعد انہوں نے حملہ کر ہی دیا۔ عمرو بن الحضرمی قتل ہوا اور عثمان و حکم کو گرفتار کر کے قیدی بنایا اور باقی کفار بھاگ گئے۔ یہ اسلام کی پہلی غنیمت تھی اور عمرو بن الحضرمی کا قتل اسلام میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے پہلا قتل تھا۔ وہ یہ مال مدینہ میں لے آئے اور غزوۂ بدر کے بعد نبی علیہ السلام نے ان میں تقسیم فرمایا وقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما امرتکم بقتال فی الشھر الحرام وتکلمت قریش فقالوا ان محمداً سفک

الدماء واخذ المال فی الشهر الحرام وقالت الیهود تتفاءل بذلك علیه صلی اللہ علیہ وسلم عمرو قتل واقد بن عبد اللہ عمرو عمرت الحرب والحضرمی حضرت الحرب وواقد وقدت الحرب فکان ذلك علیهم لا علی المسلمین فانزل اللہ تعالیٰ یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فیه الآیة وبعث قریش الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی فداء الاسیرین فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا نفدیکموهما حتی یقدم صاحبانا یعنی سعد بن ابی وقاص وعتبة بن غزوان فان تقتلوهما نقتل صاحبیکم فقدم سعد وعتبة بعدها بایام۔

بعض مؤرخین نے اس کا نام عیینة بن غزوان لکھا ہے کما فی الحلبیة ج ۳ ص ۱۵۷۔ اور بعض نے عتبة بن غزوان لکھا ہے کما فی سیرة احمد زینی دحلان ج ۱ ص ۳۶۲ والاستیعاب ج ۳ ص ۱۱۳۔ عتبہ کا سالِ وفات ۱۷ھ ہے یا ۱۵ھ۔ حلیة الاولیاء ج ۱ ص ۱۷۱ میں بھی اس کا نام عتبة بن غزوان مکتوب ہے۔ یہی عمرو بن الحضرمی جنگِ بدر کا سبب بنا۔ کیونکہ جب بدر میں مسلمان اور کفار آمنے سامنے آئے تو بعض کفار نے جنگ روکنے اور قریش کو واپس کرنے کی کوشش کی اور قریب تھا کہ جنگ ٹل جائے لیکن ابوجہل نے جنگ کرنے کی ضد کی اور حکیم بن حزام وغیرہ جنگ روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

قال حکیم بن حزام لعتبة بن ربیعة یا ابا الولید انك کبیر قریش وسیدها هل لك ان تذکر بخیر الی آخر الدهر بان تحمل دم حلیفك عمرو بن الحضرمی وتتحمل ما اصاب محمد من تلك العیر فانهم لا یطلبون من محمد الا ذلك فقال عتبة نعم قد فعلتُ هو حلیفی فعلیّ عَقله وما اُصیب من المال ونعم ما قلت ونعم ما دعوت الیه ورکب عتبةُ جملاً له وصار یُجیله فی صفوف قریش یقول یا قوم اَطیعونی فانکم لا تَطلُبون غیر دم ابن الحضرمی وما اخذ من العیر وقد تحملت ذلك وهذا یضعف قول من زعم انه علیه السلام عقل ابن الحضرمی ای اعطی دیته وقد کان صلی اللہ علیہ وسلم لما رأی قریشًا اَقبلتْ وعتبة علی جمل احمر ان یکن فی احد من القوم خیر فعند صاحب الجمل الاحمر اِن یُطیعوه یرشد وکذا فی کتب السیرة۔ حکیم بن حزام وعتبہ نے ابوجہل کو سمجھایا اور جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن ابوجہل اپنی ضد پر اَڑا رہا اور آخر کار جنگ شروع ہوگئی۔

ابوجہل نے جب لوگوں کا میلان حکیم وعتبہ کی طرف دیکھا تو عمرو بن عبد اللہ حضرمی مقتول کے بھائی عامر بن الحضرمی سے کہا هذا حلیفك عتبة یرجع بالناس وقد تَحمّل دیة اخیك من ماله یزعم انك قابلها الا تَستحی ان تقبل الدیة من مال عتبة وقد رأیت ثأرك بعینك فقُم فاذکر مقتل اَخیك فقام عامر بن الحضرمی فکشف استه وحثا علیه التراب وحثا علی رأسه ایضًا التراب ثم صرخ واعمراه واعمراه فثارت النفوسُ وحَمِیَت الحرب وتهیّؤ اللقتال والشیطان معهم فی صورة سراقة ثم کان ما کان وفی الاستیعاب ان عامر بن الحضرمی قتل یوم بدر کافرًا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عمرو بن الحضرمی کے قتل کی وجہ سے رؤساء کفارِ مکہ نے لوگوں کو بدر میں جنگ پر اُبھارا اللہ تعالیٰ کو جنگ منظور تھی تاکہ اعلاء کلمۃ اللہ ہو جائے اور عمرو بن الحضرمی کا قتل جنگ کا سببِ ظاہری بنا۔

فائدہ۔ اس دنیا میں تقسیم شقاوت وسعادت کا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ عمرو بن الحضرمی اور عامر بن الحضرمی کے حصہ میں شقاوت آئی دونوں کفر پر قتل ہوئے اور دوسری طرف ان کے تیسرے بھائی علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ عظیم القدر صحابی وصاحب کرامات مشہورہ ہیں۔

سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۵۹ پر علامہ برہان الدین حلبی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں واما اخوھما العلاء فمن فضلاء الصحابۃ رضی اللہ عنہم وقد کان یقال انہ مجاب الدعوۃ وانہ خاض البحر ھو وسریتہ التی کان امیرا علیھا وذلک فی زمن خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ یقال یبس حتی رئی الغبار من حوافر الخیل بکلمات قالھا ودعا بھا وھی یا علیّ یا حکیم یا علیّ یا عظیم انا عبیدک وفی سبیلک نقاتل عدوک اللھم فاجعل لنا الیھم سبیلا۔

وقد وقع نظیر ذلک ای دخول البحر لابی مسلم الخولانی التابعی فانہ لما غزا الروم مع جیشہ مروا بنھر عظیم بینھم وبین العدو فقال ابو مسلم اللھم اجزت بنی اسرائیل البحر وانا عبادک وفی سبیلک فاجزنا ھذا النھر الیوم ثم قال اعبروا باسم اللہ فعبروا فلم یبلغ الماء بطون الخیل۔

وکذا وقع نظیر ذلک لابی عبید الثقفی التابعی امیر الجیوش فی ایام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فان دجلۃ حالت بینہ وبین العدو فتلا قولہ تعالیٰ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتبا موجلا ثم سمی اللہ تعالیٰ واقتحم بفرسہ الماء واقتحم الجیش وراءہ ولما نظر الیھم اعاجم صاروا یقولون دیوانا دیوانا ای مجانین ثم ولوا مدبرین فقتلھم المسلمون وغنموا اموالھم، انتھی ما فی السیرۃ۔

وفی کتاب الدعاء للعلامۃ ابی بکر محمد بن الولید الفھری الطرطوشی المتوفی بالاسکندریۃ سنۃ ۵۰۲ھ عن مطرف بن عبد اللہ بن ابی مصعب المدنی انہ قال دخلت علی الخلیفۃ المنصور فوجدتہ مغمومًا حزینًا قد امتنع من الکلام لفقد بعض احبتہ فقال لی یا مطرف طرقنی من الھم ما لا یکشفہ الا اللہ الذی بلابہ فھل من دعاء ادعو بہ عسی یکشفہ اللہ عنی فقلت یا امیر المؤمنین حدثنی محمد ابن ثابت عن عمر بن ثابت البصری قال دخلت فی اذن رجل من اھل البصرۃ بعوضۃ حتی وصلت الی صماخہ فانصبتہ واسھرتہ لیلہ ونھارہ فقال لہ رجل من اصحاب الحسن البصری یا ھذا ادع بدعاء العلاء بن الحضرمی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی دعا بہ فی المفازۃ وفی البحر فخلصہ اللہ تعالیٰ۔

فقال لہ الرجل وما ھو؟ فقال قال ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ بعث العلاء بن الحضرمی فی جیش کنت فیھم الی البحرین فسلکنا مفازۃ فعطشنا عطشا شدیدا حتی خفنا الھلاک فنزل العلاء بن الحضرمی وصلی رکعتین ثم قال یا حلیم یا علیم یا علیّ یا عظیم اسقنا فجاءت سحابۃ کانھا جناح طائر فقعقعت علینا وامطرتنا حتی ملأنا الآنیۃ وسقینا الرکاب ثم انطلقنا حتی اتینا علی خلیج من البحر ما خیض قبل ذلک

الیوم ولا اخیض بعدہ فلم نجد سفنا فصلی العلاء بن الحضرمی رکعتین ثم قال یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم اجرنا ثم اخذ بعنانِ فرسہ ثم قال بسم اللہ جوزوا قال ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فمشینا علی الماءِ فواللہ ما ابتل لنا قدمٌ ولا خفٌ ولا حافرٌ وکان الجیش اربعۃ الاف قال فدعا الرجل بھا فواللہ ما برحنا حتی خرجت من اذنہ لھا طنینٌ حتی صکت الحائط وبرأ الرجل قال فاستقبل المنصورُ القبلۃ ودعا بھذا الدعاءِ ساعۃ ثم اقبل بوجھہ الیّ فقال یا مطرف قد کشف اللہ عنی ما کنتُ اجدہٗ من الھم ودعا بالطعام فاجلسنی فاکلتُ معہ۔

علاء بن الحضرمی رضؓ کی وفات خلافتِ عمرؓ میں ۱۴ھ میں ہوئی اور بعض علماء کے نزدیک خلافتِ عثمانؓ میں ۲۱ھ میں ہوئی۔

علامہ کمال الدین دمامیری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب حیاۃ الحیوان ج ۱ ص ۱۹۱ پر بحث بعوض میں قصہ مذکورہ سے مشابہ ایک اور قصہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ویقرب من ھذا ما حکاہ ابن خلکان فی ترجمۃ موسی الکاظم بن جعفر الصادق ان ھارون الرشید حبسہ فی بغداد ثم دعا صاحب شرطتہ ذات یوم فقال رأیتُ فی منامی جبشیًا اتانی ومعہ حربۃٌ وقال ان لم تُخلِّ عن موسی بن جعفر والّا نحرتُک بھذہ الحربۃ فاذھب فخلّ عنہ واعطہ ثلاثین الف درھم وقل لہ ان احببتَ المقام عندنا فلک عندی ما تُحبُّ وان احببتَ المضی الی المدینۃ فامضِ قال صاحب الشرطۃ ففعلتُ ذلک وقلتُ لموسی لقد رأیتُ من امرک عجبًا فقال انا اُخبرک بینما انا نائم اذ اتانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا موسی حُبستَ مظلومًا فقل ھذہ الکلمات فانک لا تبیتُ ھذہ اللیلۃ فی السجن قلْ "یا سامعَ کلّ صوتٍ ویا سابقَ کل فوتٍ ویا کاسی العِظام لحمًا ومُنشِرھا بعدَ الموتِ اسألک باسمائک العِظام وباسمک الاعظم الاکبر المخزونِ المکنونِ الذی لم یطّلع علیہ احدٌ من المخلوقین یا حلیمًا ذا اناۃٍ لا یقدِرُ علی اناتہ یا ذا المعروف الذی لا ینقطع معروفہ ابدًا ولا یحصی لہ عددًا فرّج" فکان ما تری۔ توفی موسی الکاظم فی رجب سنہ ۱۸۳ھ ببغداد مسمومًا اھ

بعض دعائیں قبولیتِ دعا کے لیے مجرب ہوتی ہیں۔ بعض الفاظ خاص نورانیت کے حامل ہوتے ہیں جن کی برکت سے دعا قبولیت کے قریب ہوجاتی ہے۔ یہاں پر ہم چند ایسی دعائیں ذکر کرتے ہیں جو قبولیتِ دعا وقضاء حاجات وشفاء امراض میں مجرب ہیں۔

فمن ذلک ما روی عن عون بن عبد اللہ بن عتبۃ قال بینما عبد اللہ بن مسعود یدعو بدعاء اذ مرّ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما فلما جاز بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع دعاءہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یعرفہ فقال من ھذا؟ سل تعطہ فرجع ابو بکر الی عبد اللہ فقال الدعاء الذی کنت تدعو بہ آنفًا اعدہ علیّ فقال حمدتُ اللہ ومجّدتہ ثم قلتُ لا الٰہ الّا انت وعدک حق ولقاؤک حق

الجنۃ حق والنار حق ورسلك حق وكتابك حق والنبيون حق ومحمد صلى الله عليه وسلم حق۔ كذا فى الحلية ج ۱ ص ۱۲۸۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی حاکم یا افسر وغیرہ کے شر اور سزا سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل دعا تین مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ یہ ہیں ذكر الحافظ ابو نعيم باسناده عن ابن عباس رضى الله عنهما قال اذا اتيت سلطانا مهيبا تخاف ان يسطو عليك فقل "الله اكبر الله اعز من خلقه جميعا الله اعز مما اخاف واحذر اعوذ بالله الذى لا اله الا هو الممسك للسماوات السبع ان تقع على الارض الا باذنه من شر عبده فلان وجنده واتباعه واشياعه من الجن والانس اللهم كن لى جارا من شرهم جل ثناؤك وعز جارك وتبارك اسمك ولا اله غيرك۔ ثلاث مرات۔ كذا فى الحلية ج ۱ ص ۳۲۲

ومن ذلك ما نقل عن الشيخ الاجل ابى القاسم القشيرى رحمه الله تعالى ان ولده مرض مرضا شديدا حتى اشرف منه على الموت واشتد عليه الامر قال فرأيت النبى عليه السلام فى المنام فشكوت اليه ما بولدى فقال اين انت من ايات الشفاء فانتبهت ففكرت فيها فاذا هى فى ستة مواضع من كتاب الله وهى قوله تعالى (۱) ويشف صدور قوم مؤمنين (۲) وشفاء لما فى الصدور (۳) يخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فيه شفاء للناس (۴) وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين (۵) واذا مرضت فهو يشفين (۶) قل هو للذين آمنوا هدى وشفاء قال فكتبتها ثم حللتها بالماء وسقيته اياها فكأنما نشط من عقال۔

ومن ذلك ما روى الترمذى وغيره ان النبى صلى الله عليه وسلم قال لصاحب الوجع ضع يدك على موضع الوجع وقل بسم الله ثلاثا واعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجد واحاذر سبع مرات ففعل فاذهب الله تعالى عنه ما كان۔

اسی قبیل سے ہیں مندرجہ ذیل اشعار امام سہیلیؒ کمفوف متوفی ۵۸۱ھ۔ کئی علماء نے لکھا ہے کہ ان کا پڑھنا قضاء حاجات کے لیے مجرب ہے ان کے الفاظ و معانی میں بڑا سوز اور درد ہے۔ قال ابو الخطاب بن دحية انشدنى السهيلى ابياتا وقال ما سأل الله تعالى بها احد حاجة الا قضاها واعطاه الله تعالى اياها وكذلك من استعمل انشادها وهى ؎

يا مَن يرى ما فى الضمير ويسمع ... انتَ المعدُّ لِكلّ ما يتوقّع
يا مَن يُرجّى للشدائد كلّها ... يا مَن اليه المشتكى والمفزع
يا مَن خزائن رزقه فى قول كُن ... امنُن فانّ الخير عندك اجمع
مالى سوى فقرى اليك وسيلة ... فبالافتقار اليك فقرى ادفع
مالى سوى قرعى لبابك حيلةٌ ... فلئن رُددتُّ فاىّ بابٍ اقرع
ومَن الذى ادعو واهتف باسمه ... ان كان فضلُك عن فقيرك يُمنَع

حاشا لجودك أن تُقنِّط عاصيًا فالفضلُ أجزلُ والمواهبُ أوسع

اسی طرح درج ذیل قصیدے کا پڑھنا قضائے حاجات کے لیے مجرب و معروف ہے بڑے بڑے علماء اسلام اور ائمہ دین خاص حاجات کے لیے اسے پڑھتے تھے۔ علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی سبکیؒ طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۶۰ پر لکھتے ہیں کہ میرے والد امام سبکی قاضی القضاۃ مفتی مصر و شام معاصر امام ابن تیمیہؒ بوقتِ مشکلات و حوادث و آفات یہ پڑھا کرتے تھے۔ علامہ تاج الدین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بقول بعض علماء یہ قصیدہ اسمِ اعظم پر مشتمل ہے اور جو شخص اسے پڑھ کر دعا مانگے اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ بہت سے علماء وغیرہ نے اس قصیدے کی برکات کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ قصیدہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم قُرشی اندلسی عارف باللہ ولی اللہ۔ زاہد متقی صاحبِ کراماتِ شہیرہ کا ہے۔ یہ ابوعبداللہ قرشی استاد و شیخ ہیں محمد بن حسین ابوالطاہر مصری زاہد ولی اللہ عارفِ کبیر متوفی ۶۳۳ھ کے۔

اس قصیدے کا نام "الفَرَج بعد الشِدّة" ہے۔ مشہور فقیہ محدّث شیخ زکریا انصاری نے اس کی شرح لکھی ہے۔ جس کا نام ہے "الأضواء البهجة فی إبراز دقائق المنفرجة" بقول بعض علماء یہ قصیدہ ابوالفضل یوسف ابن محمد نحوی توزری افریقی کا ہے۔

علامہ تاج الدینؒ اس اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد قصیدۂ ہذا کی ایک برکتِ عظیمہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وذلك ان بعض المتغلّبين عدا على أموال ابى الفضل التوزرى الافريقى المذكور اخذها فبلغه ذلك وكان بغير مدينة توزر فانشأها فرأى ذلك الرجل الظالم فى نومه تلك الليلة رجلًا فى يده حربة وقال له ان لم تَرُدّ على فلان أمواله والّا قتلتُك بهذه الحربة فاستيقظ مذعورًا واعاد عليه أمواله ثم قال الشيخ العلّامة تاج الدين السبكى۔

وكثير من الناس يعتقد انّ هذه القصيدة مشتملة على الاسم الاعظم وانه ما دعا بها احدٌ الّا استُجيب له وكنتُ اسمع الشيخ الوالد رحمه الله اذا اصابته ازمة ينشدها۔ طبقات ج ۸ ص ۶۰

قصیدۂ مبارکہ مجربہ لکشف الکروب یہ ہے۔ اس کے الفاظ بڑے فصیح و بلیغ و منتظم اور معانی سوز و گداز اور عشق و محبت کے حامل ہیں۔ اہلِ ذوق جانتے ہیں کہ اس کے پڑھنے سے روحِ شوق و محبت اور ایمان کو خاص کیف و حال حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ اِشْتَدِّی أزمةُ تَنفَرِجی قد آذَن لیلُك بالبَلَج

۲۔ وظلامُ اللیلِ له سُرُجٌ[۵] حتی یَغشاه ابو السُّرُجْ

۳۔ وسَحابُ الخیرِ لها مَطَرٌ فاِذا جاء الإبّان تَجی

[۵] یعنی بأبی السرج الشمس۔

٤- وفوائدُ مولانا جُمَلٌ لِسُروحِ الأنفسِ بالمُهَجِ
٥- ولها أرَجٌ مُحيٍ أبدًا فاقصِد تحيا ذاك الأرَجِ
٦- ولربَّما فاضَ المحيا بحبورِ الموجِ من اللُّجَجِ
٧- والخلقُ جميعا في يدِه فذَوُو سَعَةٍ وذوو حَرَجِ
٨- ونزولُهمُ وطلوعُهمُ فالى دَرَكٍ وعلى دَرَجِ
٩- ومعايشُهم وعواقبُهم ليستْ في المشيِ على عوَجِ
١٠- حِكَمٌ نُسِجَتْ بيدٍ حكمتْ ثم انتسجتْ بالسُّنتَسِجِ
١١- فإذا اقتصدتْ ثم انعرجتْ فبمُقتَصِدٍ وبمُنعَرِجِ
١٢- شهدتْ بعجائبِها لُجَجٌ قامتْ بالأمرِ على الحجَجِ
١٣- ورِضًا بقضاءِ اللهِ حجىً فعلى مركوزتِه فعُجِ
١٤- وإذا انفتحتْ أبوابُ هُدًى فاعجَل لخزائنِها ولِجِ
١٥- وإذا حاولتَ نِهايتَها فاحذَرْ إذ ذاك من العرَجِ
١٦- لتكونَ من السُّبّاقِ إذا ما سِرتَ الى تلك الفُرَجِ
١٧- فهُناك العيشُ وبهجتُه فلِمُبتهِجٍ ولِمُبتهِجِ
١٨- فهجِ الأعمالَ إذا ركدتْ فإذا ماهِجتَ إذًا تهِجِ
١٩- ومعاصي اللهِ سماجتُها تزدانُ لِذي الخُلُقِ السَّمِجِ
٢٠- ولِطاعتِه وصَباحتِها أنوارُ صباحٍ مُنبلِجِ
٢١- مَن يخطُبْ حورَ الخُلدِ بها يظفَرْ بالحورِ وبالعُنُجِ
٢٢- فكُنِ المرضيَّ لها بتُقىً ترضاهُ غدًا وتكون نَجِيّ
٢٣- واتلُ القرآنَ بقلبٍ ذي حُزنٍ وبصوتٍ فيه شَجِي
٢٤- وصلاةُ الليلِ مسافتُها فاذهَبْ فيها بالفهمِ وجِي
٢٥- وتأمَّلْها ومعانيَها تأتي الفِردوسَ وتنفرِجِ
٢٦- واشرَبْ تسنيمَ مُفجِّرِها لا مُتزجًا وبمُتزَجِ
٢٧- مُدِحَ العقلُ الآتيهِ هُدًى وهوى مُتولٍّ عنه هُجِي

١ قال الشيخ زكريا الانصاري حجي بفتح الحاء مع فتح الجيم وكسرها، اي حقيق على كل مؤمن. ٢ من سمج اي قبح. ٣ قال الانصاري نجي بالوقف بحذف الحركة والالف على لغة ربيعة اي نجيبًا من المكروهات. ٤ قال الانصاري، مدح العقل الآتيه هدًى، اي الذي اتى بما من الطاعة

وبقيتها من المقامات.

٢٨- وكتابُ اللهِ رياضتُه ... لعُقولِ الخَلْقِ بمُدَارِجْ
٢٩- وخيارُ الخَلْقِ هُدَاتُهمُ ... وسِواهُم من هَمَجِ الهَمَجْ
٣٠- فإذا كنتَ المِقْدَامَ فلا ... تَجْزَعْ فى الحربِ من الرَّهَجْ
٣١- وإذا أبصَرْتَ مَنارَ هُدًى ... فاظْهَرْ فَرَدًا فوقَ الثَّبَجْ
٣٢- وإذا اشْتاقَتْ نَفْسٌ وجَدَتْ ... المَآبَ بالشوقِ المُعْتَلِجْ
٣٣- وثَنايا الحَسَنا ضاحكةٌ ... وتَمامُ الضِّحْكِ على الفَلَجْ
٣٤- وعِيابُ الأَسْرارِ اجْتَمَعَتْ ... بأَمانَتِها تحتَ الشَّرَجْ
٣٥- والرِّفْقُ يدُومُ لصاحِبِه ... والخُرْقُ يصيرُ إلى الهَرَجْ
٣٦- صلواتُ اللهِ على المهدِى ... الهادِى الناسَ إلى النَّهَجْ
٣٧- وأبى بكرٍ فى سِيرتِه ... وَلِسانِ مَقالتِه اللَّهِجْ
٣٨- وأبى حفصٍ وكَرامتِه ... فى قِصَّةِ ساريَةَ الخُلُجْ
٣٩- وأبى عمرٍو ذِى النُّورَيْنِ الـ ... ـمُسْتَحْيِى المُسْتَحْيَى البَهِجْ
٤٠- وأبى حَسَنٍ فى العلمِ إذا
وافى بسَحائِبِه الخُلُجْ

١ الرهج: الغبار. ٢ قال الانصارى الثبج: اى الوسط او المعظم من منار الهدى. ٣ الفلج: تباعد منابت الأسنان، وهو حسن فيها. ٤ قال الانصارى: وعياب: جمع عيبة وهى وعاء من جلد تصان فيه الامتعة كالثياب. والشرج: اى عرى العياب. ٥ قال الانصارى، والخرق: بفتح الخاء مصدر خرق بضم الراء ويقال بكسرها: ضد الرفق، وبضم الخاء اسم للحاصل بالفعل.

٦ قال الانصارى: فى قصة سارية بن حصن او الحصين او زنيم الديلمى، من انه كان يوم الجمعة يخطب بالمدينة، فرأى العسكر بنهاوند، وجعل يصيح: ياسارية، الجبلَ الجبلَ، فصعد سارية وجنده الجبل وقاتلوا الكفار فهزموهم، وكتبوا بذلك الى عمر، وجاءه البشير بعد شهر. وأضاف سارية الى الخلج، بضم الخاء واللام: قوم من العرب من عدوان.

٧ قال الانصارى: المستحيى المستحيى، بكسر ياء احدهما وفتح ياء الاخرى، لان النبى صلى الله عليه وسلم كان جالسًا بحافة بئر وهو مكشوف الفخذ، فدخل ابوبكر فلم يغط فخذه، ودخل عمر فلم يغطه، ودخل عثمان فغطا. ٨، وقال: الا نستحى ممن استحيت منه الملائكة.... وفى نسخة: المستهدى المستحيى. وفى اخرى: المستحيى المحيى. بكسر ياء الاول او فتحه وفتح ياء الثانى، اشارة الى انه شهيد فهو حى بنص القرآن.

٨ قال الانصارى: الخلج، بضم الخاء واللام: جمع خلوج. بفتح الخاء: السحاب المتفرق، ويقال السحابة المنفردة الكثيرة الماء.

فرعون ۔ قرآن شریف میں متکرر الذکر ہے ۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا۔ اس نے خدا ہونے کا دعویٰ کر رکھا تھا چنانچہ قرآن مجید میں اس کا یہ دعویٰ منقول ہے ۔ اس کی عمر و زمانہ حکومت بہت طویل تھا بحرِ قلزم میں اپنی افواج سمیت غرق ہوا۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر بار بار آیا ہے ۔ قرآن و حدیث میں اس کے کفر کی تصریح ہے ۔ اسی مناسبت سے ہر بڑے کافر کو فرعون کہا جاتا ہے ۔ ابوجہل کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا، هٰذا فرعونُ هٰذه الامّة ۔ محی الدین ابن عربیؒ کی طرف بعض لوگ یہ نسبت کرتے ہیں کہ آپ فرعون کو مؤمن کہتے ہیں اور فتوحاتِ مکیہ میں ایمانِ فرعون کی تصریح موجود ہے ۔ لیکن امام شعرانیؒ یواقیت وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ ابنِ عربیؒ فرعون کو کافر کہتے ہیں ۔ فتوحاتِ مکیہ وغیرہ متعدد کتب میں ابن عربیؒ نے فرعون کو کافر کہا ہے ۔ ابن عربیؒ کے بعض دشمنوں نے آپ کو بدنام کرنے کی نیت سے آپ کی کتابوں میں یہ عبارات داخل کی ہیں جن میں فرعون کے مؤمن ہونے کا ذکر ہے ۔ امام شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ فتوحاتِ کے قدیم و صحیح نسخوں میں یہ عبارات نہیں ہیں ۔

قنبل بن عبدالرحمٰن بن محمد بن خالد المکی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ قنبل قراءِ سبعہ میں ابن کثیرؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں ۔ قنبل لقب ہے نام محمد اور کنیت ابوعمر ہے ۔ ابن کثیرؒ کی قراءت آپ کے ذریعہ پھیلی قنبل بالواسطہ ابن کثیر کے راوی ہیں ۔ آپ کی سند قراءت یہ ہے قرأ قنبل علی احمد القواس علی ابی الاخریط وهب بن واضح علی اسمٰعیل علی شبل و معروف بن مشکان علی ابن کثیر ۔ معجم الادباء میں یاقوت لکھتے ہیں وقُنبل لقب غلب علیه وانما سمی بذلك لانه كان يستعمل دواءً يقال له قنبيل يُسقى للبقر معروف عند العطّارين لمرض كان به فسُمّي بذلك وقيل بل هو من قوم يقال لهم القنابلة من اهل مكة ولو كان كذلك لقيل له قُنبلي اھ معجم الادباء ج ۱۷ ص ۱۷ وقيل القنبل الشديد الغليظ ۔

قنبلؒ بہت بڑے قاری ہیں ۔ آپ کا قراءت میں بڑا حلقہ تھا جس میں لوگ شریک ہوتے تھے ۔ وفات سے دس سال قبل تدریسِ قراءت ترک کر دی تھی ۔ قنبل مکہ مکرمہ میں محکمۂ پولیس کے سربراہ تھے ۔ اُس زمانے میں اِس محکمہ کے لیے لازم تھا کہ اس کا سربراہ بڑا عالم و فاضل ہو تاکہ اس کی ذمہ داری مطابق شرع ادا کی جا سکے ۔ اخیر عمر میں کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے آپ کی قراءت میں کچھ خلل واقع ہو گیا تھا۔ ابن مجاہد نے آپ سے اجراء قراءت کے ساتھ کچھ قرآن اخیر عمر میں پڑھا تھا۔ ابن شنبوذ نے بھی آپ سے اخذ قراءت کیا۔ یاقوت لکھتے ہیں ۔ واما ابن شنبوذ فانه جاور سنتين بمكة وقرأ عليه ختمتين اھ ابن شنبوذ اس بات سے منکر ہیں کہ ابن مجاہد نے قنبل سے کچھ پڑھا ہو ۔ ابن مجاہد کہتے تھے قرأت القرآن علیہ ۔ علماء و مؤرخین کہتے ہیں کہ ابن مجاہد نے قنبل سے ضرور قرآن پڑھا ہے البتہ سارا قرآن نہیں پڑھا ۔ قنبل کی وفات مکہ مکرمہ میں ۲۹۱ھ میں ہوئی اور ولادت ۱۹۵ھ میں ہوئی ۔

قُطرب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث الحدّ وحروفِ مقطعات کے وسط میں مذکور ہیں۔ ھو محمد بن المستنیر ابو علی النحوی اللغوی البصری المعروف بقطرب رحمہ اللہ۔ قطرب مشہور امام نحو ہیں سیبویہ کا تلمیذ ہے۔ مدّت تک سیبویہ کی صحبت میں رہا۔ حرصِ علم وشوقِ نحو کے باعث آپ پڑھنے اور استاد کی خدمت کی غرض سے فجر سے پہلے جب تاریکی چھائی ہوئی ہوتی تھی سیبویہ کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے تھے جب سیبویہ باہر نکل کر دروازے پر انھیں کھڑا دیکھتے تو فرماتے تھے ما انت الّا قطرب اسی سے ان کا لقب قطرب مشہور ہوگیا۔ قطرب عقیدہ کے لحاظ سے معتزلی نظامی تھا۔ نظام معتزلی سے عقائد مذہب لیے۔ ابو لوف عجلی کی اولاد کے مؤدّب ومعلم تھے۔ عیسی بن عمر سے بھی سے اخذِ علوم کیا۔ قطرب ضعیف الروایۃ تھے یعنی ثقہ نہ تھے۔ ابن سکیت کہتے ہیں کتبت عنہ قطرًا ثم تبیّنت انہ یکذب فی اللغۃ فلم اذکر عنہ شیئًا، کذا فی البغیۃ ص۱۰۴۔

ان کی تصانیف کے نام یہ ہیں المثلث۔ النوادر۔ الصفات۔ الاصوات۔ العلل فی النحو۔ الاضداد۔ الھمز۔ خلق الانسان۔ خلق الفرس۔ اعراب القرآن۔ المصنّف الغریب فی اللغۃ۔ مجاز القرآن وغیرہ۔ یہ دو شعر آپ کی طرف منسوب ہیں ؎

ازکنتَ لستَ معی فالذکر منک معی ۔۔۔ یَراک قلبی وان غُیِّبتَ عن بَصری

فالعینُ تبصِرُ مَن تَھوی وتفقِدُہٗ ۔۔۔ وناظرُ القلبِ لا یَخلو مِنَ النظر

سال وفات ۲۰۶ھ ہے۔

قطرب کے احوال کی تفصیل وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۴ ص ۳۱۲۔ کتاب نور القبس، ص ۱۷۴۔ انباہ الرواۃ ج ۳ ص ۲۱۹ میں درج ہے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں۔ وکان حریصًا علی الاشتغال والتعلّم وکان یبکّر الی سیبویہ قبل حضور احد من التلامذۃ فقال لہ یومًا ما انت الّا قُطربُ لیلٍ فبقی علیہ ھذا اللقب وقطرب اسم دویبۃ لا تزال تَدِبُّ ولا تفتُرّ انتھی۔

قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت ولا تُباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو قتادۃ بن دعامۃ بن قتادۃ بن عزیز ابو الخطاب السدوسی البصری رحمہ اللہ عزّوجلّ ولد اکمہ۔ حضرت قتادہ محدث کبیر حافظ الحدیث مفسر القرآن وامام عظیم الشان وکثیر العبادۃ تابعی ہیں۔

قتادہ رحمہ اللہ روایتِ حدیث کرتے ہیں انس بن مالک وعبداللہ بن سرجس وابو الطفیل وابو سعید خدری رضی اللہ عنہم وسعید بن المسیب وعکرمہ وحسن بصری وابن سیرین وعطاء بن ابی رباح وابو عثمان نہدی وشعبی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور قتادہ سے روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی وسلیمان

تیمی وشعبہ ومسعر وہشام دستوائی ومعمر وسعید بن ابی عروبہ وامام اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ۔

قتادہ حصول علم کے بڑے حریص اور قوی حافظہ والے تھے۔ عن معمر عن قتادۃ انہ اقام عند سعید ابن المسیب ثمانیۃ ایام فقال لہ فی الیوم الثامن ارتحل یا اعمی فقد انزفتنی۔ وعن عمرو بن عبداللہ قال لما قدم قتادۃ علی سعید بن المسیب فجعل یسألہ ایاما واکثر فقال لہ سعید کل ما سألتنی عنہ تحفظہ ؟ قال نعم سالتُک عن کذا فقلتَ فیہ کذا وسألتُک عن کذا فقلتَ فیہ کذا وقال فیہ الحسن کذا حتی رَدَّ علیہ حدیثاً کثیراً فقال سعید ما کنتُ اَظنُّ ان اللہ خلق مثلک۔ کذا فی تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۵۲۔

حافظ ابونعیم حلیہ میں لکھتے ہیں قال بکر بن عبداللہ المزنی مَن اَرادان ینظر الی احفظ اھل زمانہ فلینظر الی قتادۃ فما ادرکنا الذی ھو احفظ منہ وعن ابی عوانۃ عن قتادۃ قال لزمت سعید بن المسیب اربعۃَ ایام یُحدِّثنی فقال یوماً لستَ تکتب فھل یصیر فی یدک شئ مما اُحدِّثک بہ ؟ قلتُ لہ ان شئتَ حدّثتُک بما حدّثتنی بہ قال فاعدتُّھا علیہ قال فبقی ینظر الیّ ویقول انتَ اھلٌ اَن تُحدَّث فسَلْ فاقبلتُ اسألہ وکان قتادۃ یقول ما سمِعتُ اذنای شیئاً قطّ اِلّا وعاہ قلبی وعن معمر جاء رجل الی ابن سیرین فقال رأیتُ فی المنام کاَنّ حمامۃً التقمت لؤلؤۃً فقذفتھا سواء فقال ذاک قتادۃُ ما رأیتُ احفظ من قتادۃ وعن مطر قال کان قتادۃ فارس العلم۔

قتادہ اہل بدعت کے بہت مخالف تھے اور برسرعام ان کی مذمت کرتے تھے۔ فعن عاصم الاحول قال جلستُ الی قتادۃ فذکر عمرو بن عبید فوقع فیہ ونال منہ فقلتُ لہ یا ابا الخطاب اَلا اراک العلماءَ یقع بعضھم فی بعض فقال یا اُحیول الا تدری ان الرجل اذا ابتدع بدعۃ فینبغی لھا ان تذکر حتی یحذر۔ وقال مطر کان قتادۃ عبدَ العلمِ ومازال قتادۃ متعلماً حتی مات وکان قتادۃ یقول یستحبّ ان لا تقرأ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِلّا علی طھارۃ ویقول فی قولہ تعالی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ کان یقال کفی بالرھبۃ علماً وکان یقول یا ابن آدم لا تعتبر الناس باموالھم ولا اولادھم ولکن اعتبرھم بالایمان والعمل الصالح اذا رأیت عبداً صالحاً یعمل فیما بینہ وبین اللہ خیراً ففی ذلک فسارِعْ وفی ذلک فنافس ما استطعت الیہ قوۃ ولا قوۃ الا باللہ ان الذنب الصغیر یجتمع الی مثلہ علی صاحبہ حتی یھلکہ ولعمری ان العلم ان اھیبکم للصغیر من الذنب اَوزَرکم للکبیر۔

وکان قتادۃ یقول علیکم بالوفاء بالعھود لا تنقضوا ھذہ المواثیق فان اللہ قد نھی عن ذلک وقدّم فیہ اشدّ التقدمۃ وذکرہ فی بضع وعشرین آیۃ نصیحۃ لکم وتقدمۃ الیکم وحجۃ علیکم قال اللہ ولنسکننکم الارض من بعدھم۔ وعدھم اللہ النصر فی الدنیا والجنۃ فی الاخرۃ فبیّن اللہ من یسکنھا من عبادہ فقال۔ ذلک لمن خاف مقامی وخاف وعید۔ وقال ولمن خاف مقام ربہ جنّتان۔ وکان قتادۃ یقول قلّما سامر اللیل (ای فی العبادۃ) منافقٌ۔

وعن سلام بن ابی مطیع عن قتادۃ انہ کان یختم القرآن فی کل سبع لیال مرۃ فاذا جاء رمضان ختم فی کل ثلاث لیال مرۃً فاذا جاء العشر ختم فی کل لیلۃٍ مرۃ۔ ویقول قتادۃ وکان یقال فی الحکمۃ ان العمل الصالح یرفع صاحبہ اذا ما عثر واذا صرع وجد متکأ وعن قتادۃ فی قولہ تعالٰی والباقیات الصالحات قال کل ما اریدبہ وجہ اللہ وعن قتادۃ قال لم یتمن الموت احدٌ قط الا نبی لا غیرہ الا یوسف علیہ السلام حین تکاملت علیہ النعم وجمع لہ الشمل اشتاق الی لقاء اللہ عز وجل ربِّ قد اٰتیتنی من الملک وعلّمتنی من تأویل الاحادیث الآیۃ وعن قتادۃ انہ قال من یتقی اللہ یکن معہ من یکن اللہ معہ فمع الفئۃ التی لا تُغلب والحارس الذی لا ینام والہادی الذی لا یَضِلّ ویقول من اطاع اللہ فی الدنیا خلصت لہ کرامۃ اللہ فی الاٰخرۃ۔

وعن معمر قال صکّ رجلٌ ابنًا لقتادۃ فاستعدٰی علیہ بلال بن ابی بردۃ فلم یلتفت الیہ فشکاہ الی القسری فکتب الیہ انک لم تنصف ابا الخطاب قتادۃ فدعاہ ودعا وجوہ اھل البصرۃ یتشفّعون فابی ان یشفّعہم فقال لہ صکّہ کما صکّک فقال لابنہ یا بُنیّ احسِرْ عن ذراعیک وارفع یدیک وشُدّ قال فحسر عن ذراعیہ رفع یدیہ فأمسک قتادۃ یدہ وقال قد ھبتہ للہ فانہ کان یقال لا عفو لا بعد قدرۃ وقال قتادۃ ان فی الجنۃ کُوًی الی النار فیطلع اھل الجنۃ من تلک الکُوی الی النار فیقولون ما بال الاشقیاء وانما دخلنا الجنۃ بفضل تادیبکم قالوا انا کنا نأمرکم ولا نأتمر وننھاکم ولا ننتہی۔

وکان قتادۃ یقول فی قولہ تعالٰی ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب قال مخرجا من شبہات الدنیا ومن الکرب عند الموت وفی مواقف یوم القیامۃ ویرزقہ من حیث یرجو ومن حیث لا یرجو وکان قتادۃ یقول باب من العلم یحفظہ الرجل یطلب بہ صلاح نفسہ صلاح الناس افضل من عبادۃ حولٍ کامل وکان یقول المؤمن لا یعرف الا فی ثلاثۃ مواضع بیت یسترہ او مسجد یعمرہ او حاجۃ من الدنیا لیس بھا بأس۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۲۴۱

وکان طاؤس یفہم من قتادۃ وکان قتادۃ یرمی بالقدر۔ قتادہ کی وفات شہر اسط ۱۱۷ھ میں ہوئی فصل حیوانات میں بیان نملہ میں ایک حکایت ہم نے ذکر کی ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ نے قتادہؒ سے نملہ سلیمان علیہ السلام کا یہ سوال کیا کہ وہ مادہ تھی یا نر۔ فراجع ذلک الفصل۔

کعب احبار۔ کان الناسُ اُمّۃً واحدۃً فبعث اللہ النبیّین مبشّرین ومنذرین کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو ابو اسحاق کعب بن ماتع بن ھینوع الحمیری۔ معروف بہ کعب احبار ہیں۔ آپ مشہور تابعی ہیں۔ نبی علیہ السلام کا زمانہ پایا لیکن رؤیت حاصل نہیں ہے۔ خلافتِ ابی بکر رضی اللہ عنہ میں اور بقولِ بعض خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں زیادہ رہے آپ سے کئی صحابہ مثل ابن عمر و ابن عباس و ابن زبیر و ابوہریرہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔ آپ کتب الٰہیہ متقدمہ کے بڑے عالم تھے۔ امام نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۳ ص ۶۹ میں لکھتے ہیں اتفقوا علی کثرۃ علمہ وتوثیقہ اسلام سے قبل دین یہود پر تھے۔ یمن کے رہنے والوں میں سے تھے۔ آپ کے مناقب بہت ہیں۔ علوم وحکم کثیرہ

آپ سے مروی ہے۔ حلیۃ الاولیاء میں آپ کا طویل ترجمہ مذکور ہے۔ کعبؒ فرماتے ہیں اذا اشتکی الی اللہ عبادہ الفقراء الحاجۃ قیل لھم ابشروا ولا تحزنوا فانکم سادۃ الاغنیاء والسابقون الی الجنۃ یوم القیامۃ۔ کعبؒ فرمایا کرتے تھے کانت الانبیاء علیھم السلام بالفقر البلاء اشدّ فرحا منھم بالرخاء وکان البلاء علیھم مضعّفا حتی ان کان احدھم لیقتلہ القمل فاذا رای رخاء ظنّ انہ قد اصاب ذنبا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے ہمیشہ امورِ آخرت کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے کعب سے موت کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا۔ یا امیر المؤمنین غصنٌ کثیر الشوک یدخل فی جوف الرجل فتأخذ کلّ شوکۃ بعرق یجذب بہ رجلٌ شدید الجذب فاخذ ما اخذ وابقی ما ابقی۔ کعبؒ فرمایا کرتے تھے ما استقرّ لعبدٍ شیءٌ فی الارض حتی یستقرّ فی السماء۔ ویقول کعبؒ لوددت انی کبشُ اھلی فاخذُونی فذبحونی فاکلوا واطعموا اضیافھم۔ کعبؒ فرماتے ہیں انیروا بیوتکم بذکر اللہ واجعلوا فی بیوتکم حظًّا من صلاتکم فوالذی نفسُ کعب بیدہ انھم لمسمُّون علی افواہ وانھم لمعروفون فی اھل السماء فلان بن فلان یعمر بیتہ بذکر اللہ۔ نیز فرماتے تھے قلّۃ النطق حکمۃٌ فعلیکم بالصمتِ فانہ رِعۃٌ حسنۃٌ وقلّۃ وزر وخفّۃ من الذنوب فاحسنوا باب الحلم فانّ بابہ الصمتُ والصبرُ فانّ اللہ تعالی یُبغض الضحّاکَ من غیر عجب والمشّاءَ الی غیر ارب نیز فرماتے تھے وجدت فی التوراۃ مَن خرج من عینہ مثل الذباب من الدمع من خشیۃ اللہ امنہ اللہ من عذاب جھنم۔

نیز فرماتے ہیں طلبُ العلم مع السمت الحسن والعمل الصالح جزءٌ من النبوۃ۔ وقال ایضًا طالبُ العلم کالغادی والرائح فی سبیل اللہ۔ وکان یقول من حسّن صوتہ بالقرآن فی دار الدنیا اعطاہ اللہ فی الجنۃ قبّۃً من لؤلؤۃ فیُعطیہ اللہ من حسن الصوتِ فی الجنۃ مایَزُورُ اھلُ الجنۃ فیستمعون الیہ۔ وکان یقول ما من اربعین رجلًا یمدّون ایدیھم الی اللہ یسألونہ لا یسألونہ ظلمًا ولا قطیعۃَ رحمٍ الّا اعطاھم اللہ ما سألوہ۔ وکان یقول فاتحۃ التوراۃ فاتحۃ الانعام وخاتمۃ التوراۃ خاتمۃ سورۃ ھود وکان یقول اذا خرج الرجل من بیتہ فقال بسم اللہ ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ توکّلتُ علی اللہ قیل لہ ھُدِیتَ وحُفِظتَ وکُفِیتَ قال اذا خرج استقبلہ الشیطان قال فیقول لا سبیل لکم علی ھذا وقد ھُدِی وحُفِظ وکُفِی فالتمسوا غیرہ فیصدّعون عنہ۔ وکان یقول قبرُ اسماعیل علیہ السلام بین المقام والرکنِ وزمزم وکان یقول ما خرج رجل فی طلب العلم الّا ضمّتہ اللہ السمواتِ والارض برزقہ۔ کعبؒ نے خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں جہاد پر جاتے ہوئے ۳۲ھ میں وفات پائی شہر حمص میں مدفون ہیں۔

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ۔ وہ آیت فمن کان منکم مریضًا او بہ اذًی من رأسہ الآیۃ کے تحت مذکور ہیں۔ ھو کعب بن عجرۃ بن امیّۃ بن عدی القضاعی حلیف الانصار رضی اللہ عنہ۔ اور بقول امام واقدی آپ انصاری ہیں۔ امام بخاری نے بھی آپ پر انصاری کا اطلاق کیا ہے۔ وقال مدنی لہ صحبۃ۔ آپ

متاخر الاسلام ہیں۔ بیعۃ الرضوان میں موجود تھے۔ آپ سے ۴۷، احادیث مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور دو پر مسلم منفرد ہیں۔ بعض مغازی میں آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا۔ آخر میں کوفہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ کے بارے میں آیت فَفِدیۃ من صیامٍ او صدقۃٍ او نُسُکٍ نازل ہوئی۔ کما ذکرہ البیضاوی روی الطبرانی عن کعب بن عجرۃ قال اَتیتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یومًا فرأیتُہ مُتغیِّرًا فذھبتُ فاذا یھودیّ یسقی ابلًا لہ فسقیتُ علی کل دلو بتمرۃ فجمعتُ تمرًا فاتیتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث۔

آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۵۱ھ یا ۵۳ھ میں ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

کسائی القاری النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو علی بن حمزۃ بن عبد اللہ الامام ابو الحسن الکسائیؒ امام کسائی لغت و نحو و عربیت میں کوفیین کے امام اور سبعہ قراء میں سے ایک قاری ہیں۔ کسائی کی وجہ تسمیہ یہ ہے جو ابن خلکان نے ذکر کی ہے قال انہ دخل الکوفۃ وجاء الی حمزۃ بن حبیب الزیات وھو ملتفٌّ بکساء فقال حمزۃ من یقرأ؟ فقیل لہ صاحبُ الکساءِ فَبقی علیہ وقیل بل اَحرم فی کساء فنُسِبَ الیہ۔ وقیل سبب ذلک انہ کان یحضرُ مجلس حمزۃ باللیل ملتفًا فی کساءٍ۔ کسائی دراصل کوفی ہیں بعدہ بغداد میں رہائش اختیار کی۔

آپ نے قرارت حمزہ زیاتؒ سے حاصل کی چار مرتبہ ان سے سارا قرآن اجراء قرارت کے ساتھ پڑھا۔ نیز قرارت محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی و عیسی بن عمر و اعمش و ابو بکر بن عیاش سے بھی پڑھی ان سے علم حدیث بھی پڑھا اسی طرح علم حدیث سلیمان بن ارقمؒ و جعفر صادقؒ و ابن عیینہؒ سے بھی پڑھا۔ پھر بصرہ تشریف لے گئے اور خلیلؒ سے اخذ کیا۔ خلیل سے پوچھا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے اخذ کیا۔ انہوں نے کہا عرب کے صحراء و بوادی نجد و تہامہ کے باشندوں سے میں نے یہ علم اخذ کیا ہے۔ چنانچہ کسائی بھی دیہات میں اخذ علم عربیت کے لیے جانے لگے۔ حجاز گئے اور ایک مدت تک بوادی میں گھومتے رہے حتی حصل ما ذکر انہ اَفنٰی علیہ خمس عشرۃ قنینۃ من الحبر غیر ما حفظہ۔ واپسی پر صدر علماء بن کر یونس بن حبیب وغیرہ سے مناظرے شروع کیے۔ واختار لنفسہ قراءۃً حُمِلَتْ عنہ وعُرِفتْ بہ کذا فی تھذیب التھذیب ج ۷، ص ۳۱۳۔

اپنے زمانے میں کسائی بڑے ذوجاہ و ذومقام عالی تھے۔ امام شافعیؒ نحو میں آپ کی تعریف کرتے تھے۔ ابن الانباریؒ فرماتے ہیں کان اَعلم الناس بالنحو العربیۃ والقراءات وکانوا یکثرون علیہ فی القراءات فجمعھم وجلس علی کرسیّ وتلا القرآن من اوّلہ الی آخرہ وھم یستمعون ویضبطون عنہ حتی الوقف والابتداء وقال اسحاق بن ابراھیم سمعتُہ یقرأ القرآن مرتین وقال خلف بن ھشام کنتُ احضُر قراءتَہ والناسُ ینقطون مصاحفھم علی قراءتہ۔ امام کسائی کے ترجمہ و احوال کے لیے دیکھیے کتاب انباہ الرواۃ ج ۲ ص ۲۵۶ و کتاب نور القبس، ص ۲۸۳ و بغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۶۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں تعلّم النحو علی کبر وسببہ انہ جاء الی قوم وقد اَعیٰی فقال قد عییتُ

فقالوا لله تحالسنا وانت تلحن قال وكيف لحنت قالوا ان كنت اردت من انقطاع الحيلة فقل عييت وان اردت من التعب فقل اعييت فانف من هذه الكلمة وقام من فوره وسأل عمن يعلم النحو فأرشد الى معاذ الهراء فلزمه حتى انفد ما عنده ثم خرج الى البصرة فلقي الخليل وجلس في حلقته فقال له رجل من الاعراب تركت اسد الكوفة وتميمًا وعندها الفصاحة وجئت الى البصرة فقال للخليل من اين اخذت علمك هذا فقال من بوادي الحجاز ونجد و تهامة فخرج ثم ذكر ما قد منا ذكره قال فقدم البصرة فوجد الخليل قد مات وفي موضعه يونس فجرت بينهما مسائل اقر له فيها يونس وصدره في موضعه اه بتصرف۔ امام کسائی اوّلاً حضرت حمزہؒ کی قرارت پڑھتے تھے بعدہ ایک اور قرارت اپنے لیے منتخب کی۔ آپ ہارون رشید کے بیٹے امین کے معلّم ومؤدّب تھے۔

وفیات الاعیان ج ۳ ص ۲۹۶ پر ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ہارون کی مجلس میں ایک مرتبہ کسائی وامام محمد حنفی جمع ہوئے فقال الكسائي من تبحّر في علم نهدي الى جميع العلوم فقال له محمد ما تقول فيمن سها في سجود السهو هل يسجد مرة اخرى ؟ قال الكسائي لا قال لماذا ؟ قال لان النحاة تقول التصغير لا يُصغّر فقال محمد فما تقول في تعليق الطلاق بالملك قال لا يصح قال لم ؟ قال لان السيل لا يسبق المطر اه ۔ قال العبد الضعيف محمد موسى اصاب الكسائي في الجواب الاول واخطأ في الثاني وما ذكر من المثال ايضًا خطأ لانه مثال لايقاع الطلاق قبل الملك فصح ان يقال لا يصح هذا الايقاع قبل الملك لان السيل لا يسبق المطر واما تعليق الطلاق بالملك فيصح عندنا كما يصح ان يسبق تعليق السيل بالمطر بان يقال لو جاء المطر جاء السيل ولهذا في النحو غير واحد من الامثال هذا۔ تاریخ بغداد میں ہے کہ یہ قصہ امام محمد حنفی وفراء نحوی کے مابین واقع ہوا تھا۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ دیکھیے تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۵۱۔

امام یزید مؤدبِ مأمون وکسائی کے مابین کئی مسائل میں مناظرے ہوئے۔ سیبویہ وکسائی کا مناظرہ مشہور ہے جس کا ذکر ترجمۂ سیبویہ میں مذکور ہے۔ کسائی وامام محمد حنفی ہارون رشید کے ساتھ شہر رَے گئے۔ اسی شہر میں دونوں کی وفات ایک ہی دن میں ہوئی۔ سالِ وفات میں متعدد اقوال ہیں عند البعض ۱۸۹ھ اور عند البعض ۱۸۲ھ یا ۱۸۳ھ ہے۔ وقيل ان الرشيد كان يقول دفنتُ الفقهَ والعربيةَ بالريّ وقال ابن الجوزي في شذور العقود توفي الكسائي برَنْبَوَيْه قرية من قرى الريّ اه وقال السمعاني وقيل مات بطوس في ۱۸۲ھ او ۱۸۳ھ وقال سلمة بن عاصم ۱۸۰ھ وقيل ۱۸۵ھ كذا في التهذيب ج ۷ ص ۳۱۴۔ کسائی فارسی الاصل ہیں اور تبع تابعی ہیں۔

فائدہ۔ کسائی کی قرارت کا ماخذ زیادہ تر قرارت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ لانه قرأ على عيسى بن عمر وعلى طلحة بن مصرف على النخعي على علقمة على ابن مسعود على النبي صلى الله عليه وسلم۔

فائدہ۔ قرارۃ کسائی رحمہ اللہ کے رواۃ بہت ہیں۔ قال ابن مجر روى عنه القراءات ابو عمر الدوري و

ابو الحارث اللیث بن خالد و نصیر بن یوسف و قتیبۃ بن مہران و احمد بن سریج و ابو عبید و یحیی الفراء و خلف بن ہشام وغیرہم رحمہم اللہ تعالی و رووا عنہ الحدیث اھ مگر مشہور و معروف عند القراء والعلماء دو راوی ہیں اوّل ابو الحارث اللیث بن خالد۔ دوم ابو عمر حفص ازدی نحوی مشہور بہ دوری رحمہ اللہ۔ حفص دوری قاری ابو عمرو بن العلاءؒ کے راوی بھی ہیں۔

لیث بن خالد المروزی البغدادی رحمہ اللہ تعالی۔ حضرت لیث قاری امام ابو الحسن علی بن حمزہ کسائی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے راوی ابو عمر حفص دوری ہیں۔ لیث بہت بڑے قاری عابد ورع متقی و شیخ القراء تھے۔ لیث موصوف کی کنیت ابو الحارث ہے۔ حدّث اللیث عن یحیی بن المبارك الیزیدی عن ابی عمرو عن الحسن عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال القرآن غنیً لا فقر بعدہ و لا غنی دونہ۔ لیث مذکور کی وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی۔ کذا فی التہذیب لابن حجر وغیرہ۔

مرثد رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمنّ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ھو مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہما۔ مرثد و ابو مرثد دونوں صحابی ہیں۔ ابو مرثد کا نام کناز بن حصن ہے۔ مہاجرین میں سے ہیں اور دونوں بدری ہیں۔ مرثدؓ اور اوس بن صامتؓ کے مابین نبی علیہ السلام نے مواخاۃ قائم فرمائی تھی اوسؓ مشہور صحابی عبادۃ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ استیعاب میں ہے قُتِل مرثد یوم الرجیع شہیدًا اَمَّرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السریۃ التی وجّھھا معہ الی مکۃ و ذلك فی صفر علی رأس ستۃ و ثلاثین شھرًا من الھجرۃ و زعم ابن اسحٰق ان مرثد بن ابی مرثد اَمَّرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی تلك السریّۃ التی بعث فیھا عاصم بن ثابت الی عضل و القارۃ و بنی لحیان و ذلك فی آخر سنۃ ثلاث من الھجرۃ و کانوا سبعۃً منھم مرثد ھذا و ھو کان الامیر علیھم فیما ذکر ابن اسحٰق و ذکر معمر عن ابن شھاب انّ امیرھم کان عاصم بن ثابت فقُتِل مرثد و عاصم و غیرھما من الرفقاء بعد ما قاتلوا و اُسر خُبیبٌ عبد اللہ و زید۔

و روی انّ مرثد بن ابی مرثد کان یحمل الاسٰری من مکۃ حتی یأتی بھم المدینۃ و کان بمکۃ بَغِیٌّ اسمھا عناق و کانت صدیقۃ لہ قبل الاسلام و کان وعد رجلا ان یحمل من اسٰری مکۃ قال فجئتُ حتی انتھیتُ الی حائطٍ من حیطان مکۃ فی لیلۃ قمراء قال فجاءت عناق فابصرتْ سوادَ ظلّی بجانب الحائط فلمّا انتھت الیّ عرفتنی فقالت مرثدٌ؟ قلتُ مرثد قالت مرحبًا و اھلًا ھلم فبِتْ عندنا اللیلۃَ قال قلتُ یا عناق انّ اللہ حرّم الزنا قالت یا اھل الخباء ھذا الذی یحمل الاسٰری قال فاتبعنی ثمانیۃ رجال و سلکتُ الخندمۃَ حتی انتھیتُ الی کھفٍ فدخلتُہ و جاء و احتی قاموا علی رأسی و أعماھم اللہ عنّی ثم رجعوا و رجعتُ الی صاحبی فحملتُہ حتی قدمت المدینۃ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتُ یا رسول اللہ انکح عناق فامسك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزلت ھذہ الآیۃ الزانی لا ینکح الّا زانیۃ او مشرکۃ الآیۃ فقرأھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیؓ وقال لا تنکحها۔

محمدؒ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث تسمیہ کی ابتدا میں مذکور ہیں۔ امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ کے جلیل القدر شاگرد ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی۔ آپ کا خاندان دراصل ملکِ شام کا رہنے والا ہے۔ آپ کے والد عراق میں تشریف لائے تو شہر واسط میں امام محمد پیدا ہوئے پھر کوفہ میں پلے اور بڑھے۔ پھر حدیث کی طلب شروع کی اور امام مالکؒ و مسعرؒ و اوزاعیؒ و ابوحنیفہؒ و سفیان ثوریؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور علم فقہ امام ابوحنیفہؒ سے حاصل کیا اور ابوحنیفہؒ کی صحبت میں مدتِ طویلہ تک رہے یہاں تک کہ آپ ترجمانِ فقہ حنفی ہوئے۔ آپ سے امام شافعیؒ و ابوحفص کبیر احمد بن حفص و ابوسلیمان جوزجانی و موسیٰ رازی و محمد بن سماعہ و ابراہیم بن رستم و عیسیٰ بن ابان وغیرہ نے علوم حاصل کیے۔

امام صیمری متوفی ۴۳۶ھ کتاب اخبار ابی حنیفہ واصحابہ میں ص۱۲ پر لکھتے ہیں محمد بن الحسن صاحب ابی حنیفۃ مولی لبنی شیبان وکان موصوفا بالکمال وکانت منزلتہ فی کثرۃ الروایۃ والرأی والتصنیف لفنون علوم الحلال والحرام منزلۃ رفیعۃ یعظمہ اصحابہ جدا۔ قدم بغداد فسمع۔ واخرجہ ھارون الرشید فولاہ القضاء بالرقۃ ثم عزلہ وقدم ونزل فی ناحیۃ باب الشام۔

ابوعبید قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ ہم علماء امام محمد کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے میں خلیفہ ہارون رشید آئے تو ان کے لیے امام محمد کے سوا سب لوگ کھڑے ہوگئے۔ امام محمد بیٹھے رہے۔ اس مجمع میں امام محمد کے چند مخالفین بھی تھے۔ مثل امام حسن بن زیاد تلمیذ امام ابوحنیفہ وغیرہ۔ وہ خوش تھے کہ آج خلیفہ امام محمد کو سزا دیں گے۔ خلیفہ اندر چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ نے امام محمد کو اندر بلایا تو امام محمد کے تلامذہ و معتقدین غمگین ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد امام محمد خوش وخرم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہارون رشید نے مجھ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں کھڑے ہوئے۔ فرمایا میں نے جواب دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ عام خدام کھڑے ہوئے اور آپ نے مجھے علم کی وجہ سے امتیازی مقام دیا ہے تو میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کے دیے ہوئے بلند مرتبہ سے نکل کر عام خدام کے طبقہ میں داخل ہوجاؤں۔ امام محمدؒ کے الفاظ یہ ہیں کرھت ان اخرج عن طبقۃ الذین جعلتنی فیہم انک اھلتنی للعلم وکرھت ان اخرج منہ الی طبقۃ الخدمۃ التی ھی خارجۃ منہ وان ابن عمک صلی اللہ علیہ وسلم قال من احب ان یتمثل لہ قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار وانما اراد بذلک العلماء ممن قام یحق الخدمۃ واعزاز الملک فھو ھیبۃ للعدو ومن قعد فلاتباع السنۃ التی منکم اخذت وھو دین لکم۔ قال صدقت یا محمد۔ انتھی۔

اہل دنیا و متکبرین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرنا چاہیے جس طرح امام محمدؒ نے ہارون رشید کے ساتھ کیا۔ لیکن علما۔ وصالحین و والدین و شیوخِ علم کے لیے قیام کرنا مندوب و سنت ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے انصار کو اپنے

سیّد سعد بن معاذؓ کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا قوموا لسیّدکم او الی سیّدکم۔ امام نوویؒ وغیرہ نے لکھا ہے سلف کا عمل اساتذہ وصالحین کے لیے قیام کا ہے۔ جو طالبِ علم اساتذہ کے لیے قیام نہ کرے وہ سخت بے ادب ہے اور بے ادب برکاتِ علم سے محروم رہتا ہے۔

امام محمدؒ اعلم بکتاب اللہ۔ عربیّت ونحو ولغت وحساب وفقہ میں امام تھے۔ آپ کی تصانیف کے ذریعہ علمِ ابوحنیفہ ظاہر ہوا۔ بعض کتابوں میں ہے کہ فقہ وعلومِ حدیث وغیرہ میں آپ کی تصانیف تین سو سے زیادہ ہیں۔ درمختار کے اوائل میں ہے کہ امام محمد کی تصانیف کی تعداد ۹۹۹ ہے۔

امام شافعیؒ کی والدہ آپ کے عقدِ نکاح میں تھیں۔ امام شافعیؒ کے والد کے بعد امام محمد سے والدۂ شافعی کا نکاح ہوا تھا۔ اس قریبی تعلق کی وجہ سے امام شافعیؒ نے امام محمد کی کتابوں اور فقۂ ابوحنیفہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ اور ان کتب کی برکت سے امام شافعیؒ فقیہ ہوئے۔ درمختار علی ہامش الشامی ص۳۷ میں ہے وقد ظهر علمه بتصانيفه كالجامعين والمبسوط والزيادات والنوادر حتى قيل انّه صنّف فى العلوم الدينيّة تسع مائة وتسعة وتسعين كتابًا ومن تلامذته الشافعى وتزوّج بأمّ الشافعى وفوّض اليه كتبه وماله فبسببه صار الشافعى فقيهًا ولقد انصف الشافعى حيث قال من اراد الفقه فليلزم اصحاب ابى حنيفة فانّ المعانى قد تيسّرت لهم واللّٰه ما صرتُ فقيهًا الّا بكتب محمد بن الحسن. انتهٰى۔ امام شافعیؒ کا مقصد اس کلام سے یہ ہے کہ ان کتابوں کے طفیل میری فقاہت واستخراجِ مسائلِ دقیقہ میں اضافہ ہوا۔ یہ مطلب نہیں کہ نفسِ فقاہت ان کتابوں کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ کیونکہ امام شافعیؒ بغداد آنے سے قبل ہی فقیہ ومجتہد ہو چکے تھے۔

شامی میں ہے وروی عن الشافعى انّه قال ايضًا حملتُ من علم محمد بن الحسن وَقْر بعير كتبًا وقال المنّ الناس علىّ فى الفقه محمد بن الحسن۔ امام صیمری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں عن حرملة قال سمعت الشافعىؒ يقول ما رأيتُ احدًا قطّ اذا تكلم رأيتُ القرآن نزل بلغته الّا محمد بن الحسن فانّه كان اذا تكلم رأيتُ القرآن نزل بلغته ولقد كتبتُ عنه حمل بعير ذكر۔ قال الشافعى وانما قلت ذكر لانّه بلغنى انّه يحمل اكثر مما تحمل الانثى وقال الشافعى ما رأيتُ رجلًا اعلم بالحلال والحرام والعلل والناسخ والمنسوخ من محمد بن الحسن۔ وكان الشافعى يقول لو انصف الفقهاء لعلموا انهم لم يَرَوا امثل محمد بن الحسن۔ ما جالست فقيهًا قط افقه منه ولا افتق لسان بالفقه مثله لقد كان يحسن من الفقه واسبابه شيئا يعجز عنه الاكابر۔

امام شافعیؒ کی ان عبارات سے امام محمدؒ کی توثیق ثابت ہوئی۔ محدثین کبار امام محمد کی توثیق کرتے ہیں۔ اگر آپ ثقہ نہ ہوتے تو امام شافعی آپ کے علوم پر اعتماد نہ کرتے۔ امام احمدؒ ویحیی بن معین بھی آپ کی توثیق کرتے تھے امام صیمری اپنی کتاب کے ص۱۲۵ پر ذکر کرتے ہیں عن عباس الدورى قال سمعت يحيى بن معين يقول كتبتُ

الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن وعن ابراهیم الحربی قال سألت احمد بن حنبل قلت هذه المسائل الدقاق من این لك قال من کتب محمد بن الحسن۔

امام محمدؒ فرماتے تھے کہ مجھے والد سے بطور وراثت تیس ہزار درہم ملے تھے ان میں سے پندرہ ہزار میں نے علوم عربیت، نحو و شعر کے حصول میں خرچ کیے اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تحصیل پر خرچ کیے۔ ہارون رشید نے آخر میں امام محمدؒ کو قاضی القضاۃ بنا دیا اور شہر رَے کی طرف سفر میں آپ کو اپنے ساتھ رکھا لو شہر رَے میں امام محمدؒ اور امام کسائیؒ نے ایک ہی دن میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ فقال هارون الرشید دفنت الفقه والنحو بالری فی یوم واحد۔

ابو رجاء قاضی کہتے ہیں کہ وفات کے بعد میں نے امام محمدؒ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسے معاملہ فرمایا امام محمد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں داخل فرما دیا۔ وقال لی لم اُصیّرك وعاء للعلم وانا ارید ان اعذّبك۔ قال قلتُ فابو یوسف؟ قال ذاك فوقی اوفوقنا بدرجة۔ قال قلتُ فابو حنیفة قال ذاك فی اعلیٰ علیین۔ امام محمدؒ کی وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ کما فی تہذیب الاسماء للنووی وغیرہ

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔ آیت فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن میں آپ مذکور ہیں هو معقل بن یسار بن عبد الله بن معبر المزنی الصحابی رضی اللہ عنہ۔ معقل کی کنیت ابو علی تھی وقیل کنیته ابو عبد الله وقیل ابو یسار۔ حدیبیہ سے قبل اسلام لائے۔ بیعتِ رضوان میں موجود تھے۔ آخر زمانے میں بصرہ میں مقیم ہوئے اور بصرہ ہی میں وفات پائی۔ بصرہ کے بڑے دولتمندوں میں آپ شمار ہوتے تھے۔ یونس بن عبید کا قول ہے ما کان بالبصرة احد من اصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اهنأ من معقل بن یسار۔ مرضِ وفات میں گورنر عبید اللہ بن زیاد آپ کی عیادت کے لیے آیا تو آپ نے اسے وہ حدیث سُنائی جس میں ظالم حاکم کی مذمت مذکور ہے۔

احمد بن عبد اللہ العجلی فرماتے ہیں کہ صحابہؓ میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کی کنیت ابو علی نہیں تھی۔ مگر احمد بن عبد اللہ کا یہ قول درست نہیں ہے۔ کیونکہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی کنیت بھی ابو علی تھی۔ اسی طرح حاکم نے ذکر کیا ہے کہ قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو علی تھی۔ بصرہ میں مشہور نہر معقل نامی آپ کی طرف منسوب ہے اسی طرح بصرہ میں تمر معقلی بھی آپ کی طرف منسوب ہے۔ معقل بن یسارؓ سے ۳۴ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے۔ ایک میں امام بخاری منفرد اور دو میں امام مسلم منفرد ہیں۔ روی معقل بن یسار مرفوعًا اقرؤا علیٰ موتاکم یس رواه ابو داؤد وابن ماجه وعنه قال لقد رأیتنی یوم الشجرة والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یبایع الناس وانا رافع غصنًا من اغصانها من رأسه ونحن اربع عشر مائة ولم نبایعه علی الموت ولکن بایعناه علی ان لا نفر۔ رواه مسلم۔ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی وفات بصرہ میں آخر خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں

اور بعض کے نزدیک خلافتِ یزید میں ہوئی۔

معاذ رضی اللہ عنہ ۔ آیت یسئلونك عن الاھلۃ قل ھی مواقیت میں مذکور ہیں۔ ھو ابو عبد الرحمٰن معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ حضرت معاذؓ فقیہ و فاضل صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ ۱۸ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں ۷۰ صحابۂ انصار کے ساتھ تھے۔ بدری ہیں اور تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام نے ابن مسعودؓ اور آپ کے درمیان مواخاۃ قائم فرمائی تھی آپ سے ۱۵۷ حدیثیں مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور تین پر بخاری اور ایک پر مسلم منفرد ہیں۔ جنگِ بدر کے وقت آپ کی عمر ۲۱ سال کی تھی۔ آپ نہایت جمیل حسین، عاقل، صاحبِ علم و حلم و حیا، وسخا تھے مستجاب الدعا تھے۔ فعن ابن کعب بن مالك کان معاذ شاباً جمیلاً سمحاً لا یسأل اللہ شیئاً الا اعطاہ۔

وعن انس قال جمع القرآن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ کلھم من الانصار ابی بن کعب ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید۔ رواہ البخاری ومسلم۔ نبی علیہ السلام نے معاذؓ کے بارے میں فرمایا أعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل وأفرضھم زید بن ثابت۔ وروی ابو داؤد والنسائی عن معاذ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أخذ بیدہ وقال یا معاذ واللہ انی لأحبك وقال أوصیك یا معاذ لا تدعن فی دبر کل صلاۃ تقول اللھم أعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اُن چھے صحابہ میں سے ہیں جو نبی علیہ السلام کی حیات میں فتویٰ دیا کرتے تھے ان میں تین مہاجر ہیں یعنی عمر و عثمان و علی اور تین انصار ہیں یعنی اُبی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأتی معاذ یوم القیامۃ امام الناس برتوۃ کذا فی الاصابۃ وفی تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۱ امام العلماء یوم القیامۃ برتوۃ اور توتین۔ الرتوۃ رمیۃ الحجر۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

آپ کی وفات کا سبب طاعون تھا۔ ملکِ شام میں طاعون میں مبتلا ہو کر ۱۷ھ میں وفات پائی۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔ جب شام میں طاعون پھیلا تو معاذؓ نے دعا مانگی کہ میرے خاندان کو بھی طاعون کا کچھ حصہ مل جائے۔ امام نووی تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں ولما وقع الطاعون بالشام قال معاذ اللھم ادخل علی آل معاذ نصیبھم من ھذا فطعنت لہ امرأتان فماتتا ثم طعن ابنہ عبد الرحمٰن فمات ثم طعن معاذ فجعل یغشی علیہ فاذا افاق قال ربِّ غمّی غمّك فوعزّتك انك لتعلم انی أحبّك ثم یغشی علیہ فاذا أفاق قال مثلہ ولما حضرتہ الوفات قال مرحباً بالموت مرحباً زائر حبیب جاء علی فاقۃ اللھم انك تعلم انی کنت أخافك و انا الیوم أرجوك انی لم أکن أحب الدنیا وطول البقاء فیھا لکری الانھار ولا لغرس الاشجار لکن لظمأ الھواجر و مکابدۃ الساعات ومزاحمۃ العلماء بالرکب عند حلق الذکر۔

مجاهد رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت فقلنا لھم کونوا قردۃً کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مجاھد ابن جبر ویقال ابن جبیر بالتصغیر بدل ابن جبر المکی المخزومی۔ مجاہد تابعی ہیں۔ آپ امام جلیل و مفسر کبیر تھے آپ کی امامت وجلالت متفق علیہ ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۸۳ پر لکھتے ہیں واتفق العلماء علی امامتہ وجلالتہ وتوثیقہ وھو امام فی الفقہ والتفسیر والحدیث اھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مخصوص تلمیذ ہیں آپ نے ابن عمر وجابر بن عبداللہ وعبداللہ بن عمرو وابوہریرہ وعائشہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے اور آپ سے طاووس وعکرمہ واعمش ومنصور وحماد بن ابی سلیمان وایوب سختیانی وغیرہ رحمہم اللہ نے سماع کیا ہے۔

حضرت خصیفؒ فرماتے ہیں کان اعلمھم بالتفسیر مجاھد وقال ابوحاتم لم یسمع من عائشۃ وقال مجاھد عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاثین مرۃً۔ کذا ذکر النووی۔ حافظ ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیۃ الاولیا میں آپ کے اقوال واحوال بسط سے ذکر کیے ہیں۔ وعن ابان بن صالح عن مجاھد قال عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاث عرضات اقفہ علی کل آیۃ اسألہ فیما نزلت وکیف کانت؟ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۲۸۰ مجاہدؒ فرمایا کرتے تھے الفقیہ من یخاف اللہ تعالیٰ۔ نیز فرماتے تھے انّ العبد اذا اقبل علی اللہ بقلبہ اقبل اللہ عزّ وجلّ بقلوب المؤمنین الیہ۔ آیت سیماھم فی وجوھھم کے معنی مجاہد کے نزدیک خشوع فی الصلاۃ ہے۔ نیز فرمایا کرتے تھے ما من میّتٍ یموت الا عُرِض علیہ اھلُ مجلسہ ان کان من اھل الذکر فمن اھل الذکر وان کان من اھل اللھو فمن اھل اللھو۔ نیز فرمایا کرتے تھے لابن آدم جلساء من الملائکۃ فاذا ذکر الرجل المسلم اخاہ بخیر قالت الملائکۃ ولک مثلہ واذا ذکر بسوء قالت الملائکۃ یا ابن آدم المستور عورتہ اُربع علی نفسک واحمدِ اللہَ الذی ستر علیک۔ نیز فرماتے ہیں قال ابلیس اِن یُعجزنی ابنُ آدم فلن یعجزنی من ثلاث خصال آخذِ مال بغیر حقّہٖ واضاعۃِ انفاقہ فی غیر حقہ ومنعہٖ عن حقہ۔ نیز فرماتے ہیں کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو گرج وکڑک کے بادل کو چلاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ بندے کی نیکی اور صلاح کی برکت سے اس کی اولاد واولاد اولاد تک کو اللہ تعالیٰ محفوظ و خوش حال رکھتے ہیں۔ اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ کے علم وتقویٰ کی وجہ سے آپ کے اساتذہ یعنی صحابہؓ بھی آپ کی تعظیم کرتے تھے چنانچہ خود مجاہدؒ فرماتے ہیں کنتُ اصحب ابن عمر رضی اللہ عنہما فی السفر فان اردتُ ان اترکب یأتینی فیمسک رکابی واذا رکبتُ سوی ثیابی فجاءنی مرۃً فکأنی کرھتُ ذلک فقال یا مجاھد انک ضیّق الخُلق۔ وقال ایضاً ربما اخذ لی ابن عمر بالرکاب وربّما ادخل ابن عباس اصابعہ فی اِبطی۔ وقال ایضاً صحبتُ ابن عمر وانی اُرید ان اخدمہ فکان ھو یخدمنی۔ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک خراب یعنی اُجڑے ہوئے گھر پر گزرا تو فرمایا یہ آواز دے دینا یا خربۃ ما فعل اھلک

این اهلك ؟ میں نے آواز دی تو ابن عمرؓ نے خود ہی یہ جواب دیا ذهبوا و بقیت انا لهم۔ ہلال بن خباب کہتے ہیں کہ میں مجاہدؒ کے ساتھ مکہ مکرمہ کے سفر پر گیا۔ ہر قبرستان پر گزرتے وقت مجاہد یہ کہا کرتے تھے السلام علیکم یا اهل الدیار المؤمنین والمسلمین یرحم الله المستقدمین منکم وانا ان شاء الله بکم لاحقون۔ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۲۸۶ مجاہد کا قول ہے کہ یہ علم دین دو قسم کے آدمی نہیں سیکھ سکتے ایک شرم و حیا کرنے والا اور دوسرا متکبر۔

حضرت لیث رحمہ اللہ مجاہدؒ سے یہ روایت کرتے ہیں قال یؤتی بثلاثة نفر یوم القیامة بالغنی و بالمریض والعبدِ فیقول للغنی ما منعك عن عبادتی ؟ فیقول اکثرت لی من المال فطغیت فیؤتی بسلیمان بن داؤد علیهما السلام فی ملکه فیقال له انت کنت اشدّ شُغلًا ام هذا ؟ قال بل هذا قال فان هذا لم یمنعه شغله عن عبادتی۔ قال فیؤتی بالمریض فیقول ما منعك عن عبادتی ؟ قال یا ربّ اشغلت علیّ جسدی قال فیؤتی بایّوب علیه السلام فی ضُرّه فیقول له انت کنت اشدّ ضُرًّا ام هذا ؟ قال فیقول لا بل هذا قال فان هذا لم یمنعه ذلك ان یعبدنی قال ثم یؤتی بالمملوك فیقال له ما منعك عن عبادتی ؟ فیقول جعلت علیّ اربابًا یملکوننی قال فیؤتی بیوسف الصدیق علیه السلام فی عبودیته فیقال انت اشدّ عبودیّة ام هذا ؟ قال بل هذا قال فانّ هذا لم یشغله شئ عن عبادتی۔ مجاہدؒ کا قول ہے انّ الروح خلق علی صورة ابن آدم۔ وعن مجاهد قال ما من مؤمن یموت الا تبکی علیه الارض اربعین صباحًا۔ وقال مجاهد کان یجیّ من بنی اسرائیل مائة الف فاذا بلغوا انصاب الحرم قلعوا نعالهم ثم دخلوا الحرم حُفاةً۔ کذا فی الحلیۃ لابن نعیم الحافظ۔

مجاہدؒ نے ۱۰۱ھ میں وعند بعض العلماء ۱۰۲ھ میں بعمر ۸۳ سال وفات پائی۔

مبرّد رحمہ اللہ۔ آپ آیت انّ الذین کفروا سواءٌ علیهم الخ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ هو محمد بن یزید ابن عبد الاکبر الازدی البصری ابو العباس المبرد۔ مبرد نحو و علوم عربیت کے امام ہیں۔ بغداد میں رہتے تھے۔ امام مازنی و ابو حاتم سجستانی وغیرہ سے اخذ علوم کیا۔ آپ سے اسماعیل صفار و نفطویہ و امام صولی روایت کرتے ہیں۔ بقول سیرافی آپ قبیلہ ثمالہ سے ہیں۔ ثمالہ ازد میں ایک قبیلہ ہے۔ ایک شاعر مبرد کی مذمت میں کہتا ہے ؎

سألنا عن ثمالة کلّ حیّ فقال القائلون ومن ثماله

فقلت محمد بن یزید منهم فقالوا زدتنا بهم جهاله

مبرد حسین و جمیل صورت والے اور بلیغ و ثقہ۔ علامہ۔ صاحبِ نوادر و ظرائف۔ وسیع العلم لغوی تھے۔ اہل بصرہ کہتے تھے مبرد نے اپنی نظیر علماء میں نہیں دیکھی۔

تسمیہ بالمبرد کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے شیخ مازنی نے جب کتاب الف ولام تصنیف کی تو مبرد سے بطور امتحان اس کے دقیق و عمیق مسائل پوچھے۔ مبرد نے سب کا صحیح جواب دیا تو مازنی نے فرمایا قُم فانت المبرِّد بکسر الراء

ای المثبت للحق۔ مبرد بکسر را ہے لیکن اہل کوفہ نے عداوت سے را کو فتحہ دیا۔ نفطویہ فرماتے ہیں ما رأیت احفظ للاخبار بغیر اسانید منہ۔ مبرد کی تصانیف یہ ہیں۔ معانی القرآن۔ الکامل۔ المقتضب۔ الروضۃ المقصور و الممدود۔ الاشتقاق۔ القوافی۔ اعراب القرآن۔ نسب عدنان و قحطان۔ الرد علی سیبویہ۔ شرح شواہد الکتاب۔ ضرورۃ الشعر۔ العروض۔ ما اتفق لفظہ و اختلف معناہ۔ طبقات النحاۃ البصریین وغیرہ وغیرہ۔

مبرد و ثعلب آپس میں معاصر ہیں۔ دونوں میں بڑا اختلاف تھا۔ اکثر علماء مبرد کو ثعلب سے افضل سمجھتے ہیں۔ ثعلب بھی امام نحو و عربیت تھے۔ دونوں کی باہمی مخالفت کی شہرت کی وجہ سے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

نروح ونغدو لا تزاور بیننا ولیس بمضروب لنا عند موعد
فابداننا فی بلدۃ و التقاؤنا عسیر کأنا ثعلب و المبرد

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

ایا طالب العلم لا تجھلن وعُدْ بالمبرد او ثعلب
تجد عند ھذین علم الوریٰ فلاتک کالجمل الاجرب
علوم الخلائق مقرونۃ بھذین بالشرق والمغرب

مبرد کی ولادت ۲۱۰ھ میں اور وفات ۲۸۵ھ میں ہوئی۔

مالک الامام رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ ھو ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر المدنی امام دار الھجرۃ واحد الائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاہب۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ نے علم حدیث کا سماع نافع مولی ابن عمرؓ و محمد بن المنکدرؒ و زہریؒ وغیرہ سے کیا ہے اور آپ سے ابن جریجؒ و اوزاعیؒ و ثوریؒ و ابن عیینہؒ و شعبہؒ و ابن المبارکؒ و شافعیؒ وغیرہ ائمہ روایت کرتے ہیں۔ آپ کی جلالت و امامت و حفظ و تثبت و تعظیم حدیث نبی علیہ السلام معروف و مسلّم ہیں۔ انتقاد رجال حدیث میں آپ کا قول مسلّم ہے۔ قال ابو حاتم مالک ثقۃ وھو امام اھل الحجاز وھو اثبت اصحاب الزھری وقال الشافعی اذا جاء الاثر فمالک النجم ولولا مالک وسفیان بن عیینۃ لذھب علم الحجاز۔ وقال مالک معلّمی وعنہ اخذنا العلم۔ بشر بن عمرؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے ایک راوی کے بارے میں سوال کیا فقال رأیتہ فی کُتبی؟ قلتُ لا قال لو کان ثقۃ لرأیتہ فی کُتبی۔

خلف بن عمرؒ کہتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں ابن کثیر قاری المدینہ آئے اور امام مالکؒ کو ایک رقعہ دیا۔ امام مالکؒ نے وہ مصلّے کے نیچے رکھا۔ جب وہ اٹھا تو امام مالکؒ نے وہ رقعہ مجھے پڑھنے کے لیے دیا۔ اس رقعہ میں یہ لکھا تھا رأیتُ اللیلۃ فی منامی کانہ یقال لی ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس

والناس حوله يقولون له يا رسول الله أعطنا يا رسول الله مُرْ لنا فقال لهم انّي قد كثرتُ تحت المنبر كثيراً وقد امرت المالك ان يقسمه فيكم فاذهبوا الى مالك فانصرف الناس وبعضهم يقول لبعض ما ترون مالكاً فاعلاً؟ فقال بعضهم ينفذ ما امره به رسول الله صلى الله عليه وسلم فرقّ مالك وبكى۔

ایک حدیث میں امام مالکؒ کے بارے میں پیش گوئی ہے۔ حدیث یہ ہے عن ابی هريرة ؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوشك ان يضرب الناسُ اباط المطيّ في طلب العلم فلا يجدون عالماً اعلمَ من عالم المدينة رواه الترمذی وقال حدیث حسنٌ۔ علماء وائمہ مذاہب کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق امام مالکؒ ہیں۔ کتاب تزیین الممالک بمناقب مالک ص۶ پر حافظ سیوطیؒ اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں قال اسحٰق بن موسیٰ فبلغنی عن ابن جریج انه كان يقول انّه مالك بن انسؒ انتہی۔ امام نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۷۶ پر اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں وقد روی عن سفيان بن عيينة قال هو مالك بن انسؒ۔ امام مالکؒ درسِ حدیث کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ابو سلمہ خزاعی کی روایت ہے کہ امام مالکؒ جب درسِ حدیث کا ارادہ کرتے تھے تو پہلے وضو کرتے اور عمدہ کپڑے پہن کر داڑھی کو کنگھی کرتے۔ کسی نے پوچھا یہ کیوں؟ امام مالکؒ نے فرمایا أُوقّر به حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

اور معن بن عیسیٰ کی روایت میں ہے کہ درسِ حدیث سے پہلے امام مالکؒ غسل بھی کرتے نیز بخور و خوشبو استعمال کرتے اور پھر نہایت ادب سے درسِ حدیث کے لیے بیٹھتے تھے۔ اور لوگوں کو آواز بلند کرنے سے روکتے تھے اور اگر کوئی مجلس میں اونچی آواز سے بولتا تو امام مالکؒ یہ آیت پڑھ کر منع فرماتے تھے یا ایها الذين امنوا لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبيّ۔ قال مالك فمن رفع صوته عند حديث النبي صلى الله عليه وسلم فكأنما رفع صوته فوق صوت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

تزیین الممالک میں حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک ماں کے پیٹ میں حمل کبھی تین سال تک بھی رہتا ہے۔ خود امام مالکؒ فرماتے تھے کہ میں تین سال ماں کے پیٹ میں رہا ہوں قال الواقدی وسمعت غير واحد يقول حُمل بمالك بن انس ثلث سنين۔

امام مالکؒ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور عند البعض ربیع الاول ۹۴ھ میں اور عند البعض ۹۵ھ میں اور عند البعض ۹۷ھ اور بقول ابی مصعب ۹۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی ہے۔ امام مالکؒ بہت سے مسائل میں لا ادری کہہ دیا کرتے تھے۔ یہ بات ان کے تقویٰ اور ورع کی علامت ہے۔ عن الهيثم بن جميل قال شهدتُ مالكاً سئل عن ثمان واربعين مسئلة فقال في اثنتين وثلاثين منها لا ادري۔ وعن ابن مهدي قال سفيان الثوري امام في الحديث وليس بامام في السنّة والاوزاعي امام في السنّة وليس بامام في الحديث ومالك بن انس امام فيهما جميعاً۔ ایک قریشی آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تعلم الادب قبل ان تتعلم العلم۔ زبیر بن جبیر

کی روایت ہے کہ امام مالکؒ ہر ماہ کی پہلی رات کا احیاء کرتے تھے اسی طرح ہر جمعہ کی رات کا احیاء کرتے تھے۔
ابن وہب کہتے ہیں لو شئت ان املأ الواحا من قول مالك لا ادری فعلت۔ ابن وہب کی روایت ہے قال مالك العلم نور یجعله الله حیث شاء لیس بکثرة الروایة۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں فلما کان الرجل صادقا لایکذب الا متّع بعقله ولم یصبه ما اصاب غیره من الهرم والخرف۔ آپ کثرت سے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھتے تھے روی ابونعیم باسنادہ عن المثنّی بن سعد قال سمعت مالکا یقول ما بِتُّ لیلة الا رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

وکان مالك یأتی المسجد ویشهد الصلوات والجمعة والجنائز ویعود المرضی ویقضی الحقوق ویجلس فی المسجد ویجتمع له اصحابه ثم ترك الجلوس فی المسجد وکان یصلّی ثم ینصرف الی منزله وترك شهود الجنائز وکان یأتی اصحابه فیُعزّیهم ثم ترك ذلك کلّه فلم یکن یشهد الصلوات فی المسجد ولا یأتی احدًا یعزّیه ولا یقضی له حقًّا واحتمل الناس ذلك کلّه له وکانوا ارغب ما کانوا فیه واشدّه له تعظیما حتی مات علی ذلك وکان ربّما کُلِّم فی ذلك فقال لیس کل الناس یقدر ان یتکلم بعذره۔ محمد بن رمح کہتے ہیں:۔ رأیت النبیّ علیه السلام من اربعین سنة فی المنام فقلت له یا رسول الله مالك واللیث یختلفان فی مسئلة فقال النبی علیه السلام مالك مالك مالك ورث جدّی یعنی ابراهیم علیه السلام۔

امام مالکؒ نے موطا میں ۱۰ ہزار احادیث درج کی تھیں پھر وقتاً فوقتاً کم کرتے کرتے یہ تعداد رہ گئی جواب ہمارے سامنے موجود ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں مَن سبّ ابا بکر جُلِد ومَن سبّ عائشة قُتِل قیل لم؟ قال من رماها فقد خالف القرآن۔

امام مالکؒ سے روایت کرنے والوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی داخل ہیں۔ بعض احناف انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ امام مالکؒ سے عمر میں زیادہ ہیں۔ مگر صحیح اثبات روایت ہے۔ اور کبھی کبار بھی صغار سے روایت کرتے ہیں۔ قال الزرکشی فی نکته صنّف الدارقطنی جزءً فی الاحادیث التی رواها ابوحنیفة وقال ابوحنیفة اجلّ من روی عن مالك۔ امام مالکؒ کی وفات ماہ صفر ۱۷۹ھ میں ہوئی اور بقول بعض علماء ۱۴ ربیع الاول کو بوقت صبح آپ کا انتقال ہوا۔ مدینہ منورہ بقیع میں مدفون ہیں۔

مِسطح رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا یأتل اولوا الفضل منکم ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمهاجرین فی سبیل الله ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم والله غفور رحیم۔ اس آیت کی شرح میں مذکور ہیں۔ هو مسطح بن اثاثة بن عباد القرشی۔ مسطح صحابی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت ابی رہم ہے رضی اللہ عنہا۔ سلمیٰؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کی بیٹی ہیں۔ سلمیٰ کی والدہ رائطہ بنت صخر حضرت صدیقؓ کی خالہ ہے۔ سلمیٰؓ کا ذکر احادیث واقعہ افک عائشہ رضی اللہ عنہا میں موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں سے ایک مسطح بھی تھے۔ عائشہؓ کی برات نازل ہونے کے بعد

انھیں حد قذف کے طور پر سزا دی گئی تھی۔ مسطح کی وفات ۳۴ھ میں ہوئی۔

مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت تجری من تحتھا الانھار کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مسروق بن الاجدع بن مالک بن امیۃ بن عبد اللہ بن مرۃ الھمدانی الوادعی الکوفی العابد ابو عائشۃ الفقیہ المحدث الکبیر الشان رحمہ اللہ تعالیٰ۔ مسروق جلیل القدر تابعی۔ محدث۔ راوی الاحادیث۔ فقیہ۔ کثیر العبادۃ ہیں۔

مسروق روایت حدیث کرتے ہیں ابوبکر صدیق و عمر و عثمان و علی و معاذ بن جبل و ابن مسعود و عائشہ و ام سلمہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو وائل شعبی و ابراہیم نخعی و ابو اسحاق سبیعی و ابو الشعثاء محاربی و مکحول شامی وغیرہ رحمہم اللہ۔

مسروق فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا مسروق بن اجدع فقال عمر الاجدع شیطان انت مسروق بن عبد الرحمٰن۔ قال الشعبی ما رأیت أطلب للعلم منہ وقال ابو السفر ما ولدت ھمدانیۃ مثل مسروق وذکرہ ابراھیم فی اصحاب ابن مسعود الذین کانوا یعلمون الناس السنۃ وقال الشعبی کان مسروق اعلم بالفتوی من شریح و کان شریح اعلم بالقضاء۔

وقال شعبۃ عن ابی اسحاق حج مسروق فلم ینم الا ساجدا وقال انس بن سیرین عن امرأۃ مسروق انہ کان یصلی حتی تورم قدماہ۔ کذا فی التھذیب لابن حجر۔

حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے احوال تفصیلاً ذکر کیے ہیں۔ مسروق کا قول ہے۔ کفی بالمرء علماً ان یخشی اللہ وکفی بالمرء جھلاً ان یعجب بعملہ۔ امام شعبی فرماتے ہیں خرج مسروق الی البصرۃ الی رجل یسألہ عن آیۃ فلم یجد عندہ فیھا علماً فاخبر عن رجل من اھل الشام فقدم علینا ھھنا ثم خرج الی الشام الی ذلک الرجل فی طلبھا۔ مسروق فرمایا کرتے تھے من سرہ ان یعلم علم الاولین وعلم الاٰخرین وعلم الدنیا والاٰخرۃ فلیقرأ سورۃ الواقعۃ۔

وعن العلاء بن ھارون قال حج مسروق فما افترش الا جبھتہ حتی انصرف۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۹۵۔ وعن سعید بن جبیر قال لقینی مسروق فقال یا سعید ما بقی شیء یرغب فیہ الا ان نعفر وجوھنا فی التراب وکان مسروق یقول لاھلہ ھاتوا کل حاجۃ لکم فاذکروھا الی قبل ان اقوم الی الصلاۃ وکان مسروق یرخی الستر بینہ وبین اھلہ ویقبل علی صلاتہ ویخلیھم و دنیاھم۔

وعن ابراهيم بن محمد قال كان مسروق يركب كل جمعة بغلةً ويحملني خلفه ثم يأتي كناسةً بالحيرة قديمة فيحمل عليها بغلته ويقول الدنيا تحتنا ويقول هذه الدنيا اكلوها فافنوها. لبسوها فابلوها. ركبوها فانضوها سفكوا فيها دماءهم واستحلوا فيها محارمهم وقطعوا فيها ارحامهم وكان مسروق يقول ما من شيء خير للمومنين من لحد قد استراح من هموم الدنيا و آمن من عذاب الله.

وكان يقول انّي لأحسن ما اكون ظنًّا حين يقول لي الخادم ليس في البيت تفيز ولا درهم و كان مسروق يتمثل بقول الشاعر ؎

ويكفيك مما اغلق الباب دونه ... وأرضى عليه الستر ملحٌ وجردق
وماءُ فراتٍ بارد ثم تغتدي ... تُعارض اصحاب الثريد الملبّق
تجشّأ اذا ما هم تجشّوا كأنّما ... غُذيت بالوان الطعام المفتّق

الثريد الملبّق الملبّن بالدسم والطعام المفتّق الكثير الخصب كذا في الحلية ج ۲ ص ۹۷

سفیان بن عیینہ سے امام احمد روایت کرتے ہیں کہ اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں علقمہ کے بعد مسروق سے کوئی افضل نہیں تھا۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں ما اقدّم علی مسروق من اصحاب ابن مسعود رضی الله عنه احدًا۔ صلّى خلف ابی بکر ولقی عمر وعليًا ولم يروعن عثمان شيئًا۔ اسحاق بن منصور کا قول ہے لا يسئل عن مثله قال العجلی کوفی ثقة وكان احد اصحاب ابن مسعود الذين يُقرئون ويُفتون قال ابن سعد كان ثقة وله احاديث صالحة۔

علامہ کلبی فرماتے ہیں شلّت يدُ مسروقٍ يوم القادسيّة واصابته اٰمة وقال ابو الضحى عن مسروق انه كان يقول ما احبّ انها يعني الاٰمة ليست لي لعلّها لو لم تكن لي كنت في بعض هذه الفتن۔ وكيع وغيره كہتے ہیں لم يتخلّف مسروق عن حروب عليّ رضی الله عنه ذكره ابن حبّان في الثقات وقال كان من عُبّاد اهل الكوفة۔

وَلّاه زياد على السلسلة ومات بها ۶۲ھ وقيل مات ۶۳ھ وقال الفضل بن عمر ومات مسروق وله ثلاث وستون سنة وقال ابو الضحى سئل مسروق عن بيت شعر فقال اكره ان اٰرى في صحيفتي شعرًا۔ وكان مسروق لا يأخذ على القضاء اجرًا ويتأوّل هذه الاٰية ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة۔ وكان مسروق يقول اقرب ما يكون العبد الى الله تعالى وهو ساجد۔

قال النووی فی تهذیب الاسماء ج ۲ ص ۸۸ قال ابو داؤد كان ابو مسروق افرس فارس

فی الیمن وھو ابن اخت عمرو بن معدیکرب وسألہ عمر رضی اللہ عنہ عن اسمہ فاخبرہ فقال عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاجدع شیطان انت مسروق بن عبد الرحمن قال الشعبی فرأیتہ فی الدیوان مسروق بن عبد الرحمن۔

قال ابو سعد السمعانی کان مسروق سُرِق فی صغرہ فغلب علیہ ذلک یعنی بچپن میں انھیں کسی نے اغوا کرلیا تھا۔ اسی وجہ سے انھیں مسروق (چوری شدہ) کہتے ہیں۔ وحکی عبد الحق عن ابن عبد البر انہ قال لم یلق مسروق معاذاً قال ابن حجر فعلی ھذا یکون حدیثہ عنہ مرسلاً لکن تعقب ذلک ابن القطان علی عبد الحق فانہ لم یجد ذلک فی کلام ابن عبد البر بل الموجود فی کلامہ ان الحدیث الذی من روایۃ مسروق عن معاذ متصل۔

محمود الزمخشری ۔ تفسیر بیضاوی میں کشّاف سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس کی تدریس کے وقت تقریباً ہر صفحہ میں زمخشری کا ذکر ضمناً بار بار آتا ہے۔ اس واسطے ترجمۂ زمخشری ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

فھو محمود بن عمر بن محمد بن احمد الزمخشری ابو القاسم جار اللہ۔ زمخشری وسیع العلم، کثیر الفضل بڑے ذکی ادیب لغوی نحوی اور مفسر تھے۔ آپ مختلف علوم وفنون کے ماہر تھے۔ اعتقاداً معتزلی تھے۔ اور فروع میں حنفی تھے۔ اپنے مذہب اعتزال میں قوی متعصب مجاہر تھے۔ بغداد کئی بار گئے۔ ابو الحسن علی بن مظفر نیسابوری وابو مضر اصبہانی وشیخ الاسلام ابو منصور فارسی وغیرہ علماء سے تحصیل علم وادب کی۔ ایک مدت تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ آپ کا لقب جار اللہ وفخر خوارزم ہے۔ زمخشر اعمال خوارزم میں سے ایک قریہ کا نام ہے۔ یہ زمخشری کا مولد ہے۔

قال ابن اختہ وُلد خالی بزمخشر من اعمال خوارزم یوم الاربعاء السابع والعشرین من رجب سنۃ سبع وستین واربع مائۃ کذا فی معجم الادباء ج ۱۹ ص ۱۲۷ فما فی البغیۃ للسیوطی انہ ولد سنۃ سبع وتسعین واربع مائۃ خطأ ولعلہ من اغلاط الکاتب۔

قریۂ زمخشر کے بارے میں یہ عجیب حکایت کتب تاریخ میں مذکور ہے حکی انہ اجتاز اعرابی بزمخشر فسال عن اسمھا واسم کبیرھا فقیل زمخشر والرداد فقال لاخیر فی شرّ وردٍّ ولم یُلمم بھا اخذ شرا من زمخشر وردّاً من الرداد۔ زمخشری کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ کوئی زہریلا پھوڑا آپ کی ٹانگ پر نکل آیا تھا جس کی وجہ سے ٹانگ کاٹنی پڑی اور لکڑی کی ٹانگ بنوادی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بعض سفروں میں سخت سردی اور برف باری کی وجہ سے آپ کی ٹانگ ساقط ہوگئی تھی۔

فقیہ وامغانی نے آپ سے قطع رجل کا سبب پوچھا فقال الزمخشری دعاء الوالدۃ وذلک انی امسکت عصفورا وانا صبی صغیر وربطت برجلہ خیطا فافلت من یدی ودخل خرقا فجذبتہ فانقطعت رجلہ فتألمت لہ والدتی وقالت قطع اللہ رجلک کما قطعت فلما رحلت الی بخارا فی طلب العلم سقطت عن الدابۃ فی اثناء الطریق فانکسرت رجلی واصابنی من الالم ما اوجب قطعھا۔ وکان اذا مشی القی علی رجلہ من الخشب ثیابہ الطوال فیظن من یراہ انہ اعرج۔

ایک بار زمخشری حج پر جاتے ہوئے بغداد میں ٹھیرے تو مشہور ادیب نحوی ہبۃ اللہ ابن شجری آپ سے ملے اور یہ شعر پڑھے زمخشری کی مدح میں ؎

کانت مسائلۃ الرکبان تخبرنی
عن احمد بن دوادٍ اطیب الخبر
حتی التقینا فلا واللہ ما سمعت
اذنی باحسن مما قد رأی بصری

اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

واستکبر الاخبار قبل لقائہ
فلما التقینا صغر الخبر الخبر

زمخشری نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ان زید الخیل دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما بصر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع صوتہ بالشھادتین فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا زید الخیل کل رجل وصف لی دون الصفۃ الا انت فانک فوق ما وُصفت وکذلک سیدنا الشریف ثم دعالہ واثنی علیہ۔

زمخشری کی تفسیر کشاف بے نظیر تفسیر ہے۔ کہتے ہیں کہ اپنے موضوع میں نہ اس سے پہلے کسی نے ایسی تفسیر لکھی ہے اور نہ ان کے بعد اور شاید قیامت تک کوئی ایسی تفسیر نہ لکھ سکے گا۔ تفسیر بیضاوی درحقیقت تفسیر کشاف سے ماخوذ ہے اور احناف کے لیے یہ بات موجب مسرت ہے کیونکہ زمخشری فروع میں حنفی تھے۔ بعض علماء کا قول ہے الناس عیال فی التفسیر علی الکشاف۔ زمخشری خود اپنی تفسیر کشاف کی مدح میں لکھتے ہیں ؎

إن التفاسیر فی الدنیا بلا عددٍ
ولیس فیھا لعمری مثل کشافی

ان کنت تبغی الھدیٰ فالزم قراءتہ فالجھل کالداء والکشاف کالشافی

زمخشری نے کشاف کے علاوہ بھی متعدد تصانیف کی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں :۔

الفائق فی غریب الحدیث ۔ نکت الاعراب فی غریب الاعراب ۔ فی غریب اعراب القرآن ۔ کتاب متشابہ اسماء الرواۃ ۔ مختصر الموافقۃ بین اھل البیت والصحابۃ ۔ الاثر لابی سعید الرازی اسماعیل ۔ الکلم النوابغ فی المواعظ ۔ اطواق الذھب فی المواعظ ۔ نصائح الکبار ۔ نصائح الصغار ۔ مقامات فی المواعظ ۔ نزھۃ المستأنس ۔ الرسالۃ الناصحۃ ۔ رسالۃ المسامۃ ۔ الرائض فی الفرائض ۔ معجم الحدود ۔ المنھاج فی الاصول ۔ ضالۃ الناشد ۔ کتاب عقل الکل ۔ النموذج فی النحو ۔ المفصل ۔ شرح المفصل ۔ المفرد والمؤلف فی النحو ۔ صحیح العربیۃ ۔ الامالی فی النحو ۔ اساس البلاغۃ فی اللغۃ ۔ جواھر اللغۃ ۔ کتاب الاجناس ۔ مقدمۃ الادب فی اللغۃ ۔ کتاب الاسماء فی اللغۃ ۔ القسطاس فی العروض ۔ حاشیۃ المفصل ۔ شرح مقاماتہ ۔ رؤس المسائل ۔ سوائر الامثال ۔ المستقصیٰ فی الامثال ۔ ربیع الابرار فی الادب والمحاضرات ۔ تسلیۃ الضریر ۔ رسالۃ الاسرار ۔ اعجب العجب فی شرح لامیۃ العرب ۔ دیوان التمثیل ۔ دیوان الخطب ۔ دیوان رسائل ۔ دیوان شعر ۔ شرح کتاب سیبویہ ۔ کتاب الجبال والامکنۃ ۔ شافی العی من کلام الشافعیؒ ۔ شقائق النعمان فی حقائق النعمان فی مناقب الامام ابی حنیفۃؒ ۔ المحاجاۃ فی الاحاجی والالغاز ۔

زمخشری کی وفات خوارزم میں ہوئی بشب عرفہ ۵۳۸ھ کذا فی معجم الادباء ۔ زمخشری کے چند اشعار سن لیجیے۔

؎ العلم للرحمٰن جلّ جلالہ وسواہ فی جھلاتہ یتغمغم

ما للتراب وللعلوم وانما یسعیٰ لیعلم انہ لا یعلم

نیز کہتے ہیں ؎

کثر الشکُّ والخلافُ وکلٌّ یدّعی الفوز بالصراط السوِیّ

فاعتصامی بلا الٰہ سواہ ثم حُبّی لاحمدٍ وعلیّ

فاز کلبٌ بحُبِّ اصحاب کھفٍ کیف اشقیٰ بحبِّ آل نبیّ

شیخ ابو حفص عمر بن محمد نسفیؒ متوفی ۵۳۷ھ استاذ صاحب ہدایہ اور مصنف عقائد نسفیہ زمخشری کے معاصر تھے۔ زمخشری اور نسفی کے بارے میں یہ عجیب حکایت کتب تاریخ میں مذکور ہے۔ حکی ان النسفی دق باب الزمخشری فقال الزمخشری من بالباب ؟ قال النسفی عمر۔ قال الزمخشری انصرف ۔ قال عمر لا ینصرف ۔ قال الزمخشری

اذا نکر صرف ۔ ھذا واللہ اعلم ۔

نافع بن عبد الرحمٰن بن ابی نعیم القاری المدنی مولی بنی لیث وقیل مولی جھینۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ نافعؒ قراء سبعہ میں سے ہیں ۔ امام جلیل ، ثقہ ۔ عابد ۔ قاری مقری ، سید القراء والفقہاء تھے ۔ کنیت ابو رویم یا ابو عبد الرحمٰن ہے کبھی جدّ کی طرف نسبت ہوتی ہے اور یوں کہتے ہیں نافع بن ابی نعیم ۔ آپ روایت کرتے ہیں فاطمہ بنت علی بن ابی طالب و زید بن اسلم و ابو الزناد و عامر بن عبد اللہ بن الزبیر و محمد بن یحیی و نافع مولی ابن عمر و اعرج و صفوان ابن سلیم و ربیعہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں اسمٰعیل بن جعفر و اصمعی و خالد بن مخلد و سعید بن ابی مریم و محمد بن مسلم و ابو قرہ موسیٰ بن طارق و عیسیٰ بن مینا قالون و قعنبی وغیرہ وغیرہ رحمہم اللہ ۔

نافع اصفہانی الاصل تھے ۔ تابعی ہیں ۔ سیاہ رنگ والے تھے ۔ طبیعت مزاحی تھی ۔ صحابہ میں سے ابو الطفیلؓ و ابن ابی انیسؓ کو دیکھا ہے ۔ قاری نافع کے ترجمہ و احوال کی تفصیل ان کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے ۔ کتاب المعارف ، ص ۵۸۲ ۔ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۰۷ ۔ مرآۃ الجنان ۔ ج ۱ ص ۳۶۸ ۔ شذرات ، ج ۱ ص ۲۷۰ میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ ص ۲۴۲ ۔ عبر الذہبی ج ۱ ص ۲۵۷ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۳۰ ۔ نافع جلیل القدر وخاشع وکثیر العبادۃ والتلاوۃ تھے ۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کان امام اھل المدینۃ والذی صارت الی قراءتہ و رجعوا الی اختیارہ وھو من الطبقۃ الثالثۃ بعد الصحابۃ رضوان اللہ علیھم وکان محتسبا فیہ دعابۃ وکان اسود شدید السواد قال ابن ابی اویس قال لی مالک رضی اللہ عنہ قرأت علی نافع ۔ کذا فی الوفیات ج ۵ ص ۳۶۸ ۔

آپ نے قراءت ابو میمونہ مولی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پڑھی ۔ نیز ان کے علاوہ ستر تابعین سے قراءت پڑھی ۔ منھم ابو جعفر یزید بن القعقاع مولی عبد اللہ بن عباس قال نافع کنت اقرأ علیہ انا ابن تسع ومنھم شیبۃ بن نصاح وعبد الرحمٰن بن ھرمز الاعرج وھم قرؤا علی ابن عباس وابی بن کعب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کان یؤخذ عنہ القرآن ولیس فی الحدیث بشئ وقال ابن معین ثقۃ وقال النسائی لیس بہ بأس وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن عدی لم ار فی احادیثہ شیئا منکرا وارجو انہ لا بأس بہ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱۰ ص ۴۰۷ حضرت نافعؒ کی وفات کا وقت جب قریب ہوا تو آپ کے دونوں بیٹوں نے وصیت و نصیحت کی درخواست کی قال لہ ابناہ اوصنا قال اتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین ۔

حضرت نافعؒ کے منہ سے بوقتِ گفتگو مشک کی مہک آتی تھی فقیل لہ اتطیب کلما قعدت تقرئ الناس قال لا امس طیبا ولکنی رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام یقرأ فی فمی فمن ذلک الوقت یوجد ھذہ الرائحۃ وقال رجل لنافع ما اصبح وجھک واحسن خلقک قال کیف وقد صافحنی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ای فی المنام۔ نافع کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۶۹ھ میں ہوئی۔ وقال ابن سعد عن شہاب بن عباد مات بمکۃ ۱۶۹ھ۔

فائدہ۔ قاری نافعؒ کے رواۃ ثقات بہت ہیں مثل امام مالکؒ و اصمعی و اسماعیل و المسیبی و ابن جمان وغیرہ۔ لیکن علماء و قراء کے نزدیک مشہور دو ہیں۔ اوّل قالون ابو موسیٰ عیسیٰ بن مینا المدنیؒ۔ دوم ابو سعید عثمان ابن سعید ضبطی مصری معروف بہ ورشؒ۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ۔ آمین کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو ابو ھُنَیدۃ وائل بن حجر بن ربیعۃ الحضرمی رضی اللہ عنہ۔ آپ شہزادہ بلکہ بادشاہ تھے یمن میں حمیر کے۔ اصابہ میں ہے قال ابن حبان کان بقیۃ اولاد الملوک بحضرموت اھ نوویؒ تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کان من ملوک حمیر ویقال للملک منھم قیل بفتح القاف وسکون الیاء وجمعہ اقیال وکان ابوہ من ملوکھم مدینہ میں آپ کے پہنچنے سے پہلے نبی علیہ السلام نے آپ کے آنے کی خوش خبری سناتے ہوئے فرمایا یأتیکم وائل بن حجر من ارضٍ بعیدۃٍ من حضرموت طائعًا راغبًا فی اللہ تعالیٰ وفی رسول اللہ۔ مدینہ منورہ پہنچ کر وائل نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی علیہ السلام نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور انہیں مرحبا کہتے ہوئے اپنے قریب کیا ان کے لیے چادر بچھائی اور اوس پر اپنے ساتھ ان کو بٹھایا وقال اللھم بارک فی وائل وولدہٖ وولد ولدہٖ واصعدہ معہ علی المنبر واثنی علیہ واستعملہ علی بلادہ واقطعہ ارضًا۔ اور اپنی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ بھیجا۔

ابتداء میں اسلام لانے کے بعد بھی جیسا کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے دماغ میں کچھ کچھ شاہی غرور موجود تھا چنانچہ قدرتِ خداوندی کے کرشموں سے متعلق ایک عجیب واقعہ سنیے کہ واپسی پر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی رفیقِ سفر تھے۔ وہ اُس وقت ابتداء میں بڑے غریب و مسکین تھے اس لیے پیدل چل رہے تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ننگے پاؤں تھے کوئی جُوتا بھی ان کے پاس نہیں تھا۔ چنانچہ وائل سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ اونٹنی پر سوار کرلیں۔ وائل نے کہا تم اس قابل نہیں کہ شہزادوں اور بادشاہوں کے ردیف بن کر ان کے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ البتہ میری اونٹنی کے سائے میں چل سکتے ہو۔

پھر جس زمانے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین بنے تو دولت کے انبار تقسیم کرتے اور اس میں حسبِ منشاء تصرف فرماتے تھے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور سفر کا وہ پرانا قصہ یاد دلایا۔ اس وقت حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا فوددتُ لو کنتُ حملتہ بین یدیّ۔ اصابہ ج ۳ ص ۶۲۹۔ ابن عبد البرؒ مذکورہ صدر قصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں فخرج معاویۃ راجلًا ووائل بن حجر علی ناقتہ راکبًا فشکا الیہ معاویۃ حرّ الرّمضاء فقال لہ انتعِل ظلّ الناقۃ فقال لہ معاویۃ وما یغنی ذلک لو جعلتنی ردفک فقال وائل سکت

فلست من آرائ الملوك وعاش وائل رضی اللہ عنہ حتی ولی معاویۃ الخلافۃ فدخل علیہ وائل بن حجر فعرفہ معاویۃ واذکرہ بذلک ورحب بہ وأجازہ لوفودہ علیہ فابی من قبول جائزتہ وجبائہ واراد ان یرزقہ فابی من ذلک وقال یأخذہ من ھو أولی بہ منی فانی فی غنیً عنہ۔ کذا فی الاستیعاب ج ۳ ص ۱۴۲ علی ھامش الاصابۃ

وائل رضی اللہ عنہ سے ۷۱ حدیثیں مروی ہیں مسلم نے ان میں سے چھ کی روایت کی ہے۔ اور بخاری نے ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ آخر وقت کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ خلافتِ معاویہؓ تک زندہ رہے جنگِ صفین میں آپ کے ساتھ تھے۔ کذا فی تہذیب النوویؒ۔

ولید بن مغیرہ - آیت ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔

ولید بن مغیرہ قریشِ مکہ کے رؤساء واہل ثروت میں سے تھا۔ وھو الولید بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔ قریش کے شرفاء میں شمار ہوتا تھا اور عدل میں معروف ومشہور تھا۔ وانما عرف بالعدل لانہ کان یعدل قریش کلھا فکانت قریش تکسو الکعبۃ جمیعھا ویکسوھا الولید وحدہ وذلک لثرائہ وغناہ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ولید کا مال طائف وغیرہ کئی شہروں میں پھیلا ہوا تھا۔ طائف میں کئی لوگوں پر تجارت کے لیے اس کا مال پھیلا ہوا تھا۔ اور طائف میں بہت بڑے باغ اور زمین کا مالک تھا جس میں پھل دار درخت بہ کثرت تھے اس پر ولید کو بڑا فخر تھا چنانچہ جب اسلام ظاہر ہوا تو اس نے تکبر وفخر کرتے ہوئے انکار کیا اور کہا کہ مال دار شخص مسکین غریب کا تابعدار نہیں بن سکتا۔

ولید اُن کفار میں سے تھا جو مستہزئین تھے۔ یعنی جو نبی علیہ السلام کا مذاق اُڑاتے اور استہزاء کرتے تھے اور پھر ان مستہزئین کے بارے میں آیات نازل ہوئی تھیں۔ نیز ولید ان لوگوں میں ہے جنہوں نے جاہلیت میں اپنے اوپر شراب کو حرام کرلیا تھا اور اپنے بیٹے ہشام کو شراب پینے پر سزا دی تھی۔ ولید ہجرت کے تقریباً ایک ماہ بعد بڑی ذلت سے مرگیا۔ حجون میں مدفون ہے۔ ولید حضرت خالد بن الولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا باپ ہے۔

ابن حبیب محبر ص ۱۰۸ پر لکھتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ نبی علیہ السلام کے سالفین میں سے تھا۔ سالف سالی کے خاوند کو کہتے ہیں۔ ولید کی بیوی لبابۃ الصغری بنت الحارث بن حزن تھی اور یہ بہن ہے میمونہ بنت الحارث زوج النبی علیہ السلام کی۔ ابن حبیب لکھتے ہیں کہ مشرکینِ مکہ میں زنادقہ یعنی بڑے شیطان آٹھ تھے ابوسفیان بن حرب وعقبۃ بن ابی معیط وأبی بن خلف ونضر بن حارث ومنبہ ونبیہ ابنا الحجاج وعاص بن وائل وولید بن مغیرہ۔ قال تعلموا الزندقۃ من نصاری الحیرۃ فلم یسلم منھم غیر ابی سفیان اھ المحبر ص ۱۶۱

ہشام بن عمار بن نُصَیر بن میسرۃ بن ابان السلمی ویقال الظفری ابو الولید الدمشقی رحمہ اللہ۔ ہشام موصوف قاری ابن عامر دمشقی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ جامع مسجد دمشق کے خطیب تھے۔ کذا قال ابن حجر۔ آپ دمشق کے قاضی ومحدث ومفتی ومقری ومشہور بالحدیث والقراءۃ ہیں

قالہ القاری وغیرہ۔ ہشام روایتِ حدیث کرتے ہیں معروف الخیاط ابوالخطاب دمشقی وصدقۃ بن خالد ورَوح بن عطیہ وحاتم بن اسمٰعیل وعبدالرحمٰن بن زید ومسلم بن خالد زنجی ومالک بن انس وابن عیینہ وعیسی بن یونس ومسلمۃ بن علی وغیرہ خلق کثیر رحمہم اللہ تعالی۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں بخاری وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ ویحیی بن معین وابوعبید قاسم بن سلام وابوحاتم وابوزرعہ ومحمد بن عوف وزکریا ساجی وغیرہ خلق کثیر رحمہم اللہ تعالی۔

ہشام بے شمار محدثین کرام کے شیخ ہیں۔ بہت بڑے محدث حجۃ وضابط وثبت ہیں قال ابن معین والعجلی ثقۃ وقال عبدان ماکان فی الدنیا مثلہ۔ آخر عمر میں دماغ مختلط ہوگیا تھا اور عقل میں کچھ فتور آگیا تھا۔ ہشام گاہے گاہے عندالضرورۃ تحدیثِ احادیث پر اجرت لیتے تھے اور بغیر اجرت تحدیث وروایت سے انکار کردیتے تھے۔ قال ابن واصۃ عزمت زمانا ان اُمسِك عن حدیث هشام لانه کان یبیع الحدیث وقال صالح بن محمد کان یاخذ علی الحدیث ولا یحدِّث مالم یاخذ وکان یاخذ علی کل ورقتین درهمین۔

ہشام بڑے حیادار تھے ہر وقت سر خوفِ خدا وشرم وحیا سے نیچے رکھتے تھے قال ابوالمستضیئ رایتُ هشام ابن عمار اذا مشی اطرق فی الارض حیاءً من اللہ تعالی۔ ابوعلی مقری کہتے ہیں کہ جب ایوب بن تمیم کی وفات ۱۹۰ھ سے چند سال بعد ہوئی تو علم کی جلالت وامامت دو شخصوں کے حصے میں آئی احدُهما مشتهر بالقرآن والضبط وهو عبداللہ بن ذکوان والآخر مشتهر بالعقل والفصاحة والروایة والعلم والدرایة وهو هشام بن عمار وقد رُزِق کبر السنّ وصحّة العقل والرأی فاخذ الناسُ عنه قدیمًا منهم ابوعبید القاسم بن سلام وکان عبداللہ بن ذکوان یفضله ویری مکانه فلما مات ابن ذکوان اجتمع الناس علی هشام۔

ہشام اپنی ولادت ۱۵۳ھ کی بتاتے تھے۔ آپ کی وفات دمشق میں ماہ محرم ۲۴۵ھ میں ہوئی۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔ ہشام بالواسطہ قاری ابن عامر دمشقی کی قرارت کی روایت کرتے ہیں۔ ہشام نے قرارت عراک مروزی وایوب بن تمیم سے اور انہوں نے یحیی زماری سے اور یحیی نے ابن عامر دمشقی سے پڑھی۔

الهذلی الشاعر رحمہ اللہ تعالی اولئك علی هدًی من ربّهم کے بیان میں مذکور ہیں۔ ان کا نام خویلد بن مرۃ ہذلی ہے۔ وهو احد بنی قرد بن عمرو بن معاویۃ بن تمیم بن سعد بن هذیل۔ خویلد قبیلہ ہذیل کا فرد تھا۔ اس کی کنیت ابوخراش تھی۔ قال الخفاجی وابوخراش کان من فرسان العرب وفصحاء شعرائها وکان یعدُ وعلے قدمیه فیسبق الخیلَ ثم اَسلم وحُسن اسلامه ومات فی زمن عمر رضی اللہ عنه من نهش حیّة انتهی ما فی عنایۃ القاضی ج ۱ ص ۲۴۹۔

ابوخراش ہذلی تابعی ہیں۔ مرزبانی لکھتے ہیں ادرك الاسلام شیخًا کبیرًا ووَفد علی عمر رضی اللہ وقد اسلم وقُتِل اخوه عروۃ قتلته ثمالة من الازد واَسرَه ابنه خراشًا فدعا الذی اَسرَه رجلًا للمنادمة فرأی خراشًا موثّقًا فی القید فالقی علیه رداءه فاجاره فلما اُطلق قدِم علی ابیه فقال له مَن اجارك قال لا ادری

واللہ۔ فقال ابو خراش یمدح صاحب الرداء ؎

حمدتُ إلٰهی بعد عروۃ إذ نجا ۔۔۔ خراشٌ وبعضُ الشرِّ أهونُ من بعض

ولم أدرِ من ألقیٰ علیہ ردائہ ۔۔۔ ولکنہ قد سلّ عن ماجدٍ محض

ویقال انہ لا یُعرف مَن مَدح مَن لا یعرف غیرُ ابی خراش۔

ابو الفرج اصبہانی اصمعی سے نقل کرتے ہیں کہ ابو خراش ہذلی زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ میں آئے، ولید بن مغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ ولید کے دو بہترین گھوڑے تھے جو گھڑ دوڑ کے مقابلے کے لیے تیار کیے گئے تھے اور وہ ان دونوں کو مقابلے میں شریک کروانے والے تھے فقال ابو خراش لہ ما تجعل لی ان سبقتُهما عدوًا قال ان فعلتَ فہما لك فسبقہما۔ شاید ولید کو اس واقعہ سے قبل ان کی تیز رفتاری کا علم نہ تھا ورنہ وہ یہ مقابلہ نہ کراتا۔ فتح مکہ کے ایام میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب عُزّٰی کو گرا اس کے خادم و نگراں دبیہ سلمی کو قتل کر دیا تو ابو خراش نے جو اُس وقت کافر تھے عزیٰ پر روتے ہوئے دبیہ کے مرثیہ میں اشعار پڑھے

ابو خراش کی موت سانپ کے ڈسنے سے ہوئی۔ موت کا سبب بے مروّت مہمانوں کی آمد اور ابو خراش کی مروّت و اخلاص ہے۔ چنانچہ اصمعیؒ و ابن کلبیؒ لکھتے ہیں مَرّ علی ابی خراش نَفَرٌ من الیمن وکانوا حُجّاجًا فنزلوا علیہ فقال ابو خراش ما أمسیٰ عندی ماءٌ ولکن ہذہ بُرمۃ شاۃٌ وقِربۃ فَرَقٌ وافانہ غیرُ بعید ثم اطبخوا الشاۃ وذرُّوا البُرمۃ والقربۃ عند الماء حتی تأخذہا فامتنعوا وقالوا لا نبرح فاخذ ابو خراش القربۃ وسعیٰ نحو الماء تحت اللیل فاستقیٰ ثم اقبل فنہشتہ حیّۃٌ فاقبل مسرعًا حتی اعطاہم الماء ولم یُعلمہم ما اصابہ فباتوا یاکلون فلما اصبحوا وجدوہ فی الموت فاقاموا حتی دفنوہ فبلغ عمر خبرُہ فقال واللہ لولا ان یکون سنۃً لاحرتُ ان لا یضاف یمانیٌ بعدہا ثم کتب الی عاملہ ان یاخُذ النفر الذین نزلوا بابی خراش فیغرمہم دیتہ۔

خراش بن ابی خرش بھی مسلمان ہیں اور بڑے مجاہد و غازی ہیں۔

ابو عبیدہ وغیرہ کہتے ہیں کہ بنو فہم نے ابو خراش کے بھائی عروۃ بن مرہ کو گرفتار کر لیا تو ابو خراش نے اپنے بیٹے خراش کو ان کے پاس یرغمال رکھ کر اپنے بھائی کو چھڑا لیا پھر مال دے کر اپنے بیٹے کو بھی چھڑا لیا۔ وقال الاصمعی ہاجر خراش بن ابی خراش فی عہد عمرؓ وغزا فاوغل فی بلاد العدوّ فقدم ابو خراش المدینۃ فجلس بین یدی عمر وشکا الیہ شوقہ الی خراش وانہ انقرض الیہ وقُتِل اخوتُہ ولم یبق لہ غیرہ قال فکتب عمرُ بان یقفل خراش وان لا یغزو من کان لہ اب شیخ الا بعد ان یأذن لہ اھ

ابو خراش کے ترجمہ و احوال کی تفصیل کے لیے دیکھیں اصابہ ج ۱ ص ۴۶۲ و ۴۶۵۔ وکتاب الشعر و الشعراء لابن قتیبۃ ج ۲ ص ۵۵۴ وسمط ۲۱۶ وخزانہ ج ۱ ص ۲۱۱ و اغانی ج ۲۱ ص ۳۸۔ اور ان کے اشعار کے لیے ملاحظہ ہو دیوان الہذلیین ج ۲ ص ۱۵۷ وغیرہ۔

ہابیل رحمہ اللہ۔ بحث الم کے آخر میں مذکور ہیں۔ ھوھابیل بن آدم علیہ السلام۔ ہابیل و قابیل دونوں آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے ہیں۔ نوعِ انسانی میں ہابیل پہلا شخص ہے جو ظلماً قتل ہوا اور قابیل پہلا قاتل ہے قرآن مجید میں دونوں کا قصہ تفصیلاً مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ واتل علیھم نبأ ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الآخر قال لاقتلنك قال انما یتقبل اللہ من المتقین لئن بسطت الی یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لاقتلك انی اخاف اللہ رب العالمین انی ارید ان تبوء باثمی واثمك فتکون من اصحب النار وذلك جزاء الظلمین فطوعت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من الخاسرین۔

قتل کا سبب شادی اور عورتوں پر نزاع تھا۔ فعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان آدم کان یزوج ذکر کل بطن بانثی الاخری وان ھابیل اراد ان یتزوج باخت قابیل وکان اکبر من ھابیل واخت قابیل احسن فاراد قابیل ان یستأثرھا علی اخیه وامرہ آدم علیه السلام ان یزوجه ایاھا فابی فامرھما ان یقربا قربانا وذھب آدم لیحج الی مکة واستخلف السموات علی بنیه فابین والارضین والجبال فابین فتقبل قابیل بحفظ ذلك فلما ذھب قربا قربانھما فقرب ھابیل جذعة سمینة وکان صاحب غنم وقرب قابیل حزمة من زرع من ردیٔ زرعه فنزلت نار فأکلت قربان ھابیل وترکت قربان قابیل فغضب وقال لاقتلنك حتی لاتنکح اختی فقال انما یتقبل اللہ من المتقین۔

وعن عبداللہ بن عمرو ایم اللہ ان کان المقتول لاشد الرجلین ولکن منعه التحرج ان یبسط الیه یده۔ وقیل فی قتله انه ضربه بحدیدة کانت معه فقتله وقیل انه انما قتله بصخرة رماھا علی رأسه وھو نائم فشدخته وقیل بل خنقه خنقا شدیدا وعضا کما تفعل السباع فمات واللہ اعلم کذا فی البدایة لابن کثیر ج ۱ ص ۹۳۔ وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعا لاتقتل نفس ظلما الا کان علی ابن آدم الاول کفل من دمھا لانه کان اول من سن القتل رواہ احمد وغیرہ۔ ذکر ابن کثیر وجبل قاسیون شمالی دمشق مغارة یقال لھا مغارة الدم مشھورة بانھا المکان الذی قتل قابیل اخاہ ھابیل عندھا ثم آدم علیه السلام حزن علی ھابیل حزنا شدیدا وانه قال فی ذلك شعرا وھو قوله فیما ذکرہ ابن جریر ؎

تغیرت البلاد ومن علیھا ... فوجه الارض مغبر قبیح
تغیر کل ذی لون وطعم ... وقل بشاشة الوجه الملیح

فاجیب آدم علیه السلام۔

اباھابیل قد قتلا جمیعا ... وصار الحی کالمیت الذبیح
وجاء بشرة قد کان منھا ... علی خوف فجاء بھا یصیح

ھذا الشعر فیه نظر لعله الفه بعض الناس فنسبه الیه۔ واللہ اعلم۔

قال الامام ابو اسحٰق الثعلبی فی کتابہ العرائس ص۲۹ عن الضحاک عن ابن عباس قال لما قتل ھابیل وادم بمکۃ اشتاک الشجر وتغیرت الاطعمۃ وتمضت الفواکہ ومر الماء واغبرت الارض فقال ادم قد حدث فی الارض حدث وکان لھابیل یوم قتل عشرو زسنۃ واختلفوا فی مصرعہ فقیل علی جبل نود بالھند وقال بعضھم علی عقبۃ حراء وحکی ابن جریر قال جعفر الصادق رحمہ اللہ بالبصرۃ فی موضع المسجد الاعظم اھ

یعقوب بن اسحٰق بن زید بن عبد اللہ الحضرمی بالولاء البصری المقرئ المشہور رحمہ اللہ وھو احد القراء العشرۃ وھو المقرئ الثامن کذا فی الوفیات لابن خلکان۔ ج ۶ ص۳۹ یعقوب موصوف امام قراءت، زاہد، صالح، ورع، امام نحو وعربیت وفقہ وقراءت ہیں۔ کنیت ابو محمد یا ابو یوسف ہے۔ حافظ سیوطی بغیہ ص ۴۱۸ میں لکھتے ہیں کان اعلم الناس فی زمانہ بالقراءات والعربیۃ وکلام العرب والروایۃ والفقہ فاضلاً تقیا ورعا زاھدا سرد اوہ وھو فی الصلاۃ وسرد الیہ ولم یشعر لشغلہ بالصلاۃ وبلغ من جاھہ بالبصرۃ انہ کان یحبس ویطلق۔ آپ روایت کرتے ہیں اپنے جد زید بن عبد اللہ واسود بن شیبان وسلیمان بن معاذ الضبی وسلیم بن حیان وعبد الرحمٰن بن میمون وابو عقیل دورقی وشعبہ وحماد بن سلمہ وہمام وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں عمرو بن علی الفلاس وابو الربیع الزہرانی وعبد اللہ بن محمد بن یحیی طرسوسی وعقبۃ ابن مکرم وحسین بن علی الصدائی واحمد بن ثابت جحدری رحمہم اللہ۔

امام احمدؒ وابو حاتمؒ فرماتے ہیں ہو صدوق۔ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ کذا فی التہذیب لابن حجر۔ ج ۱۱ ص ۳۸۲۔ عبد الرحمٰن بن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں سئل احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ عن یعقوب الحضرمی فقال صدوق وسئل ابو حاتم الرازی عنہ فقال صدوق وقال ابو حاتم کان یعقوب الحضرمی اعلم من ادرکناہ ورأینا بالحروف والاختلاف فی القرآن الکریم وتعلیلہ ومذاھب النحو فی القرآن الکریم۔ ابو عمرو بن العلاءؒ کے بعد عام اہل بصرہ نے آپ کی قراءت کی پیروی کی۔ طاہر بن عبد المنعم بن غلبون امام جامع مسجد بصرہ صرف یعقوبؒ کی قراءت پڑھتے تھے۔ یعقوبؒ نے ایک کتاب مسمی بہ الجامع تصنیف کی جس میں آپ نے تمام وجوہ قراءات اور ان کا اختلاف ذکر کر کے ہر حرف اپنے اپنے قاری کی طرف منسوب کیا۔

ابن خلکان کہتے ہیں وھو من اھل بیت العلم بالقراءات والعربیۃ وکلام العرب والروایۃ الکثیرۃ للحروف والفقہ وکان من آقرأ القراء واخذ عنہ عامۃ حروف القرآن مسندا وغیر مسند من قراء الحرمین والعراقین واھل الشام وغیرھم اھ

آپ کا خاندان علمی خاندان تھا۔ آپ کے جد اعلیٰ عبد اللہ بن ابی اسحاق حضرمی ائمہ کبار میں سے تھے۔ ابو عبیدہؒ لکھتے ہیں اول من وضع العربیۃ ابو الاسود الدؤلی ثم میمون الاقرن ثم عنبسۃ الفیل ثم عبد اللہ بن ابی اسحٰق

الحضرمی آہ ابن ابی اسحاق حضرمی عیسی بن عمر ثقفی وابو عمرو بن العلاء کے معاصر ہیں اور دونوں سے پہلے وفات پائی۔ بصرہ کے گورنر بلال بن ابی بردہ بن ابی موسی الاشعری نے عبداللہ موصوف وقاری ابو عمرو بن العلاء کو اپنے پاس بلا کر مناظرہ کرایا تو عبداللہ غالب ہوئے قال ابو عمرو فغلبنی ابن ابی اسحاق بالهمز فنظرت فیہ بعد ذلك وبالغت فیہ۔ یہ عبداللہ موصوف وہی ہیں جو عموماً فرزدق کے اشعار پر تنقید کرتے اور ان میں لغوی اغلاط کی نشان دہی کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی مذمت میں فرزدق نے یہ شعر کہا جو بعد میں علماء کے مابین بہت مشہور رہا ؎

فلو کان عبد اللہ مولیٰ ھجوتہ ولکن عبد اللہ مولی موالیا

جب عبداللہ موصوف تک یہ شعر پہنچا تو فرمایا اس میں بڑی لغوی غلطی ہے۔ موالیا کہنا غلط ہے صحیح مولی موال ہے۔

مبرّد فرماتے ہیں اجمعت العلماء باللغۃ انّ اوّل من وضع العربیۃ ابو الاسود الدؤلی وانہ لقن ذلك عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ثم اخذ النحو عن ابی الاسود عنبسۃ بن معدان المهری واخذ عن عنبسۃ میمون الاقرن واخذ عن میمون عبد اللہ بن ابی اسحٰق الحضرمی واخذہ عنہ عیسی بن عمر واخذ عن عیسی الخلیل واخذ عنہ سیبویہ واخذ عن سیبویہ الاخفش اھ بہر حال قاری ثامن یعقوب بن اسحاق علمی خاندان کے فرد جلیل ہیں۔ آپ کے والد بھی بڑے عالم وقاری تھے۔ بعض نے آپ کی مدح میں کہا ہے ؎

ابوہ من القراء کان وجدّہ ویعقوب فی القرّاء کالکوکب الدّری

تفرّدہ محض الصواب و وجهہ فمن مثلہ فی وقتہ والی الحشر

ابن خلکان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں اخذ یعقوب القراءۃ عرضاً عن سلام بن سلیمان الطویل ومهدی بن میمون وابی الاشهب العطاردی وغیرهم وروی عن حمزۃ حرفاً وسمع الحروف من الکسائی وسمع من جدّہ زید بن عبد اللہ وشعبۃ واما اسنادہ فی القراءۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ قرأ علی سلام المذکور و قرأ سلام علی عاصم بن ابی النجود وقرأ عاصم علی ابی عبد الرحمٰن السلمی وقرأ ابو عبد الرحمٰن علی علیّ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وقرأ علیّ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وروی القراءۃ عن یعقوب المذکور عرضاً جماعۃ منهم روح بن عبد المؤمن ومحمد بن المتوکل وابو حاتم السجستانی وغیرهم وسمع منہ الزعفرانی انتهی وفیات ج ۶ ص ۳۹۱۔

قاری یعقوبؒ کے ترجمہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے معجم الادباء ج ۲۰ ص ۵۲۔ النجوم الزاہرہ ج ۲ ص ۱۷۹۔ بغیۃ الوعاۃ ص ۴۱۸۔ طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۰۴۔ عبر الذہبی ج ۱ ص ۳۴۸۔ شذرات ج ۲ ص ۱۴۔ و تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۸۲۔ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۸۶۔ طبقات زبیدی۔ ص ۵۱ وغیرہ وغیرہ۔ قاری یعقوبؒ کی وفات بقول اصح ماہ ذوالحجہ یا جمادی الاولیٰ ۲۰۵ھ میں ہوئی۔

فائدہ لطیفہ۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ قاری یعقوب کی کل عمر ۸۸ سال تھی اسی طرح آپ کے والد اسحاق

بھی بعمر ۸۸ سال انتقال کر گئے تھے اور جدّ زید کی بھی کل عمر ۸۸ سال تھی۔

فائدہ ۔ قاری یعقوبؒ کے رواۃ بہت ہیں۔ لیکن مشہور دو ہیں۔ اول رویسؒ۔ دوم ابوالحسن رَوحؒ

یحیی بن المبارک بن المغیرۃ العدوی المعروف بالیزیدی المقرئ النحوی اللغوی مولی بنی عدی بن مناۃ البصری رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ یحیی بن المبارک یزیدیؒ قراء سبعہ میں سے قاری ابوعمرو بن العلاءؒ کے قرات میں تلمیذ و خلیفہ ہیں۔ ابن العلاء کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین ہوئے۔ دراصل بصرہ کے ہیں۔ پھر بغداد میں سکونت اختیار کی۔ بغداد میں ابن العلاء و ابن جریج سے تحدیث کی۔ قاری ابوعمرو بن العلاء کی قرات کے مدار آپ ہی ہیں کیونکہ علماء و قراء کے نزدیک قاری ابوعمرو کے دو راوی مشہور ہیں اول دوری دوم سوسی۔ اور دونوں نے بلاواسطہ ابوعمرو سے اخذ قرات نہیں کیا بلکہ دونوں نے یحیی یزیدی مذکور سے اخذ قرات کیا اور یحیی یزیدی نے ابوعمرو سے اخذ کیا ہے۔

یحیی یزیدیؒ سے اخذ کرنے اور روایت کرنے والے یہ علماء ہیں۔ آپ کے بیٹے محمد بن یحیی بن المبارک و ابوعبید قاسم بن سلام و اسحاق بن ابراہیم موصلی و ابوعمرو دوری و ابوحمدون الطیب بن اسماعیل و ابوشعیب سوسی صالح ابن محمد و عامر بن عمر موصلی و ابوخلاد و سلیمان بن خلاد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ ۔ وخالف الیزیدی ابا عمرو فی حروف یسیرۃ من القراءۃ اختارھا لنفسہ ۔

یحیی مذکور کے احوال کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔ طبقات ابن المعتز، ص ۲۷۳۔ الاغانی ج ۲۱ ص ۹۲ و معجم مرزبانی ص ۴۸۷ و شرح المرزوقی للحماسۃ و معجم الادباء ج ۲۰ ص ۳ و نور القبس ص ۸۰ و نزہۃ الالباء ص ۵۳ و عبر الذہبی ج ۱ ص ۳۳۸ و الشذرات ج ۲ ص ۴ و غایۃ النہایۃ ج ۲ ص ۳۸۵ و مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۳ و بغیۃ الوعاۃ، ص ۴۱۴ و خزانۃ الادب ج ۴ ص ۴۲۶ وغیرہ ۔

یحیی یزیدیؒ یزید بن منصور خال مہدی کی اولاد کے معلّم و مؤدّب تھے اور اسی تعلق سے انہیں یزیدی کہتے ہیں بعدہٗ ہارون رشید کے مقرب ہو کر اس کے بیٹے مامون کے مؤدّب مقرر ہوئے۔ اور اس کے دوسرے بیٹے امین کے مؤدب امام کسائی تھے۔ اسی وجہ سے یزیدی اور کسائی ہارون رشید کے دربار میں آتے جاتے تھے۔ ہارون نے کسائی سے کہا تھا کہ امین کو قرات حمزہ سکھائیے اور یحیی یزیدی کو کہا کہ مامون کو قرات ابوعمرو بن العلاء پڑھائیے۔ کذا فی وفیات الاعیان ج ۶ ص ۱۸۴۔ یحیی یزیدی کی کنیت ابومحمد ہے۔ یزیدی سے مشہور ہیں یزیدی اور کسائی میں مناظرے ہوا کرتے تھے۔ دونوں بڑے نحوی و لغوی و ماہر قرات جر الامۃ تھے۔ تاہم کسائی کا مقام بلند ہے۔ کیونکہ کسائی امام نحو ہونے کے ساتھ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں اور یزیدی صرف راوی ہیں قراء سبعہ میں سے ایک قاری ابوعمرو بن العلاء کے۔

یزیدی فرماتے ہیں ایک دن میں خلیفہ مامون رشید کی مجلس میں گیا جہاں ہر قسم کا سامان عیش و مسرت

موجود تھا۔ اس کی جمیل وحسین ترین وخوش آواز باندی نُعم نامی نے گانا شروع کیا اور یہ شعر پڑھے ؎

وزعمتِ انّی ظالم فھجرتنی ورمیتِ فی قلبی بسھم نافذ

فنعم ھجرتُكِ فاغفری وتجاوزی ھذا مقام المستجیر العائذ

ھذا مقام فتًی اضرّبہ الھوٰی قرح الجفون بحسن وجھك لائذ

ولقد اخذتم من فؤادی انسہ لاشلّ ربّی کفّ ذاك الاٰخذ

مامون نے بار بار یہ اشعار سنانے کا حکم دیا پھر کہا یا یزیدی ایکون شئ احسن مما نحن فیہ ؟ قلتُ نعم یا امیر المؤمنین قال وماھو ؟ قلتُ الشکر لمن خوّلك ھذا الانعام العظیم الجلیل۔ فقال احسنتَ وصدقتَ و وصلنی وامر بمائۃ الف درھم یتصدق بھا فکانّی انظر الی البدر وقد اخرجت والمال یُفرّق۔ یزیدی کے پانچ بیٹے تھے سب علماء ادباء شعراء تھے۔ ان کے نام یہ ہیں ابوعبداللہ محمد و ابراہیم و ابوالقاسم اسمٰعیل و ابوعبدالرحمٰن عبداللہ وابویعقوب اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ۔ سب نے لغت وعربیت میں تصانیف کیں۔

قاری یزیدی رحمہ اللہ نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں مثل کتاب المقصور والممدود وکتاب مختصر نحو میں وکتاب النقط والشکل وکتاب النوادر۔ آپ کا خراسان میں ۲۰۲ھ میں بعمر ۷۴ سال انتقال ہوا۔ ابوعمرو دانیؒ فرماتے ہیں کہ یزیدیؒ کی وفات شہر مرو میں ہوئی اور عند البعض بصرہ میں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کی عمر سو سال سے کچھ کم تھی۔

فصل

اس فصل میں ہم اُن حیوانات کے احوال ذکر کرتے ہیں جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل یعنی تا آخر سورۃ بقرہ میں مذکور ہیں۔

۱۔ **الاسد شیر**۔ آیت الذین ینقضون عھد اللہ کے تحت اسد کا ذکر موجود ہے۔ اُسود۔ اُسْدٌ و اُسُدٌ و آساد اسد کی جموع ہیں۔ مؤنث اَسَدۃٌ ہے۔ شیر کے لغت عربی میں پانچ سو اسماء وصفات ہیں۔ کما قال ابن خالویہ۔ علی بن قاسم لغوی نے ۱۳۰ نام اور بڑھائے ہیں۔ چند مشہور نام یہ ہیں۔ اُسامہ۔ جخدب۔ بَہْمَس۔ حارث۔ حیدرۃ۔ دواس۔ رِئبال۔ زفر۔ سُبعہ۔ صعب۔ ضِرغام ضیغم۔ طیثار۔ عنبس۔ غضنفر۔ فرافصہ۔ قسورۃ۔ کہمس لیث متانس۔ قعیب۔ ہِرماس۔ وَرد۔ لحم۔ قشعم۔ اَقدم۔ رِعضام۔ عَرزم۔ عَرہم۔

علماء ادب کا قانون ہے ان کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمّٰی۔ یہ قانون تقریباً ہر ادبی کتاب میں موجود ہے

اور ادباء وعلماء کے نزدیک تقریباً مجمع علیہ ہے۔ لیکن میرے خیال ناقص میں یہ قانون مخدوش ہے۔ اس لیے کہ لغتِ عربی میں سانپ کے بھی بہت سے نام ہیں ابن خالویہ جو مشہور نحوی وادیب ہیں فرماتے ہیں کہ سانپ کے دوسو نام ہیں۔ حالانکہ سانپ میں کوئی شرافت موجود نہیں ہے سانپ انسان کا دشمن ہے اور انسان کے لیے بے شمار خطرات کا موجب ہے۔ اسی طرح مصائب وآفات کے نام بھی لغتِ عربی میں بہت زیادہ ہیں۔ امام ثعلبی فرماتے ہیں کہ مصائب کے ۴۰۰ نام ہیں اور یہ کثرتِ اسماء بھی ایک مصیبت ہے قال وھذہ احد المصائب۔ اور کوئی ذی عقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ مصائب شرافت سے موصوف ہیں۔

لہٰذا میری رائے میں یہ قانون ان کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمّٰی صحیح نہیں ہے اور اس کا کلّی وعام ہونا محلِ نظر ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جائے ان کثرۃ الاسماء تدلّ علی عظمۃ المسمّٰی وکونہ مما یُخاف منہ اور بعد ازیں اِس قانون کی کلّیت وصحت میں شک باقی نہیں رہتا کیونکہ شیر اور سانپ اور اسی طرح مصائب کی ہیبت مسلّم ہے۔ نیز ان کے خوفناک ہونے میں شک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام بھی کثیر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ عظیم ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام بھی زیادہ ہیں اور قرآن کریم کے نام بھی زیادہ ہیں اور دونوں کی عظمت میں شک نہیں ہے۔ اسی طرح ان تینوں کی یعنی اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی ہیبت وخوف ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ ورسول کی مخالفت موجب عذاب ہے لہٰذا ان کی مخالفت سے ڈرنا اور بچنا ضروری ہے۔ شیر کے چند اوصاف مشہور ہیں۔

اوّل یہ کہ اس میں بھوک اور پیاس برداشت کرنے اور صبر کرنے کی قوت بہ نسبت اور درندوں کے بہت زیادہ ہے۔

دوم یہ کہ وہ کسی اور درندے کا شکار نہیں کھاتا۔

سوم یہ کہ شیر وہ پانی نہیں پیتا جسے کُتّے نے منہ لگایا ہو۔

چہارم یہ کہ وہ شجاعت اور بزدلی دونوں سے متّصف ہے۔ اس کی بزدلی یہ ہے کہ وہ مرغ کی آواز سے ڈرتا ہے۔ اسی طرح بلّی سے بھی ڈرتا ہے اور لوہے پیتل وغیرہ دھات کے بنے ہوئے برتن بجانے کی آواز سے بھی خوف کھاتا ہے اور آگ دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔

پنجم یہ کہ وہ دائماً محموم یعنی بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ ایک حدیث مرفوع ہے جو ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے عن زید بن اسلم عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما حمل نوح علیہ السلام فی السفینۃ من کل زوجین اثنین قال لہ اصحابہ کیف نطمئن او نطمئن مواشینا ومعنا الاسد فسلّط اللہ علیہ الحمّٰی فکانت اول الحمّٰی نزلت فی الارض فھو لا یزال محمومًا۔ وروی محمد بن المنکدر عن سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال رکبتُ سفینۃً فی البحر فانکسرت فرکبتُ لوحًا فاخرجنی الی اجمۃٍ فیھا اسدٌ فاقبل الیّ فقلتُ

انا سفينة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا تائه فجعل يغمزني بمنكبه حتى اقامني على الطريق ثم همهم فظننت انه السلام۔ وفي دلائل النبوة للبيهقي عن ابن المنكدر ايضاً ان سفينة مولى رسول الله اخطأ الجيش بارض الروم واُسِر في ارض الروم فانطلق هارباً يلتمس الجيش فاذا هو بالاسد فقال له يا ابا الحارث انا سفينة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم كان من امري كيت وكيت فاقبل الاسد يبصبص حتى قام الى جنبه وكلما سمع صوتاً اهوى اليه ثم يمشي الى جنبه فلم يزل كذلك حتى بلغ الجيش فرجع الاسد۔

۲۔ **الإبل**۔ بکسر ہمزہ وباء۔ اُونٹ۔ آیت یا ایها الذین اٰمنوا ادخلوا فی السِّلم کافّۃً کے تحت ابل مذکور ہے۔ ابل اسم جنس ہے۔ قالہ ابن سیدہ۔ بعیر کا اطلاق بھی ابل کی طرح مذکر و مؤنث دونوں پر ہوتا ہے۔ ابل کی جمع آبال ہے سُمّی بذلك لانها تبول على أفخاذها۔ كذا في كتب الفقه۔ یہ وجہ تسمیہ اشتقاق اکبر یا کبیر پر متفرع ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ابل مہموز الفاء اور بول معتل العین ہے۔

ابل عجیب وغریب خصائص لفظیہ وشرعیہ وخُلقیہ وتکوینیہ کا حامل ہے لیکن کثرتِ رؤیت کی وجہ سے اس کے عجائب کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ مثلاً

(۱) یہ حیوان عظیم الجثہ وطویل العُنُق ہے۔ (۲) سریع الانقیاد ہے۔ وزنِ کثیر اٹھاتا ہے اور اسی کے ساتھ بیٹھ بھی سکتا ہے۔ اس کی طاقت کا منبع اس کی طویل گردن ہے جس کی حرکت و معاونت سے وہ وزنِ کثیر اٹھاتا ہے۔

(۳) اس کی پشت پر باقاعدہ چھوٹا سا گھر بنایا جاسکتا ہے کما کانت عادۃ العرب فی الاسفار (۴) بغیر آرام کے طویل سفر کرسکتا ہے (۵) سخت پیاس اور بھوک کی قوتِ برداشت رکھتا ہے حتی کہ دس دن تک وہ پیاسا رہ سکتا ہے اسی وجہ سے عرب اسے سفینۃ البر کہتے ہیں قال اللہ تعالیٰ وعلیها وعلی الفلك تحملون سفینۃ برّ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے کشتی کے ساتھ جمع فرمایا ہے۔

(۶) بہ نسبت دیگر حیوانات کے اس پر نظرِ بد کا اثر بہت جلد ہوتا ہے ولذا قال علیہ السلام استعیذوا باللہ من العین فان العین حق فانها تدخل الرجل القبر والجمل القدر (۷) اس کا رحمتِ خداوندی سے تعلق زیادہ ہے قال علیہ السلام لا تسبُّوا الابل فانها من نَفَسِ اللہ تعالیٰ۔ حکاہ ابن سیدہ۔ ولا ادری حال سندہ۔

(۸) شیطان سے بھی اس کا رابطہ قوی ہے۔ پس اونٹ مجمع الاضداد ہے وھذا من عجائب قدرۃ اللہ تعالیٰ فعن عبداللہ بن مغفل مرفوعاً ان الابل خُلِقت من الشیاطین۔ اخرجہ ابن حبان والنسائی۔ ایک اور حدیث ہے علی سنام کل بعیر شیطان۔

(۹) اونٹوں کے ٹھیرانے کی جگہ یعنی مبارک میں نماز پڑھنا مکروہ ہے عند بعض الائمۃ۔ وفی الحدیث

لا تصلّوا فی مبارک الابل فانها مأوی الشیاطین۔

(۱۰) سُہیل تارے پر نظر پڑ جانے سے بیمار ہوتا یا مر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے طلوع سہیل کے بعد اونٹ سہیل کی طرف رات کو منہ نہیں کرتے۔

(۱۱) اس کا گوشت قوتِ باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ کما قال الاطباء۔

(۱۲) اس کا گوشت کھانا ناقضِ وضوء ہے عند احمد و اسحٰق و الشافعی فی قولہ القدیم۔

(۱۳) بوقتِ مستی اس کے منہ سے شقشقہ ظاہر ہوتا ہے وھی الجلدۃ الحمراء التی یُخرجھا من جوفہ وینفخ فیھا فتظھر من شدقہ۔

(۱۴) اس کا بڑا کوہان ہوتا ہے اور بُختی کے دو کوہان ہوتے ہیں۔

(۱۵) سیبویہ فرماتے ہیں وزن اِبِل یعنی فِعِل بکسر فا و عین پر لغتِ عربی میں صرف ایک ہی لفظ یعنی لفظِ ابل ثابت ہے۔ عند البعض بلز کا وزن بھی یہی ہے۔ والتفصیل فی کتبنا الادبیۃ۔ شاید ان عجائبات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ وعن سعید بن جبیر قال لقیتُ شُریحًا القاضی ذاھبًا فقلتُ این تُرید فقال اُرید الکناسۃَ فقلت وما تصنع بالکناسۃ قال انظر الی الابل کیف خلقت

۳۔ **ابنِ دایہ**۔ یہ کنیت ہے کوّے کی۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کے بیان میں ابن دایہ مذکور ہے۔ کوے کی بہت سی کنیتیں ہیں جو حیاۃ الحیوان وغیرہ میں مذکور ہیں۔ ابن دایہ کے علاوہ ابن الابرص۔ ابن بریح۔ ابو حاتم۔ ابو جحادف۔ ابو الجراح۔ ابو خدر۔ ابو زیدان۔ ابو زاجر۔ ابو الشوم۔ ابو غیاث۔ ابو القعقاع۔ ابو المرقال بھی کوے کی کنیتیں ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

ان الغراب وکان یمشی مشیۃ ۔۔۔ فیما مضیٰ من سالف الاجیال

حَسَدَ القطاۃ ورام یمشی مِشیھا ۔۔۔ فاصابہ ضرب من العقال

فاضلّ مشیتہ و اخطأ مشیھا ۔۔۔ فلذاک سمّوہ ابا المِرقال

اردو میں بھی ایسا محاورہ موجود ہے چنانچہ کہتے ہیں کوّا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔ اہل عرب جس طرح انسان کی کنیت مقرر کرتے تھے اسی طرح انہوں نے کئی جانوروں کی بھی کنیتیں مقرر کی ہیں۔ کوّا چونکہ بہت معروف پرندہ ہے اس لیے انہوں نے اس کی بہت سی کنیتیں وضع کیں جو ابھی مذکور ہوئیں۔

۴۔ **بَعُوضَۃٌ**۔ مچھر۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے قال اللہ مثلًا ما بعوضۃً۔ بعوضۃ مفرد ہے اور بعوض اسم جنس ہے جس کا اطلاق قلیل و کثیر پر ہوتا ہے۔ عربی میں مچھر کو بَقّ بھی کہتے ہیں۔ مچھر کی بہت سی انواع ہیں اور یہ نہایت تیز رفتار ہوتا ہے۔ صغیر الجثہ ہونے کے باوجود مچھر کی شکل و صورت ہاتھی کی شکل سے مشابہ ہے۔ کچھ فرق ہے وہ یہ کہ اس کے اعضاء ہاتھی کے اعضاء سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ ہاتھی کے اعضاء چار

ٹانگیں، دُم اور خرطوم یعنی سُونڈ ہیں۔ اور مچھر کے ان اعضاء کے علاوہ دو ٹانگیں زائد ہیں۔ اسی طرح اس کے چار پر ہوتے ہیں۔ نیز ہاتھی کی سونڈ ٹھوس ہے اور مچھر کی سونڈ مجوّف یعنی اس میں سوراخ ہے جو مچھر کے لیے بمنزلہ حلقوم ہے اس سوراخ کے ذریعہ وہ خون اپنے پیٹ تک پہنچاتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کی یہ سونڈ نرم و نازک ہے وہ اسے حیوان کی سخت کھال میں داخل کر دیتا ہے۔ مچھر کی انواع میں ایک نوع وہ ہے جس کے کاٹنے سے ملیریا بخار پیدا ہوتا ہے۔ مچھر اور مچھر کا پر حقارت میں ضرب المثل ہے یقال اضعف من بعوضۃ قرآن و احادیث میں اس کا متعدد جگہ ذکر آیا ہے۔

مچھر کا جثّہ اگرچہ چھوٹا ہے لیکن یہ دستِ قدرت کی صنّاعی کا عجیب و بدیع مظہر ہے۔ اگر ان اوصاف پر کوئی شخص غور کرے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مچھر میں تخلیق فرمایا ہے تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ اللہ کی عظمت و قدرت اور حکمت کی بڑی دلیل ہیں۔ مثلاً صغیر الجثہ ہونے کے باوجود اس کی آواز بڑی تیز ہے اور نہایت تیزی سے اڑنے والا ہے اور اپنی خوراک پوری طرح پہچانتا ہے چنانچہ وہ انسان و حیوان کی تلاش میں رہتا ہے اور ان کا خون چُوستا ہے تو وہ جانتا ہے کہ اس کی خوراک حیوانی خون ہے اس کی خرطوم نرم و نازک ہونے کے باوجود سخت کھال میں سوراخ کر لیتی ہے۔ نیز ماہرینِ حیوانات لکھتے ہیں کہ مچھر جب انسانی اعضاء پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ خرطوم کے ذریعہ ان مسامات کو تلاش کرتا ہے جن سے پسینہ نکلتا ہے۔ کیونکہ یہی انسانی جلد کا نرم ترین حصہ ہوتا ہے تو وہ اس میں اپنی سونڈ داخل کر کے خون چوستا ہے۔ نیز ماہرین کہتے ہیں کہ مچھر کے مقدم دماغ میں قوتِ حفظ اور وسط میں قوتِ فکر اور مؤخر میں قوتِ ذکر ہے۔ اور اسی سر میں اس کی آنکھیں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حاسۂ لمس و حاسۂ شم بھی دیا ہے اور غذا کا منفذ اور فضلات کا مخرج بھی اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے اس کا پیٹ بھی ہے انتڑیاں اور ہڈیاں بھی ہیں وغیرہ وغیرہ بہت سی چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس جثۂ صغیرہ میں تخلیق کی ہیں۔

بہرحال مچھر کے اس جثۂ صغیرہ میں قدرت کا عظیم الشان کارخانہ موجود ہے جو اسرار و رموز کا حامل ہے اس لیے زمخشری نے کہا ہے ؎

یا مَن یَرَی مدّ البعوض جناحَها ۔۔۔ فی ظلمۃِ اللیل البہیم الالیل
ویَرَی مناطَ عُروقِها فی نحرِها ۔۔۔ والمخّ فی تلک العظام النّحل
اُمنُن علیّ بتوبۃٍ تمحو بها ۔۔۔ ما کان منّی فی الزمان الاوّل

ابن خلکان بعض فضلاء سے روایت کرتے ہیں کہ زمخشری نے وصیت کی تھی کہ میری موت کے بعد میری قبر پر یہ ابیات لکھی جائیں۔

۵۔ **البقرۃ** ۔ بیل۔ گائے۔ سورۂ بقرہ میں بیل۔ گائے کا قصہ مذکور ہے۔ بقرہ کے معنی صرف گائے یعنی صرف اُنثیٰ پر اس کا اطلاق صحیح نہیں ہے بلکہ لغۃً بقرۃ کا اطلاق ذکر و انثیٰ یعنی نر و مادہ دونوں پر ہوتا ہے اور

بقرہ میں تاء تانیثِ معنوی کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ وحدت کے لیے ہے۔ بقرہ کے معنی ہیں ایک بیل یا گائے۔ اور بقر بحذفِ تاء اسمِ جنس ہے۔ اسمِ جنس کا اطلاق قلیل پر بھی ہوتا ہے اور کثیر پر بھی مثل تمرۃ وتمر وبعوضۃ وبعوض قال المبرد اذا اردت التمییز قلت ھذا بقرۃ للذکر وھذہ بقرۃ للانثیٰ کما تقول ھذا بطۃ للذکر وھذہ بطۃ للانثیٰ۔ بقرہ کی جمع بقرات ہے قال اللہ تعالیٰ سبع بقراتٍ سمانٍ بقیر وبقران وباقر کا اطلاق جماعتِ بقر چرواہوں سمیت پر ہوتا ہے۔ بقر کو باقورۃ بھی کہتے ہیں۔ حدیث ہے فی کل ثلاثین باقورۃ بقرۃ۔ بقر کے معنی شق (چیرنا) ہے یقال بقر اذا شق سمی بذلک لانہ یبقر الارض ویشقھا بالحراثۃ۔ محمد بن علی زین العابدین ابن حسین کا لقب باقر تھا۔ لانہ بقر العلم ای شقہ ودخل فیہ مدخلاً بلیغا۔

اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے لحمِ بقر کھایا ہے یا کہ نہیں۔ کسی حدیث میں صراحۃً اکل ثابت نہیں۔ البتہ تضحیہ بقر ثابت ومروی ہے۔ ففی الصحیح عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحّی عن نسائہ بالبقر۔ اور ظاہر ہے کہ آپ نے بقر کا گوشت کھالیا ہوگا کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی کا گوشت ضرور تناول فرماتے تھے اور امت کے لیے بھی اس کا کھانا سنت قرار دیا ہے۔ طبرانی میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال البانھا شفاءٌ وسمنھا دواءٌ ولحمھا داء۔ مگر یہ حدیث صحیح نہیں اس میں ایک راوی مجہول الاسم عورت ہے۔

۶۔ **الجراد**۔ ٹڈی۔ ملخ۔ اس کا ذکر آیت انما حرم علیکم المیتۃ کے ذیل میں ہے۔ جراد اسمِ جنس ہے واحد جرادۃ ہے۔ مذکر ومؤنث اس میں برابر ہیں۔ یہ مشتق ہے جرد سے یقال ثوب جرد ای املس قال اللہ تعالیٰ یخرجون من الاجداث کانھم جراد منتشر ای فی کل مکان وقیل وجہ الشبہ انھم حیاری فزعون لا یھتدون والجراد لا جھۃ لہ۔ جراد عجائب مخلوقات میں سے ہے۔ وہ مختلف الانواع مختلف الحشہ ومختلف الالوان ہیں انڈے اور بچے پیدا کرتے وقت سخت ترین زمین میں جثہ کا پچھلا حصہ مشابہ بہ دُم داخل کر دیتا ہے۔ جب کہ اس زمین پر سخت لکڑی بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔ جراد کی چھے ٹانگیں ہوتی ہیں۔ ان میں انسانوں کی طرح نظم اور امیر کی اطاعت کا جذبہ ہوتا ہے۔ رئیس جدھر اڑنے لگے سارے کے سارے اُس کے ساتھ ہی اڑتے ہیں۔ وروی الطبرانی والبیہقی مرفوعاً لا تقتلوا الجراد فانہ جند اللہ الاعظم۔ یہ حکم اس وقت ہے جب وہ فسادِ زرع وغیرہ نہ کرے اور اگر کھیت وغیرہ کو نقصان پہنچائے تو ان کا قتل جائز ہے۔ چنانچہ طبرانی میں ایک روایت ہے حسن بن علیؓ سے عن الحسن بن علی قال کنا علی مائدۃ نأکل انا واخی محمد بن الحنفیۃ وبنو عمّی عبداللہ وقثم والفضل اولاد العباس فوقعت جرادۃ علی المائدۃ فاخذھا عبداللہ وقال لی ما مکتوب علی ھذہ فقلت سألتُ ابی عن ذلک فقال سألتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی مکتوب علیھا انا اللہ لا الٰہ الا انا ربّ الجراد ورازقھا ان شئتُ بعثتھا رزقاً لقوم وان شئتُ بعثتھا بلاءً علی قومٍ

فقال عبد الله هذا من العلم المكنون۔ قیامت کے قرب کی علامات میں سے ٹڈیوں کا فقدان ہے قیامت سے کچھ قبل تمام انواع مخلوق میں سب سے پہلے یہ نوع ختم ہوگی۔

۷۔ الحمار۔ گدھا۔ آیت فقلنا لهم كونوا قردة کے ذیل میں حمار مذکور ہے۔ اس کی جمع حمیر و حُمُر و اَحمرة ہے۔ نر و مادہ دونوں پر حمار کا اطلاق ہوتا ہے۔ مادہ کو بالخصوص اَتان و حمارة کہتے ہیں۔ زیادہ تر حمار کا اطلاق نر پر ہوتا ہے۔ کنیت ابوصابر۔ ابوزیاد اور مادہ کی کنیت اُمّ محمود و ام تولب و ام حجش و ام نافع و ام وہب ہے۔ قرآن مجید میں اس کی آواز کو انکر الاصوات کہا ہے۔

گدھا بزدلی و غباوت میں ضرب المثل ہے کما ورد فی الصحیحین ان النبی علیہ السلام قال اما یخشی الذی یرفع راسه قبل الامام ان یجعل الله صورته صورة حمار او یجعل راسه راس حمار۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے قصداً و عمداً امام سے پہلے رکوع سے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا سر گدھے کی صورت میں بدل دیا۔ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے حکی عن بعض المحدثین انه رحل الی دمشق لاخذ الحدیث عن شیخ مشهور بها فقرأ علیه جملة لکنه کان یجعل بینه و بینه حجابا ولم یر وجهه فلما طالت ملازمته له و رأی حرصه علی الحدیث کشف الستر فرأی وجهه وجه حمار فقال له احذر یا بنی ان تسبق الامام فانی لما مر بی هذا الحدیث استبعدت وقوعه فسبقت الامام فصار وجهی کما تری۔ حاشیہ ترمذی ج ۱ ص ۱۰۳

وعن ابی هریرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا سمعتم نهاق الحمیر فتعوذوا بالله من الشیطان فانها رات شیطانا واذا سمعتم صیاح الدیکة فاسالوا الله من فضله فانها رات ملکا۔ فقہاء و علماء لکھتے ہیں یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ گدھا اور مرغ کسی ظاہری وجہ کے بغیر آواز نکالے۔ اور اگر گدھے نے دوسرے گدھے کو دیکھ کر رینکنا شروع کر دیا تو وہ اس حدیث مذکور کے مصداق سے خارج ہے۔ وفی تاریخ نیسابور و کامل ابن عدی من حدیث ابن عمر رضی الله عنهما مرفوعا قال شر الحمیر الاسود القصیر۔ گدھا حقیر جانور سمجھا جاتا ہے اور اسے بعض لوگ کام لیتے وقت بہت مارتے ہیں لیکن بے جا اور حد سے زیادہ مارنا شرعاً ممنوع ہے۔

رسالہ قشیریہ باب الکرامات میں ہے سمعت اباحاتم السجستانی یقول سمعت ابانصر السراج یقول سمعت الحسین بن احمد الرازی یقول سمعت اباسلیمان الخواص یقول کنت راکبا حمارا یوما وکان الذباب یؤذیه فیطأ علی راسه وکنت اضرب راسه بخشبة فی یدی فرفع الحمار راسه الی وقال اضرب فانک هکذا علی راسک تضرب قال الحسین نقلت لابی سلیمان لک وقع هذا قال نعم کما تسمعنی۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام گدھے کی سواری کرتے تھے وعن ابن مسعود کانت الانبیاء علیهم السلام یرکبون الحمر ویلبسون الصوف و یحلبون الشاة۔

حدیث شریف میں گدھے کی سواری اور بکری کا دودھ دوہنا تواضع کی علامت بتائی ہے۔ ایک بڑے استاد و مفتی جو اس وقت (۱۴۰۱ھ میں) زندہ ہیں نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ کہیں سے گدھا تلاش کرو اور اس کے مالک سے اجازت لو تاکہ میں ایک دفعہ اس پر سوار ہو جاؤں (کیونکہ وہ کبھی بھی گدھے پر سوار نہیں ہوئے تھے) تاکہ سنتِ انبیاء علیہم السلام پر عمل ہونے کے ساتھ اس علامتِ تواضع سے محروم نہ رہ جاؤں۔ چنانچہ ان کے لیے گدھا لایا گیا اور وہ اس پر سوار ہو کر پڑھانے کے لیے مدرسہ تک گئے۔ بہرحال متکبر آدمی گدھے پر لوگوں کے سامنے سوار ہونا پسند نہیں کرتا۔

اس بندہ کے نزدیک تکبر کے ازالہ و حصولِ علامتِ تواضع آج کل کی سواریوں میں سائیکل کی سواری کرنا ہے بس سائیکل آج کل کا گدھا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں متکبر لوگ کاروں وغیرہ میں سواری کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور سائیکل پر سوار ہونا اپنی ذلت سمجھتے ہیں۔ جس طرح عہدِ قدیم میں اُمراء و متکبرین گھوڑے، خچر، اونٹ کی سواری اختیار کرتے ہوئے گدھے پر سواری کو معیوب اور اپنی ہتک سمجھتے تھے چونکہ ہمارے زمانے میں سواریوں کا نظام بدل گیا ہے اب اسی طرح عرفِ عام میں سائیکل گدھے کی طرح غرباء و مساکین کی سواری ہے۔

گدھے کا گوشت باتفاقِ ائمہ حرام ہے قالہ ابن عبد البر وانما رُوِیت الرخصۃ فیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ البتہ جنگلی گدھا حلال ہے۔ صحیح احادیث میں اس کا شکار کرنا اور کھانا ثابت ہے۔

۸۔ **الثَّور**۔ بَیل۔ تابوتِ بنی اسرائیل کے بیان میں یعنی انّ آیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوتُ الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ ثَور کا معنی ہے بَیل۔ ای الذکر من البقر۔ مادہ کو ثورۃ کہتے ہیں۔ جمع ثیران وثیرۃ ہے۔ سمّی بذلک لانہ یثیر الارض کما سمّیت البقرۃ بقرۃ لانہا تبقرہا۔ ثور کا ذکر کئی احادیثِ مرفوعہ میں ثابت ہے۔ نسائی و صحیح مسلم میں ہے مرفوعاً عن ثوبان ان اھل الجنۃ حین یدخلونہا ینحر لہم ثور الجنۃ الذی کان یاکل من اطرافہا ویاکلون من زیادۃ کبد الحوت۔ وعن ابی ھریرۃؓ مرفوعاً ان الشمس والقمر ثوران فی النار یوم القیامۃ رواہ البزار وفی روایۃ ثوران عقیران فی النار۔

۹۔ **الحمامۃ**۔ کبوتر۔ قال فخذ اربعۃً من الطیر کی شرح میں مذکور ہے۔ حمامہ کا اطلاق ذکر و اُنثیٰ دونوں پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع حمام و حمائم و حمامات ہے۔ حمام عند المحققین مطلق کبوتر کا نام ہے خواہ جنگلی ہو خواہ مانوس۔ لکن کان الکسائی یقول الحمام ھو البری والیمام الذی یالف البیوت۔ وقال الاصمعی ان الیمام ھو الحمام البری والواحدۃ یمامۃ۔ بعض کتبِ اُدباء و اہلِ لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حمام صرف کبوتر کا نام نہیں ہے بلکہ ہر وہ پرندہ حمام کہلاتا ہے جو ذو طوق ہو والطوقُ الحُمرۃ او الخُضرۃ او السّواد المحیط بعنق الحمامۃ۔ چنانچہ امام شافعیؒ سے منقول ہے انّ کلّ ما عَبّ وھَدَرَ فھو حمام وان تفرّقت اسمائہ وما شرب قطرۃً قطرۃً کالدجاج فلیس بحمامۃ۔ عبّ کا اطلاق ہوتا ہے پرندے کے پانی پینے پر۔ قال بعض اھل اللغۃ ان الحمام یقع علی الذی

یألف البیوت ویستفرخ فیها وعلی الیمام والقمری والفواخت والدبسی والقطا والوراشین والزاغ وغیر ذلك من الطیور۔

وروی ابوداؤد عن ابی هریرة ؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلا یتبع حمامة فقال شیطان یتبع شیطانة۔ وروی الطبرانی ان النبی علیہ السلام کان یعجبه النظر الی الابترج والحمام الاحمر۔ ماہرین لکھتے ہیں کہ کبوتر میں انسان کی کئی خصلتیں موجود ہیں منها انه لیس من الحیوان ما یستعمل التقبیل عند السفاد الا الانسان والحمام وهو عفیف فی السفاد یجر ذنبه لیعفی اثر الانثی کانه قد علم ما فعلت فیجتهد فی اخفائه۔ ومنها ما قال المثنی بن هیر انه قال لم ار شیئا قط من رجل وامرأة الا وقد رایته فی الحمام رأیت حمامة لا تزید الا ذکرها وذکرا لا یرید الا انثاه الا ان یهلك احدهما۔ کبوتروں سے کھیلنا اور بطور مشغلہ ان کا اڑانا شرعاً درست نہیں ہے اور یہ موجب فقر ہے روی البیهقی فی الشعب عن سفیان الثوری انه قال کان اللعب بالحمام من عمل قوم لوط وقال ابراهیم النخعی من لعب بالحمام الطیارة لم یمت حتی یذوق الم الفقر۔

مسند بزار میں قصہ غار ثور وہجرت النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں ہے ان اللہ تعالیٰ امر العنکبوت فنسجت علی وجه الغار وارسل حمامتین وحشیتین فوقفتا علی فم الغار وان ذلك مما صدّ المشرکین عنه صلی اللہ علیہ وسلم وان حمام الحرمین من نسل تینك الحمامتین۔ ابن خلکان نے لکھا ہے ان شرف الدین بن عنین حضر درس فخر الدین الرازی بخوارزم فسقطت بالقرب منه حمامة ترتعد وقد طرحها بعض الجوارح فلما وقعت رجع عنها ولم تقدر الحمامة علی الطیران من خوفه وشدة البرد فلما قام الامام الرازی من الدرس وقف علیها ورق لها واخذها بیده فانشده ابن عنین بدیها منها۔ ؎

مَن نبّأ الورقاءَ أنّ مَحلّكم ... حَرَمٌ وأنك مَلجأٌ للخائف

وقدرت علیك وقد تدانی حتفها ... فحبوتها ببقائها المستأنف

لو أنها تُحبی بمال لانثنت ... من راحتیك بنائلٍ مُتضاعف

۱۰۔ **الدّجاجة**۔ مُرغی۔ آیت فلا تعضلوهن ان ینکحن الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ دجاجة کی جمع دجاج مثلث الدال ہے قاله ابن مالك۔ دجاجة کے معنی ہیں مرغی۔ اس میں تاء للوحدة ہے مثل حمامة۔ اس لیے دجاجة کا اطلاق ذکر وانثی دونوں پر ہوتا ہے۔ سُمیت دجاجة لکثرة اقبالها وادبارها وحرکتها یقال دجّ القوم اذا اقبلوا وادبروا۔ دجاجہ کی کنیت اُمّ الولید وام حفصہ وام جعفر وام عقبہ وام احدیٰ وعشرین وام نافع ہے۔ مشہور ہے کہ مرغی بہت کم سوتی ہے اور سوجانے کے بعد بہت جلد بیدار ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی نیند بمقدار خروج نفس ورجوع نفس ہے اور اس کا سبب خوف ہے جو ہر وقت اس پر سوار رہتا ہے۔

ماہرین کہتے ہیں کہ نر اور مادہ کا پتہ انڈے سے لگایا جا سکتا ہے۔ اگر انڈا طویل اور نرم اطراف والا ہو

تو اس کے اندر مادہ ہوگی اور اگر انڈا گول اور عریضۃ الاطراف ہو تو اس کے اندر نر ہوگا۔ کہتے ہیں کہ مرغی کا انڈہ گندگی میں دبا دیا جائے تو بھی اس کے اندر بچہ بن جاتا ہے۔ ویعرف الفرخ الذکر من الفرخ الانثی بعد عشرۃ ایام بان یعلق بمنقارہ فان تحرک فذکر وان سکن فانثی۔ ابن ماجہ میں ایک روایت ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعاً ان النبی علیہ السلام امر الاغنیاء باتخاذ الغنم وامر الفقراء باتخاذ الدجاج وقال عند اتخاذ الاغنیاء الدجاج یأذن اللہ بھلاک القریٰ۔ لیکن یہ حدیث محدثین کے نزدیک موضوع ہے اور بعض اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی راوی کذاب ہے قال ابن حبان کان یضع الحدیث۔ حدیث شیخین و ترمذی ہے عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأکل دجاجۃً قال ذلک فی حدیث طویل۔ کتاب کامل میں ہے عن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یأکل دجاجۃً امر بھا فربطت ایاماً ثم یأکلھا بعد ذلک۔ قال ابن وحشیۃ ودماغ الدجاجۃ اذا وضع علی لسعۃ الحیۃ خاصۃً ابرأھا۔

۱۱۔ **الدّیک**۔ مرغ۔ آیت فخذ اربعۃ من الطیر کی تفسیر میں مذکور ہے۔ دیک کا معنی ہے مرغ ای ذکر الدّجاج۔ اس کی کنیت ہے ابوحسان وابوحما وو ابوسلیمان و ابومدرج و ابونبھان و ابویقظان۔ مرغ میں متعدد اچھے اخلاق ہیں۔

اوّلاً یہ کہ وہ رات کے اوقات کو اچھی طرح جانتا ہے اور رات کو تقسیم کر کے اس کے متعدد حصوں میں اذان دیتا ہے اور اس میں اسے کبھی غلطی نہیں لگتی اِلّا نادراً۔ خواہ رات طویل ہو یا مختصر اور فجر سے کچھ قبل تا طلوعِ فجر مسلسل اذان دیتا رہتا ہے۔ تہذیب میں ترجمہ بزی راوی عن ابن کثیر کی مروی یہ حدیث مذکور ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدیک الابیض الافرق حبیبی وحبیب حبیبی جبرائیل یحرس بیته وستة عشر بیتا من جیرانه۔ طبریؒ نے یہ حدیث ذکر کی ہے ان النبی علیہ السلام کان له دیک ابیض۔ بعض کتابوں میں ہے ان الصحابۃ ؓ یسافرون بالدیکۃ لتعرفھم اوقات الصلوات۔

رُوی انه کان لسعید بن جبیرؒ دیک یقوم فی اللیل بصیاحه فلم یصح لیلۃً حتی اصبح فلم یصلّ سعیدٌ تلک اللیلۃ فشق ذلک علیه فقال ماله قطع اللہ صوته فلم یسمع له صوت بعد ذلک۔

ثانیاً عن ابی ھریرۃ ان النبی علیہ السلام قال اذا سمعتم صیاح الدیکۃ فاسألوا اللہ من فضله فانھا رأت ملکاً واذا سمعتم نھاق الحمیر فتعوّذوا باللہ من الشیطان فانھا رأت شیطاناً۔ قال القاضی العیاض سببه رجاء تأمین الملائکۃ علی الدعاء وشھادتھم له بالاخلاص والتضرع وفیه استحباب الدعاء عند حضور الصالحین والتبرّک بھم۔

ثالثاً رُوی الثعلبی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ اصوات یحبّھا اللہ صوت الدیک وصوت قاری القرآن

وصوت المستغفرين بالاسحار۔ وروی احمدؒ وابوداؤد عن زید بن خالد الجهنیؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تسبوا الدیك فانه یوقظ للصلوٰة وفی روایة فانه یدعو الی الصلوٰة وفیه دلیل علی ان کل من استفید منه الخیر لا ینبغی ان یسب ویستهان بل حقه ان یکرم ویشکر ویتلقی بالاحسان۔ وروی الحاکم فی المستدرك والطبرانی و رجاله رجال الصحیح عن ابی هریرةؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ اذن لی ان احدث عن دیك رجلاه فی الارض وعنقه منثنیة تحت العرش وهو یقول سبحانك ما اعظم شانك قال فیرد علیه ما یعلم ذلك من حلف بی کاذبا۔ وروی الحاکم عن معدان بن ابی طلحة عن عمرؓ انه قال علی المنبر رایت فی المنام کان دیکا نقر فی ثلث نقرات فقلت اعجمی یقتلنی وانی جعلت امری الی هؤلاء الستة الذین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو عنهم راض عثمان وعلیؓ وطلحة والزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنهم۔

۱۲۔ **الذُّباب** ۔ مکھی۔ ذباب اَن یضرب مثلاً ما بعوضة کی شرح میں مذکور ہے۔ ذباب کا واحد ذُبابۃٌ ہے۔ ذُباب اسم جنس ہے۔ جمع قلت اذِبّۃ ہے مثل اہلّۃ جمع ہلال۔ اور جمع کثرت ذِبّان بکسر ذال وتشدید باء ہے۔ کہتے ہیں اَرضٌ مَذِبّۃ بفتح المیم والذال۔ یعنی وہ زمین جس میں مکھیاں زیادہ ہوں۔ لیکن فراء کہتے ہیں کہ یوں کہنا چاہیے ارض مذبوبۃ ای ذات ذُباب۔ کما یقال ارض موحوشة۔ ای ذات الوحوش۔ ذباب کی کنیت ابوحفص وابوحکیم وابوالحدرس ہے۔ ذباب کو ذباب اس لیے کہتے ہیں لکثرۃ حرکتہ واضطرابہ۔ وقیل لانہ کلما ذُبّ اٰب۔ اولانہ یُذَبُّ ای یُدفع۔ افلاطون کا قول ہے کہ ذباب سب چیزوں سے زیادہ حریص ہے۔ مکھی کے اجفان یعنی آبرو نہیں ہیں اور آبرو ہی آنکھ کو گرد وغبار سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجفان کا کام مکھی کے دو ہاتھوں کے ذمہ لگا دیا ہے اس لیے مکھی ہر وقت اپنے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں صاف کرتی رہتی ہے۔

مکھی عفونت اور گندی چیزوں سے پیدا ہوتی ہے۔ مچھر کی طرح اس کی بھی خرطوم ہوتی ہے جو اس کی خوراک کا آلہ ہے۔ ماہرین حیوانات کہتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ مکھی سفید چیز پر سیاہ گندگی اور سیاہ کپڑے پر سفید گندگی ڈالتی ہے اور کدو کی بیل پر مکھی نہیں بیٹھتی یا بہت کم بیٹھتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل کا سایہ فرمادیا جب وہ مچھلی کے پیٹ سے نکلے تاکہ مکھیاں اُن پر بیٹھ کر انھیں تکلیف نہ پہنچا سکیں۔ شاعر ابو العلاء کہتا ہے ؎

یا طالب الرزق الهنیئ بقوة ... هیهات انت بباطل مشغوف

رعت الاسود بقوة جیف الفلا ... ورعی الذباب الشهد هو ضعیف

مکھی کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے بڑے اسرار ہیں کما حدث یحیی بن معاذ ان ابا جعفر المنصور کان جالسا فالح علی وجهه ذبابٌ حتی اضجره فقال انظروا من فی الباب فقالوا مقاتل بن سلیمان فقال علیّ به فلما دخل علیه قال له هل تعلم لما ذا خلق اللہ الذباب۔ قال نعم لیذل به الجبابرة۔ فسکت المنصور۔ مقاتل موصوف مشہور محدث ومفسر

گزرے ہیں۔ تاریخ ابن نجار میں ہے بسند متصل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یقع علی جسدہٖ ولا ثیابہ ذبابٌ اصلا۔

مرفوع حدیث ہے ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قال اذا وقع الذباب فی اناء احدِکم فلیمقلہ فان فی احد جناحیہ داءً وفی الآخر دواءً وانہ یتقی بجناحہ الذی فیہ الداء رواہ ابن ماجہ والبخاری والنسائی۔ بعض علما کہتے ہیں کہ بڑے تامل و تجربہ کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ مکھی بائیں جانب کے پَر کے ذریعہ اپنی حفاظت کرتی ہے اس لیے اولاً پانی وغیرہ میں بایاں پر ڈالتی ہے اور یہی جانب مناسبِ دوا رہے اور دائیں جانب مناسبِ دوا رہے۔ عربی زبان میں مکھی کا بہت ذکر آیا ہے چنانچہ کہتے ہیں اَجرَأُ من ذُبابۃ واھون من ذبابۃ واخطأُ من ذبابۃ۔

۱۳۔ الزنبور۔ بھڑ۔ اس کی جمع زنابیر ہے۔ زنبور آیت ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلا ما بعوضۃً کے تحت شرح میں مذکور ہے۔ ابن خالویہ نے کتاب لیث میں لکھا ہے کہ بھڑ کی کنیت ابو علی ہے زنبور کی متعدد انواع ہیں۔ روایت ہے کہ حسان بن ثابت رضؓ کا بیٹا عبدالرحمٰن ایک دن روتا ہوا باپ کے پاس آیا اس وقت عبدالرحمٰن چھوٹا بچہ تھا فقال لہ حسان مایبکیک فقال لسعنی طائرٌ کانہ ملتفٌّ فی بُردی حِبَرٍ فقال حسان یا بنی قلت الشعر ورب الکعبۃ ای ستقولہ ۔ وما احسن ما قیل ؎

والزنبور والبازی جمیعا لدی الطیران اجنحۃ وخفقُ
ولکن بین ما یصطادُ بازٌ وما یصطادُہ الزنبور فرقُ

وعن انس رضؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قتل زنبورًا اکتسب ثلث حسنات ولکن یکرہُ احراقُ بیوتہ بالنار قالہ الخطابی فی معالم السنن۔ وسُئل امام احمد عن تدخین بیوتِ الزنابیر فقال اذا خشی اذاھا فلا بأس بہ وھو احبُّ الیّ من تحریقھا۔

۱۴۔ السُّمانیٰ۔ بضم السین وفتح النون بروزن جاری۔ بٹیر۔ مَنّ وسَلویٰ کی تفسیر علامہ بیضاوی نے تُرنجبین و سُمانی سے کرتے ہیں۔ سمانی یعنی بٹیر مشہور پرندہ ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بچے انڈوں سے نکلتے ہی فی الفور اڑنے لگتے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ یہ سردی میں خاموش رہتا ہے اور موسم ربیع آتے ہی وہ آواز نکالتا ہے اور شور کرتا ہے۔

بٹیر اُن پرندوں میں سے ہے جن کے بارے میں صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بحر ملح سے نکل کر آتے ہیں۔ بٹیر حلال ہے اور اس کا گوشت بڑا لذیذ ہوتا ہے۔ اور اس کا گوشت دردِ گردہ کے لیے جس کا سبب پتھری ہو مفید ہے۔ کیونکہ اس کا گوشت پتھری کو توڑتا ہے اور پیشاب کی نالی کو صاف کرتا ہے۔ اور اس کے خون کا قطرہ کان میں ڈالیں تو وہ کان کے درد کے لیے مفید ہے۔ سمانی وہی سلویٰ ہے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ سلویٰ اور پرندہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سلویٰ شہد کا نام ہے۔

۱۵۔ **السمک** ۔ مچھلی ۔ اس کا واحد سمکۃ ہے ۔ جمع اسماک وسموک ہے ۔ انما حرم علیکم المیتۃ کی شرح میں سمک مذکور ہے ۔ حدیث شریف میں ہے احلت لنا میتتان ودمان الکبد والطحال والسمک والجراد ۔ رواہ الدار قطنی والبیہقی ۔ بحری حیوانات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے ۔ اور عند الشافعی وغیرہ تمام حیوانات بحری حلال ہیں ۔ بعض نے کلب وخنزیر بحری کا استثناء کیا ہے ۔ والتفصیل فی شروح الاحادیث ۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ مذکورہ صدر حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں صرف سمک کی حلت کا ذکر ہے ۔ حالانکہ سمندر بے شمار حیوانات کا مسکن ہے ۔ حدیث شریف ہے ان النبیّ علیہ السلام قال ان اللہ عزوجل خلق الف امۃ منہا ستمائۃ فی البحر واربعمائۃ فی البر ۔

قزوینی عجائب المخلوقات میں لکھتے ہیں عن عبد الرحمٰن بن ہارون المغربی قال رکبت بحر المغرب فوصلت الی موضع یقال لہ البرطون وکان معنا غلام صقلیٌّ معہ صنارۃ فالقاہا فی البحر فصاد بہا سمکۃ نحو الشبر فنظرنا فاذا خلف اذنہا الیمنیٰ مکتوب لا الٰہ الا اللہ ۔ وفی قفاہا محمدٌ وخلف اذنہا الیسریٰ رسول اللہ ۔

۱۶۔ **رُخال** ۔ بضم الراء ۔ جمع رَخِل ککتف وہو ولد الضأن ۔ ضأن کا اطلاق بھیڑ اور دُنبے پر ہوتا ہے ۔ آیت ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ الآیۃ کے تحت الناس کی شرح میں رُخال مذکور ہے ۔ بعض ماہرین علم عربیت کہتے ہیں کہ فُعال وزن اوزانِ جمع میں معروف نہیں ہے ۔ لہذا رخال اسم جمع ہے رَخِل کے لیے نہ کہ جمع ۔ اسی طرح اُناس بھی اسم جمع ہے نہ کہ جمع ۔

۱۷۔ **الشاۃ** ۔ بکرا ۔ بھیڑ ۔ آیت ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک کے بیان میں مذکور ہے ۔ شاۃ میں تاء تانیث نہیں بلکہ یہ تاء وحدت ہے ۔ لہذا ضأن ومعز کے ذکر وانثی دونوں پر شاۃ کا اطلاق ہوتا ہے ۔ لفظِ شاۃ اصل میں شاہۃ تھا کیونکہ اس کی تصغیر شویہۃ اور جمع شیاہ بالہاء ہے ۔

فی سنن ابن ماجہ وکامل ابن عدی فی ترجمۃ ابی رزین بن عبد اللہ من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعًا الشاۃ من دوابّ الجنۃ وفی البیہقی وغیرہ ان النبی علیہ السلام کان یکرہ من الشاۃ اذا ذُبحت سبعًا الذکر والانثیین والدم والمرارۃ والحیاء والغدۃ والمثانۃ ورُوی مسلم انہ کان بین مصلّی رسول اللہ و بین الحائط ممرّ الشاۃ ۔

وفی کتاب ربیع الابرار للزمخشری اختلطت غنم البادیۃ بغنم اہل الکوفۃ فسأل ابوحنیفۃ رحمہ اللہ کم تعیش الشاۃ قالوا سبع سنین فترک اکل لحم الغنم سبع سنین ۔ شاۃ سے متعلق لقمان حکیم سے ایک عجیب حکایت منقول ہے ۔ وہ حکایت یہ ہے انّ سیّدہ اعطاہ شاۃً وامرہ ان یذبحہا ویاتیہ باطیب ما فیہا فذبحہا واتاہ بقلبہا ولسانہا ثم اعطاہ فی یوم اٰخر شاۃً اُخری وامرہ ان یذبحہا ویاتیہ باخبث ما فیہا فذبحہا واتاہ

بقلبها ولسانها فسألته عن ذلك فقال هما أطيب فيها إن طابا وأخبث ما فيها إن خبثا۔

ابن عدی نے ایک اور عجیب وغریب حکایت ذکر کی ہے ان ابا جعفر البصری وکان من اهل الخیر والصلاح قال اضجعت شاة لاذبحها فمر ایوب السختیانی فالقیت الشفرة وقمت معه اتحدث فوثبت الشاة فحفرت فی اصل الحائط ودحرجت الشفرة فالقتها فی الحفرة والقت علیها التراب فقال لی ایوب اما ترى اما ترى فجعلت علی نفسی ان لا اذبح شیئا بعد ذلك الیوم۔

۱۸۔ **طاووس** ۔ آیت فخذ اربعة من الطیر کے بیان میں مذکور ہے۔ طاووس حسین ترین پرندہ ہے۔ اس کی کنیت ابوالحسن وابوالوشی ہے۔ طاووس پرندوں میں ایسا ہے جس طرح گھوڑا جانوروں میں۔ یہ گھوڑے کی طرح صاحب عجب وفخر وخود پسند ہے فی طبعه العفة وحب الزهو بنفسه والخیلاء والاعجاب بریشه وعقده لذنبه کالطاق لاسیما اذا کانت الانثی ناظرة الیه واعجب الامور انه مع حسنه یتشاءم به وفی امثال العرب ازهی من طاووس۔ طاووس کا گوشت حرام ہے اور عند البعض حلال ہے۔

۱۹۔ **عنقا** ۔ ختم الله علی قلوبهم وعلی سمعهم الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ عنقاء ایک پرندہ ہے۔ پہلے زمانے میں موجود تھا لیکن اب معدوم ہے۔ اہل منطق کے نزدیک یہ ایک فرضی پرندہ ہے جو کسی وقت موجود نہ تھا۔ یہ ان کی اصطلاح ہے۔ لیکن اہل تاریخ کی رائے میں عنقاء زمانہ قدیم میں موجود تھا۔ ابو العلاء معری کہتا ہے

الجود والخل والعنقاء ثالثة ۔۔۔ اسماء اشیاء لم توجد ولم تکن

اسے عنقاء مُغرب وعنقاء مغربۃ بھی کہتے ہیں۔ سُمیت بذلك لطول عنقها۔

وقیل هو طائر یکون عند مغرب الشمس قال القزوینی انها اعظم الطیر جثة واکبرها خلقة تخطف الفیل کما تخطف الحدأة الفأر وکانت فی قدیم الزمان بین الناس فتأذوا منها الی ان سلبت یوما عرسا بحلیها فدعا علیه حنظلة النبی علیه السلام فذهب الله بها الی بعض جزائر البحر المحیط وراء خط الاستواء وعند طیران عنقاء مغرب یسمع لاجنحتها دوی کدوی الرعد القاصف وتعیش الفی سنة وذکرها ارسطو فی بعض الکتب وذکر طریق اصطیاد الناس لها وقال ان لها بطنا کبطن الثور وعظام کعظام السبع وهی من اعظم سباع الطیر اھ

وذکر العکبری فی شرح المقامات کان بارض الرس جبل عالٍ فیه عنقاء وهی عظیمة لها وجه کوجه الانسان وفیها من کل حیوان شبه وهی من احسن الطیر فذهبت یوما بصبی ثم ذهبت بجاریة فشکوا ذلك الی نبیهم حنظلة بن صفوان علیه السلام فدعا بها فاصابتها صاعقة فاحترقت وکان حنظلة علیه السلام فی زمن الفترة بین عیسی ومحمد علیهما السلام اھ

وذکر ابن خلکان وغیره ان العزیز بن نزار بن المعز صاحب مصر اجتمع عنده من غرائب الحیوان مالم یجتمع عند غیره فمن ذلك العنقاء وهو طائر جاءه من صعید مصر فی طول البلشون لکنه اعظم جسما منه له لحیة وعلی

رأسه وقاية وفيه عدة الوان ومشابهة من طيور كثيرة۔

وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۳۱ ذکر حنظلۃ النبی علیہ السلام وذکر ان قومہ ابتلاھم اللہ تعالی بطیر عظیم ذی عنق طویل کان فیہ من کل لون فکان یتقضّ علی صبیانھم یخطفھم اذا اعوزہ الصید وکان اذا خطف احدًا منھم اغرب بہ ای ذھب بہ الی جھۃ المغرب فقیل لہ لطول عنقہ ولذھابہ الی جھۃ المغرب عنقاء مغرب فشکوا ذلک الی حنظلۃ علیہ السلام فدعا علی تلک العنقاء فارسل اللہ علیھا صاعقۃ فاھلکتھا ولم تعقب اھ حنظلہ علیہ السلام کے زمانے کے بارے میں بعض علماء مثل بیضاوی وزمخشری کہتے ہیں کہ ہمارے نبی وعیسی علیہما السلام کے مابین زمانہ فترۃ میں مبعوث ہوئے تھے۔ لیکن قولِ حق یہ ہے کہ وہ عیسی علیہ السلام سے مقدم ہیں۔

عنقاء نسناس وغیرہ بعض حیوانات چونکہ مفقود ہیں اس واسطے لوگوں میں ان کے بارے میں عجیب داستانیں اور غلط باتیں مشہور ہیں۔ نسناس کے بارے میں قزوینی لکھتے ہیں انہ امۃ من الامم لکل واحد منھم نصف بدن ونصف رأس ویدو رجل کانہ شق انسان نصفین یقفز علی رجل واحدۃ قفزا شدیدًا ویعدو عدوًا شدیدًا منکرًا وقال المیدانی فی کتاب الامثال ان الناس یأکلون النسناس یقال انھم من نسل ارم بن سام اخی عاد وثمود لیست لھم عقول وھم یتکلمون بالعربیۃ ویتسمون باسامی العرب ویقولون الاشعار اھ یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔ وروی ابونعیم فی الحلیۃ عن ابن عباس انہ قال ذھب الناس وبقی النسناس قیل ما النسناس قال الذین یتشبھون بالناس ولیسوا منھم۔

بعض نے کہا ہے کہ حیوان ناطق تین قسم پر ہے ناس ونسناس ونسانس۔ اور جن کی دو نوعیں ہیں۔ اول جن جو قوی واعلی ہیں۔ دوم جن اور یہ ضعیف نوع ہے۔ اس قسم کی باتیں اہل علم واہل تاریخ کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۱ ص ۳۶۵ پر لکھا ہے کہ عنقاء مغرب کی طرح نسناس سے متعلق حکایات بھی صحیح نہیں ہیں۔ مسعودی فرماتے ہیں وقد زعم کثیر من الناس ان الحیوان الناطق ثلاثۃ اجناس ناس ونسناس ونسانس وھذا محال من القول لان النسناس انما وقع ھذا الاسم علی السفلۃ من الناس والرذال وقد قال الحسن ذھب الناس وبقی النسناس قال الشاعر ؎

ذھب الناس فاستقلوا وصرنا خلفا فی اراذل النسناس

اراد بہ ماوصفنا ای ذھب الناس وبقی من لاخیر فیہ (وقد ذھب) کثیر من الناس الی ان الجن نوعان اعلاھم واشدھم الجن واضعفھم الحن وانشد الراجز

مختلف سحرھم جن وحن

وھذا التفصیل بین الجنسین من الجن لم یرد بہ خبر ولا صح بہ اثر وانما ذلک من توھم الاعراب علی ما بیناہ انفا وقد غلب علی کثیر من العوام الاخبار عن معرفۃ النسناس وصحۃ وجودہ فی العالم کالاخبار عن وجود الصین وغیرھا

من الممالك النائية والامصار القاصية فبعضهم يخبر عن وجودهم فى المشرق وبعضهم فى المغرب فاهل الشرق يذكرون كونها بالمغرب واهل المغرب يذكرون انها بالمشرق وكذلك كل صقع من البلاد يسير سلطانه الى ان النسناس فيما بعد عنهم من البلاد ونأى عن الديار وقد رووا فى ذلك خبرا مخرجه من طريق الاحاد ان ذلك فى بلاد حضرموت من الشحر وهو ما ذكرناه عن عبد الله بن كثير بن عفير المصرى عن ابيه يعقوب بن الحرث بن لخيم عن شيبة بن الحرث التميمى قال قدمت الشحر فنزلت على راسها فتذاكرنا النسناس فقلت صيد والنا منها فلما ان رجعت اليه اذا بنسناس منهم بعض اعوانه المهرة فقال لى النسناس انا بالله وبك فقلت لهم حلوه فحلوه فلما حضر الغداء قال هل اصطدتم منها شيئا قالوا نعم ولكن خلاه ضيفك قال استعدوا فانا خارجون فى قنصه فلما خرجنا اذا ذلك السرح خرج منها واحد يعدو وله وجه كوجه الانسان وشعرات فى ذقنه ومثل الثدى فى صدره ومثل بجلى انسان رجلاه وقد اظله كلبان وهو يقول ؎

الويل لى مما به دهانى ... دهرى من الهموم والاحزان
قفا قليلا ايها الركبان ... واستمعا قولى وصدقانى
انكما حين تحاربانى ... الفيتمانى حضر ايمانى
لولا سباتى ما ملكتمانى ... حتى تموتا او تفارقانى
لست بخوار ولا جبان ... ولا بنكس رعش الجنان
لكن قضاء الملك الرحمن ... يذل ذا القوة والسلطان

قال فالتقيا به كلبان فاخذاه ويزعمون انهم ذبحوا منها نسناسا فقال اخر من شجرة كان ياكل السماق قال فقالوا نسناس اخر خذوه فاخذوه وذبحوه وقالوا لوسكت هذا لم يعلم بمكانه فقال نسناس من شجرة اخرى انا صمت فاخذوه فذبحوه وقالوا لوسكت هذا لم يعلم بمكانه فقال نسناس من شجرة اخرى يا لسان احفظ الرأس قالوا نسناس خذوه فاخذوه وزعم من روى هذا الخبر ان المهرة تصطادها فى بلادها وتاكلها قال المسعودى وجدت اهل الشحر من بلاد حضرموت وساحلها وهى تسعون مدينة على الشاطئ من ارض الاحقاف وهى ارض الرمل وغيرها مما اتصل بهذه الديار من ارض اليمن وغيرها من عمان وارض المهرة يستظرفون اخبار النسناس اذا ما حدثوها ويتعجبون من وصفه ويتوهمون انه ببعض بقاع الارض مما قد نأى عنهم وبعد كسماع غيرهم من اهل البلاد بذلك عنهم وهذا يدل على عدم كونه فى العالم وانما ذلك من هوس العامة واختلاطها كما وقع لهم اخبار عنقاء مغرب وهذا يدل على عدم كونه فى العالم وروى فيه حديثا عزوه الى ابن عباس ونحن لم نحل وجود النسناس والعنقاء وغير ذلك مما اتصل بهذا النوع من الحيوان الغريب النادر فى العالم من طريق العقل فان ذلك غير ممتنع فى القدرة لكن احلنا ذلك لان الخبر القاطع للعذر لم يرد بصحة وجود ذلك فى العالم و

هذا باب هو داخل فى حيز الممكن الجائز خارج عن باب الممتنع والواجب ويحتمل هذه الانواع من الحيوان النادر ذكرها كالنسناس والعنقاء والعربد وما تصل بهذا المعنى ان تكون انواعا من الحيوان اخرجتها الطبيعة من القدرة الى الفعل ولم تحكمه ولم يتأت فيه الطبع كتأتيه فى غيره من الحيوان فبقى شاذا فريدا متوحشا نادرا فى العالم طالبا للبقاع النائية من البر مباينا لسائر انواع الحيوان من الناطقين وغيرهم للضدية التى فيه لغيره مما قد احكمته الطبيعة وعدم تشاكله والمناسبة التى بينه وبين غيره من اجناس الحيوان وانواعه والله تعالى اعلم بصحة هذا الخبر وليس لنا فى ذلك الا النقل وان نعزوه الى راويه وهو المقلد بعلم ذلك فيما حكاه ورواه فينظمه على حسب ما يأتى نظمه فى ذلك الموضع المستحق له والله ولى التوفيق برحمته (واما ما ذكره) عن ابن عباس فهو خبر يتصل بخبر خالد بن سنان العبسى وقد قدمنا فيما سلف من هذا الكتاب خبر خالد بن سنان العبسى وانه ذكر انه كان فى الفترة بين عيسى ومحمد عليهما الصلاة والسلام وذكرنا خبره مع النار واطفائه لها فلنذكر الان خبر العنقاء) على حسب ما رووه فلا بد من اعادة خبر خالد لذكر العنقاء واتساع الخبرين وفحوى هذه الاخبار كلها عن ابن عفير حدث الحسن بن ابراهيم قال حدثنا محمد بن عبد الله المروزى قال حدثنا اسد بن سعيد بن كثير عن ابن عفير عن عكرمة عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله خلق طائرا فى الزمان الاول من احسن الطير وجعل فيه من كل جنس قسطا وخلق وجهه على مثال وجوه الناس وكان فى اجنحته كل لون حسن من الريش وخلق له اربعة اجنحة من كل جانب منه وخلق له يدين فيهما مخالب وله منقار على صفة منقار العقاب غليظ الاصل وجعل له ابناء على مثاله وسماها بالعنقاء واوحى الله تعالى الى موسى ابن عمران انى خلقت طائرا عجيبا خلقته ذكرا وانثى وجعلت رزقه فى وحش بيت المقدس وانستك بهما ليكونا مما فضلت به بنى اسرائيل فلم يزالا يتناسلان حتى كثر نسلهما وادخل الله موسى وبنى اسرائيل فى التيه فمكثوا فيه اربعين سنة حتى مات موسى وهارون فى التيه وجميع من كان مع موسى من بنى اسرائيل وكانوا ستمائة الف وخلفهم نسلهم فى التيه ثم اخرجهم الله تعالى من التيه مع يوشع بن نون تلميذ موسى ووصيه فانتقل ذلك الطائر فوقع بنجد والحجاز فى بلاد قيس عيلان ولم يزل هنالك ياكل من الوحوش ويأكل الصبيان وغير ذلك من البهائم الى ان ظهر نبى من بنى عبس بين عيسى ومحمد صلى الله عليهما وسلم يقال له خالد بن سنان فشكا اليه الناس ما كانت العنقاء تفعل بالصبيان فدعا الله عليها فقطع نسلها فبقيت صورتها تحكى فى البسط وغير ذلك (وقد ذهب جماعة) من ذوى الدراية الى ان اقوال الناس فى امثالهم عنقاء مغرب انما هو للامر العجيب النادر وقوعه وقولهم جاء فلان بعنقاء مغرب يريدون انه جاء بامر عجيب قال شاعرهم

وصبحهم بالجيش عنقاء مغرب

والعنق السرعة قال ابن عباس وكان خالد بن سنان نبى بنى عبس بشر برسول الله صلى الله عليه وسلم فلما حضرته

الوفاة قال لقومه اذا انا مت فادفنوني في حقف من هذه الاحقاف وهي تلول عظام من الرمل واحرسوا قبري اياما فاذا رأيتم حمارا اشهب ابتر يدور حول الحقف الذي فيه قبري اياما فاجتمعوا ثم انبشوا قبري واخرجوني الى شفير القبر واحضروا لي كاتبا ومعه ما يكتب فيه حتى املي عليكم ما يكون وما يحدث الى يوم القيامة قال فرصدوا قبره واجتمعوا عليه لينبشوه كما امرهم فحضر ولده وشهر واسيوفهم وقالوا والله لا تركنا احدا ينبشه اتريدون ان نعير بذلك غدا وتقول لنا العرب هؤلاء ولد المنبوش فانصرفوا عنه وتركوه قال ابن عباس وردت ابنة له عجوز قد عمرت على النبي صلى الله عليه وسلم فتلقاها بخير واكرمها واسلمت وقال لها مرحبا بابنة نبي ضيعه اهله انتهى كلام المسعودي بحذف۔

۲۰۔ **العجل**۔ گائے کا چھوٹا بچہ۔ قصہ بنی اسرائیل میں عجل مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ثم اتخذتم العجل من بعدہ۔ عجل کی جمع عجول ہے۔ مفرد میں عجّول بکسر عین وتشدید جیم بھی مستعمل ہے جمع عجاجیل ہے۔ مادہ کو عجلۃ کہتے ہیں۔ سمّی عجلًا لاستعجال بنی اسرائیل عبادته وكانت مدة عبادتهم له اربعين يومًا فعوقبوا في التيه اربعين سنة ستة في مقابلة يوم۔ وعن حذيفة بن اليمان ان النبي عليه السلام قال لكل امة عجلٌ وعجل هذه الامة الدينار والدرهم۔

فائدہ۔ اس فائدہ میں ہم تفصیل اولادِ حیوانات پیش کرتے ہیں۔ ولد بقرہ کو جب کہ وہ چھوٹا ہو عجل کہتے ہیں۔ ولد حمار کو بحش۔ ولد فرس کو مُہر۔ ولد ناقہ کو حُوار۔ ولد فیل کو دَغفل۔ ولد شاۃ کو حَمل۔ خصوصًا بکری کے ولد کو جدی۔ ولد اسد کو شبل۔ ولد ظبی کو خشف۔ ولد ضبع کو فُرعُل۔ ولد دُبّ کو دُبَیسم۔ ولد خنزیر کو خنّاص۔ ولد ثعلب کو ہجرس۔ ولد کلب کو جِروٌ۔ ولد فارہ کو درص۔ ولد ضبّ کو حِسل۔ ولد قرد کو قشۃ۔ ولد ارنب کو خرنق۔ ولد حیّۃ کو حریش۔ ولد دجاج کو فرّوج کہتے ہیں۔ ولد نعام کو رَأل۔ ولد عصفور کو فرخ کہتے ہیں۔ کذا قال الثعلبی فی فقہ اللغۃ۔ ص ۹۳۔

۲۱۔ **العنکبوت**۔ مکڑی۔ آیت ان یضرب مثلًا ما بعوضۃ کے ذیل میں یہ مذکور ہے۔ اس کی جمع عناکب ہے۔ کنیت ابو جبّہ و ابو قشعم اور انثی کی ام قشعم ہے۔ اس کی آٹھ ٹانگیں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں۔ افلاطون لکھتا ہے اشیاء میں حریص تر مکھی ہے اور قانع وصابر تر مکڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حریص تر کو قانع کا رزق مقرر فرما دیا ہے۔ فسبحان اللطیف الخبیر۔ مکڑی کے جالے سے گھر کو صاف رکھنا چاہیے کیونکہ اس سے فقر و افلاس پیدا ہوتا ہے۔ فاسند ابن عطیۃ وغیرہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ قال طهروا بيوتكم من نسج العنكبوت فان تركه في البيت يورث الفقر۔ وفي مراسيل ابي داؤد عن يزيد بن يزيد ان النبي عليه السلام قال ان العنكبوت شيطانٌ فاقتلوه۔

عنکبوت کا مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے کیونکہ اس نے غارِ ثور پر فوراً بڑا جالا بنا دیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو مشرکین کے شر سے محفوظ رکھا۔ وفي الحلية لابي نعيم عن عطاء بن ميسرة قال نسجت

العنکبوت مرّتین علی نبیّین علی داؤد حین کان جالوت یطلبہ وعلی النبی علیہ الصلاۃ والسلام فی الغار۔ وفی تاریخ ابن عساکر انّ العنکبوت نسجت ایضاً علی عورۃ زید بن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہم لما صُلِب عُریانًا فی ۱۲۱ھ فاقام مصلوبًا اربع سنین۔ قرآن میں ہے وانّ اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون۔

۲۲۔ **الغُراب**۔ کوّا۔ آیت شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کی تفسیر میں غراب مذکور ہے۔ غراب کو غراب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سیاہ ہوتا ہے اور یہ مادۂ غ ر ب سیاہی پر دلالت کرتا ہے قال اللہ تعالیٰ وغرابیب سود۔ وروی راشد بن سعدٍ ان النبی علیہ السلام قال انّ اللہ تعالیٰ یبغض الشیخ الغربیب اس کی تفسیر راشد بن سعد نے یہ کی ہے کہ مراد وہ شیخ ہے جو بالوں کو سیاہ خضاب لگائے۔ غراب کی متعدد جموع مستعمل ہیں جو ابن مالک نے اس شعر میں جمع کی ہیں ؎

بالغُرابِ اجمع غرابًا ثم اَغرِبۃ واَغرُبٍ وغرابینٍ وغِربان

غراب کی کنیتیں یہ ہیں ابو حاتم۔ ابو حدّاف۔ ابو الحراح۔ ابو حذر۔ وغیرہ۔ جن کا بیان لفظ ابن دایہ میں گزر چکا ہے۔ غراب کی متعدد اقسام ہیں۔ مثل غُداف وزاغ واَکحل وغراب الزرع۔ ایک قسم کا نام غراب اعصم ہے وہ بہت قلیل الوجود ہے۔ عرب میں مثل ہے اَعزّ من الغراب الاعصم۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم مثل المرأۃ الصالحۃ فی النساء کمثل الغراب الاعصم فی مائۃ غراب۔ رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامۃ۔ وفی روایۃ ابن ابی شیبۃ قیل یا رسول اللہ وما الغراب الاعصم؟ قال الذی احدی رجلیہ بیضاء۔ وعن عمرو بن العاصؓ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمرّ الظہران فاذا بغربان کثیرۃ فیہا غراب اعصم احمر المنقار والرجلین فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنۃ من النساء الا مثل ھذا الغراب فی ھذہ الغربان۔ واسنادہ صحیح اخرجہ احمد والحاکم۔

کوّوں کی ان اقسام کی حلّت وحرمت پر فقہاء نے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ بعض حرام، بعض مکروہ اور بعض مباح ہے۔ عرب بلکہ غیر عرب بھی کوّے کو بدشگون سمجھتے ہیں اور کسی سفر وغیرہ میں اگر کوّا ان کے سامنے آجاتا تو وہ اس کا مطلب یہ لیتے تھے کہ اس کام میں، تجارت میں اور سفر میں خسارہ اور نقصان ہوگا۔ اس لیے وہ کوّے کے نام سے غربت واغتراب وغریب کا اشتقاق کرتے تھے۔ کوّے کی ایک قسم شدید السواد ہے۔ اور ایک قسم غراب اَبقع ہے جس میں سواد وبیاض دونوں موجود ہوں۔ یہی غراب ابقع غرابِ بَین کہلاتا ہے قال صاحب المجالسۃ سُمّی غرابَ البَین لانہ بان عن نوح علی نبینا وعلیہ افضل الصلاۃ والسلام لما وجّھہ لینظر الی الماء فذھب ولم یرجع ولذلک تشاءموا بہ۔

حدیث میں کوّے کو فاسق کہا ہے اور یہ ان اجناسِ فواسق میں سے ہے جن کا قتل حِل وحرم میں جائز ہے

غراب بین اس لیے کہلاتا ہے کہ جب لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر چلے جاتے تو وہ ان کی جگہ پر آکر بیٹھ جاتا تھا۔ بین کا معنی فراق ہے گویا کہ یہ کوا فراق کی اطلاع دیتا ہے۔ اس لیے عرب اس سے تشاؤم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جہاں پر یہ زیادہ بیٹھتا ہے وہاں پر لوگوں میں فراق آتا ہے اور وہ علاقہ خراب وغیر آباد ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط عقیدہ ہے اور عقائد اسلام کے خلاف ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کوا واعظ ہے اور لوگوں کو فراق و فنا۔ اور تباہی کی طرف متوجہ کرتا ہے اور گویا کہ کہتا ہے کہ تمہارے فراق کے دن قریب ہیں اور کسی وقت تمہارے یہ گھر غیر آباد ہو جائیں گے کسی نے کوے کی لسانِ حال کے بارے میں کیا خوب کہا ہے ؎

أنوحُ على ذهابِ العُمرِ مِنّی ... وحقٌّ ان أنوحَ وأن أُنادِی
وأندبُ كلما عاينتُ ركبًا ... حدا بهم لوشكِ البين حادی
يُعنِّفنی الجهولُ إذا رآنی ... وقد أُلبستُ أثوابَ الحدادِ
فقلتُ له اتّعظْ بلسانِ حالی ... فانی قد نصحتُك باجتهادِ
وهاانا كالخطيبِ وليس بدعًا ... على الخُطباءِ أثوابُ السوادِ
أنوحُ على الطُلولِ فلم يُجبنی ... بِساحتِها سوى خُرسِ الجمادِ
فاكثر فی نواحيها نواحی ... من البينِ المفتِّتِ للفؤادِ
تيقّظْ يا ثقيلَ السمعِ وافهم ... اشارةَ مَن تَسيرُ به الغَوادی
فما من شاهدٍ فی الكونِ إلّا ... عليه من شهودِ الغيبِ بادی

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوا خوش خبری سناتا ہے کسی مسافر کے آنے کی یا تجارت میں کامیابی کی وغیرہ وغیرہ۔

ابو الہیثم کہتا ہے ان الغراب يُبصِر من تحت الارض بقدر منقاره۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اور پرندوں کے بجائے غراب اس لیے بھیجا کہ غراب کا مأخذ غربت ہے۔ غریب کا معنی ہے عجیب ونادر۔ مسافر کو بھی غریب کہتے ہیں۔ اور یہ قتل بھی دنیا میں پہلا قتل تھا اس لیے یہ قتل بھی بڑا غریب ومستغرب تھا تو اس لفظی مشابہت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غراب ہی کو بھیجا۔ کما صرح به القرآن۔

ایک حدیث ہے عن الزهری عن ابی واقد عن روح بن حبیب قال بينما انا عند ابی بكرؓ اذ أُتی بغراب وفيه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما صِيدَ قطّ صيدٌ إلّا بنقص من تسبيح ولا أنبتَ الله نابتةً إلّا وُكِّل بها ملكًا يُحصِی تسبيحها حتی يأتی به يوم القيامة ولا عضت شجرةٌ ولا قطعت إلّا بنقص من تسبيح ولا دخل علی امرئٍ مكروهٌ إلا بذنب وما عفا الله عنه اكثر يا غراب اعبد الله ثم خلّ سبيله۔

۲۳۔ **الفرس**۔ گھوڑا۔ آیت وآتی المال علی حبه ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل

والسائلین الخ کے تحت فرس مذکور ہے۔ فرس کی جمع افراس ہے۔ ذکر و انثیٰ دونوں پر فرس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ابن جنی و فراء کے نزدیک مادہ کو فرسۃ کہا جاتا ہے۔ گھوڑے سوار کو فارس کہتے ہیں۔ فرس کی کنیت ابوشجاع و ابوطالب و ابومُدرِک و ابومضی و ابوالضمار و ابوالمنجی ہے۔

حیوانات میں گھوڑا متعدد اخلاق میں انسان سے مشابہ ہے۔ کیونکہ اس میں انسان کی طرح علوِ ہمت و شرفِ نفس و کرم موجود ہوتا ہے۔ بعض عرب کا خیال ہے کہ یہ دراصل وحشی جانور تھا۔ سب سے پہلے اسے رام کر کے اس پر سواری حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کی ہے۔ حدیث شریف ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الشیطان لا یُحِبُّ احدًا فی دارِ فیھا فرس عتیق۔ رواہ الطبرانی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو گھوڑا اعرابی سے خریدا تھا اس کا قصہ مشہور ہے کہ جب اعرابی نے انکار کر دیا تو حضرت خزیمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گواہی دی تھی اس گھوڑے کا نام مرتجز تھا اور اعرابی کا نام سواد ابن حارث تھا۔ وفیہ فاقبل النبیّ علیہ السلام علی خزیمۃ فقال بما تشھد؟ قال بتصدیقك یارسول اللہ فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شھادۃ خزیمۃ شھادۃ رجلین۔ اخرجہ ابوداؤد والنسائی۔ ایک روایت میں ہے ھل حضرتنا یاخزیمۃ قال لا قال فکیف تشھد بذلك فقال خزیمۃ بأبی انت وامّی یارسول اللہ اصدقك علی اخبار السماء وما یکون فی غد ولا اصدقك فی ابتیاعك ھذا الفرس فقال علیہ الصلاۃ والسلام انك لذو الشھادتین یاخزیمۃ۔ وفی مسند الحارث ان النبی علیہ السلام ردّ الفرس علی ذلك الاعرابی وقال بارك اللہ لك فیھا۔ فاصبحت من الغد شائلۃً برجلیھا ای ماتت۔

ایک اور حدیث ہے عن ابن عمر مرفوعًا ان یکن الخیر فی شیٔ ففی ثلث المرأۃ والدار والفرس۔ وفی روایۃ الشؤم فی ثلث المرأۃ والدار والفرس۔ رواہ ابن ماجۃ۔ وعن سالم عن ابیہ ان النبی علیہ السلام قال البرکۃ فی ثلث فی الفرس والمرأۃ والدار۔ علامہ سہیلیؒ لکھتے ہیں کہ گھوڑے میں بیس اعضاء ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک کسی پرندے کے نام سے مسمّٰی ہے۔

۲۴۔ **فراشۃ**۔ اس کی جمع فراش ہے۔ آیت ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلًا ما بعوضۃً کے ذیل میں فراشہ مذکور ہے۔ فراش ان اڑنے والی چیزوں کا نام ہے جو رات کو چراغ پر آ کر گرتی ہیں۔ چراغ پر آ کر ان کے گرنے اور روشنی کی طرف اڑنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں دن کی روشنی چاہتی ہیں۔ جب رات کو چراغ کی روشنی دیکھتی ہیں تو وہ یہ خیال کرتی ہیں کہ ہم تاریک جگہ میں قید ہیں اور یہ چراغ روشن جگہ کی طرف ایک دریچہ اور سوراخ ہے۔ اس لیے وہ بار بار روشنی کی طرف اڑ کر اپنے آپ کو آگ میں ڈالتی ہیں۔ پھر جب وہ چراغ سے دوسری جانب کو گزر جاتی ہیں تو وہ سمجھتی ہیں کہ ہم عین دریچہ و سوراخ میں ابھی تک نہیں پہنچیں لہٰذا وہ پھر واپس آتی ہیں تا آنکہ وہ جل جاتی ہیں۔

انسان کو ان چیزوں کی جہالت پر ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو انسان کی جہالت فراش کی جہالت سے بہت زیادہ ہے اور خسارہ بھی بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ انسان شہواتِ نفسانیہ اور خواہشاتِ شیطانیہ میں اپنے آپ کو شب و روز ڈالتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تباہ ہو کر اور اپنی قیمتی زندگی ان میں ختم کر کے اپنے آپ کو آتشِ جہنم کا ایندھن بنا لیتا ہے۔ اس لیے امام غزالیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے فلیت جهل الآدمی کان کجهلِ الفراش فانها باغترارها بظاهر الضوء ان احترقت تخلصت فی الحال و الآدمی یبقی فی النار ابدَ الآباد اومدةً مدیدةً فلذلك کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انکم تتهافتون فی النار تهافت الفراش وانا آخذ بحجزکم۔

قال الله تعالیٰ یوم یکون الناس کالفراش المبثوث۔ هذا التشبیه بالفراش فی الکثرة والانتشار والضعف والذلة۔ وروی مسلم عن جابرؓ قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم ان مثلی ومثلکم کمثل رجل اوقد نارًا فجعل الجنادب والفراش یقعن فیها وهو یذبّهن عنها وانا آخذ بحجزکم عن النار وانتم تفلتون من یدی۔ وروی البیهقی عن النواس بن سمعانؓ ان النبی علیه السلام قال مالی اراکم تتهافتون فی الکذب تهافت الفراش فی النار۔ کل الکذب مکتوبٌ الا الکذب فی الحرب والکذب فی اصلاح ذات البین وکذب الرجل علی امرأته لیرضیها۔

۲۵۔ **القُراد**۔ چیچڑی۔ فراشہ و قُراد دونوں مذکورہ صدر آیت میں مذکور ہیں۔ قُراد کی جمع قُردان ہے۔ قُراد ایک جاندار ہے جو اونٹوں اور دوسرے جانوروں کا خون چوستا ہے۔ جانوروں کے لیے وہ ایسا ہے جیسے جُوں انسان کے لیے ہے یقال قَرَدَ بعیرك تقریدًا ای انزع منه القُراد ویقال اسمع من قُرادٍ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی قوت شنوائی بہت تیز ہے۔ کہتے ہیں کہ اونٹوں کے قدموں کی آہٹ ایک دن کی مسافت سے سُن لیتا ہے اور پھر وہ ان کی طرف حرکت شروع کر دیتا ہے۔ ویقال اعمر من قُراد۔ عرب کا یہ خیال تھا کہ قراد سات سو سال تک زندہ رہتا ہے۔ قال الشیخ حمزه وهذا من اکاذیبهم و انما الضجر منهم به دعاهم الی هذا القول فیه۔

۲۶۔ **القِردة**۔ بندر۔ قال الله تعالیٰ فقلنا لهم کونوا قردة خٰسئین۔ اس کی کنیت عرب کے نزدیک ابو خالد۔ ابو جبیب۔ ابو خلف۔ ابو ریّہ۔ ابو قشہ ہے۔ قِرْدٌ کی جمع قُرُودٌ اور قِرْدَةٌ ہے۔ بندر ذکی، سریع الفہم اور عجیب جانور ہے۔ وہ ہر قسم کی صنعت سکھانے پر سیکھ جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سلطانِ نوبہ نے خلیفہ متوکل باللہ کو ایک ایسا بندر دیا تھا جو درزی تھا اور ایک دوسرا بندر تھا جو صائغ یعنی زرگری کا کام کر سکتا تھا۔ بعض لوگ اسے اپنی دکان کی حفاظت سکھاتے ہیں اور بعض لوگ چوری کرنا سکھا دیتے ہیں تو وہ چوریاں کرتا ہے قردہ یعنی بندریا کے پیٹ سے بہ یک وقت دس یا بارہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ نر بندر اپنی مادہ کے بارے میں بڑے

غیرت مند ہوتے ہیں۔ بندر انسان کی طرح ہنستا کھیلتا اور نقلیں اتارتا ہے۔ انگلیاں اور ناخن بھی رکھتا ہے۔ انسان کی طرح مادہ اپنے بچوں کو اٹھاتی ہے۔

قدیم امتوں میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کی وجہ سے مسخ کرکے بندر بنا دیا تھا۔ روی الطبرانی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی آخر الزمان تأتی المرأۃ فتجد زوجھا قد مسخ قردًا فانہ لا یؤمن بالقدر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ وہ ممسوخ امتیں تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہیں۔ لہٰذا موجودہ بندروں کی نوع ان ممسوخین کی نسل سے نہیں ہے۔ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تین تناسل کا سلسلہ جاری رہا ففی صحیح مسلم عن ابی سعید وجابر رضی اللہ عنہم قالا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُتی بضب فابی ان یاکلہ وقال لا ادری لعلہ من القرون التی مُسخت۔

فائدہ مہمہ۔ بندر کی انسان سے مشابہتِ کثیرہ کے پیشِ نظر ڈارون نے یہ نظریہ پیش کیا جو آج کل یورپ اور یورپی تہذیب یافتہ لوگوں میں مقبول ہے کہ انسان بندر کی نسل سے تعلق رکھتا ہے اور انسان کی موجودہ صورت بندر کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ یعنی بندر ترقی کرکے انسان بن گیا۔ یہ نظریۂ ارتقاء کہلاتا ہے۔ ڈارون وغیرہ کے نزدیک انسان کی موجودہ ہیئت وصورت دفعۃً پیدا نہیں ہوئی بلکہ بطریقۂ ارتقاء یعنی بطریقۂ ترقی آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے ہزاروں لاکھوں سال میں ترقی کرکے ان کی شکل بدلتے بدلتے انسانی صورت تک پہنچی ہے۔

مگر یہ نظریہ موجبِ کفر ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی نصوص کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو دفعۃً مٹی سے بنایا اور پہلے انسان آدم علیہ السلام ہیں۔ اگر نظریۂ ارتقاء صحیح ہو تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ترقی آج کیوں بند ہے۔ بلکہ لازم ہے کہ اب بھی بعض بندر انسان بنتے جائیں۔ بہرحال اسلامی نقطۂ نظر سے نظریۂ ارتقاء باطل اور کفر ہے۔ اسلام میں ایسے گمراہ کن نظریے کی ذرہ بھر گنجائش نہیں ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہوئے نیکی سے بیگانہ ترقی اس کو کہتے ہیں　　جہاں انسان رہتے تھے وہاں بندر اُچھلتا ہے

یہ بندۂ عاجز وخاطی اس قسم کے جدید انکشافات ونظریات وعلومِ جدیدہ سے بخوبی واقف ہے اور نظریاتِ جدیدہ وانکشافاتِ حدیثہ کے مکمل پس منظر وتہ منظر وتفصیلات وجرح وتعدیل، صحیح وخطاء سے باخبر ہے۔ وللہ الحمد وللفخر۔ لیکن اکثر طلبہ واہلِ علم اس قسم کے نظریات سے آگاہ نہیں ہوتے۔ نیز انہیں علومِ جدیدہ سے متعلق کتابیں عموماً دستیاب نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اضافۂ معلوماتِ طلبہ وعلماء کی خاطر ہم یہاں پر نظریۂ ارتقاء کے بارے میں کتبِ متعلقہ سے چیدہ چیدہ حوالے وعبارات من وعن ذکر کرتے ہیں نقلِ کفر کفر نہ باشد۔ امید ہے کہ ان حوالوں سے انہیں اہلِ یورپ کی گمراہی کی تفصیل اور اس کے چند اسباب ومبادی کا کچھ پتہ چل سکے گا نیز اس طرح علماء وطلبہ کو

اس گمراہ نظریہ کی تردید آسان ہو جائے گی۔ کتب متعلقہ کے چند حوالوں کے پیشِ نظر نظریۂ ارتقاء کی تشریح یہ ہے بعض ماہرینِ نظریۂ ارتقاء کی عبارات کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں:۔

مسئلۂ ارتقاء (۱)

"اگر غور سے دیکھا جائے تو اس دنیا میں ہر روز کوئی نہ کوئی نئی بات نظر آتی ہے۔ ہر شے میں اس حد تک تبدیلی نظر آتی ہے کہ لوگ دنیا کو تغیر پسند کہنے لگے۔ کسی طرف نظر ڈالیے ہر شے میں جدت محسوس کیجیے گا۔ اگر دنیا فی الحقیقت تغیر پسند واقع ہوئی ہے تو کوئی زمانہ ایسا بھی رہا ہوگا جب کہ موجودہ عالم کی صورت ہی کچھ اور ہوگی۔ اس نقطۂ نظر سے تخلیقِ عالم کے دقیق مسئلہ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

بالعموم ہر ذی عقل شخص کے دل و دماغ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کیونکر پیدا ہوئی؟ کیا جس شکل و صورت میں آج ہم ہر شے کو دیکھتے ہیں بعینہٖ اسی طرح یا اس سے ملتی جلتی کسی شکل میں یہ پیدا ہوئی تھی؟ آج جو مختلف قسم کے حیوانات، نباتات وغیرہ دکھائی دیتے ہیں کیا دنیا کے شروع میں بھی یہ ایسے ہی تھے؟ لیکن ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ دنیا تغیر پسند ہے۔ ایسی حالت میں آغازِ عالم کے وقت ان کی شکل و صورت کیا تھی؟ اس باب میں دو رائیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ دنیا کو پیدا کرتے وقت خالق نے ہر شے کو اسی صورت میں خلق کیا جیسی وہ آج نظر آتی ہے۔ دوسری رائے اس کے خلاف ہے کہ دنیا کے آغاز میں کائنات کی شکل و صورت یہی نہ تھی یہ تو اس کی ترقی یافتہ صورت ہے یہ دنیا بعض اجزاء کے اشتراک سے ایک دم وجود میں نہیں آ گئی بلکہ اس نے رفتہ رفتہ یہ صورت اختیار کی ہے۔

علماء نے ان دونوں نظریوں کی مکمل تحقیقات بہت زمانہ قبل کی ہے لیکن ہم ان کی پیروی نہ کریں گے بلکہ جدید تحقیقات کے مطابق اس مسئلہ پر غور کریں گے۔ دنیا کے وجود پذیر ہونے سے قبل ہماری زمین بھی نہ تھی تمام دنیا میں ایک نادیدنی مادّہ پھیلا ہوا تھا جس کو قدرت کا نام دیا گیا ہے۔ رفتار اور حرارت میں تغیر ہوتے ہوتے تمام سیارے اور ہماری زمین پیدا ہوئی۔ زمین بتدریج سرد ہوتی گئی اور حسبِ قانون ہوا، پانی وغیرہ وجود میں آئے بعد ازاں کائنات کا ارتقاء شروع ہو گیا۔

بعض لوگوں کو اس کی سچائی میں شک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو ہم تک یہ کیوں کر پہنچا؟۔ کیا اس ارتقاء کو کسی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟ کیا کسی نے کائنات کی پیدائش کی یہ کیفیت اسی صراحت کے ساتھ قلم بند کی تھی؟ اگر یہ نہیں ہوا ہے تو ہم کیونکر یقین کر سکتے ہیں کہ دنیا اسی طریقہ سے وجود میں آئی ہے۔

اس کے جواب میں پنڈت جواہر لال نہرو کی کتاب "باپ کے خطوط بیٹی کے نام" کا مندرجۂ ذیل حوالہ کافی ہوگا:

"خواہ ہمارے پاس اُس قدیم زمانہ کی تحریر شدہ کتب نہ ہوں تاہم خوش قسمتی سے ہمارے پاس کئی ایسی چیزیں موجود ہیں جو اس باب میں کتاب ہی کی طرح ہمیں بہت سی باتیں بتاتی ہیں۔ پہاڑ، چٹانیں، سمندر، ندیاں، کواکب،

ریگستان اور قدیم زمانے کے جانداروں کے پنجر اور اسی قبیل کی دیگر اشیاء ہمارے لیے وہ کتابیں ہیں جن سے آغازِ آفرینش کی کیفیت واضح ہو جاتی ہے۔ کائنات کی کہانی کو سمجھنے کا صحیح طریقہ یہی نہیں ہے کہ دوسروں کی تحریریں پڑھ لی جائیں، بلکہ خود قدرت کی کتاب کو پڑھنا چاہیے۔

آگے چل کر وہ لکھتا ہے ... " سڑک پر یا پہاڑ کے دامن میں چھوٹے موٹے پتھروں کو ہم دیکھتے ہیں وہ گویا قدرت کی کتاب کا ایک ایک ورق ہے اور اگر ہم اس کو پڑھ سکیں تو تھوڑی بہت باتیں ہم کو معلوم ہو سکتی ہیں ..... اگر کسی بڑی چٹان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیے جائیں تو ہر ٹکڑا کھردرا اور بے ڈول ہوگا سڑک پر پڑے ہوئے گول پتھر سے وہ بالکل متفرق ہوگا۔ فرض کرو وہ کسی پہاڑ کے دامن میں پڑا رہا۔ برسات کے دنوں میں بارش کا پانی اس کو وادی میں بہا کر کسی چشمے تک لے گیا، جہاں سے دھکے کھاتے کھاتے وہ ایک چھوٹی ندی میں جا پہنچا۔ چھوٹی ندی نے اس کو بڑی ندی میں پہنچا دیا۔ اس دوران میں رگڑیں کھاتے کھاتے اس کی نوکیں جھڑ گئیں اور کھردرا پن مٹ گیا۔ اب وہ چکنا اور چمک دار ہو گیا اس طرح وہ چکنا چمک دار گول مول بن گیا۔ کسی طرح وہ ندی سے خشکی میں پہنچ گیا اور اب ہم اسے سڑک وغیرہ پر دیکھتے ہیں۔ اگر وہ ندی کے باہر نہ ہو جاتا بلکہ اسی کے ساتھ بہتا رہتا تو وہ اور بھی چھوٹے سے چھوٹا ہوتا جاتا اور آخر میں ریت کا ذرہ بن کر اپنے اور ساتھیوں کے ساتھ سمندر کے اس ساحل کو خوشنما بناتا جہاں چھوٹے چھوٹے بچے ریت کے گھروندے بنا کر کھیلا کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا بیان پتھر کے ایک چھوٹے ٹکڑے کے ارتقاء کی دل کش تصویر ہے۔ اسی طرح قدرت کی دیگر اشیاء سے بھی کائنات کے ابتدائی ارتقاء کی کیفیت اچھی طرح واضح ہو سکتی ہے صرف وسعتِ نظر درکار ہے اور بس۔ کائنات میں دو قسم کی مخلوق ہے۔ ایک قائم اور دوسری متحرک۔ قائم مخلوق کی چھوٹی سے چھوٹی جنس بیکٹیریا کے نام سے مشہور ہے اور متحرک مخلوق کا سب سے چھوٹا جاندار امیبا کے نام سے۔ کیا تم نے ان دونوں کو کبھی دیکھا ہے؟ تم جواب دو گے نہیں۔ بات یہ ہے کہ آنکھ سے یہ نظر ہی نہیں آسکتے۔ ان کے دیکھنے کے لیے بہت بڑی طاقت کی خوردبین کی ضرورت ہے اور اس پر بھی بڑی توجہ اور غور سے نظر جمانے پر ان کی ہستی کا کچھ ثبوت ملتا ہے۔ ایک بال کی نوک پر یہ ہزاروں کی تعداد میں آسکتے ہیں۔ ان کا جسم خول کا بنا ہوتا ہے۔ کھانے پینے، کہنے سننے وغیرہ کے لیے کسی اور جان دار کی طرح امیبا میں خارجی حواس نہیں ہوتے۔ اس کے باوجود وہ کھاتا پیتا اور بچے دیتا ہے۔ ایک امیبا پھٹ کر دو ہو جاتے ہیں دو کے چار، چار کے آٹھ اور آٹھ کے سولہ۔ اسی التزام سے ان کا شمار بڑھتا جاتا ہے۔ ماہرین نظریۂ ارتقاء نے یہ ثابت کیا ہے کہ امیبا اور بیکٹیریا ہی ہماری اس کائنات کا مبدأ ہیں۔

ارتقاء کا مطلب ہے بتدریج ترقی کرنا۔ دوسرے الفاظ میں اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کسی مادّہ کا ایک

حالت سے نکل کر مقابلۃً اس سے زیادہ ترقی شدہ حالت میں داخل ہونا۔ اس طرح ارتقاء کا مطلب زمانۂ بعید میں ایک نئی جنس کی تخلیق ہوتا ہے۔

دنیائے سائنس میں ڈارون کو اس نظریہ کا گرو گھنٹال تسلیم کیا جاتا ہے۔ تاہم ڈارون سے قبل بفن، لیمارک، اسپنسر وغیرہ علماء نے مسئلہ ارتقاء کی توضیح وصراحت بہت اچھی طرح کر دی تھی۔ خود ڈارون کے والد ماجد اس مسئلہ کے بہترین ماہر تھے۔ ڈارون نے آغاز آفرینش (ORIGIN OF SPECIES) نامی کتاب لکھ کر بڑی نام وری حاصل کی ہے۔ یہ کتاب عام فہم اور سلیس زبان میں ہے۔

ڈارون کو بچپن ہی سے علم الحیات نیز علم نباتات کی دُھن سوار ہوگئی تھی قسم قسم کے کیڑے مکوڑے جمع کرنے کا انھیں شوق تھا۔ اپنی عمر کے بائیسویں سال (۱۸۳۱ء) میں انھیں ایک زریں موقع ہاتھ آیا۔ جنوبی امریکہ کی طرف ایک جہاز جارہا تھا۔ اس کے کپتان نے اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص علمی تحقیقات کے لیے سفر کرنا چاہے تو اس کو وہ اپنے جہاز میں نہایت خوشی سے جگہ دیں گے۔ ڈارون نے اپنی خدمات پیش کیں۔ پانچ برس کے متواتر سفر کے بعد انھوں نے اپنی تحقیقات کے نتائج شائع کیے۔

ڈارون کے دماغ میں ارتقاء کا نظریہ کیونکر سمایا؟ یہ ایک نہایت دل چسپ داستان ہے۔ ایک دن وہ مالتھس نامی مصنف کی ایک کتاب مطالعہ کر رہے تھے جس میں انسان کی ترقی پر اظہار خیالات کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مذکور تھا کہ انسان کی آبادی یا شمار میں اضافہ زمین کے توازن کے اعتبار سے ہوتا ہے اور قیام زندگی کے وسائل غلّہ وغیرہ پر بہت کم نظر ہوتی ہے اس سے ڈارون کا دماغ بیدار ہوگیا۔ اس کے بعد انھوں نے اس اصول کو تمام جانداروں اور نباتات پر بھی چسپاں کیا۔ اس سے انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حیوانات کے بڑھتے ہوئے شمار کے مقابلے میں جب غلہ وغیرہ کی فصل کم پیدا ہوگی تو ایک ایسا دن ضرور آئے گا کہ غلہ کی کشمکش زندگی کا باعث ہوگی۔ ظاہر ہے کہ کمزوروں کو کچل دیا جائے گا اور صرف وہی زندہ رہ سکیں گے جو اس وقت کے حالات کا مقابلہ کرنے کے قابل ہونگے اس طرح کسی زمانۂ بعید میں اس کشمکش کی نوبت آئے گی اور کٹتے چھٹتے ایک زمانہ میں ایک بالکل نئی جنس رُونما ہو جائے گی۔

ملکی آب وہوا کے لحاظ سے جان داروں کے رُوپ رنگ میں تبدیلی لابدی ہے اور یہ تبدیلی دوسری جنس کی قلّت پر پورا پورا اثر کرتی ہے۔ گلاب کی آج ہم صدہا اقسام دیکھتے ہیں۔ کیا وہ ابتدا ہی سے اتنے اقسام کے تھے؟ گھوڑے، گائے، بیل، بکری، انسان غرض ہر جنس کی بہت سی اقسام ہیں۔ لیکن ان میں بہت سی اقسام وہ ہیں کہ جن کا وجود کچھ زمانہ قبل بالکل نہ تھا۔ کتّوں کی صدہا اقسام پیدا ہوگئی ہیں۔ حتیٰ کہ ان کو برابر برابر کھڑا کر دیا جائے تو کسی کو یہ خیال بھی نہ ہو سکے گا کہ یہ سب ایک ہی کتّے سے پیدا ہوئے ہوں گے۔

جن حیوانات کو رات میں باہر نکلنا پڑتا ہے ان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے بھڑکیلا نہیں ہوتا۔ چوہے، اُلّو، چمگادڑ

اس کی بیّن مثال ہیں۔ اسی طرح جن جان داروں کو ہرے بھرے اور سرسبز مقامات میں رہنا پڑتا ہے ان کا رنگ بالعموم سبز ہوتا ہے۔ خشک گھاس میں رہنے والے جان داروں کا رنگ ان کے آس پاس کی فضا کے مطابق ہوتا ہے

بیشتر یہ تبدیلیاں ہمارے مختلف اعضاء کے زیادہ یا کم استعمال کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ خود ہمارے درمیان کسی کے بازو زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ کسی کی پیدل چلنے کی طاقت بڑھی چڑھی ہوتی ہے۔ کسی کا دماغ اچھا ہوتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے۔ جس شخص نے اپنے جس عضو سے زیادہ کام لیا وہی مضبوط اور ترقی پذیر ہوتا گیا۔ لوہار کے بازو اور فلسفیوں کا دماغ اسی لیے زیادہ مضبوط اور توانا ہوتے ہیں۔

بعض ایسے عضو بھی ہیں جن کا بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، پھر ان کی ترقی و قیام کی کیا خاص وجہ ہو سکتی ہے؟ مور کے پنکھ کے خوش نما رنگ اور ہرن کے ٹیڑھے میڑھے خوبصورت سینگ اب تک کیوں ضائع نہیں ہو گئے؟ کیونکہ ان سے تو کچھ کام نہیں لیا جاتا ہے۔ اگر غائر نظر سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ ان کی خوشنمائی اور خوبصورتی مادہ کو لبھانے میں ممد ہوتی ہے۔

آج تک جتنے جان دار پائے جاتے ہیں، نظریۂ ارتقاء کے مطابق، ابتدائے آفرینش میں وہ الگ الگ پیدا نہیں ہوئے تھے۔

ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کو لو۔ ان میں ہاتھی، گھوڑا، مچھلی، پرند، انسان، بندر وغیرہ صدہا اقسام ہیں اور پھر ہر قسم کی کئی اقسام ہیں۔ مثال کے طور پر ایک عام ٹٹو سے لے کر اعلیٰ درجہ کے عربی گھوڑے تک کتنا فرق ہے۔ ارتقائیوں کا قول ہے کہ یہ جنس ابتداءً ایک ہی جنس سے پیدا ہوئی ہیں۔ دیگر الفاظ میں اس کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ریڑھ والے تمام جان داروں کی پیدائش شروع میں ایک ہی نوع سے ہوئی ہے۔ ان کی ساخت، بدن کی یکسانیت اور ان کی پرانی عادات و خصائل ان کی بتدریج ترقی کا ثبوت ہیں۔

مسئلہ ارتقاء (۲)

اب تک ہم نے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے کہ ارتقاء کیا ہے۔ لیکن اب ہم آپ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو کہنے میں کچھ بے ڈھنگی سی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کو یہ سُن کر حیرت ہوگی کہ نظریۂ ارتقاء کے مطابق انسان بندر کی اولاد ہے۔ سچ مچ یہ کیسی بے معنی بات ہے۔ وہ انسان جو مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ، مہذب، ہر قسم کے عیش و آرام پر قادر، اپنی دماغی قوت سے زمین و آسمان کے قُلّابے ملا دینے والا اور ایک بالکل بے عقل اور وحشی جانور بندر کی اولاد، لیکن سچ پوچھو تو بات پتے کی ہے۔

کائنات میں ہمیں ایک طرح کی ترقی یا اصلاح نظر آتی ہے۔ اس کے متعلق گزشتہ باب میں کافی بحث ہو چکی ہے پھر اس بات کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان جان دار ہے۔ لہٰذا جب گھوڑا، زیبرا، گدھا وغیرہ مختلف جان دار

ایک ہی نوع سے پیدا ہوئے ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ انسان بھی کسی اپنے ایسے جان دار سے پیدا ہوا ہو اور پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے موجودہ درجہ کو پہنچا ہو۔ اس کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لیے مندرجہ ذیل مثالیں کافی ہوں گی۔

انسان کے جسم کی بتدریج ترقی کے باب میں متعدد علمائے سائنس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمارا مورثِ اعلیٰ ضرور کوئی بندر کے ایسا جان دار ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہکسلے نے ۱۸۶۳ء میں "کائنات میں انسان کا درجہ" نامی کتاب شائع کر کے اس پر روشنی ڈالی تھی۔ اس کے سات آٹھ برس کے بعد ڈارون نے "انسان کا زوال" نامی کتاب شائع کی۔ قدیم ہندستان کے علماء نے بھی بندر کے لیے لفظ وانر نہایت مناسب استعمال کیا تھا۔ مطلب یہ کہ بندر اور انسان کی مشابہت کوئی جدید انکشاف نہیں ہے۔

لوگ عام طور پر جن بندروں کو دیکھتے ہیں انھیں کو ارتقار کا مورثِ اعلیٰ تصور کرتے ہیں۔ لیکن بات در اصل کچھ اور ہی ہے۔

بندروں کو چار درجوں پر منقسم کیا جاتا ہے۔ گبن، آرنگ اُتانگ چمپانزی اور گوریلا ان کے نام ہیں۔ یہ چاروں ایک حد تک انسان سے ملتے جلتے ہیں۔ انسان کی طرح ان کے بھی ۳۲ دانت ہوتے ہیں۔ حالانکہ عام قسم کے بندروں کے ۳۶، ۴۰، ۴۴ دانت ہوتے ہیں۔ دُم ان چاروں میں کسی کی نہیں ہوتی۔ ان کی ناک، کان، ٹھڈی انسان کی ایسی ہوتی ہے۔ عام بندروں کی طرح ان کے گال میں تھیلی نہیں ہوتی۔ ان کے ہاتھ مقابلتہً کچھ بڑے ہوتے ہیں حتیٰ کہ چلتے وقت زمین سے ٹکراتے ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں میں پانچ پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ البتہ ان کے انگوٹھے اتنے موٹے نہیں ہوتے جتنے موٹے انسان کے ہوتے ہیں۔ اپنے پاؤں کے انگوٹھوں کو یہ حسبِ خواہش ہلا ڈلا سکتے ہیں۔

ان چاروں میں گبن سب سے چھوٹا اور نازک ہوتا ہے۔ یہ جزائر جاوا، بورنیو اور ملاکا، سیام، اراکان وغیرہ ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس کا قد زیادہ سے زیادہ ۳ فیٹ ہوتا ہے۔ تمام دن یہ درختوں ہی پر رہتا ہے شام کے وقت ان کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں زمین پر اترتی ہیں۔ انسان کی ذرا سی آہٹ پاتے ہی یہ بھاگ جاتے ہیں ان کی آواز بہت تیز ہوتی ہے اور بہت دور تک سُنائی دیتی ہے۔ ان کے چلّانے کی آواز بہت کچھ "کو ایک کو ہاہا" کی ایسی ہوتی ہے۔

مسطح زمین پر یہ انسان کی طرح دونوں پاؤں سے چلتے ہیں۔ چلنے میں جسم ایک طرف کو جُھکا ہوتا ہے۔ ہاتھ لمبے ہونے کی وجہ سے زمین سے ٹکراتے ہیں۔ ان کی چال کچھ عجیب سی ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ چلنے میں یہ اِدھر اُدھر جھوکا کھاتے ہیں اور ویسے ان کا چلنا بھی بھاگنے کے برابر ہوتا ہے۔ درختوں پر یہ ۲۰ فیٹ لمبی چھلانگ مار سکتے ہیں لیکن زمین پر زیادہ تیزی سے نہیں بھاگ سکتے۔ شکاری انھیں میدان میں نکال کر ہی ان کا پیچھا کرتے ہیں۔

طبیعت کے لحاظ سے گبن بہت غریب ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کو ستایا جائے تو انسان کو چپاڈ التا ہے۔

درختوں کی کونپلیں، پھل، پھول اور کیڑے اس کی غذا ہیں۔ پانی پیتے وقت ہاتھوں کو پانی میں ڈبو کر پانی کو زبان یا ہونٹوں سے چاٹتا ہے اس کو پالتو بنانے میں زیادہ دقت نہیں اٹھانی پڑتی۔ بچوں کی طرح یہ بھی ہر وقت کچھ نہ کچھ شرارت کرتے رہتے ہیں۔ یہ بہت سمجھ دار ہوتے ہیں۔ ذیل کے واقعہ سے اس کی تائید ہوگی۔

کسی انگریز نے ایک گبن پالا تھا۔ چیزوں کو ادھر اُدھر کر دینے کی اس کو بہت بُری عادت پڑ گئی تھی کاغذوں اور کتابوں کے تو وہ پرخچے اڑا دیتا تھا۔ غسل خانے سے صابن لے اڑتا تھا۔ اس کے لیے دو ایک بار اس کو سزا بھی دی گئی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ انگریز کمرے میں بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا تھا۔ گبن کھلا ہوا تھا اور وہیں موجود تھا۔ اپنے آقا کو اس نے لکھنے میں مصروف دیکھا تو صابن اڑا لے جانے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے آقا کی طرف دیکھا کہ وہ دیکھ تو نہیں رہا ہے اور چُپ چُپاتے صابن لے کر باہر جانے لگا۔ اس کے آقا نے اسے دیکھ لیا اور زور سے کچھ کہا گبن نے سمجھا کہ اس کی چوری پکڑی گئی۔ صابن کو اس نے وہیں رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا اور ایک قصوروار کی طرح چپ چاپ دور جا بیٹھا۔

آرنگ اُتانگ زیادہ سے زیادہ چار فیٹ اونچا ہوتا ہے جسم کچھ موٹا ہوتا ہے۔ یہ صرف سماترا اور بورنیو میں ہوتا ہے۔ زیادہ تر میدان کی جھاڑیوں میں رہتا ہے۔ کسی قدر سُست ہوتا ہے۔ رات کو سوتے وقت درختوں کی پتّیاں بچھا کر سوتا ہے۔ کبھی کبھی گھاس ہی پر پڑ رہتا ہے اور انسان کی طرح ایک ہاتھ کا تکیہ بنا لیتا ہے۔ ان کا اوڑھنا بھی پتّوں ہی کا ہوتا ہے۔ آفتاب غروب ہوتے ہی یہ سو جاتے ہیں اور طلوع آفتاب سے قبل کبھی نہیں اٹھتے۔

درختوں پر انسان کی طرح آہستہ آہستہ چڑھتے ہیں۔ گبن کی ایسی چھلانگیں مارنا انھیں نہیں آتا اور نہ زمین ہی پر سیدھے دوڑ سکتے ہیں۔ ان کا جسم مضبوط ہوتا ہے۔ شکاریوں سے اپنے بچاؤ کی زیادہ کوشش نہیں کرتا۔ درختوں کے پتے پھول اور پھل اس کی غذا ہیں۔ شکاری ان کو نیچے اتارنے کے لیے بالعموم مرچوں کی دُھونی دیتے ہیں اس سے یہ گھبرا کر خود بخود نیچے اُتر آتے ہیں۔

پروفیسر دیول کے سرکس کے ایک آدمی نے آرنگ اتانگ نامی چھوٹی سی کتاب میں شروع سے آخر تک ایک پالتو آرنگ اُتانگ کی کہانی لکھی ہے۔ اس کا نام اینی تھا۔ اینی کی قوتِ حافظہ اور نقل اتارنے کی مشق حیرت انگیز تھی۔ ہر کام کو بڑی توجہ سے دیکھنا اور پھر اسی سلسلے کے ساتھ خود بھی اس کو کرنا، یہ اس کا معمول تھا۔ ایک دن اس نے اپنے آقا کو ہاتھ مُنہ دھوتے دیکھا۔ اس کے بعد اس نے بھی ٹھیک اسی طرح شروع سے اخیر تک سب کام کیے۔ بُرش سے دانت صاف کیے، صابن لگایا، پانی ختم ہو جانے پر ملازم کو برتن دے کر اور پانی لانے کا اشارہ کیا۔ ان باتوں سے آرنگ اتانگ کی سمجھ داری کا بہترین ثبوت ملتا ہے۔

چمپانزی اور گوریلا صرف افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا قد پانچ فیٹ تک ہوتا ہے۔ چمپانزی بیٹھا ہوتا ہے تو بالکل انسان معلوم ہوتا ہے۔ گبن کی طرح شریر ہوتا ہے۔ ان کے گروہ میں سے اگر کوئی بندوق کا شکار ہو جائے

تو یہ شکاری پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پھر شکاری کے لیے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہوتا کہ اپنی بندوق ان کے حوالہ کر کے وہاں سے ٹل جائے۔ بندوق ہاتھ میں آتے ہی یہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں اور شکاری کا پیچھا کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

گوریلا سات آٹھ فیٹ تک اونچا ہوتا ہے۔ یہ بہت زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ ان میں نر کے مقابلہ میں مادہ کا شمار زیادہ ہوتا ہے۔ اور بندروں کے مقابلہ میں یہ زیادہ ظالم ہوتا ہے۔ انسان سے مُڈبھیڑ ہو جائے تو یہ بھاگتا نہیں بلکہ اسی پر حملہ کر دیتا ہے۔ اکیلا دُکیلا آدمی ان سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ بندوق کی نالی کو دانتوں سے چبا ڈالتا ہے۔ اس کو زندہ پکڑنا بہت مشکل ہے۔

مذکورہ بالا چاروں بندروں کا تذکرہ پڑھ کر کیا آپ کے دل میں یہ خیال نہیں اٹھتا کہ انسان بھی انھیں بندروں کی اصلاح شدہ صورت ہے۔ ہمیں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے ہمیں تین طریقوں سے کام لینا چاہیے۔ سب سے پہلے ہمیں انسان اور اُن بندروں کی جسمانی ساخت کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ دوسرے ان کے رحم میں جو مطابقت پائی جاتی ہے اس پر غور کرنا چاہیے۔ تیسرا اور زبردست ثبوت اُن پنجروں پر غور کرنے سے حاصل ہوگا جو بندر سے انسان بننے تک مختلف زینوں کی صورت میں پائے جاتے ہیں۔

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کی اندرونی جسمانی ساخت میں بہت کچھ مطابقت پائی جاتی ہے۔ عام بندروں اور انسان میں خارجی مطابقت بھی نمایاں ہے۔ ان میں بھی گوریلا چمپانزی وغیرہ انسان نما بندروں میں تو بظاہر کوئی فرق پایا ہی نہیں جاتا۔ دونوں کے پنجر چند معمولی مستثنیات کے علاوہ بالکل یکساں ہوتے ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی کے منکوں کی تعداد، دانت، ہاتھ، پاؤں کی ہڈیاں، جوڑوں، کمر، کولھوں، کندھوں وغیرہ کی ہڈیوں کی تعداد دونوں میں یکساں ہے۔ جگر میں چار تھیلیاں ٹھیک انسانوں کی طرح ہوتی ہیں۔ رگ، پٹھے دماغ، دورانِ خون کی نالیاں بھی ہر بات میں ملتی جلتی ہیں جس طرح انسان کے دماغ کے تین حصے ہیں ٹھیک ویسے ہی بندر کے بھی ہیں۔ جس طرح انسان کے پیٹ میں ناف سے تین اُنگل نیچے داہنے ہاتھ کی طرف آنت کا ایک چھوٹا سا حصہ نکلا رہتا ہے ٹھیک ویسا ہی اِن بندروں میں بھی ہوتا ہے۔ ہکسلے نے ثابت کیا ہے کہ انسان نما بندر جتنی مطابقت انسان سے رکھتے ہیں اُتنی مطابقت عام بندروں سے نہیں رکھتے۔ لہٰذا اس بات کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ انسان اور انسان نما بندروں کے مورثِ اعلیٰ ایک ہی تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس دعوے کو صحیح تسلیم نہ کر لیا جائے۔

بہتوں کو اس دعوے کو تسلیم کرنے میں چند وجوہ مانع ہیں جن کو بلا وجہ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو سیدھا چلنا کیسے آگیا۔ پھر انسان کا دماغ کس قدر کام کرتا ہے کہ اس کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ اس لیے بہت سے لوگ نظریۂ ارتقاء کو صحیح ماننے کے لیے تیار نہیں۔ لیکن اگر ہم غور سے کام لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے سیدھا چلنے کی عادت کچھ قدیم سے نہیں ہے، کیونکہ عارضۂ فتق اسی حالت میں لاحق ہوتا ہے جب غذا کی نالیوں اور

اور اس کے مختلف حصوں کے دباؤ کو کولھے کے پٹھے برداشت نہیں کر سکتے۔ اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ ہم سیدھے چلتے ہیں لیکن ابھی تک ہمارے پٹھے اس بوجھ کو برداشت کرنے کے قابل نہیں ہو سکے تم نے علم الصحت اور علم الابدان کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ انسان کے شکم کے پٹھے آنتوں کا بوجھ برداشت کرنے کے اُتنے ہی قابل ہوتے ہیں جتنے چوپایوں میں ہوتے ہیں۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے سیدھے چلنے کی عادت بہت پرانی نہیں ہے۔

رہا دماغ کا فرق! یہ دماغ کی ساخت میں نہیں ہوتا بلکہ وزن اور جسامت میں ہوتا ہے۔ دونوں کا دماغ ایک ہی کام کرتا ہے۔ جس طرح انسان کے دماغ میں مختلف طبقے اور مراکز ہیں وہی ان بندروں کے بھی ہوتے ہیں۔ وزن اور جسامت کا فرق کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ ایسی مثالیں مل چکی ہیں جن میں انسان کا دماغ بہت چھوٹا اور ہلکا تھا۔ تمام انسانوں کی قوتِ متخیلہ یکساں نہیں ہوتی۔ ایک جماعت کے طلبا مختلف قسم کے دماغ کے مالک ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی لڑکا سب میں اوّل ہوتا ہے اور کوئی آخری۔ یہ فرق کیوں؟ اس سے ظاہر ہے کہ دماغ کی کوئی نہ کوئی حالت ایسی ضروری ہوگی جب یہ بہت چھوٹا ہوگا اور اب چونکہ اس سے کام لیا جانے لگا ہے لہذا یہ بڑا اور مضبوط ہوگیا ہے۔ لہذا یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ بندر کی دماغ کی ترقی یافتہ صورت انسانی دماغ ہے نامناسب نہ ہوگا۔

دورانِ حمل کی کیفیات پر اگر غور کیا جائے تو دونوں میں بہت کچھ یکسانیت نظر آئے گی۔ ہر جاندار کی ابتدا حمل میں ایک چھوٹی سی تھیلی سے ہوتی ہے۔ اس تھیلی کی لمبائی $\frac{1}{12}$ انچ کے قریب ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ تھیلی بڑی ہونے لگتی ہے اور بڑھتے بڑھتے ایک لوتھڑا سی ہو جاتی ہے۔ اس لوتھڑے کے وسط میں ایک خلا پیدا ہونا شروع ہوتا ہے اور یہیں حمل کی نشوونما ہوتی ہے۔ شروع میں حمل کی جسامت قریب قریب $\frac{1}{50}$ انچ ہوتی ہے۔ ایک ہی ہفتہ میں اس کی جسامت دُگنی ہو جاتی ہے۔ اور پھر ہڈیاں، گوشت، خون وغیرہ بننا شروع ہو کر چوتھے مہینے حمل ظاہر ہوتا ہے۔

انسان کی دُم کے متعلق دورانِ حمل کی حالت سے ثبوت ملنا نہایت حیرت انگیز ہے۔ انسان اور گبن وغیرہ بندروں میں اگر موجودہ زمانے میں دُم نہیں ہوتی تو نہ سہی، لیکن حمل کی حالت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی زمانے میں ان کے دُم ضرور رہی ہوگی۔ انسان کا حمل جب ایک مہینے کا ہوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں کے جوڑ کے وسط میں دُم ہوتی ہے جو مڑی رہتی ہے۔ دم کی لمبائی اُس وقت کے پیروں سے تقریباً دگنی ہوتی ہے۔ لہذا ثابت ہوا ہے کہ کبھی نہ کبھی دونوں کے دم ضرور رہی ہوگی۔ ریڑھ کی ہڈی کا آخری منکا کسی قدر باہر کو نکلا ہوتا ہے اور عام طور پر اس کو دُمچی کہتے ہیں۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ یہی منکا ہماری قدیم زمانے کی دُم کا بقیہ ہے۔ انسان کے لیے دم کا چونکہ اب کوئی مصرف باقی نہ تھا لہذا رفتہ رفتہ وہ بالکل معدوم ہوگئی۔

دُم کے مانند انسان کے کانوں کے باب میں بھی یہی کیفیت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جانور اپنے کان ہلا ڈلا سکتے ہیں

لیکن انسان کے کان نہیں ہلتے۔ بات یہ ہے کہ کانوں سے مکھی وغیرہ اڑانے کا کام لیا جاتا تھا۔ جب اس کام کو انسان کے ہاتھوں نے سرانجام دینا شروع کر دیا تو چونکہ کانوں سے پھر کچھ کام نہ لیا گیا لہٰذا یہ بے کار ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم اپنے کانوں کو ہلا ڈُلا نہیں سکتے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ کانوں میں اب بھی وہ چیزیں موجود ہیں جن سے انھیں حرکت دی جاتی تھی۔ آج بھی بہتیرے انسان ایسے ملتے ہیں جو نہایت عمدگی سے اپنے کانوں کو حرکت دے سکتے ہیں۔

ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں خصوصاً دودھ پلانے والوں کا حمل ایک ماہ تک بالکل نہیں شناخت کیا جا سکتا۔ لیکن جیسے جیسے مدّت بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے ان کے حمل ایک دوسرے سے متفرق ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً دوسرے ماہ میں انسان کا حمل دُم دار بندروں اور کتّوں کے حمل سے پہچانا جا سکتا ہے۔ لیکن گبن وغیرہ انسان نما بندروں اور انسان کا حمل بالکل یکساں رہتا ہے۔ بچہ پیدا ہونے پر یہ انسان نما بندر بھی نال کاٹ ڈالتے ہیں مگر اپنی ناسمجھی کے باعث اس کو باندھنا نہیں جانتے جس کی وجہ سے ماں کا بہت زیادہ خون خارج ہو جاتا ہے اور وہ نڈھال ہو جاتی ہے۔

جرمنی کے مشہور فلسفی ہیکیل نے "انسان کی ترقی" کے نام سے دو بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ اس نے یہ ثابت کیا ہے کہ ترقی یافتہ بندر کا نام انسان ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جس طرح ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کی دورانِ حمل میں یکساں حالت ہوتی ہے اُسی طرح تمام جان داروں کا مورثِ اعلیٰ بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ جس طرح حمل ایک چھوٹے سے مدوّر لوتھڑے سے بتدریج بڑھتا یا ترقی کرتا ہے اُسی طرح تمام جان داروں کو ایک چھوٹے سے خلاء دار جان دار امیبا سے پیدا ہونا چاہیے۔ لیکن ابھی تک اس باب میں بہت کچھ اختلاف ہے۔

امیبا سے انسان وغیرہ بہت سے بڑے بڑے جان دار کیوں کر بن گئے مندرجہ ذیل مثال سے یہ بات صاف ہو جائے گی۔ مینڈک کے متعلق تم نے پڑھا ہوگا کہ پہلے پہل بہت چھوٹے چھوٹے انڈے جھلّی میں لپٹے ہوئے پانی پر تیرتے رہتے ہیں۔ پھر جھلّی کے الگ الگ ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور ہر ایک انڈا آزاد۔ اس دوران میں ہر ایک انڈے میں ایک دُم نکل آتی ہے۔ ایک بڑے سے سر میں ایک لمبی دُم کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ رفتہ رفتہ دُم کم ہوتی جاتی ہے اور پچھلے دو پیر نکل آتے ہیں۔ بعد ازاں کچھ دنوں کے بعد اگلے پیر نکلنے لگتے ہیں اور دُم قریب قریب بالکل جاتی رہتی ہے۔ اس زمانے میں اس کے پھیپھڑوں میں مچھلی کی طرح پانی میں سے ہوا کھینچنے کی طاقت ہوتی ہے۔ کچھ دنوں بعد وہ مینڈک بن جاتا ہے اور ناک کے ذریعہ سانس لینے لگتا ہے۔ اگر ہم ایک مینڈک کو زیادہ دیر تک پانی میں ڈبوئے رکھیں تو وہ مر جائے گا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اب اس کے پھیپھڑے دیگر پھیپھڑوں کے مطابق ہیں مینڈک کی اس ترقی سے زندگی کی ترقی پر خاص روشنی پڑتی ہے۔ اسی طرح انسان وغیرہ ہر ایک جان دار لاکھوں برس سے

جن مختلف کیفیات و حالات سے گزر چکا ہے۔ زمانۂ حال کی تھوڑی سی عمر ہی میں ان سب حالات سے گذرتا ہے۔

تیسرا درجہ جس کے ذریعہ نظریۂ ارتقاء کے صحیح ہونے کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے، وہ ہے قدیم زمانہ کی تہذیب کی کہانی۔ یعنی قدیم اقوام کی تہذیبوں کے آثار ڈھونڈتے ڈھونڈتے جو پرانے پنجر دستیاب ہوں ان سے حالات کا افتراق معلوم کرنا اس ذریعہ سے بھی نظریۂ ارتقاء کو بہت تقویت ملی ہے۔

نظریۂ ارتقاء کے متعلق لوگوں میں بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ترقی کا بھوت ہر وقت ہمارے پیچھے لگا رہتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انسان کے پیدا ہوتے ہی اس کی ترقی کا دور شروع ہو جانا چاہیے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ہم روز بروز ہر چیز میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور دیکھتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ترقی کا دار و مدار ہے حالات کی تبدیلی پر۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ حالات تو جوں کے توں رہیں اور ترقی ہوتی رہے۔ اگر انسان ہی کی مثال لی جائے تو چار پانچ ہزار برس قبل کے پنجروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دوران میں انسان کی ساختِ بدن میں کوئی قابلِ ذکر تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ظاہر ہے۔ انسان نے اپنے آپ کو معاشرتی و سیاسی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے لہٰذا قدرت کے تمام قوانین انسانوں کی اس قیدیوں ایسی حالت پر عائد نہیں ہوتے اور اسی لیے زندگی کی کشمکش کا اصل اصول انسان کی ذات پر چسپاں نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے نیز اسی قسم کی دیگر وجوہ کے باعث انسان کی ترقی کم از کم اس کی جسمانی ساخت کے نقطۂ نظر سے نہیں ہوئی۔

اس نظریہ کے باب میں دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ارتقاء سے مقابلتہً ہر شخص ترقی یافتہ حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ ارتقاء میں تنزل کا بھی اتنا ہی امکان ہے جتنا ترقی کا۔ ارتقاء کا مفہوم ہے تبدیل شدہ حالت میں قیام کر سکنے کی اہلیت۔ پھر وہ حالت خواہ اس کو نیچے لے جائے خواہ اوپر۔ اگر حالات اس طرح تبدیل ہوں کہ اس جان دار کا اوپر کی طرف اٹھنا مفید ہوگا تو وہ ضرور اس کا ارتقاء ہوگا۔ لیکن اگر اس کے تنزل میں فائدہ ہے تو وہ ضرور ترقی معکوس کرے گا۔ بلندی اور پستی کا معیار ہمارے تخیل نے مقرر کر رکھا ہے ورنہ ان کی اصلیت کچھ بھی نہیں۔"

نظریۂ ارتقاء والوں کی عبارات کے حوالے ختم ہوئے

یہ ہے نظریۂ ارتقاء والوں کی تقریر جو انھوں نے انسان اشرف المخلوقات کو کیڑوں اور بندروں کی نسل سے جوڑنے اور ان کی اولاد بنا دینے کی تشریح کے لیے پیش کی ہے۔ یہ نظریہ اصول اسلام کے خلاف ہے۔ بعض اعضاء اور بعض ہڈیوں کی مشابہت سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان بندر کی اولاد میں سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اور نبی علیہ السلام نے احادیث میں تخلیقِ نوع انسان کی تفصیل اور دیگر کوائف ذکر فرمائے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ طریقۂ ارتقاء کے برخلاف انسان کو دفعۃً مٹی سے تخلیق کر کے اسے یہ حسین صورت اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

۲۷۔ **النَّمْلَة**۔ یہ واحد نمل ہے۔ جمع نِمال ہے۔ مثلاً ما بعوضۃً فما فوقھا کے تحت نملۃ مذکور ہے۔ یقال

طعام مَنمول اذا اصابہ النمل۔ نمل کی کنیت ابو مشغول ہے اور مادہ کی کنیت اُمّ نُوبہ و ام مازن ہے۔ نمل انسان کی طرح طلبِ رزق کے لیے بڑے حیلے اختیار کرتی ہے اور خوراک کا ذخیرہ رکھتی ہے اور جن دانوں کے بارے میں انھیں اُگنے کا خطرہ ہو تو وہ انھیں دو حصے کر لیتی ہیں۔ کیونکہ تنصیف کے بعد وہ اُگتے نہیں ہیں۔ اور جب تعفّن کا خطرہ ہو جائے تو وہ ان دانوں کو باہر نکال کر پھیلا دیتی ہیں۔ اور یہ کام وہ اکثر رات کو چاند کی روشنی میں کرتی ہیں۔

سفیان بن عُیینہ کا قول ہے کہ اپنی خوراک کا ذخیرہ صرف چار قسم کے حیوانات کرتے ہیں ۱ انسان ۲ عقعق ۳ چیونٹی اور ۴ چوہا۔ چیونٹی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے بدن سے کئی گنا زیادہ وزنی چیز اٹھاتی ہے۔ شہد کی مکھیوں کی طرح چیونٹیاں بھی زمین کے اندر منظم طریقے سے اپنے بل بناتی ہیں جن میں باقاعدہ کئی منزلیں اور دہلیز و مختلف طبقات ہونے کے علاوہ خوراک کے ذخیرہ کا الگ مقام ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں نملۂ سلیمانؑ کا ذکر موجود ہے۔ حکایت ہے کہ قتادہ تابعیؒ مشہور محدث جب کوفہ میں تشریف لائے اور بہت سے علماء ان کے پاس جمع ہوئے تو قتادہؒ نے فرمایا سَلُوا عمّا شئتم۔ ابو حنیفہؒ بھی اس وقت موجود تھے اور وہ بالکل نوعمر تھے۔ تو ابو حنیفہ نے فرمایا کہ قتادہ سے نملۂ سلیمان علیہ السلام کا سوال کرو کہ وہ مادہ تھی یا نر لوگوں نے سوال کیا تو قتادہ لاجواب ہو گئے۔ ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ وہ مادہ تھی۔ قرینہ یہ ہے کہ اس کا فعل مؤنث ہے۔ اگر وہ مادہ نہ ہوتی تو فعل مذکر ہوتا اور قالت کے بجائے قال ہوتا۔ فقال ابو حنیفۃ کانت انثیٰ۔ فقیل لہ کیف عرفت ذلک۔ فقال من قولہ تعالیٰ "قالت" ولو کانت ذکرًا لقال قال نملۃ۔ لان النملۃ مثل الحمامۃ والشاۃ فی وقوعھا علی الذکر والانثیٰ۔ انتہیٰ کذا فی کتب التاریخ۔

دار قطنی میں ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ہے ان النبی علیہ السلام قال لا تقتلوا النملۃ فان سلیمان علیہ السلام خرج ذات یوم یستسقی فاذا ھو بنملۃ مستلقیۃ علی قفاھا رافعۃ قوائمھا تقول اللھم انا خلق من خلقک لا غنی لنا عن فضلک اللھم لا تؤاخذنا بذنوب عبادک الخاطئین واسقنا مطرًا تنبت لنا بہ شجرًا وتطعمنا بہ ثمرًا فقال سلیمان علیہ السلام لقومہ ارجعوا فقد کُفیتم وسُقیتم بغیرکم۔

۲۸۔ النّاقۃ۔ اونٹنی۔ لفظ ناقۃ دراصل نوقۃ بروزن فعلۃ تھا۔ پھر واو الف ہو کر ناقۃ ہوا۔ اس کی جمع نوق ہے یہ جمع کثرت ہے اور جمع قلت اَوْنُق ہے۔ اونق دراصل انوق تھا۔ ثقلِ ضمہ واو کی وجہ سے قلبِ مکانی کرنے کے بعد اَوْنُق ہوا پھر ثقلِ واو کی وجہ سے ایناق بنایا گیا نیاق بھی اس کی جمع ہے۔ ناقہ کی کنیت امّ بوءام حائل و امّ حوار و ام السقب و ام مسعود ہے۔ امثالِ عرب میں کئی امثال ناقہ سے متعلق ہیں۔ وہ کہتے ہیں لا ناقتی فیھا ولا جملی۔ یضرب عند التبرّی من الظلم والاساءۃ وقالوا استنوق الجملُ ای صار ناقۃً یضرب المثل لرجل یکون فی حدیث او امر ثم یخلط بغیرہ۔

ناقہ احادیث میں متکرر الذکر ہے۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال جاء رجل بناقۃ مخطومۃ

فقال هذه فی سبیل اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لك بها یوم القیامة سبعمائة ناقة مخطومة اخرجه مسلم۔
ناقہ صالح علیہ السلام قرآن مجید میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ هذه ناقة اللہ۔ اضافت ناقہ الی اللہ للتشریف و التکریم ہے۔ یہ ناقہ صالح علیہ السلام کا معجزہ تھی جو ان کی دعا کی برکت سے قوم کے مطالبہ پر بالفور ایک بڑی چٹان سے نکلی تھی اور حاملہ تھی۔ پھر ایک بڑے بدبخت شخص نے اسے قتل کر دیا۔ اس شقی قاتل کا نام قدار بن سالف تھا۔ کتاب مہذب میں اس کا نام عیزار بن سالف لکھا ہے۔ قتل ناقہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر عذاب نازل فرمایا۔

روی الطبرانی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنهما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اشقی الناس ثلاثة عاقر ناقة ثمود وابن آدم الاول الذی قتل اخاه ما سفك علی وجه الارض دم الا لحق منه ثم لانه اول من سن القتل وقاتل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه۔ وعن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما نزل الحجر فی غزوة تبوك امرهم ان لا یشربوا من بئرها ولا یستقوا منها فقالوا قد عجنا منها واستقینا فامرهم علیه السلام ان یطرحوا ذلك العجین ویهریقوا ذلك الماء وامرهم ان یستقوا من البئر التی کانت ترد الناقة۔

۲۹۔ **النسر**۔ گدھ۔ عقاب۔ قمار بحت بحار تھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ نسر کی جمع ہے انسر و نسور۔ اور کنیت ابو مالک و ابو المنهال و ابو یحیٰی و ابو الابرد ہے۔ مادہ کو ام قشعم کہتے ہیں۔ نسر پرندوں میں ممتاز اوصاف کا حامل پرندہ ہے اس کے چند احوال یہ ہیں:۔

اوّلاً، کہتے ہیں کہ یہ تمام پرندوں میں طویل العمر ہے اور ہزار سال تک اس کی عمر ہوتی ہے۔ عرب کا محاورہ اور مثل ہے وہ کہتے ہیں فلان اعمر من نسر۔

ثانیاً، کہتے ہیں کہ اس کی نظر بڑی تیز ہے اور وہ چار سو فرسخ کی مسافت سے مردہ جانور کو دیکھ لیتا ہے اسی طرح اس کی قوتِ حاسہ بھی نہایت تیز ہے۔ لکن قالوا اذا شم الطیب مات لوقته۔

ثالثاً، هو اشد الطیر طیرانا واقواها جناحا۔

رابعاً، وہ بڑا حریص پرندہ ہے اور اپنی طاقتِ برداشت سے بہت زیادہ کھاتا ہے اور کبھی مردہ جانور کا گوشت اتنا کھا جاتا ہے کہ پھر وہ اڑ نہیں سکتا اور ایک کمزور آدمی بھی اسے ہاتھ سے پکڑ سکتا ہے۔

خامساً۔ وہ اپنے رفیق کی محبت میں غلو کی حد تک پہنچا ہوا ہوتا ہے حتیٰ کہ اپنے الیف و رفیق کی جدائی کے بعد غم والم سے مر جاتا ہے۔

سادساً، لیس فی سباع الطیر اکبر جثة منه ویقال للنسر ابو الطیر ایضا قال الشاعر ؎

فلا وابی الطیر المربة فی الضحی علی خالد لقد وقعت علی لحم

سابعاً، نسر سید الطیر ہے۔ امام یافعیؒ اپنی کتاب نفحات الازہار و لمحات الانوار میں لکھتے ہیں عن علی بن

ابی طالب ؓ قال سمعت حبیبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھبط علی جبرائیل فقال یا محمد ان لکل شئ سیدًا وسید البشر آدم وسیدّ ولد آدم انت وسید الروم صھیبؓ وسید فارس سلمانؓ وسید الحبش بلالؓ وسید الشجر السدر وسید الطیر النسر وسید الشھور رمضان وسید الایام یوم الجمعۃ وسید الکلام العربیۃ وسید العربیۃ القرآن وسید القرآن سورۃ البقرۃ۔ ھذا واللہ اعلم بحال سند ھذا الحدیث۔

۳۰۔ **النعامۃ**۔ شترمرغ۔ صُمّ بُکمٌ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ نعامۃ کا اطلاق ذکر و انثی دونوں پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع نعام اور کنیت ام البیض وام ثلاثین ہے۔ ظلیم صرف نر شترمرغ کو کہتے ہیں اور صرف مادہ کو قلوص کہتے ہیں۔ حکایاتِ عرب میں ہے ان النعامۃ ذھبت تطلب قرنین فقطعوا اُذنیھا فلذلک سمیت بالظلیم کانھم ظلموھا حیث قطعوا اذنیھا۔ نعام کو شترمرغ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اگرچہ پرندہ ہے لیکن اونٹ سے مشابہ ہے۔ امثالِ عرب میں ہے ان النعام استُطیر فاستبعر واستحمل فاستطار۔

کہتے ہیں کہ اس کی قوتِ سامعہ نہیں ہے لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اسے نہایت اعلیٰ درجہ کی قوتِ شامّہ عطا فرمائی ہے۔ فھو یدرک بانفہ ما یحتاج فیہ الی السمع فربما شمّ رائحۃ الصائد من بُعد۔ اس لیے عرب کہتے ہیں اَشمّ من نعامۃ۔ ابن خالویہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں لیس فی الدنیا حیوان لا یسمع و لا یشرب الماء ابدًا الا النعام ولا مخّ لہ۔ شترمرغ بزدلی میں مشہور ہے۔ شترمرغ کا گوشت کھانا حلال ہے۔ اس کا انڈا بہت بڑا ہوتا ہے۔

کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے زمانۂ ادریسؑ تک گندم کا دانہ شترمرغ کے انڈے کے برابر ہوتا تھا۔ پھر جب لوگوں نے گناہ اور کفر کا راستہ اختیار کیا تو وہ دانے چھوٹے ہو کر مرغی کے انڈے کے برابر ہوئے پھر کبوتر کے انڈے کے برابر ہوئے پھر گولی کے برابر ہوئے۔ بہرحال لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے زمین کی برکات میں کمی آئی۔ کعب کے الفاظ یہ ہیں عن کعب الاحبار قال لما اھبط اللہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام جاءہ میکائیل بشئ من حَبّ الحنطۃ او قال ھذا رزقک ورزق اولادک من بعدک قُم فاحرث الارض وابذُر الحبّ قال ولم یزل الحبُّ من عھد آدم علیہ السلام الی زمن ادریس علیہ السلام کبیضۃ النعامۃ فلما کفر الناسُ نقص الی بیضۃ الدجاجۃ ثم الی بیضۃ الحمامۃ ثم الی قدر البندقۃ وکان فی زمن العزیز علی قدر الحصۃ۔

۳۱۔ **الھِرّۃ**۔ بلّی۔ بلّی کو عربی میں سِنَّور بھی کہتے ہیں۔ بلی نہایت عاجزی کرنے والا اور انسان کے ساتھ اُنس ومحبت کرنے والا حیوان ہے۔ اسی اُنس اور گھروں میں اختلاط کی وجہ سے اس کے جھوٹے کو اسلام میں صرف مکروہ کہا ہے۔ حالانکہ اس کے گوشت کی حرمت کے پیشِ نظر وہ حرام ہونا چاہیے۔ اور بعض ائمہ اس کے جھوٹے کو

طاہر کہتے ہیں۔ ابوحنیفہؒ اسے مکروہ کہتے ہیں۔ صحیح حدیث ہے انہا من الطوافین علیکم والطوافات۔ صحابہؓ میں مشہور صحابی ابوہریرہؓ کی یہ کنیت نبی علیہ السلام نے رکھی تھی کیونکہ انھوں نے چھوٹی بلی پال رکھی تھی جو عموماً ان کے پاس ہوتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انت ابوھریرۃ۔

ایک مرسل حدیث ہے کہ بلی شیر سے پیدا ہوئی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کی صورت شیر سے ملتی جلتی ہے۔ اخرج ابن ابی حاتم باسنادہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما حمل نوح علیہ السلام فی السفینۃ من کل زوجین اثنین قال لہ اصحابہ وکیف نطمئن او تطمئن مواشینا ومعنا الاسد فسلط اللہ علیہ الحمّی فکانت اول حمّی نزلت فی الارض فھو لا یزال محمومًا ثم شکوا الفارۃ فقالوا الفویسقۃ تفسد علینا طعامنا وشرابنا ومتاعنا فاوحی اللہ تعالی الی الاسد فعطس فخرجت الھرۃ منہ فتخبأت الفارۃ منھا۔ ہرہ کا ذکر متعدد احادیث میں ثابت ہے۔ حدیث جابر ہے ان النبی علیہ السلام نھی عن ثمن الھرۃ اخرجہ ابن ماجۃ۔ حدیث صحیح ہے بروایت ابوہریرہؓ قال ان الشیطان عرض للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاتہ قال عبد الرزاق فی صورۃ ھرۃ قال علیہ السلام فشدّ علیّ یقطع علیّ صلاتی۔ الحدیث۔ و عن سلمان الفارسیؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوصی بالھرۃ وقال ان امرأۃ عُذّبت فی ھرۃ ربطتھا۔ الحدیث

وفی تاریخ ابن النجار فی ترجمۃ محمد بن عمر الحنبلی عن انسؓ قال کنت جالسًا عند عائشۃؓ اُبشّرھا بالبراءۃ فقالت واللہ لقد ھجر نی القریب والبعید حتی ھجرتنی الھرۃ وما عُرض علیّ طعام ولا شراب فکنت ارقد واٰخذ جائعۃ فرأیت اللیلۃ فی منامی فتیً فقال مالکِ حزینۃ فقلت بما ذکر الناس فقال ادعی بھذہ الکلمات یفرّج عنک فقلتُ وما ھی فقال قولی دعاء الفرج "یا سابغ النعم ویا دافع النقم ویا فارج الغمم ویا کاشف الظلم ویا اعدل من حکم ویا حسیب من ظلم ویا ولیّ من ظُلِم ویا اوّل بلا بدایۃٍ ویا اٰخر بلا نھایۃٍ ویا من لہ اسمٌ بلا کُنیۃٍ اجعل لی من امری فرجًا ومخرجًا قالت فانتبھتُ وانا ریّانۃ شبعانۃ وقد انزل اللہ براءتی وجاء نی الفرج۔ یہ حدیث فائدۂ دعا کی وجہ سے ہم نے ذکر کردی لیکن اس کی سند کا حال معلوم نہیں ہے۔ بظاہر یہ صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ صحیح احادیث میں ہے کہ تہمت کا پتہ چل جانے کے بعد حضرت عائشہؓ سو نہ سکیں۔ ہذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

۳۲۔ الضَّبّ۔ بفتح ضاد۔ گوہ۔ آیت یخادعون اللہ والذین اٰمنوا کی شرح میں مذکور ہے۔ یہ بڑی جانور ہے اور معروف ومشہور ہے۔ اس کی کنیت ابوحسل ہے۔ ضباب واضُبّ اس کی جمع ہیں۔ انثی کو ضبّۃ کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ یہ پانی نہیں پیتی اور اسے کبھی پیاس نہیں لگتی۔ اس لیے عرب میں محاورہ ہے لا افعلہ حتی یرد الضبُّ۔ ابن خالویہ لکھتے ہیں الضب لا یشرب الماء ویعیش سبع مائۃ سنۃ فصاعدًا ویقال انہ یبول فی کل اربعین یومًا قطرۃ۔ مچھلی اور گوہ کے اس تضاد کی وجہ سے یہ محاورہ مشہور ہے کہ جو شخص متضاد کام کرے تو کہتے ہیں

جمع بین الضبّ والنون اور کہتے ہیں لا افعلہ حتی یجمع الضبُّ والحوت چنانچہ حاتم اصمؒ اس تضاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

وکیف اَخافُ الفقرَ واللہ رازقی ورازقُ ھذا الخلقِ فی العُسرِ والیُسرِ
تکفّلَ بالارزاقِ للخلقِ کلّھم وللضبِّ فی البیداءِ والحوتِ فی البحرِ

حدیث شریف ہے عن انسؓ قال ان الضبَّ لیموت فی جحرہ ھُزالًا من ظُلم بنی اٰدم۔

ضب اور عقارب میں کہتے ہیں کہ دوستی ہے اس لیے گوہ کے بلوں کے دہانوں کے اندر عموماً بچھو رہتے ہیں تاکہ اگر کوئی شکاری ہاتھ اندر کرے تو وہ اسے ڈنک مارے گویا کہ بچھو محافظِ ضب ہے۔ گوہ پر نسیان کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے وہ عموماً اپنے بل کو بھول جاتی ہے اس لیے عرب کا محاورہ ہے اَضلّ من ضبّ واَحیرُ من ضبّ۔ اور عقوق میں وہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے اس لیے محاورہ ہے اعقّ من ضب اور طولِ عمر کی وجہ سے یہ محاورہ مشہور ہے اَحیٰی من ضب کہتے ہیں کہ اس کا سر کاٹنے کے بعد بھی وہ ایک دن تک زندہ رہتی ہے۔

اس کی دُم میں بہت سے عقدیں ہیں حکی انّ بعض الحاضرۃ کسا اعرابیًّا ثوبًا فقال لہ الاعرابی لا کافئنّک علی فِعلک بما اُعلمک۔ کم فی ذنب الضب من عقدۃ؟ قال لا ادری قال فیہ احدیٰ وعشرون عقدۃً۔ جنگل کے بعض حصوں میں ضب کی کثرت ہوتی ہے اس زمین کو کہتے ہیں ارض ضببۃ ومِضبّۃ ای کثیرۃ الضباب۔ اسلام سے قبل جاہلیت میں عرب کے جنگلی لوگ گوہ کثرت سے شکار کر کے کھاتے تھے۔ گوہ دھوکہ دینے میں مشہور ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مسکن اور گھر کے مختلف سوراخ بناتی ہے شکاری آدمی ایک طرف اس کا انتظار کرتا ہے اور وہ دوسری طرف سے نکل جاتی ہے۔ اس لیے عربی میں محاورہ ہے اَخدع من ضبّ۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

واخدع من ضبّ اذا جاء حارش اَعدّ لہ عند الذبابۃِ عقربا

امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک گوہ کھانا حلال ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حرام ہے۔

ضب کے بارے میں نبی علیہ السلام کے معجزے کی حکایت مشہور ہے۔ دارقطنی و بیہقی میں ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک محفل میں بیٹھے تھے اتنے میں ایک اعرابی آیا قد صاد ضبًّا وجعلہ فی کُمّہ لیذھب بہ الی رحلہ فاتاہ فقال یا محمد ما اشتملت النساء علی ذی لھجۃ اکذب منک فلولا ان تُسمّینی العرب عجولا لقتلتک وسرتُ الناسَ بقتلک اجمعین فقال عمر رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ دعنی اقتلہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا اما علمت انّ الحلیم کاد ان یکون نبیًّا ثم اقبل الاعرابی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال واللات والعزّٰی لا اٰمنتُ بک حتی یؤمن ھذا الضبّ واخرج الضب من کمّہ وطرحہ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ان اٰمن بک اٰمنتُ بک۔

فقال صلی اللہ علیہ وسلم یا ضبّ فکلّمہ الضبّ بلسان فصیح عربی لبّیک وسعدیک یا رسول ربّ العلمین فقال صلی اللہ علیہ وسلم من تعبد قال الذی فی السماء عرشہ وفی الارض سلطانہ وفی البحر سبیلہ وفی الجنّۃ رحمتہ وفی النار عذابہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم فمن انا یا ضب ؟ قال انت رسول ربّ العالمین خاتم النبیین قد افلح من صدّقک وقد خاب من کذّبک فقال الاعرابی اشھد ان لا الہ الّا اللہ وانک رسول اللہ حقا واللہ لقد اتیتک وما علی وجہ الارض احدٌ ابغض الیّ منک واللہ لانت الساعۃ احبّ الیّ من نفسی من ولدی لقد اٰمن بک شعری وبشری وداخلی وخارجی وسرّی وعلانیتی ۔

فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الذی ھداک الی ھذا الدین الذی یعلو ولا یعلی علیہ ولا یقبلہ اللہ الا بصلوۃ ولا یقبل الصلوۃ الا بقرآن ۔ قال فعلمنی فعلّمہ قل ھو اللہ احد قال زدنی فما سمعتُ فی البسیط ولا فی الوجیز احسن من ھذا قال یا اعرابی ان ھذا کلام اللہ لیس بشعر انک ان قرأت قل ھو اللہ احد مرّۃً کان لک کاجر من قرأ ثلث القراٰن وان قرأتھا مرتین کان لک کاجر ثلثی القراٰن واذا قرأتھا ثلاث مرات کان لک کاجر من قرأ القراٰن کلّہ قال الاعرابی نعم الاِلٰہ الھنا یقبل الیسیر ویعطی الجزیل ۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الک مال ؟ قال ما فی بنی سلیم قاطبۃً رجل ھو افقر منّی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ اعطوہ فاعطوہ حتی ابطروہ قال فقام عبد الرحمن بن عوف فقال یا رسول اللہ ان عندی ناقۃ عشراء دون الجنیبۃ وفوق الاخری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفت ناقتک فاصف مالک عند اللہ یوم القیامۃ ؟ قال نعم قال لک ناقۃ من درّۃ جوفاء قوائمھا من زبرجد اخضر وعنقھا من زبرجد اصفر علیھا ھودج وعلی الھودج السندس والاستبرق وتمرّ بک علی الصراط کالبرق الخاطف یغبطک بھا کل من رأک یوم القیامۃ فقال عبد الرحمن قد رضیتُ فخرج الاعرابی فلقیہ الف اعرابی من بنی سلیم علی الف دابّۃ معھم الف سیفٍ الف رمح فقال لھم این تریدون ؟ قالوا نذھب الی ھذا الذی سفّہ الھتنا فنقتلہ قال لا تفعلوا انا اشھد ان لا الہ الّا اللہ وانّ محمدًا رسول اللہ وحدّث ثم الحدیث ۔

فقالوا باجمعھم نشھد ان لا الہ الّا اللہ وان محمدًا رسول اللہ ثم دخلوا فقیل لرسول اللہ فتلقّاھم بالرداء ونزلوا عن رکبھم یقبلون حیث ولّوا عنہ وھم یقولون لا الہ الّا اللہ محمد رسول اللہ ثم قالوا یا رسول اللہ مُرنا بامرک قالوا کونوا تحت رایۃ خالد بن الولید فلم یؤمن العرب ولا من غیرھم الف غیرھم ۔ قال البیھقی اخرجہ شیخنا ابو عبد اللہ الحافظ فی المعجزات قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۶ ص ۱۵۱ ورواہ الحافظ ابو نعیم فی الدلائل و قال البیھقی وما ذکرناہ اجود الاسانید فیہ وھو ایضًا ضعیف ۔

۳۳ ۔ **الفصیل** ۔ شرح بسملہ میں بیان اسم اللہ میں مذکور ہے ۔ فصیل کا معنی ہے اونٹنی کا چھوٹا بچہ جب کہ دودھ سے چھڑایا گیا ہو ۔ تو یہ فعیل بمعنی مفعول ہے مثل جریح بمعنی مجروح ۔ اس کی جمع فُصلان وفِصال ہے ۔ عربی میں مثل ہے

استنّت الفصال حتی القرعیٰ۔ یہ اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جو بڑوں اور بزرگوں کے سامنے زیادہ کلام کرے۔ قرعیٰ جمع قریع ہے وھوالذی بہ قرعٌ وھوبثر ابیض یطلع فی الفصال۔

۳۴۔ **الحوت**۔ مچھلی۔ آیت ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت کے بیان میں مذکور ہے۔ اس کی جمع حیتان ہے قال اللہ تعالیٰ اذ تاتیھم حیتانھم یوم سبتھم الآیہ سعید بن جبیر سے روایت ہے انہ قال لما اھبط اللہ آدم الی الارض لم یکن فیھا غیر النسر فی البرّ والحوت فی البحر وکان النسر یأوی الی الحوت فبیت عندہ فلما رأی النسر آدم علیہ السلام اتی الحوت وقال یا حوت لقد اُھبط الیوم الی الارض من یمشی علی رجلیہ ویبطش بیدیہ فقال الحوت لئن کنت صادقًا فما لی منجأ منہ فی البحر ومالک مخلص منہ فی البر۔

حوت کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ یہ وعاء ومسکن تھی یونس بن متی علیہ السلام کے لیے۔ اس میں اختلاف ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت رہے۔ بقول مقاتل بن حیانؒ تین دن رہے اور بقول عطا رحمہ اللہ سات دن اور بقول ضحاکؒ بیس دن اور بقول سدی وغیرہ چالیس دن۔ وقال الشعبیؒ التقمہ ضحیً ولفظہ عشیۃً۔

۳۵۔ **الحیّۃ**۔ سانپ۔ آیت فازلّھما الشیطٰن عنھا کی شرح میں مذکور ہے۔ سانپ انسان کا دشمن ہے۔ سانپ کی مختلف قسمیں اور مختلف الوان ہیں۔ بعض سانپ زہریلے نہیں ہوتے۔ سانپ کی بہت سی کنیتیں ہیں یعنی ابوالربیع وابوعثمان وابوالعاصی وابومدعور وابوثواب وابویقظان وامّ طبق وام عافیہ وامّ الفتح وغیرہ۔ بعض نے لکھا ہے انّ الحیّۃ تعیش الف سنۃ وھی فی کل سنۃ تسلخ جلدھا وتبیض ثلثین بیضۃً علی عدد اضلاعھا۔

اعراب عرب کا خیال تھا کہ سانپ شتر مرغ کی طرح بہرا ہوتا ہے وہ آوازیں نہیں سُن سکتا۔ سانپ کا زہر قاتل ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ اس کے ڈسنے کا علاج تریاق سے ہوتا ہے اور تریاق کا بڑا جز۔ سانپ کا زہر ہے۔ نیز سانپ کے زہر سے اطبّاء بعض بڑی مفید دوائیاں بناتے ہیں جن سے لاعلاج مریض شفایاب ہوتے ہیں۔

بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک باندی نے اُن سے کہا من ایّ جنس انت قال انا اٰدمیّ مثلک قالت کیف تکون اٰدمیا وقد اطعمتک السمّ اربعین یومًا فما اَضرّک فقال لھا اما علمتِ ان الذاکرین اللہ تعالیٰ لا یضرّھم شئ وانی کنت اذکر اللہ باسمہ الاعظم قالت وما ھو؟ قال باسم اللہ الذی لا یضرّ مع اسمہ شئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ثم قال ما الذی حملک علی ذلک قالت بغضک قال انتِ حرّۃ لوجہ اللہ وانتِ فی حلّ مما صنعتِ۔ جنّات عموماً سانپ کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ احادیث میں سانپ کا ذکر بہت آیا ہے۔ روی البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ رضؓ مرفوعًا ان الایمان لیأرز الی المدینۃ کما تأرز الحیۃ الی جحرھا۔ وفی صحیح مسلم عن ابن عمرؓ مرفوعًا بدا الاسلام

غريبا وسيعود غريبا كما بدا وهو يأرز بين المسجدين كما تأرز الحية الى جحرها۔ هذا والله أعلم وعلمه اتم ❊ ❊ ❊

فصل

فصل ہذا میں اُن بلاد و قبائل و اقوام وغیرہ کا تذکرہ ہے جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل میں یعنی تا نہایتِ سورۂ بقرہ مذکور ہیں

الانصار رضی اللہ عنہم ۔ آیت ولیس البر بان تأتوا البیوت من ظهورها الخ کے بیان میں انصار کا ذکر موجود ہے۔ انصار رضی اللہ عنہم کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ پر آیا ہے قال اللہ تعالیٰ لقد تاب اللہ علی النبی والمهجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ الآیۃ انہیں لقبِ انصار سے اللہ تعالےٰ نے ملقب فرمایا ہے صحیح بخاری میں ہے عن غیلان بن جریر قال قلت لانس بن مالك رضی اللہ عنہ ارأیت اسم الانصار ی اکنتم تسمون به أم سماکم اللہ تعالیٰ قال بل سمانا اللہ تعالیٰ ۔ لفظ انصار جمع ہے۔ ایک کو انصاری کہتے ہیں۔ مثل اعراب و اعرابی۔ اعراب جمع ہے اور اعرابی مفرد ہے۔

انصار رضی اللہ عنہم کے دو گروہ ہیں اوس و خزرج ۔ یہ دو بڑے قبیلے ہیں۔ انصار کے جد اعلیٰ یعنی اوس و خزرج دونوں بھائی ہیں۔ دونوں بیٹے ہیں حارثہ کے اور حارثہ کا نسب یہ ہے۔ حارثۃ بن ثعلبۃ بن عمرو بن عامر بن حارثۃ بن امرئ القیس بن ثعلبۃ بن مازن بن عبد اللہ بن الازد بن الغوث بن نبت بن مالك ابن زید بن کهلان بن سبأ ۔ اوس و خزرج کی والدہ کا نام قیلہ ہے ۔ نبی علیہ السلام کے زمانے میں خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے ۔ اور اوس کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ تھے ۔ خزرج بن حارثہ کے پانچ بیٹے تھے جشم و عوف و حارث و عمرو و کعب ۔ عوف بن الخزرج سے ہیں بنو العجلی رہط رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ابن سلول۔ اور عمرو بن الخزرج کی اولاد ہیں بنو النجار۔ اور سعد بن عبادہؓ کے قبیلہ کا جد اعلیٰ کعب بن الخزرج ہے اور اوس ابن حارثہ کا ایک بیٹا تھا یعنی مالک بن اوس۔ پھر مالک سے آگے قبیلۂ اوس میں متعدد قبائل پیدا ہوئے ۔

انصار کا قبولِ اسلام کا قصہ بڑا عجیب ہے ۔ روایات میں ہے کہ جب قریش نے اسلام کی مخالفت کی اور آزادانہ تبلیغ اسلام میں مانع ہوئے تو نبی علیہ السلام موسم حج میں آئے ہوئے ایک ایک قبیلہ کے پاس کبھی تنہا اور کبھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جاتے تھے ۔ آپ اُن قبائل سے یہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے علاقہ میں جگہ دو یعنی پناہ دو تاکہ میں آزادی سے تبلیغِ اسلام کر سکوں ۔ لیکن اکثر قبائل تو صاف انکار کر دیتے اور بعض قبائل کچھ اعذار ذکر کرتے تھے ۔

اتفاق سے ایک سال جمرۂ عقبہ کے قریب یعنی وہ گھاٹی جو مکہ مکرمہ سے منیٰ جاتے ہوئے جمرۂ عقبہ کے قریب بائیں جانب ہے قبیلۂ خزرج کی ایک جماعت ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی اپنی دعوت پیش کردی چونکہ انھوں نے یہود سے ایک نبی کے آنے اور اس کے مفصل احوال سُنے ہوئے تھے اس لیے وہ آپؐ کی دعوت سے بہت متأثر ہوئے فقال بعضھم لبعض یا قوم والاتباعہ لا تسبقنا الیھود الیہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

فقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمنعون ظھری حتی أبلغ رسالۃ ربی قالوا یا رسول اللہ انا ترکنا قومنا یعنون الاوس والخزرج بینھم من العداوۃ والشر فدعنا حتی نرجع الی عشائرنا لعل اللہ ان یصلح بیننا وندعوھم الی ما دعوتنا فعسی ان یجمعھم علیک فان اجتمعت کلمتھم علیک واتبعوک فلا احدّ أعزّ منک وموعدک الموسم العام المقبل۔ یہ چھے آدمی تھے یا آٹھ یعنی ابو اُمامہ واسعد بن زرارہ وعوف بن الحرث بن رفاعۃ ویعرف بابن عفراء ورافع بن مالک بن عجلان وقطبۃ بن عامر بن حدیدۃ وعقبۃ بن عامر وجابر بن عبداللہ بن رئاب وعبادۃ بن الصامت وابو الہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہم بعض مؤرخین نے عبادہ وابو الہیثم کا ذکر نہیں کیا۔ یہ عقبۂ اُولیٰ ہے۔

اس گروہ نے واپس مدینہ منورہ پہنچ کر اپنی قوم کو حالات سے مطلع کر دیا۔ انصار کے ہر گھر میں نبی علیہ السلام کا ذکر ہونے لگا۔ چنانچہ آئندہ سال موسمِ حج میں بارہ آدمی انصار کے اسی غرض سے آئے اور اُسی جگہ پر اُن کے اور نبی علیہ السلام کے مابین گفتگو ہوئی۔ ان سب نے اسلام قبول کرلیا اور سابقہ بات کو مزید پختہ کیا۔ ان میں دو کے سوا سب قبیلۂ خزرج کے تھے یعنی ابو الہیثم بن تیہان وعویم بن ساعدۃ۔ یہ عقبۂ ثانیہ ہے۔

نبی علیہ السلام نے ان انصار کی درخواست پر تعلیمِ اسلام وقرآن کے معلّم کے طور پر عبداللہ بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ اور بعض کے نزدیک مصعب رضی اللہ عنہ کو پہلے بھیجا بعدہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ مصعب رضی اللہ عنہ کی برکت سے بہت سے انصار حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ ان میں سعد بن معاذؓ واسید بن حضیرؓ بھی داخل ہیں۔

پھر آئندہ سال موسمِ حج میں مصعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ انصار کا بڑا گروہ نبی علیہ السلام سے ملنے آیا۔ اور عقبہ کے قریب نبی علیہ السلام سے ۷۳ مردوں اور دو عورتوں پر مشتمل گروہ ملا۔ یہ ملاقات رات کو ہوئی۔ سب نے بیعت کی اور طے پایا کہ نبی علیہ السلام اپنے رفقاء سمیت مدینہ منورہ تشریف لائیں گے۔ اس رات بیعت کے الفاظ یہ تھے قال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أبایعکم علی ان تمنعونی مما تمنعون منہ نساءکم وابناءکم وانفسکم ولکم الجنۃ۔

نبی علیہ السلام نے ان میں سے بارہ نقیب یعنی امراء منتخب فرمائے۔ انتخاب کرنے والے جبریل علیہ السلام تھے

ان نقباء میں نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔ ثم قال علیہ السلام للنقباء انتم کفلاء علی غیرکم ککفالۃ الحواریین لعیسی علیہ السلام وانا کفیل علی قومی یعنی المہاجرین۔

ثم قالوا یا رسول اللہ مالنا ان نحن وفینا قال ترضوا اللہ والجنۃ قالوا رضینا ابسط یدک فبایعوہ واول من بایعہ البراء بن معرور وقیل اسعد بن زرارۃ وقیل ابو الہیثم بن التیہان وبایعہ المرأتان من غیر مصافحۃ یہ بیعت عقبہ ثالثہ ہے۔

اس کے بعد مکہ سے مسلسل صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہجرت شروع کی۔ انصار رضی اللہ عنہم نے بڑی قربانیاں پیش کیں۔ اور اپنی زمینوں اور گھروں اور اموال میں مہاجرین کو حصہ دار بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں انصار کے لقب سے نوازا۔ اور انصار کی برکت اور تعاون سے اسلام کو مرکز ملا اور پھر مدینہ منورہ سے اسلام ساری دنیا میں پھیلا۔

الاوس۔ آیت وان یاتوکم اسارٰی تفادوھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ انصارِ مدینہ شریفہ کے دو بڑے گروہ تھے اوس وخزرج۔ اوس وخزرج دو بھائی تھے جو سیلِ عرم یا اس سے کچھ قبل مآرب یعنی یمن سے نکل کر یہاں پر آباد ہو گئے تھے۔ اوس وخزرج عمرو بن عامر بن حارثۃ بن ثعلبۃ کی اولاد ہیں۔ ان دونوں کی اولاد کو قبیلہ اوس وقبیلہ خزرج کہتے ہیں۔

کتبِ تاریخ میں ہے کہ جب مآرب یمن میں سیلِ عرم کا حادثہ درپیش ہوا یا اس کا خطرہ ہونے لگا تو عمرو بن عامر اپنے خاندان سمیت وہاں سے نکلا۔ اس کی اولاد واہلِ خاندان متفرق ہو گئے۔ چنانچہ اوس وخزرج دونوں بھائی تو یثرب میں آکر ٹھیر گئے۔ غسان ملکِ شام چلا گیا ازد عمان میں آباد ہوا اور خزاعہ تہامہ میں رہائش پذیر ہوا۔ اور پھر مدت کے بعد ہر ایک کا خاندان بڑے قبیلے کی صورت اختیار کر گیا۔

اوس وخزرج کو ابنا قیلہ بھی کہتے ہیں۔ قیلہ ان دونوں کی ماں کا نام تھا۔ اوس کا نسب یہ ہے اوس بن حارثۃ بن ثعلبۃ بن عمرو بن عامر بن حارثۃ۔ خزرج کا نسب نامہ بھی یہی ہے۔ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۴ ص ۱۳۵۔ وکذا فی سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۴ علی ہامش الروض۔ بعض مورخین نے یہاں پر عمرو بن عامر کے انتقال کا یہ قصہ لکھا ہے ان عمرا رای جرذا یحفر فی سد مارب الذی کان یحبس علیہم الماء فیصرفہ حیث شاء وافعلم انہ لابقاء للسد فاعتزم علی النقلۃ عن الیمن فکاد قومہ فامر اصغر ولدہ اذا اغلظ علیہ لطمہ ان یقوم الیہ فیلطمہ ففعل ابنہ ما امرہ بہ فقال عمرو لا اقیم ببلدۃ لطم وجہی فیہا اصغر ولدی وعرض اموالہ فقال اشراف الیمن اغتنموا غضبۃ عمرو فاشتروا منہ اموالہ وانتقل فی ولدہ وولد ولدہ وقالت الازد لا نتخلف عن عمرو بن عامر فباعوا اموالہم وخرجوا معہ فساروا حتی نزلوا بلاد عک بحتازین فتفرقوا فی البلدان۔ انتہی ما فی سیرۃ ابن ہشام۔ ج ۱ ص ۱۷۔

اُحُد۔ تفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ احد بضم اول وثانی مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کی شمالی جانب واقع ہے۔ اس پہاڑ کے قریب نبی علیہ السلام اور کفار مکہ کے مابین مشہور جنگ واقع ہوئی تھی جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت ۷۰ صحابہ شہید ہوئے اور نبی علیہ السلام کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا۔ رباعی یعنی دانت بھی ٹوٹ گئے نیز دونوں ہونٹ مبارک زخمی ہوئے۔ یہ جنگ ۳ھ میں ہوئی تھی۔ شوال کا مہینہ تھا۔

احد کی وجہ تسمیہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ اسم مرتجل ہے قالہ یاقوت فی المعجم ج ۱ ص ۱۰۹ وقیل سمّی بذلک لتوحّدہ وانفرادہ عن غیرہ من الجبال التی ھناک۔ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۲۱۶ اس پہاڑ میں بقول بعض مؤرخین ہارون علیہ السلام کی قبر ہے۔ کیونکہ دونوں بھائی موسیٰ وہارون علیہما السلام حج یا عمرہ کی نیت سے سفر کر رہے تھے۔ جبل احد کے قریب ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا اور اسی میں مدفون ہوئے وعن ابن دحیۃ انّ ھذا باطل وان نصّ التوراۃ انہ دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقیل لا مخالفۃ فان المدینۃ شامیّۃ وقیل دفن بالتیہ ھو واخوہ موسیٰ علیہ السلام اھ

وفی الحدیث ان النبی علیہ السلام قال احد جبل یُحبُّنا ونُحبُّہ وھو علی باب من ابواب الجنّۃ و عیر جبل یُبغِضُنا ونُبغِضُہ وھو علی باب من ابواب النار وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انہ قال خیر الجبال احد والاشعر ورِقان کذا فی المعجم وقال الحلبی فی سیرتہ ج ۲ ص ۲۱۶ قال صلی اللہ علیہ وسلم ان احدًا ھذا جبل یحبّنا ونحبّہ اذا مررتم بہ فکلوا من شجرہ ولو من عضاھہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم احد رُکنٌ من اَرکان الجنّۃ واُخذ من ھذا انہ افضل الجبال وقیل افضلھا عرفۃ وقیل ابو قبیس وقیل الذی کلم اللہ علیہ موسیٰ علیہ السلام وقیل قاف اھ

اَیلۃ۔ بفتح ہمزہ۔ آیت ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت کے بیان میں مذکور ہے۔ ایلہ بحر قلزم کے ساحل پر بطرف شام ایک مشہور شہر ہے۔ یہ حجاز کا منتہیٰ اور شام کا مبدأ ہے۔ آباد وسرسبز علاقہ میں واقع ہے۔ یہ یہود کا وہ مشہور شہر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں یوم سبت میں مچھلی کا شکار کرنے اور اس کے لیے مختلف حیلے اختیار کرنے کی پاداش میں ممسوخ کرکے بندر وخنازیر بنا دیا تھا۔ ہفتہ کے دن ان پر مچھلیوں کا شکار کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا تھا۔ انہوں نے مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں مسخ کر دیا۔

کہتے ہیں کہ ایلہ کے یہود کے پاس اب بھی ہمارے نبی علیہ السلام کا ایک خط ہے جس پر ان کے ساتھ معاہدہ مکتوب ہے۔ اور نبی علیہ السلام کی چادر بھی ہے جو آپؐ نے یہود کے رئیس یوحنہ بن رؤبہ کو ہدیۃً دی تھی جب کہ سفر تبوک میں یوحنہ بن رؤبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں معاہدہ کے لیے حاضر ہوا تھا۔

اہل تاریخ لکھتے ہیں قدم یوحنۃ بن رؤبۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ایلۃ وھو فی تبوک فصالحہ

على الجزية وقرّر على كل حالم بأرضه فى السنة دينارًا فبلغ ذلك ثلاثمائة دينار واشترط عليهم قرى من مرّ بهم من المسلمين وكتب لهم كتابًا أن يحفظوا ويمنعوا۔ ایلہ اقلیم ثالث میں ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس قریہ میں یہود ممسوخ ہوئے تھے اس کا نام طبریہ ہے نہ کہ ایلہ۔ قرآن مجید میں ہے واسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر الآية

روى الحاكم فى المستدرك باسناده عن عكرمة قال دخلتُ على ابن عباس رضى الله عنهما وهو يقرأ فى المصحف قبل أن يذهب بصره ويبكى فقلتُ له ما يبكيك جعلنى الله فداك فقال هذه الآية۔ و اسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر الآية۔ ثم قال أتعرف ايلة قلت وما ايلة؟ قال قرية كان بها أناسٌ من اليهود حرّم الله تعالى عليهم صيد الحيتان يوم السبت فكانت الحيتان تاتيهم فى يوم سبتهم شرعًا بيضًا سمانًا كامثال المخاض فاذا كان غير يوم السبت لا يجدونها ولا يدركونها الا بمشقة ومؤنة ثم ان رجلًا منهم اخذ حوتًا يوم السبت فربطه الى وتدٍ فى الساحل وتركه فى الماء حتى اذا كان الغد اخذه فاكله ففعل ذلك اهل بيت منهم فاخذوا وشَوَوا فوجدوا جيرانهم ريح الشواء ففعلوا كفعلهم وكثُر ذلك فيهم۔

فافترقوا فرقًا فرقةٌ اكلتْ وفرقة نهت وفرقة قالت لم تعظون قوما الله مهلكهم فقالت الفرقة التى نهت انا نحذركم غضب الله وعقابه ان يصيبكم بخسف او قذف او بعض ما عنده من العذاب و الله ما نساكنكم فى مكان انتم فيه وخرجوا من السور ثم غدوا عليه من الغد فضربوا باب السور فلم يجبهم احدٌ فتسوّر انسانٌ منهم السور فقال قردة والله لها اذنابٌ تتعاوى ثم نزل ففتح الباب ودخل الناسُ عليهم فعرفت القردةُ أنسابها من الانس ولم تعرف الانسُ أنسابها من القرد قال فيأتى القردُ الى نسيبه وقريبه فيحتكُّ به ويلصقُ اليه فيقول الانسىّ انتَ فلان فيشير برأسه أن نعم ويبكى۔

قال ابن عباس رضى الله عنهما فاسمع الله يقول فانجينا الذين ينهون عن السوء واخذنا الذين ظلموا بعذاب بئيس بما كانوا يفسقون۔ فلا ادرى ما فعلت الفرقة الثالثة فلم أرَ أينا من منكر ولم ننه عنه قال عكرمة فقلتُ ما ترى جعلنى الله فداك انهم قد انكروا وكرهوا حين قالوا لم تعظون قومًا الله مهلكهم او معذبهم عذابا شديدا فاعجب قولى ذلك واحمر لى بردين غليظين فكسانيهما۔ شہر ایلہ کا ذکر احادیث میں متکرر ہے۔ فروى ابو ذر مرفوعًا حديث الحوض الكوثر وهو طويل وفيه۔ عرضه مثل طوله ما بين عمان الى ايلة ماؤه اشد بياضًا من اللبن واحلى من العسل۔ اخرجه الترمذى فى جامعه ج ۲ ص ۸۰ ابواب صفة القيامة۔

بیت المقدس ۔ وادخلوا الباب سجدًا وغیرہ کئی آیات کے بیان میں متکرر الذکر ہے۔ مَقْدِس بفتح میم وکسر دال مخفف کا معنی ہے پاک وطاہر۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پاک ومبارک جگہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا۔ یہ ہمارا قبلۂ اوّل تھا۔ یہ ایک مبارک مسجد ہے جس میں نماز پڑھنے کا بہت ثواب ہوتا ہے۔ اس مسجد کے نام سے سارے شہر پر جس میں یہ واقع ہے بیت المقدس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ شہر ایلیاء کے نام سے بھی معروف ہے بیت المقدس کے بے شمار فضائل میں سے چند فضائل یہ ہیں۔

(ا) اس کے سترہ نام ہیں اور کثرتِ اسماء شرفِ مسمّی پر دال ہے۔ (۱) المسجد الاقصیٰ۔ اقصیٰ کا معنی ہے ابعد یعنی بعید تر۔ سُمّی بہ لبُعدہٖ عن الاقذار النجاسات او لعلوّ مرتبتہ عند اللہ فالبعد کنایۃ عن بعد الرتبۃ و ارتفاعھا (۲) مسجد إیلیاء علیٰ وزن کِبریاء وجاز فیہ القصر معناہ بیت اللہ۔ (۳) بیت المقدِس یعنی گناہوں سے پاک ہونے کی جگہ۔ مقدس مثل مَرجع مصدر ہے یا ظرفِ مکان ہے۔ (۴) البیت المُقدّس۔ ای المطھّر (۵) بیت القُدُس، بسکون دال وبضم دال (۶) سَلَم۔ لکثرۃ سلام الملائکۃ فیہ۔ (۷) اور شَلِم، معناہ بالعبرانیۃ بیت السلام (۸) أورشلیم (۹) بیت إیل (۱۰) کورۃ إلیا۔ (۱۱) صِھیُون (۱۲) مصروث (۱۳) بابوش (۱۴) کوسیلا (۱۵) أزیل (۱۶) شلیم (۱۷) صلمون۔ ذکرھنّ الاسماء ابن خالویہ وغیرہ۔

(ب) بیت المقدس جس طرح مسلمانوں کے نزدیک محترم ومبارک ہے اسی طرح یہود ونصاریٰ بھی اسے محترم ومبارک سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ یہود ونصاریٰ کا قبلہ تھا اور ہجرت کے بعد سترہ ماہ تک مسلمانوں کا قبلہ بھی یہی بیت المقدس تھا۔ نصف رجب ۲ھ میں تحویل قبلہ ہوئی۔ وقیل فی نصف شعبان وقیل فی جمادی الآخرۃ۔ تحویل قبلہ بوقت ظہر ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام بنو حارثہ میں تھے۔ بنو حارثہ میں اول نماز بطرف کعبۃ اللہ جو پڑھی گئی وہ ظہر تھی۔ پھر اول نماز جو کعبۃ اللہ کی طرف مسجد نبوی میں پڑھی گئی وہ عصر کی نماز تھی ففی الصحیحین عن البراء ان اول صلاۃ صلّاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلّھا للکعبۃ صلاۃ العصر۔

ج ۔ مسجد بیت المقدس کو یہ عظیم شرف حاصل ہے کہ یہ اسراء کا منتہیٰ ہے اور معراج کا مبدأ ہے۔ اس مبارک مسجد سے ہمارے نبی علیہ السلام نے آسمانوں کی طرف سفر معراج شروع کیا تھا۔ اسی مسجد میں آپؐ نے تمام انبیاء اللہ کو دو رکعت نماز تحیّۃ المسجد پڑھائی معراج سے پہلے کما قال الجمہور یا معراج کے بعد یعنی آسمانوں سے واپسی پر نماز پڑھائی۔ کما قال بعض العلماء۔ ذکر القرطبی فی تفسیرہ عن ابن عباس انہم کانوا سبع صفوف ثلاث صفوف من الانبیاء المرسلین واربعۃ من سائر الانبیاء وکان خلف ظھرہ ابراھیم الخلیل وعن یمینہ اسماعیل وعن یسارہ اسحاق علیھم الصلاۃ والسلام۔

د ۔ قال بعض العلماء لم یختلف احد انہ صلی اللہ علیہ وسلم عرج بہ من عند القبۃ التی یقال لھا قبۃ

المعراج من عند یمین الصخرۃ وقد جاء ان صخرۃ بیت المقدس من صخور الجنۃ وفی لفظ سیدۃ الصخور صخرۃ بیت المقدس وجاء ان صخرۃ بیت المقدس علی نخلۃ والنخلۃ علی نہر من انہار الجنۃ قال الذہبی اسنادہ مظلم.

قال ابن العربی فی شرح الموطا صخرۃ بیت المقدس من عجائب اللہ تعالیٰ فانہا صخرۃ قائمۃ شعثاء فی وسط المسجد الاقصیٰ قد انقطعت من کل جہۃ لا یمسکہا الا الذی یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ فی اعلاہا من جہۃ الجنوب قدم النبی علیہ السلام حین رکب البراق وقد مالت من تلک الجہۃ لہیبتہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی جہۃ الاخری اصابع الملائکۃ التی امسکتہا لما مالت کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۳۷۲۔

وسئل الجلال الدین السیوطی رحمہ اللہ عن غوص قدمہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحجر ہل لہ اصل فی کتب الحدیث فاجاب بانہ لم یقف فی ذلک علی اصل ولا رأی من خرجہ فی شیء من کتب الحدیث وفی کتاب العرائس قال ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ما من ماء عذب الا وینبع من تحت الصخرۃ بیت المقدس ثم یتفرق فی الارض۔ واخرج الترمذی باسنادہ عن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما کان لیلۃ اسری بی قال فاتی جبریل الصخرۃ التی ببیت المقدس فوضع اصبعہ فیہا فخرقہا فشد بہا البراق۔

۸۔ سفر معراج کے دو حصے ہیں۔ اوّل مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک۔ دوم بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف اول حصہ کا نام اسراء ہے قرآن میں اس کا ذکر صریحاً موجود ہے۔ دوسرے حصہ کا نام معراج ہے۔ دونوں حصوں پر بھی اسراء ومعراج کا اطلاق ہوتا ہے۔

بیت المقدس کی طرف اسراء میں کئی حکمتیں ہیں۔ فقیل فی حکمۃ ذلک ان باب السماء الذی یقال لہ مصعد الملائکۃ یقابل بیت المقدس فیحصل العروج مستویا من غیر تعوج قال الحافظ ابن حجر وفیہ نظر لورود ان فی کل سماء بیتا معمورا وان الذی فی السماء الدنیا حیال الکعبۃ فکان المناسب ان یصعد من مکۃ لیصل الی البیت المعمور من غیر تعوج اہ ویمکن ان یقال ہذا لا یستلزم ان یکون الباب من تلک الجہۃ حتی یرد ما اورد فیمکن ان یکون الباب مقابل بیت المقدس۔

ثم ان فی ہذا ردا لما ذکر علماء الہیئۃ الحدیثۃ ان الارض تدور علی محورہا وتتم الدورۃ فی کل ۲۴ ساعۃ اذ بحرکۃ الارض لا تستمر مقابلۃ ذلک الباب بیت المقدس الا ان یقال لیس المراد دوام المقابلۃ واستمرارہا حتی یرد ما ذکر بل المراد نفس المقابلۃ ولو فی بعض الاوقات فالارض تدور ویحاذی فی کل ۲۴ ساعۃ ہذا الباب بیت المقدس۔

۹۔ بیت المقدس کی فضیلت میں کئی احادیث وارد ہیں۔ قرآن شریف میں اسے مبارک کہا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ ماحول کی برکت کے دو مطلب ہیں قال الزرکشی فی اعلام الساجد ص ۲۸۶ فیہ تاویلان احدہما ان جعل حولہ من

الانبياء المصطفين الاخيار والثانى بكثرة الثمار وبجارى الانهار وقال الله تعالى ونجيناه ولوطا الى الارض التى باركنا فيها للعالمين ـ

وروى ابو المعالى فى كتاب فضائل القدس بسنده عن انس رضى الله عنه قال ان جنة الفردوس تحن شوقا الى بيت المقدس وصخرة بيت المقدس من جنة الفردوس وهى صرة الارض وروى انه من دفن فى بيت المقدس وقى فتنة القبر وسؤال الملكين ومن دفن فى بيت المقدس فى زيتون الملة يعنى بايلياء فكانما دفن فى السماء الدنيا وزيتون الملة مقبرة كبيرة من مقابر بيت المقدس ـ راجع الانس الجليل ج ٢ ص ٤١٣

وقال كعب الاحبار من دفن فى بيت المقدس فقد جاز الصراط وروى ابو نعيم فى تاريخ اصبهان بسنده والبزار فى مسنده عن ابى هريرة رض قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات فى بيت المقدس فكانما مات فى السماء ـ مجمع الزوائد ج ٢ ص ٣١٩ ـ وروى ابن ماجه باسناده عن ميمونة مولاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت قلت يا رسول الله افتنا فى بيت المقدس قال ارض المحشر المنشر ائتوه فصلوا فيه فان صلاة فيه كالف صلاة فى غيره رواه ابو داؤد ايضا ـ وعن ام سلمة رض قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اهل بحجة او عمرة من المسجد الاقصى غفر له ما تقدم من ذنبه واخرجه البيهقى ايضا فى سننه ج ٥ ص ٣٠ وفى رواية وجبت له الجنة وقال صلى الله عليه وسلم كما رواه احمد وذكر الدجال فانه يلبث فيكم اربعين صباحا يرد فيكل منهل الا اربع مساجد مسجد الحرام ومسجد المدينة والطور ومسجد الاقصى ـ وروى عن كعب كما فى الانس الجليل ج ١ ص ٢٠٨ صوم يوم فى بيت المقدس براءة من النار ـ

وروى الخطيب كما فى الاعلام ص ٢٩٤ من حديث جابر رضى الله عنه مرفوعا اول من يدخل الجنة الانبياء ثم مؤذنو البيت المقدس ثم مؤذنو مسجدى ثم سائر المؤذنين قال الخطيب غريب تفرد به محمد بن عيسى وفى الانس الجليل ج ١ ص ٢٠٨ فى بعض الروايات ثم الشهداء بعد الانبياء ـ وعن ابى امامة ان النبى عليه السلام قال لا تزال طائفة من امتى ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم قيل ما هم وفى رواية فاين هم يا رسول الله ؟ قال ببيت المقدس واصل هذا الحديث فى صحيح البخارى وروى انهم بالشام ـ راجع عمدة القارى ج ١٦ ص ١٦٤

ز ـ روى النسائى وابن ماجه عن عبد الله بن عمرو عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان سليمان بن داؤد لما بنى بيت المقدس سأل الله ثلاثا فاعطاه اثنتين وارجو ان يكون قد اعطاه الثالثة سأله ملكا لا ينبغى لاحد بعده فاعطاه اياه وسأله حكما يوافق حكمه تعالى فاعطاه اياه وسأله من اتى هذا البيت يريد بيت المقدس لا يريد الا الصلاة فيه ان يخرج من ذنوبه كيوم ولدته امه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا ارجو ان يكون قد اعطاه الثالثة ـ راجع ابن ماجه ج ١ ص ٤٥ والاتحافات السنية فى الاحاديث القدسية ص ٥ ومجمع الزوائد ج ٤ ص ٥

ح ۔ مسجد اقصیٰ میں نماز و دیگر اعمالِ صالحہ کا بہت ثواب ملتا ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد مسجدی ھذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصی رواہ الشیخان۔ وعن ابی الدرداء مرفوعاً فضل الصلاۃ فی المسجد الحرام علی غیرہ بمائۃ الف صلاۃ وفی مسجدی الف صلاۃ وفی مسجد بیت المقدس خمسمائۃ صلاۃ اخرجہ البزار۔ وعن ابن عباس مرفوعاً صلاۃ فی مسجدی ھذا بعشرۃ الاف صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الحرام بعشرۃ امثالھا مائۃ الف صلاۃ وصلاۃ الرجل فی بیت المقدس بالف صلاۃ۔ رواہ الطبرانی۔ وعن انس مرفوعاً صلاۃ الرجل فی بیتہ بصلاۃ وصلاتہ فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاۃ وصلاتہ فی المسجد الذی یجمع فیہ بخمسمائۃ صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الاقصیٰ مسجد المدینۃ بخمسین الف صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الحرام بمائۃ الف صلاۃ۔ اخرجہ ابن ماجۃ۔

ط ۔ مشہور ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی اور اس کی تکمیل سلیمان علیہ السلام نے کی۔ راجع تاریخ الامم والملوک۔ ج ۱ ص ۲۵۲ وفی الصحیحین عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اول مسجد وضع علی الارض فقال المسجد الحرام قلت ثم ای؟ قال المسجد الاقصیٰ قلت وکم بینھما؟ قال اربعون عاماً ثم الارض لک فحیثما ادرکتک الصلاۃ فصل۔ قال اللہ تعالیٰ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا۔

حدیث ہذا میں یہ اشکال ہے کہ بیت المقدس کے بانی سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں اور کعبۃ اللہ کے بانی ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور دونوں کے درمیان مدت ہزار سال سے بھی زیادہ ہے۔ اس اشکال کے کئی جوابات ہیں۔

جواب اول یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کے مؤسس نہیں ہیں بلکہ انہوں نے صرف تجدید عمارت کی تھی اور مؤسس دراصل یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر ابراہیمی کے چالیس سال بعد بحکم اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی بنیاد رکھتے ہوئے اس کی تعمیر کی تھی پھر جب وہ عمارت گر گئی تو سلیمان علیہ السلام نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ قالہ الزرکشی وغیرہ۔

جواب دوم۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے اول معمار و مؤسس نہیں ہیں بلکہ بیت اللہ شریف کو آدم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ پھر چالیس سال بعد بعض اولادِ آدم علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ حکاہ ابن الجوزی وغیرہ۔

جواب سوم، ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ نے کتاب التیجان میں لکھا ہے کہ دونوں کے اول بانی و مؤسس آدم علیہ السلام ہیں اور دونوں کی تعمیر میں چالیس سال کا زمانہ فاصل تھا۔ قال ان آدم علیہ السلام لما بنی البیت امرہ جبریل علیہ السلام بالمسیر الی بیت المقدس ان یبنیہ فبناہ ونسک فیہ اھ

ی ۔ قال فی الانس الجلیل روی عن علیؓ رضی اللہ عنہ انہ قال وسط الدنیا بیت المقدس وارفع الارضین کلھا الی السماء بیت المقدس وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما ومعاذ بن جبلؓ ان بیت المقدس اقرب الی السماء باثنی عشر میلاً وفی انسان العیون ج ۱ ص۱۵ ان بیت المقدس اقرب الی السماء بثمانیۃ عشر میلاً قال بعض الحفاظ وفیہ نظر اھ

بغداد ۔ شہر بغداد مرکزِ اسلام رہا ہے ۔ ابن کثیر بدایہ میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں چار لغات ہیں ۔ بغداد بالدال، بغاذ بالذال ۔ بغدان بالنون ۔ مغدان بالمیم فی الاول والنون فی الآخر ۔ لیکن معجم البلدان ج ۱ ص ۴۵۶ پر سات لغات درج ہیں ۔ یہ کلمہ عجمی ہے جو مرکب ہے بغ و داد سے ۔ بغ ھو البستان وداد اسم رجل او داد بمعنی عطیۃ وبغ اسم صنم ای عطیۃ الصنم اسی وجہ سے یہ نام ابن المبارکؒ واصمعی مکروہ سمجھتے تھے اور اسے مدینۃ السلام کہتے تھے ۔ اس کے بانی منصور نے اس کا نام مدینۃ السلام ہی رکھا تھا ۔ کیونکہ اس کے قریب دجلہ کا نام وادی السلام ہے کذا فی البدایۃ والنہایۃ وقال یاقوت فی معجم البلدان بغ اسم للصنم فذکر انہ اُھدی الی کسریٰ خصی من المشرق فاقطعہ ایاہ وکان الخصی من عباد الاصنام ببلدہ فقال بغداد ای الصنم اعطانی وقیل ان کسریٰ قد وھب لھذا الخصی بُستاناً ھھنا وبغ ھو البستان وداد اعطی فقال بغداد فسمیت بہ ۔

خطیب بغدادی نے یہ حدیث ذکر کی ہے عن جریر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تُبنیٰ مدینۃ بین دجلۃ ودجیل وقطربل والصراۃ تُجبیٰ الیھا خزائن الارض وملوکھا جبابرۃ فلھی اسرع ذھاباً فی الارض من الوتد الحدید فی الارض الرخوۃ ۔ قال وھو حدیث ضعیف ۔

متعدد ائمہ اسلام نے اس کی مدح کی ہے عن یونس قال قال لی الشافعیؒ ھل رأیت بغداد ؟ قلتُ لا، قال ما رأیتَ الدنیا وقال بعضھم الدنیا بادیۃ وبغداد حاضرتھا ۔ وقال ابن علیۃ ما رأیتُ اعقل فی طلب الحدیث من اھل بغداد ولا احسن دعۃ منھم قال ابن مجاھد رأیتُ ابا عمرو بن العلاء فی النوم فقلتُ ما فعل اللہ بک فقال لی دعنی من ھذا مَن أقام ببغداد علی السنۃ والجماعۃ نُقِل من جنۃ الی الجنۃ وقیل مِن محاسن الاسلام یومُ الجمعۃ ببغداد وصلاۃ التراویح بمکۃ ویومُ العید بطرسوس وقال بعضھم رأیتُ ای فی المنام کانّ ملکین أتیا بغدادَ فقال احدھما لصاحبہ اقلبھا فقد حق القول علیھا فقال الآخر کیف اقلب ببلد یُختَم فیھا القرآن کل لیلۃ خمسۃ آلاف ختمۃ ۔

شہر بغداد کی تعمیر کی ابتداء خلیفہ منصور نے ۱۴۴ھ میں کی تھی ۔ اور ۱۴۶ھ میں تکمیل ہوئی ۔ پھر منصور اس میں منتقل ہوا ۔ اس سے پہلے کوفہ کے قریب ہاشمیہ میں مقیم تھا ۔ وقال یاقوت شرع فی عمارتھا ۱۴۵ھ و نزلھا ۱۴۹ھ ۔

بغداد کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے منجمین کے مشورے سے ایک مبارک ساعت کا انتخاب کیا گیا ان میں

ایک منجم کا نام نوبخت تھا۔ منجموں نے بتایا کہ اس وقت مشتری قوس میں ہے جو اس شہر کی سعادت وطول زمانہ وکثرتِ عمارات وکثرتِ دولت وثروت پر دلالت کرتا ہے۔ قال بعضہم قلتُ لہ وأُبشّرك یا امیر المؤمنین انہ لا یموت فیہا احد من الخلفاء ابدًا فرأیتُہ یبتسم۔

مگر اہل نجوم کی یہ بات بعد میں غلط ثابت ہوئی۔ کئی خلفاء اس میں مرے اور امین الرشید وغیرہ کئی اس میں قتل ہوئے۔ ابن زُریق کوفی مدح بغداد میں کہتا ہے ؎

سافرتُ أبغی لبغدادٍ و ساکنہا ۔۔۔ مثلًا فما اخترتُ شیئًا دونہ الیاسُ

ہیہات بغداد و الدنیا باجمعہا ۔۔۔ عندی و سُکّانُ بغدادٍ ہم الناسُ

بعض نے بغداد کی مذمت میں یہ اشعار کہے ہیں ؎

بغداد ارضٌ لاہلِ المال طیّبۃٌ ۔۔۔ وللمفالیسِ دارُ الضنکِ و الضیقِ

اصبحتُ فیہا مضاعًا بین اظہرہم ۔۔۔ کأننی مصحفٌ فی بیت زندیقِ

بدر ۔ یسئلونك عن الشہر الحرام کی شرح میں مذکور ہے۔ بدر بفتح باء وسکونِ دال کا اصلی معنی کمال وامتلاء ہے یقال غلام بدرٌ اذا کان ممتلئًا شابًّا لحمًا وسُمّی بدر القمر بدرًا لتمامہ وعظمہ۔ بدر مدینہ منورہ ومکہ مکرمہ کے مابین ایک کنویں یا چشمے کا نام ہے جو ساحلِ بحر سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ بعدہٗ اس مقام کا نام بھی بدر مشہور ہوا۔

اسی مقام بدر پر مشرکینِ مکہ اور صحابہؓ کے درمیان اسلام کی اوّلین جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ میں اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ ستر کفار قتل اور ستر گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے فرشتے نازل ہوئے تھے۔ یہ دو پہاڑوں کے مابین جگہ ہے بلکہ ہر طرف پہاڑ ہیں۔ اب یہاں پر ایک شہر آباد ہے۔ بدر میں جو مسجد اب موجود ہے وہ نبی علیہ السلام کے عریش کی جگہ پر تعمیر ہوئی ہے۔ کذا اخبرنی بعض سُکّان بدر۔

بدر کا نام منسوب ہے بدر بن یخلد بن النضر بن کنانہ کی طرف وقیل ہو اسم رجل من بنی ضمرۃ سکن ہذا الموضع فنسب الیہ فقیل بدری ثم غلب اسمہ علیہ ای بغیر النسبۃ فقیل بدر۔ راجع تاج العروس ج ۳ ص ۳۴ اور بقول مؤرخ زبیر بن بکار یہ مقام منسوب ہے بدر بن قریش بن حارث بن نخلد کی طرف۔ لانہ کان احتفر ہذہ البئر۔ یہ وہی قریش ہے جس کے نام سے حسب قول بعض علماء قریشِ مکہ قریش کہلاتے ہیں۔ کذا فی معجم البلدان وقیل بدر بئر حفرہا رجل من غفار ثم من بنی النار اسمہ بدر وروی یونس عن ابن ابی زکریا عن الشعبی قال بدر اسم رجل کانت لہ بدر کذا فی الروض الانف ج ۲ ص ۶۱

لفظ بدر پر الف لام داخل کرنا صحیح نہیں۔ اسلام سے قبل جاہلیت میں یہاں پر ایک بازار یعنی میلہ لگتا تھا یکم ذوالقعدہ سے آٹھ ذوالقعدہ تک جس میں بہت سے لوگ شریک ہوتے تھے۔ کذا قیل۔ قال فی المفصّل

فی تاریخ العرب ج ۷، ص۳۶۷ و امّا بدر فکان موضعا فیہ ماء وکان موسما من مواسم العرب تجتمع لہم بہا سوق کل عام یجتمعون فیہ للتجارۃ وللتنزہ فکانوا یتجرون ویطعمون ویشربون ویسمعون الغناء انتہی۔ راجع تاریخ الطبری ج ۲ ص۲۷۹ والبلدان ج ۲ ص۸۸

جنگ بدر رمضان شریف ۲ھ میں واقع ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۳۱۳ تھی۔ ان میں ۸۰ سے کچھ کم مہاجرین تھے اور انصار ۲۴۰ کے لگ بھگ تھے ذکر الامام الدانی وغیرہ انہ سمع من مشایخ الحدیث ان الدعاء عند ذکر اسماء اصحاب بدر مستجاب وقد جرّب ذلک۔

صحابہ کے پاس صرف پانچ گھوڑے تھے مقداد و زبیر و مرثد رضی اللہ عنہم کے تین اور دو گھوڑے نبی علیہ السلام کے تھے وقیل لم یکن فی الجیش الا فرسان فرس المقداد وفرس الزبیر وعن علی رضی اللہ عنہ ما کان فینا فارس یوم بدر غیر المقداد ویمکن ان یقال فی الجمع انہ لم یقاتل یوم بدر فارسا الا المقداد وغیرہ ممن کان لہ فرس قاتل راجلا۔ مسلمانوں کے پاس ۷۰ اونٹ تھے جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب نبی علیہ السلام کے حکم سے فوجِ مسلمین کی گنتی ہوئی اور معلوم ہوا کہ وہ ۳۱۳ ہیں تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا عدۃ اصحاب طالوت الذین جاز وا معہ النہر۔

مشرکین ۹۵۰ یا ۱۰۰۰ تھے اور پوری طرح مسلّح تھے۔ ان کے ساتھ ۱۰۰ گھوڑے تھے گانے والی عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ ابلیس بھی بصورت سراقۃ بن مالک مدلجی ان کے ساتھ تھا۔ سراقۃ بن مالک قبیلہ بنو کنانہ کا رئیس تھا۔ بنو کنانہ اور قریش میں دشمنی تھی۔ قریش کو خطرہ تھا کہ کہیں ہماری عدم موجودگی میں بنو کنانہ مکہ مکرمہ پر حملہ نہ کر دیں۔ اسی وجہ سے ان کی تسلی کی خاطر شیطان سراقۃ بن مالک کی شکل میں ان کے ساتھ آیا اور کہا کہ بنو کنانہ کی فکر نہ کرو بلکہ بنو کنانہ بھی تمہاری مدد کے لیے آرہے ہیں وقال ابلیس لہم لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم۔

مدینہ منورہ سے نکل کر نبی علیہ السلام نے یہ دعا مانگی اللہم ہم حفاۃ فاحملہم وعراۃ فاکسہم وجیاع فاشبعہم وعالۃ فاغنہم من فضلہم یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور شرکاء بدر کو غنیمت میں کافی مال ہاتھ آیا۔ اس جنگ میں عشق و محبت جرأتِ صحابہؓ اور قدرت باری تعالیٰ کے عجیب و غریب ایمان افروز مناظر سامنے آئے نبی علیہ السلام نے بوقتِ جنگ صحابہ کی صفیں بنائیں تو ایک شخص سواد بن غزیۃ حلیف بنی النجار صف سے قدرے باہر نکلے ہوئے تھے نبی علیہ السلام نے لوہے کے بغیر تیر کی لکڑی سے سوادؓ کے ننگے پیٹ پر آہستہ سے ٹھوکا دیا اور فرمایا استوِ یا سواد فقال یا رسول اللہ اوجعتنی وقد بعثک اللہ بالحق والعدل فاقدنی ای مکّنی من القود ای القصاص من نفسک فکشف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بطنہ وقال استقِد ای خُذِ القود فاعتنق سوادٌ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقبّل بطنہ فقال ما حملک علی ہذا یا سواد فقال یا رسول اللہ حضر ما تری فاردت ان یکون آخر العہد بک ان یمسّ جلدی جلدک فدعا لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیر۔ وسواد ہذا جعلہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر عاملاً علی خیبر۔ کذا فی کتب التاریخ۔

اقول ووقع له صلی اللہ علیہ وسلم مع بعض الانصار وھو سواد بن عمرو مثل الذی وقع لہ مع سواد بن غزیۃ ففی ابی داؤد ان رجلاً من الانصار کان فیہ مزاح فبینما ھو یحدث القوم یُضحکھم اذ طعنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خاصرتہ بعود کان فی یدہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی لفظ بعرجون وفی اٰخر بعصا فقال اصبرنی یا رسول اللہ ای اَقِدنی ومَکِّنی من نفسک لاَقتصّ منک فقال اصبر ای اقتص قال ان علیک قمیص ولیس علی قمیص فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قمیصہ فاحتضنہ وجعل یقبّل کشحہ۔

ومن خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ ما التصق ببدنہ مسلم وتمسّہ النار کذا فی الخصائص الصغری وفیھا فی محلّ اٰخر ولا تأکل النار شیئاً مسّ جسدہ وکذلک الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام۔

اس جنگ میں مسلمانوں میں سے اول شہید عمر رضی اللہ عنہ کا غلام مہجع تھا پھر حارثہ بن سراقہ شہید ہوئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے ہزار فرشتے آئے تھے۔ ۵۰ جبریل علیہ السلام کے ساتھ اور ۵۰ میکائیل علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ بعض روایات میں تین ہزار اور بعض میں پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے تھے۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کان مع المسلمین من مؤمن الجن سبعون لکن لم یثبت انھم قاتلوا بل کانوا مدداً فقط۔

جنگ بدر میں ۷۰ کفار قتل اور ۷۰ گرفتار کیے گئے۔ ان میں سے ۲۴ اور بقول بعض ۲۳ رؤسار مکہ کی لاشیں وہاں پر قلیب گڑھے میں ڈالی گئیں۔ یعنی ابوجہل، عتبۃ بن ربیعہ، شیبۃ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، حرث بن عامر وغیرہ۔

مسلمانوں میں ۱۴ شہید ہوئے چھے مہاجر اور آٹھ انصار جن میں چھے خزرج کے اور دو اوس کے تھے۔ چھے مہاجرین یہ ہیں:۔

(۱) عبیدۃ بن الحارث بن عبد المطلب۔ یہ سخت زخمی ہوگئے تھے۔ بدر سے واپس آتے ہوئے مقام صفرا میں وفات پاگئے۔ (۲) مہجع مولی عمر بن الخطاب۔ وھو اوّل قتیل رمی انہ اوّل من یدعی یوم القیامۃ من شھداء ھذہ الامّۃ۔ کذا فی السیرۃ النبویۃ لاحمد زینی ج ۱ ص ۴۱۷۔

قال فی السیرۃ الحلبیّۃ ج ۲ ص ۱۶۱ ونقل بعض المشائخ انہ اول من یدعی من شھداء ھذہ الامّۃ وانہ علیہ السلام قال یومئذ مہجع سیّد الشھداء ای من ھذہ الامۃ فلا ینافی ما جاء ان سیّد الشھداء یوم القیامۃ یحیی بن زکریا علیھما السلام وقائدھم الی الجنّۃ وذابح الموت یوم القیامۃ یُضجعہ ویذبحہ بشفرۃ فی یدہ والناس ینظرون الیہ لکن جاء سیّد الشھداء ھابیل الّا ان تجعل الاوّلیّۃ اضافیّۃ فیراد اوّل اولاد اٰدم لصلبہ انتھی۔ وفی الحدیث المرفوع سید الشھداء حمزۃ رضی اللہ عنہ۔

(۳) عمیر بن ابی وقاص۔ (۴) عاقل بن بکیر لیثی (۵) صفوان بن بیضاء فہری (۶) ذوالشمالین۔ ان کا نام عمیر ہے۔ وقیل الحرث وقیل عمرو بن عبد عمرو الخزاعی۔ انھیں ذوالیدین بھی کہا جاتا تھا۔

انصار کے آٹھ شہداء کے نام یہ ہیں۔ (۱) عوف بن عمراء (۲) معوذ بن عفراء یہ دونوں بھائی ہیں (۳) حارثۃ ابن سراقۃ (۴) یزید بن الحرث بن قیس (۵) رافع بن المعلی (۶) عمیر بن الحمام بن الجموح۔ یہ چھٹے خزرجی ہیں (۷) سعد بن خیثمۃ (۸) مبشر بن عبد المنذر۔ یہ دو اوسی ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ سب شہداء عبیدہ کے سوا بدر میں مدفون ہیں۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ صفراء میں یا مقام روحاء میں مدفون ہیں کیونکہ وہ زخمی حالت میں یہاں سے اٹھائے گئے تھے۔

فتح بدر کے بعد نبی علیہ السلام نے اہل مدینہ کو خوش خبری پہنچانے اور اطلاع دینے کے لیے عبداللہ بن رواحہ و زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو بھیج دیا۔ چنانچہ اہل مدینہ اس اطلاع سے بہت خوش ہوئے اور نبی علیہ السلام کے استقبال کے لیے مقام روحاء تک گئے۔ شہر کے بچوں اور چھوٹی بچیوں نے استقبال کرتے ہوئے کہا ؎

طلع البدرُ علینا من ثنیّات الوَداع
وجب الشکرُ علینا ما دعا للہ داع
ایّھا المبعوثُ فینا جئتَ بالامر المطاع

جنگِ بدر میں فتحِ عظیم کے بعد یہودِ مدینہ اور دیگر دشمنانِ اسلام خائف ہوئے اور بہت سے مسلمان ہو گئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَی بھی بہ ظاہر اسلام میں داخل ہو گیا۔ وقالت الیھود تیقنّا انہ النبی الذی نجد نعتہ فی التوراۃ وآمن منھم جماعۃٌ۔

بدر سے آتے ہوئے مقام صفراء سے گزر کر نبی علیہ السلام نے مالِ غنیمت میں سے خُمس نکال کر باقی مال فوج میں تقسیم فرما دیا۔ مالِ غنیمت ۱۵۰ اونٹوں ۱۰ گھوڑوں اور اسلحہ اور کپڑوں، قیمتی چمڑوں اور نقد دراہم و دنانیر وغیرہ مختلف اشیاء پر مشتمل تھا۔ آپؐ نے اعلان فرمایا من قتل قتیلاً فلہ سلبہ ومن اسر اسیرًا فھولہ۔

جو صحابہ بحکم نبی علیہ السلام جنگ بدر میں غیر حاضر تھے ان کا حصہ بھی مالِ غنیمت میں سے مقرر فرمایا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اول، عثمان رضی اللہ عنہ جو نبی علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے رہ گئے تھے۔ فتحِ بدر کی خوش خبری مدینہ منورہ میں اس وقت پہنچی جب کہ حضرت رقیہؓ دفنائی جا رہی تھیں۔ بوقتِ وفات ان کی عمر بیس سال تھی۔ اس واسطے عثمان رضی اللہ عنہ بھی بدریین میں شمار ہوتے ہیں۔ دوم ابولبابہ رضی اللہ عنہ جنھیں مدینہ منورہ میں آپؐ نے نائب مقرر فرمایا تھا۔ سوم عاصم بن عدی جو اہل قبا پر نائب مقرر ہوئے تھے۔ چہارم و پنجم، طلحہ بن عبیداللہ و سعید بن زید۔ جنھیں نبی علیہ السلام نے دشمن یعنی قافلۂ ابوسفیان وغیرہ کی جاسوسی اور پتہ کرنے کے لیے جنگ سے پہلے بھیجا تھا اور پھر وہ اس وقت واپس آئے جب کہ جنگ ختم ہو چکی تھی۔ ششم حرث بن حاطب رضی اللہ عنہ جن کو بنو عمرو بن عوف پر نائب مقرر فرمایا تھا۔

راستہ میں قیدیوں میں سے نضر بن الحرث کے قتل کا آپؐ نے حکم دیا۔ اس کے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں

اور اسی طرح عقبۃ بن ابی معیط بن ذکوان کو بھی قتل کروایا۔ یہ مستہزئین میں سے تھا۔ نبی علیہ السلام کے چہرۂ انور پر عقبہ نے مکہ مکرمہ میں تھوکا تھا ولما بزق فی وجهه رجع بزاقه الیه واحترق وجهه وصار اثر ذلك باقیاً فی وجهه الی موته وهو الذی وضع سلا الجزور علی ظهر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو ساجد وکان شدید السفه الفجور ویروی ان النبی علیه السلام قال له بمکة لا ألقاك خارج مکة الا علوت راسك بالسیف۔ عقبہ کے قاتل کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض اس کے قاتل عاصم بن ثابت رض ہیں وہو الصحیح اور عند البعض علی بن ابی طالب رض قاتل ہیں۔ قیل انه بعد قتله صلب علی شجرة۔ کذا فی سیرة احمد زینی دحلان۔ ج ۱ ص ۴۰۶

قال ابن حبیب المؤرخ فی کتابه المحبر ص ۴۸۶ قتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقبة بن ابی معیط بعرق الظبیة منصرفه من بدر فامر بصلبه فهو اول مصلوب فی الاسلام وأسرت هذیل یوم الرجیع خبیب بن عدی الانصاری وابن الدثنة الانصاری رضی اللہ عنهما بعد ما أعطوهما اماناً وثقوا لهما الا یغدروا بهما فلما صاروا فی ایدیهم غدروا بهما وباعوهما من قریش فصلبوهما بالتنعیم رحمهما اللہ ورضی عنهما۔

وفی انسان العیون ج ۲ ص ۱۸۷ قال ابن حبیب هو ای عقبة اول مصلوب فی الاسلام ورده ابن الجوزی بان اول من صلب فی الاسلام خبیب بن عدی وقد یقال لا مخالفة لان المراد بالثانی اول مصلوب من المسلمین وبالاول اول مصلوب من الکفار وذکر ان اول من استعمل الصلب فرعون ولعل المراد به فرعون موسی بن عمران علیه السلام لا فرعون ابراهیم علیه السلام وهو اول الفراعنة ولا فرعون یوسف علیه السلام وهو ثانی الفراعنة وفی قول ان فرعون یوسف هذا هو فرعون موسی علیه السلام بمعنی انه بقی الی زمن موسی علیه السلام اھ

روی الطبرانی وابن ابی مندة عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال بینما اناس یربجنبات بدر اذ خرج رجل من حفرة فی عنقه سلسلة فنادانی یا عبد اللہ اسقنی فلا أدری أعرف اسمی أو دعانی بدعایة العرب وخرج رجل من تلك الحفرة فی یده سوط فنادانی یا عبد اللہ لا تسقه فانه کافر ثم ضربه بالسوط فعاد الی حفرته فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسرعاً فاخبرته بذلك فقال لی قد رأیته قلت نعم قال ذاك عدو اللہ ابو جهل وذاك عذابه الی یوم القیامة۔

مقام بدر میں لوگ آج تک بعض پُراسرار طبل و نقارے کی آواز سنتے رہتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ جنگِ بدر کی فتح کی خوشی کے نقارے ہیں۔ زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۴۳۸ پر لکھتے ہیں قال الامام المرجانی وضربت طبل خانة النصر ببدر فهی تضرب الی یوم القیامة۔

علامہ محمد بن محمد بن مرزوق تلمسانی متوفی ۷۸۱ھ شرح بردہ میں لکھتے ہیں ومن آیات بدر الباقیة

ماكنتُ اسمعه من غير واحد من الحجاج انهم اذا اجتازوا ببدر يسمعون هيئة الطبل كهيئة طبل ملوك الوقت ويعتقدون ان ذلك لنصر اهل الايمان قال وربما انكرتُ ذلك وربما تأوّلتُه بان الموضع صلب فتستجيب فيه حوافر الدواب وكان يقال لى انه دهس (اى سهل برمل ولا تراب ولا طين) غير صلب وغالبا ما يسير هناك الابل واخفافها لا تصوت فى الارض الصلبة فكيف بالرمال۔

قال ثم لما مَنَّ اللهُ علىَّ بالوصول الى ذلك الموضع المشرق نزلت عن الراحلة امشى وبيدى عود طويل من شجر السعدان المسمى بام غيلان وقد نسيتُ ذلك الخبر الذى كنتُ اسمع فما راعنى وانا سائر فى الهاجرة الا واحدٌ من عبيد الاعراب الجالبين يقول اتسمعون الطبل فاخذتنى لما سمعتُ كلامه قشعريرة بيّنة وتذكّرتُ ما كنتُ اُخبرتُ به وكان فى الجوّ بعض ريح فسمعت صوت الطبل انا دهش متحيّر مما اصابنى من الفرح او الهيبة اوما الله اعلم به فشككتُ وقلتُ لعلّ الريح سكنت فى هذا العود الذى فى يدى اوجدتْ مثل هذا الصوت وانا حريص على طلب التحقيق لهذه الآية العظيمة فالقيت العود من يدى وجلستُ على الارض او ثبتُّ قائما وفعلتُ جميع ذلك فسمعتُ صوت الطبل سماعا محققا وصوتا لا اشك انه صوت طبل وذلك من ناحية اليمين ونحن سائرون الى مكة المشرفة ثم نزلنا ببدر فظللت اسمع ذلك الصوت يومى اجمع المرة بعد المرة قال ولقد اُخبرتُ ان ذلك الصوت لا يسمعه جميع الناس انتهى كلام ابن مرزوق۔

قال صاحب الخميس ولما نزلتُ بدرًا سنة ستّ وثلاثين وتسعمائة وصلّيتُ الفجر يوم الاربعاء اوائل شعبان واقمنا يومًا ابتكرتُ نحو ذلك الصوت يجئ من كثيب ضخم طويل مرتفع كالجبل شمالى بدر فطلعتُ اعلاه وتتابع الناس لسماعه وكانوا زهاء مائة من رجال ونساء فما سمعتُ شيئًا فنزلتُ اسفله فسمعتُ من سفح الكثيب صوتًا كهيئة الطبل الكبير سماعًا محققا بلا شك مرارًا متعددة وسمعه الناس كلهم كما سمعتُ وكان الصوت يجئ تارةً من تحتنا ثم ينقطع وتارةً من خلفنا ثم ينقطع وتارةً من قدّامنا وتارةً من شمالنا فسمعنا سماعًا محققا وكان الوقت صحوًا لا ريح فيه انتهى۔

بابل۔ قرآن مجید میں مذکور ہے وما انزل علی الملکین ببابل۔ بابل بکسر با۔ بروزن قاتل ہے۔ یہ ایک قدیم شہر کا نام ہے جو کوفہ و حلّہ کے آس پاس تھا۔ بقول بعض یہ ایک علاقہ کا نام تھا۔ جس میں کوفہ بھی داخل ہے۔ عند الاخفش یہ غیر منصرف ہے علمیت و تانیث کی وجہ سے۔

قرآن میں بابل مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت۔ شہر بابل کو نوح علیہ السلام نے طوفان کے بعد تعمیر کیا تھا۔ لہذا طوفان کے بعد یہ پہلا شہر ہے جو آباد ہوا۔ نوح علیہ السلام بمع دیگر رفقاء کے اس میں مقیم ہو گئے۔ اس کے بعد مدت تک یہ دار المملکت رہا۔ اس میں کلدانی لوگ آباد تھے۔ ان کا آخری

بادشاہ تھا۔ دارا کے قتل کے بعد ان کی قوت ختم ہوگئی۔ عند البعض اس شہر کا بانی ضحاک بادشاہ تھا جسے افریدون بادشاہ نے گرفتار کر کے مقام دُنباوند میں قید کر دیا۔ اس کی گرفتاری کے دن کو مجوس نے عید کا دن بنالیا۔ جسے عید مہرجان کہتے ہیں۔

مشہور ہے کہ ضحاک کے تین منہ اور چھے آنکھیں تھیں اور ہزار سال تک وہ حاکم اور بادشاہ رہا۔ ابو المنذر کہتے ہیں کہ شہر بابل کی اول تعمیر بیوراسب جبار بادشاہ نے کی واشتق اسمها من اسم المشتری لان بابل بلسانهم اسم للمشتری استتم بناؤها جمع اليها كل من قد عليه من العلماء وبنى لهم اثنى عشر قصرا على عدد البروج وسماها باسمائهم فلم تزل عامرة حتى خربها الاسكندر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بابل میں جب بہت سے قبائل جمع ہوئے اور بہ حکم خداوندی ان کی زبانیں مختلف ہوئیں قال حتى افترقوا على اثنين وسبعين لسانا وانقطع الصوت وتبلبلت الالسن فسميت بابل۔ كذا في المعجم۔ بابل زمانہ قدیم میں سحر و نجوم کا مرکز تھا۔ اب تباہ شدہ حالت میں اس کے کھنڈرات باقی ہیں۔

وقال ياقوت ذكر اهل التوراة ان مقام آدم عليه السلام كان ببابل فلما قُتِل قابيلُ هابيلَ مَقَتَ آدم قابيل فهرب قابيل باهله الى الجبال عن ارض بابل فسميت بابل يعنى به الفرقة ثم بعد مدة حينما كثرت اولاد قابيل نزلت اولاد قابيل بمصر۔

فائدہ۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ بابل یعنی عراق کے حکمران دنیا کے اوّلین بادشاہ تھے جنھوں نے زمین آباد کی اور اس میں شہر تعمیر کیے۔ فُرس اولیٰ نے حکومت ملوکِ بابل سے لی جس طرح رومیوں نے یونانیوں سے حکومت چھین لی تھی۔ مؤرخ مسعودی لکھتے ہیں کہ نمرود جبار بابل کا پہلا حاکم ہے نمرود کے زمانے میں ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے اور اسی نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا۔ نمرود نے عراق میں متعدد نہروں کی کھدائی کا حکم دیا۔ ان میں ایک نہر کوثی ہے جو طریق کوفہ میں ہے اور قصر ابن ہبیرہ و بغداد کے درمیان سے گزرتی ہے۔ لیکن بعض اہل تاریخ مسعودی کی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ نمرود بابل کا سب سے پہلا بادشاہ تھا۔

مسعودی کی تحقیق کے مطابق ملوک بابل کے بادشاہوں کے اسماء اور مدتِ حکومت مندرجہ ذیل جدول سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

عدد	اسماء الملوك مع ذكر بعض الاحوال	مدة الملك
۱	نمرود الجابر المشهور۔	۶۰ سنة

٢	ثم ملك بعده بولوس وكان متجبّرًا وصاحب حروب -	٧٠ سنة
٣	ثم فيومنوس وكان باغيًا على الناس -	١٠٠ »
٤	ثم سوسوس -	٩٠ »
٥	ثم كورش -	٥٠ »
٦	ثم اذفر وقيل اسمه انمر -	٢٠ »
٧	ثم سملا وقيل اسمه شبرم -	٤٠ »
٨	ثم بوسميس وقيل فرسميس -	٧٠ »
٩	ثم انيوس -	٣٠ »
١٠	ثم افلاوس وقيل ابلاوس -	١٥ »
١١	ثم الحلوس -	٤٠ »
١٢	ثم اومرنوس وقيل اومونوس -	٣٠ »
١٣	ثم كلوس وقيل بعد كلوس -	٣٠ »
١٤	ثم سيبفروس وقيل سفروس -	٤٠ »
١٥	ثم مارنوس -	٣٠ »
١٦	ثم وسطاليم -	٤٠ »
١٧	ثم امنوطوس وقيل اميرطوس -	٦٠ »
١٨	ثم تباوليوس -	٥٠ »
١٩	ثم العداس -	٣٠ »
٢٠	ثم اطيروس -	٦٠ »
٢١	ثم ساوساس -	٢٠ »
٢٢	ثم فاربنوس - ملك ٥٠ سنة وقيل ٤٥ سنة -	٥٠ »
٢٣	ثم سوسا ادربينوس فغزاه ملك من ملوك فارس من عقب اردملك فارس .	٤٠ »
٢٤	ثم مسروس -	٥٠ »
٢٥	ثم طاطايوس -	٣٠ »
٢٦	ثم طاطاوس -	٤٠ »
٢٧	ثم افروس -	٤٠ »

عدد	اسماء الملوك وذكر بعض احوالهم	مدة الملك
٢٨	ثم لاوسيس .	٥٠
٢٩	ثم افريقراس ملك ٣٠ سنة او ٥٠ او ٤٢ سنة .	٣٠
٣٠	ثم منطوروس .	٢٠
٣١	ثم قولاقسما .	٦٠
٣٢	ثم هنقلس ملك ٣٥ سنة او ٥٠ سنة وكانت له حروب مع بعض ملوك الصابئة .	٣٥
٣٣	ثم مرجد وقيل اسمه سيموجد .	٣٠
٣٤	ثم مردوح .	٤٠
٣٥	ثم سنجاريب وهو الذى اتى بيت المقدس .	٣٠
٣٦	ثم نشوه منوشا وقيل اسمه سوسا .	٣٠
٣٧	ثم بختنصر الجبار المشهور مخرب بيت المقدس وقاتل بنى اسرائيل .	٤٥
٣٨	ثم فرمودوج وقيل قرمودح .	١
٣٩	ثم بنطسفر وقيل نيطعر .	٦٠
٤٠	ثم منسوس .	٨
٤١	ثم مسوسا .	١
٤٢	ثم داونوس .	٣١
٤٣	ثم كسرجوس .	٢٠
٤٤	ثم مرطياسة ملك ٩ اشهر وقتل .	٩ من الاشهر
٤٥	ثم فنحست .	٤١ سنة
٤٦	ثم احترست .	٣
٤٧	ثم شعرياس .	١
٤٨	ثم داريوس .	٢٠
٤٩	ثم اطحست .	٢٩
٥٠	ثم داروا اليسع	١٥

هذا ما رسمت اسماء هؤلاء الملوك فى كتب التواريخ وللمورخين فى هذا الباب اختلاف كثير قال المسعودى

قالوا وهم الذين شيّدوا البنيان ومدّنوا المدن وحفروا الانهار وغرسوا الاشجار واستخرجوا المعادن من الحديد والرصاص والنحاس وغير ذلك وطبعوا السيوف واتخذوا عدّة الحرب وغير ذلك من الحيل ونصبوا قوانين الحرب بالقلب والميمنة والميسرة والزحف وجعلوا ذلك مثالاً لاعضاء جسد الانسان وقد ذهبت طائفة من الناس الى ان هؤلاء كانوا من النبط وغيرهم من الامم۔

علم نجوم میں اہل بابل نے قدیم زمانے میں بڑی ترقی کی تھی سیارات وثوابت کے بارے میں ان کی متعدد تحقیقات آج تک صحیح تسلیم کی جاتی ہیں۔ آج کل دوربینوں کے ذریعے کواکب کی تفصیل معلوم کی جاتی ہے لیکن زمانہ قدیم میں بعض اہل بابل نے ایسا سرمہ ایجاد کیا تھا جس کے استعمال سے وہ خالی آنکھ سے دور دراز ستاروں کی حرکات واحوال دیکھ سکتا تھا۔ حکی الامام فخرالدین فی اول السرّ المکتوم قال قال ثابت ابن قرة ذکر بعض الحکماء کحلاً یقوّی البصر الی حیث یری مابعد عنه کأنه بین یدیه قال فعلہ بعض اهل بابل فحکی انه رأی جمیع السیارة والثابتة فی مواضعها وکان ینفذ نور بصره فی الاجسام الکثیفة فکان یری ماوراءها فامتحنته انا وقسطا بن لوقا ودخلنا بیتاً وکتبنا کتاباً فکان یقرأه علینا ویعرفنا اوّل سطر من الکتاب واٰخره کأنه معنا وکنّا نأخذ القرطاس نکتب بیننا وبینه جدار وثیق فاخذ هو قرطاساً ونسخ ماکنّا نکتبه کأنه ینظر فیما نکتب وسأله قسطا عن اٰخ له بعلبك فنظر ثم اخبر انه علیل وانه لد لمولود وطالعه ثلاثة اجزاء من الثور ففحصنا عنه فکان کما قال انتهی۔

بصرہ ۔ شرح تسمیہ کی ابتداء میں مذکور ہے۔ شہر بصرہ عراق کا معروف شہر ہے۔ زمانہ قدیم میں بصرہ وکوفہ علمی مرکز تھے۔ بصرتان کوفہ وبصرہ کو کہا جاتا ہے۔ بصرہ وکوفہ دونوں شہروں کی تعمیر خلافتِ عمرؓ میں ہوئی۔ عتبہ بن غزوان نے بحکمِ عمر رضی اللہ عنہ افواجِ اسلام کے لیے ایک مناسب جگہ تلاش کی تو یہ جگہ جس میں اب بصرہ ہے منتخب کی۔

قال الاصمعی عبد الرحمٰن بن ابی بکرة اول مولود ولد بالبصرة فحبوه جزوراً اشبع اهل البصرة وکان تمصیر البصرة فی سنة ۱۴ھ قبل الکوفة بستة اشهر وکان ابوبکرة اوّل من غرس النخل بالبصرة۔

بصرہ کے معنی لغوی ووجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قولِ اوّل۔ ابن انباری کہتے ہیں البصرة فی کلام العرب الارض الغلیظة وقال قطرب هی الارض الغلیظة التی فیها حجارة تقلع وتقطع حوافر الدوابّ۔ تعمیرِ شہر سے قبل چونکہ بصرہ کی زمین سخت اور پتھریلی تھی اسی وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔

قولِ ثانی۔ قیل البصرة حجارة رخوة فیها بیاض۔

قولِ ثالث ۔ قال ابن الاعرابی البصرۃ حجارۃ صلابٌ وسُمّیت بصرۃ لغلظھا وشدّتھا کما تقول ثوب ذوبصر اذا کان شدیدًا جیّدًا قال ورأیتُ فی تلک الحجارۃ فی اعلی المربد بیضًا صلابًا ۔

قولِ رابع ۔ ذکر الشرقی بن القطامی ان المسلمین حین وافوا مکان البصرۃ للنزول بھا نظروا الیھا من بعید وابصروا الحصی علیھا فقالوا انّ ھذہ ارض بصرۃ یعنون حَصبۃ فسمیت بذلک ۔

قولِ خامس ۔ قیل البصرۃ الطین العلک ۔

قولِ سادس ۔ قیل ھی الارض الطیبۃ الحمراء ۔

قولِ سابع ۔ قال احمد بن محمد الھمدانی حکایۃ عن محمد بن شرحبیل بن حسنۃ انما سُمّیت البصرۃ لانّ فیھا حجارۃ سوداء صلبۃ ۔

قولِ ثامن ۔ قال حمزۃ بن الحسن الاصبھانی سمعتُ مُوبَذ بن اسوھشت یقول البصرۃ تعریب بس راہ لانھا کانت ذات طرق کثیرۃ انشعبت منھا الی اماکن مختلفۃ ۔

بصرہ و کوفہ دین اسلام وعلم وجیوشِ اسلام ومجاہدین کے مرکز تھے لہذا دونوں کی افضلیت میں اہلِ کوفہ وبصرہ میں مقابلے ومفاخرے ہوتے رہتے تھے ۔ طرفین کا تھوڑا سا کلام یہاں پر نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے بعض اہل کوفہ نے کہا ان البصرۃ اسرع الارض خرابًا واخشنھا ترابًا وابعدھا من السماء واسرعھا غرقًا ۔ اس کے جواب میں اہلِ بصرہ نے کہا کیف یکون باسرع غرقًا ؟ ومُفیضُ مائھا فی البحر ثم یخرج ذلک الی البحر الاعظم ثم اذا جاوز الابلۃ بعدۃ فراسخ یصبّ فی دجلۃ سامرا ودجلۃ عباد ان ولم یدخل البصرۃ ماء قط فکیف تکون اسرع خرابًا ؟

احنف بن قیس بصری نے اہل کوفہ کو کہا نحن اغذی منکم بریۃً واکثر منکم بحریۃً وابعد منکم قسریۃً واکثر منکم ذریۃً ۔

اہل بصرہ میں سے بعض لوگوں نے فقہاء اہل کوفہ کے بارے میں کہا ابحثُ الناس لصغیرٍ واترکہ لکبیرٍ یتکلّف احدھم القول فی الدُّر والدین والعین وھو لم یحکم طلاق السنّۃ اھ راجع لحساب الدُّر مبسوط السرخسی ج ۲۹ ص ۱۳۵ وجواب اھل الکوفۃ انّ ھذا کذب فنحن بیّنا احکام کبیرٍ صغیرٍ واذا بحثنا لصغیرٍ فبحثُنا لکبیر بطریق الاولی والتحقیق شعارُنا وتفصیلُ انواع الاحکام دثارُنا وابو حنیفۃ امامُنا وابن مسعود وعلیّ وغیرھما من الاٰف الصحابۃ رضی اللہ عنھم قُدوتُنا وفی سنّۃ رسول اللہ علیہ السلام اُسوتُنا فنحن نفضّل الشیخین ونُحب الختنین ونری المسح علی الخفّین ۔

وعاب الکوفیون بعض فقھاء البصریین فقال کان الحسن أزرق وقتادۃ اعمی وابن ابی عروبۃ اعرج وھشام اعمی وواصل احدب وعبد الوارث أبرص ویحیی بن سعید احول ۔

فقال بعض البصريين يعيب فقهاء الكوفيين كان علقمة اعرج وابراهيم اعرج وسليمان اعمش ومرشيد اعرج وابو معاوية اعمى ومسروق مفلوجا وشريح سناطا اى لا لحية له. كذا فى كتاب معدن الجواهر بتاريخ البصرة والجزائر للنعمان بن محمد بن العراق من علماء القرن العاشر ومن هذا الكتاب نقلت اكثر هذه المقالات فى المناضلة والمفاخرة بين اهالى المصرين.

وفيه نقال بعض البصريين يهجو اهل الكوفة ٥

اذا سقى الله قوما صوب غادية ... فلا سقى الله اهل الكوفة المطرا
السارقون اذا ما جن ليلهم ... والدارسون اذا ما اصبحوا السورا
وارسل الريح تذرى فى وجوههم ... حتى اذا الدير واعينا ولا اشرا
القى العداوة والبغضاء بينهم ... حتى يكون لمن عاداهم حورا

وقال اليعقوبى منتصرا لاهل الكوفة. اهل الكوفة على قلة اموالهم اهل تجمل وتستر وكفاف وعفاف وليس فى البلدان اشد عفافا منهم ولا اشد تجملا وهى طيبة الهواء عذبة الماء ماؤها الفرات الاعظم وهى دار العرب ومادة الاسلام ومعدن العلم بها ائمة القراء والفصحاء الذين ترجع عامة الناس الى قراءتهم وفقهاؤها الذين عليهم المعتمد وهم اهل العلم بالشعر فصيح اللغة لان اهلها عرب كلهم لا تخالطهم الانباط ولا الفرس ولا الخزر ولا السند ولا الهند ولا يتناكحون فى هذه الاجناس فيفسدوا لغاتهم وان اصل الرواية ومعرفة اللغة كان فيهم ومن روايتهم صار الى اهل البصرة وغيرها لان اهل الحيرة كان اول من دون الشعر وكتبه وكان ذلك فى ايام آل المنذر وكانت شعراء الجاهلية تفد عليهم وكان آل المنذر يأمرون كتابا بهم من اهل الحيرة ان يكتبوا اشعارهم فاخذ الناس عنهم اه كذا فى معدن الجواهر.

وحكى ابن جنى باسناده عن حماد الراوية قال امر النعمان فنسخت له اشعار فى الطومج وهى الكراريس فكتبت له ثم دفنها فى قصره الابيض فلما كان المختار بن ابى عبيد قيل له ان تحت القصر كنزا فاحتفره فاخرج تلك الاشعار فمن ثم اهل الكوفة اعلم بالاشعار من اهل البصرة.

قال الجاحظ من عيوب البصرة اختلاف هوائها فى يوم واحد لانهم يلبسون القميص مرة والمبطنات مرة لاختلاف جواهر الساعات ولذلك سميت الرعناء.

وقال الجاحظ بالبصرة ثلاث اعجوبات ليست فى غيرها منها ان عدة المد والجزر فى جميع الدهر شئ واحد فيقبل عند حتهم اليه ويرتد عند استغنائهم عنه ثم لا يبطئ عنها الا بقدر هضمها واستمرائها وجمامها واستراحتها لا يقتلها غطسا ولا غرقا يجئ على حساب معلوم وعادة قائمة يزيدها القمر فى امتلائه كما ينقصانه فلا يخفى على اهل الغلات متى يتخلفون.

والاعجوبة الثانية ادّعاء اهل انطاكية واهل حمص وجميع بلاد الفراعنة الطلسمات وهذه البلاد بدون ما لاهل البصرة وذلك ان لو التمست فى جميع بيادرها وربطها المعوذة وغيرها على نخلها فى جميع معاصرِ دبسها ان تصيب ذبابةً واحدةً لما وجدتها الّا فى الفرطِ ولوان معصرة دون الغيظ او ثمرة منبوذة دون المساط لما استبقيتها من كثرة الذبان ۔

والاعجوبة الثالثة ان الغربان القواطع فى الخريف يجئ منها ما يُسوِّد جميع نخل البصرة واشجارها ثم لم يوجد فى جميع الدهر غرابٌ واحدٌ ساقطٌ الّا على نخلة مصرومة ولم يبق منها عذق واحد ومناقير الغربان معاول وثمر الاعذاق فى ذلك الوقت غير متماسكةٌ فلو خلاها الله تعالى ولم يمسكها بلطفه لاكتفى كل عذق منها بنقرة واحدة حتى لم يبق عليها الا اليسير ثم الغربان فى ذلك تنظر أن تصرم وبعد الصرم وقطع كل عذق ترى النخلة سوداء من كثرة الغربان ۔ فسبحان من قدّرهم ذلك واراهم هذه الاعجوبة ۔ اھ بتصرف وحذف ۔

بصرہ کے اوّل گورنر اس کے معمار تھے یعنی عتبۃ بن غزوان ۔ ان کے بعد مجاشع بن مسعود یا مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہم ۔ اور بقول بعض علماء عتبہ کے بعد بصرہ کے والی ابوسبرۃ بن رہم تھے ان کے بعد عبدالرحمٰن بن سہل ان کے بعد مغیرۃ بن شعبہ پھر وہ معزول ہوئے اور ابوموسیٰ اشعری گورنر مقرر ہوئے ۔ رضی اللہ عنہم ۔

قال المؤرخ المسعودی فی مروج الذهب ج ۲ ص ۲۵۹ بعد ما ذکر ان الخلیفة الهادی دعا ابن دأب فی وقت من اللیل وجری بینهما کلام طویل ۔ قال ابن دأب ثم قال الهادی دع عنك ذکر المغرب و اخباره وهلم بنا الی ذکر فضائل البصرة والکوفة وما زادت به کل واحدة منهما علی الاخری قال قلتُ ذکر عن عبد الملك بن عمیر انه قال قدم علینا الاحنف بن قیس الکوفة مع مصعب بن الزبیر فما رأیتُ شیخًا قبیحًا الّا ورأیت فی وجه الاحنف منه شبهًا کان صعل الرأس مائل الشدق ولکنه کان اذا تکلم جلّی عن نفسه فجعل یفاخر اذات یوم بالبصرة ونفاخره بالکوفة ۔

فقلنا الکوفة اغذی وامرأ وافسح واطیب فقال له رجل واللہ ما اشبه الکوفة الّا بشابةٍ صبیحة الوجه کریمة الحسب ولا مال لها فاذا ذکرت حاجتها فکفّ عنها طالبها وما اُشبّه البصرة الّا بعجوز ذات عوارض موسرة فاذا ذکرت ذکرت یسارها وذکرت عوارضها فکفّ عنها طالبها ۔

فقال الاحنف اما البصرة فان اسفلها قصب واوسطها خشب واعلاها رطب نحن اکثر ساجًا وعاجًا وديباجًا ونحن اکثر قندًا ونقدًا واللہ ما اتی البصرة الّا طائعًا ولا اخرج منها الّا کارهًا فقام الیه شابٌّ فقال یا ابا بحر بم بلغت فی الناس ما بلغت فواللہ ما انت باجملهم ولا باشرفهم قال یا ابن اخی بترکی ما لا یعنینی کما عناك من امری ما لا ینبغی ان یعنیك اھ

فائدہ گورنر بصرہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ نے وہ عظیم تاریخی خط بھیجا جس میں آدابِ قضاء و سیاستِ عدل کے نصائح درج ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اسی طرح ہر خلیفۂ راشد کا خط گورنروں اور وُلاۃ کے نام احکامِ شرعیہ پر مشتمل ہوتا تھا۔ لیکن ان میں سے بیشتر ضائع ہو گئے۔

مذکورہ صدر خط متعدد کتب میں مذکور ہے نیز کئی محققین نے اس کی سند و صحت کے بارے میں بڑی مفید تحقیقات پیش کی ہیں۔ مؤطا ابن اور کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۴۰ و مصنف عبدالرزاق میں ہے عن معمر عن قتادۃ ان عمر کتب الخ۔ کتاب البیان والتبیین للجاحظ ج ص ۱۶۹ و عیون الاخبار ج ص ۶۶ میں ہے قال ابن قتیبۃ بلغنی عن کثیر بن ھشام عن جعفر بن برقان قال کتب عمر الخ کتاب الانساب للبلاذری مخطوطہ ج ۲ ص ۶۲۳ و کتاب الکامل للمبرد، ص ۹ میں اس خط کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح ابن عبد ربہ متوفی ۳۲۸ھ نے عقد فرید ج ۱ ص ۳۳ میں اس خط کا ذکر کیا ہے۔ دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ نے سنن ج ۲ ص ۵۱۲ میں، امام ابوبکر باقلانی متوفی ۴۰۳ھ نے بغیر اسناد اعجاز القرآن ص ۲۱۴ میں۔ علامہ ماوردی متوفی ۴۵۰ھ نے بغیر اسناد کتاب احکام سلطانیہ ص ۱۱۹ میں۔ بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۹ میں اور ص ۱۵۰ پر۔ شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے مبسوط ج ۱۶ ص ۶۰ و ۶۵ پر۔ علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ نے بغیر اسناد بدائع الصنائع ج ۷ ص ۹ پر۔ ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے تاریخ عمر ص ۹۵ پر۔ علامہ نویری متوفی ۷۳۲ھ نے بغیر اسناد نہایۃ الارب فی فنون الادب ج ۶ ص ۲۵۷ پر۔ ابن القیم متوفی ۷۵۱ھ نے اعلام الموقعین ج ۱ ص ۷۱ پر ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ نے مقدمہ ج ۱ ص ۱۸۴ پر۔ قلقشندی متوفی ۸۲۱ھ نے صبح اعشیٰ ج ۱۰ ص ۱۹۳ پر علی متقی متوفی ۹۷۵ھ نے کنز العمال ج ۳ رقم حدیث ۲۶۳۲ میں۔ ابن فرحون متوفی ۷۹۹ھ نے تبصرۃ الاحکام فی اصول الاقضیۃ و مناہج الاحکام ج ۱ ص ۱۱ پر رسالہ عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام وہ خط یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من عبد اللہ عمر امیر المؤمنین الی عبد اللہ بن قیس سلام علیك۔ اما بعد فان القضاء فریضۃ محکمۃ وسنۃ متبعۃ فافہم اذا ادلی الیك فانہ لا ینفع تکلم بحق لا نفاذ لہ۔ آس بین الناس فی مجلسك ووجهك وعدلك حتی لا یطمع شریف فی حیفك ولا یخاف ضعیف جورك البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر۔ والصلح جائز بین المسلمین الا صلحا حرم حلالا او احل حراما لا یمنعك قضاء قضیتہ بالامس راجعت فیہ الیوم نفسك وھدیت لرشدك ان تراجع الحق فان الحق قدیم ومراجعۃ الحق خیر من التمادی فی الباطل۔ الفہم الفہم فیما یختلج فی صدرك مما لم یبلغك فی الکتاب والسنۃ واعرف الامثال والاشباہ وقس الامور عند ذلك ثم اعمد الی احبہا الی اللہ تعالی واشبہہا بالحق فیما ترٰی۔ اجعل للمدعی امدا ینتہی الیہ فان احضر بینتہ اخذ بحقہ والا وجہت القضاء

علیہ فانّ ذلک اجلی للعمی وابلغ فی العذر۔

المسلمون عدول بعضہم علی بعض الا محدوداً فی حدّ او مجرّب علیہ شہادۃ زور او ظنینٌ فی ولاءٍ او قرابۃٍ۔ فانّ اللہ تولّی منکم السرائر ودرأ عنکم بالبیّنات۔ ثم ایاک والزجر (الضجر) والقلق والتأذی بالناس والتنکر للخصوم فی مواطن الحق التی یوجب اللہ بہا الاجر ویحسن بہا الذخر فانہ من یخلص نیّتہ فیما بینہ وبین اللہ ولو علی نفسہ یکفّ اللہ ما بینہ وبین الناس ومن یتزیّن للناس بما یعلم اللہ منہ خلافہ یشنہ اللہ فما ظنّک بثواب غیر اللہ فی عاجل رزقہ وخزائن رحمتہ۔ والسلام۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس متبرک وشہیر عالم خط کی روایات میں قدرے اختلاف ہے۔ اختلاف کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الوثائق السیاسیہ تالیف محمد حمید اللہ۔

بَعلَبَکّ بفتح فسکون ففتح ثم فتح وتشدید الکاف۔ بحث الحاء کے اواخر میں بعلبک مذکور ہے۔ بعلبک قدیم شہر ہے۔ دمشق سے ۱۲ فرسخ دور ہے۔ اس کا طول بلد ۶۸ درجہ ۲۰ دقیقہ ہے اقلیم رابع میں ہے بعض علماء کی رائے میں اس کا طول ۶۲ درجہ ۲۰ دقیقہ اور عرض ۳۷ درجہ ۳۰ دقیقہ ہے۔ قال یاقوت ھو اسم مرکب من بَعل اسم صنم وبکّ من بکّ عنقہ ای دقّہا فاما ان یکون نسب الصنم الی بک وھو اسم رجل او جعلوہ یبکّ الاعناق ھذا ان کان عربیّا والا فلا اشتقاق اھ یہ لفظ غیر منصرف ہے علمیت وترکیب کی وجہ سے کما قال یاقوت وغیرہ یا علمیت وعجمہ کی وجہ سے کما قال غیر واحد من العلماء۔ بعلبک میں بناء آخر اسمین بالفتح مثل خمسۃ عشر بھی جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ لام معرب ہو حسب عوامل اور مضاف ہو بک کی طرف فتقول ھذا بَعلبَکٌ ورایتُ بعلبَکَ ومررت ببعلبَکٍ برفع اللام ونصبہ وجرّہ۔

قیل ان بعلبک کانت مہر بلقیس وبہا قصر سلیمان علیہ السلام وھو مبنی علی اساطین الرخام وبہا قبر الیاس النبی علیہ السلام وبقلعتہا مقام ابراھیم الخلیل علیہ السلام۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب ۱۴ھ میں دمشق کو فتح کیا اور حمص جانے لگے تو بعلبک پر گزرے تو اس کے باشندوں سے صلح ہوئی اور بغیر جنگ کے انہوں نے مسلمانوں کی حکومت تسلیم کرلی۔

بحر روم۔ آیت وما لنا الا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اخرجنا من دیارنا الخ کے بیان میں مذکور ہے۔ بحر روم کو بحر شام ومصر بھی کہتے ہیں کما فی مروج الذہب ج ۱ ص ۹۳۔ بحر روم کے ساحل پر یا اس کے قریب یہ بلاد وممالک واقع ہیں روم۔ شام۔ مصر۔ طرابلس۔ صیدا۔ انطاکیہ۔ لاذقیہ۔ صور۔ اسکندریہ وغیرہ۔ بحر روم کا مبدأ ایک خلیج ہے جو بحر اوقیانوس سے متعلق ہے۔ بحر روم سے ایک خلیج نکلتی ہے جو شہر رومیہ سے متصل ہے کہتے ہیں کہ اس سمندر کا طول ۵۰۰۰ میل ہے اور چوڑائی کہیں ۷۰۰ میل کہیں ۸۰۰ میل اور کہیں ۶۰۰۔ اور کہیں اس سے بھی کم ہے۔ کم از کم چوڑائی بلاد مغرب میں سے شہر طنجہ وسبتہ کے اور ساحل اندلس کے مابین ہے جو تقریباً

دس میل ہے۔

اسی مقام سے اندلس و مغرب والے ایک دوسرے کے ملک میں آتے جاتے ہیں۔ ساحلِ سبتہ کے بالمقابل بجانبِ اندلس جبلِ طارق واقع ہے۔ یہ پہاڑ موسیٰ بن نصیر رحمہ اللہ کے غلام طارق کے نام سے موسوم ہے۔ کیونکہ یہاں سے طارق رحمہ اللہ نے بحر روم کو عبور کرکے ارضِ اندلس کو فتح کیا تھا۔ جزیرۂ قبرص اسی بحر روم میں ساحلِ شام و ساحلِ روم کے مابین واقع ہے۔ بحر روم میں بہت سے جزائر واقع ہیں قال الامام الرازی فی تفسیرہ الکبیر ج ۲ ص ۶۹ وفی ھذا البحر بحر الروم مائۃ واثنتان وستون جزیرۃ عامرۃ منھا خمسون جزیرۃ عظام اھ

اسی بحر روم و شام کے ذریعہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے غزوۂ بحر شروع کیا تھا چنانچہ ۲۸ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت معاویہؓ نے غزوۂ بحر شروع کرتے ہوئے بحر روم کے اہم جزیرہ قبرص کو فتح کرلیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ خلافتِ عمر و خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہما میں ملکِ شام کے گورنر تھے۔ بقولِ بعض علماء جزیرۂ قبرص جنگ سے اور بقولِ بعض صلح سے فتح ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ کچھ حصہ صلح سے اور کچھ حصہ جنگ سے مفتوح ہوا ہو۔ بعض مورخین کی رائے میں غزوۂ قبرص ۳۳ھ میں ہوا تھا۔

قال ابن جریر فی تاریخ الامم ج ۵ ص ۵ ما ذکر انہ کان فیھا ای فی سنۃ ۲۸ من الھجرۃ فتح قبرس علی ید معاویۃؓ غزاھا بامر عثمانؓ ایاہ وذلک فی قول الواقدی فامّا ابو معشر فانہ قال کانت قبرس ۳۳ھ غزاھا فیما ذکر جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھم ابو ذر وعبادۃ بن الصامت ومعہ زوجتہ ام حرام والمقداد وابو الدرداء وشداد بن اوس رضی اللہ عنھم ثم قال ان صلح قبرس وقع عن جزیۃ سبعۃ آلاف دینار یؤدّونھا الی المسلمین فی کل سنۃ ویؤدّون الی الروم مثلھا لیس للمسلمین ان یحولوا بینھم وبین ذلک وعلیھم ان یؤذنوا المسلمین بمسیر عدوّھم من الروم الیھم قال الواقدی غزا معاویۃ فی ۲۸ھ قُبرس وغزاھا اھل مصر وعلیھم عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح حتی لقوا معاویۃ فکان علی الناس۔

وعن جبیر بن نفیر قال لما سَبَیْنا ھم ای اَسَرْنا رجالَ قُبرس ونساءَھم نظرتُ الی ابی الدرداء یبکی فقلتُ ما یُبکیک فی یوم اَعَزَّ اللہ فیہ الاسلام واھلہ واذلَّ فیہ الکفر واھلہ قال فضرب بیدہ علی منکبی وقال ثکلتک اُمّک یا جبیر ما اھوَنَ الخلق علی اللہ اذا ترکوا امرہ بینا ھی اُمّۃ ظاھرۃٌ قاھرۃٌ للناس لھم الملک اذ ترکوا امر اللہ فصاروا الی ما تری فسلّط اللہ علیھم السباء واذا سلّط السباء علی قوم فلیس للہ فیھم حاجۃ۔ قال الواقدی ان معاویۃ صالح اھل قبرس فی ولایۃ عثمان وھو اوّل من غزا الروم وفی العھد الذی بینہ وبینھم لا یتزوّجوا فی عدوّنا من الروم الّا باذننا۔ وفی ھذہ السنۃ غزا حبیب بن مسلمۃ سوریۃ من ارض الروم۔ جزیرۂ قبرص کے بارے میں چند سال قبل (اس وقت ۱۴۰۲ھ ہے) حکومت ترکی اور یونان کے مابین بڑا نزاع پیدا ہوگیا تھا۔ یہ جزیرہ ترکی کے قریب ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر شام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے غزوۂ بحر روم کی اجازت مانگی مگر آپ نے اجازت نہ دی۔ کیونکہ سمندری جنگ میں خطرات بہت ہوتے ہیں نیز اس کے لیے بحری تیاری ضروری ہوتی ہے اور وہ حسبِ خواہ نہ تھی۔ پھر حضرت عثمان رضؓ کی خلافت میں بایں شرط اجازت ملی جو طبری نے ذکر کی ہے قال لہ عثمان رضؓ لا تنتخب الناس وخیّرھم فمن اختار الغزو طائعًا فاحملہ واعنہ۔ معاویہؓ نے سمندری فوج کا امیر عبداللہ بن قیس حارثی کو مقرر کیا۔ ابن قیس نے ۵۰ غزوات کیے اور یہ دعا مانگتے رہے کہ سمندر میں کسی مسلمان فوجی کو نقصان نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ ذکر الطبری ان معاویۃ کتب الی عمرؓ کتابا فی غزو البحر یُرغّبہ فیہ ویقول یا امیر المؤمنین انّ بالشام قریۃ یسمع اھلھا نباح کلاب الروم وصیاح دیوکھم وھم تلقاء ساحل من سواحل حمص فکتب عمرؓ الی عمرو بن العاص رضؓ یستشیرہ ان صِف لی البحر فکتب الیہ عمرؓ یا امیر المؤمنین انی رأیت خلقًا عظیما یرکبہ خلقٌ صغیر لیس الّا السماء والماء وانما ھم کدُودٍ علی عودٍ ان مال غرق وان نجا برق فلما قرأہ عمرؓ کتب الی معاویۃ لا واللہ لا احمل فیہ مسلمًا ابدًا و کتب ایضًا الیہ انّا سمعنا ان بحر الشام یُشرف علی اطول شئ علی الارض یستأذن فی کل یوم ولیلۃ فی ان یفیض علی الارض فیُغرّقھا فکیف احمل الجنود فی ھذا الکافر المستصعب وتاللہ لمسلمٌ احبّ الیّ مما حوت الروم فایّاک ان تعرّض لی وقد تقدّمتُ الیک وقد علمتَ ما لقی العلاء الحضرمی منّی۔

البحر۔ تفسیر آیت تجری من تحتھا الانھر میں اور قرآن شریف میں بھی مذکور ہے۔ بحر لغت عربی میں سمندر کو کہتے ہیں۔ دریا پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا الّا مجازاً۔ سمندر کو محیط بھی کہتے ہیں۔ چھوٹے سمندر بہت ہیں۔ البتہ بڑے سمندر علماء طبقاتِ ارض کی تصریح کے مطابق پانچ ہیں۔

۱۔ محیط باسفیکی۔ اسے بحر الکاہل و بحر محیط بھی کہتے ہیں۔ اس کی وسعت ۶۴۰۰۰۰۰۰ مربع میل ہے یہ سب سے بڑا سمندر ہے۔ بقول علماء ہیئتِ جدیدہ اسی مقام و محلِ وقوع سے چاند جدا ہوا تھا۔

۲۔ محیط اطلنطی۔ بحر اوقیانوس و بحر ظلمات بھی اس کے نام ہیں۔ اس کی وسعت ۳۱۵۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ جزائر خالدات اسی بحر میں واقع ہیں۔ ارسطو وغیرہ علماء ہیئت کے نزدیک یہی جزائر مبدأ طول بلاد ہیں۔ لیکن قدیم علماء ہند کی رائے میں مقام گنگدژ مبدأ طول بلاد ہے۔

۳۔ بحر ہند۔ اس کے ساحل پر ہندستان وغیرہ بہت سے ممالک واقع ہیں۔ اس سے کئی خلیجیں نکلتی ہیں۔ مثلاً خلیج حبش جو ارضِ بربر تک پہنچتی ہے۔ خلیج بحر ایلہ جسے بحر قلزم بھی کہتے ہیں۔ اس خلیج کے مشرق میں یمن و عدن اور مغرب میں ارضِ حبشہ واقع ہے۔ خلیج بحر فارس۔ جسے خلیج فارس بھی کہتے ہیں۔ یہی خلیج بحر بصرہ و فارس ہے۔ اس کے مشرق میں مکران اور مغرب میں عمان واقع ہیں۔ بحر ہند کی وسعت ۲۸۹۲۹۰۰ مربع میل اور بعض ماہرین کے نزدیک ۲۸۰۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔

۴۔ بحر منجمد شمالی۔ اس کی وسعت ۵۵۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ یہ منجمد ہے اور قطب شمالی کے اردگرد واقع ہے۔

۵۔ بحر منجمد جنوبی۔ اس کی وسعت ۵۷۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ یہ قطب جنوبی پر محیط ہے اور منجمد ہے۔

فائدہ۔ بعض ماہرین طبقات الارض کی رائے ہے کہ سمندر میں سب سے گہری جگہ فلپائن کے قریب ہے۔ اس جگہ پر گہرائی ۳۴ ہزار ۴ سو ۳۰ فٹ ہے۔ یعنی تقریباً ساڑھے چھے میل سے کچھ زیادہ۔ راجع التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۶۹ وکتابی المسمی فلکیات جدیدہ ص ۵۷ ومروج الذہب ج ۱ ص ۱۲۴ وفی دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۴۶ ان قاع البحر یختلف فی البعد باختلاف الجہات فقد صادفوا جہات منہ لم یسبر غورہا المسبار مطلقاً ویظن انہا تبلغ من اثنی عشر الف متر الی خمسۃ عشر الف متر اھ میٹر ایک گز یعنی تین فٹ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔

بنو ہاشم۔ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت الآیۃ کے بیان میں یہ لفظ مذکور ہے۔ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے خصوصی خاندان وقبیلہ کا نام بنو ہاشم ہے۔ بنو ہاشم قریش میں ایک بطن (خاندان) ہے لہذا نبی علیہ الصلاۃ والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی۔ لغتِ عربی میں چھوٹے قبیلے بالفاظ دیگر خاص خاندان کو بطن کہتے ہیں۔ قریش بڑا قبیلہ ہے اس میں متعدد بطون ہیں۔

مؤرخ مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۳۹۶ پر لکھتے ہیں کہ قریش میں ۲۵ بطون تھے۔ ان میں سے چند بطون کے نام یہ ہیں۔ (۱) بنو ہاشم (۲) بنو اسد بن عبد العزیٰ (۳) بنو عبد الدار۔ یہ کعبۃ اللہ کے حجبۃ تھے (۴) بنو زہرۃ بن کلاب (۵) بنو تیم بن مرۃ (۶) بنو مخزوم (۷) بنو یقظہ وغیرہ وغیرہ۔ ہاشم ہمارے نبی علیہ السلام کے دادا عبد المطلب کے والد ہیں۔ نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ابن عبد مناف بن قصیّ۔ ہاشم اپنے والد عبد مناف کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہو کر اپنی قوم کے سردار اور بڑے محترم ہوئے۔ وفاتِ عبد مناف کے بعد سقایہ ورفادہ ان کے سپرد ہوا۔ سقایہ ورفادہ کا مطلب ہے حجاجِ بیت اللہ کو کھلانا پلانا۔ ہاشم تنگ دست حاجیوں کو کھلاتے تھے۔ ایک سال قحط ہوا تو ہاشم نے ملکِ شام کا سفر کیا وہاں سے آٹا وغیرہ خرید کر لائے اور مکہ مکرمہ میں اونٹوں کو ذبح کر کے سب لوگوں کو ثرید کھلانے لگے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ہاشم رکھا گیا۔

دراصل ان کا نام عمرو تھا۔ ہاشم کا معنی ہے توڑنے والا۔ ثرید روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے بنتا ہے اسی وجہ سے انھیں ہاشم کہا گیا یقال ہشم الشئ کسرہ وہشم الثرید لقومہ ای کسر الخبز وفتّہ وبلّہ بالمرق فجعلہ ثریدًا۔

قیل سمّی بہ لانہ اوّل من ہشم الثرید بعد جدّہ ابراہیمؑ فان ابراہیمؑ اول من ثرّد الثریدَ اطعمہ

المساکین وفیہ ان اول من ثرّد واطعمہ بمکۃ قصیّ جدّ ھاشم قال فی کتاب الامتاع وقصیّ اول من ثرّد الثرید واطعمہ بمکۃ وفیہ ایضاً ان ھاشما اول من اطعم الثرید بمکۃ وقیل ان اول من فعل ذلک عمرو ابن لحیّ وقد یقال لا منافاۃ فالاولیۃ اضافیۃ فاولیۃ قصیّ لکونہ من قریش واولیۃ عمرو بن لحی لکونہ من خزاعۃ واوّلیۃ ھاشم باعتبار شدۃ مجاعۃ حصلت لقریش۔

ہاشم کے تین بھائی تھے نوفل وعبد شمس ومطلب۔ چاروں بھائی قوم قریش میں اشراف شمار ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے انھیں مُجیرون کہا کرتے تھے ای لکرمھم وفخرھم وسیادتھم علی سائر العرب۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ چاروں بھائیوں کی قبریں مختلف ملکوں میں ہیں۔ ہاشم کی مقام غزہ (مصر) میں۔ عبد شمس کی مکہ میں۔ نوفل کی عراق میں اور مطلب کی یمن میں مقام برعاء میں قال بعضھم ولا یعرف بنواب تباینوا فی محال موتھم مثلھم کذا فی انسان العیون۔ ج ۱ ص۵ تاریخ طبری ج ۲ ص میں ہے کہ چاروں بھائیوں کو مُجبرون (با لباء دون الیاء) کہا جاتا تھا۔

ہاشم کو عمرو العُلا کہا کرتے تھے لعلوّ مرتبتہ۔ اہل تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بنو عبد مناف قریش میں بلکہ سارے عرب میں بلکہ آس پاس کے ممالک عراق ویمن وشام کے سلاطین کے درباروں میں نہایت شریف ومفخّم اور بڑے بلند مراتب واعزازات کے مالک سمجھے جاتے تھے خصوصاً ہاشم بن عبد مناف کہ جن کی شرافت وعزت وسخاوت ضرب المثل تھی اور شعراء اشعار میں ان کی شرافت وسخاوت وعزت وخوش اخلاقی بطور مدح وضرب المثل ذکر کرتے تھے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

وَاَطعمَ فی المَحْلِ عَمْرُو العُلا ۔۔۔ فَلِلْمُسْنِتِیْنَ بہ خَصْبُ عام

نیز ہاشم کے بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

عَمْرُو العلاذو الندیٰ مَن لا یُسابِقہ ۔۔۔ مرُّ السَّحابِ ولا رِیحٌ تُجارِیہ
جِفانُہ کالجوابی للوُفودِ اِذا ۔۔۔ لَبُّوا بمکۃَ ناداھم منادِیہ
اَوْ اَمْحَلُوا اَخصبُوا منھا وقد مُلِئَتْ ۔۔۔ قُوتًا لِحاضرہٖ منھم وبادیہ

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

قل للذی طَلَبَ السماحۃَ والندیٰ ۔۔۔ ھلّا مررتَ بآلِ عبدِ مناف
الرائشونَ ولیس یُوجَدُ رائشٌ ۔۔۔ والقائلون ھُلُمَّ للاَضیاف

حدیث مرفوع ہے السخیُّ قریب من اللہ وقریب من الجنّۃ وبعید من الشیطان بعید من النار ہاشم ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں آپؐ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہاشم میں وہ کمالات واخلاق جمع فرما دیے تھے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ اسی وجہ سے ہاشم تمام قریش میں بے نظیر شخص سمجھے جاتے تھے اور

ان کی شرافت وعظمت مسلّم تھی۔ چنانچہ ہاشم کا لقب عرب نے ابوالبطحاء وسیّد البطحاء رکھا تھا۔ یعنی کل مکّہ وتہامہ کا سردار وسیّد۔

سبحان اللہ نبی علیہ السلام کے آباء واجداد کتنے شریف ومکارم اخلاق سے متصف تھے۔ یہ سب امور نبی علیہ السلام کی برکات اور آپؐ کی نبوت ورسالت کی تمہید تھے۔ کیونکہ ان کی پشت سے اللہ جل جلالہٗ سیّد الکونینؐ کو پیدا فرمانے والا تھا۔ کل مؤرخین کا ہاشم کی شرافت وعلوّ مرتبہ پر اتفاق درحقیقت نبی علیہ السلام کی مندرجہ ذیل احادیث کی شرح وتفسیر ہے۔ اخرج مسلم والترمذی عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفیٰ من ولد ابراھیم اسماعیل واصطفیٰ من ولد اسماعیل بنی کنانۃ واصطفیٰ من بنی کنانۃ قریشًا واصطفیٰ من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم۔ واخرج ابن سعد فی طبقاتہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر العرب مضر وخیر مضر بنو عبد مناف وخیر بنی عبد مناف بنو ھاشم وخیر بنی ھاشم بنو عبد المطلب واللہ ما افترق فرقتان منذ خلق اللہ آدم الا کنتُ فی خیرھما۔

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن عائشۃ رضؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی جبریل قلّبتُ الارض مشارقھا ومغاربھا فلم أجد رجلًا افضل من محمد ولم اجد بیتًا افضل من بنی ھاشم واخرج البزار فی مسندہٗ والطبری فی کتابہ ذخائر العقبی عن ابن عباس قال دخل ناسٌ من قریش علی صفیۃ بنت عبد المطلب رضؓ فجعلوا یتفاخرون ویذکرون الجاھلیۃ فقالت صفیۃ منّا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا انبتت النخلۃ والشجرۃ فی الارض اللیّاء (اللیاء حبٌّ ابیض کالحمص یؤکل لعل المراد شور زمین) فذکرت ذلک للنبی علیہ السلام فغضب وامر بلالًا فنادی فی الناس فقام علی المنبر فقال ایھا الناس مَن انا؟ قالوا انت رسول اللہ۔ قال انسبونی قالوا محمد بن عبد اللہ ابن عبد المطلب قال فما بال اقوام یُنزلون اَصْلِی فواللہ انی لافضلھم اصلًا وخیرھم موضعًا۔

نبی علیہ السلام کی ان احادیث کی شرح وتصدیق کے لیے اور ناظرین کے اطمینان قلب وازدیادِ ایمان کے طور پر ہم ہاشم کے مزید چند فضائل واخلاق کریمہ ذکر کرتے ہیں۔

قال بعضھم لم تزل مائدۃ ھاشم منصوبۃ لا ترفع فی السرّاء والضرّاء وقال ابن الصلاح رویناعن الامام سھل الصعلوکی رضی اللہ عنہ انہ قال فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام اراد فضل ثرید عمرو العلا ای ھاشم الذی عظم نفعہ وقدرہ وعمّ خیرہ وبرہ وبقی لہ ولعقبہ ذکرہ انتھی۔ وفی انسان العیون کان ھاشم یحمل ابن السبیل ویؤمن الخائف۔ اس سلسلہ میں ہاشم کی تقریر وخطبہ قابل ذکر ہے جو وہ ہمیشہ ایام حج سے کچھ قبل بیت اللہ شریف کے سامنے قریش کے

مجمع میں فرماتے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کان اذا اھل ھلال ذی الحجۃ قام صبیحتہ واسند ظھرہ الی الکعبۃ من تلقاء بابھا ویخطب ویقول فی خطبتہ یا معشر قریش انکم سادۃ العرب واحسنھا وجوھا واعظمھا احلامًا واوسط العرب ای اشرفھا انسابا واقرب العرب بالعرب ارحاما یا معشر قریش انکم جیران بیت اللہ تعالٰی اکرمکم اللہ بولایتہ وخصکم بجوارہ دون بنی اسمٰعیل وانہ یأتیکم زُوّار اللہ یُعظّمون بیتہ فی اضیافہ واحقّ من اکرم اضیاف اللہ انتم فاکرموا ضیفہ وزوّارہ فانھم یأتونی شُعثًا غُبرًا من کل بلد علی ضوامر کالقداح فاکرموا ضیفہ وزُوّار بیتہ فورب ھذہ البنیۃ لوکان لی مال یحتمل ذلک لکفیتکموہ وانا مخرج من طیب مالی وحلالہ مالم یقطع فیہ رحم ولم یؤخذ بظلم ولم یدخل فیہ حرام فمن شاء منکم ان یفعل مثل ذلک فعل وأسالکم بحرمۃ ھذا البیت ان لا یخرج رجل منکم من مالہ لکرامۃ زوّار بیت اللہ وتقویتھم الا طیبًا لم یؤخذ ظلمًا ولم یقطع فیہ رحم ولم یؤخذ غصبًا۔

ہاشم کی یہ تقریر بڑی اہم باتوں پر مشتمل ہے۔ اوّل یہ کہ جوارِ بیت اللہ بڑی سعادت و نعمت ہے لہذا جیرانِ بیت اللہ یعنی اہلِ مکہ پر اس کا شکر واجب ہے۔ دوم اسی وجہ سے اہلِ مکہ پر خصوصًا مکارمِ اخلاق کی پابندی کرنا لازم ہے۔

سوم۔ حُجاج بیت اللہ واجبِ الاحترام ہیں۔ چہارم۔ وہ اللہ تعالٰی کے مہمان ہیں لہذا ان کی خدمت کرنا اور انھیں خوش رکھنا اہلِ مکہ کا فرض ہے۔ پنجم۔ ہاشم خود بھی مکارمِ اخلاق سے متصف تھے اور دوسروں کو بھی تبلیغ کرتے تھے اور یہی ہمارے اسلام کا حکم ہے۔ ششم۔ مہمان کو کھلانا اور اس کا اکرام کرنا ضروری امور میں سے ہے۔

ہفتم۔ ہاشم حلال و حرام مال برابر نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ بعض اہلِ جاہلیت کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ حلال و حرام میں فرق نہیں کرتے تھے۔ ہاشم ظلم و قطع رحم سے حاصل کردہ مال کو حرام سمجھتے تھے خود بھی اس قسم کے مالِ حرام سے بچتے اور دوسروں کو بھی نصیحت کرتے تھے۔

ہشتم۔ اسی طرح وہ یہ اہتمام بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالٰی کے مہمانوں کو حلال کھلایا جائے اور حرام کھانے سے انھیں بچانا ضروری ہے۔ اور یہ سب وہ اخلاق ہیں جن کی تاکید ہمارے نبی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔

قرآن مجید میں قریش کے جن رحلتین فی الشتاء والصیف کا ذکر اللہ تعالٰی نے بطور انعام و احسان کیا ہے ان کے اوّل جاری کرنے والے ہاشم ہی ہیں قال اللہ تعالٰی لایلٰف قریش ایلافھم رحلۃ الشتاء والصیف۔ ابن حبیب مؤرخ لکھتے ہیں وکان ھاشم اول من رحل الرحلتین اھ وقال الطبری فی تاریخہ ج ۲ ص۱۸ ان ھاشما اول من سنّ الرحلتین لقریش رحلۃ الشتاء ورحلۃ الصیف اھ

ہاشم اس زمانے کے سلاطین کے ہاں بھی بڑے معزز و محترم تھے اور وہ ہاشم کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔

ہاشم کے دیگر تین بھائی بھی بڑے شریف و محترم تھے۔ سب تاجر تھے اور چاروں بھائیوں نے اپنی قوم قریش کے لیے مختلف بادشاہوں سے ان کے ملک میں آنے جانے کی سہولت و حفاظت کی خصوصی اجازت حاصل کی تھی۔ ان بھائیوں کی وجہ سے قریش کی قدر و منزلت بلند ہوگئی تھی۔ کتاب محبر میں ہے اصحاب الایلاف من قریش الذین رفع اللہ بھم قریشاً ونعش فقرائھا والایلاف العھود ھاشم وعبد شمس والمطلب ونوفل بنو عبد مناف فکان متجر ھاشم الی الشام فھلك بغزۃ وکان متجر عبد شمس الی الحبشۃ فمات بمکۃ وکان متجر المطلب الی الیمن فمات بموضع یقال لہ ردمان وکان متجر نوفل الی العراق فمات بموضع یقال لہ سلمان وکان کل من ھؤلاء رئیس من یخرج معہ ممن یتجر فی وجھہ و کان اخذ لھم الایلاف من الملوك ومن اشراف القبائل فھؤلاء سادۃ قریش وناعشوھم۔

قال ابن جریر فی تاریخ الامم والملوك ج ۲ ص ۱۸ کان ھاشم وعبد شمس وھو اکبر ولد عبد مناف والمطلب وکان اصغرھم اُمّھم عاتکۃ بنت مرۃ ونوفل وامّہ واقدۃ بنی عبد مناف فسادوا بعد ابیھم جمیعاً وکان یقال لھم المجبّرون فکانوا اول من اخذ لقریش العصم فانتشروا من الحرم۔ اخذ لھم ھاشم حبلاً من ملوك الشام والروم وغسان واخذ لھم عبد شمس حبلاً من النجاشی الاکبر واخذ لھم نوفل حبلاً من الاکاسرۃ فاختلفوا بذلك السبب الی ارض الحبشۃ والعراق وارض فارس واخذ لھم المطلب حبلاً من ملوك حمیر فاختلفوا بذلك السبب الی الیمن فجبّر اللہ بھم قریشاً فسمّوا المجبّرین انتھی۔ وسمّوا المجیرین بالیاء اذ کانوا یؤلفون الجوار یتبعون بعضھم بعضا یجیرون قریشاً بمیرھم۔

دیکھیے المفصل فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۰۳ و تاج العروس، ج ۶ ص ۴۴۔ وذیل الامالی ص ۱۹۹

عبد شمس حسب قول بعض مؤرخین ہاشم سے بلکہ سب بھائیوں سے بڑا تھا۔ لیکن بعض کتب تاریخ میں ہے کہ دونوں توأمین ہیں۔ بوقت ولادت ایک کے قدم کی انگلی دوسرے کے ماتھے سے قدرتی طور پر پیوست تھی۔ انگلی کو جب الگ کرنے لگے تو خون نکل آیا۔ اس سے لوگوں نے بدفالی کے طور پر کہا کہ دونوں کے مابین جھگڑے ہوں گے اور خون بہے گا۔ قال فی تاریخ الامم وقیل ان عبد شمس وھاشما توأمان وان احدھما وُلد قبل صاحبہ واصبع لہ ملتصقۃ بجبھۃ صاحبہ فحیت عنھا فسال من ذلك دم فتطیر من ذلك فقیل تکون بینھما دماء اھ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۲ وکانت برجل ھاشم ای اصبعھا ملصقۃ بجبھۃ عبد شمس ولم یمکن نزعھا الا بسیلان دم فکانوا یقولون سیکون بینھما دم فکان بین ولدیھما ای بین بنی العباس وبین بنی امیۃ سنۃ ثلاث وثلاثین ومائۃ من الھجرۃ ووقعت العداوۃ

بین ھاشم وبین ابن اخیہ امیۃ بن عبد شمس۔

اصحاب تاریخ لکھتے ہیں کہ ہاشم کی عزت بہت زیادہ ہونے لگی۔ قریش انھیں افضل قریش سمجھتے تھے۔ تو ہاشم کے رشتہ داروں کو حسد ہونے لگا۔ چنانچہ جو کام ہاشم کرتے وہ بھی بطور مقابلہ وہی کام کرتے تھے، مگر ہاشم کے مرتبہ تک نہ پہنچ سکے۔ ایک سال مکہ میں سخت قحط پڑ گیا تو ہاشم نے شام سے گندم آٹا وغیرہ منگایا اور اونٹوں کو ذبح کر کے سب قریش کو کھلاتے رہے اس سے ان کی بہت شہرت ہوئی اور شعراء نے ہاشم کی مدح میں اشعار کہے تو ان کے بھتیجے امیۃ بن عبد شمس نے حسد کیا۔

قال ابن جریر فحسدہ امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف وکان ذا مال فتکلف ان یصنع صنیع ھاشم فعجز عنہ فشمت بہ ناس من قریش فغضب ونال من ھاشم ودعاہ الی المنافرۃ فکرہ ھاشم ذلک لسنہ وقدرہ ولم تدع قریش واحفظوہ قال فانی اُنافرک علی خمسین ناقۃ سود الحدق تحرھا ببطن مکۃ والجلاء عن مکۃ عشر سنین فرضی بذلک امیۃ وجعلا بینھما الکاھن الخزاعی فنفر ھاشم علیہ فاخذ ھاشم الابل و اطعمھا من حضرہ وخرج امیۃ الی الشام فاقام بھا عشر سنین فکانت ھذہ اول عداوۃ وقعت بین ھاشم و امیۃ۔ اھ

وقال فی انسان العیون ان ھاشما لما سادَ قومہ بعد ابیہ حسدہ امیۃ ابن اخیہ فتکلف ان یصنع کما یصنع ھاشم فعجز فعیرتہ قریش وقالوا لہ انتتشبہ بھاشم ثم دعاھا شما للمنافرۃ فابی ھاشم ذلک لسنہ وعلو قدرہ فلم تدع قریش فنافرہ ھاشم بما ذکر وجعلا بینھما الکاھن الخزاعی وکان بعسفان فخرج کل منھما فی نفر فنزلوا علی الکاھن فقال الکاھن قبل ان یخبروہ خبرھم۔ والقمر الباھر والکوکب الزاھر والغمام الماطر وما بالجو من طائر وما اھتدی بعلم مسافر من نجد وغائر لقد سبق ھاشم امیۃ الی المفاخر فنصرھا شم علی امیۃ ثم ذکر بقیۃ القصۃ۔

اس قصہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مفاخر و کمالات و مکارم اخلاق و شرافت میں ہاشم بے نظیر تھے۔ حتی کہ کاہنوں کے نزدیک بھی وہ سب پر فائق تھے جبھی تو نبی علیہ السلام فرماتے ہیں ما افترق فرقتان منذ خلق اللہ تعالی آدم الا کنت فی خیرھما۔

جس شخص کی پشت میں جوہر سید عالم ہو اس کا مقابلہ کوئی اور شخص نہیں کر سکتا۔ یہ منافرت و تخاصم و مسابقت مذکورہ صدر قصہ کے بعد ان کی اولاد میں بھی جاری رہی۔ چنانچہ عبد المطلب بن ہاشم اور حرب بن امیۃ بن عبد شمس میں بھی اسی طرح مقابلہ ہوا مفاخر و مکارم میں جس میں عبد المطلب جیت گئے۔

طبری لکھتے ہیں تنافر عبد المطلب بن ھاشم وحرب بن امیۃ بن عبد شمس الی النجاشی الحبشی فابی ان ینفر بینھما فجعلا بینھما نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط فقال لحرب یا ابا عمرو

اَتَتا فرجلاً هو اطول منك قامةً و اعظم منك هامةً و اوسم منك وَسامةً و اقلّ منك لامةً و اكثر منك ولداً و اجزل منك صفداً و اطول منك مدىً فتفرّغ عليه فقال حرب انّ من انتكاث الزمان أن جعلناك حكماً اھ

ان چاروں بھائیوں میں پہلے ہاشم کا انتقال مقام غزہ میں ہوا جو ملک شام میں ہے۔ پھر عبد شمس مکہ میں مرا اس کی قبر اجیاد میں ہے۔ پھر نوفل اور آخر میں مطلب مرا۔ ابن قتیبہ معارف ص ۳۳ پر لکھتے ہیں کہ ہاشم کے کئی بیٹے تھے۔ عبد المطلب بن ہاشم و اسد بن ہاشم وغیرہ۔ پھر اسد بن ہاشم کا ایک بیٹا تھا حنین بن اسد اور ایک بیٹی فاطمہ بنت اسد۔ فاطمہ زوجۂ ابو طالب تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ۔ لہذا حنین علی رضی اللہ کا ماموں ہے۔ حنین لاولد مرا۔ اس لیے دنیا میں جو بھی ہاشمی ہیں وہ سب اولاد عبد المطلب بن ہاشم ہیں۔ ہاشم کے اور بیٹے بھی تھے لیکن کسی کی نسل آگے نہیں چلی۔ سب لاولد مرے۔

ہاشم کے مذکورہ صدر احوال سے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے آباء و اجداد کتنے شریف اور مکارم اخلاق سے موصوف تھے۔ کتبِ تاریخ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہاشم کو یہ مکارم و مفاخر اپنے آباء و اجداد سے ورثہ میں ملے تھے۔ چنانچہ ہاشم کے والد عبد مناف بن قصی اور دادا قصی بھی ان پاکیزہ اخلاق و ممتاز کمالات سے متصف تھے۔ روایت ہے کہ قصی بن کلاب بن مرہ بھی ایام حج کی ابتداء میں قریش کو جمع کر کے انھیں نصیحت کرتے تھے کہ تم جیرانِ بیت اللہ ہو اور حجاج کرام اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں جن کی مہمان نوازی و اکرام تم سب کا فرض ہے لہذا انھیں خوب کھلاؤ اور پلاؤ۔ کاش کہ آج بھی اہل حرم و اہلِ مکہ حجاج و زوّارِ بیت اللہ کی ایسی تعظیم کرتے ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

قال محمد بن اسحاق ان قصی بن کلاب بن مرّۃ قال لقریش، یا معشر قریش انکم جیرانُ اللہ واھلُ الحرم وان الحاجّ ضیفانُ اللہ وزوّار بیتہ وھم احقّ الضیفِ بالکرامۃ فاجعلوا لھم طعاماً و شراباً ایام ھذا الحج حتی یصدروا عنکم ففعلوا فکانوا یخرجون لذلک کل عامٍ من اموالھم خرجاً تخرج قریش فی کل موسم من اموالھم فیدفعونہ الی قصیّ فیصنعہ طعاماً للحاج ایام الموسم بمکۃ ومنی فجری ذلک من امرہ فی الجاھلیۃ علی قومہ وھی الرفادۃ حتی قام الاسلام الی یومک ھذا وھو الطعام الذی یصنعہ السلطان بمکۃ ومنی للناس حتی ینقضی الحج انتہی۔

بنو سلمہ۔ آیت قد نریٰ تقلّبَ وجھک فی السماء فلنولّینّک قبلۃً ترضٰھا فولّ وجھک شطر المسجد الحرام کے بیان میں یہ لفظ مذکور ہے۔ بنو سلمہ قبیلۂ خزرج کے اندر ایک قبیلہ و خاندان ہے۔ سعد بن علی بن اسد رضی اللہ عنہ بنو سلمہ میں سے ہیں۔ سعد بن علی انصار کے اُن چھے آدمیوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے

سب سے پہلے نبی علیہ السلام سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر ان چھے آدمیوں کی کوشش سے دوسرے سال عقبۂ اولیٰ کے بارہ انصار مدینہ منورہ سے مکہ آکر مسلمان ہوئے۔ عقبۂ اولیٰ کے بارہ انصار میں بھی سعد بن علی موجود تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ تحویل قبلہ کا حکم اس وقت نازل ہوا جب کہ نبی علیہ السلام بنو سلمہ میں تھے۔ بنو سلمہ میں آپؐ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ ابھی دو رکعتیں پڑھی گئی تھیں کہ نماز کے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا نبی علیہ السلام نماز کے اندر ہی گھوم کر عورتوں کی صفوں کی جگہ پر آگئے۔ اور مرد اور عورتوں نے بھی اسی طرح اپنا رُخ تبدیل کرلیا۔ تفسیر بیضاوی میں بھی یہی روایت ذکر کی گئی ہے۔

قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۱۲۸ وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرًا امّ بشر بن البرّاء بن معرور فی بنی سلمۃ فصنعت لہ طعامًا وحانت صلاۃُ الظہر فصلّی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ فی مسجد ھناک فلما صلی رکعتین نزل جبریل فاشار ان صلِّ الی الکعبۃ واستقبلِ المیزابَ فاستدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الکعبۃ ای فاستدار النساء مکان الرجال والرجال مکان النساء ای فقد تحوّل من مقدّم المسجد الی مؤخّرہ لانّ من استقبل الکعبۃ فی المدینۃ یلزم ان یستدبر بیت المقدس قیل وکان ذلک وھم راکعون وکان ھذا قبل تحریم العمل الکثیرۃ فی الصلاۃ او انّ ھذا العمل لم یکن علی التوالی انتھی۔ وفی تفسیر البیضاوی کان ذلک قبل قتال بدر بشھرین وفیہ فسمی المسجد مسجد القبلتین۔

ویعلم من کتب الحدیث ان بیوت بنی سلمۃ فی المدینۃ کانت بعیدۃ من المسجد النبوی۔ فاخرج الترمذی فی تفسیر سورۃ یٰس من جامعہ ج ۲ ص ۱۷۷ عن ابی سعید الخدری قال کانت بنو سلمۃ فی ناحیۃ المدینۃ فارادوا النقلۃ الی قرب المسجد فنزلت ھذہ الآیۃ انّا نحن نحیی الموتیٰ ونکتب ما قدّموا وآثارھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آثارکم تکتب فلا تنتقلوا۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

ثقیف۔ آیت واذا تولّیٰ سعیٰ فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث الآیۃ وآیت وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین کی تفسیر میں مذکور ہے۔ ثقیف عرب میں مشہور قوم ہے۔ شہر طائف ان کا مرکز تھا۔ حجاج ظالم ثقفی تھا۔ کذاب مختار بن ابی عبیدہ بھی ثقفی تھا۔ ثقیف اس قوم کا جد اعلیٰ ہے۔

ثقیف کون تھا۔ اس میں مورخین کا اختلاف ہے۔ بعض اہل اخبار کہتے ہیں کہ زمانۂ قدیم میں ثقیف ایک آوارہ مسکین شخص تھا وہ ایک شخص ابن خالہ کے ساتھ طلب رزق میں نکلا۔ اس کا ساتھی ابن خالہ جس کا نام نخع تھا یمن چلا گیا اور ثقیف وادی القریٰ میں ایک بوڑھی لاولد یہودی عورت کے پاس مقیم ہوا۔ اس نے ثقیف کو بیٹا بنالیا۔ مرتے وقت اس عورت نے اپنے مال کی جو دنانیر وغیرہ پر مشتمل تھا ثقیف کے لیے وصیت کردی۔ ثقیف یہاں سے نکل کر طائف کے امیر عامر بن ظرب عدوانی کی پناہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ عامر نے بڑا مال دیا اور اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کردیا۔ مدت کے بعد ثقیف کی اولاد کثیرہ نے اپنی ننھیال بنوعامر کا مقابلہ شروع کردیا۔ طرفین میں لڑائیاں ہوئیں اور بالآخر بنو ثقیف غالب ہوئے انھوں نے بنوعامر کو طائف سے نکال دیا اور خود طائف کے مالک ہوگئے۔ طائف کے باغات واموال کو دیکھ کر عرب کے دیگر کئی قبائل حسد کی بناء پر ثقیف سے لڑنے لگے مگر ثقیف جمے رہے تاآنکہ اسلام آیا۔ شہر طائف کا بیان ہماری اسی کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ابرہہ مکہ پر حملہ کے ارادے سے جاتے ہوئے طائف پر گزرا تو طائف کے امیر مسعود بن معتب ثقیف کا وفد لے کر اس سے ملا اور اطاعت قبول کرتے ہوئے رہنمائی کے لیے ایک شخص ابورغال کو ساتھ بھیج دیا۔ مقام مغمّس میں ابورغال ہلاک ہوا۔ وہیں اس کی قبر موجود ہے۔ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ج ۴ ص ۱۴۸ و ۱۴۶۔

بقول بعض اہل اخبار ثقیف کا نام قسیّ تھا۔ اور بنو ثقیف بنو ہوازن میں سے ایک قبیلہ ہے سلسلۂ نسب یہ ہے قسیّ بن منبّہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمۃ بن خصفۃ بن قیس عیلان۔ دیکھو تاج العروس ج ۶ ص ۵۱ وغیرہ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ ثقیف ابورغال کا بیٹا ہے۔ اور ابورغال قوم ثمود میں سے تھا۔ حماد الراویہ کہتے ہیں کہ ابورغال طائف کا ایک ظالم بادشاہ تھا۔ فمرّ ابورغال فی سنۃ مجدبۃ بامرأۃ ترضع صبیًّا یتیمًا لبلبن عنزٍ لها فاخذها منها فبقی الصبیُّ بلا مرضعۃ فمات فرماہ اللہ بقارعۃ فاھلکہ فرجمت العربُ قبرہ وصار رجم قبرہ سنۃً للناس۔ راجع الاغانی ج ۴ ص ۷۴ والمفصل ج ۴ ص ۱۴۹ بہرحال بعض علماء اخبار کے نزدیک ثقیف ابورغال کا بیٹا ہے اور ابورغال میں علماء کے متعدد اقوال ہیں ایک قول حماد راویہ کا ہے جو گزر گیا۔

اور عند البعض یہ شعیب نبی علیہ السلام کا اور عند البعض صالح نبی علیہ السلام کا غلام تھا۔ یا قدیم زمانہ میں عشّار تھا یعنی حکومت کی طرف سے مال وصول کرنے والا تھا۔ اور عند البعض یہ ابرہہ حبشی کا دلیل تھا۔ جریر کہتا ہے ؎

اذا مات الفرزدق فارجموه کما ترمون قبر ابی رغال

قال ابن سیدۃ کان عبدًا لشعیب علی نبینا وعلیہ الصلام والسلام وکان عشارًا جائرًا فقبرہ بین مکۃ و الطائف یرجم الیوم۔

وقال ابن المکرم ورأیتُ فی ھامش الصحاح ما صورتُہ ابو رغال اسمہ زید بن مخلف عبد کان لصالح النبی علیہ السلام بعثہ مصدقًا انہ اتی قومًا لیس لہم لبن الا شاۃ واحدۃ ولہم صبیّ قد ماتت اُمّہ فھم یعاجونہ بلبن تلک الشاۃ یعنی یغذونہ فابی ان یأخذ غیرھا فقالوا دَعْھا تحایی ھذا الصبیّ فابی فیقال انہ نَزَلت بہ قارعۃٌ من السماء ویقال بل قتلہ ربُّ الشاۃ فلما فقدہ صالح علیہ السلام قام فی الموسم ینشد الناسَ فأُخبِر بصنیعہ فلعنہ فقبرہ بین مکۃ والطائف یرجمہ الناس۔ راجع تاج العروس ج ۷، ص ۳۴۸۔

احادیث وسنن میں ابو رغال کا ذکر موجود ہے۔ فعن انس رضی اللہ عنہ قال سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین خرجنا معہ الی الطائف فمررنا بقبرٍ فقال ھذا قبرُ ابی رغال وھو ابو ثقیف وکان من ثمود وکان بھذا الحرم یدفع عنہ فلما خرج منہ أصابتہ النقمۃُ التی اصابت قومَہ بھذا المکان فدُفن فیہ الحدیث وبسطہ شراح المواھب۔

معارف ابن قتیبہ ص ۴۱ میں ہے کہ ثقیف بیٹا ہے منبہ بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ کا۔ اور اسی ثقیف کا نام قسیّ بھی ہے۔ اور یہی ثقیف قاتلِ ابی رغال ہے۔ وکان ابو رغال مصدقًا فمرّ بہ ثقیف فقتلہ فقیل قسا علیہ فسُمّی قسیًّا اھ مغیرۃ بن شعبہؓ مشہور صحابی ثقفی ہیں۔ امیۃ بن ابی الصلت شاعر و زاہرِ جاہلیت بھی ثقفی ہے۔ اسے خود کو نبوت ملنے کی توقع تھی۔ اس کا حال اسی کتاب میں دوسری جگہ پر ملاحظہ کرلیں۔

حدیبیّہ فان اُحصِرتم فما استیسر من الھدی کے بیان میں حدیبیہ مذکور ہے۔ حدیبیہ بضم اول وفتح ثانی وکسرِ یا رہے۔ اور یا میں تخفیف وتشدید دونوں صحیح ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ تشدید کو لازم قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں جعرانہ میں تخفیف ہی صحیح ہے۔ حدیبیہ مسجد حرم سے نو میل دور ہے۔ قال النحاس سالت کل من اثق بعلمہ عن الحدیبیۃ فلم یختلفوا فی انہا بالتخفیف وقیل اھل العربیۃ یخففون والمحدثون یشدّدون۔

وجوہِ تسمیہ یہ ہیں۔ (۱) سُمّیت ببئر ھناک عند مسجد الشجرۃ التی بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحتھا۔ (۲) قال الخطابی سمیت بشجرۃ حدباء کانت فی ذلک الموضع وفی الحدیث انھا بئر۔ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں اور کچھ حل میں ہے وھو ابعد الحل من البیت وعند مالک رضی اللہ عنہ انھا جمیعہا من الحرم

اسی مقام پر نبی علیہ السلام اور مشرکین مکہ کے مابین معاہدہ صلح ہوا تھا۔ اور اسی مقام پر نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے احرام عمرہ سے احلال کیا تھا جب کہ مشرکین نے انھیں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا۔ صلح کے وقت ہجرت کے پانچ سال اور دس ماہ گزر چکے تھے۔ کذا فی المعجم لیاقوت ج ۲ ص ۲۳۰۔ یہ صلح ذوالقعدہ میں ہوئی اور اسلام کی فتح و اشاعت کا عظیم سبب بن گئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نبی علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ اپنے صحابہ سمیت بیت اللہ و حرم میں امن سے حلق و تقصیر کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ تو سوموار کے دن یکم ذی قعدہ ۶ھ ہجری میں بہ نیت عمرہ ہدی ساتھ لیے ہوئے روانہ ہوئے۔ صحابہ رفقاء کی تعداد ۱۴۰۰ اور ۱۵۰۰ کے درمیان تھی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ ثنیہ حدیبیہ کے قریب پہنچ کر نبی علیہ السلام کی اونٹنی قصواء بامرِ خداوندی بیٹھ گئی۔ پھر کئی دن کے بعد اسی مقام پر صلح ہوئی جس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔ اس سفر پر روانہ ہوتے وقت آپؐ نے مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ نمیلۃ بن عبداللہؓ یا ابن ام مکتومؓ کو مقرر فرمایا۔

الحجاز بکسر حاء وقولوا للناس حسناً کی شرح میں مذکور ہے۔ حجاز جزیرۂ عرب میں ایک خطہ و علاقہ کا نام ہے۔ ابن الانباری حجاز کے اشتقاق میں دو قول ذکر کرتے ہیں الاول انہ ماخوذ من حجز الرجل بعیرہ اذا شدہ شدا یقیدہ بہ ویقال للحبل حجاز او سمی حجازاً لانہ یحتجز بالجبال۔ مگر ابن الانباری کے یہ دونوں قول مبہم ہیں۔

دیگر ائمہ کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے حجز بمعنی منع سے یقال حجزہ ای منعہ والحجاز جبلٌ ممتدٌ حائلٌ بین الغور وغورِ تہامۃ ونجدٍ فکانہ منع کل واحد منھما ان یختلط بالآخر فھو حاجز بینھما۔ خلیل بن احمدؒ فرماتے ہیں سمی حجازاً لانہ فصل بین الغور والشام وبین البادیۃ۔

اصمعی کہتے ہیں خطۂ حجاز کی تحدید کے بیان میں کہ مدینہ منورہ۔ خیبر۔ فدک۔ ذوالمروہ۔ وادی القریٰ۔ دارِ مزینہ۔ دار جہینہ وغیرہ علاقے حجاز میں داخل ہیں صنعاء سے لے کر شام تک علاقہ حجاز کہلاتا ہے سمی بذلک لانہ حجز بین تہامۃ ونجد۔ پس مکہ تہامی ہے اور مدینہ حجازی ہے اور طائف بھی حجازی ہے قالہ الاصمعی۔ اور عند البعض مدینہ طیبہ کی نصف زمین حجازی اور نصف تہامی ہے۔ ابراہیم حربی کہتے ہیں تبوک و فلسطین حجازی ہیں۔ تہامہ پست خطے کو کہا جاتا ہے اسے غور بھی کہتے ہیں اور نجد ظاہر و بلند خطے کہا جاتا ہے۔ کذا فی المعجم لیاقوت وغیرہ۔

مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کا خطہ سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے پست ہے۔ اسی وجہ سے وہ تہامہ میں داخل ہے۔ طائف سے مکہ کو جاتے ہوئے گزریں تو آگے علاقہ تہامہ ہے۔ مکہ سے عسفان تک تہامہ ہے عسفان مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کے مابین ہے۔

وقیل سمیت تھامۃ لشدۃ حرّھا ورکود ریحھا وھو من التھم وھو شدۃ الحرّ ورکود الریح یقال تھم الحرُّ اذا اشتدّ وقیل سمّی بذلک لتغیّر ھوائھا یقال تھم الدُّھنُ اذا تغیّر ریحُہ وقال الاصمعی التھمۃ الارضُ المتصوّبۃ الی البحر۔

امام شافعیؒ کا قول ہے الحجاز مکۃ والمدینۃ والیمامۃ ومخالیفھا ای قُراھا۔ کذا فی اعلام الساجد للزرکشی ص۴۷۔

الحَرَم وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ حَرَم بفتح حاء وراء ارضِ مکہ کا نام ہے۔ حرم دو ہیں حرمِ مکہ و حرمِ مدینہ۔ حرم کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں۔ اوّل حرمیّ بکسر حاء وسکون راء علی غیر القیاس۔ دوم، حُرُمی بضم حاء وسکون راء علی غیر القیاس۔ سوم حَرَمی بفتح حاء وراء موافق قیاس۔

حَرَم وحَرام کا ایک معنی ہے مثل زمن وزمان۔ سُمّی الحرمُ حرامًا لانہ حرام انتھاکُہ وحرام صیدُہ ورفثُہ۔ حرم مکہ کی حدود معروف ہیں۔ ان پر علامات ومنارات زمانہ قدیم سے قائم ہیں۔ جو دراصل ابراہیم علیہ السلام نے مقرر فرمائے تھے۔ جاہلیت والے بھی ان منارات وحدود کو جانتے تھے۔ ظہور اسلام کے بعد بھی انہی حدود کو برقرار رکھا گیا۔ نبی علیہ السلام نے زید بن مربع انصاری کو خط دے کر اس میں یہ لکھا اَن قرّوا قریشًا علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابراھیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے اس خطہ کو حرم محترم ومقام امن بنایا ہے قال اللہ تعالی اولم یروا انا جعلنا حرمًا اٰمنًا ویتخطف الناس من حولھم۔

یاقوت معجم البلدان ج ۲ ص ۲۴۴ پر لکھتے ہیں البیت الحرام والمسجد الحرام والبلد الحرام کلہ یراد بہ مکۃ۔ علامہ بشاری لکھتے ہیں حدودِ حرم پر سفید علامات محیط ہیں۔ بطرف مغرب تنعیم تین میل ہے اور طریق عراق میں ۷ میل اور طریق یمن میں ۷ میل اور طریق طائف میں ۲۰ میل اور ایک طرف ۱۰ میل یہ حدود حرم ہیں۔

علامہ ازرقی نے تاریخ مکہ ج ۲ ص ۱۰۱ پر اس پر بحث کی ہے فذکر باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال اول من نصب انصاب الحرم ابراھیم علیہ السلام یُریہ ذلک جبریل علیہ السلام فلما کان یوم فتح مکۃ بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمیم بن اسد الخزاعی فجدّد ما درثّ منھا۔ بعض احادیث میں ہے کہ زمین وآسمان کی تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ نے یہ حرم مقرر فرمایا یعنی اسے محترم اور امن کی جگہ بنایا۔ فقد قال النبی علیہ السلام فی الخطبۃ للغد من یوم الفتح ایھا الناس ان اللہ سبحانہ قد حرّم مکۃ یوم خلق السموت والارض ویوم خلق الشمس والقمر ووضع ھذین الجبلین

فہی حرام الی یوم القیامۃ الحدیث۔

بعض احادیث میں ہے کہ حرم شریف کا محاذی حصہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کا حصہ بھی حرم و محترم ہے اور اس کا حکم آسمانوں اور بقیہ زمینوں میں وہی ہے جو حکم ہماری اس زمین پر حرم شریف کا ہے۔ فاخرج الازرقی عن مجاھد قال ان ھذا الحرم حرم ماحذاءہ من السموت السبع والارضین السبع وان ھذا البیت رابع اربعۃ عشر بیتاً فی کل سماءٍ بیت وفی کل ارضٍ بیتٌ۔

حرم کی ان حدود کی تقرری کی وجہ فرشتوں کا قیام ہے۔ آدم علیہ السلام کی حفاظت کے لیے مکہ مکرمہ میں ان کے ارد گرد فرشتوں کی صفیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑی ہوئیں۔

فعن عبد الرحمٰن بن حسن بن القاسم عن ابیہ قال سمعت بعض اھلِ العلم یقول انہ لما خافَ آدم علیہ السلام علی نفسہ من الشیطان فاستعاذَ باللہ سبحانہ فارسل اللہ عز وجلّ ملائکۃً حفُّوا بمکۃ من کل جانبٍ ووقفوا حوالیھا قال فحرّم اللہ تعالیٰ الحرم من حیث کانت الملائکۃ علیھم السلام وقفتْ۔

بعض روایات میں ایک اور وجہ مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تعمیر بیت اللہ کے وقت جبریل علیہ السلام جب مقام ابراہیم کا پتھر لائے تو چاروں طرف اس کی روشنی پھیل گئی۔ پس جہاں تک اس کی روشنی پہنچی اس کے منتہیٰ کو حدودِ حرم مقرر فرما دیا گیا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے بعد میں ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لے جا کر وہ حدود بتلا دیں اور ابراہیم علیہ السلام نے چاروں طرف ان پر علامات مقرر فرمائیں۔ بہرحال حرم مکہ شریف انوارِ الٰہی کا مرکز ہے جہاں پر ہر وقت انوار برستے رہتے ہیں۔

الحماسۃ تفسیر الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین میں مذکور ہے۔ دیوان حماسہ اشعار جاہلیت وعرب عربا کا مشہور مجموعہ ہے۔ اس کا مؤلف مشہور شاعر ابوتمام حبیب بن اوس طائی متوفی ۲۳۱ھ ہے دیوان حماسہ دس ابواب پر مرتّب ہے۔ حماسہ۔ مراثی۔ ادب۔ نسیب۔ ہجاء۔ اضافات۔ صفات۔ شیر۔ ملح۔ مذمۃ النساء۔

باب اول یعنی حماسہ کے نام سے یہ کتاب مشہور و معروف ہے۔ حماسہ کا معنی ہے شجاعت۔ دیوان حماسہ کے باب اول میں شجاعت و جنگ و جدال سے متعلق اشعار جمع ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت و شہرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ابوتمام کے بعد حماسہ علماء و ائمہ عربیت کے مابین ایک اصطلاحی لفظ بن گیا ہے۔ چنانچہ ان کی اصطلاح میں اب ہر اس کتاب کو حماسہ کہا جاتا ہے جس میں قدیم یا غیر قدیم شعراء عرب کے اشعار جمع ہوں مثل حماسۃ البحتری و حماسۃ ابی الحجاج یوسف الاندلسی وغیر ذلک۔ اس کی نظیر علامہ مجد الدین فیروز آبادی کی کتاب قاموس اللغات ہے۔ زیادہ شہرت و قبولیت کی وجہ سے آج کل

لغت عربیہ میں ہر کتاب لغت پر قاموس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ مثل قاموس المحیط۔ قاموس المدارس۔
وفی مجلۃ المشرق الحماسۃ فی اللغۃ الشدۃ والبأس وفی اصطلاح ارباب الادب مجامیع شعریۃ ضمنوھا کثیراً من منظومات الاقدمین لاسیما التی غلبت علیھا المعانی الدالۃ علی التحمس والبسالۃ فی الحروب وکان اوّل من طرق ھذا الباب حبیب بن اوس الشاعر الشھیر بابی تمام الطائی وضع حماستہ فی عشرۃ ابواب افتتحھا بالشعر الحماسی فکان لمجموعہ من الرواج ماضاعف شھرتہ حتی قیل انّ ابا تمام فی اختیارہ الشعر اشعر منہ فی نظمہ انتھی۔

دیوان حماسہ کی تالیف کا سبب ایک اتفاقی واقعہ ہے۔ وہ یہ کہ ابو تمام امیر عبداللہ بن طاہر کی خدمت میں قصیدہ مدحیہ پیش کرنے کے لیے خراسان گیا۔ ابن طاہر کی ملاقات اور اس کی مدح کرنے اور انعام وصول کرنے کے بعد واپس عراق لوٹا تو راستے میں ہمدان شہر پہنچ کر ابو الوفا بن سلمہ کا مہمان ہوا۔ ابن سلمہ نے بڑا اکرام کیا۔ قیام ہمدان کے دوران سخت برف باری سے باہر نکلنا مشکل ہوگیا۔ راستے برف سے بند ہوگئے۔ ابو تمام غمگین ہوا مگر ابو الوفا خوش ہوا کیونکہ ابو تمام سے علمی خدمت لینے کا موقع مل گیا چنانچہ ابو الوفا نے اپنا کتب خانہ اسے مطالعہ کے لیے اور تالیف کے لیے پیش کر دیا۔ ابو تمام مطالعہ کتب میں مشغول ہوگیا اور شعر و شاعری سے متعلق پانچ کتابیں تصنیف کیں۔ کتاب الحماسۃ کتاب الوحشیات وغیرہ۔ دیوان حماسہ کا قلمی نسخہ مدت تک آل سلمہ کے پاس محفوظ رہا انھوں نے اسے قیمتی سرمایہ سمجھتے ہوئے مدت تک چھپائے رکھا۔ جب آل سلمہ کے احوال دگرگوں ہوئے اور ابو العواذل دینور سے ہمدان آئے تو اسے دیوان حماسہ کا نسخہ مل گیا وہ اسے اصبہان ساتھ لے آیا۔ اصبہان کے ادباء و علماء نے یہ کتاب بہت پسند کی اور اس موضوع سے متعلق دیگر کتب سے توجہ ہٹا کر صرف حماسہ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اس طرح دیوان حماسہ کو مشرق و مغرب میں شہرت حاصل ہوئی۔ بہت سے علماء نے اس کے حواشی اور شروح لکھیں۔

ابن جنی متوفی ۳۹۲ھ جیسے امام عربیت بھی حماسہ کے شراح میں سے ہیں۔ حماسہ کی چند شروح یہ ہیں (۱) شرح عثمان بن جنی (۲) شرح علی بن سید اللغوی متوفی ۴۵۸ھ یہ چھ جلدوں میں ہے (۳) شرح حسن بن بشر آمدی متوفی ۳۷۱ھ وقیل ۳۳۵ھ (۴) شرح ابو بکر محمد بن یحیی صولی متوفی ۴۷۶ھ (۵) شرح ابو الفضل عبداللہ بن احمد میکالی متوفی ۴۷۵ھ (۶) شرح عبداللہ بن ابراہیم شیرازی متوفی ۴۷۶ھ وقیل ۵۸۴ھ (۷) شرح ابراہیم بن محمد بن ملکون اشبیلی متوفی ۵۸۴ھ (۸) شرح حسن بن علی استرابادی نحوی متوفی ۷۱۷ھ (۹) شرح ابو نصر قاسم بن محمد واسطی بیہقی متوفی ۵۴۴ھ (۱۰) شرح شیخ اعلم ابو الحجاج یوسف بن سلیمان شنتمری متوفی ۴۷۶ھ پانچ جلدوں میں (۱۱) شرح ابو البقاء عبداللہ بن حسین عکبری متوفی ۶۱۶ھ یہ مختصر شرح ہے (۱۲) شرح ابو زکریا یحیی بن علی مشہور بہ خطیب تبریزی متوفی ۵۰۲ھ۔ انھوں نے حماسہ کی تین شرحیں لکھی ہیں

اصغر۔ متوسط۔ اطول (۱۳) شرح ابوعلی احمد بن محمد مرزوقی متوفی ۴۲۱ھ یہ شرح مشہور و معروف ہے۔
(۱۴) عنوان النفاسۃ فی شرح الحماسۃ لمحمد بن قاسم بن زاکور الفقیہ المالکی المتوفی ۱۱۲۰ھ کما فی کتاب ھدیۃ العارفین ج ۲ ص ۱۵۵۔

دیوان حماسہ کی شہرت اور اس کے طریقہ تالیف کی مقبولیت جب بہت بڑھ گئی تو کئی علماء و ائمہ فنِ عربیت نے اسی طرز کی کتابیں تالیف کر کے ان کا نام حماسہ رکھا۔ چنانچہ حاجی خلیفہ کاتب چلپی متوفی ۱۰۶۷ھ نے کشف الظنون میں تقریباً چھے حماسوں کا ذکر کیا ہے جو ابوتمام کے دیوان حماسہ کے مقابلے میں تصنیف کیے گئے تھے۔ ان میں سے کئی اس بندۂ عاجز کی نظر سے گزرے ہیں اور کئی تلف ہو گئے جن کا صرف نام باقی ہے اور کئی ایسے بھی ہوں گے جن کا نام بھی کتابوں میں نہیں آسکا۔

فمنھا الحماسۃ لابی عبادۃ ولید بن عبد اللہ البحتری المتوفی ۲۸۴ھ ومنھا الحماسۃ لابی الحسن علی بن الحسن المعروف بشمیم الحلی المتوفی ۶۰۱ھ رتبھا علی اربعۃ عشر بابا۔ ومنھا الحماسۃ لابی الحجاج یوسف بن محمد البیاسی الاندلسی المتوفی ۶۵۳ھ وھی فی مجلدین صنفھا بتونس فی شوال ۶۴۶ھ جمع فیھا ما استحسنہ من اشعار العرب جاھلیھا ومخضرمیھا واسلامیھا ومولدیھا و غیر ذلک ومنھا الحماسۃ لابن الشجری النحوی المشہور اللغوی المتوفی ۵۴۲ھ وھو کتاب غریب مطبوع ونسخۃ منھا موجودۃ فی مکتبۃ خانقاہ السراجیۃ من مضافات بلدۃ کُندیاں مدیریۃ میانوالی طالعتھا واستفدت منھا ومنھا الحماسۃ لابی الحسن علی بن ابی الفرج البصری المتوفی ۶۵۶ھ وحماستہ تعرف بالحماسۃ البصریۃ ومنھا الحماسۃ العسکریۃ۔

مجلہ مشرق جو بیروت سے شائع ہوتا تھا اس کے ص ۵۲۷ پر کشف الظنون کی طرف دس سے زائد حماسوں کے ذکر کرنے کا حوالہ محض غلط ہے۔ کیونکہ اس میں چھے سات حماسوں کا ذکر ہے۔ دیکھئے کشف الظنون ج ۱ ص ۳۴۶ عمود عدد ۶۹۲۔ ان حماسوں میں سے اکثر غیر مطبوع ہیں۔ بعض ضائع ہو چکے ہیں اور بعض کے قلمی نسخے مختلف ملکوں کے قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں۔ قال فی مجلۃ المشرق فی ذکر حماسۃ ابی تمام۔ وذلک ما حدا بغیرہ من الادباء الی ان یقتصوا اثارہ ویجاروہ فی العمل فتعددت الحماسات حتی ان الحاج الخلیفۃ فی کتابہ کشف الظنون عدّ منھا بضع عشر۔ صاحب مجلہ کا یہ قول کہ کشف الظنون میں بضع عشر حماسوں کا ذکر ہے درست نہیں ہے۔ بہرحال کئی علماء نے حماسہ کے نام سے ابوتمام کے مقابلے میں کتابیں لکھیں۔ جن میں سے اکثر ضائع ہو چکی ہیں۔

وقد اخنی الدھر علی بعضھا فاخذ تھاید الضیاع کحماسۃ الاعلم الشنتمری المتوفی فی اشبیلیہ ۴۷۶ھ ۱۰۸۳ء وحماسۃ علی بن الحسن المعروف بشمیم الحلی والحماسۃ العسکریۃ وقد نجا بعضھا الاخر

مع عزّة وجودها فی خزائن الکتب کحماسة الخالدیّین هما اخوان ابو عثمان سعید وابو بکر محمد ابناها هاشم اللذان اشتهرا فی خدمة سیف الدولة الحمدانی صاحب حلب فی القرن الرابع الهجری وحماستهما مشهورة بالاشباه والنظائر منها نسخة فی المکتبة الخدیویة فی قاعتها ج ۴ مت ۲۰۳ وکالحماسة البصریة فی هذه المکتبة ج ۴ مت ۲۲۹ لصدر الدین علی بن ابی الفرج البصری الذی قتل بامر ملک المغول هولاکو سنة ۶۵۹ھ ۱۲۶۱ء بعد ان خدم مدّة امیر حلب الملک الناصر صلاح الدین ابا المظفر یوسف وحماسته تضاهی حماسة ابی تمام وکحماسة ابی الحجاج یوسف بن محمد البیاسی الذی ولد فی بیّاس مدینة الاندلس ثم رحل الی تونس حیث توفی سنة ۶۵۳ھ ۱۲۵۵ء ولم یبق من حماسته سوی بعض الفصول فی احد مخطوطات خزانة غوطا من اعمال المانیا۔

نعم بقیت من تیار الزمان والحوادث حماسة ابی عبادة الولید بن عبید الشهیر بالبحتری فالبحتری رأی ما نال رصیفه وقرینه ابو تمام من السمعة الطیّبة بتالیف الحماسة فقصد مجاراته فوضع لولیّ الخلیفة المتوکل الفتح بن خاقان حماسة عارض فیها حماسة ابی تمام وقد ذکر ابن خلکان حماسة البحتری فی تالیف هذا الشاعر فی ترجمته کاد یتلف هذا التالیف فی جملة ما تلف من الآثار لولا همة احد المستشرقین الهولندیین لنقرز الذی عثر فی القرن السابع عشر علی نسخة منه فی الاستانة فابتاعها وارسلها للتنوع فی خزانة دولته فی لندن وهذه النسخة موجودة فی خزانة کتب لندن حلّی وجهها الاول بالذهب والنقوش وهی فی ۴۰۰ صفحة وفی کل صفحة ۱۵ سطرًا۔ وقد امتازت حماسة البحتری بعدة امور منها وفرة ابوابها فان البحتری جعلها ۱۷۴ بابًا ضمّنها معظم المعانی الادبیة التی دارت فی السنة شعراء العرب ومنها ان عدد الشعراء الذین روی اشعارهم فیها یبلغ نحو الستمائة واکثرهم من شعراء الجاهلیّة والمخضرمین ولم یذکر من شعراء العهد العباسی سوی نفر قلیلین مثل صالح بن عبد القدّوس وکفی بذلک دلیلًا علی سعة محفوظات البحتری للشعر القدیم ومنها التحاشی لکل معنی بذیء تنبو عنه الاسماع فلا تجد فیها شیئًا من المجون۔ طبعت حماسة البحتری فی سنة ۱۹۰۹ء بمصارف بعض المستشرقین المسیحیّین فی بیروت۔

الخزرج۔ آیت وان یاتوکم اسارٰی تفادوهم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ انصار کے دو گروہوں میں سے ایک کا نام خزرج تھا۔ یہ قبیلہ مآرب یمن سے آکر مدینہ منورہ میں آباد ہوا تھا۔ ان کے نسب و دیگر احوال کی تفصیل بیانِ اَوس میں ملاحظہ کریں۔ خزرج اَوس کا بھائی تھا۔

ظہورِ اسلام کے وقت قبیلۂ اوس کے سردار کا نام سعد بن عبادہ تھا۔ ابو ایوب انصاریؓ خزرجی ہیں اسی طرح ثابت بن قیسؓ خطیب النبی علیہ السلام بھی خزرجی ہیں۔ رافع بن عجلانؓ خزرجی تمام انصار میں اول اسلام لانے والے ہیں۔ کذا فی المفصل ج ۴ ص ۱۳۸۔

قبیلۂ خزرج کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ ان کی برکت سے اسلام مدینہ منورہ میں آیا۔ کیونکہ مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے افرادِ خزرج نے نبی علیہ السلام سے ملاقات کر کے اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ میں مہاجرین کو پناہ دینے کا عہد کیا۔ پھر ان کی محنت سے قبیلۂ اوس میں بھی اسلام داخل ہوا۔ بیانِ انصار میں اس بحث کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

اوس وخزرج کے مابین جس طرح اسلام سے پہلے سلسلۂ تفاخر جاری تھا اسی طرح ظہور اسلام کے بعد بھی امورِ دین میں اور اسبابِ مقربہ الی اللہ ورسولہ میں مسابقت کا سلسلہ قائم تھا۔ امور ایمانیہ وتحصیل اسباب رضاء اللہ ورضاء رسولہ میں مسابقت قوتِ ایمان وکمالِ ایمان کی علامت ہے۔

اخرج ابن جریر باسنادہ عن قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ قال افتخر الحیان الاوس والخزرج فقال الاوس منا اربعۃ من اھتز لہ العرش سعد بن معاذ ومن عدلت شھادتہ شھادۃ رجلین خزیمۃ بن ابی ثابت ومن غسلتہ الملائکۃ حنظلۃ بن ابی عامر ومن حمتہ الدبر عاصم بن ابی ثابت ای ابن ابی الافلح فقال الخزرج منا اربعۃ جمع القرآن لم یجمعہ غیرھم کذا فی الاتقان ج ۱ ص ثم ان حدیث جامعی القرآن اخرجہ البخاری وغیرہ عن قتادۃ قال سالت انس بن مالک من جمع القرآن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اربعۃ کلھم من الانصار ابی بن کعب ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید قلت من ابو زید قال احد عمومتی وروی ایضاً من طریق ثابت عن انس رضی اللہ عنہ قال مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یجمع القرآن غیر اربعۃ ابو الدرداء ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید۔ ثم ان ابا زید ھذا اسمہ قیس بن السکن کما روی ابن ابی داؤد عن انس ان ابا زید الذی جمع القرآن اسمہ قیس بن السکن قال وکان رجلاً منا من بنی عدی بن النجار احد عمومتی ومات ولم یدع عقباً ونحن ورثتہ قال ابن ابی داؤد مات قریباً من وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذھب علمہ ولم یؤخذ عنہ وکان عقبیاً بدریاً۔

اوس وخزرج کے مابین مسابقت کی تصریح صحیح احادیث میں مروی ہے۔ اسلام کے عظیم دشمن ابو رافع یہودی کا قتل اسی اسلامی مقابلہ وانتباط کا نتیجہ تھا۔ صحیح احادیث میں ہے کہ کعب بن الاشرف یہودی مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا۔ شر انگیزی کرتا رہتا تھا۔ وہ مدینہ منورہ کا باشندہ تھا۔ یہود بنی نضیر میں شمار ہوتا تھا کیونکہ اس کی ماں یہود بنی نضیر میں سے تھی۔ دراصل وہ قبیلۂ طی کا فرد تھا۔ جنگ بدر کے بعد ام الفضل زوجۂ عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ مسلمان عورتوں کے نام اشعار میں ذکر کرتا تھا۔ نبی علیہ السلام کے حکم سے اوس میں سے محمد بن مسلمہ وابو نائلہ وعباد بن بشر وحارث بن اوس بن معاذ وابو عبس بن جبر رضی اللہ عنہم نے جا کر ایک رات کعب بن الاشرف کو قتل کر دیا۔ یہ ربیع الاول ۳ھ کا قصہ ہے۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۳ ص ۴۔

قتل کعب کے بعد انصار خزرج نے چاہا کہ ہم بھی اوس کے مقابلہ میں کسی بڑے دشمن اسلام کو قتل کریں تاکہ ہمیں بھی دربار نبوت میں اس قسم کا شرف حاصل ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے ابو رافع یہودی کے قتل کا ارادہ کیا۔ ابو رافع بڑا شیطان تھا۔ نبی علیہ السلام اور مسلمانوں کو اذیت پہنچاتا تھا۔ مدینہ منورہ سے بہت دور ارض حجاز میں یعنی خیبر میں اپنے ایک مضبوط قلعہ میں رہتا تھا۔ نبی علیہ السلام کی اجازت وحکم سے

ابو رافع بن ابی الحقیق کے قتل کے لیے انصار خزرج کی ایک جماعت جمادی الآخرہ ۳ھ میں عبداللہ بن عتیک یا عبداللہ بن عقبہ کی امارت میں روانہ ہوئی اور کئی دن کے سفر کے بعد وہاں پہنچ کر ایک عجیب حیلہ سے اسے قتل کر دیا۔

اخرج الامام الطبری فی تاریخہ ج ۳ ص باسنادہ عن عبداللہ بن کعب بن مالک قال کان مما صنع اللہ بہ لرسولہ انّ ھذین الحیّین من الانصار الاوس والخزرج کان یتصاولان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصاولَ الفحلین لا تصنع الاوس شیئا فیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غناہ الّا قالت الخزرج واللہ لا یذھبون بھذہ فضلاً علینا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاسلام فلا ینتھون حتی یوقعوا مثلھا قال واذا فعلت الخزرج شیئا قالت الاوس مثل ذلک فلما اصابت الاوس کعب بن الاشرف فی عداوتہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الخزرج لا یذھبون بھا فضلاً علینا ابداً قال فتذاکروا من رجلٌ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العداوۃ کابن الاشرف فذکروا ابن ابی الحقیق وھو بخیبر فاستاذنوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قتلہ فاذن لھم۔

فخرج الیہ من الخزرج ثمانیۃ نفرٍ عبداللہ بن عتیک ومسعود بن سنان وعبداللہ بن انیس وابو قتادۃ الحارث بن ربعیّ وخزاعیّ بن الاسود ثم ذکر قصۃ قتلہ بطولھا وعن البراء قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی رافع الیھودی وکان بارض الحجاز اھ

داوردان۔ بفتح واو وسکون راء۔ الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم الآیۃ کی شرح میں متکرر الذکر ہے۔ داوردان ایک قریہ ہے شہر واسط سے ایک فرسخ مشرق کی طرف۔ یہ آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت قریہ داوردان سے متعلق ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قریۂ داوردان میں طاعون واقع ہوا فھرب عامۃ اھلھا فنزلوا ناحیۃً منھا فھلک بعض من اقام فیھا وسلم الآخرون فلما ارتفع الطاعون ورجعوا سالمین قال من بقی فیھا اصحابنا الھاربون کانوا احزم منا ولئن وقع الطاعون ثانیاً لنخرجنّ فوقع فخرجوا وھم بضعۃٌ وثلاثون الفاً حتی نزلوا ذلک المکان وھو وادٍ افیح فنادا ھم ملک من اسفل الوادی واخر من اعلاہ ان موتوا فماتوا فاحیاھم اللہ تعالی بحزقیل فی ثیابھم التی ماتوا فیھا وبنی فی موضع حیاتھم دیر یعرف بدیر حزقیل وانما ھو حزقیل۔ کذا فی معجم البلدان۔

روم۔ آیت واذ نجینا کم من آل فرعون کے بیان میں مذکور ہے۔ روم مشہور قوم ہے یہ جمع ہے رومیّ کی مثل عرب وعربیّ وزنج وزنجیّ۔ روم کے نسب اور وجہ تسمیہ میں علماء کے متعدد اقوال ہیں (۱) سمّوا بذلک لانّھم من ولد روم بن ساحیق بن ھربنان بن علقان بن العیص بن اسحاق بن

ابراھیم علیہ السلام۔ (۲) وقیل انہم من ولد رومیل بن الاصفر بن الیفز بن العیص بن اسحاق (۳) وقیل ھم بنو رومی بن بزنطی بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام۔ (۴) بعض کے نزدیک روم عیص بن اسحٰق کا بیٹا تھا۔ قالہ الجوھری وقیل تزوج عیصو بن اسحاق بسمۃ بنت اسماعیل علیہ السلام وکان رجلاً اشقر فولدت لہ الروم۔

(۵) یہ نام ماخوذ ہے راموا فعل ماضی بمعنی قصدوا سے فقد حکی ابن الکلبی انما سمیت الروم لانھم کانوا سبعۃ رامو افتح دمشق ففتحوھا وقتلوا اھلھا۔ وسموا بنی الاصفر لشقرتھم لان الشقرۃ اذا افرطت صارت صفرۃ صافیۃ وقیل ان عیصو کان اصفر لمرض کان ملازماً لہ۔

(۶) رومیہ ایک بڑا شہر ہے اہل روم کا۔ اس کے باشندے کو رومی کہتے ہیں۔ اور رومی کی جمع روم ہے۔ قال البعض انما سمیت الروم رومًا لاضافتھم الی مدینۃ رومیۃ فسمی من کان بھا رومیا۔ کذا فی معجم البلدان لیاقوت۔

الشام بسملہ کی شرح کی ابتداء میں مذکور ہے۔ شام مشہور قدیم ملک ہے۔ اس میں چار لغات ہیں۔ (۱) شأم بفتح شین وسکون ہمزہ (۲) شَأم بفتح ہمزہ (۳) شام بالالف بعد الشین (۴) شآم بالمد عربی میں لفظ شام مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ یقال اشأم الرجل اذا اتی الشام وتشأم انتسب الی الشام۔ وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) شام جمع شامۃ ہے سمیت بذلک لکثرۃ قراھا وتدانی بعضھا من بعض فشبھت بالشامات۔ (۲) یہ شمال مقابل یمین سے مشتق ہے سمیت بذلک لان قومًا من کنعان بن حام خرجوا عند التفریق فتشاءموا الیھا ای اخذوا ذات الشمال فسمیت بالشام۔

(۳) سمیت بسام بن نوح علیہ السلام لانہ اول من نزلھا فجعلت السین شینا۔ (۴) زمانہ قدیم میں یہاں پر ایک قریہ کا نام شامین تھا۔ بنی اسرائیل کے تقریبًا نو اسباط داود علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد متفرق ہو کر اس میں آباد ہوئے۔ پھر تغیر وتصرف کے بعد شامین شام ہو گیا۔ اس سے قبل اس کا نام سوری تھا۔ (۵) وقیل سمیت بذلک لانھا علی شمال کعبۃ اللہ۔ والیمن سمیت بذلک لانھا علی یمین الکعبۃ۔

قدیم شام کے چند مشہور شہر یہ ہیں۔ بیت المقدس۔ انطاکیہ۔ طرسوس۔ عرش۔ بلقاء۔ دمشق حمص۔ حماۃ۔ حلب۔ منبج۔ معرہ۔ عسقلان وغیرہ۔ فلسطین بھی اسی کا حصہ ہے۔ آج کل شام ایک چھوٹے سے خطہ کا نام ہے۔ نیز زیادہ تر مشہور نام آج کل سوریا ہے۔

شام کے فضائل میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ عیسٰی علیہ السلام شام میں یعنی دمشق کی جامع مسجد کے منارہ پر آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ (۲) اور دمشق کے باب لُدّ کے پاس آپ دجال کو قتل کریں گے۔ کما جاء

فی الاثر۔ (۳) عن عبداللہ بن عمرو بن العاص انہ قال قُسِّم الخیرُ عشرۃ اعشار فجُعِل تسعۃُ اعشارٍ فی الشام وعُشر فی سائر الارض وقُسِّم الشرُّ عشرۃ اعشارٍ فجُعِل عُشرٌ بالشام وتسعۃُ اعشار فی سائر الارض۔

(۴) وعن النبی علیہ السلام الشام صَفوۃُ اللہِ من بلادِہ والیہ یُجتبیٰ صفوتُہ من عبادہ یا اھلَ الیمن علیکم بالشام فان صَفوۃ اللہ من الارض الشام الا من ابیٰ فان اللہ تعالیٰ قد تکفّل لی بالشام۔

الشہر الحرام۔ قرآن شریف وتفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یسئلونک عن الشہر الحرام شہر حرام مفرد ہے۔ اس کی جمع اَشہُر حرم ہے۔ اشہر حرم کا معنی ہے محترم ومعظم مہینے۔ یہ چار مہینے ہیں تین متصل ہیں یعنی ذوالقعدہ وذوالحجہ والمحرم اور ایک جدا ہے یعنی رجب۔ عرب ان چار مہینوں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جنگ وجدال وغیرہ امور قبیحہ سے بچتے تھے یہاں تک کہ وہ ان مہینوں میں اپنے دشمن اور باپ، بھائی بیٹے کے قاتل کو تنہا پاکر بھی کچھ نہیں کہتے تھے۔ ان مہینوں کی حرمت ان کے عقیدے اور عمل میں اتنی مسلّم و ثابت تھی جس طرح ایک مسلمان کے قلب میں بیت اللہ شریف وکتاب اللہ وغیرہ شعائر اللہ کی حرمت و عظمت مسلّم وثابت ہے۔ بلکہ جاہلیت کے کفار اس سلسلے میں کئی مسلمانوں سے بھی بہت آگے تھے چنانچہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مسلمان مساجد میں چوریاں اور قتل کرتے ہیں۔ حرمین میں رہتے ہوئے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مگر زمانہ جاہلیت میں ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں جنھوں نے ان مہینوں کے احترام کا عقیدہ رکھتے ہوئے ان میں قتل وجدال کیا ہو۔

اشہر حرم کی حرمت وتعظیم اہل جاہلیت پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان اور بڑی نعمت تھی۔ وہ تو جنگ جُو قبائل تھے۔ قتل کا بدلہ ضرور لیتے تھے۔ اکثر قبائل ڈاکو تھے۔ ادنیٰ سی چیز کے لیے قتل کر دینا ان کا معمول تھا۔ جنگ وجدال اور ایک دوسرے قبائل پر انفرادی واجتماعی صورت میں حملے کرنا ان کا شیوہ تھا۔ ایسی حالت میں ایک شریف انسان کو کسی سے ملنے یا تجارت وغیرہ اغراض کے لیے ضروری سفر کرنا بھی خطرے کے پیش نظر ناممکن تھا۔ اگر ہمیشہ اور سارے سال یہی حال رہا کرتا تو بھوک وافلاس سے تباہ ہو جاتے۔ زندگی کا سارا نظام معطل رہتا اور نہ کبھی حج وعمرہ ادا کر سکتے

اللہ تعالیٰ رزاق ہیں اور اسباب کے تحت رزق بہم پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے اشہر حرم کے چار ماہ کی شدید حرمت وعظمت ان کے قلوب میں ڈال دی اس طرح ان چار ماہ میں سارا عرب آزادی سے بے خوف و خطر متحرک ہو جاتا اور ہر شخص ان مہینوں میں قائم ہونے والی منڈیوں بازاروں میں تجارت وغیرہ اغراض کے لیے شریک ہو سکتا تھا۔ اسی طرح ان اشہر حرم کے امن واطمینان والے زمانے میں جزیرۂ عرب کے باشندے دوسرے قبائل کو دیت ادا کرنے یا ان سے وصولی کے لیے یا دیگر مشکلات کے حل کے لیے یا کسی قبیلہ سے مصالحت یا

ان کی مدد لینے کیلئے اور حج کعبۃ اللہ ادا کرنے کے لیے اطمینان سے سفر کر سکتے تھے۔ اگر یہ اشہر حرم نہ ہوتے تو سارا جزیرۂ عرب ایک عظیم جیل خانے کا نمونہ ہوتا۔

ان چار مہینوں کی غایت حرمت کا عقیدہ ملّتِ ابراہیمیہ سے عرب نے پایا تھا۔ یہ آسمانی و ربانی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا اور نصوصِ قرآن و سنت میں ان کی تعظیم و حرمت مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرم ذلک الدین القیم۔ توبہ۔ وذلک ان تحریم القتال فی الاشھر الحرم کان حکماً معمولاً بہ من عھد ابراھیم و اسمٰعیل وکان من حرمات اللہ ومما جعلہ مصلحۃً لاھل مکۃ قال اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس والشھر الحرام وذلک لما دعا ابراھیم علیہ السلام لذریتہ بمکۃ اذ کانوا بواد غیر ذی زرع ان یجعل افئدۃ من تھوی الیھم فکان فیما فرض علی الناس من حج البیت قواماً لمصلحتھم ومعاشھم اھ۔ کذا قال العلامۃ السھیلی فی الروض۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۸۸۔ تفسیر نیسابوری ج ۱۰ ص ۳۷ علی ہامش الطبری۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۴۔ روح المعانی ج ۱۰ ص ۸۹۔ کتاب الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۱ ص ۲۲۱۔ بلوغ الارب ج ۳ ص ۸۲۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۸ ص ۴۷۲۔ الروض الانف ج ۲ ص ۶۰۔

قال الآلوسی واختلف فی ترتیبھا فقیل اوّلھا المحرّم وآخرھا ذوالحجۃ فھی من شھور عام وظاھر ما اخرج سعید بن منصور وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما یقتضیہ وقیل اوّلھا رجب فھی من عامین واستدل بما اخرجہ ابن جریر وغیرہ عن ابن عمر قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع بمنی فی اواسط ایام التشریق فقال یا ایھا الناس ان الزمان قد استدار فھو الیوم کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات والارض وان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا منھا اربعۃ حرم اوّلھن رجب مضر بین جمادی وشعبان وذوالقعدۃ وذوالحجۃ والمحرم وقیل اولھا ذوالقعدۃ وصحح النووی لتوالیھا واخرج الشیخان الا ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات والارض السنۃ اثنا عشر شھراً منھا اربعۃ حرم ثلاثۃ متوالیات ورجب مضر الحدیث۔

سوال:۔ اشہر حرم کے تین ماہ متوالی و متصل ہیں اور ایک یعنی رجب مضر منفرد و منفصل ہے۔ اس کی حکمت و وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ چونکہ ان کی تقرری کا سبب وحی اور تعلیم انبیاء علیہم السلام ہے اس لیے اوّلاً تو یہ مفوّض الی اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا توقف کر کے تفویض الی اللہ اسلم طریقہ ہے واللہ عالم باسرار الامور۔ ثانیاً، اشہر حرم کی تقرری کا بڑا سبب حسب قول علماء حج وعمرہ کی ادائیگی ہے۔ حج کے لیے دور دراز اطراف عرب سے لوگ آتے تھے

اس واسطے اشہر حرم میں سے تین ماہ متصل مقرر کرنا قرین عقل ہے تاکہ دور دراز علاقوں والے آسانی سے حج کے لیے آسکیں اور پھر حج کے بعد واپس اپنے گھروں میں بھی پہنچ سکیں۔ اور عمرہ کے لیے رجب کو اشہر حرم میں داخل کیا گیا۔ جاہلیت والے اشہر حج میں عمرہ ناجائز سمجھتے تھے۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں وانما کانت الاشهر المحرمة اربعة ثلاثة سرد واحد فرد لاجل اداء مناسك الحج والعمرة فحرم قبل اشهر الحج شهرا وهو ذو القعدة لانهم يقعدون فيه عن القتال وحرم شهر ذى الحجة لانهم يوقعون فيه الحج ويشتغلون فيه باداء المناسك وحرم بعده شهرا آخر وهو المحرم ليرجعوا فيه الى اقصى بلادهم آمنين وحرم رجب فى وسط الحول لاجل زيارة البيت والاعتمار به لمن يقدم اليه من اقصى جزيرة العرب فيزوره ثم يعود الى وطنه فيه آمنا انتهى تفسير ابن كثير ج ۲ ص ۳۵۵۔

صاحب مفصل اس وجہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تحریم رجب کی وجہ عمرہ ہو تو پھر تو یہاں پر بھی حج کی طرح مدت طویلہ ہونی چاہیے۔ قال فى المفصل ج ۸ ص ۴۷۷ تعليل اهل الاخبار لحرمة رجب لايتناسب مع تعليلهم لحرمة الاشهر الثلاثة المحرمة اذ ذلك يستوجب اعطاء المعتمرين ايضا مدة مناسبة قبله وبعده للاعتمار فيه حتى يضمنوا ذهابهم الى مكة وعودتهم منها بامان فالسفر سفر واحد لايتغير من حيث الطول او القصر فى موسم الحج او فى موسم العمرة اذ لا يعقل ابدا بلوغ مكة والعودة الى المواطن فى العربية او الخليج او العراق والبلاد القاصية فى خلال شهر واحد هذا حاصل كلامه۔

اس اعتراض کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ حج کے لیے تین ماہ کی تعیین میں کچھ دیگر عوامل بھی کارفرما تھے مثل امور اقتصادیہ ومنافع مادیہ واسواق عکاظ وذوالمجاز وغیرہ میں تجارت کرنا اور اپنے مفاخر وفضائل سے قبائل عرب کو آگاہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ثانیاً یہ کہ عمرہ کے لیے عموماً اطراف عرب اور بلاد بعیدہ سے لوگ نہیں آتے تھے بلکہ قریب کے علاقوں کے ہی باشندے آتے تھے۔ اس لیے عمرہ کے لیے ایک ماہ کافی ہے۔ البتہ حج کے لیے جزیرۂ عرب ویمن وعراق وغیرہ بعید تر علاقوں سے بھی لوگ آیا کرتے تھے اس لیے حج کے لیے مدت وسیعہ یعنی تین ماہ اور عمرہ کے لیے ایک ماہ کی تقرری مناسب وقرین عقل ہے۔

وفى السيرة الحلبية ج ۳ ص ۱۵۶ جعل الله الاشهر الحرم اربعة ثلاثة سردا وواحد فردا وهو رجب اما الثلاثة فليأمن الحاج فيها وارد ين لمكة وصادرين عنها شهرا قبل شهر الحج وشهرا آخر بعده قدر ما يصل الراكب من اقصى بلاد العرب ثم يرجع واما رجب فكان للعمار يأمنون فيه مقبلين ومدبرين وراجعين نصف الشهر للاقبال ونصفه الآخر للاياب لان العمرة لا تكون من اقاصى بلاد العرب كالحج واقصى

منازل بلاد المعتمرين خمسة عشر يومًا اه وهذا مأخوذ من السهيلي فانه قال في الروض الانف ج ۲ ص ۶ بعد ذكر العبارة المذكورة۔ اذ لا تكون العمرة من اقاصي بلاد العرب كما يكون الحج الا ترى انا لا نعتمر من بلاد المغرب فاذا اردنا عمرة فانما تكون مع الحج واقصى منازل المعتمرين بين مسيرة خمسة عشر يومًا فكانت الاقوات تأتيهم في المواسم وفي سائر العام تنقطع عنهم ذؤبان العرب وقطاع السبل فكان في رجب امان للسالكين اليها مصلحة لاهلها ونظرًا من الله لهم دبّره وابقاه من ملة ابراهيم اه۔

سوال۔ مذکورہ صدر حدیث مبارک میں ہے رجب مضر اور ایک حدیث میں ہے رجب الذي بين جمادى وشعبان پس مضر کی طرف اضافت اور بین جمادی وشعبان سے وصف کی وجہ کیا ہے؟

جواب اوّل۔ رجب کا معنی ہے عزت وعظمت۔ والترجيب هو التعظيم۔ وانما نسب رجب الى مضر لان مضر وهي قبيلة كانوا اشد تعظيمًا له من غيرهم وكأنهم اختصوا به قال العلماء وانما اضيف رجب الى هذه القبيلة لانهم كانوا يحافظون على تحريمه اشد من سائر العرب وذكروا انهم كانوا يرجّبون فيه فيقدمون الرجبية وتعرف عندهم بالعتيرة وهي ذبيحة تذبح في هذا الشهر وكانوا يقولون هذه ايام ترجيب وتعتير راجع عمدة القاري ج ۱۸ ص ۴۲ تاج العروس ج ۱ ص ۲۶۶ والمفصل ج ۸ ص ۴۸۳۔ روح المعاني ج ۱۰ ص ۸۹ وص ۹۰ رجب کا ذکر کئی آیات میں مستقل طور پر موجود ہے قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا لا تحلوا شعائر الله ولا الشهر الحرام۔ قال الألوسي واختلف في المراد منه فقيل رجب وقيل ذو القعدة وروي ذلك عن عكرمة وقيل الاشهر الاربعة الحرم اه روح المعاني ج ۶ ص ۵۳ راجع تفسير الطبري ج ۶ ص ۳۶ وقال الله تعالى يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه۔ بقرة آيت ۲۱۷۔ المراد عند المفسرين شهر رجب وان الآية نزلت في امر قتل ابن الحضرمي من قريش في آخر يوم من جمادى الآخرة او في اول يوم من شهر رجب على الشك۔

جواب ثانی۔ مضر کی طرف حدیث مذکور میں اضافت رجب احتراز ہے رجب ربیعہ سے۔ کیونکہ قبیلہ ربیعہ رمضان شریف کو اشہر حرم میں داخل کرتے تھے وہ حرمت رجب کے قائل نہ تھے۔ واضيف رجب الى مضر لان ربيعة كانوا يحرمون رمضان ويسمونه رجب ولهذا بيّن في الحديث بما بيّن اه كذا في الروح ج ۱۰ ص ۹۰ اس جواب ثانی سے نبی علیہ السلام کے قول بین جمادی وشعبان کا فائدہ بھی معلوم ہوگیا۔ قال في المفصل وبين كون علماء الاخبار ان تاكيد الرسول صلى الله عليه وسلم على رجب مضر الذي بين جمادى وشعبان في خطبة حجة الوداع هو ان ربيعة كانت تحرّم في رمضان وتُسمّيه رجبًا فعرف من ثم برجب ربيعة فوصفه بكونه بين جمادى وشعبان تاكيد على انه غير رجب ربيعة المذكور الذي هو بين شعبان وشوال وهو رمضان اليوم فرجب اذًا عند الجاهليين رجبان رجب مضر ورجب ربيعة وبين الطائفتين اختلاف في مسائل اخرى كذلك اه۔ قال السهيلي في الروض الانف ج ۲ ص ۳۵۱ وقوله عليه السلام في خطبة الوداع ورجب مضر

الذی بین جمادی وشعبان۔ انما قال ذلك لان ربیعة کانت تحرم فی رمضان وتسمیه رجبا من رجبت الرجل ورجبته اذا عظمته ورجبت النخلة اذا دعمتها فبین علیه السلام انه رجب مضر لا رجب ربیعة وانه الذی بین جمادی وشعبان اھ دیکھیے بلوغ الارب ج ۳ ص ۷۲، تفسیر الطبری ج ۲ ص ۸۸ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۵۔

فائدہ۔ اشہر حرم میں حرمتِ قتال وجنگ کا حکم اوّلاً اسلام میں بھی باقی رہا اور مسلمانوں کو ان مہینوں میں قتال حرام قرار دیا گیا تھا الّا یہ کہ کوئی اور قوم ان سے جنگ شروع کر دے تو مسلمان ان سے جنگ کر سکتے تھے۔ جیسا کہ سریّہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ثابت ہوتا ہے۔ احادیث وکتب تاریخ میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے عبداللہ بن جحش کو چند صحابہ کے ساتھ جن کی تعداد آٹھ تھی بطرف نخلہ قریش کے احوال معلوم کرنے کے لیے بھیجا یہ ۲ھ غزوۂ بدر سے دو ڈھائی ماہ قبل کا واقعہ ہے۔ مقام نخلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے قریش کا چھوٹا سا قافلہ پایا۔ صحابہ نے بڑے تردد کے بعد حملہ کر کے عمرو بن الحضرمی کو قتل اور عثمان بن عبداللہ وحکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ اور قافلہ کے مال اور اونٹوں کو قبضہ میں لے لیا۔ یہ واقعہ یکم رجب کا تھا۔ دراصل یہ حضرات شک میں پڑ گئے تھے کہ یہ جمادی ثانیہ کا آخری دن ہے یا رجب کا پہلا روز ہے۔ ابن سیدہ کا قول ہے کہ یہ رجب کی آخری تاریخ تھی نہ کہ جمادی الآخرہ کی آخری تاریخ۔ جب یہ حضرات مدینہ منورہ واپس پہنچے تو نبی علیہ السلام نے اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا واللہ ما امرتکم بقتال فی الشهر الحرام نیز مالِ غنیمت قبول کرنے سے انکار فرماتے ہوئے اس معاملہ کو وحی آنے تک موقوف کر دیا وابی ان یستلم العیر والاسیرین اسی عمرو بن الحضرمی کا قتل جنگ بدر کا سبب بنا جو مسطور فی الکتب۔ ابن جحشؓ اور ان کے رفقاءؓ بڑے مغموم ہوئے وسقط فی ایدیهم ای ندموا وظنوا ان قد هلکوا وعنفهم اخوانهم من المسلمین وقالت قریش قد سفك محمد صلی اللہ علیہ وسلم الدم الحرام واستحل الشهر الحرام وصارت قریش تعیّر بذلك من بمکة من المسلمین یقولون لهم یا معشر الصباة قد استحللتم الشهر الحرام وقاتلتم فیه۔ انسان العیون ج ۳ ص ۱۵۶۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فیه قل قتال فیه کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه اکبر عند اللہ والفتنة اکبر من القتل تو اس آیت کے نزول کے بعد نبی علیہ السلام نے غنیمت قبول کرتے ہوئے اس میں سے خمس نکال کر باقی مال اصحابِ سریّہ میں تقسیم فرما دیا۔ روح المعانی ج ۲ ص ۱۰۸۔ اس کے بعد اصحاب سریّہ خوش ہو گئے بعض روایات میں ہے کہ جنگِ بدر سے واپسی پر سریّہ ہذا کا مال تقسیم فرمایا۔ یہ حکم اسلام میں اوّلاً تھا بعد اشہرِ حرم میں حرمتِ قتال کا حکم منسوخ ہوا۔ وبه قال سفیان الثوری رحمہ اللہ۔ علماء کا اس حکم کے نسخ میں اختلاف ہے بعض علماء نسخِ حکمِ ہذا کے منکر ہیں۔ حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ حکم تحریم قتال فی الاشہر الحرم تا قیامت باقی ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کی حرمت و تعظیم تو تا قیامت باقی ہے منسوخ نہیں ہے البتہ حکم تحریم قتال منسوخ ہے۔ قال الالوسی فی روح المعانی فالانصاف ان القول بالنسخ لیس بضروری نعم هو ممکن وبه قال ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنهما کما رواه عنه الضحاك۔ واخرج ابن ابی حاتم عن سفیان الثوری انه سئل عن هذه الآیة فقال هذا شئ منسوخ ولا بأس بالقتال فی الشهر الحرام خالف عطاء فی ذلك فقد روی عنه انه سئل عن القتال فی الشهر الحرام فحلف باللہ تعالیٰ ما یحل للناس ان یغزوا فی الحرم ولا فی الشهر الحرام الا ان یقاتلوا فیه

جعل ذلك حكماً مستمراً الى يوم القيامة والامة اليوم على خلافه فسائر الامصار اھ۔ خلفاء راشدین اور ان کے بعد مسلمانوں نے غزوات میں اشہر حرم کا خیال کبھی نہیں رکھا۔ یہ گویا کہ اجماع ہے اس بات پر کہ ان مہینوں میں حرمت قتال کا حکم منسوخ ہے۔ قال السھیلی فی الروض ج ۲ ص ۶۱ فی بیان تحریم القتال فی الاشھر الحرم وابقاہ اللہ تعالیٰ من ملۃ ابراھیم علیہ السلام لم یغیر حتی جاء الاسلام فکان القتال فیہ محرماً کذلک صدراً من الاسلام ثم اباحتہ اٰیۃ السیف وبقیت حرمۃ الاشھر الحرام لم تنسخ قال اللہ تعالیٰ منھا اربعۃ حرم فلا تظلموا فیھن انفسکم۔ فتعظیم حرمتھا باق وان ابیح القتال وقد روی عن عطاء ان تحریم القتال فیھا حکم ثابت لم ینسخ اھ۔ ھذا واللہ اعلم۔

الصّفا۔ بفتح صاد مقصوراً۔ قرآن شریف میں صفا مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ صفا شعائر اللہ میں سے ہے اور واجب الاحترام ہے۔ یہ ایک پہاڑی کا نام ہے آجکل یہ مسجد حرم کی عمارت میں داخل ہے۔ پہاڑی باقی نہیں ہے۔ صرف تھوڑا سا نشان اس کا باقی ہے پہلے یہ پہاڑی جبل ابو قبیس کا حصہ تھی۔

صفا جمع ہے صفاۃ کی قال یاقوت الصفا والصفوان والصفواء کلہ العریض من الحجارۃ الملس والصفا والمروۃ ھما جبلان بین بطحاء مکۃ والمسجد اما الصفا فمکان مرتفع من جبل ابی قبیس بینہ وبین المسجد الحرام عرض الوادی الذی ھو طریق وسوق ومن وقف علی الصفا کان بحذاء الحجر الاسود والمشعر الحرام بین الصفا والمروۃ۔

اسلام سے قبل صفا پر ایک بت رکھا ہوا تھا جس کا نام تھا نہیک مجاور الریح۔ صفا و مروہ کے مابین فاصلہ تقریباً ۷۶۶ گز ہے اور حجر اسود سے صفا تک فاصلہ ۲۶۲ گز ہے۔

صفا و مروہ پر زمانہ جرہم سے دو بت نصب تھے ایک کا نام اساف تھا دوسرے کا نام نائلہ تھا۔ یہ دونوں دراصل انسان تھے جو بیت اللہ شریف میں بدفعلی کے مرتکب ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں پتھر بنا دیا۔ ان کا قصہ یہ ہے کہ بیت اللہ کی تولیت نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد مدت تک قبیلہ جرہم کے قبضہ میں تھی۔ جرہم کے ایک شخص اساف اور ایک عورت نائلہ نے بیت اللہ شریف کے اندر زنا کا ارتکاب کیا اس جرم میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنا دیا۔ جرہم نے دونوں کو صفا و مروہ پر اس نیت سے رکھ دیا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور آئندہ کوئی اس قسم کے گناہ کی جرأت نہ کرے تا آنکہ عمرو بن لحی کا زمانہ آیا۔ وہ اہل مکہ کا رئیس تھا اس نے لوگوں کو ان دونوں پتھروں کی عبادت پر لگا دیا اور کہا کہ تمہارے آباء واجداد ان دونوں کی پرستش کرتے تھے۔ پھر کئی صدیوں کے بعد قصی بن کلاب نے دونوں پتھروں کو وہاں سے اٹھا کر بیت اللہ کے سامنے زمزم کے قریب رکھ دیا تاکہ لوگ ان کے لیے یہاں پر جانوروں کی قربانی کریں۔ فتح مکہ کے موقعہ پر نبی علیہ السلام نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا۔

وقال بعض اھل العلم انما لم یفجر بھا فی البیت وانما قتل نائلۃ فمسخھما اللہ تعالیٰ حجرین۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ جرہم سے قبل بیت اللہ شریف کے متولی قوم عمالقہ تھی۔ جب ان کی سرکشی اور شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل کر کے مکہ سے نکال دیا اور جرہم بیت اللہ شریف کے متولی ہوئے۔ پھر جب جرہم نے بھی کچھ مدت کے بعد اس قسم کا فسق شروع کر دیا جس کا نمونہ قصۂ اساف ونائلہ ہے تو انھیں بھی ذلت سے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور پھر قبیلہ خزاعہ کعبۃ اللہ کا متولی ہوا۔ عمرو بن لحیّ قبیلہ خزاعہ کا سردار ورئیس تھا اور اس عمرو بن لحیّ نے ہی پہلے پہل مکہ مکرمہ میں بت پرستی شروع کرائی اور بت نصب کیے۔

الطور۔ آیت واذ وعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ کی شرح میں بلکہ خود قرآن مجید میں بھی مذکور ہے طور ایک مبارک پہاڑ کا نام ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس کا نام آیا ہے۔ یہود اس پہاڑ کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ ان کا یہ زعم ہے کہ اسی پہاڑ میں ابراہیم علیہ السلام کو ذبح اسمٰعیل علیہ السلام کا حکم ہوا تھا اور ان میں سے بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں نہ کہ اسماعیل علیہ السلام۔ کوہ طور مصر کے قریب مقام مدین کے پاس ہے۔

کہتے ہیں کہ اس پہاڑ میں اولیاء اللہ رہتے ہیں اور وہ کسی وقت بھی اولیاء اللہ سے خالی نہیں رہتا اور اسی پر بنی اسرائیل کو مصر سے نکالنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا خطاب ثانی ہوا تھا قیل سمی طورًا باسم بطور بن اسماعیل علیہ السلام اسقطت تاؤہ للاستثقال۔ وقیل سمی باسم طور بن اسمٰعیل ابن ابراھیم علیھما السلام وکان یملکہ فنسب الیہ وقد ذکر العلماء ان الطور ھذا الجبل المشرف علی نابلس ولذا یجعلہ السامرۃ من الیھود۔ وقیل الطور فی کلام العرب الجبل ولا یسمی طورًا حتی یکون ذا شجر ولا یقال للاجرد طور وقیل کل جبل یقال لہ بلسان النبط طور فاذا کان علیہ نبط وشجر قیل طور سیناء۔ اس پہاڑ کو طور سیناء بھی کہتے ہیں۔ سیناء میں فتح سین وکسر سین دونوں جائز ہیں۔ یہ ممدود ہے۔ سیناء ایک خاص قسم کے پتھر کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے۔ سینا مقصور بھی پڑھا جاتا ہے۔ عند البعض یہ مصر میں ہے۔ وقال الجوھری طور سیناء جبل بالشام وھو طور اضیف الی سیناء وھو شجر وکذلک طور سینین۔ وقال الاخفش السینین شجر والفتح فی سین سیناء اھ۔ کذا فی معجم البلدان لیاقوت۔

طائف۔ یسئلونک عن الشھر الحرام کے بیان میں مذکور ہے۔ شہر طائف مکہ مکرمہ کے قریب مشہور شہر ہے۔ اقلیم ثانی میں ہے۔ اس کا عرض بلد ۲۱ درجہ ہے۔ شہر طائف کا پرانا نام وَجّ تھا سمیت بوجّ بن عبد الحیّ من العمالیق وھو اخو اجأ الذی سمی بہ جبل طیء وھو من الامم الخالیہ۔

وجہ تسمیہ بہ طائف عند بعض العلماء یہ ہے کہ قبیلہ صدف کا ایک شخص مسمی بہ دَمُّون بن عبد الملک اپنا ابن عم قتل کر کے مسعود بن معتب ثقفی کے پاس پناہ لینے کے لیے آیا۔ قاتل کے پاس بہت زیادہ مال تھا۔

کیونکہ وہ تاجر تھا۔ فقال القائل أحالفکم لتزوجونی وأزوجکم وأبنی لکم طوفا علیکم مثل الحائط لا یصل الیکم أحدٌ من العرب قالوا فابن فبنیٰ بذلک المال طوفا علیهم فسمیت الطائف اھ طائف ٹھنڈا اور سرسبز و آباد علاقہ ہے۔ اس میں باغات بکثرت ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک اور وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ سُمّیت الطائف لان ابراهیم علیه السلام لما أسکن ذریته مکة وسأل اللہ تعالی ان یرزقهم ولدہ واهلها من الثمرات أمر اللہ قطعةً من الارض أن تسیر بشجرها حتی تستقرّ بمکان الطائف فاقبلت وطافت بالبیت ثم اقرها اللہ بمکان الطائف فسمیت الطائف لطوافها بالبیت۔ ابن عباسؓ طائف میں مدفون ہیں۔

شوال ۸ھ میں غزوۂ حنین سے واپسی پر مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کیا تو اہل طائف قلعہ بند ہوگئے۔ نبی علیہ السلام نے انھیں چھوڑ دیا اور جعرانہ تشریف لے گئے تاکہ حنین کی غنیمت و گرفتار لوگوں کو تقسیم کر دیں۔ اہل طائف نے ڈر کر صلح کے لیے وفد بھیجا فصالحهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان یُسلموا وعلی أن لا یزنوا ولا یربوا وکانوا اهل زنا وربا۔

الطاعون ۔ آیت فانزلنا علی الذین ظلموا رجزًا من السماء اور آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارهم الخ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ احوال طاعون میں اس فقیر روحانی بازی کا مستقل رسالہ ہے موسوم بہ الطاعون فی زمن الطاعون۔ اس رسالہ کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ وہ رسالہ یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم طاعون ایک سخت مہلک وبا کا نام ہے بہت سی قومیں طاعون کی وجہ سے تباہ ہو چکی ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بیماری چند گھنٹوں میں مریض کو ختم کر دیتی ہے۔

دائرۃ المعارف ج ۵ ص ۷۳۷ پر ہے الطاعون مرضٌ من أنواع الحمّی الخبیثة سریع العدوی وصفه المتمیز له ظهور دُمّلٍ کبیر للمصاب قد عُلم انه یتولّد من الجراثیم المضرّة المتسببة من البقاع الحیوانیة المتعفّنة ویُعرف الطاعون بوجود الجراثیم فی الدم علی شکل الضمة ینتشر الطاعون بسرعة بدخول جراثیمه الی الاجسام وتکاثرها فیها۔ ومما یجب الانتباه له انّ الفیران بحولانها فی الاماکن القذرة تتلوّث به فیشتدّ فتک الطاعون بها عند ظهوره فی بلدٍ وقد یتعدّی الطاعون من الفیران الی الناس من ولوغها فی مأکلهم او مشربهم فیجب اتقاؤها بحمایة المواد الغذائیة من عبث الفیران فیها۔ انتهی

ثم قال فی بیان ابتداء الطاعون وکیفیة بدئه۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ جراثیم طاعونیہ بدن میں تین یا سات دن تک پوشیدہ رہتے ہیں اس کے بعد بدن کی صحت بدلنی شروع ہو جاتی ہے اور اعضاء میں رعشہ و درد سر شروع ہو جاتا ہے پھر چہرے کا رنگ پیلا ہو کر آنکھیں پھر جاتی ہیں کلام میں لکنت اور چلنے میں اضطراب

اور میلان الی النوم شروع ہوجاتا ہے۔ پیاس زیادہ لگتی ہے اور زبان سفید ہوکر اس میں تشقق یا چھالوں جیسے نشان پیدا ہوجاتے ہیں پھر دماغ چکرانا، قے واسہال شروع ہوجاتا ہے اور تنفس میں تیزی اور سینے اور پھیپھڑوں میں جلن اور بول کی قلت شروع ہوجاتی ہے اور مریض کے تھوک کے ساتھ خون آنے لگتا ہے اور کبھی بدن پر پھوڑے اور دیگر سرخ جلتے ہوئے نشان ظاہر ہوجاتے ہیں۔ بغلوں میں سخت تپش اور جلن ہوتی ہے گردن ایک طرف مڑجاتی ہے اور ساتویں دن میں مریض مرجاتا ہے اور کبھی یہ مرض بارہ دن تک بھی رہتا ہے اور بارھویں دن موت کا سبب بنتا ہے اور اگر طاعون سخت ہو تو بہت جلد انسان کو موت کی آغوش میں پہنچادیتا ہے۔

ومما جرب فی علاج هذا المرض ان یکثر الانسان فی اثناء انتشاره من اکل الزیت والادهان به اذ قد ثبت بالتجربة ان العمال الذین یشتغلون باخراج الزیت لا یموت منهم احدٌ فی هذا الوباء۔ ومن الوسائل الواقعة منه تنظیف البیوت والمراحیض بالقاء المواد المطهرة فیها واغلاء الماء قبل شربه لقتل ما فیه من الجراثیم ورش الحوائط بالجیر وتطهیر الشوارع۔ بہرحال طاعون کی اصل علامت ایک خاص پھوڑا ہے جو گردن میں یا بدن کے کسی حصے میں ظاہر ہوتا ہے۔

بعض احادیث میں ہے کہ طاعون و دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح مکہ مکرمہ بھی ان دونوں کے دخول سے محفوظ رہے گا۔ بعض اہل تاریخ کا یہ قول کہ ۷۴۹ھ کا طاعون مکہ مکرمہ میں داخل ہوگیا تھا درست نہیں ہے۔ علی التسلیم ممکن ہے کہ معمولی اثر پہنچا ہو۔ بنابریں طاعون سے مکہ مکرمہ کی حفاظت کا مطلب یہ ہوگا کہ طاعون کی شدت سے مکہ محفوظ ہوگا۔ لہذا اگر طاعون کا معمولی اثر مکہ میں پہنچ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اخرج احمد عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المدینة ومکة محفوفتان بالملائکة علی کل نقب منها ملک لا یدخلها الطاعون ولا الدجال وفی الصحیحین والموطأ من حدیث ابی هریرة مرفوعًا علی انقاب المدینة ملائکة لا یدخلها الطاعون ولا الدجال۔ قال بعض العلماء هذه معجزة له صلی الله علیه وسلم لان الاطباء من اولهم الی اٰخرهم عجزوا عن ان یدفعوا الطاعون عن بلد من البلاد بل عن قریة من القری وقد امتنع الطاعون من المدینة بدعائه وخبره صلی الله علیه وسلم هذه المدة المتطاولة۔ کذا فی الخصائص الکبری ج ۱ ص ۲۸۲

طاعون کے ظاہری اسباب پر اطبار نے بڑی بحثیں کی ہیں اور باطنی سبب گناہوں اور زنا و منکرات کی کثرت و انتشار ہے۔ ایک اور حدیث میں اس کا سبب و نوع شیاطین و جن قرار دیا ہے اخرج ابن ماجه والبیهقی عن ابن عمر رفعه لم تظهر الفاحشة فی قوم قط حتی یعلنوا بها الا فشا فیهم الطاعون وفی روایة الا ابتلاهم الله بالاوجاع التی لم تکن فی اسلافهم واخرج الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

ما فشا الزنا فی قوم قط الا کثر فیہم الموت ۔ واخرج احمد والحاکم عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فناء امتی بالطعن والطاعون قیل یا رسول اللہ ھذا الطعن قد عرفناہ فما الطاعون قال وَخزاعدائکم من الجن وفی کلٍ شھادۃٌ۔ طعن کا معنی ہے نیزہ مارنا یہ کنایہ ہے حرب سے۔ اور وخز کا معنی ہے تیز چیز سے کسی کو مارنا یقال وَخَزَہٗ وَخزًا طَعَنَہٗ طعنۃً غیر نافذۃٍ بِابرۃٍ اَوسُمٍ او نحو ذلک طاعون بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے بطور عذاب بھیجا تھا لیکن امتِ محمدیہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے رحمت یعنی حصولِ شہادت کا ذریعہ بنایا۔

طاعون سے مرنے والا مسلمان شہید ہے اور یہ ہمارے نبی علیہ الصلات والسلام کی برکات و خصوصیات میں سے ہے اخرج الشیخان عن اسامۃ بن زید رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطاعون رجس (ای عذاب) اُرسل علی طائفۃ من بنی اسرائیل وعلی من کان قبلکم و اخرج البخاری عن عائشۃ سألتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الطاعون فاخبرنی انہ عذاب یبعثہ اللہ علی من یشاء وان اللہ جعلہ رحمۃً للمؤمنین لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابرًا محتسبًا یعلم انہ لا یصیبہ الا ما کتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر شھید۔ وفی حدیث اخر الشھداء خمسۃ المطعون (ای المیت بالطاعون) والمبطون والغریق وصاحب الھدم والشھید فی سبیل اللہ۔ وفی بعض الروایات زیادۃ وھی المرأۃ تموت بجمع ای النفاس ومن قُتِل دون مالہ اودینہ اوعرضہ اودمہ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس شہر میں طاعون واقع ہو جائے اور تم اس میں مقیم ہو تو اس شہر سے طاعون کے خوف سے نہ نکلو اور اگر تم اس شہر سے باہر ہو تو اس میں مت جاؤ۔ چونکہ طاعون امتِ محمدیہ کے لیے رحمت اور حصولِ شہادت کا ذریعہ ہے اس لیے بعض احادیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی امت کے لیے طاعون کی دعا مانگی ہے۔

ففی الحدیث عن ابی بکر الصدیق رض قال کنتُ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اللھم طعنًا وطاعونًا۔ اخرجہ ابو یعلی واخرج احمد عن معاذ بن جبل قال ان الطاعونَ شھادۃٌ ورحمۃٌ ودعوۃُ نبیکم قال ابو قلابۃ فعرفتُ الشھادۃ وعرفت الرحمۃ ولم ادر ما دعوۃ نبیکم حتی انبئتُ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما ھو ذات لیلۃ یصلی اذ قال فی دعائہ فحتی اِذن وطاعونًا ثلاث مرات فلما اصبح قال لہ انسانٌ من اَھلِہ یا رسول اللہ قد سمعتک اللیلۃ تدعو بدعاء قال وسمعتہ قال نعم قال انی سألتُ ربی ان لا یُھلِک اُمتی بسنۃٍ فاعطانیھا وسألتُ اللہ ان لا یسلط علیھم عدوًّا غیرھم فاعطانیھا وسألتہ ان لا یلبسھم شِیعا ولا یذیق بعضھم بأس بعض فابی علیّ فقلتُ فحتی اِذن اوطاعونًا ثلاث مرات واخرج احمد والطبرانی عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اجعل فناء امتی قتلًا فی سبیلک بالطعن والطاعون۔ کذا فی الحاوی ج ۱ ص ۳۸

بعض احادیث میں ہے کہ قیامت سے قبل چھے بڑی علامتیں واقع ہوں گی ایک موتِ نبی علیہ السلام ہے۔ دوم فتح بیت المقدس اور سوم طاعون ہے۔ واخرج البیہقی فی دلائل النبوۃ عن عوف بن مالک رضی اللہ عنہ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک وھو فی خباء من ادم فقال یا عوف احفظ خلالا ستا بین یدی الساعۃ احداھن موتی ثم فتح بیت المقدس ثم موتان یظھر فیکم یستشھد اللہ بہ ذراریکم وانفسکم ویزکی بہ اعمالکم ثم استفاضۃ المال بینکم الحدیث۔ الموتان علی وزن بطلان الموت الکثیر۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعونِ عمواس کے وقوع کی طرف نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے حدیثِ متقدم میں اشارہ فرمایا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی مہلک وبا تھی طاعون کی جو خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں واقع ہوئی تھی۔ عمواس بیت المقدس اور رملہ کے مابین ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اوّلاً یہ طاعون اس شہر میں ظاہر ہوا اور پھر سارے ملک شام میں پھیل گیا۔ اس طاعون میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کی وفات ہوئی اور اس وبا میں صرف مسلمان غازیوں میں سے تیس ہزار اشخاص لقمۂ اجل بنے۔ یہ وبا ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں پھیلی تھی۔ اخرج الحاکم عن عوف بن مالک انہ قال فی طاعون عمواس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اعدد ستا بین یدی الساعۃ قال قد وقع منھن ثلاث یعنی موتہ وفتح بیت المقدس والطاعون قال وبقی ثلاث۔

حافظ سیوطیؒ خصائص ج ۲ ص ۲۷۴ پر لکھتے ہیں باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم بالطاعون الذی وقع بالشام ثم اٰحال علی حدیث عوف بن مالک ثم قال اخرج احمد عن معاذ بن جبلؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستھاجرون الی الشام فتفتح لکم ویکون فیکم داء کالدُّمل او الحزۃ یأخذ بمراق الرجل یستشھد اللہ بہ انفسکم وذراریکم ویزکی بہ اعمالکم۔ واخرج الطبرانی عن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنزلون منزلا یقال لہ الجابیۃ یصیبکم فیہ داء مثل غُدّۃ الجمل یستشھد اللہ بہ انفسکم وذراریکم ویزکی بہ اعمالکم۔ الحزۃ الجمرۃ والعنق وقطعۃ من اللحم قُطِعت طولا والغدّۃ طاعون الابل یقال غَدّ البعیر غدا اصابہ داء الغدۃ وھو طاعون الابل والغدۃ قطعۃ لحم صلبۃ تحدث عن داء بین الجلد واللحم۔

ابن ابی حجلہ اپنی تالیف فی الطاعون میں لکھتے ہیں کہ اسلام میں پہلا طاعون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ملک فارس کے شہر مدائن میں پھیلا۔ یہ طاعونِ شیرویہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں کوئی مسلمان نہیں مرا۔ شیرویہ بادشاہِ ایران اس میں مر گیا تھا۔ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں۔ لم یکن طاعون اشد من ثلاثۃ طواعین طاعون ازدجرد وطاعون عمواس وطاعون الجارف انتہی۔ طاعونِ جارف بصرہ میں واقع ہوا تھا۔ اسے جارف اس لیے کہتے ہیں کہ جرف کا معنی ہے زمین کھودنا تو اس طاعون نے انسانوں کو

اس طرح تباہ کر دیا تھا جس طرح پانی کا ریلا زمین میں گڑھے بنا کر ویران کر دیتا ہے فسمّی بذلك لانه جرف الناس كما يجرف السيل الارض فيأخذ معظم الارض۔

طاعونِ جارف کی تاریخِ وقوع میں اختلاف ہے۔ عند البعض یہ ۶۴ھ میں اور عند البعض شوال ۶۹ھ میں واقع ہوا تھا قال ابن كثير هذا هو المشهور الذى ذكره شيخنا الذهبى اور عند البعض ۷۶ھ اور عند البعض ۷۷ھ میں اور عند البعض ۸۰ھ میں واقع ہوا تھا۔ واقدیؒ لکھتے ہیں کہ طاعون جارف میں انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ۸۳ اشخاص مر گئے تھے اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ۴۰ اشخاص مرے تھے۔

آگے ہم طواعینِ کبار کے زمانہ وقوع اور ان کے بعض احوال کے بارے میں مؤرخین و محدثین کی کتابوں سے چند حوالے ذکر کرتے ہیں۔ ان حوالوں میں ایک دانا شخص کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔ ان سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ انسان کی یہ زندگی کس قدر فانی اور غیر باقی ہے اور موت ہر وقت انسان کے پیچھے لگی ہوئی ہے ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں　　سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

مبارک ہیں وہ لوگ جنھوں نے تقویٰ والی زندگی اختیار کی۔

قال المدائنى كانت الطواعين العظام المشهورة فى الاسلام خمسة طاعون شيرويه فى المدائن فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم طاعون عمواس ثم طاعون الجارف ثم طاعون الفتيات ثم طاعون الاشراف انتهى۔ وذكر سيف بن عمر عن شيوخه قالوا لما كان طاعون عمواس وقع مرتين لم يرمثلهما وطال مكثه وذلك انه وقع بالشام فى المحرم وصفر ثم ارتفع ثم عاد وفنى فيه خلق كثير من الناس حتى طمع العدو وتخوفت قلوب المسلمين لذلك قال سيف واصاب اهل البصرة ايضا تلك السنة طاعون فمات بشر كثير وجم غفير۔

وفى مرآة الزمان لما كان سنة ثمان عشرة اصاب جماعة من المسلمين بالشام الشراب فجلدهم ابو عبيدة بامر عمر وقال عمر عند ذلك ليحدثن فى هذا العام حادث فوقع الطاعون۔ قال هشام انما حدث الطاعون بالشام لاجل هؤلاء الذين شربوا الخمر وممن مات فى طاعون عمواس من مشاهير الصحابة ابو عبيدة بن الجراح ومعاذ بن جبل وشرحبيل بن حسنة والفضل بن العباس وهو ابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو مالك الاشعرى ويزيد بن ابى سفيان اخو معاوية والحارث بن هشام اخو ابى جهل وابو جندل الذى جاء يوم الحديبية يرسف فى قيوده وسهيل بن عمرو الذى قام بمكة يوم مات النبى صلى الله عليه وسلم فثبت الناس وهو والد ابى الجندل۔ رضى الله عنهم اجمعين۔ واخرج الحاكم عن عوف بن مالك انه قال فى طاعون

عمواس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اعدد ستا بين يدى الساعة قال فقد وقع منهن ثلاث يعنى موته عليه السلام وفتح بيت المقدس والطاعون قال وبقى ثلاث فقال معاذ ان لها امدا ثم وقع الطاعون بالكوفة سنة تسع واربعين فخرج المغيرة بن شعبة منها فارا فلما ارتفع الطاعون رجع اليها فاصابه الطاعون فمات فى سنة خمسين ذكره ابن كثير فى تاريخه ثم وقع فى سنة ثلاث وخمسين ومات فيها زياد ذكره فى مرآة الزمان.

وقال ابن كثير فى سنة ثلاث وخمسين فى رمضان توفى زياد بن ابى سفيان ويقال له زياد بن ابيه وزياد بن سمية وهى أمه مطعونا وكان سبب ذلك انه كتب الى معاوية يقول له انى قد ضبطت لك العراق بشمالى ويمينى فارغة وهو يعرض له ان يستنيبه على بلاد الحجاز ايضا فلما بلغ اهل الحجاز جاؤا الى عبد الله بن عمر فشكوا اليه ذلك وخافوا ان يلى عليهم زياد فيعسفهم كما عسف اهل العراق فقام ابن عمر فاستقبل القبلة فدعا على زياد والناس يؤمنون فطعن زياد بالعراق فى يده فضاق ذرعا بذلك واستشار شريحا القاضى فى قطع يده فقال له شريح انى لا ارى لك ذلك فانه ان لم يكن فى الاجل فسحة لقيت الله اجزم قد قطعت يدك خوفا من لقائه وان كان لك أجل بقيت فى الناس أجذم فيعيرولدك بذلك فصرفه عن ذلك ويقال أن زيادا جعل يقول أنام أنا والطاعون فى فراش واحد وأخرج ابن أبى الدنيا عن عبد الرحمن بن السائب الأنصارى قال جمع زياد اهل الكوفة فملأ منهم المسجد الرحبة والقصر ليعرضهم على البراءة من على بن ابى طالب فقال عبد الرحمن فانى لمع نفر من اصحابى من الأنصار الناس فى أمر عظيم فهممت نهوضا فرأيت شيئا اقبل طويل العنق مثل عنق البعير أهدب أهدل فقلت ما انت فقال أنا النقاد ذو الرقبة بعثت الى صاحب هذا القصر فاستيقظت فزعا فقلت لأصحابى هل رأيتم ما رأيت قالوا لا فأخبرتهم وخرج علينا خارج من القصر فقال ان الامير يقول لكم انصرفوا عنى فانى عنكم مشغول واذا الطاعون قد اصابه.

ثم وقع بالبصرة طاعون الجارف وسمى بذلك لانه جرف الناس كما يجرف السيل الارض فيأخذ معظمها واختلف فى سنته فقيل وقع فى سنة اربع وستين وجزم به ابن الجوزى فى المنتظم وقيل كان فى شوال سنة تسع وستين قال ابن كثير وهذا هو المشهور الذى ذكره شيخنا الذهبى وغيره وقيل سنة سبعين وقيل سنة ست وسبعين وقيل سنة ثمانين قال ابن كثير حكاه ابن جرير عن الواقدى ومات فيه لأنس بن مالك ثلاثة وثمانون ولدا ولأبى بكرة اربعون ولدا. قال ابن كثير كان ثلاثة ايام مات فى اول يوم منه من اهل البصرة سبعون الفا وفى اليوم الثانى منه احد وسبعون الفا وفى اليوم الثالث منه ثلاثة وسبعون الفا واصبح الناس فى اليوم الرابع موتى الا القليل من أحاد الناس حتى ذكر ان ام الامير بها مائت فلم يجد من يحملها. وقال صاحب المرآة مات فيه اهل الشام الا اليسير.

وقال الحافظ ابو نعيم الاصفهانى حدثنا عبيد الله حدثنا احمد بن عصام حدثنى معدى عن رجل يكنى أبا الفضل وكان قد ادرك زمن الطاعون قال كنا نطوف فى القبائل وندفن الموتى فلما كثروا لم نقدر على الدفن فكنا ندخل الدار قد مات اهلها فنسدّ بابها قال فدخلنا دارًا نفتشها فلم نجد فيها احدًا حيًّا فسددناها فلما مضت الطواعين كنا نطوف فنتزح تلك السدد عن الابواب ففتحنا سدّة الباب التى كنا قد فتشناها فاذا نحن بغلام فى وسط الدار طريّ دهين كأنما اخذ ساعتئذ من حجامه قال فنحن وقوف على الغلام نتعجب منه فدخلت كلبة من شق الحائط فجعلت تلوذ بالغلام والغلام يجبو اليها حتى مصّ من لبنها قال معدى و انا رأيت ذلك الغلام فى مسجد البصرة وقد قبض على لحيته وقال ابن ابى الدنيا فى كتاب الاعتبار حدثنى يحيى بن عبد الله الخثعمى عن محمد بن سلام الجمحى قال زعم يحيى انه لما وقع الطاعون الجارف بالبصرة وذهب الناس فيه وعجزوا عن موتاهم وكانت السباع تدخل البيوت فتصيب من الموتى وذلك سنة سبعين ايام مصعب وكان يموت فى اليوم سبعون الفًا فبقيت جارية من بنى عجل ومات اهلها جميعًا فسمعت عواء الذئب فقالت ؎

الا ايها الذئب المنادى بسحرة ... هلم أُبَيِّتْك الذى قد بدا ليا
بدالى انى قد يتمت وانى ... بقية قوم اورثونى المباكيا
ولاضير انى سوف اتبع من مضى ... ويتبعنى من بعد من كان تاليًا

وقال ابن ابى الدنيا حدثنى الفضل بن جعفر حدثنا احمد بن محمد البجلى حدثنى محمد بن ابراهيم التيمى قال نزل بناحيٍّ من العرب فاصابهم الطاعون فماتوا وبقيت جويرية مريضة فلما افاقت جعلت تسأل العرب عن ابيها وامها واختها فيقال مات مات مات فرفعت يديها وقالت ؎

لولا الاسى ماعشت فى الناس ساعةً ... ولكن متى ناديت جاوبنى مثلى

قال الحافظ ابن حجر وكان بمصر سنة ست وستين طاعون. ثم فى سنة وفاة عبد العزيز بن مروان سنة خمس و ثمانين وقيل سنة اثنين وقيل سنة اربع وقيل سنة ست وكان بالشام طاعون سنة تسع وسبعين ذكره ابن جرير وغيره ثم وقع بالبصرة طاعون الفتيات سنة سبع وثمانين وسمى بذلك لكثرة من مات فيها من النساء الشواب والعذارى قال ابن ابى الدنيا فى الاعتبار حدثنى محمد بن على بن عثام الكلابى قال سمعت حامد ابن عجر بن حفص النكراوى قال حدثنى ابو بكر النكراوى عن امه قالت خرجنا هاربين من طاعون الفتيات فنزلنا قريبا من سنام قالت وجاء رجل من العرب معه بنون له عشرة فنزل قريبا منا فلم يمض الا ايام حتى مات بنوه اجمعون وكان يجلس بين قبورهم فيقول ؎

بنفسى فتية هلكوا اجميعًا ... برابية مجاورة سنامًا

أقول اذا ذكرتُ العهد منهم بنفسي تلك أصداء وهاما
فلم ار مثلهم هلكوا جميعا ولم ار مثل هذا العام عاما

قالت وكان يبكي من سمعه ثم طاعون الاشراف وقع والحجاج بواسط حتى قيل فيه لا يكون الطاعون والحجاج في بلد واحد سمي بذلك لكثرة من مات فيه من اشراف الناس.

ثم وقع بالشام طاعون مات فيه ولي العهد ايوب ابن الخليفة سليمان بن عبد الملك اخرج ابن ابي الدنيا في الاعتبار من طريق عبد الله بن المبارك عن ابي كنانة قال اخبرني يزيد بن المهلب قال حملت حملين مسكًا من خراسان الى سليمان بن عبد الملك فانتهيت الى باب ابنه ايوب وهو ولي العهد فدخلت عليه فاذا دار مجصصة حيطانها وسقوفها خضر واذا وصفٌ وصائف عليهم حلل خضرٌ حلى من الزمرد فوضعت الحملين بين يدي ايوب وهو قاعد على سريره فانتهب المسك من بين يديه ثم عدت بعد احد عشر يومًا فاذا ايوب وجميع من معه في داره قد ماتوا اصابهم الطاعون واخرج ابن ابي الدنيا عن حاتم بن عطاء قال حدثني ابو البطال قال بعثت الى سليمان بن عبد الملك ومعه ستة احمال مسك فمررت بدار ايوب ابن سليمان فادخلت عليه فمررت بدار ما فيها من الثياب والذهب بياض ثم دخلت منها الى دار اخرى صفراء وما فيها كذلك ثم ادخلت منها الى دار حمراء وما فيها كذلك ثم ادخلت منها الى دار خضراء وما فيها كذلك فاذا انا بايوب على سرير والحفني من كان في تلك الدور فانتهبوا ما معي من المسك ثم مررت بدار ايوب بعد سبعة عشر يوما فاذا الدار بلاقع فقلت ما هذا قالوا طاعون اصابهم.

وقال الحافظ ابن حجر وقع بالشام طاعون عدي بن ارطاة سنة مائة قلت وذلك في خلافة عمر ابن عبد العزيز واخرج ابن سعد عن ارطاة بن المنذر قال كان عند عمر بن عبد العزيز نفر يسألونه ان يتحفظ في طعامه ويسألونه ان يكون له حرس اذا صلى لئلا يثور ثائر فيقتله ويسألونه ان يتنحى عن الطاعون ويخبرونه ان الخلفاء قبله كانوا يفعلون ذلك قال لهم عمر فاين هم فلما اكثروا عليه قال اللهم ان كنت تعلم اني اخاف يوما دون يوم القيامة فلا تؤمن خوفي واخرج محمد بن خلف المعروف بوكيع في كتاب الغرر من الاخبار عن ابي الزناد قال قال عبد الله بن حسن كنت عند عمر بن عبد العزيز فوقع بالشام طاعون فقال ارحل فانك لن تغنم اهلك مثل نفسك نقضي حوائجي واتبعني اياها.

قال الحافظ ابن حجر ثم وقع ايضا بالشام في سنة سبعمائة ثم في سنة خمس عشرة وكذا في تاريخ ابن كثير وفي المرآة وقع في سنة ست عشرة طاعون شديد بالشام والعراق وكان اعظم ذلك في واسط ذكره ابن كثير ايضا ثم وقع بالبصرة طاعون غراب وهو رجل مات فيه سنة سبع وعشرين ومائة ثم وقع بالبصرة طاعون مسلم بن قتيبة في رجب وشعبان رمضان سنة احدى وثلاثين ومائة ثم خف في شوال وبلغ في كل يوم الف جنازة. قال ابن سعد توفي فيه

اسحق بن سويد العدوى وفرقد بن يعقوب السبجى وايوب السختيانى قال ابن سعد اخبرنا على بن عبد الله حدثنا سفيان قال سمعت داود بن ابى هند يقول اصابنى الطاعون فاغمى على فكأنّ اثنين اتيانى فغمز احدهما عكوة لسانى وغمز الآخر أخمص قدمى فقال اى شئ تجد قال تسبيحا وتكبيرا وشيئا من خطوة الى المسجد شيئا من قراءة القرآن قال ولم اكن اخذت القرآن يومئذ قال فكنت اذهب فى الحاجة فاقول لو ذكرت الله حتى آتى حاجتى قال فعوفيت فاقبلت على القرآن فتعلمته ـ

هذا كله فى الدولة الاموية بل نقل بعض المؤرخين ان الطواعين فى زمن بنى امية كانت لا تنقطع بالشام حتى كان خلفاء بنى امية اذا جاء زمن الطاعون يخرجون الى الصحراء ومن ثم اتخذ هشام بن عبد الملك الرصافة منزلا ثم خف ذلك فى الدولة العباسية فيقال ان بعض امرائهم خطب بالشام فقال احمد الله الذى رفع عنكم الطاعون منذ ولينا عليكم فقام بعض من لم جراءة فقال الله اعدل من ان يجمعكم علينا والطاعون فقتله واخرج ذلك ابن عساكر فى تاريخه وسمى الذى قام جمعونة الحارث واخرج ابن عساكر عن الاصمعى قال لقى المنصور اعرابيا بالشام فقال احمد الله يا اعرابى الذى رفع عنكم الطاعون بولايتنا اهل البيت قال ان الله لم يجمع علينا حشفا وسوء كيل ولا يتكم والطاعون ثم كان فى سنة اربع وثلاثين بالرى ثم فى سنة ست واربعين ببغداد ثم فى سنة احدى وعشرين ومائتين بالبصرة قلت كذا ذكره الحافظ ابن حجر والمؤرخون قبله ـ

فكان بين هذين الطاعونين خمس وسبعون سنة وفى هذه المدة كان مولد الامام الشافعى رضى الله عنه ووفاته فلم يقع فى حياته طاعون بذلك يعرف ان قوله السابق لم ار للوباء انفع من البنفسج لم يرد به الطاعون لان الوباء غير الطاعون ويحتمل انه اراد الطاعون والمراد الذى نصل صاحبه وقام احتاج الى علاجه فيدهن به كما يستعمل الناس الآن فى علاجه الدهان بزبد اللبن البقرى ودهن اللوز وظن طائفة من الناس ان مراد الامام ان الادهان بدهن البنفسج يمنع الطاعون من اصله وليس كما ظنوا والله اعلم ثم فى سنة تسع واربعين ومائتين بالعراق ثم فى سنة ثمان ومائتين باذربيجان وبرذعة فمات لمحمد بن ابى الساج ثمانون ولدا ذكرا صاحب المراة ثم فى سنة تسع وتسعين ومائتين بارض فارس ثم فى سنة احدى وثلث مائة ببغداد ثم فى سنة اربع وعشرين ثلاثمائة باصبهان ثم فى سنة اربعين ثلاثمائة بالعراق ـ

وكثر فيه موت الفجأة حتى ان القاضى لبث ثيابه ليخرج الى الحكم فمات وهو يلبس احد خفيه قلت رأيت فى كتاب نشوار المحاضرة للتنوخى ان موت الفجأة وقع للناس فى كل حال منهم من مات وهو يصلى ومنهم من مات وهو يأكل ومنهم من مات وهو يمشى ومنهم من مات بالجامع ومنهم من مات فى الحمام وفى جميع الاحوال الا حالة واحدة وهى الخطبة فلم ينقل قط ان خطيبا مات فجأة على منبر ثم وقع فى سنة اربعمائة بالبصرة ثم وقع فى سنة ثلاث وعشرين واربعمائة طاعون عظيم ببلاد الهند والعجم وبلاد الجبل وامتد الى بغداد وفنى الناس ولم يشاهد

مثله ومات بالموصل فی هذه السنة اربعة آلاف صبی بالجدری ثم وقع بشیراز سنة خمس و عشرین واربعمائة ووصل الی البصرة وبغداد ثم فی سنة تسع وثلاثین واربعمائة بالموصل والجزیرة وبغداد بحیث صلی الجمعة بالبصرة اربعمائة نفس وکانوا اکثر من اربعمائة الف ثم وقع سنة ثمان واربعین بمصر والشام وبغداد ثم وقع بالعجم سنة تسع واربعین ثم وقع بمصر سنة خمس وخمسین واربعمائة ودام فیها عشرة اشهر۔

ثم بدمشق سنة تسع وستین وکان اهلها نحو خمسمائة الف فلم یبق منهم سوی ثلاثة آلاف وخمسمائة ثم وقع فی سنة ثمان وسبعین واربعمائة بالعراق ثم فی سنة اثنتین وخمسین وخمسمائة بالحجاز والیمن ثم فی سنة خمس وسبعین وخمسمائة ببغداد ثم فی سنة تسع واربعین وسبعمائة ولم یعهد نظیرة فی الدنیا فانه طبق الارض شرقا وغربا ودخل البلاد کلها حتی دخل مکة المشرفة ووقع فی الحیوانات ایضا۔ هذا واللہ اعلم وعلمه اتم۔

هذا آخر رسالة الطاعون فی الطاعون

والحمد للہ رب العلمین

عدنان۔ خطبۂ تفسیر بیضاوی کی ابتداء میں مذکور ہے۔ عدنان نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے جدِّ اعلیٰ ہیں۔ نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں عدنان اکیسویں جدّ واب ہیں۔ نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب آپؐ کے احوال میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ کُل قبائلِ عرب کا نسب یا تو عدنان تک پہنچتا ہے یا قحطان تک۔ لہٰذا عرب دو قسم پر ہیں عدنانی و قحطانی۔ عرب میں جتنے قبائل ہیں وہ یا تو عدنانی ہوں گے یا قحطانی۔ وفی السیرة الحلبیة ج ۱ ص ۱ قال بعضهم ولا یخرج عربی فی الانساب عن عدنان وقحطان وولد عدنان یقال لهم قیس وولد قحطان یقال لهم یمن اھ باتفاقِ اہل علم عدنان سلالۂ اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام سے ہے۔ ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلۂ آباء عدنان تک صحیح طور پر اہل تاریخ کو معلوم ہے اور عدنان سے اوپر اسماعیل علیہ السلام تک سلسلۂ نسب صحیح ویقینی طور پر کسی معلوم نہیں ہے۔ اور اسمٰعیل علیہ السلام سے اوپر آدم علیہ السلام تک سلسلۂ نسب بھی مجہول ہے۔ ترجمۂ شالخ میں تفصیل گزر چکی ہے۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۹۳ پر لکھتے ہیں۔ لاخلاف ان عدنان من سلالة اسماعیل بن ابراهیم علیهما السلام واختلفوا فی عِدّة الآباء بینه وبین اسماعیل علی اقوال کثیرة فاکثر ما قیل اربعون اباوهو الموجود عند اهل الکتاب اخذوه من کتاب ارمیا بن حلقیا وقیل بینهما ثلاثون وقیل عشرون وقیل خمسة عشر وقیل عشرة وقیل تسعة وقیل ان اقل ما قیل فی ذلک اربعة لما روت ام سلمة رضی اللہ عنها مرفوعا انتهی۔ ام سلمہؓ کی روایت بیانِ ترجمۂ شالخ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ بعض مؤرخین نے

نبی علیہ السلام کا شجرۂ آبار آدم علیہ السلام تک ذکر کیا ہے۔ کما بیّنا فی ترجمۃ شارح۔ لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک صرف عدنان تک یہ شجرہ صحیح ہے۔

نزار بن معد بن عدنان تک سلسلۂ آبار کے بارے میں ابو جعفر بن جریر طبری نے انس و ابوبکر بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہما وغیرہ کی ایک مرفوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے روی الطبری باسناده الی انس وابی بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن هشام قال بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجالا من کندة یزعمون انهم منه وانه منهم فقال انما یقول ذلك العباس وابو سفیان بن حرب فیأمنا بذلك و انا لن ننتفی من آبائنا فحن بنو النضر بن کنانة۔

قال وخطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرة بن کعب بن لؤی بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن کنانة بن خزیمة بن مدرکة بن الیاس بن مضر بن نزار۔ وما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرهما فاخرجت من بین ابوی فلم یصبنی شیء من عهد الجاهلیة وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتهیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا۔ قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص ۲۵۵ وهذا حدیث غریب جدا من حدیث مالك تفرد به القرامی وهو ضعیف ثم ذکر له شواهد من وجوہ اخر۔

قال ابوبکر بن سلیمان وکان اعلم قریش باشعارهم وانسابهم یقول ما وجدنا احدا یعرف ما وراء معد بن عدنان فی شعر شاعر ولا علم عالم اہ۔ وعن عائشة رضی اللہ عنها انها قالت ما وجدنا احدا یعرف ما وراء عدنان ولا قحطان الا تخرصا۔ اراد ت عائشة رضی اللہ عنها المبالغة للتنفیر عن الخوض فی ذلك وعن عمرو بن العاص ؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتسب حتی بلغ النضر بن کنانة ثم قال فمن قال غیر ذلك ای مما زاد علی ذلك فقد کذب نقول اطلاق الکذب علی من زاد علی کنانة الی عدنان یخالف ما سبق من ان المجمع علیه الی عدنان الا ان یقال لا مخالفة لانه یجوز ان یکون اللہ اوحی الیه بالزیادة وعمرو بن العاص لم یسمع ما زاد علی النضر بن کنانة الی عدنان مع ذکره صلی اللہ علیہ وسلم له الذی سمعه غیره وفی الجامع الصغیر للسیوطی عن البیهقی انه صلی اللہ علیہ وسلم انتسب فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الی ان قال ابن مضر بن نزار۔

معد بن عدنان بخت نصر کے زمانے میں تھے۔ وقیل له معد لانه کان صاحب حروب وغارات علی بنی اسرائیل ولم یحارب احدا الا رجع بالنصر والظفر۔ کذا ذکر الحلبی۔ انسان العیون ج ۱ ص ۱۷ میں ہے ولما سلط اللہ بخت نصر علی العرب امر اللہ تعالی ارمیاء النبی علیه السلام ان یحمل معه

معد بن عدنان علی البراق کیلا تصیبہ النقمۃ وقال فانی سأخرج من صلبہ نبیا کریما اختم بہ الرسل ففعل اسرمیاء ذلک واحتملہ معہ الی ارض الشام فنشا معربنی اسرائیل ثم عاد بعد ان هدأت الفتن بموت بخت نصر۔

وایضا فیہ وکان عدنان فی زمن عیسی علیہ السلام وقیل فی زمن موسی علیہ السلام قال الحافظ ابن حجر وهو اولی ومما یضعف القول الاول ما فی الطبرانی عن ابی امامۃ الباهلی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لما بلغ وُلد معد بن عدنان اربعین رجلا وقعوا فی عسکر موسی علیہ السلام فانتهبوہ فدعا علیهم موسی علیہ السلام فاوحی اللہ الیہ لا تدع علیهم فان منهم النبی الامی البشیر النذیر الحدیث اذ یبعد بقاء معد الی زمن عیسی علیہ السلام و معلوم انہ لا خلاف فی ان عدنان من وُلد اسماعیل علیہ السلام اھ۔

عرفات۔ قرآن شریف میں مذکور ہے فاذا افضتم من عرفات الآیۃ۔ لفظ عرفات مفرد ہے صورتِ جمع میں۔ عرفات معروف ومشہور جگہ ہے۔ جہاں پر ۹ ذوالحجہ کو حجاج کا جانا ازروئے شرع فرض ہے اس جگہ کا نام عرفہ بھی ہے۔ یوم عرفہ کا معنی ہے یوم القیام بعرفۃ۔

لفظ عرفات منصرف ہے۔ مگر تانیث وعلمیت کی وجہ سے اسے غیر منصرف ہونا چاہیے تھا۔ اخفش کہتے ہیں انما صُرِفَ لانَّ التاء صارت بمنزلۃ الیاء والواو فی مسلمین وصار التنوین بمنزلۃ النون فلما سُمّی بہ ترک علی حالہ وکذلک القول فی اذرعات۔ فراء کے نزدیک عرفات کا واحد نہیں ہے۔ اور لوگوں کا یہ قول یوم عرفۃ مولّد ہے اصلی عربی نہیں ہے۔ لیکن اکثر علماء عربیت کے نزدیک یوم عرفۃ بھی صحیح عربی لفظ ہے۔ وجہ تسمیہ میں بعض علماء کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو مناسکِ حج بتلاتے ہوئے وقوفِ عرفہ کے وقت فرمایا عرفتَ؟ قال نعم فسُمّیت عرفۃ۔

اور عند البعض وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جنت سے نزول وخروج کے بعد آدم وحوّا علیہما السلام میں ایک مدت تک جدائی رہی۔ پھر اسی مقام پر دونوں کی پہلی ملاقات ہوکر تعارف حاصل ہوا تو عرفہ نام رکھا گیا۔ و قیل ان الناس یعترفون بذنوبهم فی ذلک الموقف وقیل بل سمی بالصبر علی ما یکابدون فی الوصول الیها لان العرف الصبر واقول اوسمی بذلک لما یحصل للناس فی هذا الموقف من معرفۃ اللہ او معرفۃ انفسهم بالخشوع والدعاء وفی الحدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ۔

العمالقہ۔ آیت واذ نجینکم من ال فرعون وآیت وما لنا الا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اُخرجنا من دیارنا کی شرح میں مذکور ہے۔ عمالقہ کو عمالیق بھی کہا جاتا ہے۔ عمالقہ عرب بائدہ کو کہتے ہیں یعنی عرب بائدہ میں سے ایک قسم کا نام ہے۔ عرب بائدہ قدیم عرب کو کہا جاتا ہے جو اب موجود نہیں ہیں بلکہ وہ ختم ہو چکے ہیں۔

عرب بائدہ میں شامل ہیں عاد۔ ثمود۔ عمالقہ۔ طسم۔ امیم۔ جدیس و جرہم وغیرہ۔ کما قیل۔ یہ ابنار سام بن نوح ہیں۔ بنو حام سے مقابلہ کے بعد شکست کھاکر بنو سام بابل سے جزیرۂ عرب میں منتقل ہوئے۔

بہت سے مؤرخین کے نزدیک عرب بائدہ کی تقسیم دو قسموں کی طرف ہے۔ اوّل عمالیق اور یہ نسل لاوذ بن سام میں سے ہیں۔ دوم وہ قبائل جو نسل ارم بن سام بن نوح میں سے ہیں عاد۔ ثمود۔ نمرود وغیرہ ارمی یعنی نسل ارم بن سام میں سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عرب بائدہ سامی تھے اور اکثر آرامی تھے یعنی نسل ارم بن سام سے سوائے عمالقہ کے کہ وہ نسل لاوذ بن سام میں سے ہیں۔ وہ بابل کے حکمران تھے۔ پھر جزیرۂ عرب میں آئے۔

فراعنۂ مصر عرب بائدہ یعنی عمالقہ تھے۔ عمالقہ وغیرہ نے مصر شام۔ عراق۔ بابل۔ حجاز۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ پر مدت تک حکومت کی ہے۔ عمالقہ کی دو بڑی حکومتیں تھیں ایک عراق میں اور ایک مصر میں۔

مصر میں اوّلاً نسل حام بن نوح آباد تھی۔ پھر سامی یعنی عمالقہ نے ۲۳۰۰ء قبل المیلاد حملہ کرکے مصر کو فتح کیا اور ان میں اپنی حکومت قائم کی اور قبطیوں کی حکومت ختم کی۔ سب سے پہلے عمالقہ میں سے ولید بن دومغ نے حکومت قائم کی ویقال ثوران بن ارائشۃ بن فادان بن عمرو بن عملاق۔ اور انہی میں سے تھا فرعونِ ابراہیم علیہ السلام جس نے سارۃؓ زوجہ ابراہیمؑ کو بری نگاہ سے دیکھا تھا اور پھر انھیں ہاجرہ ام اسماعیل علیہ السلام بخش دی تھیں۔ کما فصّل فی التفاسیر۔ واسمُ فرعونِ ابراھیم علیہ السلام سنان بن الاشل و منہم فرعون یوسف علیہ السلام واسمہ ریّان بن الولید و فرعون موسیٰ علیہ السلام وھو الولید بن مصعب و ذکر البعض ان الریّان بن الولید یسمّیہ القبط نقراوش وان وزیرہ کان اطفیر وھو العزیز صاحب قصۃ یوسف علیہ السلام۔ راجع ابن خلدون۔ ج ۲ ص ۲۷

بہرحال کتب تاریخ میں اس سلسلہ میں بڑا اختلاط و اختلاف ہے۔ قیل ان یوسف علیہ السلام جاء مصر فی زمن ملك من العمالقۃ اسمہ نوب سنۃ ۱۷۵۰ ق م۔ کذا فی تاریخ العرب قبل الاسلام لجرجی زیدان۔ ج ۱ ص ۵۲ و ص ۵۹ لفظ مصر کے بیان میں عمالقہ کی حکومت کے کچھ احوال بیان ہو چکے ہیں۔ فراجعہ۔ مؤرخین کے اقوال و تحقیقات اس بارے میں متضاد و مختلف ہیں۔ میرے اس بیان میں جو تھوڑا اختلاف نظر آتا ہے اس کا سبب اہل تاریخ کا اختلاف ہے۔ ہم ان کے چند حوالے یہاں ذکر کرتے ہیں

حجاز و تہامہ یعنی مکہ و مدینہ و طائف وغیرہ پر عمالقہ کی حکومت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی تباہی کے بعد بنی اسرائیل کی فوج بھیجی۔ بنی اسرائیل نے فتح حاصل کی اور عمالقہ کے بادشاہ ارقم بن ابی الارقم کو قتل کیا۔ پھر خود بنی اسرائیل میں سے کئی افراد جو نوجی تھے یثرب یعنی مدینہ شریف میں آباد ہو گئے اور بڑے بڑے

قلعے بنائے۔

مدینہ منورہ میں یہود کی یہ پہلی آمد اور ابتدائی رہائش کا قصہ ہے۔ یہ قصہ سیلِ عرم سے پہلے کا ہے۔ سیل عرم جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے اس کے بعد یا اس کے قریب اوس وخزرج مدینہ منورہ میں آکر آباد ہوئے۔

دائرۃ المعارف میں ہے کہ عرب دو قسم پر ہیں۔ اول عرب بائدہ یعنی وہ قدیم قبائل جو تقریباً ختم ہوگئے۔ دوم عرب باقیہ۔ عرب بائدہ یہ قبائل ہیں عمالقہ۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس۔ امیم۔ جرہم۔ حضرموت وغیرہ۔ پھر عرب بائدہ دو قسم پر ہیں۔ اول عمالیق اولاد لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ دوم بقیہ سارے قبائل۔ اور یہ نسل ارم بن سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہیں۔ عمالقہ شمالی حجاز جزیرہ سینا کے قریب رہتے تھے۔ پھر انہوں نے مصر پر قبضہ کر کے حکومت قائم کی۔ عمالقہ کی حکومت مصر پر ۲۲۱۳ ق م تا ۱۷۰۳ ق م قائم رہی۔ کذا فی دائرۃ المعارف لفرید وجدی۔ ج ۶ ص ۲۳۲۔

بلعم بن باعورا بن سنور قوم عمالقہ سے تھا یا ان میں ویسے مقیم تھا۔ بلعم کی طرف قرآن مجید میں اشارہ موجود ہے۔ یوشع بن نون یا موسیٰ علیہما السلام کی فوج جو بنی اسرائیل پر مشتمل تھی پر بلعم نے بددعا کی کوشش کی تھی۔ بلعم مستجاب الدعاء تھا۔ حسب قول بعض اہل تاریخ وہ اسم اعظم جانتا تھا۔ یوشع بن نون علیہ السلام بعد وفات موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی فوج لے کر ملک شام کے بادشاہ سمیدع سے جنگ کے لیے آگے بڑھے۔ سمیدع عمالقہ میں سے تھا۔ جنگ کے دوران سمیدع قتل ہوا۔

عمالقہ نے بلعم بن باعورا سے بنی اسرائیل پر بددعا کرنے کی درخواست کی۔ بلعم چونکہ صالحین و زاہدین میں سے تھا اسی وجہ سے اس نے اوّلاً تردد کیا اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام یا یوشع علیہ السلام کے خلاف کفار کی نصرت و کامیابی کے لیے دعا نہیں کرنی چاہیے لیکن بعدہ عمالقہ کی کامیابی کے لیے دعا شروع کر دی۔ دعا الٹی زبان سے نکلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے درجہ ولایت چھین کر مردود کر دیا۔

مؤرخ مسعودیؒ مروج الذہب ج ۱ ص ۳۰ پر لکھتے ہیں وسار ملك الشام وهو السميدع بن هوبر الى يوشع بن نون فكانت بينهما حروبٌ الى ان قتله يوشع عليه السلام واحتوىٰ على جميع ملكه والحق به غيرة من الجبابرة والعماليق وكانت مدة يوشع بن نون فى بنى اسرائيل بعد وفاة موسىٰ عليه السلام تسعًا وعشرين سنة وكان بقريةٍ من قرى البلقاء من بلاد الشام رجل يقال له بلعم بن باعوراء بن سنور بن وسيم وكان مستجاب الدعوة فحمله قومه على الدعاء على يوشع بن نون عليه السلام فلم يتأتّ له ذلك وعجز عنه فاشار على بعض ملوك العماليق ان يبرز والحسان من النساء نحو عسكر يوشع ففعلوا فتسرّعوا اى بنو اسرائيل الى النساء فوقع فيهم الطاعون فهلك منهم سبعون الفًا وقيل انّ

یوشع علیہ السلام قبض وھو ابن مائۃ وعشرین سنۃ انتھی ۔ قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۸ قیل ان من العمالیق فرعون موسی علیہ السلام ومنھم الریان بن الولید فرعون یوسف علیہ السلام اھ ابن اسحق فرماتے ہیں کہ عملیق بن لاوذ پوتا ہے سام بن نوح علیہ السلام کا۔ اسی عملیق کی نسل عمالقہ ہیں۔ سام بن نوحؑ کے پانچ بیٹے تھے۔ (۱) ارفخشد (۲) لاوذ (۳) ارم (۴) اشوذ (۵) غلیم۔ کذا فی التوراۃ۔ پھر لاوذ کے چار بیٹے تھے۔ (۱) طسم (۲) عملیق (۳) جرجان (۴) فارس۔ قال ابن اسحق ومن العمالقۃ امۃ جاسم فمنھم بنو لف وبنو ھزان وبنو مطر وظفار ومنھم الکنعانیون وبرابرۃ الشام وفراعنۃ مصر وکانت طسم والعمالیق واسیم وجاسم یتکلمون بالعربیۃ وفارس یجاورونھم الی المشرق ویتکلمون بالفارسیۃ۔ وفی لقطۃ العجلان ص ۳ لنواب صدیق حسن خان وعن غیر ابن اسحق ان عبد بن ضخم واسیم من ولد لاوذ اھ۔

اس بات کا ذکر پہلے اجمالاً ہو چکا ہے کہ عمالقہ عرب بائدہ میں سے ہیں۔ عرب دو قسم پر ہیں بائدہ وباقیہ عرب باقیہ ابھی تک موجود ہیں اور عرب بائدہ زمانہ حال میں موجود نہیں ہیں بائدہ کے قبائل فنا ہو چکے ہیں۔ العمالقۃ ھم اھل شمال الحجاز وھما یلی جزیرۃ سیناء فتحوا مصر مدۃ الفراعنۃ واسسوا فیھا اسرۃ ملکیۃ اما دولۃ العمالقۃ فی مصر فتبتدی من سنۃ ۲۲۱۳ ۔ الی ۔ ۱۷۰۳ قبل المیلاد جاوھا من طریق برزخ السویس او البحر الاحمر فاقاموا بھا وکثر عددھم فیھا ثم سنحت لھم الفرصۃ وثبوا علی ملوکھا وملکوا البلاد دونھم وکان اول ملوکھم سلاطیس وحکم بعدہ بنوہ الی سنۃ ۱۷۰۳ قبل المیلاد ۔ فتمکن المصریون من انتزاع الملک من ایدیھم وطردھم فتفرقوا فی جزیرۃ العرب قبائل وافخاذا وانشأوا دولا فی الیمن والحجاز وسائر جزیرۃ العرب ۔ کذا فی دائرۃ المعارف لفرید وجدی ج ۶ ص ۲۳۲ وایضاً فیھا ص ۲۳۵ ۔ اقدم الامم التی عمرت بلاد العرب المصریون فی عھد احمس منقذ مصر من حکم العمالقۃ فانہ بعد ان اخرجھم من مصر طاردھم الی اواسط جزیرۃ سیناء نحو سنۃ ۱۷۰۰ قبل المیلاد اھ۔

قدماء عرب کو عمالقہ کہنے کی وجہ تسمیہ بیان سابقہ سے معلوم ہو گئی۔ وہ یہ کہ اس میں عملیق بن لاوذ بن سام ابن نوح علیہ السلام کا نام ملحوظ ہے۔ عرب عملیق کی جمع عمالقہ یا عمالیق بنا کر قدماء عرب کے لیے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔

اور بعض مستشرقین مذکورہ صدر بات سے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں واصل لفظ العمالقۃ مجھول والغالب فی نظرنا انھم نحتوہ من اسم قبیلۃ عربیۃ کانت مواطنھا بجھات العقبۃ او شمالیھا حیث کان العمالیق علی قول التوراۃ ویسمیھا البابلیون مالیق او مالوك ۔ فاضاف الیھا الیھود لفظ عم ۔ ای الشعب او الامۃ فقالوا "عم مالیق" او "عم مالوق" فقال العرب عمالیق او عمالقۃ ۔ ثم اطلقوہ علی

طائفة كبيرة من العرب القدماء۔ كذا فى كتاب العرب قبل الاسلام تاليف جرجى زيدان ج ۱ ص ۳۸

سابقہ بیان طویل میں یہ اشارہ موجود ہے کہ عمالقہ یعنی عرب قدماء نے عراق پر بھی اور مصر پر بھی اور یمن و حجاز و تہامہ و نجد وغیرہ پر بھی حکومت کی ہے۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ عمالقہ کی دو بڑی حکومتیں گزری ہیں۔ اول حکومتِ عراق۔ دوم حکومتِ مصر۔

عراق پر عرب یعنی عمالقہ نے تقریباً ۲۴۵ سال حکومت کی۔ ان کے بادشاہوں کی تعداد ۹ ہے اور عند البعض ۱۱ بادشاہوں نے ۳۳۴ سال حکومت کی۔ مؤرخین کے نزدیک عمالقہ کے اس دورِ حکومت کا نام حکومت دولت بابلیۃ اولیٰ یا دولت حمورابی ہے۔ یہ نسبت ہے ان کے بڑے بادشاہ حمورابی نامی کی طرف۔ حمورابی کی حکومت سے پہلے عراق پر کلدانیوں کے ۴۹ بادشاہوں نے ۴۵۸ سال تک حکومت کی۔ یہ دولت کلدانیہ کہلاتی ہے۔ حکومتِ حمورابی کے زوال کے بعد دولت اشوریین تھی۔ اشوریین کے ۴۵ بادشاہوں نے ۵۲۶ سال تک عراق و بابل وغیرہ پر حکومت کی۔

عرب قدماء یعنی عمالقہ میں سب سے پہلے عراق کا جو حاکم و بادشاہ بنا اس کا نام ساموابی ہے۔ اس نے حکومت عراق پر سنہ ۲۴۶۰ ق م میں قبضہ کیا۔ بعدہ اس کا بیٹا ساموليلا بادشاہ ہوا۔ بعدہ زابوم بادشاہ ہوا بعدہ امیل سین بعدہ سینموبلیت بعدہ حمورابی وغیرہ وغیرہ۔ بعض مستشرقین کے نزدیک ان کی حکومت کی ابتداء سنہ ۲۴۱۶ ق م میں ہوئی۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے۔

اسم بادشاہ	مدتِ حکومت	از تاریخ ق م	تا تاریخ ق م
ساموابی	۳۱ سال	۲۴۱۶	۲۳۸۵
ساموليلو	۱۵ ″	۲۳۸۵	۲۳۷۰
زابوم	۳۵ ″	۲۳۷۰	۲۳۳۵
امیل سین	۱۸ ″	۲۳۳۵	۲۳۱۷
سینموبلیت	۳۰ ″	۲۳۱۷	۲۲۸۷
حمورابی	۵۵ ″	۲۲۸۷	۲۲۳۲
شمسوایلونا	۳۵ ″	۲۲۳۲	۲۱۹۷
ابیشوع	۲۵ ″	۲۱۹۷	۲۱۷۲
عمی دیتانا	۲۵ ″	۲۱۷۲	۲۱۴۷
عمی صادوفا	۳۴ ″	۲۱۴۷	۲۱۱۳
شمسو دیتانا	۳۱ ″	۲۱۱۳	۲۰۸۲
	کل ۳۳۴		

العُزّٰی ۔ فلا تجعلوا للہ اندادًا کی شرح میں مذکور ہے ۔ عُزّٰی ایک بُت یا بُت خانہ کا نام ہے ۔ یہ قبیلہ غطفان کا بُت تھا ۔ بقول بعض عزّٰی کیکر کے ایک درخت کا نام تھا جس کی پرستش غطفان کرتے تھے سب سے پہلے اس کی عبادت ظالم بن اسعد بن ربیعہ بن مالک بن مرۃ بن عوف نے شروع کی تھی اور اس کے پاس ایک کمرہ تعمیر کیا جس کا نام بُسّ رکھا تھا ۔ گویا کہ یہ کعبہ تھا عزّٰی کا ۔ اس بیتِ عزّٰی کی بڑی تعظیم کی جاتی تھی ۔ اس کی خدمت کے لیے متعدد لوگ بطور خادم مقرر کیے گئے تھے ۔ عزّٰی تانیثِ اَعزّ ہے مثل کُبریٰ مؤنث اکبر ہے ۔ پس عزّٰی بمعنی عزیزۃ ہے ۔

ابن حبیب مؤرخ مُحبّر، ص ۳۱۵ پر لکھتے ہیں وکانت ھذہ الاصنام کلھا فی بلاد العرب تعبد مع اللہ عزوجل ولا الٰہ الا ھو وکانت العزی شجرۃً بنخلۃ عندھا وثنٌ تعبدھا غطفان سدنتھا من بنی صرمۃ بن مرۃ وکانت قریش تعظّمھا وکانت غنیّ باھلۃ تعبدھا معھم فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن الولید فقطع الشجرۃ وھدم البیت وکسر الوثن اٰہ وکان بعث خالد ۸ھ کما فی المحبّر ص ۱۲۴ ۔

وکانت تلبیۃ من نسک للعزّٰی لبّیک اللھم لبیک لبیک وسعدیک ما احببنا الیک ۔ کذا فی المحبّر ص ۳۱۱ ۔ وکانت العزی بوادٍ من نخلۃ الشامیۃ یقال لہ حُراض وذلک فوق ذاتِ عِرقٍ الی البستان بتسعۃ اَمیالٍ فبنیٰ ظالم بن اَسعد علیھا بُیَّا ای بیتًا وکانوا یسمعون فیہ الصوت و کانت اعظم الاصنام عند قریش وکانوا یزورونھا ویُھدون لھا ویتقرّبون عندھا بالذبائح ۔ کذا فی معجم البلدان ج ۴ ص ۱۱۶ ۔

قریش نے عزّٰی کی تعظیم کے لیے ایک خطہ مثلِ حرم مقرر کیا تھا ۔ اس میں بت کے نام پر ذبائح پیش کرتے تھے ۔ مذبح و منحر کا نام غبغب تھا ۔

اس میں اہل تاریخ کا اختلاف ہے کہ عزّٰی بُت کا نام تھا یا درخت کا یا تین درختوں کا یا بیت کا نام تھا ۔ قیل والذی اراہ انہ کان للعزّٰی بیت ھو بُسّ فیہ صنم العزّٰی وکان حولہ حرم کحرم مکۃ بہ سَمُرۃ او ثلاث سَمُرات کان الناس یُقدّسونھا ۔ کذا قال الدکتور جواد علی فی کتابہ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۶ ص ۴۴۵ ۔

قریش عزّٰی کی کتنی تعظیم کرتے تھے اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل قصہ سے ہو سکتا ہے ۔ یاقوت نے لکھا ہے کہ قریش میں ابو اُحیحہ سعید بن العاصی بن امیہ مرض وفات میں زار و قطار رو رہا تھا ۔ ابولہب عیادت کے لیے آیا اور اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس غم سے رو رہا ہوں مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میری موت کے بعد لوگ عزّٰی جیسے محترم بُت کی پرستش ترک نہ کر دیں ۔ ابولہب نے اس کو تسلی دی اور کہا

ما عُبدت فى حياتك لاجلك ولا تُترك عبادتها بعدك لموتك فقال ابو احيحة الان علمتُ انّ لى خليفةً اهـ

وعن ابن عباس رضى الله عنهما قال كانت العزّى شيطانةً تأتى ثلاث سمراتٍ ببطن نخلة فلمّا افتتح النبى عليه السلام مكة بعث خالد بن الوليد فقال له ائتِ بطن نخلة فانك تجد ثلاث سمرات فاعضد الاولى فاتاها فعضدها فلما عاد اليه قال هل رأيت شيئًا ؟ قال لا قال فاعضُد الثانية فاتاها فعضدها فلما عاد اليه قال هل رأيت شيئًا ؟ قال لا قال فاعضُدِ الثالثة فأتاها فاذا هو بحَنّاسةٍ ناشِرةٍ شعرها واضعةٍ يَدَيها على عاتِقها تصرف بأنيابها وخلفها دبّيّة بن حرمى السلمى سادِنُها فقال خالد ؎

يا عِزُّ كُفرانَك لا سُبحانَك ... إنّى رأيتُ اللهَ قد اهانَك

ثم ضربها ففلّق رأسها فاذا هى حممة ثم عضد الشجر وقتل دبيّة السادن - كذا فى المعجم -

---

تمّ الجزء الاوّل من آثار التكميل

ويليه الجزء الثانى اوّله - العرب

فہرست مضامین اثمار التکمیل (جزء اوّل)

مضمون	صفحہ
ترجمۂ انس رضی اللہ عنہ	۲
موت کے وقت انس رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کا ایک بال مبارک زبان کے نیچے رکھوایا۔	۲
ترجمہ ابن سیرین رحمہ اللہ	۴
تجارت میں آپ کے تقویٰ کا قصہ	۵
آسمان کی سُرخی کا سبب	۵
مقولۂ جالس الحسن او ابن سیرین کی شہرت کے دو لطیف اسباب کا ذکر۔	۶
ترجمۂ ابو الشعثاء تابعی رحمہ اللہ	۷
ترجمۂ امرؤ القیس صحابی رضی اللہ عنہ	۷
امرؤ القیس کے خصم کے نام میں بیضاوی کی غلطی	۸
ترجمۂ امرؤ القیس شاعر صاحب قصیدہ سبع معلقات	۸
بقول اصمعی امرؤ القیس کے متعدد قصائد اُسکے اپنے نہیں ہیں	۹
مراقسہ پچیس ہیں	۹
ترجمۂ ابو جہل فرعون ھذہ الامۃ	۱۰
ترجمۂ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۰
تحقیق اوّل مُسلم	۱۲
ترجمۂ سعید بن جبیر تابعی	۱۳
آپ کے مرغ کا عجیب قصہ	۱۳
آپ مغرب و عشاء کے مابین قرآن ختم کرتے تھے	۱۳
صبح کی سنت و فرض کے درمیان کلام کرنا ممنوع ہے	۱۴
صبر و شکر میں افضل کونسا ہے؟	۱۴
ہابیل کے دبنے کا انجام خیر	۱۴
حجاج کی مجلس میں آپ کے قتل کا قصہ	۱۴
ترجمۂ اُمیۃ بن ابی الصلت	۱۵
امیہ و ابوسفیان کا سفر شام اور نصاریٰ کا نبی آخر الزمان کے بارے میں اُمیہ کو مطلع کرنے کا عجیب قصہ	۱۵
امیہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں جانتا تھا	۱۷
ترجمۂ امام احمد رحمہ اللہ	۱۸
آپ کے تقویٰ کے قصے	۱۹
آپ کے بارے میں رؤیائے صادقہ	۲۰
امام احمد کے جنازے میں یہود و مجوس کے اسلام لانے کا قصہ مصنف کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔	۲۱
بوقت نزع شیطان سے کلام کرنا	۲۲
ترجمۂ اخفش	۲۲
اخفش تین اشخاص ہیں	۲۲
کسائی و اخفش کے مابین گفتگو	۲۲
ترجمۂ ابن جنی	۲۳
ترجمۂ ابن المبارک رحمہ اللہ	۲۴
آپ کے استقبال کا قصہ	۲۵
ترجمۂ ابن ابی لیلیٰ	۲۶
ترجمۂ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ	۲۶
آپ کے تابعی ہونے کے ادلہ	۲۷
آپ کا ثقہ ہونا اور متبحر ہونا مسلّم ہے۔	۲۷
عہدۂ قضا سے انکار پر آپ کی تعذیب کا قصہ	۲۸
ختم قرآن کے بارے میں قصے	۲۹
ان صحابہ کے نام جن سے ابو حنیفہ ملے ہیں	۲۹
احادیث میں آپ کے بارے میں پیشین گوئی کا بیان	۳۰

آپ کی وفات حالت سجدہ میں ہوئی	۳۱
آپ نے سو بار اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا	۳۱
خواب میں اللہ تعالیٰ نے وہ دعا بتلائی جو مغفرت کا ذریعہ ہے	۳۱
ترجمۂ قاری احمد بزّیؒ	۳۱
ترجمۂ امام ابو یوسف رحمہ اللہ	۳۲
ابتدار تعلیم کا قصہ باپ کا اسے مجلس ابو حنیفہ سے اُٹھا کر لے جانا اور پھر ابو حنیفہ کا اسکی مالی مدد کرنا	۳۲
ہارون رشید کے دربار میں فالودے کا قصہ	۳۳
کیمیا کے بارے میں ابو یوسف کا قول	۳۴
آپ کے حلقۂ درس میں امام احمد شریک ہوتے تھے	۳۴
آپ کے حلقے میں چور لانے کا علمی قصہ	۳۴
حدیث الہدیۃ مشترکۃ کا معنی	۳۴
ترجمۂ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ	۳۵
آپ نے اپنے پاس نبی علیہ السلام کی داڑھی مبارک کے چند بال بطور تبرک رکھے تھے۔	۳۶
ترجمۂ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	۳۶
آپ کے حافظے کا عجیب قصہ	۳۷
بعض گمراہ لوگوں کا ابو ہریرہ پر اعتراضات اور ان کی تردید	۳۸
ترجمۂ اعشیٰ شاعر	۳۸
اسلام لانے کی غرض سے اعشیٰ کا سفر کرنا اور مشرکین کا مختلف حیلوں سے اُسے روکنا	۳۸
ترجمۂ اضبط بن قریع شاعر جاہلی	۴۰
ترجمۂ اوس بن حجر شاعر جاہلی	۴۱
ترجمۂ امام اوزاعی رحمہ اللہ	۴۱
خواب میں امام اوزاعی کا اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنا اور کلام کرنا	۴۲
آپ کے زیادہ رونے کا قصۂ عجیب	۴۲
آپ سیاہ رنگ کا کپڑا نہیں پہنتے تھے	۴۳
حمام میں آپ کی موت کا عجیب قصہ	۴۳
ترجمۂ سعید بن المسیب رحمہ اللہ	۴۳
تعظیم حدیث کے بارے میں آپ کا قصہ	۴۴
مصحف و مسجد کی تصغیر سے آپ منع کرتے تھے	۴۴
مستجاب دعا کی حکایت	۴۴
ترجمۂ ابو وہب ہاشمی	۴۵
ترجمۂ ابو العالیہ رحمہ اللہ	۴۵
ابو العالیہ دو بیں ثانی کا ترجمہ	۴۵
فرماتے ہیں، عالم اٹھارہ ہزار ہیں	۴۶
ترجمۂ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۴۶
ترجمۂ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ	۴۷
اُبی کے دائمی مریض ہونے کا قصۂ عجیب	۴۷
ترجمۂ عدی بن الرقاع شاعر	۴۸
ترجمۂ ابو علی فارسی نحوی رحمہ اللہ	۴۸
ابو علی کا شعر پر قادر نہ ہونے کا قصہ	۴۹
ترجمۂ ابو تمام شاعر	۵۰
تشبیہ بالادنی کے بارے میں حکایت علمیہ	۵۰
ترجمۂ اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ	۵۱
اخنس کے سوال کے جواب میں ابو جہل کا اعتراف کہ محمد علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے نبی ہیں۔	۵۲
ترجمۂ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین	۵۲
عجیب ترکیب عبد اللہ بن ابی بن سلول	۵۲
ترجمۂ ابو الحسن اشعری امام المتکلمین	۵۳
ترجمۂ قاری ابو عمرو بن العلاء	۵۴
فرجتہ کے بارے میں آپ کے ادبی عشق کا قصہ	۵۵
حدیث فی الجنین غرّۃ عبد کا مطلب	۵۵
ابو عمرو کے دو راویوں کا ذکر	۵۶

ترجمۂ ابو دؤاد شاعر	۵۶
ترجمۂ ابن مسعود رضی اللہ عنہ	۵۷
فقہ حنفی میں آپ کی روایات پر اعتماد زیادہ کیا جاتا ہے۔	۵۸
ترجمۂ ابن عباس رضی اللہ عنہما	۵۸
آپ کے جنازے کیوقت سفید پرندے کا قصہ	۵۸
ترجمۂ ابن عمر رضی اللہ عنہما	۵۹
ترجمۂ ابو زید حنفی رحمہ اللہ	۵۹
ابو زید تین ہیں۔ تینوں کے ترجمے کا ذکر	۵۹
علم فقہ میں ابو حنیفہ کے تبحر کے مسلّم ہونے کا قصہ	۶۰
ابو زید صوفی کی شہادت کا قصۂ عجیب	۶۱
ترجمۂ آزر	۶۱
قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا	۶۲
ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام	۶۲
بیان اختلاف کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا یا عم	۶۲
ذکر وجوہ خمسہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آزر عم ابراہیم علیہ السلام تھا	۶۲
جب آزر عم ہے تو قرآن میں اسپر اب کے اطلاق کیوجہ کیا ہے	۶۵
ترجمۂ بلال رضی اللہ عنہ	۶۵
بلالؓ کی اذیتوں کا اور صدیقؓ کا اُسے خرید کر آزاد کرنیکا قصہ	۶۵
وہ لوگ جنہیں حضرت صدیقؓ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا	۶۶
ترجمۂ بشیر بن نعمان رضی اللہ عنہ	۶۷
ترجمۂ بخت نصر کافر و ظالم بادشاہ	۶۷
بخت نصر کے زمانے کا تعین	۶۸
بخت نصر کی شکل تبدیل ہونے کے بارے میں قصے	۶۸
ترجمۂ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ	۶۹
ترجمۂ ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ	۷۲
شہید ہونے کے بعد خواب میں ثابتؓ کی وصیت کا عجیب قصہ	۷۳
ترجمۂ ثعلب نحوی رحمہ اللہ	۷۳
عام گفتگو میں ثعلب غلطی کرتے تھے	۷۴
امام احمدؒ سے آپ کی ملاقات کا قصہ	۷۵
دوستوں میں بے تکلفی ہوتی ہے	۷۵
فقہا و نحاۃ اہل کوفہ کی فضیلت	۷۵
ترجمۂ جریر شاعر اور اس کے متعلق قصے	۷۷
ترجمۂ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۷۹
ترجمۂ جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ	۸۰
ترجمۂ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ	۸۰
ترجمۂ جمیلہ بنت ابی رضی اللہ عنہا	۸۰
ترجمۂ جمل بنت یسار رضی اللہ عنہا	۸۱
ترجمۂ جعدی نابغہ شاعر رضی اللہ عنہ	۸۱
نابغہ کی طویل عمر اور نبی علیہ السلام کی اس کے لئے دعا	۸۱
ترجمۂ حسن بصری رحمہ اللہ اور آپ کا زہد و خوف آخرت	۸۲
آپ کے حزن اور تقویٰ کی نو علامات کا ذکر	۸۳
فقیہ کی تعریف حسن بصری کے نزدیک	۸۴
ترجمۂ حذیفہ رضی اللہ عنہ	۸۴
قلوب کی چار اقسام	۸۵
ترجمۂ حسان الشاعر رضی اللہ عنہ	۸۶
یہ بات غلط ہے کہ حسانؓ بزدل تھے	۸۶
ترجمۂ حاتم طائی مشہور سخی	۸۶
موت کے بعد حاتم کی سخاوت کا عجیب قصہ	۸۷
ترجمۂ حمزہ قاری رحمہ اللہ	۸۸
قرأت حمزہ کی سند	۸۸
امام ابو حنیفہؒ کا حمزہ کی صحت قرأت کا اعتراف	۸۹
قرأت حمزہ پر بعض علماء کی تنقید اور اس کا جواب	۹۰
ترجمۂ قاری حفص بن سلیمانؒ	۹۱

اِس زمانہ میں سارے عالم میں قرأت عاصم بروایت حفص پڑھی جاتی ہے	۹۱
ترجمۂ حُطیئہ شاعر	۹۲
حُطیئہ کی ہجاء کے بارے میں عمرؓ کا فیصلہ	۹۳
ترجمۂ خلف بن ہشام قاریؒ	۹۴
خلف کی احتیاط فی الحدیث کا قصہ	۹۴
خلف راوی لقراءۃ حمزہ کے علاوہ مستقل قاری تھے	۹۶
ترجمۂ خلاد بن خالد راوی لحمزہؒ	۹۶
ترجمۂ خلیل بن احمد نحویؒ	۹۶
خلیل کی موت اور ان کے بیٹے کی جہالت کے دو قصے	۹۷
ترجمۂ دوری ابو عمر قاری راویؒ	۹۸
ابو عمر اصغر و اکبر کی توضیح	۹۹
ترجمۂ رفاعہ رضی اللہ عنہ	۹۹
ترجمۂ رؤبہ شاعر	۱۰۰
مسمی برؤبہ تین اشخاص ہیں	۱۰۰
ترجمۂ رَوحؒ قاری ثامن کے راوی	۱۰۰
ترجمۂ رُویسؒ قاری ثامن کے راوی	۱۰۱
ترجمۂ زہیر شاعر	۱۰۲
ترجمۂ زید بن عمرو بن نفیل مُوحّد جاہلیت	۱۰۲
زید کی پیشین گوئی نبی خاتم الانبیاءؐ کے بارے میں	۱۰۳
ترجمۂ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۱۰۴
ترجمۂ سیبویہ نحوی	۱۰۵
سیبویہ و کسائی کا مناظرہ	۱۰۵
ترجمۂ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۱۰۷
سلمان فارسی کی شادی کا عجیب قصہ	۱۰۸
ابو الدرداء و سلمان کے سامنے ہانڈی کا تسبیح پڑھنا اور کرامت کا ظہور	۱۰۹
سلمانؓ کا بعد الموت افضل اعمال کے بارے میں اطلاع دینا	۱۰۹
ترجمۂ شماخ رضی اللہ عنہ	۱۰۹
ترجمۂ قاری شعبہ بن عیاش راوی امام عاصم	۱۱۰
شعبہ کا قرآن سے یہ استدلال کرنا کہ ابو بکرؓ خلیفۂ اوّل ہیں	۱۱۰
ترجمۂ امام شافعیؒ	۱۱۱
امام محمد حنفی سے امام شافعی نے بہت استفادہ کیا	۱۱۲
آپ کا قول من طلب علمًا فلیدقق کیلا یضیع دقیق العلم اور دیگر اقوال و مواعظ وغیرہ	۱۱۲
ترجمۂ شالخ جدّ سادس ابراہیم علیہ السلام	۱۱۴
فائدہ: ابراہیم علیہ السلام کے اجداد کا سلسلۂ نسب میں اختلاف اور ذکر قول حق	۱۱۴
عدنان تک سلسلۂ نسب	۱۱۴
عدنان سے اوپر سلسلہ معلوم نہیں ہے	۱۱۵
ترجمۂ صہیب رضی اللہ عنہ	۱۱۶
کیا صہیبؓ رومی تھے یا عربی	۱۱۶
صہیبؓ کا قصۂ ہجرت	۱۱۷
ترجمۂ قاری صالح بن زیاد سوسی	۱۱۸
ترجمۂ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا	۱۱۸
ترجمۂ ضحاک تابعی رحمہ اللہ	۱۱۹
جنگ میں طالوت کے رفقاء کی تعداد وہ تھی جو شرکاءِ بدر کی تعداد تھی	۱۲۰
طالوت نوع انسانی میں اول دبّاغ ہیں	۱۲۰
ترجمۂ طاووس تابعی رحمہ اللہ	۱۲۰
طاووس کے علمی و زاہدانہ قصے اور اقوال	۱۲۰
ترجمۂ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	۱۲۲
ترجمۂ عمرو بن قرہ رضی اللہ عنہ	۱۲۳
ترجمۂ عائشہؓ زوجۂ النبی علیہ السلام	۱۲۳

ترجمۂ عباس رضی اللہ عنہ	۱۲۴
ترجمۂ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	۱۲۵
آپ اغنیاء میں سے تھے	۱۲۶
ترجمۂ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	۱۲۶
ترجمۂ علی رضی اللہ عنہ	۱۲۶
ترجمۂ عمر رضی اللہ عنہ	۱۲۷
سفرِ عمرہ پر جاتے وقت آپ سے نبی علیہ السلام نے دعا طلب فرمائی	۱۲۹
آپ کی شہادت کا قصہ	۱۲۹
لقب امیرالمؤمنین کی اول تقرری پر بحث	۱۲۹
ترجمۂ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ	۱۳۰
ترجمۂ عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ	۱۳۰
عمرو کے بت کا قصہ	۱۳۱
ترجمۂ عمار رضی اللہ عنہ	۱۳۱
عمار کا حضرت علیؓ کا ساتھ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ علیؓ معاویہؓ کے مقابلہ میں حق پر تھے	۱۳۲
آپ کی شہادت سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعض رفقاء کے پریشان ہونے اور سوال وجواب کا قصہ	۱۳۳
حدیث ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ کے مطلب پر بحث	۱۳۳
ترجمۂ علقمہ رضی اللہ عنہ	۱۳۴
علقمہ وعامر کا تفاخر اور عرب کا ان کے مابین حکم بننے سے انکار کا قصہ	۱۳۴
ترجمۂ علقمہ تابعیؒ تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ عنہ	۱۳۴
علقمہ کے علم وزہد کے بارے میں اقوال وقصے	۱۳۵
علقمہ کے حافظے کا ذکر	۱۳۵
ترجمۂ عثمان رضی اللہ عنہ	۱۳۶
ترجمۂ عبدان حضرمی	۱۳۷
ترجمۂ عناق	۱۳۷
ترجمۂ قاری عثمان ورش رحمہ اللہ	۱۳۷
ترجمۂ عکرمہ تابعی رحمہ اللہ	۱۳۸
ترجمۂ عطاء بن ابی رباح تابعی رحمہ اللہ	۱۳۹
عطاء کے اقوال زرین	۱۳۹
ترجمۂ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ	۱۴۰
ترجمۂ قاری امام عاصم رحمہ اللہ	۱۴۱
عاصم کے بارے میں محدثین کی رائے	۱۴۱
عاصم کے دو راوی ہیں	۱۴۲
عاصم کے دو شیوخ میں سے ابوعبدالرحمٰن سلمی کا ترجمہ	۱۴۲
شیخ دوم زر بن حبیش کا ترجمہ	۱۴۲
آپ کے علم قرأت کا منبع ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں	۱۴۳
فقہ حنفی کا منبع بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں	۱۴۳
ابن کثیر کی قرأت کا ماخذ	۱۴۴
ترجمۂ ابن عامر تابعی قاری رحمہ اللہ	۱۴۵
ترجمۂ عیسیٰ قالون قاری رحمہ اللہ	۱۴۵
ترجمۂ ابن ذکوان قاری راوی رحمہ اللہ	۱۴۶
ترجمۂ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	۱۴۶
ترجمۂ عمرو بن عبداللہ حضرمی	۱۴۷
اس سریہ کا بیان جسمیں عمرو قتل کیا گیا	۱۴۷
کیا اس کا قتل اشہر حرم میں واقع ہوا تھا؟	۱۴۷
عمرو کا قتل جنگ بدر کا سبب بنا۔ حکیم وعتبہ کی جنگ بدر روکنے کی کوشش اور ابوجہل کی ضد	۱۴۸
تقسیم شقاوت وسعادت کا معاملہ	۱۴۹
عمرو کے بھائی علاء حضرمیؓ کی کرامات کے قصے	۱۴۹
دعاء یاحلیم یاعلیم یاعلی یاعظیم کی برکات کے قصے	۱۴۹

موسیٰ کاظمؒ کی دعا کی برکت اور ہارون رشید کا قصہ ۱۵۰
بعض مجرب مقبول دعاؤں کا ذکر ۱۵۰
کسی حاکم کے پاس جانے کی دعا ۱۵۱
آیات شفا کے بارے میں نبی علیہ السلام کی خواب میں بشارت ۱۵۱
درد کی دعا ۱۵۱
قبولیت دعا کے مجرب اشعار ۱۵۱
قاضی سبکیؒ کے حوالہ سے ایک قصیدہ کا ذکر جس کا پڑھنا ۱۵۲
دفع مشکلات وقضاء حاجات کے لئے مجرب ہے ۱۵۵
احوال فرعون ۱۵۵
ترجمہ قنبل قاری راویؒ ۱۵۵
ترجمہ قطرب نحوی ۱۵۶
ترجمہ قتادہ تابعی رحمہ اللہ ۱۵۶
ترجمہ کعب احبار تابعی رحمہ اللہ ۱۵۸
کعب کے اقوال ونصائح ۱۵۹
ترجمہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ۱۵۹
ترجمہ کسائی القاری المقری النحویؒ ۱۶۰
ہارون کی مجلس میں کسائی اور محمد حنفی کے مابین گفتگو ۱۶۱
ترجمہ لیث بن خالد قاری راویؒ ۱۶۲
ترجمہ مرثد رضی اللہ عنہ ۱۶۲
قصۂ مرثد وعناق فاحشہ بوقت حمل اسراء ۱۶۲
ترجمہ امام محمد حنفی رحمہ اللہ ۱۶۳
امام محمد کا ہارون کے لئے کھڑے نہ ہونے کا قصہ ۱۶۳
امام شافعیؒ کی والدہ امام محمد کے عقد نکاح میں تھیں ۱۶۴
امام شافعی کا اعتراف کہ میں امام محمد کی کتابوں کی برکت سے اس مقام پر پہنچا ۱۶۴
امام محمد کی توثیق از طرف آئمہ دین ۱۶۴
ترجمہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ۱۶۵
ترجمہ معاذ رضی اللہ عنہ ۱۶۶
معاذؓ ان چار انصار میں سے ہیں، جنہوں نے نبی علیہ السلام کے عہد میں قرآن یاد کیا تھا ۱۶۶
طاعون میں سے حصہ ملنے کے لئے معاذ کی دعا ۱۶۶
ترجمہ مجاہد تابعی رحمہ اللہ ۱۶۷
اللہ تعالیٰ کسی بندے کی نیکی سے اس کی اولاد و اولاد اولاد تک کو محفوظ رکھتے ہیں ۱۶۷
علم دین دو قسم کے آدمی نہیں سیکھ سکتے ۱۶۸
قیامت کے دن تین قسم انسانوں یعنی غنی وفقیر وعبد کا قصہ ۱۶۸
ترجمہ مبردؒ ۱۶۸
ترجمہ امام مالک رحمہ اللہ ۱۶۹
امام مالک کے بارے میں ابن کثیر کا رؤیا صالحہ ۱۶۹
امام مالک کے بارے میں ایک حدیث میں پیشین گوئی ۱۷۰
امام مالک تین سال تک والدہ کے پیٹ میں رہے ۱۷۰
امام مالک کا کثرت سے لاادری کہنا ۱۷۱
امام ابوحنیفہؒ نے بھی امام مالک سے روایت کی ہے ۱۷۱
ترجمہ مسطح رضی اللہ عنہ ۱۷۱
ترجمہ مسروق تابعی رحمہ اللہ ۱۷۲
ترجمہ زمخشری رحمہ اللہ ۱۷۴
ترجمہ قاری نافع تابعی رحمہ اللہ ۱۷۷
نافع کے منہ سے مشک کی خوشبو آنے کی وجہ ۱۷۷
ترجمہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ۱۷۸
وائل اور معاویہ کے واقعہ سفر کا عجیب قصہ ۱۷۸
ترجمہ ولید بن مغیرہ ۱۷۹
ولید مستہزئین اور زنادقہ میں سے تھا ۱۷۹

ترجمۂ ہشام قاری راوی ابن عامرؒ	۱۷۹
ہشام بغیر اُجرت تحدیث نہیں کرتے تھے	۱۸۰
ترجمۂ ابوخراش ھذلی تابعی رحمہ اللہ	۱۸۰
ھذلی کے بیٹے کی رہائی کا عجیب قصہ	۱۸۰
ہذلی گھوڑے سے بھی زیادہ تیز رفتار تھے	۱۸۱
ہذلی کی مروّت اور مہمانوں کی بے مروّتی کا عجیب قصہ جو اس کی موت کا سبب بنا	۱۸۱
ترجمۂ ہابیل رحمہ اللہ	۱۸۲
قتلِ ہابیل کی تفصیل	۱۸۲
قتلِ ہابیل پر آدم علیہ السلام کا مرثیہ	۱۸۲
ترجمۂ یعقوب قاری ثامن رحمہ اللہ	۱۸۳
آپ کا خاندان علمی خاندان تھا	۱۸۳
آپ کے جدِّ اول واضعین عربیت میں سے ہیں	۱۸۳
عجیب اتفاق کہ آپ کی اور آپ کے والد وجدّ کی عمریں ۸۸ سال تھیں	۱۸۴
ترجمۂ یحییٰ بن المبارک قاری راویؒ	۱۸۵
یحییٰ اور کسائی میں مناظرے ہوا کرتے تھے	۱۸۵
یحییٰ و مامون کا قصہ	۱۸۵
فصل دوم	۱۸۶
حیوانات کے بیان میں	۱۸۶
بیان اسد	۱۸۶
کثرت اسماء کے بارے میں مصنف کی رائے	۱۸۷
بیان ابل اور اس کے عجیب خصائص	۱۸۸
بیان ابن دایہ	۱۸۹
بیان بعوضہ	۱۸۹
قبر پر اشعار لکھنے کے بارے میں زمخشری کی وصیت	۱۹۰
بیان بقرہ	۱۹۰
بیان جراد	۱۹۱
بیان حمار	۱۹۲
بعض محدثین کی غلطی کا عبرت انگیز قصہ	۱۹۲
گدھے کے مارنے کا عجیب قصہ	۱۹۲
گدھے کی سواری احادیث میں تواضع کی علامت قرار دی گئی ہے اور آجکل کا گدھا سائیکل ہے	۱۹۳
بیانِ ثور	۱۹۳
بیانِ حمامہ	۱۹۳
کبوتر میں انسانی خصلتوں کا ذکر	۱۹۴
حرمین کے کبوتروں کی نسل	۱۹۴
فخرالدین رازی کے پاس کبوتر کا باز کے خوف سے بیٹھ جانا	۱۹۴
بیان دجاجہ	۱۹۴
بیان دیک	۱۹۵
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خواب میں مرغ دیکھنا	۱۹۶
بیان ذباب	۱۹۶
منصور خلیفہ اور مکھی کا قصہ	۱۹۶
بیان زنبور	۱۹۷
بیان سُمانیٰ	۱۹۷
بیان سمک	۱۹۸
عجیب مچھلی جس پر کلمہ توحید لکھا ہوا تھا	۱۹۸
بیان رُخال	۱۹۸
بیان شاۃ	۱۹۸
بکرے سے متعلق ابوحنیفہؒ کے تقویٰ کا قصہ	۱۹۸
ابوجعفر اور بکری کا عجیب قصہ	۱۹۹
بیان طاووس	۱۹۹
بیان عنقاء	۱۹۹

حنظلہ علیہ السلام کی بددعا سے عنقاء پرند دنیا سے ختم ہوا	۱۹۹
نساس کے بارے میں نفیس بیان	۲۰۰
حیوان ناطق تین قسم پر ہے	۲۰۰
بیان عجل	۲۰۳
اولاد حیوانات کے اسمار میں ادبی فائدہ	۲۰۳
بیان عنکبوت	۲۰۳
گھر میں مکھڑی کے جالوں کی کثرت سے افلاس پیدا ہوتا ہے	۲۰۳
عنکبوت کے احسانات	۲۰۳
بیان غراب	۲۰۴
کوے سے متعلق اشعار	۲۰۵
بیان فرس	۲۰۵
بیان فراشہ	۲۰۶
بیان قراد	۲۰۷
بیان قردہ	۲۰۷
کیا مسوخ بندروں میں تناسل کا سلسلہ جاری رہا؟	۲۰۸
ڈارون کا نظریہ ارتقاء کہ انسان دراصل بندر کی اولاد میں سے ہے	۲۰۸
ڈارون کا نظریہ مردود ہے	۲۰۸
افادۂ علماء وطلبہ کی خاطر ڈارون کے نظریئے کی تفصیل	۲۰۸
بیان نملہ	۲۱۸
نملہ سلیمان علیہ السلام کا قصہ	۲۱۹
بیان ناقہ	۲۱۹
بیان نسر	۲۲۰
سادات اشیاء سے متعلق حدیث	۲۲۱
بیان نعامہ	۲۲۱
گندم کے دانے پہلے موٹے ہوتے تھے۔ انسان کے گناہوں سے وہ چھوٹے ہو گئے	۲۲۱
بیان ہرّہ	۲۲۱
مستجاب دعاء عائشہ رضی اللہ عنہا	۲۲۲
بیان ضبّ	۲۲۲
ضبّ کی دم کے عقدوں کی تعداد کے بارے میں اعرابی کا قصہ	۲۲۳
شہادت ضبّ کے معجزے کی حدیث	۲۲۳
بیان فصیل	۲۲۴
بیان حوت	۲۲۵
بیان حیّہ	۲۲۵
کیا سانپ مہرہ ہوتا ہے؟	۲۲۵
ہر آفت سے حفاظت کی مجرب دعا	۲۲۵
فصل سوم	۲۲۶
بلاد وقبائل واقوام وغیرہ کے بیان میں	۲۲۶
بیان انصار رضی اللہ عنہم	۲۲۶
اسلام انصار کی تفصیل	۲۲۶
بیان قبیلۂ اوس	۲۲۸
سیل عرم کے خطرے کے بعد اوس وخزرج مدینہ میں آباد ہوئے	۲۲۸
بیان جبل اُحد	۲۲۹
کیا جبل اُحد میں ہارون علیہ السلام کی قبر موجود ہے؟	۲۲۹
قریہ ایلہ کا بیان	۲۲۹
ایلہ میں یہود مسوخ ہوئے تھے	۲۳۰
بیان بیت المقدس قبلۂ اولیٰ	۲۳۱
فضائل بیت المقدس	۲۳۱
بیت المقدس کی طرف اسرار میں بیان حکمت	۲۳۲

احادیث فضائل بیت المقدس	۲۳۴
بیت المقدس و کعبۃ اللہ کی تعمیر کے مابین از روئے حدیث ۴۰ سال کا فاصلہ تھا	۲۳۴
حدیث ہذا میں اشکال اور اس کے جوابات	۲۳۴
بیانِ بغداد اور اس کے فضائل	۲۳۵
بیانِ بدر اور وجہِ تسمیہ	۲۳۶
غزوۂ بدر میں صحابہؓ کی تعداد	۲۳۷
اس موقعہ پر عشقِ صحابہ و قدرت باری تعالیٰ کے ایمان افروز واقعات	۲۳۷
بدر میں اول شہید	۲۳۸
بدر میں شریک فرشتوں کی تعداد	۲۳۸
بدر میں ۱۴ شہداء کے نام	۲۳۸
بدر سے غیر حاضران چھ صحابہؓ کے نام جو حاضر شمار کیے گئے	۲۳۹
اوّل مصلوب کا ذکر	۲۴۰
مقامِ بدر میں آج تک پراسرار طبل و نقارے کی آواز آنے کی تفصیل	۲۴۰
بیانِ بابل	۲۴۱
آدم علیہ السلام کا مسکن بابل تھا	۲۴۱
نمرود بابل کا پہلا حاکم تھا	۲۴۲
ملوک بابل کے اسماء و مدت حکومت کا تفصیلی اہم نقشہ	۲۴۲
اہلِ بابل کا سرمہ جس کے ذریعہ بعید ستاروں کو وہ دیکھ سکتے تھے	۲۴۵
بیان بصرہ	۲۴۵
بصرہ کی وجہ تسمیہ میں آٹھ اقوال ہیں	۲۴۵
اہلِ بصرہ و کوفہ میں مقابلۂ تفاخر اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے میں طرفین کے اقوالِ عجیبہ	۲۴۶
بقول جاحظ بصرہ کے تین عجوبے	۲۴۷
ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام عمر رضی اللہ عنہ کا اہم خط جس میں آدابِ قضا و سیاست عدل درج ہیں	۲۴۹
عمرؓ کے خط ہذا کے تاریخی مفصل حوالے	۲۴۹
بیان بعلبک	۲۵۰
بیان بحر روم	۲۵۰
اسی بحر کے ذریعہ صحابہؓ نے غزوہ بحر کی ابتدا کی تھی	۲۵۱
غزوہ بحر ہذا کی تفصیل	۲۵۱
بحور خمسہ اور اُن کی وسعت کا بیان	۲۵۲
سمندر میں سب سے گہری جگہ	۲۵۳
بنو ہاشم کا بیان	۲۵۳
ہاشم کی سخاوت اور مروّت کا بیان	۲۵۳
ہاشم اور اس کے تین بھائی سلاطین کے درباروں میں محترم تھے	۲۵۴
نبی علیہ السّلام کی برکت سے ہاشم میں ظہور کمالات	۲۵۴
نبی علیہ السّلام کے اجداد کے کمالات آپ کی نبوت کی تمہیدات ہیں	۲۵۵
ہاشم کی شرافت و علو مرتبہ پر اہلِ تاریخ کا اتفاق	۲۵۵
نبی علیہ السلام کی احادیث کے لئے تفسیر ہے	۲۵۵
حدیث فضل عائشہ کفضل الثرید کی عجیب شرح	۲۵۶
ہاشم کی تقریر سے لطیف آٹھ استنباطات	۲۵۷
چاروں بھائیوں کا سلاطین سے قریش کے لئے تجارتی سہولتیں حاصل کرنا	۲۵۷
عبد شمس و ہاشم کے توأمین ہونے کا عجیب قصہ	۲۵۸
اُمیّہ کے حسد اور ہاشم سے مقابلے کا قصہ	۲۵۸
عبد المطلب و حرب بن اُمیّہ کے مفاخرے کا قصہ	۲۵۸
ایام حج میں قصی کی سبق آموز تقریر	۲۵۹

احوال بنو سلمہ	۲۵۹
بیان قبیلہ ثقیف	۲۶۰
ابو رغال کون تھا؟	۲۶۱
بیان حدیبیہ	۲۶۲
صلح حدیبیہ کا مختصر ذکر	۲۶۳
بیان حجاز اور وجہ تسمیہ و بیان حدود حجاز	۲۶۳
بیان حرم۔ حرم کی حد بندی ابراہیم علیہ السلام نے کی ہے	۲۶۴
حرم کے محاذی آسمانوں کا حصہ بھی محترم ہے	۲۶۵
حدودِ حرم کی تقرری کی وجہ فرشتوں کا قیام ہے	۲۶۵
بیان احوال دیوان حماسہ	۲۶۵
اس کی تالیف کا سبب	۲۶۶
حماسۂ ابو تمام کے علاوہ دیگر حماسوں کی تفصیل	۲۶۷
قبیلۂ خزرج کا بیان	۲۶۸
مدینہ میں اسلام خزرج ہی کے واسطے سے پہنچا	۲۶۸
اوس و خزرج میں اسلام کے بعد مسابقت کے چند احوال ایمانیہ	۲۶۹
قتل کعب کے بعد قتل ابو رافع یہودی اسی مسابقت کا نتیجہ تھا	۲۶۹
بیان بلدۂ داوردان	۲۷۰
بیان قبیلہ روم	۲۷۰
بیان ملک شام اور ذکر وجہ تسمیہ	۲۷۱
بیان شہر حرام	۲۷۲
اشہر حرم کی تعظیم اہل جاہلیت پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت تھی	۲۷۲
حرمت اشہر حرم کی تاریخ	۲۷۳
اشہر حرم کی ترتیب میں اختلاف ہے	۲۷۳
اشہر حرم کے تین متوالی اور رجب کے منفصل ہونے کی حکمت پر لطیف بحث	۲۷۳
رجب مضر کی اضافت کی وجہ	۲۷۵
اشہر حرم میں حرمت قتال کا حکم اسلام میں منسوخ ہے یا نہیں	۲۷۶
بیان صفا۔ صفا و مروہ پر دو بت اساف و نائلہ نصب تھے	۲۷۷
اساف و نائلہ کا قصہ مسخ	۲۷۷
بیان جبل طور	۲۷۸
یہ پہاڑ کسی وقت بھی اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہوتا	۲۷۸
بیان بلدۂ طائف	۲۷۸
بیان طاعون	۲۷۹
تفصیل طاعون میں مؤلف کے رسالہ الطاعون کی تلخیص	۲۷۹
طاعون کی حقیقت و اسباب	۲۷۹
طاعون مدینہ و مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا	۲۸۰
طاعون کے روحانی اسباب	۲۸۰
طاعون میں مرا ہوا شہید ہے	۲۸۱
ذکر طاعون عمواس	۲۸۲
بڑے طواعین کے احوال تاریخیہ	۲۸۳
بیان عدنان جدّ عرب و جدّ حادی و عشرین لبنتینا صلی اللہ علیہ وسلم	۲۸۸
کل عرب یا عدنانی ہونگے یا قحطانی	۲۸۸
کیا نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب عدنان سے اوپر معلوم ہے؟	۲۸۸
ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب	۲۸۹
معد بن عدنان بخت نصر کے معاصر تھے	۲۸۹
بخت نصر کے ظلم سے اللہ تعالیٰ نے معد بن عدنان کو کیسے بچایا؟	۲۸۹

عدنان موسیٰ علیہ السلام کے معاصر تھے	۲۹۰
بیان عرفات اور وجہ تسمیہ	۲۹۰
بیان قوم عمالقہ	۲۹۰
عمالقہ اولاد سام بن نوح ہیں	۲۹۱
عمالقہ عرب بائدہ ہیں اور اَب موجود نہیں۔	۲۹۱
فراعنۂ مصر عمالقہ تھے	۲۹۱
فراعنہ ابراہیم و یوسف و موسیٰ علیہم السلام کے اسماء	۲۹۱
مدینہ میں یہود کی پہلی آمد کا قصہ	۲۹۱
تفصیل عرب بائدہ و باقیہ	۲۹۲
بلعم بن باعوراء قوم عمالقہ میں سے تھا	۲۹۲
قصہ بلعم	۲۹۲
عمالقہ کے بارے میں مزید تاریخی بحث	۲۹۳
عمالقہ کی وجہ تسمیہ کی تحقیق	۲۹۳
زمانۂ قدیم میں عراق پر عمالقہ کے حکمرانوں کے اسماء و مدت حکومت کا نقشہ	۲۹۴
بیان عزیٰ	۲۹۵
عزیٰ بت کے تفصیلی احوال	۲۹۵

مُقدِّمة شرح البيضاوي

المُسمّاة

أثمار التكميل

لِما في

أنوار التنزيل

الجزء الثاني

لإمام المحدّثين نجم المفسّرين زبدة المحقّقين

العلّامة الشيخ مولانا **محمّد موسى** الرّوحاني البازي

رحمه الله تعالى وطيّب آثاره

إدارة تصنيف وأدب

زهير

الجزء الثانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

العرب۔ یہ لفظ تفسیر ہذا میں متکرر الذکر ہے۔ موضوع ہذا میں میری ایک مستقل کتاب ہے موسوم بتجبیر الحسب بمعرفۃ اقسام العرب۔ اس کا محصل پیش خدمت ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اصحاب تاریخ کہتے ہیں کہ کل عرب تین طبقات پر منقسم ہیں ہر عربی شخص ان تین طبقات میں سے کسی ایک میں ضرور داخل ہوگا۔ گویا کل عرب تین بڑے قبائل پر منقسم ہیں۔

طبقۂ اولیٰ کو عرب بائدہ کہتے ہیں۔ یہ قدیم تر طبقہ ہے جو ختم ہو چکا ہے۔ اس طبقہ کا ایک قبیلہ بھی اب روئے زمین پر موجود نہیں ہے

طبقۂ ثانیہ عرب عاربہ ہے۔ یہ قحطانیہ بھی کہلاتا ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب قحطان تک پہنچتا ہے قحطانیین کا اصل وطن و مسکن یمن ہے۔ اہلِ یمن و بادشاہانِ یمن سارے اولادِ قحطان ہیں۔

طبقۂ ثالثہ عرب مستعربہ کے نام سے موسوم ہے۔ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کو عرب مستعربہ عدنانیین کہتے ہیں۔ عرب مستعربہ سارے کے سارے اولاد عدنان ہیں اور عدنان کا سلسلۂ نسب اسمٰعیلؑ تک جا پہنچتا ہے۔ عدنان ہمارے نبی علیہ السلام کا جدِ اعلیٰ ہے۔ لہٰذا ہمارے نبی علیہ السلام اور تمام قبائل قریش و قبائل حجاز عدنانی یعنی عرب مستعربہ ہیں۔

ہمارے نبی علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک عرب کے صرف آخری دو طبقے موجود تھے یعنی عدنانیہ و قحطانیہ۔ لہٰذا آپ یوں بھی تقسیم کر سکتے ہیں کہ عرب دو قسم پر ہیں بائدہ و باقیہ۔ بائدہ کی نسل ختم ہو چکی ہے اور اگر کہیں شاذ و نادر موجود ہو تو وہ عاربہ و مستعربہ میں داخل ہو گئی ہے۔ و باقیہ کی دو قسمیں ہیں قحطانیہ و عدنانیہ۔ پس موجودہ دور میں عرب یا قحطانی ہوں گے یا عدنانی۔ ان دو قسموں سے کوئی عربی باہر نہیں ہے۔ کتاب ہذا میں ہم نے قحطان و عدنان کا الگ الگ ترجمہ ذکر کیا ہے۔ فراجع ذلک ان شئت التفصیل۔

بیان عرب بائدہ۔ عرب بائدہ کے بعض قبائل کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ بائدہ کے قبائل یہ ہیں عاد۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس۔ امیم۔ جاسم۔ عبیل۔ عبد بن ضخم۔ جرہم اولی۔ عمالقہ۔ وحضورا۔ راجع تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۰۳۔ قوم عاد و قوم ثمود کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔

عرب بائدہ سام بن نوحؑ کی اولاد ہیں۔ سام کے کئی بیٹے تھے اول ارم بن سام بن نوحؑ دوم لاوذ بن سام بن نوحؑ سوم ارفخشد (بالذال وقیل بالدال المہملۃ) ابن سام بن نوحؑ۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۱۳۔ فاما عاد فھو عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام وکانوا ینزلون

الاحقاف من الرمل فارسل اللہ الیھم ھودًا علیہ السلام واما ثمود فھو ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام وکانوا ینزلون الحجر فارسل اللہ الیھم اخاھم صالحًا علیہ السلام واما طسم وجدیس فھما ابناء لاود بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ونزلوا الیمامۃ الاود بالذال الدال المھملۃ)۔

واما اخوھما عملیق فھو عملیق بن لاود بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نزل بعضھم بالحرم وبعضھم بالشام وجمع عملیق عمالقۃ فالعمالقۃ اسم تفرقوا فی البلاد ومنھم فراعنۃ مصر والجبابرۃ ومنھم ملوک فارس و اھل خراسان۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۱۳۔ اس کتاب میں ایک اور جگہ پر عمالقہ کی کچھ تفصیل مذکور ہے فراجع ذلک۔

فرعونِ موسیٰ و فرعونِ ابراہیم و فرعونِ یوسف علیہم السلام عمالقہ میں سے تھے۔ یہ تین مشہور ہیں۔ ان تین کے بارے میں مؤرخ محمد بن حبیب بغدادی متوفی ۲۴۵ھ اپنی کتاب المحبر۔ ص ۴۶۶ پر لکھتے ہیں الفراعنۃ وھم ثلاثۃ نفر اولھم سنان بن الاشل بن علوان بن العبید بن عریج بن عملیق بن یلمع بن عابر بن اسلیحا ابن لوذ بن سام بن نوح علیہ السلام ویکنی ابا العباس وھو فرعون ابراھیم علیہ الصلاۃ والسلام۔ والثانی الریان بن الولید بن لیث بن فاران بن عمرو بن عملیق بن یلمع وھو فرعون یوسف علیہ السلام۔ والثالث الولید بن مصعب بن ابی اھون بن الھلواث بن فاران بن عمرو بن عملیق بن یلمع وھو فرعون موسیٰ علیہ السلام قال (العلہ قیل) کان فرعون یوسف جدّ فرعون موسیٰ علیھما السلام واسمہ برخونی انتھی۔ معارف و محبر کی عبارتوں میں باعتبار اسماء وغیرہ کچھ اختلاف ہے۔ اسی طرح دیگر کتبِ تاریخ میں بھی ان اقوام قدیمہ کے نسب و بعض تفصیلات میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ قومیں زمانہ انضباطِ تاریخ سے بہت پہلے گذری ہیں اس واسطے اہل تاریخ اس قسمِ اختلاف میں معذور رہیں۔

ملاحظہ ہوں تاریخ طبری، ج ۱ ص ۱۰۳ و مروج الذہب للمسعودی ج ۱ ص ۹۲۔ المعارف لابن قتیبۃ۔ ص ۱۳۔

واما امیم فھو امیم بن لاود بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نزل بارض فارس فجناس الفرس کلھم من ولد امیم ثم قال ابن قتیبۃ فی المعارف والانبیاء کلھم عجمیھم وعربیھم والعرب کلھا یمنیھا ونزاریھا من ولد سام بن نوح علیہ السلام اھ۔ قال الامام الطبری فی تاریخہ الکبیر ج ۱ ص ۱۰۲ عن وھب بن منبہؒ یقول ان سام بن نوحؑ ابو العرب وفارس والروم وان حام بن نوحؑ ابو السودان وان یافث بن نوح علیہ السلام ابو الترک ویأجوج ومأجوج۔

ثم قال الطبری فی احوال بنی جاسم وغیرھم وکان اھل البحرین واھل عمان منھم امۃ یسمون جاسم وکانوا ساکنی المدینۃ منھم بنو ھف وسعد بن ھزان وبنو مطر وبنو الازرق وکان بنو امیم بن لاود بن سام بن نوحؑ اھل وبار بارض الرمل رمل عالج فاصابتھم من اللہ عز وجل نقمۃ من معصیۃ اصابوھا

فهلکوا وبقیت منهم بقیة وهم الذین یقال لهم النسناس (قلتُ وقد ذکرنا بعض احوال النسناس فی بیان عنقاء مغرب من فصل الحیوان فی هذا الکتاب فراجعه) فکانت طسم والعمالیق وامیم وجاسم قومًا عربًا بالسانهم الذی جبلوا علیه لسان عربی وکانت فارس من اهل المشرق ببلاد فارس یتکلمون بهذا اللسان الفارسی اه مافی تاریخ الطبری۔

وعن سمرة بن جندب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وُلِدَ نوحٍ ثلاثةٌ سام وحام ویافث فسام ابو العرب وحام ابو الزنج ویافث ابو الروم۔ وعن سعید بن المسیّب یقول وُلِد نوحٍ علیہ السلام ثلاثةٌ و وُلِدَ کلِ واحدٍ ثلاثةٌ سام وحام ویافث فولد سام العرب وفارس والروم وفی کل هؤلاء خیرٌ ووُلِد یافث التُرک والصقالبة ویأجوج ومأجوج ولیس فی واحدٍ من هؤلاء خیرٌ ووُلِد حام القبطُ والسودانُ والبربرُ۔ اثر سعید بن المسیّبؒ مذکورہ صدر مرفوع روایتِ سمرۃ بن جندبؓ کے خلاف ہے اور روایتِ مرفوعہ بہرحال اولیٰ ہے غیر مرفوع روایت سے۔

سوال۔ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے چنانچہ خود مجھ سے کئی طلبہ وعلماء نے سوال کیا کہ اہلِ پاکستان وہندستان نوح علیہ السلام کی اولادِ ثلاثہ میں سے کس کی نسل سے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ پاکستان وہندستان اولاد حام بن نوح علیہ السلام ہیں قال ابن اسحاق کما حکی عنہ الامام الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص۱۰۴ ومن وُلِد حام بن نوح علیہ السلام النوبة والحبشة وفزّان والهند والسند واهل السواحل فی المشرق والمغرب۔

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا جدّ وہی ہے جو عرب کا ہے یعنی سام بن نوح۔ فذکر ابن جریر باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اوحی اللہ الی موسی علیہ السلام انک یا موسیٰ قومک واهل الجزیرة واهل العالی من وُلدِ سام بن نوح۔ وقال ابن عباس والعرب والنبط والهند والسند من ولد سام بن نوح علیہ السلام انتهی ماذکر ابن جریر فی تاریخ الامم والملوک ج ۱ ص۱۰۵ اور ہند وسندھ بلاریب اہل پاکستان یعنی پنجاب وسرحد وبلوچستان داخل ہیں۔

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ ہند وسند اولاد یافث بن نوح علیہ السلام ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حام کے تین بیٹے تھے قوط بن حام وکنعان بن حام وکوش بن حام۔ اور حبشہ وہند وسند اولاد کوش بن حام ہیں۔ ایک اور روایت ہے کہ ہند وسند اولاد قوط بن حام ہیں۔ کذا فی تاریخ الطبری۔ قال القزوینی فی آثار البلاد ص۹۴ قالوا السند والهند کانا اخوین من ولد توقیر بن یقطن بن حام بن نوح علیہ السلام انتهی۔

یہ تین اقوال ہوئے۔ اول یہ کہ ہمارا جدّ حام ہے دوم یہ کہ سام ہے سوم یہ کہ یافث ہے۔ ہم پاک وہند کے

باشندوں کے لیے اولادِ یافث یا اولادِ حام ہونے کی بجائے اولادِ سام ہونا موجبِ فخر و مسرت ہے۔

اوّلاً تو اس لیے کہ اس طرح ہم عرب کے قریب ہو کر ان کے ابناء عمّ ہو جائیں گے۔ اور عرب کی فضیلت مسلّم ہے۔ مرفوع احادیث میں ان کے فضائل مروی ہیں۔ لہٰذا ان کا قریب یا قریب تر ہونا باعثِ مسرت ہے۔

ثانیاً اس طرح ہم نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے قریب تر ہو جاتے ہیں جو موجبِ فخر ہے آپؐ بھی سامی ہیں اور ہم بھی سامی۔

ثالثاً۔ سامی النسل ہونے میں ہم کل انبیاء اللہ و رسل اللہ صلوات اللہ و تسلیماتہ علیہم کے نسلاً قریب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کل انبیاء علیہم السلام سامی النسل تھے کما قدّمنا آنفاً۔ اور یہ عظیم سعادت ہے۔ قال غیر ابن اسحاق من المؤرخین انّ نوحاً دعا لسام بان یکون الانبیاء والرسل من ولدہ ودعا لیافث بان یکون الملوک من ولدہ۔

رابعاً۔ سامی ہونے کے طفیل ہم خیر و برکات والی نسل و جماعت میں داخل ہوتے ہیں جیسا کہ سعید بن المسیبؒ کی مذکورہ روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ سام کی اولاد ہی خیر و برکت والی جماعت ہے بخلاف اولادِ یافث کہ عموماً شر والی جماعت ہے۔

خامساً۔ حامی النسل ہونے میں ہم حبش و سوڈان و بربر و قبط کے اخوان و ابناء عم ہوں گے اور یہ بات ہمارے لیے موجبِ برکت و باعثِ مسرت نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان اقوام کو دنیا میں دیگر قومیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتیں۔ یافثی النسل ہونا بھی ایسا ہی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ حبش اولادِ یافث ہیں۔

سادساً۔ یافثی النسل ہونے میں ہم رومیوں کے ابناء عم اور بجائے عرب کے رومیوں سے قریب تر ہوں گے اور یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہے۔ روم ہمیشہ اسلام کے دشمن رہے ہیں اور آج بھی اسلام دشمنی میں آگے آگے ہیں۔

سابعاً۔ یافث ابوالترک ہے۔ تو یافثی ہونے میں ہم روس و تاتار و ترک و چین کے قریب ہوں گے کیونکہ عربی کی قدیم تاریخ میں لفظ ترک سے صرف موجودہ ترک مراد نہیں ہیں بلکہ لفظ ترک صقالبہ اہل روس و قوم تاتار و چین وغیرہ سب کو شامل ہے۔ کما صرّح بہ اصحاب التاریخ۔ ظالم و جابر چنگیز تاتاری ہی تھا۔ اور یہ قرب و رشتہ ہمارے لیے تکلیف دہ ہے۔

ثامناً۔ یافثی النسل ہونے کی صورت میں ہم بعض خاص خیر و برکات سے محروم ہوں گے اور بعض خاص قسم کے شر و فساد کی حامل نسل سے وابستہ ہوں گے۔ کیونکہ ابن المسیبؒ کی مذکورہ روایت سے اولادِ یافث کا

مسلوب الخیر ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ قرابت و تعلق ہمارے لیے روح فرسا ہے۔

تاسعًا۔ یافثی النسل ہونے کی حالت میں ہم نسلِ یاجوج و ماجوج سے وابستہ ہوں گے اور ان کے ابناء عم ہوں گے۔ کیونکہ یاجوج و ماجوج اولادِ یافث ہیں۔ اور یہ رشتہ ہم مسلمانوں کے لیے سوہانِ روح و قلب ہے۔

عاشرًا۔ حامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کی بددعا کی زد میں آتے ہیں یا اس کی زد میں آنے کا خطرہ ہے اور یہ نہایت دکھ اور بڑی خطرناک بات ہے۔ کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے حام اور اولادِ حام کو یہ بددعا دی تھی کہ وہ اولادِ سام و یافث کے ماتحت یا غلام رہیں۔ اسی طرح اگر ہم سامی النسل ہوں تو نوح علیہ السلام کی نیک دعا کا مصداق بنتے ہیں اور یہ بات ایمان افزا وسعادتِ عظیم ہے۔

روی ضمرۃ بن ربیعۃ عن ابن عطاء عن ابیہ قال ولد حام کلھم اسود جعد الشعر وولد یافث کلٌ عظیم الوجہ صغیر العینین وولد سام کل حسن الوجہ حسن الشعر قال ودعا نوح علیہ السلام علی حام الا یعد وشعر ولدہ اذا نھم وحیث ما لقی ولدہ ولد سام استعبد وھم۔ کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۰۱۔

اسی بددعا کا اثر ہے کہ حام کی اولاد کے بعض قبائل کالے ہیں اور جو کالے رنگ والے نہیں ان میں اس بددعا کا ظہور کسی اور صورت میں ہوگا۔ قال ابن اسحاق ویزعم اھل التوراۃ ان ذلک السواد فی اولادِ حام لم یکن الا عن دعوۃٍ دعاھا نوحٌ علی ابنہ حام وذلک ان نوحًا علیہ السلام نام فانکشف عن عورتہ فراٰھا حام فلم یغطھا ورآھا سام ویافث فالقیا علیھا ثوبًا فوارَیا عورتہ فلما ھَبَّ من نومتہ علم ما صنع حامٌ وسام ویافث فقال ملعون کنعان بن حام یکونون عبیدًا لاخوتہ وقال یُبارِکُ اللہ ربی فی سام ویکون حامٌ عبدًا اخرَیہ ویقرض اللہ یافث ویحلّ فی مساکن سام ویکون حام عبدًا لھم انتھی ما ذکرہ ابن اسحاق تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۰۲۔ ومثل ذلک فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۱۲۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۲ ان السفینۃ لنوح علیہ السلام طافت ببیت المقدس اسبوعًا وطافت ببیت اللہ۔ وروی ان نوحًا علیہ السلام قال لاھل السفینۃ وھی تطوف بالبیت العتیق انکم فی حرم اللہ وحول بیتہ لا یمس احد امرأۃ وجعل بینھم وبین النساء حاجزا ویذکر ان ولدہ حامًا تعدی وطئ زوجتہ فدعا علیہ بان یسوّد اللہ لون بنیہ فاجاب اللہ دعاءہ فی اولادہ فجاء ولدہ اسود وھو ابو السودان۔

حادی عشر۔ سامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام کی مذکورہ صدر دعا کے مصداق ہونگے اور قیامت تک اولادِ حام کے مقابلے میں بلند مناصب اور دیگر فوائد و ثمراتِ طیبات کے قابل و مستحق

بنتے ہیں۔ اور یہ وہ بے بہا سعادت ہے جو بزورِ بازو حاصل نہیں ہو سکتی۔

ثانی عشر۔ سامی النسل ہونے کی تقدیر پر ہم باعتبار اصل حَرَمی یعنی باشندگانِ حرم شریف ہوں گے اور حرم مکہ شریفہ ہی ہمارا وطنِ اصلی ہوگا اور ہم اَجدادِ قدیمہ کے پیشِ نظر و حیران بیت اللہ ہوں گے اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں میں سے سام اور اس کی اولاد نے مکہ مکرمہ کو اپنا مسکن و وطن اختیار کیا تھا۔ بعدہ مکہ مکرمہ سے نکل کر ادھر ادھر اطرافِ عالم میں منتشر ہوئے قال ابن جریر فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۳۰ فوُلِدَ لسام عابر وآشوذ وأرفخشد ولاوذ وارم وکان مقامہ بمکۃ قال فمن وُلِدِ أرفخشد الانبیاء والرسل وخیارُ الناس والعرب کلھا والفراعنۃُ بمصر اھ۔

بیان "عرب عاربہ"۔ عرب کا دوسرا طبقہ عرب مستعربہ و قحطانیہ کہلاتا ہے۔ ان میں سے اکثر یمن کے باشندے تھے۔ یمن میں یعرب بن قحطان اور اس کی اولاد مدت مدید تک حکمران رہی۔ انہوں نے یمن کے سابق حکمران عرب بائدہ سے سخت لڑائیاں لڑ کر حکومت حاصل کی تھی۔ یمن کے بادشاہان تبابعہ (جمع تبع) قحطانی النسل تھے۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ و دیگر اراضیِ حجاز پر بھی انھوں نے حکومت کی ہے۔ مؤرخین نے ان کی حکومت کے احوال بسط سے ذکر کیے ہیں لیکن ان کے اقوال میں بڑا اختلاف ہے۔

قحطان کا نام توراۃ سفر تکوین میں یقطان ہے۔ نسابین کا اس کے سلسلۂ نسب میں اختلاف ہے۔ تاہم اس بات پر اتفاق ہے کہ قحطان مثلِ عدنان سامی النسل یعنی اولاد سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہے۔ فقیل ھو قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ (بالذال ورُوی بالدال المھملۃ ایضاً) بن سام بن نوح علیہ السلام یہ اکثر نسابین کی رائے ہے۔

ملاحظہ ہوں المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۳۵۴ و مروج الذھب ج ۱ ص ۲۷۶ و ابن ھشام ج ۱ ص ۴ و نھایۃ الارب ج ۲ ص ۲۷۵ و تاریخ الامم والملوک ج ۱ ص ۲۰۵ و تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۹ والاکلیل ج ۱ ص ۵۷ وکتاب الاشتقاق ص ۲۱۷ والاخبار الطوال ص ۹ والتنبیہ ص ۷۔

اور تورات میں قحطان کا نسب یوں ہے یقطان بن عابر بن شالخ بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ کذا فی سفر التکوین۔ الاصحاح العاشر الآیۃ ۲۵ فما بعدھا۔ وقال ابن سعد فی طبقاتہ ج ۱، القسم الاول ص ۱۸ وابن خلدون فی تاریخہ ج ۱ ص ۹ ویقطن ھو قحطان بن عابر بن شالخ اھ۔ بعض اہل تاریخ کے نزدیک قحطان ہود نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ہیں اور بقول بعض قحطان خود ہود علیہ السلام کا نام ہے۔ راجع ترجمۃ قحطان من ھذا الکتاب۔

بہرحال عرب باقیہ دو قسم پر ہیں۔ قحطانیہ وعدنانیہ۔ موجودہ زمانہ میں کوئی عربی شخص ان دو طبقوں سے خارج نہیں ہے۔ بس وہ یا عرب عاربہ یعنی قحطانی ہوگا یا عرب مستعربہ میں شمار ہوگا یعنی عرب عدنانی اسمٰعیلی ہوگا۔

عدنانی کو اسماعیلی بھی کہتے ہیں۔ عدنان کا سلسلۂ نسب اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام تک جا پہنچتا ہے۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ اولادِ قحطان کی زبان عربی تھی اور اوّل اوّل عربی بولنے والے یعرب بن قحطان ہیں۔ قیل اوّل من تکلّم بالعربیۃ یعرب بن قحطان وقحطان اوّل من قیل لہ أنعِمْ صباحًا ومن قیل لہ أبیتَ اللعنَ۔ راجع السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۸ ومروج الذہب للمسعودی ج ۱ ص ۲۷

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ قحطانیہ اصل عرب ہیں اور عربی زبان میں بھی وہ اصل ہیں۔ اور عدنانیہ طبقہ تابع ہے قحطانیہ کا۔ اور قحطانیوں سے انھوں نے عربی زبان سیکھی تھی۔ اسی وجہ سے انھیں مستعربہ کہتے ہیں ای التابعۃ للعرب۔ اور قحطانیوں کو عرب عاربہ کہتے ہیں یعنی اصل العرب فی العربیۃ۔

لیکن یہ قول تحقیق کے خلاف ہے۔ حق یہ ہے کہ عربی زبان کے اوّل متکلم اسماعیل علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام و وحی اسماعیل علیہ السلام کو یہ زبان سکھادی تھی۔ یاد رکھیں نسبِ عربیت یعنی عربی قومیت اور چیز ہے اور زبانِ عربی اور چیز ہے یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ عرب بائدہ و مستعربہ اگرچہ قومیت کے لحاظ سے عرب ہیں یعنی سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ عرب بائدہ کی زبان ہرگز عربی نہ تھی۔ اسی طرح عرب عاربہ کی زبان بھی عربی نہ تھی۔ علی التسلیم ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ یعرب اور اس کی اولاد کی زبان کے بعض کلمات و لہجات کچھ کچھ عربی زبان سے مشابہ ہوں لیکن موجودہ قرآنی فصیح عربی سے وہ ناآشنا تھے۔ محققین نے اس بات کی تصریح کی ہے۔

اس بات کی تائید ان کتباتِ حجریہ سے ہوتی ہے جو ماہرینِ آثار قدیمہ و مستشرقین کو تبابعۂ یمن و بادشاہانِ حمیر کے محلات و ملوکِ سبائیین کے قلعوں سے زمانۂ حال میں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان کتبات کی لغت ہرگز لغتِ عربیہ قرآنیہ کے موافق نہیں ہے۔ والتفصیل فی کتابی المستقل فی بیان اللغۃ العربیۃ واول متکلم بھا ان شئت التحقیق فراجعھا۔

بیانُ "عربِ مستعربہ" عرب کا یہ طبقہ اسماعیلیہ و عدنانیہ کہلاتا ہے۔ اولادِ عدنان و قبائلِ اولادِ عدنان عرب مستعربہ ہیں۔ ان کا اصل وطن مکہ۔ مدینہ۔ طائف۔ جدہ۔ خیبر وغیرہ سرزمینِ حجاز ہے۔ قریش عدنانی ہیں ہمارے نبی علیہ السلام عدنانی ہیں۔ عدنان کا شجرۂ نسب اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

عدنان کا مشہور بیٹا معدّ بن عدنان ہے۔ یہ ہمارے نبی علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں۔ عدنان و معدّ بن عدنان مشہور ظالم بادشاہ بُخت نصر کے معاصر ہیں۔ جب عرب اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی میں حد سے آگے نکلے اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور بنی اسرائیل پر بخت نصر بادشاہِ بابل و عراق کو مسلط کر دیا۔ بنی اسرائیل اور بیت المقدس کو تباہ کرنے کے بعد بخت نصر اپنی افواج کو لے کر عرب کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے مقابلے میں عدنان فوج لے کر آیا۔ عدنان کو شکست ہوئی۔ بخت نصر

ہزارہا عرب مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے واپس بابل لوٹا۔ یہ جنگ مقام ذات عرق میں ہوئی۔ عدنان صحیح وسالم بچ گیا۔ بخت نصر کی واپسی کے بعد عدنان مرگیا۔

اس جنگ وتباہی سے قبل اللہ تعالیٰ نے معد بن عدنان کو بعض انبیاء کے ساتھ ملک شام پہنچا کر محفوظ رکھا۔ کیونکہ معد بن عدنان کی نسل سے اللہ تعالیٰ کو نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا تھا تاریخ طبری ج ۱ ص ۲۹۲ میں ابن جریر لکھتے ہیں وانّ اللہ تعالی أوحی الی أرمیا وبرخیا أنّ اللہ قد أنذر قومکما فلم ینتہوا فعاد وابعد الملکِ عَبیدًا وبعد نعیم العیش عالةً یسألون الناس وقد تقدّمتُ الی اھل عربة بمثل ذلک فأبَوا إلّا لجاجةً وقد سلّطتُ بخت نصر علیہم لانتقم منہم فعلیکما بمعدِّ بن عدنان الذی مِن وُلدِہ محمدٌ صلی اللہ علیہ وسلم الذی أُخرِجہ فی أخر الزمان أختم بہ النبوّة وأرفع بہ من الضِعة فخرجا تُطوی لہما الارضُ حتی سَبقا بخت نصر فبقیا عدنانَ قد تلقاھما فطویاہ الی معدٍّ ولمعدّ یومئذ اثنتا عشرة سنةً فحمّلہ برخیا علی البراق وردف خلفہ فانتہیا الی حران من ساعتھما وطُویتْ لارمیا الارضُ فاصبح بحران فالتقی عدنانُ وبخت نصر بذات عرق فہزم بخت نصر عدنانَ۔ اھ

تو عدنان معاصر بخت نصر ہے اور بخت نصر بن نابوبولصر بادشاہ بابل کی وفات ۵۶۱ء قبل میلاد عیسیٰ علیہ السلام میں ہوئی۔ کذا فی دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۵۱۔ یہ محققین وزمانہ حال کے مستشرقین کی رائے ہے اور بعض مؤرخین کے نزدیک بخت نصر عیسیٰ علیہ السلام کا معاصر بلکہ ان سے کچھ مؤخر ہے۔

عُکاظ۔ آیت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلًا من ربکم کی شرح میں مذکور ہے۔ موضوع ہذا میں میری ایک مستقل تصنیف ہے مسمی بہ غایۃ الطلب فی أسواق العرب اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مقام عکاظ میں ایک بڑا بازار اور میلہ لگتا تھا۔ اسے عرب سُوق عکاظ کہتے تھے۔ جزیرۂ عرب میں اسی طرح کئی بازار لگتے تھے جن میں مختلف قبائل تجارت اور دیگر کئی مقاصد کے لیے شرکت کرتے تھے۔ یہ بازار عربوں کی تجارت اور شان وشوکت کے مظہر ہوتے تھے۔ ان میں سب سے بڑا سوق عکاظ تھا۔ یہ درحقیقت ایک بڑا میلہ ہوتا تھا جس میں قبائل مختلف اغراض کے لیے کثرت سے شرکت کرتے تھے بعض کا مقصد تجارت ہوتا اور شعراء اپنے اشعار کی تشہیر کرانے کی غرض سے آتے تھے۔

عکاظ میں جلسے منعقد ہوتے تھے جن میں ہر قبیلہ والے اپنے شعرا پیش کرتے تھے۔ شعراء اپنے اشعار میں اپنی بڑائی اور اپنے آباء وقبیلہ کے مناقب ومفاخر بیان کرتے تھے۔ پھر ان اشعار پر تنقید یا تحسین وداد کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ کسی قبیلہ کے مفاخر وخوبیوں کے اظہار کے لیے شعر سب سے مؤثر اور عظیم ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اس واسطے ہر قبیلہ اپنے شاعر کی بادشاہ کی طرح تعظیم کرتا تھا۔ شاعر بے تاج بادشاہ ہوتا تھا۔

سبع معلقات مشہور قصائد اسی بازارِ عکاظ میں عظیم فصاحت وسلاست وبلاغت کی وجہ سے بازار کے خاص حصے میں لٹکائے گئے تھے۔ بازار عکاظ والوں کا انتخاب آج بھی مسلّم ہے اور آج تک یہ سبع قصائد

ابلغ و افصح و احسن شمار ہوتے ہیں۔

اسی طرح خطباء و فصحاء عرب اپنے خطبوں میں اپنے قبائل کی تعریف کرتے ہوئے اپنی فصاحت و بلاغت پر اتراتے تھے۔ چنانچہ ان جلسوں میں خطیبوں کے مقابلے بھی ہوتے تھے۔ تاہم نثر کے مقابلے میں نظم کا چرچا زیادہ تھا۔ سوقِ عکاظ خصوصًا اور دیگر بازار عمومًا لغتِ عربیہ کی فصاحت و بلاغت کی تہذیب و تنقیح و عظمت کا منبع تھے۔

دائرۃ المعارف لفرید وجدی ج ۶ ص ۵۳۵ میں ہے عکاظ نخل بقرب الطائف فکانت قبائل العرب تقصدھا لانھا فی طریقھا الی الحج فیجتمعون منہ فی مکان یقال لہ الابتداء فتعرساوا قم بالناس فینتھز الشعراء ھذہ الفرصۃ فیعرضون ما قالوہ من نُخَبِ قصائدھم علی نَقَدَۃِ القریض ھناک ویکون لذلک احتفالٌ حافل یشھدہ الجماھیر فتشیع قصائدھم شیوعًا تامًّا ویتم بھا الرکبان فی کل صقع وفی ذلک غایۃ ما یتمناہ شاعر لشعرہ۔

ولقد کان لھذہ السوق العظیمۃ وغیرھا من اسواق العرب تأثیر کبیر فی تھذیب اللغۃ العربیۃ فان کل شاعر و خطیب کان یفضی باحسن ما فتح اللہ بہ علیہ من المعانی العالیۃ فی العبارات الجزلۃ المنتخلۃ فیتلقفھا السامعون ویدخلونھا الی کلامھم ویلفظون ماسواھا من وحشی الکلمات ومتنافر التراکیب و فی ذلک من اثر التھذیب اللغوی ما لا یستھان بہ۔ وکانت قریش لقربھا من تلک السوق (سوق عکاظ) اسبق القبائل لالتقاط کل معنی حسن و لفظ جزل وعبارۃ شادۃ فنسب الیھا التھذیب الاخیر للغۃ واستأھلت الشرف العظیم بنزول القرآن الکریم بلغتھا واعتبرت لھجتھا اخلص لھجات العرب من التعقید والتنافر اھ

وقال فی المفصل ج ۱، ص ۳۷۵ واشھر الاسواق و اعرفھا سوق عکاظ وھی سوق تجارۃٍ وسیاستٍ وادبٍ فیھا کان یخطب کل خطیب مصقع وفیھا علقت القصائد السبع الشھیرۃ افتخارًا بفصاحتھا علی کل من یحضر الموسم من شعراء القبائل علی ما یذکرہ بعض اھل الاخبار وفیہ ص ۳۸۱ ویظھر من الروایات ان حظ المفاخرۃ والمباھاۃ والتمدح والذم لم یکن باقل من حظ البیع والشراء فی سوق عکاظ فقد کان الشعراء یعرضون اجود واحدث ما عندھم من شعر علی الحاضرین وکان کثیر من الحاضرین انما یفدون الیھا للوقوف علی احدث ما یقال من صنوف الشعر وھو صنف رائج اکثر من رواج النثر بالطبع لما فیہ من ایقاع وموسیقی ووزن وسھولۃ فی الحفظ واثر فی النفس لذلک کان للشاعر فی ھذہ السوق مکانۃ تزید کثیرًا علی مکانۃ التاجر فیھا لما للشعر من اثر فی الحیاۃ العامۃ لمجتمع ذلک الیوم۔

ویقال ان الشاعر الشھیر النابغۃ الذبیانی کان یحضر سوق عکاظ فتضرب لہ قبۃ من ادم یجلس تحتھا فیفد الیہ الشعراء من یرید ان یفتخر بشعرہ علی غیرہ لینشد امامہ شعرہ فیحکم علی شعرہ برأیہ لما لرأیہ من

اثر فی الناس وکان الشاعران الاعشی وحسان بن ثابت ممن احتکما الیہ وکذلک الشاعرۃ الخنساء اھ۔

راجع الاغانی ج ۹ ص ۱۵۶ وشعراء النصرانیۃ ج ۵ ص ۶۳۰ وتاج العروس ج ۵ ص ۲۵۴ واللسان ج ۹ ص ۴۴۷ و البلدان ج ۶ ص ۲۰۳ وابن خلدون ص ۶۴۲

بازار عکاظ کے محل وقوع وزمانہ انعقاد میں متعدد اقوال ہیں۔ مؤرخ ابن حبیب محبر میں لکھتے ہیں کہ عکاظ عرفات کے قریب ہے۔ قال وعکاظ باعلی نجد قریبًا من عرفات اھ محبر ص ۲۶۷ بعض مؤرخین کی رائے میں عکاظ ایک نخلستان (نخل) کا نام ہے۔ جو طائف سے ایک رات اور مکہ مکرمہ سے تین رات کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسی مقام پر یہ میلہ لگتا تھا۔

کتاب مفصل فی تاریخ العرب ج ۷، ص ۳۷۸ میں ہے وذکر ان عکاظ نخل فی وادبینہ وبین الطائف لیلۃ وبینہ وبین مکۃ ثلاث لیال وبہ کانت تقام سوق العرب وقیل عکاظ ماء ما بین نخلۃ والطائف الی بلد یقال لہ الفتق کانت موسمًا من مواسم الجاھلیۃ تقوم ھلال ذی القعدۃ وتستمر عشرین یومًا وکانت تجتمع فیہ قبائل العرب فیتعاکظون ای یتفاخرون ویتناشدون ما احدثوا من الاشعار یقیمون علی ذلک شھرًا یتبایعون ثم یتفرقون فلما جاء الاسلام ھدم ذلک انتھی۔ راجع تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۴ وفی المفصل وان للباحثین فی موضع سوق عکاظ آراء متباینۃ فیہ ولا زالت ھذہ الآراء متباینۃ حتی الیوم اھ۔

راجع لسان العرب ج ۷ ص ۴۴۷ - البکری ج ۴ ص ۹۶۱ القاموس ج ۲ ص ۳۹۶ تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۵ مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۹۵۳ شرح دیوان الحماسۃ ج ۳ ص ۱۵۱۴ اخبار مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۱۲۳ قال فی اخبار مکۃ وعکاظ وراء قرن المنازل بمرحلۃ علی طریق صنعاء فی عمل الطائف علی برید منھا وھی سوق لقیس بن عیلان وثقیف وارضھا لنصر اھ

سوق عکاظ کا انعقاد ہر سال ۱۵ ذوقعدہ سے آخر ذوقعدہ تک ہوتا تھا۔ محبر۔ ص ۲۶۷ میں ہے کہ سوق رابیہ وسوق عکاظ دونوں ایک ہی دن یعنی نصف ذی قعدہ سے شروع ہوتے تھے۔ رابیہ مکہ مکرمہ سے بہت دور ایک مقام کا نام ہے۔ رابیہ تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ قال فی المحبر وکانتا ای سوق عکاظ ورابیہ تقومان فی یوم واحد للنصف من ذی القعدۃ الی آخر الشھر وکانت عکاظ من اعظم اسواق العرب وکانت قریش تنزلھا وھوازن وطوائف من افناء العرب اھ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ سوق عکاظ یکم ذی قعدہ سے ۲۰ ذوقعدہ تک جاری رہتا تھا قال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص ۱۲۱ فاذا کان الحج فی الشھر الذی یسمونہ ذا الحجۃ خرج الناس الی مواسمھم فیصبحون بعکاظ یوم ھلال ذی القعدۃ فیقیمون بہ عشرین لیلۃ تقوم فیھا اسواقھم بعکاظ والناس علی مدا عیھم ورایاتھم منحازین فی المنازل تضبط کل قبیلۃ اشرفھا وقادتھا فاذا مضت العشرون انصرفوا الی مجنۃ

فاقاموا بها عشرًا اسواقهم قائمة فاذا رأوا اهلال ذی الحجة انصرفوا الی ذی المجاز فاقاموا بها ثمان لیال اسواقهم قائمة ثم یخرجون یوم التروية من ذی المجاز الی عرفة فیتروّون ذلك الیوم من الماء لانه لا ماء بعرفة ولا بالمزدلفة یومئذٍ وکان یوم التروية آخر اسواقهم انتهی۔

تفصیل کے لیے دیکھیے مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۹۵۳۔ قاموس ج ۲ ص ۳۹۶۔ صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۱۰۔ البلدان ج ۳ ص ۴۰۷۔ الازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۵۔ الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶۔ المفصّل ج ۷ ص ۳۷۸۔

بعض علماء کے نزدیک یہ بازار شوال میں لگتا تھا۔ محققین کی رائے میں یہ قول خطا ہے۔ بلوغ الارب ج ۱ ص ۲۷۰ پر ہے وکانت تقوم هذه السوق فی قول اوّل ذی القعدة الی عشرین منه ثم یتوجّهون الی مکة فیقفون بعرفات ویقضون مناسك الحج ثم یرجعون الی اوطانهم وفی قول آخر انهم کانوا یقیمون به جمیع شوال الی غیر ذلك من الاقوال المختلفة ولعل ذلك لاختلاف العادة فی السنین او لاختلاف القبائل فی الاقامة فی هذا الموسم والذی علیه صاحب قبائل العرب انهم کانوا یقیمون فی هذه السوق من نصف ذی القعدة الی آخره انتهی۔

وفی المفصّل وغیرہ وهم یخطّئون رأی من یذهب الی ان انعقاد السوق کان فی شهر شوّال وحجتهم ان انعقاد السوق کان فی الشهر الحرام لیراعی الناس حرمة تلك الایام فلا یعتدّون علی من یقصد السوق وشهر شوال لا یدخل فی جملة اشهر الحرم ویستدلّون بدلیل آخر هو تقاتل بعض العرب فی ایام عکاظ فانهم اطلقوا علی تلك الحروب والایام ایام الفجار وهی اربعة ایام یوم شمطه ویوم العبلاء ویوم الحریرة ویوم شرب وهذه الاسماء اسماء اماکن فی عکاظ وما کان العرب لیطلقوا علی تلك الایام ایام الفجار لو لم تکن قد وقعت هذه الایام والحرب فی شهر الحرام انتهی بتصرف۔

ملاحظہ ہوں الاغانی ج ۹ ص ۱۷۶، ج ۱۰ ص ۹۔ العقد الفرید ج ۳ ص ۳۷۷۔ الکامل لابن الاثیر ج ۱ ص ۳۵۸۔ المفصل ج ۷ ص ۳۷۸۔

عرب کے عام بازاروں میں بازار کے نگراں اور متولّی تاجروں سے باقاعدہ ٹیکس اور کسٹم وصول کرتے تھے۔ جسے عربی میں عشور کہتے ہیں۔ اسی طرح بازاروں تک پہنچنے اور واپسی کے لیے خفارہ کی ضرورت ہوتی تھی خفارہ کے معنی ہیں حفاظت کی ذمہ داری۔ راستے میں متعدد قبائل شرکاء کی حفاظت اور بخیریت پہنچنے کی ذمہ داری لیتے تھے۔ تاکہ چوروں اور ڈاکوؤں سے وہ شرکاء محفوظ رہیں۔ اس کے برخلاف سوق عکاظ میں نہ عشور تھے اور نہ خفارہ کی ضرورت۔ یہ محفوظ مقام تھا اور اشہر حرم کی وجہ سے کسی کا خطرہ نہیں تھا۔ عکاظ میں ہر قسم کی تجارت ہوتی تھی۔ یعنی چمڑے، غلّہ، کپڑوں، جانوروں اور غلاموں، باندیوں وغیرہ مختلف اشیاء کی خرید و فروخت ہوتی تھی

چمڑے کی تجارت اس میں بہت زیادہ ہوتی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّیٰ زید بن حارثہؓ کو اسی سوق عکاظ میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے خریدا گیا تھا۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زیدؓ نبی علیہ السلام کو ہبۃً دے دیا۔ قال ابن قتیبۃ فی المعارف ص۶۳ ثم ان خدیجۃ ملکت زید بن حارثۃ اشتراہ لھا حکیم بن حزام بسوق عکاظ باربعمائۃ درھم فسألھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تھب لہ زیدًا وذلک بعد أن تزوّجھا فوھبتہ لہ فأعتقہ وزوّجہ أمّ ایمن فولدت لہ أسامۃ بن زید اھ۔ اخبار مکہ ج ۱ ص ۱۲۵ پر ازرقی لکھتے ہیں۔ و کانوا یرون ان افجر الفجور العمرۃ فی اشھر الحج تقول قریش وغیرھا من العرب لا تحضروا سوق عکاظ ومجنّۃ وذی المجاز الا محرمین بالحج وکانوا یعظمون ان یأتوا شیئًا من المحارم او یعدّ بعضھم علی بعض فی الاشھر الحرم وفی الحرم۔

عکاظ کے اس بازار اور میلے کے انعقاد و اجراء کی ابتداء واقعۂ فیل کے پندرہ سال بعد ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام کی عمر پندرہ برس کی تھی۔ قال فی المفصّل ولو اخذنا بھذہ الروایۃ نکون قد جعلنا مبدأ ھذا السوق ۵۸۵م او ۵۸۶م للمیلاد تقریبًا ای ان تاریخ عکاظ لم یکن بعید عھدٍ عن الاسلام فھو قبلہ بنحو ربع قرن وقد أقیمت وعمر الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنذاک ۱۵ سنۃً ویذھب الناس بعد سوق عکاظ الی سوق اخری ھی سوق مجنّۃ فیقیمون بھا عشرۃ ایام فاذا رأوا ھلال ذی الحجۃ فی نھایۃ ھذہ الایام العشرۃ قصدوا سوق ذی المجاز وھی سوق جاھلیۃ فیقیمون فیھا ثمانیۃ ایام یبیعون و یشترون ثم یخرجون یوم الترویۃ من ذی المجاز الی عرفۃ اھ۔

بعض محققین کی رائے میں سوق عکاظ کی ابتداء ۵۴۰ء میں ہوئی اور ظہور اسلام کے بعد ۱۲۹ھ تک ہر سال باقاعدہ اس کا انعقاد ہوتا رہا۔ ۱۲۹ھ میں خوارج کے خوف سے یا ان کے حملے اور لوٹنے کے بعد یہ ختم ہوا اور پھر کبھی اس کا اجراء نہ ہو سکا۔ دائرۃ المعارف میں ہے عُکاظ اشھر اسواق العرب فی الجاھلیّۃ واعظمھا اتّخذت سوقًا بعد عام الفیل بخمس عشرۃ سنۃ ای سنۃ ۵۴۰م للمیلاد ثم بقیت فی الاسلام الی ان نھبھا الخوارج الحروریّۃ حین خرجوا بمکۃ مع المختار بن عوف سنۃ ۱۲۹ للھجرۃ اھ۔

علامہ ازرقی لکھتے ہیں قال الکلبی وکانت ھذہ الاسواق بعکاظ ومجنۃ وذی المجاز قائمۃ فی الاسلام حتی کان حدیثا من الدھر فاما عکاظ فانما ترکت عام خرجت الحروریۃ بمکۃ مع ابی حمزۃ المختار بن عوف الازدی الاباضی فی ۱۲۹ھ خاف الناس ان ینھبوا وخافوا الفتنۃ فترکت حتی الآن ثم ترکت مجنّۃ وذو المجاز بعد ذلک واستغنوا بالاسواق بمکۃ وبمنیٰ وبعرفۃ اھ راجع تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۴

وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال کانت عکاظ ومجنّۃ وذو المجاز اسواقًا فی الجاھلیّۃ فلما کان

الاسلام تأثموا من التجارۃ فیھا فانزل اللہ لیس علیکم جناح فی مواسم الحج قرأ ابن عباس کذا۔ کذا فی ارشاد الساری ج ۴ ص ۳۷۔ وفی تفسیر الطبری قال ابن عباس کان ذو المجاز وعکاظ متجر الناس فی الجاھلیۃ فلما جاء الاسلام ترکوا ذلک حتی نزلت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم فی مواسم الحج۔ طبری ج ۲ ص ۱۶۴

سوق عکاظ کے انعقاد میں اگرچہ قریش کا بہت زیادہ دخل تھا۔ لیکن اس بازار و میلہ کے اصل سرپرست و نگرانِ اعلیٰ بنو تمیم تھے۔ اس میلہ میں جھگڑوں اور خصومات کے فیصلے بنو تمیم کا رئیس اعلیٰ کرتا تھا۔ اسی طرح تجارت کی بعض اشیاء کے نرخ میں جب نزاع پیدا ہوتا تو بنی تمیم کا رئیس ہی نرخ طے کرتا تھا۔ بنو تمیم کے رئیس کی یہ عدالت بڑی محترم و بارعب ہوتی تھی اور سب شرکاء عکاظ اس کی تعظیم کرتے اور اس کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے۔

قال فی صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۱۰ والمفصل ج ۷ ص ۳۸۳ کانت فی ھذہ الاسواق مجتمعات تعقد فیھا العقود والمعاھدات والاتفاقات القبلیۃ والعائلیۃ ومواضع یعلن فیھا عن التبنی وعن الخلع ای خلع الافراد لجرائم یرتکبونھا ویجب ان لا ننظر الی ھذہ الاسواق نظرتنا الی السوق بالمعنی المفھوم من ھذہ اللفظۃ فی الوقت الحاضر فقد کانت اسواق الجاھلیۃ اوسع مجالاً من ذلک بکثیر کانت مجامع لاھل اللسان من شعراء ومن خطباء من مرموقین معروفین ومن مغمورین طلاب شھرۃ وھی ساحات محاکم یجلس فیھا المتخاصمون للاستماع الی قرار حاکم مھاب محترم وقد کانت الحکومۃ فی ھذہ السوق الی بنی تمیم وکان آخر من حکم منھم بھا الاقرع بن حابس التمیمی الصحابی رضی اللہ عنہ انتھی بتصرف۔

سوق عکاظ میں وعظ و تبلیغ و اصلاح معاشرہ وغیرہ مقاصد کے لیے بڑے بڑے معزز و بزرگ بھی تشریف لے جاتے تھے۔ مشہور موحد و واعظ جاہلی قس بن ساعدہ بھی اسی بازار میں تشریف لے جاتے تھے اور وعظ کی مجلس منعقد کراتے ہوئے لوگوں کو توحید و آخرت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بھی سوق عکاظ و مجنہ و ذو المجاز وغیرہ مواسم میں دعوتِ اسلام کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ وقیل انہ علیہ السلام مکث سبع سنین یتبع الناس فی مواسمھم فی سوق عکاظ وکان فیمن دعاھم وکلمھم ودعاھم الی الاسلام بنو عامر بن صعصعۃ۔ البکری ج ۵ ص ۲۵۹ والبدایۃ لابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۱

قس بن ساعدہ بازار میں وعظ کرتے ہوئے اور نبی آخر الزمان کے آنے کی اطلاع دیتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان خاتم الانبیاء کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے اور عن قریب وہ ظاہر ہوں گے۔ نبی علیہ السلام نے انھیں بازار عکاظ میں وعظ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ تاہم ظہور اسلام سے قبل ہی قس وفات پا گئے۔

قالوا قس بن ساعدۃ اول من قال البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر واول من تألہ من العرب ای ترک عبادۃ الاوثان واول من قال اما بعد واول من کتب من فلان الی فلان و

اوّل من اتّکأ علی عصا ارقوس اوسیف عند الخطبۃ۔ روی ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان قس بن ساعدۃ کان یخطب قومہ بسوق عکاظ فقال سیأتیکم حق من ھذا الوجہ واشار بیدہ الی نحو مکۃ قالوا لہ و ما ھذا الحق ؟ قال رجل ابلج احور من ولد لؤی بن غالب یدعوکم الی کلمۃ الاخلاص وعیش ونعیم لا ینفد ان فاذا دعاکم فاجیبوہ ولو علمتُ اَن اَعیش الی مبعثہ لکنتُ اوّل من یسعی الیہ۔ قد رویت ھذہ القصۃ من طرق متعددۃ قال الحافظ ابن کثیر ھذہ الطرق کلھا علی ضعفھا کالمتعاضدۃ علی اثبات اصل القصۃ وقال ابن حجر طرق ھذا الحدیث کلھا ضعیفۃ۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قدم وفد عبد القیس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایکم یعرف القسّ بن ساعدۃ الایادی قالوا کلنا یا رسول اللہ نعرفہ قال فما فعل قالوا ھلک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما انساہ بعکاظ علی جمل احمر وھو یقول ایھا الناس اجمعوا واسمعوا وعوا من عاش ماتَ ومن مات فات وکل ما ھو اٰتٍ اٰت اِنّ فی السماء لخبرًا وانّ فی الارض لعبرًا مھادٌ موضوعٌ وسقفٌ مرفوعٌ ونجوم تمور وبحار لا تغور اَقسم قسّ قسمًا حاتمًا لان کان فی الامر رضا لیکونن سخطًا ان للہ دینًا ھو احبُّ الیہ من دینکم۔ الذی انتم علیہ مالی اری الناس یذھبون ولا یرجعون اَرضوا بالمقام فاقاموا اَم تُرِکوا ھناک فناموا ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم ایکم یَروِی شعرہ فانشدہ علیہ الصلاۃ والسلام

فی الذاھبین الاوّلین من القرون لنا بصائر
لما رأیتُ مواردًا للموت لیس لھا مصادِر
ورأیتُ قومی نحوھا تمضی الاصاغِر والاکابِر
لا یرجع الماضی اِلیّ ولا من الباقین غابِر
اَیقنتُ انّی لا محا لۃ حیث صار القوم صائِر

راجع لتفصیل ترجمۃ قس رسالتی النجم السعد فی مباحث امابعد وانسان العیون ج ۱ ص ۱۹۶ والبدایۃ لابن کثیر۔ روی بعض الناس ان القسّ کان من اسباط العرب ای من ولد ولدھم شیخًا عمّر سبعمائۃ سنۃ وقیل ستمائۃ سنۃ ادرک من الحواریین سمعان ھذا واللہ اعلم۔

اسی سوق عکاظ کے سفر کے دوران جنات نے نبی علیہ السلام کا قرآن سنا تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں وارد ہے۔ وفی الصحیحین عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ما قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الجنّ ولا رأاھم انطلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی طائفۃ من اصحابہ عامدین الی سوق عکاظ وقد حیل بین الشیاطین وخبر السماء فرجعت الشیاطین الی قومھم فقالوا ما لکم ؟ قالوا حیل بیننا وبین خبر السماء واُرسلت علینا الشھب فقالوا ما ذاک الّا من شیٔ حدث فاضربوا مشارق الارض ومغاربھا

فالتقی الذین اخذوا نحو تهامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وھم بنخلة عامدین الی سوق عکاظ وھو صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باصحابہ صلاة الفجر فلما سمعوا القرآن انصتوا لہ وقالوا ھذا الذی حال بیننا وبین خبر السماء ورجعوا الی قومھم فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد۔ الآیتین۔

وھذا الذی ذکرہ ابن عباس ؓ اول ما کان من امر الجن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یکن النبی علیہ السلام راٰھم اذ ذاک انما اوحی الیہ بما کان منھم۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال فی قولہ تعالی و اذ صرفنا الیک نفرا الآیة قال کانوا سبعة من جن نصیبین فجعلھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسلا الی قومھم فعلم ان ابن عباس لم ینف کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم الا حیث استمعوا فی صلاة الفجر ولم یرد نفی الکلام بعد ذلک وقولہ فجعلھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسلا الی قومھم دل علی انہ کلمھم بعد ذلک ولھذا قالوا یا قومنا اجیبوا داعی اللہ فدل علی انھم اجتمعوا بہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل عودھم الی قومھم۔

واخرج البیھقی باسنادہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال ھبطوا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقرأ القرآن ببطن نخلة فلما سمعوا قالوا انصتوا قالوا صہ وکانوا تسعة احدھم زوبعة فانزل اللہ و اذ صرفنا الیک نفرا من الجن الی قولہ مبین وفی الصحیحین من حدیث ابن مسعود انہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ نتہ بھم شجرة۔

فائدہ۔ ارضِ عرب میں سوق عکاظ کے علاوہ کئی بازار لگا کرتے تھے۔ سوق عکاظ و مجنۃ وذوالمجاز کے علاوہ اکثر بازاروں کا نگران و سرپرست قبیلہ تاجروں سے ٹیکس (عشور) و کسٹم وصول کرتا تھا۔ ہر بازار کا ضامن و ذمہ دار ایک خاص قبیلہ ہوتا تھا جس کی کوشش سے وہ بازار کامیاب رہتا تھا۔ وہ ضامن قبیلہ ہی شرکاء بازار اور ان کے مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا تھا کیونکہ بازار کے اندر چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ رہتا تھا۔ اس ضامن قبیلہ کے رئیس کے کارندے بازار کے اندر اور اردگرد حفاظت پر مامور ہوتے تھے تاہم بازار تک دور دراز علاقوں پر سے گزرنے کے لیے خفارہ کے بغیر پہنچنا مشکل تھا۔ اس واسطے راستہ میں واقع قبائل کی حفاظت و مدد سے یہ کام آسان ہو سکتا تھا۔

یعقوبی لکھتے ہیں کہ عرب کے مشہور بازار دس ہیں۔ قال الیعقوبی فی کتابہ ج ۱ ص ۲۳۹ ان اسواق العرب کانت عشرة اسواق یجتمعون بھا فی تجاراتھم ویجتمع فیھا سائر الناس ویأمنون علی دمائھم واموالھم اھ۔ وفی المفصل ج ۷، ص ۳۶۹ وتقع ھذہ الاسواق فی مواضع مختلفة متناثرة من جزیرة العرب فھی اذن اسواق عربیة وھناک اسواق اخری قصدھا العرب للاتجار فی مواسم فی اوقات مختلفة کانت خارج جزیرة العرب فی العراق او فی بلاد الشام او فی الحبشة اھ۔

ان اسواق کے احوال کے لیے دیکھیے بلوغ الارب ج ۱ ص ۲۶۴۔ کتاب الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۲ ص ۱۶۱۔ المفضلیات ص ۲۰۸۔ معجم البکری ج ۳ ص ۹۵۹۔ النقائض ج ۱ ص ۱۳۹۔ العقد الفرید ج ۱۲ ص ۱۶ و ج ۱۵ ص ۲۴۰۔ الاغانی ج ۱۴ ص ۱۴۵۔ المحبر ص ۲۶۳۔ البیان والتبیین ج ۳ ص ۱۰۰ الاغانی ج ۱۴ ص ۲۳۔ ج ۱۱ ص ۶، ۸۲ ج ۱۲ ص ۱۶ ج ۱۵ ص ۲۴۰۔ اُسد الغابۃ ج ۲ ص ۲۲۴۔

ان بازاروں کی حفاظت کرنے والے محرمون اوران میں فساد کرنے والے اور ظلم و لُوٹ مار کرنے والے محلّون کہلاتے تھے۔ قال الیعقوبی فی کتابہ ج ۱ ص ۲۳۰ وکان فی العرب قوم یستحلّون المظالم اذا حضروا ھذہ الاسواق فسمّوا المحلّون وکان فیھم من ینکر ذلک وینصب نفسہ لنصرۃ المظلوم والمنع من سفک الدماء فیسمّون الذادۃ المحرمون واما المحلون فکانوا قبائل من اسد وطیٔ وبنی بکر وقوم من بنی عامر بن صعصعۃ واما الذادۃ المحرمون فکانوا من بنی عمرو بن تمیم وبنی حنظلۃ بن زید مناۃ وقوم من ھذیل وقوم من بنی شیبان وقوم من بنی کلب بن وبرۃ فکانوا ھؤلاء یلبسون السلاح لدفعھم عن الناس۔ انتہی۔ وراجع عقد الفرید ج ۲ ص ۲۰۶ والبیان والتبیین ج ۳ ص ۱۰۰

عرب کے مشہور بازاروں کے نام یہ ہیں ۱۔ سوق دومۃ الجندل۔ ۲۔ سوق ہجر ۳ سوق عمان۔ ۴ سوق المشقر۔ ۵۔ سوق عدن ابین۔ ۶۔ سوق صنعاء۔ ۷ سوق حضرموت۔ ۸ سوق ذی المجاز۔ ۹ سوق مجنّۃ۔ ۱۰ سوق عکاظ۔ ۱۱ سوق جاشۃ۔ ۱۲ سوق صحار۔ ۱۳ سوق بدر۔ ۱۴ سوق بنی قینقاع۔ ۱۵ سوق الشحر۔ ۱۶ سوق عثر۔ یہ تو عام بازار تھے۔ ان کے علاوہ بعض چھوٹے بازار بھی تھے جو کسی خاص قبیلہ سے متعلق ہوتے تھے۔ وقد ذکر بعض اھل الاخبار ان اسواق العرب الکبیرۃ کانت فی الجاھلیۃ ثلاث عشرۃ سوقاً واوّلھا قیاماً دومۃ الجندل قالہ المرزوقی فی الازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۱ راجع لبیانھا الطبری ج ۲ ص ۲۶۶ صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۰۱ کتاب الصفۃ ص ۱۷۹۔

تکمیل افادہ کی غرض سے ہم یہاں پر مذکورہ بالا بازاروں میں سے چند مشہور بازاروں کے مختصر احوال ذکر کرتے ہیں:۔

(الف) سوق دومۃ الجندل۔ یہ شام و حجاز کے مابین ایک مقام ہے۔ ہر سال یکم ربیع الاوّل کو اس کا انعقاد ہوتا تھا اور ۱۵ دن تک زور شور کے ساتھ جاری رہتا۔ ویسے تھوڑا بہت ربیع الاول کے آخر تک جاری رہتا تھا۔ بنو کلب وجدیلۃ طیٔ اس سوق کے حیران تھے۔ اس سوق کی تولیت وحکومت دو رئیسوں یعنی اُکیدر عبادی ثم سکونی اور قُنافۃ الکلبی میں بدلتی رہتی تھی۔

قال فی المحبر ص ۲۶۳ فکان العبادیّون اذا غلبوا ولیھا اُکیدر واذا غلب الغسّانیون ولّوھا قُنافۃ وکانت غلبتھم ان الملکین کانا یتحاجبان فایما مَلِکٍ غلب صاحبہ باخراج ما یُلقیٰ علیہ ترکہ والسوق تصنع فیھا

ماشاء ولم يبع فيها احد شيئا الا باذنه حتى يبيع الملك كلما اراد بيعه معما يصل اليه من عشورها وكان لكلب فيها قوة كثيرة فى بيوت الشعر فكانوا يكرهون فتيانهم على البغاء وكانوا اكثر العرب وكانت مبايعة العرب فيها القاء الحجارة وذلك انه كان ربما اجتمع على السلعة نفر يساومون بها صاحبها فايهم رضى القى حجره فربما اتفق فى السلعة رهط فلا يجدون بدا من ان يشتروها كارهون وربما اتفقوا فالقوا الحجارة جميعا اذا كانوا عددا على امر بينهم فوكسوا صاحب السلعة اذا طابقوا عليه اه۔

عبارتِ محبر سے معلوم ہوا کہ سوق دومۃ جندل میں بیع القاء الحصاۃ والحجر رائج تھی۔ یہ وہ بیع ہے کہ جس سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا اور اسے ختم کر دیا۔ فروی مسلم عن ابی هريرة رض قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر۔ قال النووی فى شرح صحيح مسلم ج ۲ ص ۲ واما بيع الحصاة ففيه ثلاث تأويلات احدها ان يقول بعتك من هذه الاثواب ما وقعت عليه الحصاة التى ارميها او بعتك من هذه الارض من هنا الى ما انتهت اليه هذه الحصاة۔ والثانى ان يقول بعتك على انك بالخيار الى ان ارمى بهذه الحصاة والثالث ان يجعلا نفس الرمى بالحصاة بيعا فيقول اذا رميت هذا الثوب بالحصاة فهو مبيع منك هكذا اه۔

قال فى المفصل ج ۷ ص ۳۷ وكان اكيدر صاحب دومة الجندل يرعى الناس ويقوم بامرهم اول يوم وتدوم سوقهم الى نصف الشهر وكان اكيدر يعشر الناس (تعشیر کا معنی ہے ٹیکس لینا یا مال پر کسٹم وصول کرنا۔ بہرحال وہ شرکاء سوق سے کچھ مال وصول کرتا تھا) وربما يتولاها بنو كلب الذين يأتونها متأخرين فيتولونها وتدوم عند قدوم بنى كلب الى آخر الشهر ويتولون هم حينئذ تعشير الناس اه۔

راجع البلدان ج ۴ ص ۱۰۶، ج ۲ ص ۶۲۸ واليعقوبى ج ۱ ص ۲۲۶ وابن خلدون ج ۳ ص ۷۷۳

ويعرف البيع فيها ببيع الحصاة وهو نوع من انواع المقامرة ابطله الاسلام وكان مكس هذه السوق لمن يتولى الاشراف عليها ودومة الجندل فى غائط من الارض خمسة فراسخ ومن مغربه عين تبج فتسقى ما به من النخل والزرع ودومة ضاحية بين غائطها واسم حصنها مارد۔ كما فى تاج العروس ج ۸ ص ۲۹۷ ج ۲ ص ۵۰۰ وهو حصن قديم ورد ذكره فى الشعر الجاهلى وقد اكتسب شهرة كبيرة بين الجاهليين حتى ضربوا به وبالابلق حصن السموأل المثل فى العز والمنعة فقالوا "تمرد مارد وعز الابلق" قالوا تصدتهما الزباء فعجزت عن قتالهما فقالت تمرد مارد وعز الابلق وذهب مثلا لكل عزيز ممتنع۔ ودومة الجندل مفرق من مفارق الطرق مهم يقصده اصحاب القوافل الذاهبون الى العراق والى الشام وبالعكس لوجود العذب بها وهى اليوم يسمى الجوف فى المملكة السعودية۔

راجع المفصل ج ۷ ص ۳۷۲ و الازمنة والامكنة للمرزوقى ج ۲ ص ۱۶۱ ومراصد الاطلاع ج ۲ ص ۵۴۲ و

التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۸۹ والمسالک والممالک ص ۱۱۵ والکامل ج ۲ ص ۱۹۲

بعض بعید قبائل سوق دومۃ الجندل تک راستے میں واقع قبائل کی مدد و تعاون ہی سے جسے خفارہ کہتے ہیں پہنچ سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے بغیر تاجر و شرکاء سوق چوروں اور ڈاکوؤں کے خطرے کے پیش نظر شریک سوق نہیں ہو سکتے تھے۔ محبر میں ہے وکان کل تاجر یخرج من الیمن والحجاز یتخفر بقریش ما دام فی بلاد مضر لان مضر لم تکن تعرض لتجار مضر ولا یهیجهم حلیف لمضری کان ذلک بینهم فکانت کلب لا یهیجهم لحلفهم بنی تمیم وطئ لا تهیجهم لحلفهم بنی اسد وکانت مضر تقول قضت عنا قریش مذمۃ ما اورثنا اسمٰعیل علیہ السلام من الدین اھ

(ب) سوق المشقر۔ یہ سوق مقام ہجر میں تھا۔ سوق دومۃ الجندل کے بعد لوگ اس بازار میں چلے جاتے تھے۔ سوق مشقر یکم جمادی الآخرہ سے آخر ماہ تک پورے ایک مہینے جاری رہتا تھا۔ اس بازار میں اہل فارس بھی سمندر پار کر کے شریک ہوتے تھے۔ بنو عبد القیس و تمیم اس بازار کے جیران تھے۔ اس بازار کے بادشاہ و نگران بنو تمیم میں سے ہوتے تھے۔ ملوک فارس ہی نے یہاں پر مختلف قبائل کے اپنی طرف سے بادشاہ و رؤساء مقرر کیے تھے۔ بازار مشقر کا انتظام بھی دومۃ الجندل کی طرح تھا یہاں کارئیس تجار سے عشور وصول کرتا تھا۔ وکان من یؤمها من التجار یتخفرون بقریش لانها لا تؤتی فی بلاد مضر وکان بیعهم فیها الملامسۃ والهمهمۃ اما الملامسۃ فهی الایماء یومئ بعضهم الی بعض فیتبایعون ولا یتکلمون حتی یتراضوا ایماءً واما الهمهمۃ فکیلا یحلف احدهم علی کذب ان زعم المشتری انه قد بداله۔ کذا فی المحبر۔

وفی المفصل ویحمی المشقر حصن قدیم قویم یقال ورثه امرؤ القیس وقد اشیر الیه فی الشعر۔ یہ ایک مضبوط قلعہ تھا جس میں بادشاہ فارس کی کچھ فوج رہتی تھی۔ اور غلہ جمع کرنے کے گودام تھے جو بوقت ضرورت عرب میں وہ تقسیم کرتے تھے اور اسی قلعہ کے ذریعہ وہ اعراب کی شرارتوں سے مملکت فارس کی سرحدات کی حفاظت کرتے تھے۔

دیکھیے کتاب الیعقوبی ج ۱ ص ۲۲۶۔ معجم البکری ج ۴ ص ۱۱۹۳۔ الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۲ ص ۱۶۲۔ آثار البلاد و اخبار العباد ص ۷۳۔ مراصد الاطلاع ج ۳ ص ۱۲۷۵۔

فائدہ۔ بیع ملامسہ کو نبی علیہ السلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔ ففی صحیح مسلم روی ابو ہریرۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن بیع الملامسۃ والمنابذۃ قال النووی فی شرحه ج ۲ ص ۲ ولاصحابنا ثلاثۃ اوجه فی تأویل الملامسۃ احدها تاویل الشافعی وهو ان یأتی بثوب مطوی او فی ظلمۃ فیلمسه المستام فیقول صاحبه بعتکه بکذا بشرط ان یقوم لمسک مقام نظرک ولا خیار لک اذا رأیته والثانی ان یجعلا نفس اللمس بیعا فیقول اذا لمسته فهو مبیع لک والثالث ان یبیعه شیئا علی انه متی لمسه انقطع

خیار المجلس وغیرہ وھذا البیع باطل علی التاویلات کلھا اھ۔

(ج) سوق صُحار۔ یہ سوق عمان میں یکم رجب سے صرف پانچ دن تک قائم رہتا تھا۔ جلندی بن مستکبر اس کا متولی وحاکم تھا اور وہی اس بازار کے عشور وصول کرتا تھا۔ یہ سوقِ صُحار سوقِ مشقر کے فوراً بعد منعقد ہوتا تھا۔ کذا فی معجم۔ ص ۲۶۵۔ وبذکر بعض اھل الاخبار ان البیع فی سوق صحار ھو بالقاء للحارۃ۔ راجع الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶ الازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۳ المفصل ج ۷ ص ۳۷۶

(د) سوق دَبا۔ یہ عرب کا خاص سوق تھا۔ کیونکہ اس میں عرب کے علاوہ خارج عرب یعنی سند و ہند وچین واہل مشرق ومغرب کے تاجر بھی شرکت کرتے تھے۔ سوقِ دَبا سوق صحار کے بعد منعقد ہوتا تھا۔ یہ بازار ماہِ رجب کے آخری دن شروع ہوتا تھا قال فی المعجم وکان بیعھم فیھا المساومۃ وکان الجلندی بن المستکبر یعشرھم فیھا وفی سوق صحار ویفعل فی ذلک فعل الملوک بغیرھا اھ۔ ودبا احدی فرضتی العرب۔

(ہ) سوق الشحر شحر مہرۃ۔ سوق دبا کے بعد سوق شحر اس پہاڑ کے دامن میں منعقد ہوتا تھا جس میں بقولِ بعض اہل تاریخ ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ ولم تکن بھا عشور لانھا لیست بارض مملکۃ وکانت التجار تتخفر فیھا بنی محارب بن ھرب من مھرۃ وکان قیامھا للنصف من شعبان وکان بیعھم بھا القاء للحارۃ۔ کذا فی المعجم ص ۲۶۶ وکان غالب مایعرض فیھا الادم والبز وسائر المرافق ویشترون بھا الکندر والصبر ویقصدھا تجار من البر والبحر۔

راجع الازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۳ والیعقوبی ج ۱ ص ۲۲۶ وتاج العروس ج ۶ ص ۲۹۳ والمفصل ج ۷ ص ۳۷۷

(و) سوق عدن۔ سوق شحر کے بعد سوق عدن یکم رمضان سے دس دن تک منعقد کیا جاتا تھا وکانوا لا یتخفرون ھنا باحد لانھا ارض مملکۃ وامرھا محکم وکانت الابناء تعشرھم بھا ولا تشترون فی اسواقھم ولا تبیع والابناء ابناء الفرس الذین فتحوا الیمن مع وھرز وقتلوا الحبشۃ۔ کذا فی المعجم۔ واما ما قبل حکم الابناء فقد کان یعشر ھذہ السوق ملوک حمیر ثم من ملک الیمن من بعدھم واشھر ما یباع فیھا الطیب ولم یکن احد یحسن صنع الطیب من غیر العرب حتی ان تجار العرب ترجم بالطیب المعمول تفخر بہ فی السند والھند ویرحل بہ کذلک تجار البر الی فارس والروم۔

راجع الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶ والازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۵ والمفصل ج ۷ ص ۳۷۵

(ز) سوق صنعاء۔ سوق عدن کے بعد سوق صنعاء ۱۵ رمضان کو شروع ہوتا اور آخر رمضان تک جاری رہتا تھا۔ وکان بیعھم بھا الجس جس الایدی انتھی ما فی المعجم۔ وقد اشتھرت ھذہ السوق ببیع الخز والادم والبرود وکانت تجلب الیھا معافر والقطن والکتان والزعفران والاصباغ ویشترون بھا من البر والحدید وحاصلات الیمن۔

راجع صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۱۰ والازمنۃ والامکنۃ ج ۵ ص ۱۶۵ الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶
بیع جس ایدی کو بیع الملامسہ کہتے ہیں۔ بیع الملامسہ سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔

(ح) سوق الرابیہ۔ سوق رابیہ وعکاظ ایک ہی دن یعنی ۱۵ ذوالقعدہ کو شروع ہوتے تھے۔ سوق عکاظ کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ رابیہ حضرموت یعنی یمن میں ایک مقام کا نام ہے۔ قال فی المحبر فاما الرابیۃ فلم یکن یصل الیھا احد الا بخفارۃ لانھا لم تکن ارض مملکۃ وکان من عزّ فیھا بزّ صاحبہ فکانت قریش تتحفر فیھا ببنی اکل المرار وسائر الناس یتحفرون بآل مسروق بن وائل من کندۃ اھ

(ط) سوق مجنۃ۔ سوق عکاظ بقول بعض یکم ذوقعدہ سے ۲۰ ذوقعدہ تک جاری رہتا تھا۔ پھر ۲۱ ذوقعدہ سے لوگ سوق مجنۃ میں چلے جاتے تھے۔ سوق مجنۃ دس دن تک قائم رہتا تھا۔ قال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص ۱۲۴ ومجنۃ سوق باسفل مکۃ علی بریدٍ منھا وھی سوق لکنانۃ وارضھا من ارض کنانۃ وھی التی یقول فیھا بلال رضی اللہ عنہ بعد الھجرۃ ؎

الا لیتَ شعری ھل اَبِیتَنّ لیلۃً ۔۔۔ بِفَخٍّ وحولی اذخرٌ وجلیلُ
وھل اَرِدَنْ یومًا مِیاہَ مجنّۃٍ ۔۔۔ وھل یَبْدُوَنْ لی شامۃٌ وطفیلُ

وشامۃ وطفیل جبلان مشرفان علی مجنۃ انتہی۔

(ی) سوق ذوالمجاز۔ سوق مجنۃ کے بعد یکم ذوالحجہ سے آٹھ دن تک جاری رہتا تھا۔ ذوالمجاز ایک مقام کا نام ہے جو عرفات سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ذوالمجاز سے ۸ ذوالحجہ کو لوگ تجارت بند کر کے حج کے لیے عرفات ومنیٰ کی طرف چلے جاتے تھے۔

(یا) سوق حُباشۃ۔ یہ عرب کے مشہور وقدیم اسواق میں سے ہے۔ وھی سوق بتھامۃ یُتاجر فیھا اھل الحجاز واھل الیمن وکان فی جملۃ من حضرھا وتاجر فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تقام فی شھر رجب وحباشۃ سوق اُخریٰ کانت لبنی قینقاع۔ کذا فی المفصل۔

وقال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص ۱۲۴ وحباشۃ سوق الازد وھی فی دیار الاوصام من بارق من صدقتونا وحلی من ناحیۃ الیمن وھی من مکۃ علی ستّ لیال وھی اٰخر سوق خربت من اسواق الجاھلیۃ وکان والی مکۃ یستعمل علیھا رجلاً یخرج معہ بجند فیقیمون بھا ثلاثۃ ایام من اوّل رجب متوالیۃ حتی قُتلتِ الازدُ والیًا کان علیھا من غنی بعثہ داؤد بن عیسی بن موسی فی سنۃ ۱۹۷ھ فاشار فقھاء مکۃ علی داؤد بن عیسی بتخریبھا فخربھا وتُرکت الی الیوم وانما ترک ذکر حباشۃ مع ھذہ الاسواق لانھا لم تکن فی مواسم الحج ولا فی اشھرہ وانما کانت فی رجب انتہی۔

حباشہ بضم حاء مہملہ ہے۔ یہ حباشہ ہی بڑا باعث تھا تصنیف یاقوت کتاب معجم البلدان کا۔ کما صرح

به فی خطبته ومقدمة کتابه ۔ اسی لفظ حباشہ پر یاقوت بن عبداللہ حموی اور ایک محدث کے مابین مرو شاہجہاں شہر میں ایک مجلس علمی میں گفتگو ہوئی۔ یاقوت کہتا تھا کہ یہ بضم حاء ہے اور وہ محدث کہتے تھے کہ حاء مفتوح ہے۔ معجم البلدان ج ۱ ص ۱۔

فارس ۔ آیت وقلنا یا آدم اسکن انت وزوجك الجنة کے بیان میں مذکور ہے۔

فارس ایک وسیع مملکت کا نام تھا قدیم زمانہ میں جو موجودہ مملکت ایران سے کہیں زیادہ وسیع تھی۔ ایک طرف اس کی حدود مکران سے متصل تھیں دوسری طرف کرمان سے نیز عراق کا اکثر بلکہ تقریباً سارا حصہ ارض فارس میں داخل تھا۔ اور تقریباً سارا افغانستان بھی فارس کا حصہ شمار ہوتا تھا۔ لفظ فارس عربی میں غیر منصرف ہے تانیث وعلمیت کی وجہ سے۔ یہ ایک شہر کا نام بھی تھا۔ فارس لفظ عربی ہے لیکن یہ دراصل فارسی لفظ ہے معرب پارس سے تعریب کے بعد یہ فارس ہوا۔

ملک فارس کا اکثر حصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتح ہوا۔ اس کی فتح کی ابتداء مشہور صاحب کرامات صحابی علاء حضرمیؓ نے کی تھی جو اولاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بحرین پر عامل تھے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کے بھی عامل رہے اسی پر۔ علاء حضرمیؓ نے فارس کے ایک جزیرے کو فارس کے قریب فتح کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کیونکہ ان کی اجازت کے بغیر یہ اقدام کیا تھا۔ وقال عمر غرهت المسلمين وامره ان يلحق بسعد بن ابی وقاص بالكوفة فسار نحوه فلما بلغ ذات قار مات العلاء الحضرمی رض۔

فائدہ ۔ ارض فارس پر زمانہ قدیم سے کئی خاندان حکمران رہے ہیں۔ ظہور اسلام کے وقت فارس پر ساسانیوں کی حکومت تھی۔ دولت بنی ساسان کا ہر بادشاہ کسریٰ کے لقب سے ملقب ہوتا تھا۔ ساسانی دولت وحکومت سے قبل فارس کے بادشاہوں کو کسریٰ نہیں کہا جاتا تھا۔ حکومت ساسانی کا پہلا بادشاہ اردشیر ہے اور یہ اردشیر بابکان کے نام سے مشہور ہے۔ یہی شخص دولت ساسانیہ کا مؤسس اول ہے۔ اردشیر بابکان نے ۲۳۰ء قبل میلاد المسیح علیہ السلام میں بڑی جنگ کے بعد حکومت حاصل کی اور اس طرح اکاسرہ کی حکومت قائم ہوئی اور پھر سیکڑوں برس اردشیر کے خاندان میں ہی حکومت چلتی رہی۔ تا آنکہ کسریٰ انوشیروان ۵۸۰ء میں حاکم ہوا۔ مشہور حکیم بزرجمہر اس کا وزیر تھا۔ نوشیروان کا عدل مشہور ہے۔ انوشیروان ۶۲۰ء میں فوت ہوا اور اسی کے زمانہ حکومت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا۔ اکاسرہ کا آخری بادشاہ یزدجرد ۶۳۱ء میں خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل ہوا۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۵ ص ۷

ملک فارس کی وجہ تسمیہ میں مؤرخین کہتے ہیں کہ فارس بن علم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ موسوم ہوا ہے۔ وقال ابن الكلبی سميت بفارس بن مأسوج بن سام بن نوح ۔ وقال ابوبکر احمد

الحلوانی سمیت بفارس بن مدین بن ابرہم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ وقیل سمیت بفارس بن طہمورث والیہ ینسب الفرس لانہم من ولدہ وکان ملکا عادلا قریب العہد من طوفان نوح علیہ السلام۔

فائدہ۔ شاہانِ ملکِ فارس کے احوال میں اس فقیر روحانی بازی کا ایک مختصر مگر جامع ومفید تاریخی رسالہ ہے جس کا نام ہے عبرۃ السائس باحوال ملوك فارس۔ عام فائدہ کی خاطر قدرے تصرف کے بعد اسے کتاب ہذا کا جزء بنانا اور یہاں پر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ رسالہ یہ ہے:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ملوک و شاہانِ فارس کے دو طبقے ہیں۔ اوّل قدما جنھیں کینیہ کہا جاتا ہے۔ ان کا آخری بادشاہ دارا تھا، جس کو سکندر نے قتل کرایا۔ عند البعض کینیہ سے پہلے ملوک فارس کا ایک طبقہ اور بھی تھا۔ سکندر نے حکومتِ کینیہ ختم کر دی۔ دوم متاخرین جو حکومت ساسانیہ و کسرویہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ حکومت، حکومتِ کینیہ کی طرح مدت طویل تک قائم رہی پھر مسلمانوں نے اسے ختم کر دیا۔ حکومت ساسانیہ کا بانی اور اوّل حاکم اردشیر ابن بابک شاہ تھا۔

اہل فارس قدیم تر قوم ہے۔ ان کے قدما کی تاریخ مختلف فیہ و مجہول ہے۔ علماء و اصحاب تاریخ نے ان کے احوال اور ان کے حکمرانوں کے اسماء و کوائف ذکر کیے ہیں لیکن وہ احوال یقینی نہیں۔ اسی وجہ سے خود اصحاب تاریخ کے اقوال ان کے بارے میں باہم متضاد ہیں۔

قتلِ دارا کے بعد فارسی لوگ یونانیوں کے ماتحت ہو گئے۔ سکندر کی موت کے بعد مدت تک طوائف الملوکی رہی۔ چھوٹے چھوٹے علاقوں اور صوبوں کے گورنر مستقل بادشاہت کے مدعی بن گئے۔ یہ طوائف الملوکی سکندر کی موت کے بعد حسب قول نصاریٰ و اہل کتاب ۵۲۳ سال تک اور بقول مجوس ۲۶۶ سال تک جاری رہی۔ پھر اردشیر بن بابک شاہ نے بزور بازو طوائف الملوکی ختم کی اور متحدہ فارس کا حاکم و بادشاہ بن گیا اور شاہنشاہ سے موسوم ہوا۔ اس طرح ساسانی حکومت قائم ہوئی تا آنکہ اسلام نے اس کو ختم کر دیا۔ ساسانی دور کا آخری بادشاہ یزدجرد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قتل کیا گیا۔

اہل فارس کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا۔ کیومرث سے یزدجرد تک کی مدت میں مؤرخین کا بڑا اختلاف ہے۔ ابن سعید کتاب تاریخ الامم لعلی بن حمزہ اصفہانی سے نقل کرتے ہیں کہ کیومرث سے یزدجرد (یزدگرد) تک کا زمانہ ۴۲۸۱ سال پر مشتمل ہے۔ ہر ساسانی بادشاہ کو کسریٰ کہا جاتا ہے۔ اس سے متقدم شاہانِ فارس کسریٰ سے ملقب نہیں ہوتے تھے۔ فارسیوں کا دعویٰ ہے کہ ہماری بادشاہی کا سلسلہ دنیا میں قدیم تر ہے۔ مؤرخینِ فارس کے دعوے کے مطابق ان کا اول بلکہ کل اولادِ آدم میں اوّل بادشاہ کیومرث (بالثاء و التاء کما قیل) ہے۔

قال فی لقطة العجلان ص۳۹ امة الفرس من اقدم امم العالم واشدهم قوة واثارا فی الارض و کانت لهم فی العالم دولتان عظیمتان طویلتان. الاولی منهما الکیانیة وهی التی غلب علیها الاسکندر والثانیة الساسانیة الکسرویة وهی التی غلب علیها المسلمون واما قبل هاتین الدولتین فبعید اخباره متعارضة ولاختلاف بین المحققین انهم من ولد سام بن نوح علیه السلام وارض ایران هی بلاد الفرس ولما عربت قیل لها اعراق وقیل انهم من ولد ایران بن افریدون وهم ینسبون الفرس الی کیومرث و معناه ابن الطین کانت ملوك الفرس من اعظم ملوك الارض فی قدیم الزمان.

وهم اربع طبقات. الاولی یقال لهم الفیشداذیة ومعناها اول سیرة العدل وعدتها تسعة وهم اوشهنج وطهمورث وجمشید وبیوراسپ وهو الضحاك وافریدون بن اثفیان ومنوچهر وفراسیاب وزوکرشاسف وهذه الطبقة قدیمة وقد نقل فی مدة ملکهم وحروبهم امور یأباها العقل و یمجها السمع.

والثانیة یقال لهم الکیانیة وهم الذین فی اول اسمائهم کیَ وهی لفظة التنویة قیل معناها الروحانی وقیل الجبار وعدة الکیانیة تسعة ایضا وهم کیَ کاؤس وکیخسرو وکیلهراسف، کیَ بشتاسف و کیَ ازدشیر وبهمن وخمانی بنت ازدشیر ودارا الاول ودارا الثانی وهو الذی قتله الاسکندر واستولی علی ملکه.

والثالثة. هم بعض ملوك الطوائف ویقال لهذه الطبقة الاشغانیة وعدتهم احد عشر.

الرابعة هم الاکاسرة لان کل واحد منهم یقال له کسری ویقال لهم ایضا الساسانیة نسبته الی جدهم ساسان وملك منهم عدة من النساء واولهم ازدشیر بن بابك واخرهم یزدجرد الذی قتل فی ایام عثمان ابن عفان رضی الله عنه انتهی بحذف.

علامہ محمد بن حبیب اخباری متوفی ۲۴۵ھ اپنی کتاب محبر، ص ۳۹۲ پر لکھتے ہیں کہ جیومرث (کیومرث) جنس جن کا فرد تھا نہ کہ جنس انس کا اور جیومرث یعنی کیومرث جنات کا پہلا بادشاہ تھا۔ اس کے بعد جنوں کا بادشاہ طہمورث بن کیومرث بنا۔ اس کے بعد اوشینک (اوسہنج) بادشاہ ہوا۔ اوشینک یعنی اوسہنج کے زمانے میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ فبعض المجوس یقول ان آدم ابن شیبنك ولیس کلهم یقول ذلك۔ اور نوعِ انس میں پہلا بادشاہ جم شاذ بن یونجہان من ولد قابیل تھا۔ وکان جمشاذ یقطع الدنیا کل یوم کما تقطعها الشمس یضحی بالمشرق ویمسی بالمغرب ملکها والناس مائة نفس فیما بین نوح وآدم علیهما السلام والثانی بعده نمروذ بن کنعان بن حام بن نوح علیه السلام ملکها والناس عشرة الاف نفس والثالث هو الضحاك بن قیس ذو الحیتین صدیق ابلیس ثم سلیمان بن داؤد علیهما السلام ثم ذو القرنین هو هرمس بن میطون بن

رومی بن لنطی بن کسلوحین بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام انتہی

قال العبد الضعیف الرحمانی انا لا اری صحۃ ما قال ابن حبیب من وجوہ۔ منہا عدم ثبوت ما ادعی بدلیل شاف اذ من اخبرہ من ملوک الجن ولم یثبت ذلک بنص۔ ومنہا المشہور ان جیومرث واوسہنج من الانس لا من الجن ومنہا ان قبل خلق آدم کانت الارض خالیۃ عن ملک الجن والملائکۃ اخلت عامۃ الارض عنہم وترکوہم فی الجبال والجزائر کما ثبت فی الآثار الصحیحۃ ولم یترک لہم احدا یرأس ویملک فکیف یصح قول ابن حبیب ان جیومرث واوشینک یعنی اوسہنج وطہموث ملکوا الارض کلہا۔ ومنہا ان اکثر المؤرخین صرحوا بخلافہ وقالوا ان اول ملک من البشر فی الارض غیرہم شاذ۔ ومنہا ان کون الناس الی نوح علیہ السلام مائۃ نفس بعید عقلا کیف وعمر آدم علیہ السلام الف سنۃ وکان نوح علیہ السلام طویل العمر وہذہ المدۃ الطویلۃ توجب العدد الکثیر من الانفس۔ ومنہا ان قصروا اولاد آدم الی زمن نوح علیہ السلام فی مائۃ نفس خطأ نقلا وخلاف ما صرح بہ الثقات من اہل التاریخ وقد اخرج الطبری فی تاریخہ باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لم یمت آدم حتی بلغ ولدہ وولد ولدہ اربعین الفا ببوذ۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۸۴۔

مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۲۲۰ پر لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فارسیوں کے دعوے کے مطابق ان کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا۔ کیومرث ایک مجہول شخص ہے۔ اس کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ (۱) یہ اصلِ نوع انسانی ہے یعنی کیومرث آدم علیہ السلام کا نام ہے۔ (۲) وہ ابنِ آدم یعنی ہابیل وقابیل کا بھائی ہے۔ (۳) کیومرث کا نام اُمیم ہے۔ وہو امیم بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ امیم سب سے پہلے ارضِ فارس میں آباد ہوا تھا۔ (ایک چوتھا قول بھی ہے کہ وہ نوع جن میں سے تھا۔ کما قدمنا من ابن حبیب النسابۃ)۔

آدم علیہ السلام سے تا کیومرث کوئی بادشاہ نہ تھا۔ کیومرث بنی آدم میں پہلا بادشاہ ہے۔ یہ اپنے زمانے میں بڑا محترم ومکرم شمار ہوتا تھا۔ اس زمانے کے لوگوں نے دیکھا کہ انسانوں میں بغض وعناد۔ جھگڑوں۔ شرارتوں اور جنگ وجدال کا معاملہ حد سے بڑھ گیا۔ طاقت ور کمزور کو ذلیل کرتا ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ضائع کیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو یقین ہوگیا کہ صرف رعب وخوف کے ذریعہ سے ہی شریر کو شرارت سے روکا جاسکتا ہے۔ یہ تو عالم کبیر یعنی نوع انسانی کا حال تھا۔

پھر انہوں نے عالم کبیر کو عالم اصغر یعنی جسمِ انسانی پر قیاس کرکے بادشاہ کے وجود کو جو مرکز طاقت اور مرکز تدبیر ہو ضروری سمجھا۔ تفصیلِ مقام یہ ہے کہ انہوں نے صورت وجسم انسان حساس ودراک پر غور کیا تو انہوں نے دیکھا کہ انسان کے مختلف افعال وگوناگون تصرفات وخواصِ ظاہریہ وباطنیہ کا ایک مرکز ہے۔ جو

ان سب امور کا منبع ہے۔ اسی طرح انسان کے جملہ اعضاء آنکھ۔ کان۔ ناک۔ منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ ظاہری و باطنی محسوس وغیر محسوس ارکانِ بدن جسم کے اندر ایک مرکزی قوت سے مربوط ہیں۔ اس مرکز قوت و منبع تدبیر و انتظام کا نام دل ہے۔ دل تمام بدن اور جملہ اعضاء و اجزاء بدن کا بادشاہ و حاکم اعلیٰ و مدبّر ہے۔ وہ مرکز قوت ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق ارکانِ بدن کو چلاتا اور روکتا ہے۔ باقی سب اعضاء دل کے تابع اور بمنزلہ رعایا و خُدّام ہیں۔ دل کے طفیل جسم انسانی کے یہ اعضاء باہم مربوط ہیں۔ اچھے اور بُرے راستے پر ڈالنے والا یہی دل ہے۔ بہرحال قلب بدن کا امیر و حاکم ہے۔ عالم اصغر کے حسین و قوی نظم و ضبط سے دانشورانِ اہلِ فارس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عالم کبیر و نوع انسانی کے انتظام و اصلاح کے لیے ایک مختار صاحب قوت حاکمِ اعلیٰ اور بادشاہ کی تقرری ناگزیر ہے۔

چنانچہ انہوں نے کیومرث سے قوم کا امیر و حاکم بننے کی درخواست کرتے ہوئے اپنی وفاداری و فرمانبرداری کا یقین دلایا۔ کیومرث نے امارت و بادشاہت قبول کرتے ہوئے مجلس قوم میں جو خطبہ دیا اس کے چند قیمتی جملے یہ ہیں اِنّ النِعم لا تدوم اِلّا بالشکر و اِنّا نحمد اللہ علی اَیادیہ و نشکرہ علی نِعَمہ و نَرغَب الیہ فی مزیدہ و نسألہ المعونۃ علی مادُفِعنا الیہ وحسن الھدایۃ الی العدل الذی بہ یجتمع الشمل و یصفوا العیش فثِقُوا بالعدل مِنّا و اَنصِفُونا من اَنفسکم نُوردِکم الی افضل ما فی ھممکم والسلام۔

پھر کیومرث کے سر پر تاج رکھا گیا۔ وہ پہلا انسان ہے کہ جس کی تاج پوشی ہوئی۔ کیومرث نے آخر دم تک عدل و انصاف سے حکومت کی اور لوگ اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔

کیومرث پہلا شخص ہے جس نے کھانا کھانے وقت خاموش رہنے کی تلقین کی وقال لتاخذ الطبیعۃ بقسطھا فیصلح البدن بما یرد الیہ من الغذاء وتسکن النفس عند ذلک فتُدَبِّر کل عضو من الاعضاء تدبیرًا یؤدّی الی ما فیہ صلاحہ من اخذ صفو الطعام فیکون الذی یرد الی الکبد وغیرہ من الاعضاء القابلۃ للغذاء ما یناسبھا وما فیہ صلاحھا فان الانسان متی شغل عن طعامہ بضربٍ من الضروب انصرف قِسطٌ من التدبیر وجزءٌ من التغذی الی حیث انصباب الھمۃ ووقوع الاشتراک فاضرّ ذلک بالانفس الحیوانیۃ والقوی الانسانیۃ واذا کان ذلک ادی الی مفارقۃ النفس الناطقۃ لھذا الجسد المرئی وفی ذلک ترک للحکمۃ وخروج عن الصواب۔ کذا فی المروج۔ ج ۱ ص ۲۲۱

بعض نسّابین کہتے ہیں کہ بنی آدم کا پہلا حاکم و بادشاہ اوشہنج (اوشہنق) تھا۔ اوشہنج بطنِ حواء سے آدم علیہما السلام کا بیٹا ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ہے۔ قال الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۶ وکان بعضھم یزعم ان اوشھنج ھذا ھو ابن آدم علیہ السلام لصلبہ من حواء واما ھشام الکلبی فانہ فیما حُدِّثتُ عنہ قال بلغنا واللہ اعلم انّ اوّل مَلِکٍ مَلَک الارض اوشھنق بن

عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام قال والفرس تدّعیہ وتزعم انہ کان بعد وفاۃ آدم بمائتی سنۃ قال وانما کان ھذا الملک فیما بلغنا بعد نوح بمائتی سنۃ فصیّرہ اھل فارس بعد آدم بمائتی سنۃ ولم یعرفوا ما کان قبل نوح ثم رجّح الطبری قول الکلبی ورجّح القول الاول ۔ وقال ان مُلکَ اوشھنج ھذا کان اربعین سنۃ ۔ مسعودی نے اوشہنج کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کیومرث کی اولاد یعنی نسل میں سے ہے اور کیومرث کے بعد بادشاہ بنا۔

سلسلۂ شاہان فُرس میں پانچواں بادشاہ ضحاک کے نام سے مشہور ہے۔ بقول مسعودی اس کا اصل نام بیوراسب بن ارواد سب بن رستوران بن نیاداس بن طلح بن قروال بن ساہر فرس بن کیومرث ہے۔ یہ عجوبۂ زمانہ شخص تھا۔ بعض کے نزدیک فرس میں سے تھا اور بعض کے نزدیک عرب میں سے تھا۔ یہ بڑا ساحر تھا۔ اقالیم سبعہ کا حکمراں تھا۔ بڑا جابر وسرکش وظالم تھا۔ ابونواس وغیرہ کی رائے میں وہ عرب یمن کا ایک فرد ہے۔ قالوا ھو الضحّاک بن علوان بن عبید بن عویج من الیمن۔ ضحاک نے اپنے بھائی سنان بن علوان کو حاکم مصر مقرر کیا تھا۔ سنان بن علوان فراعنۂ مصر میں سے پہلا فرعون ہے۔ مصر میں ابراہیم علیہ السلام کی تشریف آوری کے وقت یہی فرعونِ مصر تھا اور اسی کے ساتھ حضرت سارہ زوجۂ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ پیش آیا تھا۔ پھر اس نے ہاجرہ امّ اسماعیل علیہ السلام سارہ کو دی۔ یہ اہل یمن کا بیان ہے۔ مگر فُرس اس بیان کے منکر ہیں۔ کما فی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۹۸

فُرس کہتے ہیں الضحّاک ھو الازدھاق وھو بیوراسب بن ارونداسب وقیل فی اسم ابیہ ارواد سب وقیل اندماسب ۔

قدیم اسماء کے تلفظ میں عموماً ایسا اختلاف نظر آتا ہے۔ علماء تاریخ بھی اس بارے میں مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری اس کتاب میں اسماء قدیمہ کا اس قسم کا اختلاف موجود ہے۔ مصنف اس میں معذور ہے۔

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ضحاک کا نام قرشت تھا۔ یہ جابر تھا اللہ تعالیٰ نے اسے مسخ کر کے اژدہا بنا دیا جس کے سات سر تھے کہتے ہیں کہ اب بھی اس کی صورت ومورتی شہر دباوند میں موجود ہے۔ اقالیم سبعہ کا مالک تھا۔ روی الطبری عن الامام الشعبی قال ابجد وھوز وحطی وکلمن وسعفص وقرشت کانوا ملوکاً جبابرۃ فتفکر قرشت یوماً فقال تبارک اللہ احسن الخالقین (ای جعل نفسہ احسن الخالقین فمسخہ اللہ فجعلہ اجدھاق (وھو معرب اژدہا۔ سانپ) ولہ سبعۃ ارؤس فھو ھذا الذی بدباوند و ۔ جمیع اھل الاخبار من العرب والعجم تزعم انہ ملک الاقالیم کلھا وانہ کان ساحراً فاجراً، اھ ۔ ثم قال ملک الضحاک بعد جم فیما یزعمون الف سنۃ وسار بالجور وبسط یدہ فی القتل وکان اوّل من سنّ الصلب والقطع واول من وضع العشور (ای الخراج) وضرب الدراھم واوّل من تغنّی و

وغُنِّى له أه.

وفى المروج ج ١ ص ٢٢٤ انه كان ساحرًا وملك الاقاليم السبعة وكان ملكه الف سنة وبغى فى الارض وتمرد وانه مقيد فى جبل دباوند بين الرى وطبرستان أه قيده افريدون وفى تاريخ الطبرى ج ١ ص ١٠ كان عمره الف سنة ومُلكه منها كان ستمائة سنة وقيل كان عمره ١١٠٠ سنة الى ان خرج عليه افريدون فقتله وزعم بعضهم أن نوحًا عليه السلام كان فى زمانه وانه ارسل اليه والى من فى مملكته.

وقال الطبرى ايضًا قبيل هذا ان الضحاك كان عاصيًا وانه غصب الارض واهلها بسحره وخبثه وهوّل عليهم بالحيّتين اللتين كانتا على منكبيه فلقى الناس منه كل جهد وذبح الصبيان يقول البعض الذى كان على منكبيه كان لحمتين طويلتين نابتتين على منكبيه كل واحد منهما كرأس الثعبان وانه كان بخبثه ومكره يسترهما بالثياب ويقول للتهويل وترهيب الناس انهما حيّتان تقتضيانه الطعام وكانتا تتحرّكان تحت ثوبه اذا جاع كما يتحرّك العضو من الانسان عند التهابه بالجوع والغضب وكان الناس منه فى جهد شديد ويقال انه خرج فى منكبه سلعتان فكانتا تضربان عليه فيشتدّ عليه الوجع حتى يطليهما بدماغ انسان فكان يقتل لذلك فى كل يوم رجلين ويطلى سلعتيه بدماغيهما فاذا فعل ذلك سكن ما يجد.

قال هشام بن محمد بلغنا ان افريدون وكان مولده بدنباوند خرج حتى ورد منزل الضحاك وهو عنه غائب بالهند فحوى على منزله ومافيه فاقبل الضحاك وقد سلبه الله قوّته فاوثقه افريدون وصيّره بجبال دنباوند فالعجم تزعم انه الى اليوم موثق فى الحديد يعذّب هناك وبعض المجوس تزعم انه جعله اسيرًا فى تلك الجبال موكلًا به قومٌ من الجنّ ومنهم من يقول انه قتله هذا ما فى تاريخ الطبرى وفى كتاب اللقطة ص ٤٠ وغيره من الكتب ماحاصله ان اول من خرج على الضحاك رجل باصبهان اسمه كابى وكان حدّادًا فدعا الناس الى مجاهدة الضحاك فى سنة ٣٣٩٣ من هبوط آدم عليه السلام وكان معه عصا فعلق باطرافها جرابًا كان عنده ثم نصب ذلك العلم فاسرع الناس الى اجابته لما كانوا فى فتون الجوفلما غلب كابى على الضحاك تفاءل الناس بذلك العلم فعظموا امره وزادوا فيه حتى كان جميع ملوك الفرس علمهم الاكبر الذى يتبرّكون به وسمّوه درفش كابيان. فكانوا يظهرونه فى الامور العظام وقال هشام بعد ذكر قصة اخرى لرفع العلم بلغنا ان هذا العلم كان جلد اسدٍ وانه لم يزل محفوظًا عند ملوك فارس فى خزائنهم فالبسه ملوك فارس الذهب والديباج تيمّنًا به طبرى ج ١ ص ٩٩ ثم بعد الفتح ملّكوا عليهم افريدون.

فائدة. اتخذت الفرس بامر افريدون يوم قتل افريدون الضحاك او حبسه فى جبل دباوند عيدًا ويوم نجاة من الآفات وسمّوا هذا العيد عيد المهرجان وكان ذلك فى شهر مهر ماه مهروز ذكره الطبرى

فی التاریخ ج ۱ ص ۹۹ وللفرس عیدان مشهوران وبقیا حتی فی الاسلام عند بعض ملوك العراق وایران کانوا یظهرون فیهما المسرّات وهما مهرجان ونیروز (نوروز) امّا المهرجان فقد مرّ وجهُ تقریرِه۔

ومهر فی الفارسیّة اسم الشمس قال القزوینی وذکروا ان فی هذا الیوم یوم مهرجان دحا الله الارض وجعل الاجساد قرار الارواح أه ویوم مهرجان دائما هو یوم ۲۲ سبتمبر اذ فی هذا الیوم تکون الشمس فی الاعتدال الخریفی ویعتدل اللیل والنهار فی جمیع العالم اذ مدار الشمس یسامت فیه خط الاستواء وبعد هذا الیوم تصیر الشمس الی البروج الجنوبیة وتکون فیها الی ستة اشهر ثم بعد ستة اشهر تصل الشمس الی الاعتدال الربیعی فی ۲۱ من شهر مارس (مارچ) ویعتدل اللیل والنهار فی العالم لکون الشمس مسامتة لخط الاستواء ثم بعد ۲۱ مارس تدخل الشمس فی البروج الشمالیة وتکون فیها الی نحو ستة اشهر ویوم ۲۱ مارس هو یوم عید النیروز عند الفرس۔ نوروز معناه فی الفارسیّة الیوم الجدید وهو اول یوم من السنة الفارسیّة والفرس زعموا ان الله فی هذا الیوم ادار الافلاك وسیّر الشمس والقمر والکواکب۔

وقد ذکرنا فی ترجمة جمشید بالدال المعجمة والمهملة وجه بناء النیروز وذکرنا هنالك انهم کانوا یتزیّنون ویظهرون انواع الفرح فی النیروز الی ستة ایام فکان عیدهم الی ستة ایام۔ وکذلك مهرجانهم الی عدّة ایام بل قال البعض انهم کانوا یجعلون جمیع الشهر عیدًا باظهار انواع الزینة والفرح۔

قال فی المروج ج ۲ ص ۱۹۷ ان شهر تشرین الاول ۳۱ یومًا وفیه المهرجان وبین النیروز والمهرجان ۱۶۹ یومًا وعند الفرس فی معنی المهرجان انه کان لهم ملك فی قدیم الزمان من ملوك الفرس قد عمّ ظلمه خواصّ الناس وعوامّهم وکان یسمّی مهر وکانت الشهور تسمّی باسماء الملوك فقیل مهرماه ومعنی ماه هو الشهر وان ذلك الملك طال عمره واشتدّت وطأته فمات فی النصف من هذا الشهر وهو مهرماه فسمّی ذلك الیوم الذی مات فیه مهرجان وتفسیره نفس مهر ذهبت وبعض اهل العراق وغیرهم من العجم یجعلون هذا الیوم اول یوم من الشتاء أه بتصرف۔

وفی بعض کتب التاریخ ان زرادشت الذی تزعم الفرس انه نبیّهم وجاء بکتاب ادّعاه وحیًا من الله تعالی هو الذی رتّب لهم عیدَی النیروز فی الاعتدال الربیعی والمهرجان فی الاعتدال الخریفی و کان زرادشت کما قیل فی ایام بشتاسف۔

مزید تفصیل مندرجہ ذیل نقشہ وجدول سے معلوم کی جاسکتی ہے:۔

هذا جدول ملوك فارس من بدء نوع الانسان الى ظهور الاسلام

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
١	كيومرث - هو اوّل من ملك الارض وتوّج بتاج قيل هو آدم وقيل ابن آدم وقيل من نسل نوح عليه السلام وقال ابن حبيب المؤرخ كان من الجنّ قبل آدم عليه السلام -	٤٠
٢	ثم اوشهنج[1] بن فرواك بن سيامك بن يزنيق بن كيومرث وقيل هو اخ الكيومرث بن آدم كان ينزل الهند -	٤٠
٣	ثم طهمورث بن نوبجهان بن ارفخشذ بن اوشهنج كان ينزل سابور وظهر فى عهده بوذاسف الذى احدث مذاهب الصابئة والفرس تزعم ان الله اعطى طهمورث لطاعته قوة وقال الكلبى اعطى من القوة ما خضع له ابليس وشياطينه وقيل انه ابتنى مدينة سابور ونزلها وانه وثب على ابليس فركبه فطاف عليه فى جميع الارض وانه اول من امر باتخاذ الكلاب لحفظ المواشى -	٣٠
٤	ثم جمشيذ[2] اخو طهمورث قيل كان فى زمنه الطوفان وقيل كان قبل الطوفان - وهو اوّل من امر بغزل الابريسم والقطن	٩٠٠

[1] قال ابن حبيب كان من الجنّ ملك الارض كلها وحكى الطبرى فى تاريخه ج ١ ص ٤٢ انه اول من اقطع الشجر وبنى البناء واول من استخرج المعادن والحديد وانه بنى مدينة الرىّ وانه قهر ابليس وجنوده ومنعهم من الاختلاط بالناس وقتل مردتهم وملك الاقاليم كلها ١٢ ٥٢

[2] وشيذ معناه عندهم الشعاع لقبوا به فقالوا جمشيذ لجماله واسمه الاصلى جم ملك ٦٠٠ سنة وقيل ٩٠٠ سنة وستة اشهر كما فى المروج ج ١ ص ٢٢٣ وانه سخر الشياطين على ما زعمت الفرس وذلّلهم وامرهم بعمل الرخام والجص وصنعة النوادة وامر بعجلة من زجاج فصعد فيها الشياطين وركبها واقبل عليها بمساعدة الشياطين فى الهواء من بلدة من دنباوند الى بابل فى يوم واحد وذلك فى يوم النيروز فاتخذ الناس للاعجوبة التى رأوه عيد نوروز وامرهم باتخاذ ذلك اليوم وخمسة ايام بعده عيدًا وهو عيد الفرس المسمى بالنيروز (نوروز) ودفع الله عنه وعنهم الحرّ والبرد والاسقام والهرم والحسد الى مدة طويلة ثم ان جمشيد بطر وتكبر بعد ما كان مطيعًا لله خاضعًا له وجحد احسان الله واخبرهم

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٥	ثم بيوراسب بن ارواداسب وهو الضحاك وهو الذى قتل جمشيد ۔	١٠٠٠
٦	ثم افريدون بن اثقابان بن جمشيد ملك الاقاليم السبعة وكانت دار مملكته بابل وهو اشهر ملوك الفرس ۔	٥٠٠

جمشيد انه وليهم وربّهم والدافع عنهم بقوّته الاسقام والهرم وغير ذلك فجاء النقص والهوان فى ملكه بعد ما ادعى الرّبوبيّة ووثب عليه بيوراسب فغلبه على ملكه وقتله ۔ كذا ذكر الطبرى ج ١ ص٨٨ ۔

٥٣ وكان الضحاك ساحرًا ملك الاقاليم السبعة وفى اللقطة منه انه يقال له الدهاك ومعناه عشر آفات فلما عرّب قيل الضحّاك وكان ابراهيم عليه السلام فى اواخر ايام الضحاك واوّل ملك افريدون والفرس يجعلون الضحّاك قبل الطوفان لانهم يعترفون بالطوفان وفى الطبرى ج ١ ص٩٩ قال بعض العلماء ان الضحاك هو نمرود وهو الذى اراد احراق ابراهيم عليه السلام ١٢ ۔

٥٤ وفى زمنه وزمن بيوراسب كان ابراهيم الخضر عليهما السلام كما فى الطبرى ج ١ ص١٩٤ ويقال كان افريدون قبل ابراهيم الخليل عليه السلام بكثير ويقال ان افريدون هو نوح النبى عليه السلام والصحيح انه من ولد جمشيد بينهما تسعة آباء وانه الذى محا آثار ثمود وقيل هو ذو القرنين المذكور فى القرآن ويدل كلام الطبرى فى تاريخه ج ١ ص١٩٤ ان ابراهيم وموسى والخضر عليهم السلام وفرعون مصر كلهم كانوا فى زمن بيوراسب وافريدون وللمؤرخين فى ذلك اختلاف كثير وافريدون هو الذى قتل الضحاك الذى كان اظلم الناس دجّالًا ساحرًا وقيل حبسه وجعلوا يوم قتل الضحاك عيدًا سمّوه المهرجان وقد تقدم بيانه وبيان النيروز ۔

وافريدون اول من تسمّى بكَىٍ ومعناه التنزيه اى مخلص متصل بالروحانيات وقيل معناه البهاء لانه كان يغشاه نور من يوم قتل الضحاك وقيل معناه مدرك الثار وفى تاريخ الطبرى ج ١ ص١٠٥ قيل ان افريدون اول من سمى بالكيّية فقيل له كَىٍ افريدون وتفسير الكيّية التنزيه كما يقال روحانى يعنون به ان امره مخلص منزّه يتصل بالروحانية وقيل ان معنى كى طالب الدخل وقيل معناه البهاء وان البهاء يغشى افريدون حين قتل الضحاك ۔

وكان افريدون رجلًا جسيمًا بهيًّا مجرّبًا عادلًا فى ملكه وكان طوله تسعة ارماح كل رمح ثلاثة ابواع وعرض حجزته ثلاثة ارماح وعرض صدره اربعة ارماح ۔

وكان له ثلاثة ابناء اسم الاكبر سرم والثانى طوج والثالث ايرج وهو اصغرهم وقسم الارض بينهم

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٧	ثم منوجهر (منوچهر) بن ايران بن افريدون وكان ينزل بابل دار مملكته قيل كان فى زمنه موسى وهارون ويوشع عليهم السلام .	١٢٨
٨	ثم سهم بن ابان بن انقبان بن يود بن منوجهر كانت دار مملكته بابل قاله المسعودى	٦٠

اثلاثا وجعل ايرج مَلِك العراق والهند والحجاز وجعله صاحب التاج والسرير وفوّض اليه الولاية على اخويه قيل وبه سميت مملكة بابل وارضها وما حولها ايران فايران مصحف لفظة ايرج وقيل سميت ارض بابل لهذا السبب ايران شهر قيل ان افريدون اوّل من نظر فى الطب والنجوم واول من ذلّل الفيلة وامتطاها ونتج البغال واول من اتخذ الاوز والحمام ويقال ان الترك من اولاد افريدون فان الترك الذى تنسب اليه الاتراك كان ابن ارشسب بن طوج بن افريدون ويقال فى اشسب شهراسب .

٥ هو اوّل من خندق الخنادق وزعم البعض ان منوشهر هذا ابن منشخر بن افريقيس بن اسحاق بن ابراهيم عليهما السلام انتقل اليه الملك بعد ان مضى ١٩٢٢ سنة من عهد جيومرث ذكره الطبرى والفرس ينكر هذا النسب ولا تعرف لها ملكا الا فى اولاد افريدون تملّك منوجهر (منوشهر) ١٢٠ سنة ثم وثب عليه ابن لابن طوج التركى فنفاه عن العراق ١٢ سنة ثم غلب عليه منوشهر وتملّك بعد ذلك ٢٨ سنة فمدّة جميع ملكه ١٤٨ سنة وكان مَلِك اليمن فى عهده الرائش بن قيس بن صيفىّ بن سبأ بن يشجب بن يعرب بن قحطان ويقال انّ موسى عليه السلام ظهر فى سنة ٦٠ من ملك منوشهر

قال الطبرى وقد يزعم بعض المجوس ان افريدون وطئ ابنة لابنه ايرج يقال لها كوشك فولدت لافريدون جارية اسمها فركوشك ثم وطئ افريدون فركوشك هذه فولدت لافريدون جارية اسمها زوشك ثم وطئ افريدون زوشك فولدت لافريدون جارية اسمها فرزوشك ثم وطئ افريدون فرزوشك هذه فولدت لافريدون جارية اسمها بيتك ثم وطئ افريدون بيتك هذه فولدت لافريدون جارية اسمها ايرك ثم وطئ افريدون ايرك هذه فولدت لافريدون جارية اسمها ايرك ثم وطئ افريدون ايرك هذه فولدت لافريدون جارية اسمها ويرك ثم وطئ افريدون ويرك هذه فولدت لافريدون ابنا اسمه منشجر فاغ وبنتا اسمها منشجزك ثم ان منشجر فاغ وطئ اخته منشجزك فولدت له ابنا اسمه منشخر وبنتا اسمها منشارك ثم ان منشخر وطئ اخته منشارك هذه فولدت له منوشهر اى منوچهر وكان مولده بدنباوند وقيل بالرّىّ .

ثم ان منوشهر لما كبر صار الى جدّه افريدون فتوسم فيه افريدون الخير وتوجه بتاجه ١٢

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٩	ثم فراسياب[٥٦] بن اطوج بن ياسر بن رامى بن أرس بن بوك بن ساسا سب بن زسست بن نوح بن دومر بن سرور بن اطوج بن افريدون وكان عمره اربعمائة سنة.	١٢
١٠	ثم زوّ بن طهماسب وقيل فى اسمه زاب وقيل زاغ وكان محمود السيرة محسنًا فى رعيته وهو الذى طرد فراسيات بن فشنج بن رستم بن تُرك وترك هذا جدّ سائر الترك الموجودين اليوم.	٣
١١	ثم كيقباذ بن زاغ بن نوحياه بن ميسو بن نوذر بن منوشهر قيل ان الملوك الكيبيّة واولادهم من نسله.	١٠٠
١٢	ثم كيقاؤس[٥٧] بن كيبيّة بن كيقباذ الملك قيل ان الشياطين كانت مسخرة له عن امر سليمان بن داؤد عليهما السلام.	١٥٠

٥٦ قيل بعد موت منوشهر (منوجهر) غلب على مملكة فارس فراسيات (فراسياب) بن فشنج بن رستم بن ترك فهو من الترك لا من الفرس وقيل ان فراسيات من نسل افريدون فهو من الفرس وقيل ان الترك كلهم من اولاد افريدون وكان فراسيات جائرًا جبّارًا عظم جوره وخرّب ما كان عامرًا من بلاد فارس ودفن الانهار والقنى ولم يزل الناس منه فى اعظم البلايا والفتن الى ان ظهر عليه زوّ بن طهماسب من نسل منوجهر فطرده زوّ الى تركستان فعمر زوّ ما خرب وافسد ويوم طرد زوّ فراسيات اتخذه الفرس عيدًا ويوم سرور لما رفع الله عنهم شرّ فراسيات وجعلوه الثالث من اعيادهم النوروز والمهرجان ١٢

٥٧ كان كيقاوس فى زمن سليمان عليه السلام قيل بنى كيقاوس بلدة كبيرة بمساعدة الشياطين لها سور من صفر وسور من شبه وسور من نحاس وسور من فخار وسور من فضّة وسور من ذهب وكانت الشياطين بنوا هذه البلدة ما بين السماء والارض مع ما فيها من الحيوانات والناس وكان كيقاوس لا يحدث اى لا يبول ولا يتغوّط وهو يأكل ويشرب وكان منصورًا مظفرًا فى كل امر فلما رأى عزّه تجبّر فغزا بلاد اليمن وعلى اليمن يومئذٍ ذو الاذعار بن ابرهة ذى المنار بن الرائش فظفر بكيقاوس وحبسه فى بئر ثم جاء رستم واطلق كيقاوس. يقال لكيقاوس قابوس ايضًا ١٢

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
١٣	ثم كيخسرو بن سياوخش بن كيقاوس قيل انه زهد بعد مدة فى الملك وتنسك فغاب للعبادة فلا يدرى اين مات قيل ان سياوخش والد كيخسرو بنى فى حياة ابيه مدينة القندهار من ارض افغانستان وكيقاوس بنى مدينة كشمير فى ارض الهند ولم يكن لكيخسرو عقب .	٦٠
١٤	ثم لهراسف بن قنوج بن كيمس بن كيناسس بن كيناسة بن كيقباذ الملك و قد احسن وعدل فى الرعية وبنى بلدة بلخ .	١٢٠
١٥	ثم بشتاسب بن لهراسب وهو الذى اطلق سبايا بنى اسرائيل واسارامهم واذن لهم بالذهاب الى ارضهم بلاد الشام وفلسطين وعمارة بيت المقدس بعد ما خربها بخت نصر فعمروها .	١٥٠
١٦	ثم بهمن بن اسفنديار بن بشتاسب كان دار مملكته بلخ ويقال له اردشير بهمن بن اسفنديار وكان متواضعا مرضيا يكتب فى كتبه من اردشير عبد الله وخادم الله	

٥٨ وهو الذى غضب على بنى اسرائيل واهلكهم وشتت شملهم حيث عين بخت نصر مرزبان بابل والعراق ومعنى مرزبان النائب والحاكم على حصة من الملك (اى گورنر) وكان اسمه بالفارسية بختر شه وهذا هو الاصح وقيل كان بخت نصر ملكا مستقلا قال الطبرى فى تاريخه ج ١ ص ٤٨٠ كان بختنصر فى زمان لهراسب وكان بختنصر اصبهذ (گورنر) مابين الاهواز الى ارض الروم من غربى دجلة أه بحاصله وبختنصر هو الذى سبى بنى اسرائيل وقتلهم وخرب بلادهم وكان ينزل بابل وكان فى زمانه ارميا النبى عليه السلام الذى مكث فى نومه ٧٠ سنة او مكث ١٠٠ سنة كما فى القرآن المجيد قاله الطبرى وقيل كان ذلك عزير النبى عليه السلام وكان بختنصر بعد داود وقبل عيسى عليهما السلام ويورخ كثير من القدماء كبطليموس صاحب المجسطى تاريخ الامور من عهد بختنصر وكانت نبابة بختنصر ٤٠ سنة وقيل عاش اكثر من ١٠٠ سنة وكان فى خدمة لهراسب ثم فى خدمة بشتاسب بن لهراسب ثم فى خدمة بهمن ١٢

٥٩ وفى زمنه انتبه ارمياء او عزير عليهما السلام من النوم بعد ٧٠ سنة او ١٠٠ سنة فنظر الى بيت المقدس كيف تعمر ويبنى مسجدها وقال اعلم ان الله على كل شئ قدير وفى عهد بشتاسب وقيل اسمه يستاسف ظهر زرادشت الذى تزعم المجوس انه نبيهم وكان زرادشت عند البعض من العلماء خادما لبعض تلامذة ارمياء النبى عليه السلام

مدة الملك بالسنين	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
	السائس لاهركم وهو ابو دارا الاكبر وابو ساسان ابى الملوك الساسانية من الفرس المتأخرة	
١١٢	على ماسيأتى توفى بهمن وله ابنان دارا الاكبر وساسان وبنت اسمها خمانى وقيل حمانية.	
١٧	ثم حمانية بنت بهمن بن اسفندیار كانت حسنة السياسة قاله المسعودى وقال	
	الطبرى اسمها خمانى وتلقّبت بشهرازاد وانما ملكت خمانى بعد ابيها لانها حملت من ابيها	
	فسألته ان يعقد التاج له فى بطنها ففعل ذلك بهمن فلما رأى ساسان ذلك وكان	
٣٠	كبيراً حينئذ لحق باصطخر فتزهّد ولحق بالجبال يرعى الغنم ولذا قيل له الراعى.	
١٨	ثم اخوها وابنها اى دارا ابن بهمن وكانت دار مملكته بابل وهو دارا الاكبر اخو	
	ساسان ابى الملوك الساسانية وبعد ما كبر دارا حوّلت اختها وامّها خمانى التاج عن	
	راسها اليه وبنى هومدينة بفارس سماها دارابجرد وكانت دار مملكته بابل وكان ضابطا	
	لمملكه قاهراً لمن حوله من الملوك وكان معجبا بابنه دارا الاصغر ومن حبّه اياه سمّاه باسم	
١٢	نفسه وصيّر له الملك من بعده.	
١٩	ثم دارا الاصغر ابن دارا الاكبر ابن بهمن اساء السيرة فى رعيته وقتل رؤساءهم	
١٤	وكان غرّاً اجبّاراً حقوداً.	

اثيرا عنده فكذب عليه فدعا عليه الله فبرص فلحق ببلاد أذربيجان فاظهر بها دين المجوسيّة ثم توجه الى بشتاسب وهو ببلخ فاعجبه ودخل بشتاسب فى المجوسيّة وقسر الناس على الدخول فيه وقتل فى ذلك رعيته مقتلة عظيمة وكان قبل هذا على دين الصابئين ١٢

١٥ وهو آخر سلسلة ملوك الفرس القدماء وقد ملّه اهل فارس واحبّوا الراحة من غزا الاسكندر الرومى فلحق كثير من اعلامهم بالاسكندر فالتقيا ببلاد الجزيرة وقيل بناحية خراسان مما يلى الخزر فاقتتلا سنة قتالاً شديداً ثم ان دارا قتله اصحابه وتقربوا بذلك الى الاسكندر فقتل الاسكندر قاتليه وقال هذا جزاء من اجترأ على مليكه وكان الاسكندر امر بأسر دارا وعدم قتله فلما اخبر بذلك ذهب اليه فوجده يجود بنفسه فوضع رأسه فى حجره وبكى عليه وقال سلنى حوائجك فسأله دارا ان يتزوّج ابنته روشنك ويقتل قاتليه ففعل له الاسكندر وتزوّج بروشنك وبعد قتل دارا سهل لاسكندر التسلّط على جميع ملوك الدنيا وملك فارس والروم والشام ومصر وهدم كثيراً من المدن والحصون وبيوت النيران فى فارس واحرق كتبهم ودواوين دارا

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٢٠	ثم الاسكندر بن فيلفوس المقدونى اليونانى الرومى كان فيلفوس ابوه ملكا على اليونانيين وكان من بلدة مقدونية -	١٤
	ثم بعد موت الاسكندر ملك كل قطر وناحية امراء الاسكندر وكان ابنه صغيرا وذكر الطبرى ان اسم ابنه الاسكندروس وانه ابى واختار النسك والعبادة فملك اليونانية عليهم بطليموس ابن لوغوس وكان على مصر والشام ونواحى المغرب ملكه وكل من ملك هذه البلاد يسمى بطليموس وكان مُلكه ٣٨ سنة -	٣٨
	ثم ابنه اورغاطس	٢٩
	ثم بطليموس ساطر	١٧
	ثم بطليموس الاحسندر	١١
	ثم بطليموس الذى اختفى عن ملكه	٨
	ثم بطليموس دوسيوس	١٦
	ثم بطليموس قالوبطرى - وكل هؤلاء من اليونانيين -	١٧
	ثم ملك الشأم فيما ذكر الروم المصاص فكان اول من ملك منهم جايوس يوليوس -	٥
	ثم ملك الشأم اغوسطوس ولما مضى من ملكه ٤٢ سنة ولد عيسى عليه السلام وبين مولده وقيام الاسكندر ٣٠٣ سنة -	٥٦

ودفاتر علومهم وكان يعبد الاصنام ومعلمه ومشيره ارسطو الفيلسوف ١٢

١١ وكان ابوه حمل الخراج الى ملك الفرس فلما ملك الاسكندر انكر عن اداء ذلك فوقعت الحرب بينه وبين دارا وكان ما كان قيل كان يونانيا وقيل رومياً والطبرى حكى كل ذلك وغزا الهند ووصل الى فنجاب اقليم باكستان ثم رجع فمات بناحية السواد فحمل الى الاسكندرية فى تابوت من ذهب وكان ملكه ١٤ سنة وقتل دارا كان فى اول السنة الثالثة من ملكه وبنى اثنتى عشرة مدينة وسماها كلها اسكندرية منها الاسكندرية بمصر ومنها مدينة اصبهان ومدينة هراة ومدينة مرو ومدينة سمرقند وقرى فى كل ناحية من فارس وغيرها نوابا له وخاطب كل واحد بالملك ونحو ذلك من الالقاب وكان مراد الاسكندر تشتيت كلمتهم وغلبة كل رئيس منهم على ناحيته فينعدم نظام الملك والانقياد الى ملك واحد على الاسكندر ليرجع الامر اليه وكان ذلك باشارة ارسطو معلمه ١٢

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٢١	ثم نرجع الى ملوك الفرس فنقول لم يجتمع ملك فارس لاحد بعد الاسكندر وكان الزمان زمان ملوك الطوائف الى مدة ٥٢٣ سنة او اقل لا يخضعون لاحد.	٥٢٣
٢٢	ثم ملك الفرس كلها اردشير بن بابك بن ساسان قيل كان من الفرس من نسل ثمن ابن اسفنديار ای من نسل افريدون وكان من ملوك الطوائف.	١٥ تقريبًا
٢٣	ثم كسرى سابور بن اردشير كتب اليه ملك الروم بلغنى حسن سياستك لرعيتك وسلامة مملكتك وانى احببت ان اسلك طريقتك فكتب اليه سابور لست ذلك بثمان خصال لم اهزل فى امر ولا نهى ولم اخلف وعدًا ولا وعيدًا قط وحاربت للغنى لا للهوى واجتلبت قلوب الناس ثقة بلا كره وخوفًا بلا مقت وعاقبت للذنب لا للغضب وعممت بالقوت وحسمت الفضول	٣١
٢٤	ثم هرمز بن سابور كان حسن السيرة فى رعيته	١
٢٥	ثم بهرام بن هرمز وكان حليمًا فاستبشر الناس بولايته وفى عهده كان مانى بن يزيد الزنديق داعى المذهب الثنوى.	٣

١٢ غيران من كان يملك بلاد الجبل يعدّ ونه اكبرهم وهم الملوك الاشغانون الذين يدعون ملوك الطوائف وكان هذا الافتراق قائمًا الى ملك اردشير بابكان وفى هذا الزمان كان رفع عيسى وقتل الانبياء منهم يحيى وزكريا عليهم الف الف صلاة وسلام قال الطبرى وكان ملك الاسكندر وملك سائر ملوك الطوائف فى النواحى ٥٢٣ سنة اه وقيل ٢٦٦ سنة وقال المسعودى ٥١٧ سنة وذلك من ملك الاسكندر الى ان ظهر اردشير بن بابك بن ساسان الذى هو جدّ الملوك الساسانية ١٢.

١٣ قالوا ان اردشير غلب على جميع الملوك واسرهم وقتل البعض وخضع له البعض واجتمع به الفرس كلهم وكان ملك الفرس فى اسرته الى ان ظهر الاسلام وهم الملوك الساسانية وكل ملك ساسانى كان يلقّب بكسرى وآخر من ملك منهم يزدجرد قتل فى عهد عثمان رضى الله عنه وكانت مدّة ملكه اربع عشرة وعشرة اشهر ١٢

١٤ قال الطبرى دعاه مانى الزنديق الى دينه فوجده داعية الشيطان فامر بقتله وسلخ جلده وحشوه تبنًا وتعليقه على باب من ابواب مدينة جندى سابور وقتل اصحابه اه وفى المروج ج ١ ص ٢٥ ان مانى بن يزيد عرض على بهرام مذاهب الثنوية فاجابه احتيالا منه عليه الى ان احضر دعاته المتفرقين فى البلاد فقتله

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٢٦	ثم بهرام بن بهرام بن هرمز ملك ١٨ سنة او ١٧ سنة وكان فى اول ملكه مشغولا فى اللذات واللهو والصيد والنزهة فخربت البلاد وهلك الضعيف واقطع الضياع لخواصه فخلت من عمّارها وقلّ مال الخزانة ـ	١٧
٢٧	ثم بهرام بن بهرام بن بهرام ملك ٤ سنين او تسعًا ـ	٤
٢٨	ثم نرسى بن بهرام وهو اخو بهرام المذكور من قبل اى اخو بهرام الثالث	٩
٢٩	ثم هرمز بن نرسى ـ ثم هلك وكان له فشقّ ذلك على الناس وكانت بعض نسائه حبلى فملّكوا حبلها فولدت تلك المرأة سابور ذا الاكتاف ـ	٧

قتل الرؤساء من اصحابه وفى ايام مانى هذا ظهر اسم الزندقة وذلك ان الفرس اتاهم زراد شت بكتاب اسمه البستاه ثم فسّره وسماه الزند ثم فسر الزند وسماه البازند وكان الزند بيانًا لتأويل المتقدّم المنزل فمن عدل منهم من البستاه الى التاويل الذى هو الزند قالوا هذا زندى اى منحرف عن ظواهر المنزل الى تأويل هو بخلاف المنزل فعرّبته العرب وقالوا زنديق والثنوية هم الزنادقة ١٢

١٥ قيل انه سار ليلة مع الموبذان (قاضى القضاة) فى منتزهاته وصيده نحو المدائن فتوسطوا خربات لا انيس بها الا البوم واذا بوم يصيح وأخر يجاوبه فقال بهرام للموبذان هل احد أُعطى فهم منطق الطير فقال الموبذان انا افهمه فقال مايقول هذان الطائران قال الموبذان هذا بوم ذكر يخاطب بومة ويقول لها امتعينى من نفسك حتى يخرج منّا اولاد يسبّحون الله ويبقى لنا عقب يكثرون ذكرنا فاجابته البومة نعم هذا هو الحظّ الاوفر لكن بشرط خصال اوّلها ان تعطينى من خربات امهات الضياع عشرين قرية مما قد خرب فى ايام هذا الملك فقال البوم ان دامت هذا الملك اعطيتكِ مما يخرب من الضياع الف قرية فما تصنعين بها؟ قالت فى اجتماعنا ظهور النسل وكثرة الولد فنقطع كل واحد من اولادنا قرية من هذه الخربات فقال لها الذكر هذا اسهل امر سألتيه وانا مَلِئٌ بذلك فهاتى ما بعد ذلك ـ فلما سمع بهرام هذا الكلام من الموبذان استيقظ من نومه وقال ما الغرض الذى له قصدتَ بضربك المثل على لسان الطائر قال الموبذان ايها الملك ان الملك لا يتم عزّه الا بالشريعة والقيام لله تعالى بطاعته والتصرف تحت امره ونهيه ولا قوام للشريعة الا بالملك ولا عزّ للملك الا بالرجال ولا قوام للرجال الا بالمال ولا سبيل الى المال الا بالعمارة ولا سبيل الى العمارة الا بالعدل والعدل الميزان المنصوب بين الخليقة نصبه الربّ وجعل له قيما وهو الملك وانت انتزعت الضياع من عمّارها وهم ارباب

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٣٠	ثم سابور[١٦] ذوالاكتاف وخلفه والده حملًا وتقلد الوزراء والكتّاب اعمال المملكة.	٧٢
٣١	ثم اردشير بن هرمز بن نرسى فخُلع بعد اربع سنين وكان جائرًا مفسدًا قتل العظماء.	٤
٣٢	ثم سابور بن سابور ذى الاكتاف مات تحت فسطاط كان ضرب عليه بعد ما قطع اطنابها وكان عادلًا.	٥
٣٣	ثم اخوه بهرام بن سابور ذى الاكتاف كان حسن السياسة فرماه بعض الفتاك برمية نشابة وقتله وكان لقبه كرمان شاه.	١١
٣٤	ثم يزدجرد[١٧] بن بهرام كرمان شاه وقيل هو اخو كرمان شاه.	٢٢

الخراج واقطعتها الحاشية واهل البطالة فقلّت العمارة والاموال فانتزع الملك الضياع وردّها الى اربابها وتوجّه الى امور الملك فحسنت ايامه حتى كانت تدعى ايامه اعيادًا ١٢

[١٦] وضعف امر الفرس فطمعت فيها الترك والروم والعرب وغلبوا على كثير من النواحى والاقاليم فغلبت العرب على سواد العراق وملكهم الحارث بن الاغرّ الايادى فلما بلغ عمر سابور ١٦ سنة فتح جميع النواحى واكثر من القتل والسبى والتخريب وقتل العرب وغزا الروم وبنى فى هذه الغزوات مدينة بارض السواد وهى الانبار وبارض الاهواز مدينة السوس وبارض خراسان مدينة نيسابور وكل ملوك الفرس الثانية من نسل اردشير بن بابك بل اكثر الفرس الاولى قبل اردشير كانوا من المجوس يعبدون النار وكانت لهم بيوت النار فى شتى المواضع وكانت دار مملكة بعض الفرس الثانية من نسل اردشير مدينة سابور وتسمى ايضًا جندى سابور من بلاد خوزستان و فى المروج ج ١ ص ٢٥٩ ان ملوك الساسانية يسكنون بطيسون بغربى المدائن فسكن سابور بالجانب الشرقى من المدائن وبنى هناك الايوان المعروف بايوان كسرى وكان فى زمنه ملك الروم قسطنطين الذى بنى مدينة قسطنطينية وكان اوّل من تنصّر من ملوك الروم ثم انما سمى سابور بذى الاكتاف لانه قتل العرب وخلع اكتافهم ظلمًا. فلما هلك سابور اوصى بالملك لاخيه اردشير بن هرمز ١٢

[١٧] وكان يلقّب بالاثيم وكان جبّارًا جائرًا شيطانًا مريدًا يقتل او يعاقب بادنى زلّة سيئ الخلق متهما للناس لا يأتمن احدًا على شئ وكان الناس من العظماء وغيرهم منه فى بلاء عظيم فتضرّعوا الى الله بتعجيل انقاذهم منه فاتفق ان رمحه فرس على فؤاده رمحة هلك منها مكانه وغاب ذلك الفرس فى مكانه فكانوا يقولون لم نر هذا الفرس من قبل وان الله ارسل هذا الفرس من الغيب لاهلاكه ١٢

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۳۵	ثم بهرام[۱۸] جور بن یزدجرد الاثیم نشأ فی العرب فی الخورنق عند النعمان ملك وهو ابن عشرین سنة وكان ذا قوة وبطش شدید وجرأة كبیرة فغرق مع فرسه فی جبّ الوحل ولم یجدوا جثّته۔	۲۳

فائدہ ملک فارس کی ارضِ عرب سے متصل سرحدات پر بادشاہِ فارس کی طرف سے بعض نائبین مقرر تھے یہ نائبین بظاہر خود مختار بادشاہ تھے لیکن درحقیقت وہ کسریٰ کے تابع تھے۔ ان نائبین میں سے ایک مشہور بادشاہ تھا نعمان بن امرئ القیس البدء بن عمرو ملك الحیرة وهو صاحب الخوَرْنَق والخوَرْنَق قصر له اشهر من قفانبك یضرب المثل ببانیه سنمّار وكان النعمان المذكور فی زمان یزدجرد الاثیم هذا۔

وكان سبب بناء الخورنق فیما ذكره الطبری فی تاریخه ج ۲ ص ۴۲ ان یزدجرد الاثیم كان لا یبقی له ولد فسأل عن منزل بریٔ مریٔ صحیح من الادواء والاسقام فدل علی ظهر الحیرة فدفع ابنه بهرام جور الی النعمان هذا وامره ببناء الخورنق مسكنًا له وانزله ایاه وامره باخراجه الی البادیة من بوادی العرب وكان الذی بنی الخورنق رجلًا یقال له سِنِمّار فلما فرغ من بنائه تعجبوا من حسنه واتقان عمله فقال لو علمتُ انكم توفونی اَجری وتصنعون بی ما انا اهله لبنیته بناءً یدور مع الشمس حیث دارت فقال وانك لتقدر علی ان تبنی ما هو افضل منه ثم لم تبنه فامر به فطرح من رأس الخورنق فمات سنمار اه۔ فضربوا به المثل لمن ظلم مُحسِنه ولمن كان مكفِّرًا قال ابو الطمحان القینی ؎

جَزاءَ سنمارٍ جزاها ورَبّها ... وباللاتِ والعزّی جزاءَ المكفِّر

وقال سلیط بن سعد ؎

جزی بنوه ابا الغیلان عن كبرٍ ... وحُسنِ فعلٍ كما یُجزَی سنمّارُ

وقیل ؎

جزانی جزاه اللهُ شرَّ جزائه ... جزاءَ سنمارٍ وما كان ذا ذنب

وقیل ان الذی امر ببناء الخورنق هو المنذر بن النعمان وهو الذی استخضنه یزدجرد ابنه وكان اسم هذا الابن بهرام جور بن یزدجرد الملك ۱۲

[۱۸] حكی من قوته انه ركب یومًا قبل ان یتملك الی الصید فاذا هو باسد قد شدّ علی عیر فتناول الاسد ظهر العیر لیفترسه فرماه بهرام رمیة فی ظهره فنفذت النشابة من بطنه ثم من ظهر العیر الی سرته حتی

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٣٦	ثم يزدجرد[١٩] بن بهرام جور سار فيهم باحسن سيرة وكان له ابنان احدهما فيروز والآخر هرمز۔	١٩

افضت الى الارض فساخت فيها الى قريب من ثلثها فتحركت طويلاً فامر بهرام فصور ما كان منه فى امر الاسد العير فى بعض مجالسه۔ ومما حكى من شدة بأسه وشجاعته انه اخذ الراية والتاج بين اسدين ضاريين و قتلهما من غير سيف وذلك انه لما مات ابوه يزدجرد الاثيم وكان ظالماً تعاقد العظماء ان لا يملكوا احداً من ذرية يزدجرد لسوء سيرته فملكوا رجلاً من عترة اردشير بن بابك يسمى كسرى فطلب بهرام جور ان يكون ملكاً فى مقام ابيه واجتمع بالوزراء والكبار القصة طويلة وصالحوا على ان يلقى التاج والراية بين اسدين ضاريين مشبلين فمن تناول لهما من بين الاسدين فهو الملك وبهرام جور هو الذى اشار بهذا الطريق من الصلح فجعلوا التاج والراية بين اسدين مجوعين وارخى وثاقهما وكان هذا بمحضر جمع عظيم ثم قال بهرام لكسرى دونك التاج والزينة فقال كسرى انت اولى بالبدء فلم يكره بهرام قوله ثقة ببطشه وحماسته وحمل جرزاً ومشى الى الاسدين فبدر اليه اسد فلما دنا من بهرام وثب وثبة فعلا بهرام ظهر الاسد وعصر جنبى الاسد بفخذيه عصراً اثخنه وجعل يضرب على رأسه بالجرز ثم شد الاسد الآخر عليه فقبض على اذنيه وعركهما بكلتا يديه فلم يزل يضرب رأسه برأس الاسد الآخر الذى كان راكبه حتى دمغهما ثم قتلهما بالجرز فتناول التاج والزينة وصار ملك الفرس كلها وكتب على خاتمه بالافعال تعظم الاخبار۔ ولم يزل ملكاً على الفرس فركب يوماً للصيد فشد على عير (الحمار الوحشى) فغاص هو وفرسه فى حومة حمأة فغرق فسارت الدنيا الى ذلك الجب والحومة وامرت بنقل الطين فنقلوا طيناً كثيراً حتى جمعوا من ذلك اكاماً عظاماً ولم يقدروا على جثة بهرام كذا فى كتب التاريخ ١٢

[١٩] احضر يزدجرد هذا رجلاً من الحكماء لاقتباس الرأى منه يسوس به رعيته فقال له يزدجرد ايها الحكيم الفاضل ما صلاح الملك؟ فقال الرفق بالرعية واخذ الحق منهم من غير مشقة والتودد اليهم بالعدل وامن السبل وانصاف المظلوم من الظالم قال فما صلاح امر الملك؟ فقال وزراؤه واعوانه فانهم ان صلحوا صلح وان فسدوا فسد ١٢

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٣٧	ثم هرمز بن يزدجرد بن بهرام جور فنازعه اخوه فيروز فقتله فيروز وولى الملك	
٣٨	ثم فيروز بن يزدجرد تملّك بعد ما قتل اخاه هرمز وثلاثة نفر من اهل بيته فاظهر العدل وحسن السيرة .	٢٧
٣٩	ثم بلاس (بلاش) بن فيروز نازعه فى الملك اخوه قباذ ففرّ قباذ الى خاقان ملك الترك يسأله المعونة وكان بلاس حسن السيرة وبنى بالسواد اى بقرب المدائن مدينة ساباط فمات بعد اربع سنين من ملكه .	٤
٤٠	ثم قباذ بن فيروز وقيل فى اسمه قباد بالمهملة . وفى زمنه ظهر مزدك الزنديق واليه تنسب المزدكية ودخل قباذ فى المزدكيّة فقتل ابنه انوشروان هذا الزنديق .	٤٣

٥٢٠ قحط الناس فى زمنه سبع سنين فاحسن التدبير وقسم الخزائن وكف عن الجباية واخذ الجزية وامر ان يكون حال الغنى والفقير والشريف والوضيع فى التأسى واحدًا واخبرهم انه ان بلغه ان انسيًّا مات جوعًا عاتب اهل المدينة او اهل القرية فلم يمت احد منهم جوعًا الا رجلًا واحدًا ثم ابتهل الى ربّه فانزل الغيث هلك فيروز فى الحرب على يدى ملك الهياطلة المسمى اخشنوار فى بلاد خراسان ١٢

٥٢١ كان قباذ عند النزاع مع اخيه بلاش ذهب الى خاقان مستنصرًا به على اخيه بلاش فمرّ بجرد نيسابور ومعه جماعة متنكرين فنزلوا عند رجل من الاساورة فتاق قباذ الى الجماع وامر ان تلتمس له امرأة ذات حسب فصار رفيق له الى امرأة صاحب المنزل وكان رجلًا من الاساورة وكانت له ابنة بكر فائقة فى الجمال فتكلم معها ان تبعث بابنتها الى قباذ فاعلمت زوجها ولم يزل ذلك الرفيق واسمه زرمهر يرغب المرأة وزوجها حتى فعلا وصارت الابنة الى قباذ واسمها نيوندُخت فغشيها قباذ فحملت انوشروان وهو الملك المشهور بالعدل فامر لها بجائزة حسنة وحباها حباء جزيلا وما كانت تعلم ان قباذ من ابناء الملوك .

وقيل ان امّ تلك الجارية سألتها عن هيئة قباذ فقالت انها لا تعرف غير انها رأت سراويله منسوجًا بالذهب فعلمت امها انه من ابناء الملوك وسرّها ذلك ومضى قباذ الى خاقان فوجّه مع قباذ جيشا فلما انصرف قباذ بذلك الجيش وصار فى ناحية نيسابور استخبر من ام الجارية حالها فاخبرته انها ولدت غلامًا فاتته ومعها انوشروان وقد شابهه فى جماله وصورته وفى هذا الموضع ورد الخبر بموت بلاش فامر بحمله وحمل امّه على مراكب نساء الملوك ودخل المدائن ملكًا بغير حرب لموت بلاش .

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٤١	ثم كسرى أنوشروان[٢٢] بن قباذ بن فيروز بن يزدجرد بن بهرام جور وهو الملك المعروف بالعدل اشهر ملوك الفرس الثانية الملوك الساسانية حارب ملوكاً	٤٨

وعمّر قباذ فى عهده مدناً منها مدينة الرجّان (ارجان) ومدينة حلوان وظهر فى عهده مزدك رئيس المزدكيّة الزنادقة وتابعه قباذ فبعد مضى عشرسنين من ملكه اجتمع العظماء فعزلوا قباذ وحبسوه لمتابعة مزدك والمزدكية شيوعية العهد القديم كانت المزدكية تقول الناس شركاء سواء فى كل شئ من الاراضى والدور والمال والارزاق حتى النساء فدخل السفلة فى هذا الدين وتابعوا مزدك فوقع الناس منهم فى بلاء عظيم وقوى امر المزدكيّة حتى كانوا يدخلون على الرجل فى داره فيغلبونه على منزله ونسائه واموالهِ لا يستطيع الامتناع منهم حتى كانت الفتة عمياء وفتنة دهياء وصار الرجل منهم ولده ولا المولود اباه ولا يملك الرجل شيئاً مما يتسع به.

وكان مزدك ينهى الناس عن المخالفة والمباغضة والقتال ولما رأى ان اكثر ذلك انما يقع بسبب النساء والاموال احلّ النساء واباح الاموال وجعل الناس شركاء فيهما كاشتراكهم فى الماء والنار والكلاء ومذهب مزدك مثل مذهب المانوية فى القول بالاصلين النور والظلمة وكان يقول ان النور يفعل بالاختيار والظلمة تفعل على الخبط والاتفاق والنور عالم حسّاس والظلام جاهل اعمى ويقول ان الاركان ثلاثة الماء والارض والنار ولما اختلطت هذه الثلاثة حدث عنها مدبّر الخير ومدبّر الشر فما كان صفوها فهو مدبّر الخير وما كان من كدرها فهو مدبر الشر ويرى عنه ان معبوده قاعد على كرسيّه فى العالم الاعلى هيئة قعود الملك فى العالم الاسفل وبعد عزلهم قباذ ملكوا اخاه جاماسب وكان ملك جاماسب ست سنين ثم فرّ قباذ من الحبس بحيلة وغلب على اخيه فى الملك فتملّك مرة ثانية وكان ملكه مع سنى ملك اخيه ثلاثا واربعين سنة وبغير سنى ملك اخيه سبعاً وثلاثين سنة ١٢

٢٢ فتح بلاداً كثيرة من مُلك فارس التى قبض عليها بعض الملوك فى زمن من قبله وبلاداً من الترك والروم وكان منصوراً مظفراً قتل مزدك بن بامداد واصحابه وثبّت المجوسيّة مذهب اجداده وردّ الاموال التى اخذتها اصحاب مزدك الى اهلها.

كان انوشروان ذا رأفة برعيته شديداً على اعدائه فتح انطاكية وكثيراً من بلاد الروم ومملكته تهابه جميع الامم وكان مكرّماً للعلماء وزوّجه خاقان ملك الترك ابنته وهادنه ملوك السند والهند وغيرهما وكثر جنده وحملت اليه الهدايا من سائر الملوك.

وفى زمانه كان مولد النبى عليه السلام ومولد ابيه عبد الله بن عبد المطلب وفى زمانه كان مُلك الحبشة على اليمن وقوع واقعة اصحاب الفيل الذين جاؤ الهدم بيت الله وكان مولد النبى عليه السلام لمضى ٤٢ سنة من ملك انوشروان قاله الطبرى ولما كانت ليلة ولد فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم ارتجس ايوان كسرى وسقطت منه اربع عشرة شرفة وخمدت نار فارس التى كانت الفرس تعبدها ولم تخمد قبل ذلك بالف عام وغاضت بُحيرة ساوة ورأى الموبذان ابلًا صعابًا تقود خيلًا عرابًا قد قطعت دجلة وانتشرت فى بلادها فافزع كسرى ما رأى وجمع العظماء ثم ورد عليه كتاب بخمود النار وقصّ عليه الموبذان ما رأى فازداد غمًّا فقال حادث يكون من عند العرب.

فكتب كسرى الى النعمان ملك الحيرة ان يوجّه اليه عالمًا بما اريد ان اسأله عنه فوجه اليه عبد المسيح بن عمرو بن حيّان الغسّانى فاخبره بما رأى فقال عبد المسيح لا علم لى بذلك وعلم ذلك عند خالى فى مشارف الشام يقال له سطيح قال فأته وأتنى بجوابه فركب عبد المسيح حتى قدم على سطيح وقد اشفى على الموت فحيّاه.

فقال سطيح له عبد المسيح على جمل يسيح الى سطيح وقد اوفى على الضريح بعثك ملك بنى ساسان لارتجاس الايوان وخمود النيران ورؤيا الموبذان يا عبد المسيح اذا كثرت التلاوة وبعث صاحب الهراوة وفاض وادى السماوة وغاضت بحيرة ساوه وخمدت نار فارس فليست الشأم لسطيح شأما يملك منهم (اى من الساسانية) ملوك وملكات على عدد الشرفات وكل ما هو أت أت ثم مات سطيح مكانه ثم قام عبد المسيح وقدم على كسرى واخبره بقول سطيح فقال كسرى الى ان يملك منّا اربعة عشر ملكًا قد كانت امور فملك منهم عشرة فى اربع سنين وملك الباقون الى خلافة عثمان رضى الله عنه واخرهم يزدجرد قتل فى خلافة عثمان رضى الله عنه.

كان وزير انوشروان رجلًا حكيمًا اسمه بزرجمهر ولهذا الحكيم اقوال فى الادب والحكمة مشهورة و انوشروان كسرى هو الذى ورد عليه ابن ذى يزن من اليمن يستنصره على الحبشة الذين تملكوا على اليمن فبعث معه جيشًا عليه قائد له اسمه وهرز فافتتحوا اليمن ونفوا السودان وكان ملك انوشروان كما قال ابن قتيبة فى المعارف ص ٢٩٢ سبعا واربعين سنة وسبعة اشهر اه. وكان لانوشروان مائدة من الذهب عظيمة عليها انواع من الجواهر مكتوب عليها ما اكلته وانت تشتهيه فقد اكلته وما اكلته وانت لا تشتهيه فقد اكلك وكان انوشروان يدعى كسرى الخير.

وجلس يومًا للحكماء ليأخذ من آدابهم فقال لهم دلّونى على حكمة فيها منفعة لخاصّة نفسى وعامة رعيتى فتكلم كل واحد منهم ثم قال بزرجمهر بن البختكان ايها الملك انا جامع لك ذلك فى اثنتى عشرة كلمة

فقال هات فقال اولهن تقوى الله فى الشهوة والرغبة والرهبة والغضب والهوى فاجعل من ذلك كله لله لا للناس والثانية الصدق فى القول والعمل والوفاء بالعدات والشروط والعهود والمواثيق والثالثة مشورة العلماء فيما يحدث من الامور والرابعة اكرام العلماء والاشراف واهل الثغور والقواد والكتاب والخول بقدر منازلهم والخامسة التعهد للقضاء والفحص عن العمال محاسبة عادلة ومجازاة المحسن منهم باحسانه والمسيئ على اساءته والسادسة تعهد اهل السجون بالعرض لهم فى الايام لتستوثق من المسيئ ونطلق البرئ والسابعة تعهد سبيل الناس وأسواقهم واسعارهم وتجاراتهم والثامنة حسن تأديب الرعية على الجرائم واقامة الحدود والتاسعة اعداد السلاح وجميع آلات الحرب والعاشرة اكرام الولد والاهل والاقارب وتفقد ما يصلحهم والحادية عشرة اذكاء العيون فى الثغور ليعلم ما يتخوف فيؤخذ له اهبته قبل هجومه والثانية عشرة تفقد الوزراء والخول والاستبدال بذى الغش والعجز عنهم.

فامر انوشروان ان يكتب هذا الكلام بالذهب وهذا مشتمل على سياسة المملكة وسئل انوشروان ما اعظم الكنوز وانفعها عند الاحتياج فقال معروف اودعته الاحرار وعلم تورثه الاعقاب وقيل له من اطول الناس عمرا فقال من كثر علمه فتأدب به من بعده او معروفه فيشرف به عقبه انوشروان قال يوما لبزرجمهر من يصلح من ولدى للملك فقال لا اعرف ولدك ولكنى اصف لك من يصلح لذلك. اسماهم للمعالى واطلبهم للادب واجزعهم من العامة وارأفهم بالرعية واوصلهم للرحم وابعدهم من الظلم.

كان ملك اليمن فى ايام قباذ انوشروان تبع واسمه تبان اسعد ابوكرب وتبع هذا فتح بلادا كثيرة من المشرق وسار فى اطراف الاراضى فمر فى مسيره على المدينة المنورة فلم يهج اهلها وخلف بين اظهرهم ابناله نقتل غيلة فحارب الانصار وعليهم عمرو بن مبذول فكانوا يحاربونه بالنهار ويقرونه بالليل فيعجبه ذلك منهم ويقول والله ان قومنا هؤلاء لكرام فجاء حبران من اليهود حين سمعا ان تبع يريد اخراب المدينة الشريفة فقالا له ايها الملك لا تفعل والا لم نأمن عليك عاجل العقوبة لان هذه البلدة مهاجر نبى يخرج من قريش فى آخر الزمان فتناهى عما اراد وانصرف الى اليمن معه الحبران المذكوران ولما وصل الى مكة وكانت مكة فى طريق اليمن فاخبره نفر من الهذليين ان فى الكعبة ملاءة اثرا من اللؤلؤ والزبرجد والياقوت والذهب والفضة واراد الهذليون هلاك تبع بطريق الحيلة اذ قد عرفوا من هلاك من اراد الكعبة وبغى عليها فاجمع ثم نهاه الحبران وقالا له انهم اردوا اهلاكك واراه بتعظيم بيت الله والطواف والخضوع عنده ففعل.

واجرى فى المنام ان يكسوه فكساه فهو اول من كسا البيت كذا فى تاريخ الطبرى وكان تبع ممن يعبد الاوثان

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٤٢	ثم هرمز[٢٣] بن انوشروان وامه فاقم بنت خاقان ملك الترك كان عادلا كثير الادب والاحسان الى المساكين والضعفاء وكثير الحمل على العظماء والاشراف لاستطالتهم على المساكين والوضعاء كما هو عادة العظماء فى التكبر والظلم على الضعفاء ـ	١٢

فتهوّد باشارة هذين الحبرين وحمل اهل اليمن على اختيار اليهودية ولبعض المؤرخين كلام فى ان من تبع هذا وحكى انه اخبره بعض الكهنة بظهور نبى من قريش وانه يملك ارض اليمن فقدم عليه مرة شافع بن كليب الصدفى الكاهن فقال له تبع ما بقى من علمك فهل تجد لقوم ملكا يوازى ملكى قال لا الا الملك غسان نخل قال فهل تجد ملكا يزيد عليه ـ

قال نعم قال ولمن ؟ قال احمد لبأس مبرور ايد بالقهور ووصف فى الزبور وفضلت امته فى السفور يفرج الظلم بالنور احمد النبى طوبى لامته صلى الله عليه وسلم ـ

٢٣ قيل ان هرمز هذا كان عادلا اريبا ردئ النية وانه كان مانعا للاشراف من التجبر على الضعفاء مقصيا لهم وانه لاجل ذلك قتل من العلماء واهل البيوتات والشرف ١٣٦٠٠ رجلا ولم يكن له رأى الا فى تألف المساكين والسفلة واستصلاحهم ففسد عليه كثير من الاشراف فخلع عن الملك وسمل المخالفون عينيه وصار الملك الى ابنه كسرى ابرويز بعد حوادث وحروب كثيرة جرت ثم قتل بعض الناس هرمز حينما كان ابرويز غائبا ـ

ثم لما ملك ابرويز بعد ابيه وبعد مضى مدة من ملكه وقعت بينه وبين قيصر ملك الروم حروب طالت الى عدة سنين وغلبت جيوش فارس على اكثر بلاد الروم واحتوت على مصر واسكندرية وبيت المقدس وفلسطين وحاصرت القسطنطينية دار مملكة الروم ثم ان هرقل بكى الى الله ودعا الله ان ينقذه ورعيته من جنود فارس ثم استعد لقتال جنود فارس وهزمهم هرقل وخلص منهم جميع بلاده وغلب على بلاد فارس حتى المدائن دار مملكة فارس وتحصن كسرى ابرويز فى المدائن خوفا من جنود قيصر ملك الروم وكانت هذه الحروب بعد مضى اربع عشرة سنة من ملك كسرى ابرويز الى سنة ٢٨ من ملكه كما يعلم من كلام الطبرى ج ٢ ص ١٤٠ وقيل اقل من ذلك وغير من ذلك من اقوال متعددة ـ

وفى هذه الحروب نزل قول الله تعالى الم غلبت الروم فى ادنى الارض وهم من بعد غلبهم سيغلبون فى بضع سنين لله الامر من قبل ومن بعد ويومئذ يفرح المؤمنون بنصر الله ينصر من يشاء وهو العزيز الرحيم

مدة الملك بالسنين	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
٣٨	٥٢٤ ثم كسرى ابرويز بن هرمز بن انوشروان كان اشدّ ملوكهم بطشًا وابعدهم غورًا وابلغ من جمع البأس والنجدة والنصر والظفر وجمع الاموال ومساعدة القدر مبلغًا كبيرًا ولذلك سمى ابرويز ومعناه بالعربية المظفّر وفى زمنه بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو صاحب الحرب مع قيصر التى نزلت فيها الم غُلبت الروم الخ ثم قتله ابنه شيرويه بن ابرويز.	٤٣

وَعْدَ اللهِ لَا يُخْلِفُ اللهُ وَعْدَهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ - الروم - رُوِىَ انّ ادنى الارض يوم اذرعات بها التقوا فهزمت فارس الروم فبلغ ذلك النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه وهم بمكة فشقّ ذلك عليهم وكان النبى صلى الله عليه وسلم يكره ان يظهر الامّيون المشركون من المجوس على اهل الكتب من الروم وفرح الكفار من اهل مكة وشمتوا فقالوا للمسلمين انكم اهل كتاب مثل النصارى ونحن امّيون مثل المجوس وقد غلب اخواننا على اخوانكم وانكم ان قاتلتمونا لنظهرن عليكم فانزل الله الم غلبت الروم الخ ففرح المسلمون بهذه الآية -

فلقى ابوبكر الصديق رضى الله عنه ابىّ بن خلف الجمحى فقال والله ليغلبن الروم على فارس اخبرنا بذلك نبيّنا فقال ابى بن خلف كذبت فقال ابوبكر انت اكذب وخاطره عشر قلائص الى ثلاث سنين فان غلبت الروم على فارس غرمت وان غلبت فارس على الروم غرمت انا فاخبر ابوبكر النبى عليه السلام فقال ما هكذا ذكرتُ لك انما البضع ما بين الثلاث الى التسع فزايده فى القلائص ومادّه فى الاجل فلقى ابوبكر اُبيًّا فجعلها مائة قلوص اى ناقة الى تسع سنين فغلبت الروم على فارس قبل تمام المدة فاخذ ابوبكر القلائص من ورثة ابىّ بن خلف -

٥٢٤ قال هشام بن محمد فى سنة عشرين من ملك ابرويز بعث الله محمدًا صلى الله عليه وسلم وهاجر فى سنة ٣٣ من ملكه الى المدينة وقال الطبرى ولمضى ٣٢ سنة وخمسة اشهر وخمسة عشر يومًا من ملكه هاجر النبى صلى الله عليه وسلم اهلك ابنه شيرويه واسم شيرويه قُباذ وجاء خبر قتله الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الحديبية ففرح -

ثم ان ابرويز قد بنى على دجلة طاق مجلسه ولم ير له مثل وكان يعلق تاجه فيجلس فيه ثم اصبح ذات غداة وقد انقصمت طاق مجلسه من وسطها من غير ثقل وانخرقت عليه دجلة فاحزنه فسأل الكهنة والمنجّمين فاخبروه ان هذا الامر حدث من السماء وانه قد بعث نبىٌّ اوهو مبعوث فلذلك حيل بيننا وبين علمنا -

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٤٤	ثم شيرويه[٢٥] بن ابرويز بن هرمز بن انوشروان وكان اسم شيرويه قباذ ملك بعد قتل ابيه والفرس تسميه المشئوم وفى ايامه كان الطاعون بالعراق واقاليم فارس كان ملكه سنة وستة اشهر قاله المسعودى وقال الطبرى كان ملكه ثمانية اشهر۔	٨ اشهر

وعن الحسن البصرىؒ ان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قالوا يا رسول الله ما جحة الله على كسرى فيك قال بعث الله اليه ملكًا فاخرجه من سرير جداره بيته الذى هو فيه تلاعًا يومًا فلما رآها فزع فقال لم ترع يا كسرى ان الله بعث رسولًا وانزل عليه كتابًا فاتبعه تسلم دنياك واخرتك قال سانظر قال المسعودى فى المروج ج ١ ص ٢٧٦۔ ان ابرويز هو الذى قتل الوزير الحكيم المشهور بزرجمهر بن البختكان حيث اتهمه باميل الى الزنادقة من الثنوية ومال بعد ذلك ابرويز الى الظلم وتجبر والناس منه فى بلاء عظيم وكانت عنده اثنتا عشرة الف امرأة وجارية ونحو الف فيل فملكوا شيرويه وحبسوا ابرويز ثم امر بقتل ابرويز۔ ثم ابرويز هذا هو الذى ارسل اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم الكتاب يدعوه الى الاسلام بيد شجاع بن وهب وفى رواية بيد عبد الله بن حذافة فمزقه فدعا عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يمزقوا كل ممزق وفى كتب الحديث ان ارسال رسول الله صلى الله عليه وسلم الكتب الى الملوك كان بعد الحديبية ونظرًا الى هذا الاصح ان قتل شيرويه لابرويز كان بعد الحديبية وماذكر الطبرى ان خبر قتله وصل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الحديبية كما قدمنا فمشكل الا ان يقال ان المراد من يوم الحديبية فى كلام الطبرى زمن قضاء عمرة الحديبية بعد عام صلح الحديبية۔

٢٥ كانت الفرس تسمية المشئوم لسوء سيرته وقبح افعاله وكان فى زمانه الطاعون فى فارس فهلك فيه مائتا الف من الناس فالمكثر يقول هلك نصف الناس والمقل يقول الثلث وبعد قتل الوالد ابرويز خرق جيبه وبكى بكاءً كثيرًا ثم قتل اخوته وهم سبعة عشر اخًا له وذلك بمشورة وزيره فيروز فابتلى بالاسقام ولم يلتذ بشئ من لذات الدنيا وجزع لقتل اخوته جزعًا شديدًا وفى اليوم الثانى من قتل اخوته دخلت عليه اختاه بوران وآزرميدخت فاغلظتا له وقالتا احملك الحرص على ملك لا يتم على قتل ابيك وجميع اخوتك فبكى بكاءً شديدًا ورمى بالتاج عن رأسه ولم يزل ايامه كلها مغمومًا مدنفا ويقال انه اهلك من قدر عليه من اهل بيته قاله الطبرى وقال ابن قتيبة فى كتاب المعارف ص ٢٩٣ ان شيرويه امر بابيه فسملت عيناه وقتل من اخوته ثمانية عشر رجلًا وخفف المؤنة على الناس ورفع الخراج وظهر الطاعون

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٤٥	ثم اردشير بن شيرويه بن ابرويز بن هرمز بن انوشروان وكان اردشير صغيرا ابن سبع سنين فقتله شهربراز وسماه الطبرى شهربراز وسماه ابن قتيبة خرهان وكان ملك اردشير سنة وستة اشهر قاله الطبرى وقال المسعودى وابن قتيبة كان ملكه خمسة اشهر.	١ سنة ١/٢
٤٦	ثم شهربراز[٢٦] (شهريار) وهو فرخان ماه اسفندار القاتل لاردشير ولم يكن من بيت المملكة.	٤٠ يوما
٤٧	ثم بوران بنت ابرويز بن هرمز بن انوشروان فقالت يوم ملكت البر آنوى بالعدل امرو احسنت السيرة فى الرعية ووضعت بقايا الخراج عن الناس وامرتهم بالطاعة والمناصحة.	١ سنة ١/٢
٤٨	ثم جشنشدة وقال المسعودى اسمه فيروز خشنشدة من بنى عم ابرويز وكان ملكه اقل من شهر وقال المسعودى كان ملكه شهرين.	شهران
٤٩	ثم ابنة[٢٧] لكسرى ابرويز يقال لها آرزمى دخت.	٦ اشهر

فهلك فيمن هلك فيه وكان ملكه خمس سنين واشهر مضت من مقدم النبى صلى الله عليه وسلم المدينة وكان ملكه سبعة اشهر ١٢

٢٦ ولما جلس على سرير الملك ضرب بطنه عليه وبلغ من شدة ذلك عليه انه لم يقدر على اتيان الخلاء فدعا بطست فوضع امام السرير فتبرز فيه فقتل بعد اربعين يوما من ملكه وقيل بعد ٢٢ يوما منه قيل احتالت له امرأة من اهل بيت الملك يقال لها بوران فقتلته وقيل اسمها آرزميدخت فملكوا عليهم بوران بنت كسرى ابرويز ١٢

٢٧ وقال الطبرى اسمها آزرميدخت يقال ارسل اليها عظيم فارس فرخ هرمز يسألها ان تزوجه نفسها فارسلت اليه ان التزويج للملكة غير جائز وقالت انك تريد قضاء الشهوة منى فصر الى ليلة كذا وكذا فركب اليها فى تلك الليلة وامرت آزرميدخت الى صاحب حرسها ان يقتله ليلة التواعد فقتله فبلغ الخبر رستم بن فرخهرمز خليفة ابيه بخراسان فاقبل فى جند عظيم الى المدائن دار المملكة وسمل عينى آزرميدخت وقتلها وقيل بل سممت وكان ملكها ستة اشهر وقيل اربعة اشهر وقال المسعودى سنة واربعة اشهر وقيل غير ذلك ١٢

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٥٠	ثم كسرى بن مهرجشنش وكان من عقب اردشير بن بابك وقتل بعد ان ملك بايام۔	عدة ايام
٥١	ثم قيل[٢٨] ان الذى ملك بعد آزرميدخت اسمه خُرّزاد خسرو وقال المسعودى اسمه فرخان خسرو بن كسرى ابرويز وهو طفل فكانت مدة ملكه شهرًا وقيل عدة اشهر ثم خالفوه۔	عدة اشهر
٥٢	ثم فيروز بن مهرانجشنس وكان من نسل بعض بنات انوشروان جاؤا به فملكوه كرهًا وكان رجلًا ضخم الرأس فلما تُوِّج قال ما اضيق هذا التاج فتطيّر العظماء من افتتاحه كلامه بالضيق وقتلوه ساعة تكلم بما تكلم به وقيل قتلوه بعد ايام۔	عدة ايام
٥٣	ثم فرُّخ[٢٩] زاد خسرو ابن كسرى ابرويز۔	٦ شهور
٥٤	ثم يزدجرد[٣٠] بن شهريار بن ابرويز بن هرمز بن انوشروان	٢٠ سنة

٢٨ وقال الذين قالوا ملك بعد آزرميدخت كسرى بن مهرجشنش لما قتل كسرى هذا طلب عظماء فارس من له عنصر من اهل ذلك البيت ولو من قبل النساء فاتوا برجل يقال له فيروز بن مهرانجشنس ويسمى ايضًا جُشنَسدَه ١٢

٢٩ وكان قد فرّ الى حصن الحجارة قريب من نصيبين فذهب اليه بعض العظماء فجاؤا به اذ لم يجدوا احدًا من ابناء الملوك فملكوه ثم قتلوه بعد سنة اشهر۔ وقيل ملك بعد فرهاد خسرو رجل اسمه يزدجرد بن شهريار بن ابرويز وهو آخر الملوك ١٢

٣٠ ظفر به اهل اصطخر وقد هرب اليها كما ذكر الطبرى حين قتل شيرويه اخوته فملكوه وكان حدثا واقبلوا به الى المدائن وقتلوا فرخزاد خسرو وكان ملكه فى مقابلة ملك ابائه كالخيال والحلم وكانت الوزراء يُدبّرون امر المملكة لحداثة سنّه وضعف امر المملكة الفارسيّة واجترأ على فارس اعداؤهم من كل وجه وغزت العرب المسلمون بلاده بعد ان مضت سنتان من ملكه وقيل اربع سنين وهو آخر ملوك الساسانية قتل فى خلافة عثمان رضى الله عنه بمرو من خراسان وكان عمره كله الى ان قتل ٢٨ سنة قال المسعودى وذلك لسبع سنين ونصف خلت من خلافة عثمان رضى الله عنه وهى ٣١ هـ وقيل غير ذلك وكان ملكه عشرين سنة وقيل غير ذلك اه ويزدجرد هو الذى قاتل المسلمون افواجه فى خلافة عمر رضى الله عنه وبعده۔

فائدة قد آن لنا ان نذكر هنا تفصيل ما كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى كسرى عظيم فارس وغيره من الملوك فنقول وبالله التوفيق ان الذى كتب اليه النبى عليه السلام من ملوك فارس اسمه ابرويز ابن هرمز بن انوشيروان وابرويز هذا هو جدّ يزدجرد . واختلفوا فى زمن كُتُبِ النبى عليه السلام الى الملوك فذكر الواقدى انّ ذلك كان فى أخر سنة ستّ فى ذى الحجة بعد الحديبيّة وذكر البيهقى هذه الكتب بعد غزوة مُوتة التى كانت فى جمادى الاولى سنة ٨ ولا خلاف بينهم ان بدء هذه الكتب كان قبل فتح مكّة و بعد الحديبيّة كذا فى البداية لابن كثير ج ٤ ص ٢٦٢ .

قال الواقدى وفى سنة ستّ من الهجرة فى ذى الحجّة منها بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة نفر مصطحبين حاطب بن ابى بلتعة الى المقوقس صاحب الاسكندريّة وشجاع بن وهب الى الحارث ابن ابى شمر الغسانى يعنى ملك العرب النصارى ودحية بن خليفة الكلبى الى قيصر وعبد الله بن حذافة السهمى الى كسرى وسليط بن عمرو الى هوذة بن على الحنفى وعمرو بن امية الى النجاشى اه . وقد روى مسلم فى صحيحه عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب قبل موته الى كسرى وقيصر والى النجاشى والى كل جبار يدعوهم الى الله عزوجل وليس بالنجاشى الذى صلّى عليه .

امّا كتابه الى هرقل فكتب فيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدى امّا بعد فاسلم تسلم يؤتك الله اجرك مرتين فان ابيت فان اثم الاكارين عليك . وفى رواية اما بعد فانى ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم يؤتك الله اجرك مرتين فان توليت فانما عليك اثم الاريسيّين ويا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الّا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا ارباباً من دون الله فان تولّوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون قوله بدعاية الاسلام اى بالكلمة الداعية للاسلام وهى كلمة التوحيد والاريسيون والاكارون هم الفلاحون فى القرى .

وامّا كتابه الى النجاشى ففيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى النجاشى ملك الحبشة سلم انت (اى انت سالم لان السلم يأتى بمعنى السلامة) فانى احمد اليك الله الذى لا اله الّا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن واشهد ان عيسى بن مريم روح الله وكلمته القاها الى مريم البتول (اى المنقطعة عن الرجال اوعن الدنيا والعفيفة) وانى ادعوك الى الله وحده لا شريك له والموالاة على طاعته وان تتبعنى وتؤمن بالذى جاءنى فانى رسول الله وانى ادعوك وجنودك الى الله وقد بلغت و نصحت فاقبلوا نصيحتى والسلام على من اتبع الهدى .

وامّا كتابه للمقوقس ملك القبط وهم اهل مصر والاسكندريّة ففيه بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد بن عبد الله ورسوله الى المقوقس عظيم القبط سلام على من اتبع الهدى امّا بعد فانى ادعوك بدعاية الاسلام أسلم تسلم يؤتك الله أجرك مرتين فان توليت فانما عليك اثم القبط ويا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الّا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا ارباباً من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون۔

وامّا كتابه الى المنذر بن ساوى التميمى وكان بالبحرين ففيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى المنذر بن ساوى ففيه سلام عليك فانى احمد اليك الله الذى لا اله الّا هو واشهد ان لا اله الّا الله وان محمدًا عبده ورسوله امابعد فانى اذكرك الله عزوجل فانه من ينصح فانما ينصح لنفسه وانه من يطع رسلى ويتبع امرهم فقد اطاعنى ومن نصح لهم فقد نصح لى وان رسلى قد اثنوا عليك خيرًا وانى قد شفعتك فى قومك فاترك للمسلمين ما اسلموا عليه (اى من مال وزوجات) وعفوت عن اهل الذنوب فاقبل منهم وانك مهما تصلح فلن نعزلك عن عملك، ومن اقام على يهوديته او مجوسيته فعليه الجزية۔

قال اهل التاريخ كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا فى جواب كتاب ارسله المنذر جوابًا لكتاب آخر ارسله له صلى الله عليه وسلم قبل ذلك يدعوه الى الاسلام فاسلم المنذر وحسن اسلامه۔ وامّا الكتاب الاوّل لرسول الله صلى الله عليه وسلم للمنذر ففى شرح المواهب قال ولم نر احدًا ذكر لفظ ذلك الكتاب۔

وامّا كتابه صلى الله عليه وسلم الى الحرث بن ابى شمر الغسانى وكان بدمشق نائبًا من قيصر ففيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى الحرث بن ابى شمر سلام على من اتبع الهدى و امن وصدق فانى ادعوك الى ان تؤمن بالله وحده لا شريك له يبقى لك ملكك۔

وامّا كتابه الى كسرى ملك فارس وهو ابرويز بن هرمز بن انوشروان ففيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى كسرى عظيم فارس سلام على من اتبع الهدى وامن بالله ورسوله وشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدًا عبده ورسوله ادعوك بدعاية الله فانى انا رسول الله الى الناس كافة لأنذر من كان حيًا ويحق القول على الكافرين أسلم تسلم فان ابيت فعليك اثم المجوس۔

ارسل رسول الله صلى الله عليه وسلم كتاب كسرى على يد عبد الله بن حذافة لانه كان يتردد عليه كثيرًا وقيل بيد اخيه خنيس وقيل اخيه حارجة وقيل شجاع بن وهب وقيل عمر بن الخطاب رضى الله عنهم۔ وفى انسان العيون للحلبى ج ٣ ص ٢٤٧۔ قال عبد الله بن حذافة رضى الله عنه فاتيت الى بابه

وطلبت الاذن عليه حتى وصلت اليه فدفعت اليه كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرئ عليه فاخذه ومزقه اى وفى رواية ان كسرى لما أعلم بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذن بحامل الكتاب ان يدخل عليه فلما وصل امر كسرى ان يقبض منه الكتاب فقال لا حتى ادفعه اليك كما امرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال كسرى ادنه فدنا فناولته الكتاب .

فدعا من يقرؤه فقرأه فاذا فيه من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم الى كسرى عظيم فارس فاغضبه حين بدأ رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه وصاح ومزق الكتاب قبل ان يعلم ما فيه وامر باخراج حامل ذلك الكتاب فأخرج فلما رأى ذلك قعد على راحلته وسار فلما ذهب عن كسرى سورة غضبه بعث فطلب حامل الكتاب فلم يجده فلما وصل اليه صلى الله عليه وسلم واخبره الخبر قال صلى الله عليه وسلم مزق كسرى ملكه .

وكتب كسرى الى بعض امرائه باليمن يقال له باذان انه بلغنى ان رجلا من قريش خرج بمكة يزعم انه نبى فسر اليه فاستتبه فان تاب والا فابعث الىّ برأسه يكتب الىّ هذا الكتاب اى الذى بدأ فيه بنفسه وهو عبدى اى وفى رواية ان تكفينى رجلا خرج بأرضك يدعونى الى دينه والا فعلت فيك كذا يتوعده فابعث اليه برجلين جلدين فيأتيانى به فبعث باذان بكتاب كسرى الى النبى صلى الله عليه وسلم مع قهرمانه وبعث معه رجلا آخر من الفرس وبعث معهما الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمره ان ينصرف معهما الى كسرى فخرجا وقد مات الطائف فوجدا رجلا من قريش فى ارض الطائف فسألاه عنه فقال هو بالمدينة فلما قدما عليه صلى الله عليه وسلم المدينة قالا له شاهنشاه ملك الملوك كسرى بعث الى الملك باذان يأمره ان يبعث اليك من يأتى بك وقد بعثنا اليك فان ابيت هلكت واهلكت قومك وخربت بلادك .

وكانا على زى الفرس من حلق لحاهم واعفاء شواربهم فكره النبى صلى الله عليه وسلم النظر اليهما ثم قال لهما ويلكما من امركما بهذا قالا امرنا ربنا يعنيان كسرى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ولكن امرنى ربى باعفاء لحيتى وقص شاربى ثم قال لهما ارجعا حتى تأتيانى غدا واتى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخبر من السماء بان الله قد سلط على كسرى ابنه يقتله فى شهر كذا فى ليلة كذا فلما كان الغد دعاهما واخبرهما الخبر وكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى باذان ان الله قد وعدنى ان يقتل كسرى يوم كذا من شهر كذا فلما اتى الكتاب باذان توقف وقال ان كان نبيا فسيكون ما قال فقتل الله كسرى فى اليوم الذى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم على يد ولده شيرويه قيل قتله ليلا بعد ما مضى من الليل سبع ساعات فيكون المراد باليوم فى تلك الرواية مجرد الوقت اى وفى رواية قال صلى الله عليه وسلم لرسول باذان اذهب الى صاحبك وقل له ان ربى قد قتل ربك

الليلة ثم جاء الخبر بان كسرى قتل تلك الليلة فكان كما اخبر صلى الله عليه وسلم.

فلما جاءه صلى الله عليه وسلم هلاك كسرى قال لعز الله كسرى اول الناس هلاكا فارس ثم العرب وعن جابر بن سمرة رضى الله عنهما انه صلى الله عليه وسلم قال لتفتحن عصابة من المسلمين اورهط من امتى كنوز كسرى التى فى القصر الابيض فكنت انا وابى فيهم واصبنا من ذلك الف درهم وقدم على باذان كتاب ولد كسرى شيرويه فيه اما بعد فقد قتلت كسرى ولم اقتله الا غضبا لفارس فانه قتل اشرافهم فتفرق الناس فاذا جاءك كتابى هذا فخذ لى الطاعة ممن قبلك وانظر الرجل الذى كان كسرى يكتب اليك فيه فلا ترجعه حتى ياتيك امرى فيه فبعث باذان باسلامه واسلام من معه الى رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وفى تاريخ ابن خلدون ج ٣ ص ٣٧ لما اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان كسرى مزق كتابى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مزق الله ملكه وفيه ان باذان بعث قهرمانه بانويه مع خرخرة من الفرس وقال لقهرمانه اختبر الرجل وعرفنى بامره وفيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لهما ان الله سلط على كسرى ابنه شيرويه ليلة كذا ومن شهر كذا وذلك لعشر مضين من جمادى الاولى سنة سبع وقال اذهبا واخبراه بذلك عنى وقولا له ان ديني وسلطانى يبلغ ما بلغ ملك كسرى وان اسلمت اعطيتك ما تحت يدك وملكتك على قومك.

واعطى خرخرة منطقة فيها ذهب وفضة وكان بعض الملوك اهداها له صلى الله عليه وسلم فقدما على باذان واخبراه فقال ما هذا كلام ملك ما ارى الرجل الا نبيا كما يقول ونحن ننتظر مقالته وكانت حمير تسمى خرخرة ذا المفخرة للمنطقة التى اعطاه اياها النبى صلى الله عليه وسلم والمنطقة بلسانهم المفخرة وقد كان بانويه قال لباذان ما كلمت رجلا قط اهيب عندى منه فقال هل معه شرط قال لا انتهى وكذا فى البداية ج ٤ ص ٢٧٠

وفى الحديث مرفوعا عن ابى هريرة اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده واذا هلك قيصر فلا قيصر بعده فوالذى نفسى بيده لتنفقن كنوزهما فى سبيل الله اخرجه مسلم. وقال الشافعى لما اتى كسرى بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم مزقه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يمزق ملكه وحفظنا ان قيصر اكرم كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ووضعه فى المسك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثبت ملكه فباد ملك الاكاسرة بالكلية وزال ملك قيصر عن الشام بالكلية وان ثبت لهم ملك فى الجملة ببركة دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم لهم حين عظموا كتابه. قال ابن كثير وفى هذا بشارة عظيمة بان ملك الروم لا يعود ابدا الى ارض الشام وكانت العرب تسمى قيصر لمن ملك الشام مع الجزيرة من الروم اه.

فائدة - قال المسعودى فى المروج ج ١ ص ٢٨١ ذهب الاكثر من الناس ان جميع من ملك من آل ساسان

من اردشير بن بابك الى يزدجرد بن شهريار من الرجال والنساء ثلاثون مَلِكًا امرأتان وثمانية وعشرون رجلا وقيل اثنان وثلاثون ملكًا وعدة الملوك الاول وهم الفرس الاول من كيومرث الى دارا بن دارا تسعة عشر مَلِكًا منهم امرأة وهى حماية بنت بهمن وفراسياب الترکى وسبعة عشر رجلا وعدة ملوك الطوائف احد عشر ملكا فجميع الملوك من كيومرث الى يزدجرد ستون ملكًا منهم ثلاث نسوة ومدة ما ملكوا اربعة آلاف سنة واربعمائة وخمسون وقيل ان عدة الملوك من كيومرث الى يزدجرد ثمانون ملكًا.

وذهب بعض اهل السير الى ان سنى الفرس الى الهجرة ٣٦٩٠ سنة منها من كيومرث الى منوشهر ١٩٢٢ سنة ومن منوشهر الى زرادشت ٥٨٣ سنة ومن زرادشت الى الاسكندر ٢٥٨ سنة وملك الاسكندر خمس سنين ومن الاسكندر الى اردشير ١٥١ سنة ومن اردشير الى الهجرة ٤٠٤ سنة انتهى باختصار لاصحاب التاريخ فى ذلك اختلاف كثير.

قال الطبرى فى تاريخه ج ٢ ص ١٦٩ فجميع ما مضى من السنين من هبوط آدم عليه السلام الوقت الهجرة على زعم اليهود ٤٦٤٢ سنة واشهر وعلى زعم النصارى ٥٩٩٢ سنة واشهر وعلى قول المجوس من الفرس ٤١٨٢ سنة وعشرة اشهر وتسعة عشر يومًا على انه داخل فى ذلك مدة ما بين وقت الهجرة ومقتل يزدجرد وذلك ثلاثون سنة وشهران وخمسة عشر يومًا.

واما علماء الاسلام فقال بعضهم كان بين آدم ونوح عليهما السلام عشرة قرون والقرن مائة سنة وبين نوح وابراهيم عليهما السلام عشرة قرون وبين ابراهيم وموسى عليهما السلام عشرة قرون وبين موسى وسليمان عليهما السلام ٦٣٦ سنة وقيل غير ذلك ومن بناء سليمان لبيت المقدس الى الاسكندر ٧١٠ سنة ومن الاسكندر الى مولد عيسى عليه السلام ٣٦٩ سنة ومن مولد عيسى السلام الى مبعث محمد صلى الله عليه وسلم ٥٥١ سنة وقيل من عيسى الى محمد عليهما السلام ٦٠٠ سنة.

وعن بعض اهل الكتاب قال من آدم الى الطوفان ٢٢٥٦ سنة ومن الطوفان الى وفاة ابراهيم عليه السلام ١٠٢٠ سنة ومن وفاة ابراهيم عليه السلام الى دخول بنى اسرائيل مصر ٢٥٠ سنة ومن دخول يعقوب عليه السلام مصر الى خروج موسى عليه السلام منها ٤٣٠ سنة ومن خروج موسى من مصر الى بناء سليمان عليهما السلام لبيت المقدس ٥٥٠ سنة ومن بناء بيت المقدس الى ملك بخت نصر وخراب بيت المقدس ٤٤٦ سنة ومن ملك بخت نصر الى ملك الاسكندر ٤٣٦ سنة ومن ملك الاسكندر الى سنة ست ومائتين من الهجرة ١٢٤٥ سنة هذا خلاصة ما ذكره الطبرى. هذا آخر رسالتنا التاريخية المسماة بعبرة السائس باحوال ملوك فارس.

ولله الحمد والمنة.

الفترۃ ۔ آیت کان الناس امۃ واحدۃ اور آیت فلولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ کی شرح میں مذکور ہے ۔ احوال زمانۂ فترت میں میرا مختصر مستقل رسالہ ہے مسمیٰ بہ النظرۃ الی الفترۃ یہاں پر اس کا اندراج (معمولی تصرف کے بعد) بہت مفید ہوگا ان شاء اللہ ۔ وہ رسالہ یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زمانۂ فترت کے مصداق تین ہیں یعنی اس کی تین قسمیں ہیں ۔ قرینہ کے ذریعہ ان تین میں سے ایک قسم کی تعیین کی جاتی ہے ۔ کتابوں میں تینوں اقسام مستعمل ہیں ۔

قسم اول فترۃ وحی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ غارِ حرا میں ہمارے نبی علیہ السلام کو نبوت مل جانے اور اقرأ باسم ربك الآیۃ نازل ہوجانے کے بعد تقریباً تین سال تک وحی کا تسلسل جاری نہ رہا ۔ یہ زمانۂ انقطاع زمانۂ فترۃ الوحی کہلاتا ہے ۔ فترتِ وحی کی مدت بقول ابن اسحاق وغیرہ تین سال تھی اور بقول سہیلیؒ ڈھائی سال اور بقول حافظ سیوطیؒ دو سال تھی ۔ فترت کے بعد پہلی وحی یہ نازل ہوئی یا ایھا المدثر قم فانذر الآیات ۔

کتب حدیث و تاریخ میں درج ہے انہ علیہ السلام حزن لفترۃ الوحی بعد نزول اقرأ باسم ربك حزناً شدیداً ومکث مدۃ لا یری جبریل حتی غدا مراراً کی یتردّی من رؤوس شواھق الجبال فکلما وافیٰ بذروۃ جبل کی یُلقِی نفسہ منھا تبدّی لہ جبریل علیہ السلام فقال یا محمد انك رسول اللہ حقاً فیسکن لذلك جأشہ ای قلبہ وتقرّ نفسہ ویرجع فاذا طالت علیہ فترۃُ الوحی غدا لمثل ذلك فاذا وافی ذروۃ جبل تبدّی لہ مثل ذلك وفی روایۃ انہ لما فتر الوحی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم حزن حزناً شدیداً حتی کان یغدو الی ثبیر مرۃً والی حراء مرۃً اُخری یرید ان یلقی نفسہ منھا فکلما وافی ذُروۃ جبل منھا کی یلقی نفسہ تبدّی لہ جبریل فقال یا محمد انت رسول اللہ حقاً فیسکن لذلك جأشہ وکانت تلك المدۃ اربعین یوماً وقیل خمسۃ عشر وقیل اثنی عشر یوماً وقیل ثلاثۃ ایام کذا ذکر بعض المفسرین واھل التاریخ وفی فتح الباری وغیرہ من شروح الحدیث انھا ثلاث سنین کذا فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۶۱ ۔

ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں لیس المراد بفترۃ الوحی المقدرۃ بثلاث سنین عدم مجیئ جبریل الیہ بل تأخر نزول القرآن علیہ فقط انتھی ۔

سوال فترت الوحی کی مدت میں اختلاف ہے کما علم من العبارات السابقۃ چنانچہ بعض تین سال بعض ڈھائی سال بعض دو سال اور بعض چالیس دن اور بعض پندرہ دن اور بعض بارہ دن اور بعض تین دن ذکر کرتے ہیں ۔ اس اختلاف کی توجیہ کیا ہوگی ؟

جواب صحیح روایات کے پیشِ نظر فترتِ وحی کی کل مدت تین سال تھی نہ ڈھائی سال اور نہ دو سال ۔ باقی زمانۂ فترت کے اندر جبریل علیہ السلام سے ملاقات کا وقفہ کبھی چالیس دن ہوتا تھا اور کبھی پندرہ دن،

اور کبھی بارہ دن اور کبھی تین دن ہوتا تھا۔ امام سہیلی رحمہ اللہ روض الانف ج ۱ ص ۱۶۱ پر لکھتے ہیں وقد جاء فی بعض الاحادیث المسندۃ انھا کانت سنتین و نصف سنۃ فمن ھنا یتفق ما قالہ انس رضی اللہ عنہ ازمکثہ بمکۃ کان عشر سنین وقول ابن عباس ثلاث عشرۃ سنۃ وکان قد ابتدئ بالرؤیا الصادقۃ ستۃ اشھر فمن عدّ مدّۃ الفترۃ واضاف الیھا الاشھر الستۃ کانت کما قال ابن عباسؓ ومن عدّھا من حین حمی الوحی وتتابع کما فی حدیث جابر کانت عشر سنین ووجہ اُخری فی الجمع بین القولین ایضًا وھو ان الشعبیؒ قال وُکِّل اسرافیل بنبوّۃ محمد ثلاث سنین ثم جاءہ بالقرآن جبریل واذا صحّ فھو ایضًا وجہ من الجمع بین الحدیثین انتھی۔

بیان سابق سے معلوم ہوا کہ فترتِ وحی کے زمانے میں بھی وقتاً فوقتاً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جبریل علیہ الصلاۃ والسلام تشریف لاتے تھے اور آپؐ کے ساتھ تسلّی آمیز کلام فرماتے تھے بایں الفاظ انتَ رسول اللہ حقاً۔ البتہ صرف نزولِ قرآن تین سال تک مؤخر رہا۔

قسم دوم۔ عہد قدیم میں دو پیغمبروں کے مابین زمانۂ جاہلیت پر فترت کا اطلاق ہوتا ہے۔ مثل فترۃ ادریس علیہ السلام ای الزمان الذی ھو بعد رفعہ الی السماء الی ان بُعِث نوح علیہ السلام ومثل فترۃ نوح علیہ السلام ای بعد موتہ الی ان بُعِث ھود علیہ السلام ومثل الفترۃ بین آدم وادریس علیھما الصلاۃ والسلام۔

قسم سوم۔ عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین طویل زمانۂ جاہلیت زمانۂ فترت کہلاتا ہے۔ اس زمانۂ فترت کی مقدار میں اختلاف ہے قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۲۲ والفترۃ التی کانت بینھما اربعمائۃ سنۃ وقیل ستمائۃ سنۃ وقیل بزیادۃ عشرین سنۃ اھ۔

فائدہ زمانۂ فترت کے بعض اہم واقعات وامور کا ہم یہاں پر ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ ان امور کا ذکر ان شاء اللہ فوائد سے خالی نہ ہوگا اور بہت سے ناظرین کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

امر اوّل۔ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے فعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اولاد علّات لیس بینی وبینہ نبیّ اخرجہ البخاری۔ وعن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اولی الناس بعیسی علیہ السلام والانبیاء اخوۃ اولاد علات ولیس بینی وبین عیسی علیہ السلام نبیّ اخرجہ احمد فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ۔ واخرج احمد ایضًا عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء اخوۃ لعلات ودینھم واحدٌ امھاتھم شتی وانا اولی الناس بعیسی بن مریم لانہ لم یکن بینی وبینہ نبی وانہ نازل الحدیث۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زمانہ فترت میں چند انبیاء مبعوث ہوئے تھے البتہ وہ صرف نبی تھے رسول اور صاحب کتاب مستقل نہ تھے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مبلغ و مقرر تھے۔

چنانچہ ان میں سے ایک خالد بن سنان عبسی ہیں۔ یہ زمانہ فترت میں تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ نبی تھے۔ بعض احادیث ضعیفہ میں ان کی نبوت کی تصریح ہے۔ روی الطبرانی باسنادہ عن ابن عباسؓ قال جاءت بنت خالد بن سنان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبسط لھا ثوبہ وقال بنت نبی ضیعہ قومہ وروی الحافظ ابوبکر البزار باسنادہ عن سعید عن ابن عباس قال ذکر خالد بن سنان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذاک نبی ضیعہ قومہ ثم قال ولا نعرفہ مرفوعا الا من ھذا الوجہ وکان قیس بن الربیع الراوی للحدیث ثقۃ فی نفسہ الا انہ کان سیء الحفظ وکان لہ ابن یدخل فی احادیثہ ما لیس منھا۔ خالد بن سنان عربی تھے اور بنو اسماعیل علیہ السلام یعنی عرب مستعربہ میں سے تھے۔ قبیلہ بنو عبس میں سے تھے۔ اور احادیث و آثار قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی صاحب شریعت نہیں آئے۔

بعض علماء تاریخ و تفسیر کے نزدیک حنظلۃ بن صفوان علیہ السلام بھی زمانہ فترت کے نبی ہیں۔ حنظلہ علیہ السلام اصحاب الرس کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ رس کا معنی ہے کنواں۔ حضرت حنظلہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایک بڑے پرندے کی آفت و تباہی سے نجات دی تھی۔ وہ پرندہ عنقاء مغرب تھا جو ان لوگوں کے بچوں اور عورتوں کو کھا جاتا تھا۔ عنقاء کا بیان اس کتاب کی فصل حیوانات میں ملاحظہ کیا جائے۔ علامہ بیضاویؒ نے تبعاً لصاحب الکشاف فترت میں چار انبیاء کے مبعوث ہونے کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک یعنی خالد بن سنان عربی تھے اور بقیہ تین بنی اسرائیل میں سے تھے۔

اخرج ابو یعلی الموصلی باسنادہ ان رجلا من عبس یقال لہ خالد بن سنان قال لقومہ انی اطفیء عنکم نار الحرتین فقال لہ رجل من قومہ (ھو عمارۃ بن زیاد کما صرح بہ فی المستدرک) واللہ یا خالد ما قلت لنا قط الا حقا فما شانک وشان نار الحرتین تزعم انک تطفئھا فخرج خالد ومعہ اناس من قومہ فیھم عمارۃ بن زیاد فاتوھا فاذا ھی تخرج من شق جبل فخط لھم خالد خطۃ فاجلسھم فیھا فقال ان ابطأت علیکم فلا تدعونی باسمی فخرجت کانھا خیل شقر یتبع بعضھا بعضا فاستقبلھا خالد فجعل یضربھا بعصاہ وھو یقول بدا بدا کل ھدی زعم ابن راعیۃ المعزی انی لا اخرج منھا وثیابی بیدی حتی دخل (خالد) معھا (ای مع النار) الشق فابطأ علیھم فقال لھم عمارۃ بن زیاد واللہ ان صاحبکم لو کان حیا لقد خرج الیکم بعد قالوا فادعوہ باسمہ قال فقالوا انہ نھانا ان ندعوہ باسمہ فدعوہ باسمہ۔

فخرج وھو آخذ برأسہ فقال الم انھکم ان تدعونی باسمی ؟ فقد واللہ قتلتمونی فادفنونی فاذا مرت

بکم الحمر فیها حمار ابتر فانبشونی فانکم تجدونی حیًّا فدفنوه فمرّت بهم الحمر فیها حمار ابتر فقلنا انبشوه فانه امرنا ان ننبشه فقال لهم عمارة لا تنبشوه لا والله لا تحدّث مضرانا ننبش موتانا وقد کان قال لهم خالد انّ فی عکن امرأته لوحین فان اشکل علیکم امر فانظروا فیها فانکم ستجدون ما تسألون عنه قال ولا یمسّها حائض فلما رجعوا الی امرأته سألوها عنهما فاخرجتهما الیهم وهی حائض فذهب ما کان فیهما من علم۔

علّامہ علی بن برہان الدین حلبی سیرۃ النبی ج ۱ ص ۲۱ پر لکھتے ہیں لم یبعث بشریعة مستقلّة من العرب بعد اسمٰعیل الّا محمد صلی الله علیه وسلم واما خالد بن سنان وان کان من ولد اسماعیل علی ما قیل فقال بعضهم لم یکن فی بنی اسمٰعیل نبی غیره قبل محمد صلی الله علیه وسلم الا انه لم یبعث بشریعة مستقلة بل بتقریر شریعة عیسی علیه السلام ای وکان بینه وبین عیسی ثلثمائة سنة وخالد هذا هو الذی اطفأ النار التی خرجت بالبادیة بین مکة والمدینة کانت العرب ان تعبدها کالمجوس کان یری ضوؤها من مسافة ثمان لیال وربما کان یخرج منها العنق فیذهب فی الارض فلا یجد شیئا الا اکله فامر الله تعالی خالد بن سنان باطفائها وکانت تخرج من بئر ثم تنتشر فلما خرجت وانتشرت اخذ خالد بن سنان یضربها ویقول بدا بدا بداکل هدی وهی تتأخر حتی نزلت الی البئر فنزل الی البئر خلفها فوجد کلابًا تحتها فضربها وضرب النار حتی اطفأها وبذکر انه کان هو السبب فی خروجها فانه لما دعا قومه کذبوه وقالوا له انما تخوّفنا بالنار فان تسل علینا هذه الحرة نارا اتبعناک فتوضأ ثم قال اللهم ان قومی کذبونی ولم یؤمنوا بی الا ان تسیل علیهم هذه الحرة نارا فارسلها علیهم نارا فخرجت فقالوا یا خالد ارددها فانا مؤمنون بک فردّها۔

قیل وکان خالد بن سنان اذا استسقی یدخل رأسه فی جیبه فیجیء المطر ولا یقلع الا ان رفع رأسه قیل وقدمت ابنته وهی عجوز علی النبی صلی الله علیه وسلم فتلقاها بخیر واکرمها وبسط لها رداءه وقال لها مرحبًا بابنة اخی مرحبًا بابنة نبی ضیّعه قومه فأسلمت وهذا الحدیث مرسل رجاله ثقات وفی البخاری انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والآخرة ولیس بینی وبینه نبیّ قال بعضهم وبه یردّ علی من قال کان بینهما خالد بن سنان وقد یقال مراده صلی الله علیه وسلم بالنبیّ الرسول الذی یأتی بشریعة مستقلّة۔

وحینئذ لا یشکل هذا لما علمت انه لم یأت بشریعة مستقلة ولا ما جاء فی روایة اخری لیس بینی وبینه نبی ولا رسول ولا ما فی کلام البیضاوی تبعا للکشاف من ان بین عیسی ومحمد صلی الله علیهما وسلم اربعة انبیاء ثلاثة من بنی اسرائیل وواحد من العرب وهو خالد بن سنان وبعده حنظلة بن صفوان علیهما السلام ارسله الله تعالی لاصحاب الرأس بعد خالد بمائة سنة لانه یجوز

ان یکون کل من هؤلاء الثلاثة لم یبعث بشریعة مستقلة بل کان مقررًا لشریعة عیسی علیه الصلاة والسلام ایضًا کخالد بن سنان۔

والرس البئر الغیر المطویة ای الغیر المبنیة کذا فی الکشاف والذی فی القاموس کالصحاح المطویة باسقاط غیر فانهم قتلوا حنظلة ودسّوه فیها ای وحین دسوه فیها غارماؤها وعطشوا بعد ریهم ویبست اشجارهم وانقطعت ثمارهم بعد ان کان ماؤها یرویهم ویکفی ارضهم جمیعًا وتبدلوا بعد الانس الوحشة وبعد الاجتماع الفرقة لانهم کانوا ممن یعبد الاصنام ای وکان ابتلاهم الله تعالی بطیر عظیم ذی عنق طویل کان فیه من کل لون فکان ینقض علی صبیانهم یخطفهم اذا اعوزه الصید وکان اذا خطف احدا منهم اغرب به ای ذهب به الی جهة المغرب فقیل له لطول عنقه ولذهابه الی جهة المغرب عنقاء مغرب فشکوا ذلک الی حنظلة علیه السلام قدعا علی تلک العنقاء فارسل الله تعالی علیها صاعقة فاهلکتها ولم تعقب وکان جزاؤه منهم ان قتلوه وفعلوا به ما تقدم۔

وذکر بعضهم ان حنظلة هذا کان من العرب من ولد اسمٰعیل علیه السلام ایضًا علیه الصلاة السلام ثم رأیت ابن کثیر ذکر ان حنظلة هذا کان قبل موسی علیه السلام وانما ذکروا فی زمن عمر بن الخطاب ففتحت تستر المدینة المعروفة وجدوا تابوتًا وفی لفظ سریرًا علیه انیال علیه السلام ووجدوا طول انفه شبرًا وقیل ذراعًا ووجدوا عند راسه مصحفًا فیه ما یحدث الی یوم القیامة وان من وفاته الی ذلک الیوم ثلثمائة سنة ثم قال ابن کثیر فی البدایة ج ۲ ص ۳ لکن ان کان تاریخ وفاته محفوظا من ثلثمائة سنة فدانیال لیس بنبیّ بل هو رجل صالح لان عیسی علیه السلام لیس بینه وبین رسول الله صلی الله علیه وسلم نبیّ بنص الحدیث الذی فی البخاری۔ قال الحلبی اقول وقد علمت الجواب عن ذلک بان المراد بالنبیّ الرسول وفیه ان هذا یبعده عطف الرسول علی النبیّ المتقدم فی بعض الروایات الا ان یجعل من عطف التفسیر انتہی۔

مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۱ ص ۶۷ پر خالد بن سنان کی نبوت کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔
وممن کان فی الفترة خالد بن سنان العبسی وهو خالد بن سنان بن غیث بن عبس وقد ذکرة النبی صلی الله علیه وسلم فقال ذلک نبیّ اضاعه قومه ثم ذکر قصته النار وانه اطفأها ثم قال فلما حضرت خالد بن سنان الوفاة قال لاخوته اذا انا دفنت فانه ستجیئ عانة من حمیر یقدمها عیر ابتر فیضرب قبری بحافره فاذا رأیتم ذلک فانبشوا عنی فانی سأخرج الیکم فاخبرکم بجمیع ما هو کائن فلما مات ودفنوه رأوا ما قال فاراد وا ان یخرجوه فکره ذلک بعضهم وقالوا نخاف ان تنسبنا العرب الی نبشنا عن میت لنا وانت ابنته الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فسمعته یقرأ قل هو الله احد الله الصمد فقالت کان ابی یقول هذا اه

قول صحیح یہ ہے کہ خالد بن سنان صالح و موحد و صاحب کرامات اولیاء اللہ میں سے تھے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ اوّلاً تو اس لیے کہ عیسیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین زمانے میں کوئی نبی نہیں آئے۔ صحیح حدیث بخاری میں اس کی تصریح گزر چکی ہے۔ ثانیاً قرآن شریف کی اس آیت لتنذر قوماً ما اتٰھم من نذیر من قبلك سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۲۱۲ قال ابو یونس قال سماك بن حرب سئل النبی علیہ السلام عن خالد بن سنان فقال ذاك نبی اضاعه قومه قال ابو یونس قال سماك بن حرب ان ابن خالد بن سنان اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحبًا بابن اخی فھذا السیاق موقوف علی ابن عباس ولیس فیه انه کان نبیًّا والمرسلات التی فیھا انه نبی لا یحتج بھا ھنا والاشبه انه کان رجلًا صالحًا له احوال وکرامات فانه ان کان فی زمن الفترۃ فقد ثبت فی صحیح البخاری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ان اولی الناس بعیسی بن مریم انا لانه لیس بینی وبینه نبیّ۔ وان کان خالد قبل الفترۃ فلا یمکن ان یکون نبیًّا لان اللہ تعالٰی قال لتنذر قومًا ما اتاھم من نذیر من قبلك۔

وقد قال غیر واحد من العلماء ان اللہ تعالٰی لم یبعث بعد اسماعیل علیہ السلام نبیًّا فی العرب الا محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء الذی دعا به ابراھیم الخلیل وبشرت به الانبیاء لقومھم حتی کان اٰخر من بشر به عیسی بن مریم علیہ السلام وبھذا المسلك بعینه یردّ ما ذکرہ السھیلی وغیرہ من ارسال نبی من العرب یقال له شعیب بن ذی مھدم بن شعیب بن صفوان صاحب مدین وبعث الی العرب حنظلة بن صفوان فکذّبوھما فسلّط اللہ علی العرب بخت نصر فنال منھم من القتل والسبی نحو مما نال من بنی اسرائیل وذلك فی زمن معد بن عدنان والظاھر ان ھؤلاء کانوا قومًا صالحین یدعون الی الخیر انتھی۔

امرؤ ثانی۔ مشہور زمانہ سخی حاتم طائی زمانہ فترت میں تھے۔ یہ قبیلہ طی سے تھے۔ طی عرب میں مشہور اور بہت بڑا قبیلہ ہے۔ حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حاتم طائی کفر پر مرا ہے کما یعلم من کتب التاریخ۔ اس کے مکارم اخلاق و مناقب و مفاخر و احوال جود و سخا کے کتابوں میں عجیب و حیرت انگیز قصے منقول ہیں۔ تاہم وہ نیک کام اور سخاوت و شہرت اور دنیا میں نیک نامی کی نیت سے کرتا تھا۔ رضاء اللہ و ثواب آخرت کے ارادے سے وہ یہ کام نہیں کرتا تھا۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ وکانت لحاتم مآثر واٰمور عجیبة واخبار مستغربة فی کرمه یطول ذکرھا ولکن لم یکن یقصد بھا وجه اللہ والدار الاٰخرۃ وانما کان قصدہ السمعة والذکر وعن ابن عمر قال ذکر حاتم عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذاك اراد امرًا فأدرکه واخرج احمد فی مسندہ قال قلت لرسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان ابی کان یصل الرحم ویفعل ویفعل فھل لہ فی ذلک یعنی من اجر قال انّ اباک طلب شیئًا فاصابہ واخرج البیھقی باسنادہ عن علیّ رضی اللہ عنہ قال یا سبحان اللہ ما ازھد کثیرًا من الناس فی خیر عجبًا لرجل یجیئہ اخوہ المسلم فی حاجۃ فلا یری نفسہ للخیر اھلًا فلو کان لا یرجو ثوابا ولا یخشی عقابًا لکان ینبغی لہ ان یسارع فی مکارم الاخلاق فانھا تدل علی سبیل النجاح فقام الیہ رجل فقال فداک ابی وامّی یا امیر المؤمنین اسمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم وما ھو خیر منہ (ای سمعتُ عنہ علیہ السلام ما ھو خیر من ھذا)۔

لما اُتِیَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبایا طیئ وقعت جاریۃ حمراء لعساء زلفاء عیطاء شمّاء الانف معتدل القامۃ والھامۃ دعماء الکعبین خدلّجۃ الساقین لفاء الفخذین تمیصۃ الخصرین ضامرۃ الکشحین مصقولۃ المتنین قال فلما رأیتُھا اعجبتُ بھا وقلتُ لأطلبن الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیجعلھا فی فیئ فلما تکلّمت أُنسیتُ جمالھا لما رأیت من فصاحتھا فقالت یا محمد ان رأیت ان تخلی عنّی ولا تشمت بی أحیاء العرب فانی ابنۃ سیّد قومی وان ابی کان یحمی الذمار ویفکّ العانی ویشبع الجائع ویکسو العاری ویقری الضیف ویطعم الطعام ویفشی السلام ولم یردّ طالب حاجۃ قطّ وانا ابنۃ حاتم طیئ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا جاریۃ ھذہ صفۃ المؤمنین حقًّا لو کان ابوک مؤمنًا لترحّمنا علیہ خلّوا عنھا فان اباھا کان یُحبّ مکارم الاخلاق واللہ تعالی یحبّ مکارم الاخلاق فقام ابو بردۃ رضی اللہ عنہ فقال یا رسول اللہ واللہ یحبّ مکارم الاخلاق ؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لا یدخل الجنۃ احد الّا بحسن الخلق۔

مبرد نحوی ابو عبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حاتم طائی نے شاعر متلمس کے وہ اشعار سنے جن میں مال محفوظ رکھنے کی ترغیب ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں ؎

قلیلُ المالِ تُصلِحہ فیبقیٰ ولا یبقی الکثیر علی الفساد
وحفظُ المال خیرٌ من فناہ وعسفٍ فی البلاد بغیر زاد

تو حاتم نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا مالہ قطع اللہ لسانہ حمل الناس علی البخل فھلّا قال ؎

فلا الجود یُفنی المال قبل فنائہ ولا البخل فی مال الشحیح یزید
فلا تلتمس مالًا بعیش مقتّر لکلّ غدٍ رزق یعود جدید
الم ترانّ المالَ غادٍ و رائحٌ وانّ الذی یُعطیک غیرُ بعید

قال القاضی الفرج ولقد احسن فی قولہ وان الذی یعطیک غیر بعید ولو کان مسلمًا لرُجی لہ الخیر فی معادہ

وقد قال اللہ تعالی فی کتابہ واسألوا اللہ من فضلہ۔ وقال تعالی واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ انتہی۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حاتم کا یہ قول الم تران المال لم یبق بھی بہت خوب ہے۔ اسی وجہ سے ابوحنیفہؒ کے نزدیک نکاح میں کفارت بالمال معتبر نہیں ہے فان المال غاد ورائح کما فی کتب الفقہ بلکہ تینوں اشعار کا مضمون اسلامی اور حق ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا یہ قول وان الذی یعطیک غیر بعید حاتم کے ایمان باللہ اور موحد ہونے کی دلیل ہو جائے کیونکہ زمانۂ فترت میں صرف توحید نجات آخرت کے لیے کافی ہے کما صرح بہ العلماء۔ بہرحال حاتم کا یہ قول دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ وہ اللہ تعالی کے وجود و توحید کا معترف تھا۔ نیز اس بات پر کہ معطی یعنی سب کچھ دینے والے اور تمام امور میں متصرف اللہ تعالے ہی ہیں۔ نیز اس بات پر کہ اللہ تعالی قریب و غیر بعید ہیں نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور فترت میں ایمان کے لیے اتنا اعتقاد رکھنا کافی ہے۔ یہ دلیل اول کا بیان تھا۔

دلیل دوم۔ حاتم کا ایک اور شعر ہے جس میں وہ اپنی مملوکہ باندی کو اپنی سخاوت کے بارے میں کہتا ہے نعمان بادشاہ سے ملاقات کرنے اور اس کے تحائف وصول کرنے کے بعد ؎

اِن یَفنَ ما عندنا فاللہ یرزقنا ۔۔۔ مِمّن سوانا ولسنا نحن نرتزق

یہ قول فاللہ یرزقنا بہ ظاہر حصر پر دال ہے یعنی صرف اللہ ہی رازق ہیں معلوم ہوا کہ حاتم موحد تھا اللہ تعالی کے وجود کے قائل ہونے کے علاوہ صرف اللہ تعالی ہی کو رزاق اور متصرف فی الامور سمجھتا تھا۔

دلیل سوم۔ حاتم خصال حمیدہ و مکارم اخلاق، پاک دامنی و عفت سے موصوف تھا۔ لوگوں کی خیر خواہی ہمسایوں کی عزت کا خیال رکھنا، مہمانوں کا اکرام و اطعام و سخاوت وغیرہ یہ وہ افعال صالحہ ہیں جن کا منبع ایمان باللہ و خوف خدا ہی ہو سکتا ہے۔ ذکر الدارقطنی الحافظ المحدث باسنادہ قال قالت امرأۃ حاتم لحاتم یا ابا سفانۃ اشتہی ان اکل انا وانت طعاما وحدنا لیس علیہ احدٌ فامرھا فحولت خیمتھا من الجماعۃ علی فرسخ وامر بالطعام فھیّئ وھی مرخاۃ ستورھا علیہ وعلیھا فلما قارب نضج الطعام کشف عن رأسہ ثم قال ؎

فلا تطبخی قدری وستری دونھا ۔۔۔ علیّ اذن ما تطبخین حرام

ولکن بھذاک الیفاع فاوقدی ۔۔۔ بجزل اذا اوقدت لا بضرام

قال ثم کشف الستور وقدم الطعام ودعی الناس فاکل واکلوا فقالت ما اتممت لی ما قلت فاجابھا فانی لا تطاوعنی نفسی ونفسی اکرم علیّ من ان یثنی علی ھذا وقد سبق لی السخاء ثم انشأ یقول ؎

أمارس نفسی البخل حتی أعزّها ۔۔۔ واترک نفسَ الجودِ ما استثیرها
ولا تشتکینی جارتی غیرانها ۔۔۔ اذا غاب عنها بعلها لا ازورها
سیبلغها خیری ویرجع بعلها ۔۔۔ الیها ولم تقصر علیها ستورها

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکارم اخلاق اسکی فطرت بن گئے تھے اور وہ بڑا پاکدامن تھا۔ ہمسایہ عورتوں کو کبھی بری نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا اہل جاہلیت کی آوارگی کے برخلاف وہ زنا اور بیحیائی سے مکمل اجتناب کرتا تھا۔ حاتم کا قول ونفسی اکرم علیّ من ان یثنی علیّ ھذا قابل غور وفکر ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ دکھاوا۔ ریا اور صرف حسن ثنا اور دنیاوی شہرت و نیک نامی حاصل کرنے کے لیے یہ نیک اعمال نہیں کرتا تھا۔ لہذا ظاہر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالے کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اعمال صالحہ کرتا تھا۔ حاتم کے کچھ مزید اشعار سنیے جن میں وہ اپنی عفت اور اجنبی عورتوں کو بری نگاہ سے نہ دیکھنے پر خوشی و فخر کرتا ہے۔ حاتم کہتا ہے ؎

اذا مابتُّ أشرب فوق ریّ ۔۔۔ لسُکرٍ فی الشرابِ فلا رویتُ
اذا مابتُّ أختِلُ عِرسَ جارِی ۔۔۔ لِیُخفِینِی الظلامُ فلا خفیتُ
أأفضح جارتی وأخُونُ جارِی ۔۔۔ فلا واللہ أفعل ما حییتُ

اس قطعہ میں مکارم اخلاق کے بیان کے علاوہ اس کا قول فلا واللہ ہمارے دعوے کا گواہ ہے۔ اس نے خدا تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی۔ معلوم ہوا کہ وہ موحد تھا ورنہ یہاں پر بُت کی قسم کھا کر واللات بھی کہہ سکتا تھا۔ اس سلسلے کے چند اور اشعار حاتم کے سنیے۔ کہتا ہے ؎

ما ضرّ جارًا لی أُجاوِرُہ ۔۔۔ أن لا یکونَ لِبابہ سِترُ
أُغضِی اذا ما جارتی برزتْ ۔۔۔ حتی یُوارِی جارتی الخِدرُ

مندرجہ ذیل اشعار میں حاتم اپنے مکارم اخلاق کی مزید وضاحت کرتا ہے ؎

وما من شیمتی شَتمُ ابنِ عَمّی ۔۔۔ وما انا مُخلِفٌ مَن یرتجینی
وکلمۃُ حاسدٍ من غیر جرمٍ ۔۔۔ سمعتُ وقلتُ مُرّی فانقذینی
وعابوھا علیّ فلم تَعِبنی ۔۔۔ ولم یعرق لھا یومًا جَبینی
وذی وَجھین یلقانی طلیقا ۔۔۔ ولیس اذا تغیّبَ یأتَسِینی
ظفرتُ بعیبہ فکففتُ عنہ ۔۔۔ محافظۃً علیٰ حَسَبی ودینی

ان پانچ ابیات پر غور کرنے سے چند اہم باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) شعر اول کے پہلے مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتہ داروں کی مخالفت کے باوجود کسی کو بُرا نہیں کہتا اور سب وشتم سے اجتناب کرنا مومنوں کی خصلت ہے۔ واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلامًا۔ (۲) دوسرے مصرعہ میں بتاتا ہے کہ وہ وعدہ خلافی سے بچتا ہے اور کسی سائل اور طامع مال وامیدوار نفع کو ناامید نہیں کرتا۔ یہ کتنی اچھی خصلت ہے

(۳) دوسرے بیت میں وہ بتاتا ہے کہ وہ حاسدین کی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ انھیں معاف کر دیتا ہے۔ (۴) تیسرے شعر میں بتاتا ہے کہ حاسدین کو سزا نہ دینے اور ان کی سنی ان سنی کر دینے کے بارے میں وہ لوگوں کی ملامت کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ (۵) آخری دو شعروں میں یہ ذکر ہے کہ ذو وجہین و منافقین جو پس پشت اس کی غیبت و بدخواہی میں کسر نہیں چھوڑتے کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود حاتم ان کی عیب جوئی سے احتراز کرتا ہے۔

(۶) آخری مصرعہ میں ہے کہ وہ یہ تمام افعالِ حسنہ و خصالِ طیبہ اپنی شرافت، عزت اور دین کو بچانے کے پیشِ نظر اختیار کرتے ہیں نہ کہ ریا و دنیاوی شہرت کے حاصل کرنے کے لیے۔ (۷) لفظ "دینی" دلالت کرتا ہے کہ حاتم اپنی جاہل و کافر قوم کے برخلاف ایک دین و شریعت کا معتقد تھا اور وہ دینِ توحید ہی ہو سکتا ہے۔ لفظ "دینی" خصوصی طور پر توجہ طلب ہے۔ ایک اور شعر میں تو حاتم نے کمال کر دیا۔ کہتا ہے ؎

وانك إن أعطيتَ بطنك سُؤلَه وفرجك نالا منتهى الذمِّ أجمعا

اس شعر میں اپنی عفت و حلال خوری اور حرام مال کھانے سے اجتناب کے بیان کے ساتھ ساتھ اوروں کے لیے بڑی نصیحت بیان کر دی ہے۔ عدیؓ بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شهدتُ حاتماً يكيد بنفسه فقال لی ای بُنیّ انی أعهد من نفسی ثلاثَ خصالٍ واللہ ما خالفت جارةٌ لربیة قط ولا ادتمنت علی امانة الّا ادّیتُها ولا اوتی احدٌ من قبلی بسوءٍ۔

دلیل چہارم۔ محدث ابن کثیر رحمہ اللہ نے بدایہ ج ۲ ص ۲۱۶ پر باسنادہ حاتم کی ایک حکایت ذکر کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حاتم متواضع و منکسر المزاج ہونے کے علاوہ اسخی الناس یعنی سب سے زیادہ سخی ہونے کا مدعی ہونا تو کجا بلکہ وہ اس کی نفی کرتا اور کہتا تھا کہ سارے عربی لوگ مجھ سے زیادہ سخی ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس قسم کے دعوے سے سخاوت کا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ صرف اور محض دنیاوی نام و شہرت کا طالب تو ہر مجمع میں اسخی الناس ہونے کا دعویٰ و اظہار کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ لوگ اسے سب سے بڑا سخی سمجھیں اور ہر مقام پر اس کی مدح سرائی ہوتی رہے اپنی سخاوت کی نفی تو دور کی بات ہے۔ طالبِ نام و شہرت اپنی مدح و نام کے ساتھ کسی اور شخص کا نام اپنی ہتک و بے عزتی سمجھتا ہے۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابوبکر بن عیّاش قیل لحاتم هل فی العرب اجود منك فقال كل العرب اجود منّی ثم انشأ يحدّث حاتم قال نزلت علی غلام من العرب يتيم ذات ليلة وكانت له مائة من الغنم فذبح لی شاة منها واتانی بها فلمّا قرّب الیّ دماغها قلت ما اطيب هذا الدماغ قال فذهب فلم يزل يأتينی منه حتی قلت قد اكتفيت فلما اصبحتُ اذا هو قد ذهب المائة شاة وبقی لا شئ له

فقیل فما صنعت به فقال ومتی ابلغ شکره ولو صنعت به کل شئ قال علی کل حال فقد اعطیته مائة ناقة من خیار ابلی اھ۔

دلیل پنجم۔ حاتم طائی اپنے کلام میں کثرت سے قسم ذکر کرتے ہیں لیکن ہر مقام پر وہ صرف اللہ تعالےٰ کے نام کی قسم کھاتے ہیں بتوں کے نام کی قسم نہیں کھاتے مثل قوله فلا والله افعل ما حییتُ فی الشعر المذکور من قبلُ۔ نیز اللہ تعالیٰ ہی کو رزّاق ومعطی اور قریب سمجھنے کے علاوہ کثرت سے ان شاء اللہ کا استعمال اپنے کلام میں کرتے تھے۔ مثل قوله لزوجته نوار فی زمن القحط۔ اسکتی فوالله لاشبعنّکِ ان شاء الله

حاتم کی بیوی نوار یہ حکایت بیان کرتی ہے کہ قحط سالی میں ایک رات ہمارے تینوں بچے عبد اللہ وسفانہ اور عدیّ بھوک سے رو رہے تھے ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ تینوں بچوں کو ہم نے بہانے سے سُلا دیا ہم میاں بیوی بھی بھوکے تھے کہ آدھی رات کو ایک ہمسائی عورت نے آکر کہا کہ میرے بچے بھوکے ہیں اور بھوک کے مارے بلبلا رہے ہیں۔ اس عورت نے کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ حاتم نے کہا اپنے بچوں کو جلدی سے میرے پاس لے آ۔ قالت النوار فقلت له ما اصنعت اضطجع والله لقد تضاغی اصبیتك فما وجدت ما تُعلّلهم فکیف بهذه وبولدها فقال حاتم اسکتی فوالله لاشبعنّك ان شاء الله فقام الی فرسه فوجأ بحربته فی لبّته ثم قدح زندہ واوری نارہ ثم جاء بمدیة فکشط عن جلدہ ثم دفع المدیة الی تلك المرأة ثم قال دونك ثم قال لی یا نوار ابعثی صبیانك فبعثتهم ثم قال سوءة اتأکلون شیئًا دون اهل الصرم فجعل یطوف فیهم حتی هبوا واقبلوا علیه والتفع فی ثوبه ثم اضطجع ناحیة ینظر الینا والله ماذاق مزعة وانه لاحوجهم الیه فاصبحنا وما علی الارض اعظم حافوکذا فی البدایة۔

یہ تمام باتیں حاتم کے موحد ومؤمن باللہ وبصفات اللہ کی دلیل ہیں۔ کافر ومشرک واللہ کی بجائے واللات والعزی اور ان شاء اللہ کی بجائے ان شاء اللات والعزی یا اسی قسم کے کسی اور بت کا نام ذکر کرتا ہے۔

دلیل ششم۔ تراجم اعیان کی فصل میں ترجمہ حاتم طائی میں ہم نے ایک وفد کی حکایت ذکر کی ہے جو حاتم کی قبر کے پاس ایک رات ٹھیرا تھا، ان میں سے ایک شخص نے حاتم کی قبر پر آکر اس سے کھانا مانگا۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابن کثیر فی البدایة ج ۲ ص ۲۱۷ ذکر الخرائطی فی کتاب مکارم الاخلاق باسنادہ عن المحرر مولی ابی هریرة قال مرّ نفر من عبد القیس بقبر حاتم طیّ فنزلوا قریبًا منه فقام الیه بعضهم یقال له ابو الخیبری فجعل یرکض قبره برجله ویقول یا اباجعد اقرنا فقال له بعض اصحابه ما تخاطب من رمّة وقد بلیت واجنّهم اللیل فناموا فقام صاحب القول فزعا یقول یا قوم علیکم بطیّکم فان

حاتمًا اتانی فی النوم وانشدنی شعرًا وقد حفظته یقول ؎

ابا الخیبری وانت امرؤ ظلوم العشیرۃ شتّامہا
اتیت بصحبک تبغی القری لدی حفرۃٍ قد صدت ہامہا
اتبغی لی الذنب عند المبیت وحولک طیٌّ وانعامہا
وانا لنشبعُ اضیافنا وتاتی المطیّ فنعتامہا

قال واذا ناقۃ صاحب القول تکوس عقیرًا فنحروہا وقاموا یشتوون ویاکلون وقالوا واللہ لقد اضافنا حاتم حیًّا ومیتًا قال واصبح القوم وارتحلوا صاحبہم وساروا فاذا رجل ینوہ بہم راکبًا جملًا ویقود اٰخر فقال ایکم ابو الخیبری قال انا قال ان حاتمًا اتانی فی النوم فاخبرنی انہ قری اصحابک ناقتک وامرنی ان احملک وہذا بعیرٌ فخذہ ودفعہ الیہ اہ۔

یہ قصہ صاحب احوال وکرامات بزرگوں کے قصوں سے مشابہ ہے۔ موحدین ومومنین کے ہاں ایسے کرشموں کا دیکھنا ممکن ہے اور کفار کی قبروں پر ایسے کرشموں کا دیکھنا ناممکن ہے کافر قبر میں مبتلائے عذاب ہوتا ہے وہ کسی شخص کی نصرت واعانت نہیں کرسکتا۔

دلیل ہفتم۔ کتب تاریخ میں حاتم کے مفصل احوال اور قصے درج ہیں مگر کسی نے یہ نہیں لکھا کہ حاتم بُت پرست تھا یا کسی وقت بت کے پاس جاکر اس نے بت سے امداد مانگی بلکہ اس کے برخلاف یہ درج ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ ہی کو رازق ومتصرف اور سب کچھ دینے والا سمجھتا تھا۔ کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حاتم نے بت کی تعظیم کی یا اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نے جانوروں کی قربانی پیش کی۔ حالانکہ کفار عرب کا ہر شخص حسب استطاعت بتوں کو خوش کرنے کے لیے نذر ونیاز پیش کرنا اور ان کے نام پر جانور ذبح کرنا فخر وسعادت اور نیک نامی کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ اگر حاتم کافر ومشرک ہوتا اور ثوابِ آخرت کی بجائے صرف اور محض دنیا کی نیک نامی وشہرت کا طالب ہوتا تو وہ عرب کے اس مروّجہ اور ان کے زعم کے پیش نظر معزز وقابل ستائش سلسلے میں سب سے آگے ہوتا اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تاکہ اسے اپنے مقصود یعنی حصولِ شہرت ونیک نامی میں کامیابی حاصل ہوجاتی۔ طلب شہرت کی خاطر اس قسم کے مقابلوں کے بہت سے قصے کتبِ تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن ہمیں اس سلسلے کے شرکاء کے ناموں میں کہیں بھی حاتم کا نام نظر نہیں آتا جب کہ اس کا نام سرفہرست ہونا چاہیے تھا۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حاتم بت پرست ومشرک نہیں تھا بلکہ وہ موحّد تھا۔

دلیل ہشتم۔ حاتم زمانۂ فترت میں تھا اور اشاعرہ ومحدثین ومفسرین کے بے شمار ائمہ عظام وعلماء کرام نے اہلِ فترت کے ناجی اور جنتی ہونے کی تصریح کی ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے والدین واجداد کے آخرت میں

ناجی ہونے کے لیے حافظ سیوطیؒ وغیرہ علماء نے متعدد ادلّہ کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ اہل فترت میں سے ہیں اور اہل فترت ناجی ہیں۔

قال السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی رسالتہ التعظیم والمنۃ ص۳۱ عند بیان مذھب اھل السنۃ فیمن ھو قبل الدعوۃ۔ قال اھل الاصول قاطبۃ شکر المنعم لیس بواجب عقلاً خلافاً للمعتزلۃ قال الکیا الھراسی وغیرہ المراد بشکر المنعم امتثال الاوامر واجتناب النواھی من الکفر وغیرہ اھ وقد رد ابن السبکی فی شرح مختصر ابن الحاجب قول العلماء الذین ھم من اھل السنۃ وقالوا بوجوب شکر المنعم عقلاً تبعاً للمعتزلۃ ثم قال ابن السبکی وعلی مسألۃ شکر المنعم تتخرج مسألۃ من لم تبلغہ الدعوۃ فعند نا یموت ناجیاً ولا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وھو مضمون بالکفارۃ والدیۃ ولا یجب القصاص علی قاتلہ علی الصحیح اذ ھو لیس بمسلم انتھی بحاصلہ۔ قال السیوطی وھو صریح فی نجاتہ وانہ لا یدخل النار وانہ یدخل الجنۃ مع کونہ لا یسمی مسلماً اھ

ثم قال السیوطی فی ذکر عذر من کفر من اھل الفترۃ وکونھم ناجین۔ ولم یکن کفر العرب انکاراً للصانع ولا لألوھیتہ ولا ادّعوا فی الاصنام انھا تخلق وتدبّر کما ادعی نمرود وقومہ بل کانوا یقرّون باللہ بالالھیۃ وانہ الخالق المدبّر کما قال اللہ تعالیٰ ولئن سألتھم من خلقھم لیقولن اللہ وکانوا یزعمون فی الاصنام انھا تشفع لھم عند اللہ کما قال تعالیٰ حکایۃ عنھم ما نعبدھم الا لیقرّبونا الی اللہ زلفی

دلیل نہم۔ مسند احمد کی مذکورہ صدر حدیث میں عدی بن حاتمؓ کے سوال پر نبی علیہ السلام کا قول ان اباک طلب شیئاً فاصابہ حاتم کے موحّد ہونے پر محمول ہو سکتا ہے۔ بہرحال یہ قول اس کے کافر ہونے کی تصریح نہیں ہے بلکہ یہ مجمل ومبہم یا ذو معنیین قول ہے۔ اس قول کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ تیرا باپ حاتم اپنے مقصد ومطلوب میں کامیاب ہوا۔ یہ ہے حدیث ہذا کا مفہوم۔ پس اس کا یہ مطلب متعین کرنا کہ حاتم کافر ہے اور وہ صرف دنیاوی نیک نامی کی خاطر مکارم اخلاق پر عمل کرتا تھا ہرگز درست نہیں۔

بلکہ یہ قول اوّلاً تو مبہم و ذو معنیین ہے جس طرح یہ حاتم کے کفر پر محمول ہو سکتا ہے اسی طرح اس کے موحّد وجنتی ہونے پر بھی حمل ہو سکتا ہے یعنی اس (حاتم) نے اجر وثواب آخرت کو چاہا سو وہ اس نے پا لیا۔

ثانیاً۔ اس حدیث میں ظاہری طور پر کامیابی کی خوش خبری سنائی گئی اور فرمایا کہ حاتم کے اعمال صالحہ رائگاں نہیں گئے۔ باقی باطن ونیّتِ قلب کہ یہ تعیین ونشان دہی کہ وہ اچھی تھی یا بری، ثوابِ آخرت کی تھی یا صرف دنیا کی نیک نامی کی تھی نہیں فرمائی بلکہ اس سے سکوت فرمایا اور مبہم چھوڑ دیا۔ چنانچہ نیتِ قلب اچھی تھی یا بری اس کا علم تو حاتم کو ہے یا عدی بن حاتم کو صاحب الدار أدری بما فیھا۔ اس کی نظیر حدیث

المرء مع من احبّ ہے۔ حدیثِ ہذا میں جنت یا دوزخ میں معیت کی تخصیص و تعیین سے قطع نظر صرف معیت و رفاقتِ اخروی کی اطلاع دی گئی ہے۔ باقی جنتی یا دوزخی رفاقت کی تعیین و انتخاب محبّ کے سپرد ہے۔ اگر وہ محبِ صالحین ہو تو جنت میں ان کا رفیق ہوگا اور اگر محبِ شیاطین و مفسدین ہو تو دوزخ میں ان کا مصاحب ہوگا۔

دلیل دہم۔ اگر حاتم کافر و غیر موحد یا غیر ناجی ہوتا تو نبی علیہ السلام حدیثِ مذکور میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر المرء مع من احبّ جیسے مبہم و ذو معنیین جواب نہ دیتے۔ کیونکہ اسی قسم کے کئی سوالات کے جواب میں نبی علیہ السلام نے واضح طور پر مسئول عنہ کے کفر کا ذکر فرمایا۔ مثلاً ایک بار ایک صحابی نے اپنے باپ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا فی النار۔ اخرج مسلم عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلاً قال یا رسول اللہ این ابی؟ قال فی النار۔ اسی طرح عبداللہ بن جدعان جو حاتم طائی کی طرح سخی و اجوادِ عرب میں سے تھا، کے بارے میں سوال کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح جواب دیا۔

فقد ثبت فی صحیح مسلم ان عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت یا رسول اللہ ان ابن جدعان کان یطعم الطعام ویقری الضیف فھل ینفعہ ذلک یوم القیامۃ فقال لا۔ انہ لم یقل یوماً رب اغفر لی خطیئتی یوم الدین۔

ابن جدعان اگرچہ بڑا سخی تھا اور سخاوت میں مشہور تھا لیکن اس میں اور حاتم میں بڑا فرق ہے وہ یہ کہ ابن جدعان سخاوت و اطعام الطعام کے سوا دیگر مکارمِ اخلاق و خصالِ مؤمنین سے موصوف نہ تھا بلکہ سرے سے شریف الطبع و سلیم الفطرۃ بھی نہ تھا وہ اوّلاً انتہائی ذلیل و بدکردار اور غنڈہ قسم کا انسان تھا۔ شرارتوں و بدکرداری کی وجہ سے اپنے قبیلہ اور خاندان میں مبغوض تھا، سب اس سے نالاں تھے یہاں تک کہ اپنے والدین کا بھی نافرمان تھا اس کے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ اس کی سخاوت کا قصہ بھی عارضی ہے وہ فطرۃً و طبعاً سخی نہ تھا اس لیے اس نے صرف اپنی نیک نامی و دنیاوی مدح و ثنا حاصل کرنے کے لیے مال مل جانے کے بعد سخاوت شروع کی تھی۔ ہم آگے بتائیں گے کہ ابن جدعان کو اچانک ایک بڑا خزانہ مل گیا تھا اس میں سے وہ خرچ کرتا تھا۔ مفت را چہ باید، مفت آمد مفت رفتہ کی بات تھی۔

اس کے برخلاف حاتم طائی کا حال ایسا نہ تھا۔ اس کے پاس کوئی پوشیدہ خزانہ نہ تھا۔ وہ سخاوت کے علاوہ اسلام کے بلند و پاکیزہ جملہ خصالِ طیبہ مثل پاک دامنی، عفت، حرام سے اجتناب، بری نگاہ سے بچنا، کسی انسان کو تکلیف اور دکھ نہ پہنچانا، ہمسایوں کا خیال رکھنا، خود بھوکا رہنا اور دوسروں کو کھلانا وغیرہ اخلاق شریفہ سے موصوف تھا۔ یہ وہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے آج تک حاتم طائی کی سخاوت و شرافت کے ڈنکے چار دانگِ عالم میں بج رہے ہیں اور ابن جدعان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ حاتم آج تک

اگرچہ صرف سخاوت کی وجہ سے مشہور ہے لیکن ابتداء میں اس کی مقبولیت و شہرت میں سخاوت کے علاوہ دیگر اخلاقِ حسنہ کا بھی دخل تھا۔

بہرحال ظاہری قرائن کے پیشِ نظر حاتم ناجی و موحد معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا معاملہ توحید مستور و پوشیدہ تھا اور اس کا حکم بتلانا زیادہ اہم بھی نہ تھا جتنا ورقہ بن نوفل و قسّ بن ساعدہ و زید بن عمرو بن نفیل کا معاملہ توحید واضح اور اہم تھا۔ کیونکہ ان تینوں کی اسلامی باتیں خود نبی علیہ السلام سن چکے تھے یہ تینوں اشخاص شرک سے بیزاری اور ایمان باللہ و اعتقاد توحید کا ہر مجلس میں اعلان کرتے ہوئے دیگر لوگوں کو بھی صراطِ مستقیم کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس لیے ان کا معاملہ بالکل واضح تھا۔ دربارِ نبوت میں وہ واضح بشارت کے مستحق تھے اس واسطے نبی علیہ السلام نے تینوں کے جنتی ہونے کی طرف واضح اور غیر مبہم اشارہ فرمایا۔

اخرج ابن عساکر باسنادہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال فی حق زید بن عمرو بن نفیل یبعث یوم القیامۃ امۃ وحدہ وفی روایۃ یحشر ذالک امۃ وحدہ بینی وبین عیسی بن مریم۔ وقال علیہ السلام فی حق قسّ بن ساعدۃ رحم اللہ قسًّا اما انہ سیبعث یوم القیامۃ امۃ واحدۃ وروی البیہقی باسنادہ عن ابن عباس فذکر حدیثًا فیہ طول الی قولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی بعثنی بالحق لقد امن قسّ بالبعث۔

حاتم جیسے مستور الحال موحدین و ناجین لوگوں کے بارے میں آپؐ مبہم جواب پر اکتفاء فرماتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حاتم کے مؤمن و موت علی التوحید سے متعلق نبی علیہ السلام کے پاس خصوصی وحی نہ آئی ہو اس لیے ایک جامع و ذو معنیین جملہ پر اکتفاء کرتے ہوئے فرمایا ان اباک طلب شیئًا فاصابہ۔

سوال مذکورہ صدر روایت علی رضی اللہ عنہ میں حاتم کے مؤمن ہونے کی تصریح ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے حاتم کی صاحبزادی سے فرمایا یا جاریۃ ھذہ صفۃ المؤمنین حقًّا لو کان ابوکِ مؤمنًا لترحمنا علیہ۔

جواب اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند ضعیف ہے۔

ثانیاً یہ ہے کہ مستور الحال موحدین زمانہ فترت پر عام مسلمانوں کی طرح مؤمن و مسلم کا اطلاق نہیں کیا جاتا اور نہ ان پر بوقت ذکر اسم ترحم کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کسی حدیث میں عبد المطلب وغیرہ اجدادِ نبی علیہ السلام پر ترحم منقول نہیں ہے۔ اسی طرح علماء و ائمہ کے نزدیک ان کے لیے رحمہ اللہ کا استعمال رائج نہیں حالانکہ وہ موحد تھے کما صرح بہ السیوطی وغیرہ من العلماء رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس واقعہ کے وقت تک حاتم کے موحد ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبی علیہ السلام کو مطلع نہ فرمایا ہو۔ ابن سبکی نے شرح مختصر الاصول میں اور سیوطی نے رسالہ التعظیم والمنۃ ص۳۲ میں تصریح کی ہے کہ اہلِ فترت پر

مسلم کا اطلاق نہیں ہوتا۔

تنبیہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حاتم کے ناجی ہونے کے بارے میں یہ بحث صرف ظنی ہے۔ ہم اس کے ناجی ہونے کا قطعی ثبوت پیش کرنے کے مدعی نہیں ہیں کیونکہ یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حاتم ناجی ہے اللہ تعالیٰ ہی عالم الامور والغیوب ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل ہی جانتے ہیں کہ حاتم ناجی ہے یا نہیں۔ اسی طرح اس کے ایمان یا ناجی ہونے کا فتویٰ دینا بھی مقصود نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ اوّلاً تو اہل فترت کے ناجی ہونے کے (بشرطیکہ صحیح نصوص کسی کے کفر پر موجود نہ ہوں) متعدد محدثین وائمہ دین قائل ہیں۔ ثانیاً بزرگوں کے اس قول کی تائید میں اس عاجز کے ذہن میں چند دلیلیں آئیں جو سپرد قلم کر دیں۔ فان کان ما ذکرنا حقًّا من اللہ وتوفیقہ وان کان خطأ فاستغفر اللہ عزوجل۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتمّ۔

امر ثالث۔ عبداللہ بن جدعان بن عمرو اہل فترت میں سے ہے۔ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد کا ابن عم ہے۔ ابن جدعان کی سخاوت بھی عرب میں مشہور ہے۔ وہ عرب کے چند مشہور اجواد میں سے ہے۔ ابن کثیر بدایہ ج ۲ ص ۲۱۷ پر لکھتے ہیں کان من الکرماء الاجواد فی الجاھلیۃ المطعمین للمسنتین وکان فی بدء امرہ فقیرًا مملقا وکان شریرًا یکثر من الجنایات حتی ابغضہ قومہ وعشیرتہ واھلہ وقبیلتہ وابغضوہ حتی ابوہ فخرج ذات یوم فی شعاب مکۃ حائرًا بائرًا فرأی شقا فی جبل فظن ان یکون بہ شیئًا یؤذی فقصدہ لعلہ یموت فیستریح مما ھو فیہ فلما اقترب منہ اذا ثعبان یخرج الیہ ویثب علیہ فجعل یحید عنہ ویثب فلا یغنی شیئًا فلما دنا منہ اذا ھو من ذھب ولہ عینان ھما یاقوتتان فکسرہ و اخذہ ودخل الغار فاذا فیہ قبور لرجال من ملوک جرھم ومنھم الحارث بن مضاض الذی طالت غیبتہ فلا یدری این ذھب ووجد عند رؤسھم لوحًا من ذھب فیہ تاریخ وفاتھم ومدد ولایتھم۔ واذا عندھم من الجواھر واللآلی والذھب والفضۃ شئ کثیر فاخذ منہ حاجتہ ثم خرج وعلم باب الغار ثم انصرف الی قومہ فاعطاھم حتی احبوہ وسادھم وجعل یطعم الناس وکلما قل ما فی یدہ ذلک الی ذلک الغار فاخذ حاجتہ ثم رجع وکانت لہ جفنۃ یأکل منہ الراکب علی بعیرہ ووقع فیھا صغیر فغرق۔

وذکر ابن قتیبۃ وغیرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد کنت استظل بظل جفنۃ عبداللہ بن جدعان وفی حدیث مقتل ابی جھل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصحابہ تطلبوہ بین القتلی وتعرفوہ بشجۃ فی رکبتہ فانی تزاحمت انا وھو علی مأدبۃ لابن جدعان فدفعتہ فسقط علی رکبتہ فانھشمت فاثرھا باق فی رکبتہ فوجدوہ کذلک وجعل ابن جدعان منادیا ینادی کل لیلۃ علی ظھر الکعبۃ ان ھلموا الی جفنۃ ابن جدعان وفی صحیح مسلم ان عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت یا رسول اللہ

ان ابن جدعان کان یطعم الطعام ویقری الضیف فهل ذلك یوم القیامة فقال انه لم یقل یوما رب اغفر لی خطیئتی یوم الدین۔

قال ابن حبیب المؤرخ فی کتابه المحبر ص۱۳۱ لما اسن ابن جدعان بن عمرو جحر علیه رهطه فکان اذا اعطی احدا شیئا رجعوا علی المعطی فاخذوه منه فکان اذا سأل سائل قال کن منی قریبا اذا جلست فانی سالطمك فلا ترض الا بان تلطمنی بلطمتك او تفتدی لطمتك بفداء رغیب ترضاه وله یقول ابن قیس الرقیات ؎

والذی ان اشار نحوك لطما تبع اللطم نائل وعطاء

وذکروا ان امیة بن ابی الصلت دخل علی عبد الله بن جدعان وعنده قینتان له فلما رآهما قال انعم صباحا ابا زهیر ثم انشأ یقول ؎

آ اذکر حاجتی ام قد کفانی حیاؤك ان شیمتك الحیاء

فقال له خذ بید ایهما شئت فاخذ احداهما ثم خرج علی مجالس قریش فقالوا له یا امیة ایت شیخنا وسیدنا وعنده جاریتان له تلهیانه فسلبته احداهما فتذمم امیة من ذلك فرجع فلما رآه عبد الله قال له اکفف حتی اخبرك ما الذی ردك جئت علی قریش فقالوا لك کذا وکذا انا اعاهد الله لتأخذن الاخری فان احداهما لا تصلح الا بالاخری فاخذهما وخرج وهو یقول ؎

عطاؤك زین لامرئ ان حبوته بفضل وما کل العطاء یزین

امر رابع۔ اہل جاہلیت و فترت کے ناجی وغیر ناجی ہونے پر علماء نے بحث کی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ چونکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی داعی یعنی پیغمبر نہیں آیا تھا لہذا وہ معذور ہیں اور بروز قیامت نجات پائیں گے فاخرج ابن جریر وابن ابی حاتم فی تفسیرهما عن قتادة فی قوله تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ قال ان الله لیس بمعذب احدا حتی یسبق الیه من الله خبرا ویأتیه من الله بینة۔ علماء کے اس گروہ کے نزدیک اہل فترت اگرچہ ناجی ہیں لیکن ان پر مسلم کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ ایک اور گروہ علماء امام غزالی وغیرہ کی رائے میں اہل فترت فی حکم المسلم وفی معنی المسلم ہیں۔ یہ تینوں گروہ عام اشاعرہ وشوافع کے ہیں ان کے نزدیک اہل فترت ناجی ہیں۔

قال الحافظ السیوطی رحمه الله تعالی فی کتابه مسالك الحنفاء ص۲ قد اطبقت ائمتنا الاشاعرة من اهل الکلام والاصول والشافعیة من الفقهاء علی ان من مات ولم تبلغه الدعوة یموت ناجیا وانه لا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وانه اذا قتل یضمن بالدیة والکفارة نص علیه الامام الشافعی رضی الله عنه وسائر الاصحاب بل زاد بعض الاصحاب وقال انه یجب فی قتله القصاص ولکن الصحیح خلافه

لانه لیس بمسلم وشرط القصاص المکافاۃ۔

وقد علّل بعض الفقہاء کونہ اذا مات لا یعذّب بانہ علی اصل الفطرۃ ولم یقع منہ عناد ولا جاءہ رسول فکذبہ وسُئِل الشیخ شیخ الاسلام شرف الدین المناوی الشافعی المتوفی ۸۷۱ھ عن الدلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل ھو فی النار فزجر السائل زجرۃً شدیدۃً فقال لہ السائل ھل ثبت اسلامہ فقال انہ مات فی الفترۃ ولا تعذیب قبل البعثۃ ونقل سبط ابن الجوزی فی مرآۃ الزمان ذلک عن بعض العلماء حیث قال وقال قوم قد قال اللہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ و الدعوۃ لم تبلغ اباہ ولا امّہ فماذنبھما؟

ان قلت ھل فی القرآن اشارۃ الی ذلک۔

قلت نعم۔ عدۃ آیات من القرآن تشیر الی انہ لا تعذیب قبل البعثۃ۔

الاولی قولہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ وھذہ الآیۃ ھی التی اطبقت ائمۃ السنۃ علی الاستدلال بھا فی انہ لا تعذیب قبل البعثۃ ورد بھا علی المعتزلۃ ومن وافقھم فی تحکیم العقل۔

الثانیۃ قولہ تعالی ذلک ان لم یکن ربک مھلک القری بظلم واھلھا غافلون۔ اورد ھذہ الآیۃ زرکشی فی شرح جمع الجوامع استدلالا علی قاعدۃ ان شکر المنعم لیس بواجب عقلا بل بالسمع۔

الثالثۃ قولہ تعالی وما کان ربک مُھلِک القری حتی یبعث فی امّھا رسولا یتلوا علیھم اٰیٰتنا اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس وقتادۃ فی الآیۃ ای لم یھلک اللہ تعالی اھل مکۃ حتی یبعث الیھم محمدا فلما کذّبوا وظلموا فبذلک ھلکوا۔

الرابعۃ قولہ تعالی وما اھلکنا من قریۃ اِلّا لھا مُنذرون ذکری وما کنا ظالمین۔ اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادۃ فی الآیۃ قال ما اھلک اللہ من قریۃ الا بعد الحجۃ والبیّنۃ والعذر حتی یرسل الرسل وینزل الکتب تذکرۃ لھم وموعظۃ وحجۃ للہ ذکری وما کنا ظالمین۔ یقول ما کنا لنعذّبھم الا من بعد البیّنۃ والحجۃ۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اہل فترت کا قیامت کے دن امتحان لیا جائے گا۔ پھر اس امتحان کے نتیجہ میں وہ دو فرخ میں جائیں گے یا جنت میں فاخرج احمد فی مسندہ والبیھقی فی کتاب الاعتقاد وصحّحہ عن الاسود ابن سریع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعۃ یحتجّون یوم القیامۃ رجلٌ اَصمّ لا یسمع شیئًا و رجلٌ احمق ورجلٌ ھرم ورجل مات فی فترۃ۔ اما الاصمّ فیقول ربّ لقد جاء الاسلام وما اسمع شیئًا و امّا الاحمق فیقول ربّ لقد جاء الاسلام والصبیان یحذفونی بالبعر واما الھرم فیقول ربّ لقد جاء الاسلام وما اعقل شیئًا واما الذی مات فی الفترۃ فیقول رب ما اتانی لک رسول فیاخذ مواثیقھم

ليطيعنه فيرسل اليهم ان ادخلوا النار فمن دخلها كانت عليه بردًا وسلامًا ومن لم يدخلها يستجر اليها.

واخرج البزار فى مسنده عن انس مرفوعًا يؤتى بار بعة يوم القيامة بالمولوج والمعتوه ومن مات فى الفترة وبالشيخ الفانى كلهم يتكلم بحجته فيقول الله تبارك وتعالى لعنق من جهنم ابرز ويقول لهم انى كنت ابعث الى عبادى رسلا من انفسهم وانى رسول نفسى اليكم ادخلوا هذه فيقول من كتب عليه الشقاء يا رب اندخلها ومنها كنا نفر؟ ومن كتب له السعادة يمضى فيقتحم فيها مسرعا فيقول الله قد عصيتمونى فانتم لرسلى اشد تكذيبا ومعصية فيدخل هؤلاء الجنة وهؤلاء النار.

وقال تاج الدين السبكى فى شرح مختصر ابن الحاجب على مسألة شكر المنعم فيخرج مسألة من لم تبلغه الدعوة فعندنا يموت ناجيا ولا يقاتل حتى يدعى الى الاسلام وهو مضمون بالكفارة والدية ولا يجب القصاص على قتله على الصحيح وقال البغوى امامن لم تبلغه الدعوة فلا يجوز قتله قبل ان يدعى الى الاسلام فان قتل قبل ان يدعى الى الاسلام وجب فى قتله الدية والكفارة وعند ابى حنيفة لا يجب الضمان بقتله واصله انه عندهم محجوج عليه بعقله وعندنا هو غير محجوج عليه قبل بلوغ الدعوة اليه لقوله تعالى وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا. فثبت انه لا حجة عليه قبل مجئ الرسول انتهى.

وقال الغزالى المتوفى سنة ٥٠٥ فى البسيط من لم تبلغه الدعوة يضمن بالدية والكفارة لا بالقصاص على الصحيح لانه ليس مسلما على التحقيق وانما هو فى معنى المسلم اه. هذا الحكم الذى قررناه من كون اهل الجاهلية قالوا انه ليس بعام بل هو خاص بمن لم تبلغه دعوة نبى اصلا امامن بلغته منهم دعوة احد من الانبياء السابقين ثم اصر على كفره فهو فى النار قطعا وهذا لا نزاع فيه.

ان قلت صحت احاديث بتعذيب اهل الفترة كصاحب المحجن وغيره.

قلنا اجاب عن ذلك عقيل بن ابى طالب بثلاثة اجوبة. الاول. انها اخبار آحاد فلا تعارض القاطع. الثانى قصر التعذيب على هؤلاء والله اعلم بالسبب. والثالث قصر التعذيب فى هذه الاحاديث على من بدل وغير الشرائع وشرع من الضلال ما لا يعذر به فان اهل الفترة ثلاثة اقسام.

القسم الاول من ادرك التوحيد ببصيرته ثم من هؤلاء من لم يدخل فى شريعة كقس بن ساعدة وزيد بن عمرو بن نفيل ومنهم من دخل فى شريعة قائمة حقة كتبع ونحوه.

القسم الثانى من بدل وغير واشرك ولم يوحد وشرع لنفسه فحلل وحرم وهم الاكثر كعمرو بن لحى اول من سن للعرب عبادة الاوثان وشرع الاحكام فبحر البحيرة وسيب السائبة وزادت طائفة من العرب على ما شرعه ان عبد والجن والملائكة وخرقوا له البنين والبنات.

والقسم الثالث. من لم يشرك ولم يوحد ولا دخل فى شريعة نبى ولا ابتكر لنفسه شريعة ولا اخترع

دینًا بل بقی عمرہ علی حین غفلۃ عن ھذا کلہ وفی الجاھلیۃ من کان کذلک۔ فیحمل من صحّ تعذیبہ علی اھل القسم الثانی لکفرھم بما لا یُعذَرون بہ واما القسم الاول فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل من قسّ وزید انہ یبعث امۃ وحدہ واما تُبّع ونحوہ فحکمھم حکم اھل الدین الذی دخلوا فیہ ما لم یلحق احد منھم الاسلام الناسخ لکل دین واما القسم الثالث فھم الفترۃ حقیقۃ وھم غیر معذّبین للقطع کما تقدم انتہی بتصرف۔

امرِ خامس اصحاب کہف کا واقعہ زمانۂ فترت میں واقع ہوا تھا یہ یمن میں طوائف الملوکی کا زمانہ تھا۔ قرآن شریف میں اصحاب کہف ورقیم کا قصہ مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایتنا عجبًا۔

رقیم سے مراد وہ لوح وتختی ہے جس پر ان لوگوں نے اصحاب کہف کے نام واحوال وتاریخ وغیرہ کچھ تفصیل لکھی تھی پھر وہ تختی کہف (غار) کے دروازے پر لٹکا دی تھی۔ یا ان لوگوں نے اس تختی کو صندوق میں بند کر کے سرکاری خزانے میں محفوظ کر دیا تھا۔ اصحاب کہف اہل روم میں سے تھے۔ قوم روم بُت پرست تھی۔ ان کا بادشاہ بڑا ظالم تھا اور بت پرستی پر لوگوں کو مجبور کرتا تھا۔ ملک روم کے کسی پہاڑ میں یہ کہف یعنی غار واقع ہے جس میں اصحاب کہف داخل ہوئے تھے۔ اصحاب کہف کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت ایمان باللہ وبعیسیٰ رسول اللہ وروح اللہ سے نوازا تھا۔

قال الطبری وکانوا من قوم یعبدون الاوثان من الروم فھداھم اللہ للاسلام وکانت شریعتھم شریعۃ عیسیٰ علیہ السلام فی قول جماعۃ من سلف علمائنا وکان ملکھم کافرًا۔ بعض اہل تاریخ کی رائے میں ان کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام پر مقدم ہے۔ البتہ خواب سے ان کا بیدار ہونا اور لوگوں کو ان کا اور ان کے کہف کا علم عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا تھا۔

قال الطبری فی تاریخہ ج ۲ ص ۴۰ وکان بعضھم یزعم ان امرھم ومصیرھم الی الکھف کان قبل المسیح وان المسیح اخبر قومہ خبرھم فان اللہ عزوجل ابتعثھم من رقدتھم بعد ما رفع المسیح علیہ السلام فی الفترۃ بینہ وبین محمد صلی اللہ علیھما وسلم فاما الذی علیہ علماء الاسلام فعلی ان امرھم کان بعد المسیح فاما انہ کان فی ایام ملوک الطوائف فان ذلک مما لا یدفعہ دافع من اھل العلم بالاخبار القدیمۃ اھ۔

اصحاب کہف کے زمانہ کے بت پرست ظالم بادشاہ کا نام دقینوس تھا۔ کما قال الطبری۔ یا اس کا نام دقیوس تھا۔ کما ذکر المسعودی فی المروج۔ ج ۱ ص ۳۱۴ مشہور یہ ہے کہ اس کا نام دقیانوس تھا۔

قال بعض المؤرخین المعروف ان الملک الذی ھرب منہ اصحاب الکھف اسمہ دقیانوس اھ

وفی البدایۃ ج ۲ ص ۱۱۳ انہ اسمہ دقیانوس۔ مسعودی ملوکِ روم کے احوال میں لکھتے ہیں ثم ملک دقیوس یعبد الاوثان ستین سنۃً وامعن فی قتل النصرانیۃ وطلبھم ومن ھذا الملک ھرب اصحاب الکھف و قد اختلف الناس فمنھم من رأی ان اصحاب الکھف ھم اصحاب الرقیم وزعموا ان الرقیم ھو مارقم من اسماء اھل الکھف فی لوح من حجر علی باب تلک المغارۃ ومنھم من رأی ان اصحاب الرقیم غیر اصحاب الکھف وموضع اصحاب الکھف ھو الموضع المعروف من بلاد الروم بحارمی کذا فی المروج۔ ج ۱ ص ۳۱۴۔

ثم قال وفی ایام ملک الروم المسمی بأوالس وکان علی دین النصرانیۃ استیقظ اصحاب الکھف من رقدتھم فبعثوا کما فی القرآن المجید احدھم بورقھم الی المدینۃ وکانوا من اھل المدینۃ افسیس من ارض الروم اھ وفی البدایۃ ویقال اسم القریۃ دقسوس۔

کہف والے پہاڑ کا نام طبری نے نیجلوس لکھا ہے اور جس زمانے میں وہ نیند سے بیدار ہوئے اس زمانے کا بادشاہ صالح و مسلمان تھا۔ اور کہف کے پاس بادشاہ نے کنیسہ یعنی عبادت گاہ بنائی جس میں لوگ نماز پڑھتے اور عبادت کرتے تھے۔ اصحاب کہف بعد میں وفات پا گئے اب وہ زندہ نہیں ہیں۔ قال قتادۃ وغزا ابن عباس رضی اللہ عنہما مع حبیب بن مسلمۃ فمروا بالکھف فاذا فیہ عظام فقال رجل ھذہ عظام اصحاب الکھف فقال ابن عباس لقد ذھبت عظامھم منذ اکثر من ثلثمائۃ سنۃ اھ وقال اللہ تعالی ولبثوا فی کھفھم ثلثمائۃ سنین و ازدادوا تسعًا قل اللہ اعلم بما لبثوا۔ وفی البدایۃ یقال انھم استمروا راقدین ویقال بل ماتوا بعد ذلک اھ

اصحاب کہف کی صحیح تعداد نصوص قطعیہ سے معلوم نہیں ہوتی۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ سات تھے اور آٹھواں کلب (کتا) تھا۔ ابن اسحاق کی رائے میں وہ آٹھ تھے۔ کتا نواں ہے اور بعض کے نزدیک وہ نو تھے۔ ان کے نام طبری نے یہ لکھے ہیں مکسلمینا۔ محسلمینا۔ یملیخا۔ مرطوس۔ کسوطونس۔ بیرونس۔ رشمونس۔ بطونس۔ قالوس۔ کتے کا نام بعض علماء نے قطمیر لکھا ہے۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۱۱۳ ان اصحاب الکھف کما قیل من ابناء الملوک او قیل من ابناء الاکابر واتفق اجتماعھم فی یوم عید لقومھم ثم قال واما اختلاف العلماء فی محلۃ ھذا الکھف فقال کثیر ھو بارض ایلۃ وقیل بارض نینوی وقیل بالبلقاء وقیل ببلاد الروم وھو اشبہ وقال شعیب الجبائی اسم کلبھم حمران واسم کھفھم حیزم واما الرقیم فعن ابن عباسؓ انہ قال لا ادری ما المراد منہ وقیل ھو الکتاب المرقوم فیہ اسماؤھم وما جری لھم من بعدھم وقیل ھو اسم الجبل الذی فیہ کھفھم وقال ابن عباس واسمہ بنا جلوس وقیل ھو اسم واد عند کھفھم وقیل اسم قریۃ ھنالک ھذا حاصل ما فی البدایۃ۔

علامہ حلبی رحمہ اللہ شرح بیضاوی میں لکھتے ہیں قال النیشاپوری عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان اسماء اصحاب الکھف تصلح للطلب والھرب واطفاء الحریق تکتب فی خرقۃ ویرمی بھا فی وسط النار وبکاء الطفل یوضع

تحت رأسه فی المهد والحرث یکتب علی القرطاس ویرفع علی خشب منصوب فی وسط الزرع والمضرسان واللحی المثلثة والصداع والغنی والجاه والدخول علی السلاطین یشدّ علی الفخذ الیمنی ولعسر الولادة تشد علی فخذها الیسری ولحفظ المال والرکوب فی البحر والنجاة من القتل والله اعلم انتهی۔

وفی قطب الارشاد ص۲۶۳ ولدفع الفارة من الزرع یکتب اسماء اصحاب الکهف فی اربع قطعات قرطاس ثم توضع فی اربع جرّات صغیرة من الخذف ثم تدفن تلک الجرّات فی اربع ارکان الزرع تفرّ منه الفارة باذن الله تعالی اه۔ ویکتبها بعض العلماء للمحبّة ولدفع عقم المرأة ولدفع العین وعن بعض السلف ان کتب اسماء اصحاب الکهف علی ناحیة السفینة امان من الغرق ثم ذکر اسماء اصحاب الکهف وهی یملیخا۔ مکسلمینا۔ مرنوش۔ برنوش۔ شاذنوش۔ کشیفطیونس۔ تبیونس۔ قطمیر وهو اسم کلبهم۔ وفی اسمائهم اختلاف کثیر۔

اصحاب کہف کے احوال کے لیے ملاحظہ فرمائیں تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۱۲۶۔ تفسیر النیسابوری ج ۱۵ ص ۱۱۶۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۳ ص ۷۲۔ قطب الارشاد ص ۴۶۳۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۰۔ تفسیر القرطبی ج ۱۰ ص ۳۵۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۳۔

بعض کتب میں ہے کہ رقیم فلسطین کے اور ایلہ کے قریب ایک وادی ہے۔ وقال البعض الرقیم الذی فیه الکهف علی فرسخ من عمان او قریة صغیرة بالقرب من البحر المیّت او انها البتراء اه بتراء ایک جگہ کا نام ہے۔ مقام بتراء کے قریب ایک شق (پہاڑی غار) میں بعض کتبات وخطوط کی دریافت سے پتہ چلتا ہے کہ اس غار میں زمانہ قدیم میں کچھ لوگ مرگئے تھے۔ بعض کا خیال تھا کہ یہی اصحاب کہف کا غار ہے۔ لیکن جب ان خطوط وکتبات کو ماہرین آثار قدیمہ نے پڑھا تو ان سے معلوم ہوا کہ ایک یونانی جماعت اصحاب کہف سے قبل مقام جرش سے آرہی تھی اور شق بتراء میں مرگئی۔ ان کتبات کو ماہر مکتوبات قدیمہ ستار کی نامی شخص نے پڑھا۔

دائرۂ آثار مملکۃ اردنیہ میں اصحاب کہف کے احوال کی تحقیق کی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ کہف ایک چھوٹے سے شہر رجیب نامی کے پاس ہے۔ قدیمی نام رقیم تھا۔ رقیم میں تصرف کرکے رجیب مستعمل ہوا۔ اس غار میں مدفون قبروں کے الواح کی تاریخ ۴۰۸ء سے ۴۵۰ء ہے۔ یہ قیصر تیودوسیوس ثانی کی حکومت کا زمانہ تھا جب اصحاب کہف خواب سے بیدار ہوئے۔

قال فی المفصل ج ۳ ص ۷۳ وذهب من رأی ان کهف الرجیب هو کهف اصحاب الکهف الی ان دخول الفتیة الکهف کان فی ایام الطاغیة تراجان سنة ۱۱۷ء المشهور فاتح الکورة العربیة ومؤسسها والاصح بانشاء الممر الحربی المعروف باسم طریق تراجان وبانی مدینة ایلة الرومانیة وصاحب

الملعب الرومانی والآثار العدیدۃ للمبانی التی اقامھا بعمان وبعدن اخری من الاردن وقد کان شدیدًا عاتیًا قاسیًا علی النصاری عدھم خونۃ مرقۃ خارجون علی الدولۃ والقانون لذلک اصدرہ ۱۱۲ ثم بقتل کل نصرانی لایخلص للقیصر والدولۃ فتکتم منہ النصاری ومن جملۃ من تکتم وانزوی اصحاب الکھف اھ

امرسادس عمرو بن لحی بھی اسی زمانہ فترت میں تھا۔ یہ بیت اللہ شریف کا متولی اور عرب جاہلیت کا بادشاہ تھا۔ قبیلہ خزاعہ میں سے تھا۔ بیت اللہ شریف کا متولی اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام تھا۔ نابت کی وفات کے بعد تولیت بیت اللہ شریف کئی سو سال تک بنو جرہم کے پاس رہی۔ پھر بنو جرہم سے بڑی جنگ کے بعد قبیلہ خزاعہ نے یہ تولیت چھین لی۔ خزاعہ قبائل یمن میں سے ایک قبیلہ تھا خزاعہ میں سے پہلا شخص جو بیت اللہ کا متولی ہوا وہ ربیعۃ بن حارث بن عمرو بن عامر تھا۔ اسی ربیعہ کو لحی کہا جاتا تھا۔ کما فی تاریخ مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۶۰۔ ربیعہ یعنی لحی کے بعد عمرو بن لحی سربراہ ومتولی بنا۔ عمرو بن لحی نے بڑی ترقی کی اور اس علاقہ کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔

یہ ظہور اسلام سے پانچ چھے سو سال قبل کا قصہ ہے۔ قبیلہ خزاعہ تقریبًا پانچ سو سال تک بیت اللہ شریف کا متولی رہا۔ کما فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص ۵۵۔ بعض نے تین سو سال لکھا ہے۔ عمرو بن لحی جاہلیت میں بڑا معزز ومحترم ومطاع تھا۔ وہ جو حکم اور جو بدعت جاری کرنا چاہتا لوگ اُسے بلاچون وچرا تسلیم کرلیتے تھے۔

علامہ سہیلی روض الانف ج ۱ ص ۶۲ پر لکھتے ہیں کان عمرو بن لحی حین غلبت خزاعۃ علی البیت ونفت جرھم عن مکۃ قد جعلتہ العرب ربًا لایبتدع لھم بدعۃً الا اتخذوھا شرعۃً لانہ کان یطعم الناس ویکسو فی الموسم فریما نحر فی الموسم عشرۃ آلاف بدنۃ وکساعشرۃ آلاف حلۃ حتی قیل انہ اللاتُ الذی یلتُّ السویق للحجیج علی صخرۃٍ معروفۃ تُسمّٰی صخرۃ اللات ویقال دام أمرہ وامر ولدہ علی ھذا بمکۃ ثلاثمائۃ سنۃ فلما ھلک سُمّیت تلک الصخرۃ اللات مخففۃ التاء واتخذ صنمًا یُعبد انتہی۔

علامہ ازرقی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں ان عمرو بن لحی بلغ بمکۃ وفی العرب من الشرف مالم یبلغ عربی قبلہ ولا بعدہ فی الجاھلیۃ وھو الذی قسّم بین العرب فی حطمۃٍ حطموھا عشرۃ آلاف ناقۃ وقد کان قد اعور عشرین فحلًا وکان الرجل فی الجاھلیۃ اذا ملک الف ناقۃ فقأ عین فحل ابلہ فکان قد فقأ عین عشرین فحلًا وکان اول من اطعم الحاجّ بمکۃ سدایف الابل ولحمانھا علی الثرید وعمّ فی تلک السنۃ جمیع حاجّ العرب بثلثۃ اثواب من برود الیمن وکان قد ذھب شرف فی العرب کل مذھب وکان قولہ فیھم دینًا متبعًا لایخالف اھ۔

مؤرخ مسعودی مروج الذہب ج ۲ ص ۵۶ پر لکھتے ہیں کہ لحی کا نام حارثہ بن عامر ہے۔ لیکن دیگر مورخین کے نزدیک لحی نام ہے ربیعۃ بن حارثۃ بن عمرو بن عامر کا۔ کما ذکرنا من قبل۔ مسعودی یہ بھی لکھتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا متولی عمرو بن لحی تھا۔ لیکن علامہ ازرقی وغیرہ بعض محققین کی رائے میں پہلا متولی اس کا باپ تھا یعنی ربیعۃ بن حارثہ۔ قال المسعودی وقد کانت ولایۃ البیت فی خزاعۃ ثلاث مائۃ سنۃ ثم اخذ الولایۃ قصی بن کلاب بن مرۃ واخر من ولی البیت من خزاعۃ حلیل بن حبشیۃ بن سلول بن کعب بن عمرو عامر وقال ایضاً ان عمرو بن لحی قد عُمّر فمات ولہ من الولد وولد الولد الف انتہی بتصرف۔

عمرو بن لحی عرب میں پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو بدل ڈالا اور متعدد بدعات اور رسوم شرکیہ عرب جاہلیت میں جاری کرائیں۔ اور یہی عمرو بن لحی پہلا شخص ہے جس نے مکہ مکرمہ میں اور عرب میں بت پرستی شروع کرائی اور تلبیہ جو ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے ایک ہی طریقے پر جاری تھا اس میں مشرکانہ الفاظ کا اضافہ کیا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ عمرو بن لحی ایک بار ملک شام کے سفر پر گیا وہاں ارض بلقاء میں مقام مآب میں قوم عمالیق کو دیکھا جو کہ بتوں کی عبادت کرتی تھی فقال لہم عمرو بن لحی ماھذہ الاصنام؟ قالوا لہ ھذہ اصنام نعبدھا فنستمطرھا فتمطرنا ونستنصرھا فتنصرنا فقال لہم الا تعطونی منھا صنماً فاسیر بہ الی ارض العرب فیعبدونہ فاعطوہ صنماً یقال لہ ھُبل فقدم بہ مکۃ فنصبہ وامر الناس بعبادتہ وتعظیمہ کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۸۸۔

وقال الازرقی وھو الذی بحّر البحیرۃ ووصل الوصیلۃ ونصب الاصنام حول الکعبۃ وجاء بھبل من ھیت من ارض الجزیرۃ فنصبہ فی بطن الکعبۃ فکانت العرب وقریش تستقسم عندہ بالازلام وھو اول من غیّر الحنیفیۃ دین ابراھیم علیہ السلام۔ انتہی

علامہ سہیلی روض الانف میں لکھتے ہیں وکانت التلبیۃ من عھد ابراھیم علیہ السلام لبیک لا شریک لک لبیک حتی کان عمرو بن لحی فبینما ھو یلبی تمثل لہ الشیطان فی صورۃ شیخ یلبی معہ فقال عمرو لبیک لا شریک لک فقال الشیخ الا شریکاً ھو لک فانکر ذلک عمرو وقال وما ھذا؟ فقال الشیخ قل تملکہ وما ملک فانہ لا بأس بھذا فقالھا عمرو فدانت بھا العرب انتھی۔ چنانچہ اسلام سے قبل قریش وغیرہ یوں تلبیہ پڑھتے تھے لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک الا شریکاً ھو لک تملکہ وما ملک۔ پس توحید بالتلبیہ میں وہ اپنے اصنام بھی آخر میں داخل کرتے ہوئے انھیں اللہ کے مملوک ظاہر کرتے تھے اسی بات کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون ای ما یوحّد ونی لمعرفۃ حقی الا جعلوا

معی شریکاً من خلقی کذا فی سیرۃ ابن ھشام۔

وفی صحیح البخاریؒ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً ان اوّل من سیّب السوائب وعبد الاصنام ابوخزاعۃ عمرو بن عامر وانی رأیتہ یجرّ امعائہ فی النار۔ وروی احمد باسنادہ عن ابی ھریرۃ مرفوعاً رأیت عمرو بن عامر الخزاعی یجرّ قصبہ فی النار وھو اوّل من سیّب السوائب۔

وقال محمد اسحٰق عن ابی ھریرۃؓ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاکثم بن الجون الخزاعی یا اکثم رأیت عمرو بن لحی یجرّ قصبہ فی النار فما رایتُ رجلاً اشبہ برجل منک بہ ولا بک منہ فقال اکثم عسی ان یضرّنی شبھہ یا رسول اللہ قال لا انک مؤمن وھو کافر انہ کان اوّل من غیّر دین اسمٰعیل علیہ السلام فنصب الاوثان وبحّر البحیرۃ وسبّ السائبۃ ووصّل الوصیلۃ وحمی الحامی قال اللہ تعالی ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حامٍ ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون۔

وعن سعید بن المسیّب قال البحیرۃ التی یمنع درّھا للطواغیت فلا یحلبھا احد من الناس والسائبۃ التی کانوا یسیّبونھا لاٰلھتھم لا یحمل علیھا شئ وفی سیرۃ ابن ھشام ج ۱ ص ۶۸ قال ابن اسحٰق اما البحیرۃ فھی بنت السائبۃ والسائبۃ الناقۃ اذا تابعت بین عشر اناث لیس بینھن ذکر سیبت فلم یرکب ظھرھا ولم یجزّ وبرھا ولم یشرب لبنھا الا ضیف فما نتجت بعد ذلک من انثی شقّت اذنھا ثم خلّی سبیلھا مع امّھا فلم یرکب ظھرھا ولم یجزّ وبرھا ولم یشرب لبنھا الا ضیف کما فعل بامّھا فی البحیرۃ بنت السائبۃ والوصیلۃ الشاۃ اذا یأمت عشر اناث متتابعات فی خمسۃ ابطن لیس بینھن ذکر جعلت وصیلۃ قالوا قد وصلت فکان ما ولدت بعد ذلک للذکور منھم دون اناثھم الا ان یموت منھا شئ فیشترکوا فی اکلہ ذکورھم واناثھم والحام الفحل اذا انتج لہ عشر اناث متتابعات لیس بینھن ذکر حمی ظھرہ فلم یرکب ولم یجزّ وبرہ وخلی فی ابل یضرب فیھا لا ینتفع منہ بغیر ذلک اھ وللمفسرین فی تفسیرھا اقوالٌ ھذا تمت رسالۃ النظرۃ فی الفترۃ۔ وللہ الحمد علم اتمّ۔

فلسطین - آیت وقلنا یا اٰدم اسکن انت وزوجک الجنۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ فلسطین بکسر فاء وفتح لام وسکونِ سین ہے۔ نسبت فلسطی ہے۔ اس کے اعراب میں نحاۃ کے دو مذہب ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ غیر منصرف ہے اور یاء لازم ہے ہر حال میں۔ تقول ھذہ فلسطینُ ورأیت فلسطینَ ومررت بفلسطینَ بغیر تنوین۔ دوّم یہ کہ وہ بمنزلہ جمع ہے اور اعراب بالحرف ہے مثلِ جمع تقول ھذہ فلسطونَ ورأیتُ فلسطین و مررتُ بفلسطینَ بفتح الفاء واللام۔ کذا ضبطہ الامام الازھری۔

فلسطین قدیم نقشوں اور لغت کے پیشِ نظر ملکِ شام کا آخری صوبہ ہے بجانب مصر۔ عسقلان۔ رملہ۔ غزہ۔

ارسوف ۔ قیساریہ ۔ نابلس ۔ اریحا ۔ عمان اس کے مشہور شہر ہیں ۔ فلسطین بن سام بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے ۔ وہ یہاں پر آباد ہوا تھا ۔ بقول زجاجی فلسطین بن کلثوم من ولد فلان بن نوح علیہ السلام سے موسوم ہے ۔ اور بروایت ہشام بن محمد فلیشین بن کسلوخیم من بنی یافث بن نوح علیہ السلام سے مسمّی ہے کتاب ابن الفقیہ میں ہے کہ فلسطین بن کسلوخیم بن صدقیا بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام کے اسم کو منسوب ہے ۔

ابن کلبی فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ یا قوم ادخلوا الارض المقدّسۃ التی کتب اللہ لکم میں اور قولہ تعالیٰ الارض التی بارکنا فیھا للعالمین میں ارض سے ارضِ فلسطین مراد ہے ۔ کذا فی المعجم ۔

الفُرات بضم الفاء ۔ تجری من تحتھا الانھار کی شرح میں مذکور ہے ۔ فرات عراق میں کوفہ کے قریب ایک مشہور دریا کا نام ہے ۔ اس کا پانی میٹھا ہے اور مفید تر ہے ۔ شاید اسی وجہ سے یا بطور تفاول اس کا نام فرات رکھا گیا ۔ عربی لغت میں فرات کا معنی ہے میٹھا پانی قال اللہ تعالیٰ ھذا عذبٌ فرات وھذا ملح اجاج ۔ اور فرات کا مقابل ماء ملح ہے یقال فرت الماء فروتۃً اذا عذب فھو فُرات ۔ دریائے فرات کا منبع ومخرج جبالِ ارمینیہ ہے ۔ پھر وہاں سے ہوتے ہوئے ارض روم میں داخل ہوتا ہے راستہ میں مزید کئی چھوٹی بڑی نہریں اس سے جاملتی ہیں ۔ پھر مقام قرنہ میں دریائے دجلہ سے جاملتا ہے ۔ فرات شہر دقلعہ منبج شہر بالس ۔ شہر رقہ ۔ شہر عانہ شہر ہیت کے مقابل گزرتا ہوا شہر واسط وبصرہ کے مابین جانکلتا ہے ۔

مقام صِفّین جہاں پر معاویہ وعلی رضی اللہ عنہما کی افواج میں جنگ ہوئی تھی کے قریب گزرتا ہے ۔ اس کا طول تقریباً ۵۰۰ فرسخ ہے ۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے ۔ قال المسعودی فی مروج الذھب ج ۱ ص ۱۰۳ ، فیکون مقدار جریانہ علی وجہ الارض نحواً من خمسمائۃ فرسخ وقد قیل اکثر من ھذا آگے جاکر فرات خلیج فارس میں گرجاتا ہے ۔ وفی دائرۃ المعارف ج ۷ ص ۱۳۵ ویبلغ طول الفرات ۲۸۶۰ کیلومترا ویصب عند مدینۃ عبادان علی الخلیج الفارسی اھ ۔ وفی معجم البلدان ج ۴ ص ۲۴۲ ثم یصب فی بحر الھند اھ ۔

دریائے فرات کے بہت سے فضائل ہیں روی ان اربعۃ انھار من الجنۃ النیل والفرات و سیحون وجیحون وروی عن علیؓ رضی اللہ عنہ انہ قال یا اھل الکوفۃ ان نھرکم ھذا یصب الیہ میزابان من الجنۃ وعن عبد الملک بن عمیر ان الفرات من انھار الجنۃ ولولا ما یخالطہ من الاذی ما تداوی بہ مریض الا برأہ اللہ تعالیٰ وان علیہ ملکاً یذود عنہ الادواء ۔ وروی ان عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق شرب ماء الفرات ثم استزاد ثم استزاد فحمد اللہ وقال نھرٌ ما اعظم برکتہ ولو علم الناس ما فیہ من البرکۃ لضربوا علی حافتیہ القباب ولولا ما یدخلہ من الخطائین ما اغتمس فیہ ذو عاھۃ الا برأ ومما یروی عن السدی واللہ اعلم بصحتہ من باطلہ قال مدّ الفراتُ فی زمن علی رضی اللہ عنہ فالقی رُمانۃً قطعت الجسر من عظمھا فأخذت فکان فیھا کرّ حبّ فامر المسلمین ان یقتسموھا بینھم وکانوا یرونھا

من الجنّة۔ وھذا باطل لان فواکه الجنّة لم توجد فی الدنیا کذا فی معجم البلدان قلت لاشك فی بطلان ھذا و بعض ما ذکر من قبل نعم خبر اربعة انھار من الجنة مروی فی الاحادیث الصحیحة والحسنة۔ وقد فصّلناہ فی بیان النیل من ھذا الکتاب فراجعه۔

قریش۔ آیت فمن فرض فیھن الحجّ فلا رفث الآیة کی شرح میں مذکور ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی ہیں۔ بنو ہاشم قریش ہی میں سے ایک خاندان ہے۔

قریش نضر بن کنانہ کا لقب ہے۔ پس جو اولادِ نضر میں سے ہو وہ قریشی ہے اور جو اس کی اولاد میں سے نہ ہو وہ قریشی نہیں کہلاتا۔ اور بعض مؤرخین کے نزدیک فہر بن مالک کا لقب قریش تھا نہ کہ نضر کا پس اولادِ فہر قریشی ہے اور جو شخص فہر کی اولاد سے نہ ہو وہ قریشی نہیں ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک قولِ اوّل مختار ہے۔ واختارہ ابو عبیدۃ معمر بن المثنی۔ اور بہت سے محققین تاریخ نے قولِ ثانی کو ترجیح دی ہے۔ راجع البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۰ وروض الانف ج ۱ ص ۷۰۔ فہر اور نضر دونوں نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں اجداد کے نام ہیں۔

نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمّد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمۃ بن مدرکۃ۔ کذا فی سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۵۔

تسمیہ بہ قریش کی وجوہ اشتقاق متعدد ہیں۔ (۱) قیل من التقرش وھو التجمع بعد التفرق وذلك فی زمن قصی بن کلاب کذا فی البدایۃ ج ۱ ص ۲۰۱ وفیہ نظر اذ قریش لیس لقب قصیّ بل کان ھذا الاسم قبل قصیّ قال العلامۃ السھیلی فی روض الانف ج ۱ ص ۷ بعد ذکر ھذا القول والدلیل علی اضطراب ھذا القول ان قریشاً لم یجتمعوا حتی جمعھم قصی بن کلاب۔

(۲) وقیل من التقرش وھو التکسب والتجارۃ قال الجوھری القرش الکسب والجمع قال الفراء وبه سمیت قریش۔

(۳) وقال ابن الکلبی سمی النضر قریشاً لانه کان یقرش ای یفتش عن حاجة الناس فیسدّھا والتقریش ھو التفتیش وکان بنوہ یقرشون اھل موسم الحجّ عن الحاجة فیرفدونھم بما یبلغھم بلادھم۔

(۴) وفی روض الانف ج ۱ ص ۷ انّ قریشاً تصغیر القرش وھو حوتٌ فی البحر یأکل حیتان البحر سمی به ابو القبیلة اھ روی البیھقی ان معاویة رضی اللہ عنه قال لابن عباس لم سمیت قریشٌ قریشاً فقال لدابّةٍ تکون فی البحر تکون اعظم دوابّه قال فانشدنی فی ذلك شیئاً فانشدہ شعر الجمحی

اذیقول ؎

وقریش ھی التی تسکن البحر ۔۔۔ بھا سُمّیت قریش قریشا
تأکل الغثّ و السمین و لا ۔۔۔ تترکن لذی الجناحین ریشا
ھکذا فی البلادِ حیّ قریشٍ ۔۔۔ یأکلون البلادَ اکلاً کمیشا

(۵) وقیل سُمُّوا بقریش بن الحارث بن یخلد بن النضر بن کنانۃ وکان دلیل بنی النضر فی اسفار التجارۃ فکانت العربُ تقول قد جاءت عیر قریش قالوا و بدر بن قریش ھو الذی حفر البئر المنسوبۃ الیہ التی کانت عندھا الوقعۃ العُظمیٰ و فی صحیح مسلم عن واثلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی کنانۃ من ولد اسمٰعیل و اصطفی قریشاً من کنانۃ و اصطفی ھاشما من قریش و اصطفانی من بنی ھاشم ۔ ایک اور حدیث شریف ہے الائمۃ من قریش۔ احادیث میں قریش کی بڑی فضیلت منقول ہے ۔

قحطان ۔ خطبۂ تفسیر بیضاوی کی ابتدا میں مذکور ہے ۔ قحطان عرب کے جد اعلیٰ کا نام ہے ۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ اہل یمن قحطان کی اولاد ہیں اور دیگر عرب یعنی قریش وغیرہ عدنان کی اولاد ہیں ۔ قحطان کا بیٹا یعرب تھا اور یعرب کے نام کی مناسبت سے عرب کو عرب کہتے ہیں ۔ اولادِ قحطان کو عرب عاربہ کہتے ہیں ۔ اس کے سلسلۂ نسب میں اہل اخبار کے متعدد اقوال ہیں ۔ (۱) حسب قولِ بعض اس کا نسب یہ ہے قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام ۔ یہ اکثر نسابین کی رائے ہے ۔

راجع سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴ وسیرۃ ابن ہشام علی ہامش الروض الانف ج ۱ ص ۱۱ ۔ ومروج الذہب ج ۱ ص ۲۷۶ ونہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۷۵ والاخبار الطوال ص ۹ وکتاب الاشتقاق ص ۲۱۷ والاکلیل ج ۱ ص ۸۷ وتاریخ الطبری ج ۱ ص ۲۰۵ وابن خلدون ج ۱ ص ۹ وغیر ذلک ۔

(۲) توراۃ میں قحطان کا نام یقطان لکھا ہے فھو یقطان بن عابر بن شالخ بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام ۔ دیکھو تورات التکوین الاصحاح العاشر الآیۃ ۲۵ فما بعدھا ۔ نیز ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۸ وتاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۹ ۔ یہ دونوں سلسلۂ نسب تقریباً ایک معلوم ہوتے ہیں ۔

بعض اہل اخبار کہتے ہیں کہ عابر ہود علیہ السلام ہیں لہٰذا وہ یوں سلسلۂ نسب ذکر کرتے ہیں قحطان بن ہود بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام ۔ لیکن بعض مورخین قحطان کو ہود علیہ السلام کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے ۔ بقول بعض علما ۔ قحطان ہود علیہ السلام کا بھائی یا بھائی کا بیٹا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قحطان خود ہود علیہ السلام کا نام ہے ۔ کذا فی الروض الانف ج ۱ ص ۱۳ ۔ بعض کتب تاریخ سے اس کی تائید ہوتی ہے ۔ ففی انسان العیون للحلبی ج ۱ ص ۱۸ وقحطان اوّل من قیل لہ ابیت اللعن واول من قیل لہ انعم صباحاً ویعرب بن قحطان

قیل له ایمن لان هودًا نبیّ الله تعالی قال له انت ایمن ولدی وسمی الیمن یمنًا بنزوله فیه اه وهذا یدل علی ان قحطان هو هود علیه السلام۔

(۴) بعض علماء کے نزدیک قحطان اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ سارے عرب اولادِ اسماعیلؑ ہیں۔ فهو قحطان بن تیمن بن قیذر بن اسمٰعیل علیه السلام۔

وقد احتج لکون قحطان من ولد اسماعیل علیه السلام بقول نبیّنا علیه السلام ارموا یا بنی اسمٰعیل فان اباکم کان رامیًا قال هذا القول لقوم من اسلم بن افصی واسلم اخو خزاعة وهم بنو حارثة بن ثعلبة ابن عمرو بن عامر وابناء عمرو بن عامر من سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان انتهی بتصرف ما فی الروض الانف ج ۱ ص ۱۳ اور اہل سبا اہل یمن ہیں یعنی اہل یمن اولاد قحطان ہیں تو ثابت ہوا کہ کل اہل یمن بھی اولادِ اسمٰعیلؑ ہیں جس طرح قریش وغیرہ اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک اولاد قحطان یعنی اہل یمن مقابل ہیں اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کے اور حدیث مذکور کی تاویل کرتے ہیں قال ابن هشام فی سیرته فالعرب کلها من اسمٰعیل علیه السلام وقحطان (ای کل العرب اما من اسماعیل واما من قحطان فهم نوعان بعضهم من اسماعیل وبعضهم من قحطان) وبعض اهل الیمن یقول قحطان من ولد اسماعیل ویقول اسمٰعیل علیه السلام ابو العرب کلها اه ج ۱ ص ۱۳

وفی دائرة المعارف ج ۲ ص ۵۲۳ عند ذکر التبابعة ملوك الیمن وهم بنو حمیر کانوا بالیمن ولم یکونوا یسمّون منهم الملك بتبّع حتی یملك الیمن واوّل من ملك منهم قحطان بن عابر بن صالح وهو اول من لبس التاج سنة ۲۰۳۰ قبل المیلاد ولما مات تولّی بعده ابنه یعرب بن قحطان وهو من کبار ملوك العرب یقال انه اوّل من حیّاه ولده بقولهم ابیت اللعن وانعم صباحًا ثم ملك بعده ابنه یشجب بن یعرب اه

قریظہ۔ آیت وان یأتوکم اُسارٰی تُفادوهم کے بیان میں قریظہ مذکور ہے۔ بنو قریظہ مدینہ منورہ میں یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ ان کا سردار کعب بن اسید تھا۔ مسلمانوں اور بنو قریظہ کے درمیان معاہدہ صلح تھا۔ بنو قینقاع و بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد وہ ۵ھ تک مدینہ میں مقیم رہے۔ جنگِ خندق میں انہوں نے بنو نضیر کے رئیس حیی بن اخطب کے کہنے پر معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دیا۔ غزوۂ خندق ختم ہونے کے بعد نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔

چند روزہ محاصرہ کے بعد بنو قریظہ نے اس شرط پر قلعہ کا دروازہ کھول دیا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کر دیں ہم اس پر راضی ہوں گے۔ چنانچہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق ان میں سے بڑے

مَردوں اور بالغ لڑکوں کو قتل کر دیا گیا جو ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے لگ بھگ تھے۔ بچوں اور عورتوں کو غلام اور باندی بنا لیا گیا۔ یہ ۵ھ کا واقعہ ہے۔ ان کا محاصرہ ۲۳ ذوقعدہ کو شروع ہوا تھا۔

قُزَح ۔ آیت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام کی تفسیر میں مذکور ہے۔ قُزَح دراصل اس قوس کا نام ہے جو بارش کے بعد یا فضا کے مرطوب ہونے کی وجہ سے رنگا رنگ خطوط سے مرکب نظر آتی ہے۔ مزدلفہ میں ایک پہاڑ کا نام قزح اس لیے رکھا گیا کہ کسی زمانے میں لوگوں کو اس پر سے یہ قوس قزح نظر آتی تھی وعن جبیر بن المطعم قال رأیتُ ابا بکر الصدیق رضی اللہ عنہ علی قزح وھو یقول ایھا الناس اصبحوا ثم دَفع وانی لانظرُ الی فخذہ وقد انکشف مما یحرش بعیرہ بمجنبہ۔ اعلام الساجد میں ہے کہ مزدلفہ کے چار نام ہیں مزدلفہ وجمع وقُزح ومشعر حرام۔ قال البیضاوی فی تفسیر المشعر الحرام (ھو) جبل یقف علیہ الامام و یسمّٰی قُزح اھ۔

الکوفۃ ۔ شرح تسمیہ کی ابتدا میں مذکور ہے اس کے علاوہ متکرر الذکر ہے۔ کوفہ ارضِ بابل یعنی عراق میں مشہور شہر ہے۔ بصرہ کی طرح کوفہ کی تعمیر بھی بحکم عمر رضی اللہ عنہ ہوئی۔ تعمیر ۱۷ھ کو ہوئی وقیل ۱۹ھ وقیل ۱۸ھ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء وغیرہ افواج اسلام کی بیماری کی اطلاع دی جو ادھر ادھر بستے تھے فکتب عمر رضی اللہ عنہ الیہ ان العرب لا یُصلِحھا من البلدان الا ما اصلح الشاۃ والبعیر فلا تجعل بینی وبینھم بحرًا وعلیک بالریف اھ۔

پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کئی لوگوں کے مشورہ سے کوفہ کی موجودہ جگہ کو شہر بسانے کے لیے منتخب کیا۔ اس جگہ کا نام سورستان تھا۔ وسط میں جامع مسجد بنائی جس میں چالیس ہزار انسانوں کی گنجائش تھی۔ اوّلاً جھونپڑیوں اور چھپروں کی آبادی تھی۔ افواج اسلام کی چھاؤنی تھی۔

کوفہ کی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) سمیت بذلک لاجتماع الناس بھا من قولھم قد تکوّف الرَمل ای اجتمع ورَکِب بعضُہ بعضًا۔ (۲) قیل اُخِذت من الکوفان یقالھم فی کوفان ای فی بلاءٍ وشرّ۔ (۳) او سمیت بذلک لانھا قطعۃٌ من البلادِ من قول العرب قد اَعطیتُ فلانًا کیفۃً ای قطعۃً ثم انقلبت الیاء فی الکوفۃ واوًا لانضمام ما قبلھا۔

(۴) قال قطرب سمیت بموضِعھا من الارضِ وذلک ان کل رَملۃٍ یُخالِطھا حَصباء تُسمّٰی کوفۃً۔ (۶) او لانّ جبل ساتید ما یحیط بھا کالکفاف علیھا (۷) قال ابن الکلبی سمیت بجبل صغیر فی وسطھا اسمہ کوفان۔ (۸) وقال ابن القاسم سمیت الکوفۃ لاستدارتھا اَخذًا من قول العرب اَیتُ کُوفانًا وکَوفانًا للرُمیلۃ المستدیرۃ۔

اہالی کوفہ وبصرہ میں دائماً مفاخرہ ومناضلہ ہوتا رہتا تھا۔ بعض بصرہ کو اور بعض کوفہ کو ترجیح دیتے تھے

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس ایک مرتبہ اشراف جمع تھے تو دونوں شہروں کا ذکر آیا۔ محمد بن عمیر نے کوفہ کی مدح میں کہا الکوفۃ سفلت عن الشام ووبائھا وارتفعت عن البصرۃ وحرّھا فھی بریّۃ مریعۃ اذا اتتنا الشمالُ ذھبت مسیرۃ شھرٍ علی مثل ریاض الکافور واذا ھبّت الجنوبُ جاءتنا ریحُ السواد وورده وياسمينه وأترنجه ماؤنا عذبٌ وعيشُنا خصبٌ فقال فی جوابہ عبدالملک بن الاھتم نحن واللہ اوسع منھم بریّۃ واعدّ منھم فی السریۃ واکثر منھم ذُرّیّۃ واعظم منھم نفراً ولا یخرج من عندنا الّا سائقٌ او قائدٌ۔

فقال الحجاج ان لی بالبلدین خبرًا فقال ھات۔ فقال اما البصرۃ فعجوز شمطاء بخراء دفراء أوتیت من کلّ حُلیٍ واما الکوفۃ فبکرٌ عاطلٌ عیطاء لا حُلیّ لھا ولا زینۃ۔

فقال عبدالملک ما اراک الّا قد فضّلت الکوفۃ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الکوفۃ کنز الایمان وحجّۃ الاسلام وسیفُ اللہِ ورُمحُہ یضعہ حیث شاء والذی نفسی بیدہ لینصرن اللہ باھلھا فی شرق الارض وغربھا کما انتصر بالحجاز۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اھل الکوفۃ اھل اللہ وھی قبّۃُ الاسلام یحنّ الیھا کل مؤمن۔ کذا فی المعجم ج ۴ ص ۴۹۳

مسجد کوفہ کے بہت سے فضائل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں دو رکعت کا ثواب دس رکعات کے برابر ہے۔ اور ایک حصہ اس کا وہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے وفار التنّور۔ نیز اس کے پانچویں ستون کے قریب ابراہیم علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے۔ لیکن یہ اثر وحدیث ضعیف یا موضوع ہے۔

سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خُذُوا المناسکَ عن اھل مکۃ وخذوا القراءۃ عن اھل المدینۃ وخذوا الحلال والحرام عن اھل الکوفۃ۔ کوفہ کے کچھ احوال بصرہ کے احوال میں ملاحظہ کریں۔

فائدہ۔ نحاۃ وعلماء عربیت کے نزدیک یہ مقولہ مشہور ہے سرتُ من البصرۃ الی الکوفۃ اس مقولہ کی وجہ استعمال دو وجہ تقدم ذکر بصرہ وتاخر ذکر کوفہ میں بہت سے حقائق ولطائف ہیں جن کا ذکر میں اپنی کتاب بغیۃ الکامل شرح محصول وحاصل للجامی میں کر چکا ہوں۔ فراجعھا تری لطائف خلت عنھا الاسفار۔

کرمان۔ وقلنا یا آدم اسکن انت وزوجُک الجنّۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ کرمان اقلیم رابع میں ایک مشہور مملکت کا نام ہے، یہ فارس ومکران وسجستان وخراسان کے مابین ہے۔ کرمان کے مشرق میں مکران ہے اور مغرب میں ارض فارس اور شمال میں خراسان اور جنوب میں بحر فارس ہے۔ اس میں باغات بہت ہیں کھجوریں اور دیگر درخت اس میں کثرت سے ہیں نہایت سرسبز وشاداب خطہ ہے یہ نہروں کی

سرزمین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس علاقے کو فتح کیا گیا۔ عثمان بن العاص کو جو بحرین کے گورنر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحرمان فتح کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عثمان بن العاص سمندر پار کرتے ہوئے ارض فارس میں پہنچے اور بڑی سخت جنگ کے بعد اس کے بادشاہ کو قتل کر دیا اور کچھ علاقہ فتح کر لیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ نے ابن عامر کو امیر بنا کر فارس بھیجا۔ ابن عامر نے مجاشع بن مسعود سلمی کو یزدجرد شہنشاہ فارس کے تعاقب میں بھیجا۔ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں یزدجرد قتل کیا گیا۔

کعبۃ اللہ

بیت اللہ شریف کا نام کعبۃ اللہ بھی ہے اور بغیر اضافت کے الکعبہ بھی کہتے ہیں۔ کعبۃ اللہ مسلمانوں کا اور انبیاء علیہم السلام کا قبلہ صلاۃ ہے اور یہ عظیم شرف ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی برکات کا مرکز اور انوار رحمانیہ کا منبع ہے۔ روئے زمین پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو گھر بنایا گیا وہ کعبۃ اللہ ہے۔

اور یہی کعبۃ اللہ زمین کا وہ پہلا خطہ ہے جو آفرینش ارض کے وقت پانی پر خشک ٹیلے کی صورت میں ظاہر ہوا تھا اور پھر یہیں سے اللہ تعالیٰ نے چاروں طرف خشک زمین پھیلا دی۔ قرآن مجید میں ہے ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدًی للعالمین۔ بیت اللہ شریف کے لامحدود فضائل و برکات میں سے چند فضائل ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں۔

اوّل یہ فضیلت جس کا بیان ابھی ہوا اور جس کی طرف آیت مذکورہ میں اشارہ ہے قال کعب الاحبار کانت الکعبۃ غُثاءً علی الماء قبل ان یخلق اللہ السموات والارض باربعین سنۃً ومنھا دُحیت الارضُ وعن مجاھد یقول خَلَقَ اللہ عزوجلّ ھذا البیت قبل ان یخلق شیئًا من الارضین وعن عطاء عن ابن عباسؓ انہ قال لما کان العرش علی الماء قبل ان یخلق اللہ السموات والارض بعث اللہ تعالیٰ ریحًا ھفّافۃً فصَفَقَتِ الماء فابرزت عن خشفۃٍ (الخشفۃ حجارۃ تنبت فی الارض نباتًا) فی موضع ھذا البیت کانھا قُبّۃ فدحا اللہ الارضین من تحتھا فمادت ثم مادّت فاوتَدھا اللہ تعالیٰ بالجبال فکان اوّل جبلٍ وُضِع فیھا ابو قبیس فلذلک سمیت مکۃ اُمّ القریٰ۔ وعن مجاھد قال لقد خلق اللہ عزّوجلّ موضعَ ھذا البیت قبل ان یخلق شیئًا من الارض بالفی سنۃ وانّ قواعدہ لفی الارض السابعۃ السفلیٰ۔ ذکرھذہ الآثار باسنادھا ابو الولید الازرقی فی اخبار مکۃ۔

ثانی احادیث میں ہے کہ بیت اللہ کی حرمت اور سیدھ پر ساتوں آسمانوں میں اور ساتوں زمینوں میں اسی طرح کعبۃ اللہ و بیت اللہ ہے اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے اور ہر زمین کے باشندے اپنے اپنے کعبہ کی زیارت کے لیے آکر اس کا طواف کرتے ہیں۔ فعن لیث بن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا البیت خامس خمسۃ عشر بیتًا سبعۃ منھا فی السماء الی العرش وسبعۃ منھا الی تخوم الارض السفلیٰ

لکل بیت منها حرم کحرم هذا البیت۔ ذکرہ الازرقی۔ آسمانوں میں موجود کعبہ کا نام بیت معمور ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کا نام ضراح ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ بیت معمور سماء سادسہ میں ہے۔

ابن کلبی روایت کرتے ہیں ان بیتاً فی السماء یقال له ضراح. لحیال الکعبة یدخله کل یوم سبعون الف ملك من الملائکة ما دخلوه قط قبلها۔ مجاہد کی روایت ہے کہ زمین میں پہلے اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کو بنایا اور کعبۃ اللہ اول اول ایک مجوّف سرخ جنتی یاقوت تھا اس کا ایک دروازہ شرقی اور ایک غربی تھا۔ طوفان نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسے اوپر آسمان کی طرف اٹھا لیا اور حجر اسود کو جبل ابوقبیس میں بطور امانت رکھا۔ فروی ابن جریج کان بمکة البیت المعمور فرفع زمان الغرق فهو فی السماء۔

طوفان نوح علیہ السلام کے بعد بیت اللہ شریف کی جگہ پر کوئی عمارت نہ تھی بس ایک سرخ ٹیلے کی مانند یہ جگہ نظر آتی تھی تا آنکہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ آیا اور انہوں نے بحکم خدا یہاں پر کعبۃ اللہ کی عمارت قائم کی۔ کما هو المذکور فی القرآن قال الله تعالی واذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت واسمٰعیل اور پھر آج تک وہ آباد چلا آرہا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تھی بعد شیث ابن آدم نے تعمیر کی کما سیاتی بیانہ۔

ثالث[۳] کعبۃ اللہ اسلام سے قبل ہر زمانے میں معظم و محترم رہا ہے اور بڑے بڑے بادشاہ اس کی زیارت کے لیے آتے تھے اور بہت سے ہدایا اور اموال بھیجتے تھے۔ ملوک فارس کسریٰ وغیرہ بھی اموال و نذرانے بھیجتے تھے۔ چنانچہ غزالین کا قصہ مشہور ہے وہ یہ کہ عبد المطلب نے زمزم کی کھدائی میں سونے کے دو بڑے قیمتی غزال پائے تھے یہ دو بڑی مورتیاں تھیں سونے کی ہرن کی صورت میں جو بعض سلاطین نے بطور نذرانہ بیت اللہ شریف کو بھیجی تھیں۔

اسی طرح بیت اللہ شریف کے اندر بہت گہرا کنواں تھا جس میں وہ نذرانے ڈالے جاتے تھے جو مختلف امراء و سلاطین بھیجتے تھے۔ اور وہ کنواں اب بھی سونے اور بیش بہا موتیوں سے پُر ہے جس کا منہ بند کیا گیا ہے۔

رابع[۴] مؤرخین و دیگر علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے اندر اس کنویں میں اب بھی اتنی عظیم دولت ہے جو شمار سے باہر ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو اس دولت کا پتہ تھا لیکن اسے آپؐ نے ہاتھ نہیں لگایا شاید مقصد یہ تھا کہ بیت اللہ شریف کو روحانی و باطنی برکات کے ساتھ ساتھ دنیاوی عظمت و بلندی بھی حاصل رہے۔

بعض کتب تاریخ میں لکھا ہے وقد وجد رسول الله صلی الله علیه وسلم حین افتتح مکة فی الجب الذی کان فیه سبعین الف اوقیة من الذهب مما کان الملوك یهدون للبیت فیها الف الف دینار

مرتین بمائتی قنطار زنا۔ وقال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ لو استعنت بھذا المال علی حربك فلم یفعل ثم ذکر لابی بکر فلم یحرکہ۔ قالہ الازرقی۔ وفی البخاری بسندہ الی وائل قال جلست الی شیبۃ بن عثمان وقال جلس الی عمر بن الخطاب فقال ھممت ان لا ادع فیھا صفراء ولا بیضاء الا قسمتھا بین المسلمین قلت ما انت بفاعل قال ولم؟ قلت لم یفعلہ صاحباك فقال ھما اللذان یقتدی بھما و خرجہ ابو داؤد وابن ماجۃ۔

بعض کتب تاریخ میں ہے مثل تاریخ ابن خلدون وغیرہ کہ ۱۹۹ھ میں وہ مال حسن بن حسین بن علی بن علی زین العابدین نے نکال لیا۔ قال واقام ذلك المال الی ان کان فتنۃ الافطس وھو الحسن بن الحسین ابن علی بن علی زین العابدین سنۃ تسع وتسعین ومائۃ حین غلب علی مکۃ فحمد الی الکعبۃ فاخذ ما فی خزانتھا وقال ما تصنع الکعبۃ بھذا المال موضوعا فیھا لا ینتفع بھا نحن احق بہ نستعین بہ علی حربنا واخرجہ وتصرف فیہ وبطلت الذخیرۃ من الکعبۃ من یومئذ۔ کذا فی تاریخ ابن خلدون وغیرہ۔

خامس۔ بیت اللہ شریف جس طرح ہمارا اور ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا قبلہ ہے اسی طرح کل انبیاء علیہم السلام کا قبلہ بھی یہی تھا مگر بنی اسرائیل کا اور بعض دیگر مورخین کے نزدیک انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ چنانچہ تحویل قبلہ کے بعد یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے و قالوا یا محمد ما ولاك عن قبلتك التی کنت علیھا وانت تزعم انك علی ملۃ ابراھیم ودینہ وفی روایۃ انھم قالوا للمسلمین ما صرفکم عن قبلۃ موسی ویعقوب وقبلۃ الانبیاء۔

یہود کا یہ قول ان کے اس عقیدے پر مبنی ہے کہ بیت المقدس تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ تھا۔ بعض دیگر آثار بھی اس کے موافق ملتے ہیں فروی عن الزھری انہ قال لم یبعث اللہ منذ ھبط آدم علیہ السلام الی الارض نبیا الا جعل قبلتہ صخرۃ بیت المقدس۔ بنا بریں قول ہمارے نبی علیہ السلام کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ آپ کا قبلہ کعبۃ اللہ بنایا گیا اور بیت المقدس کے قبلہ ہونے میں بھی آپ دیگر انبیاء علیہم السلام کے کچھ مدت تک شریک رہے۔

لیکن محقق و صحیح قول یہ ہے کہ کعبۃ اللہ تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا۔ فعن ابی العالیۃ کانت الکعبۃ قبلۃ الانبیاء وکان موسی علیہ السلام یصلی الی صخرۃ بیت المقدس وھی بینہ وبین الکعبۃ۔

وذکر بعض العلماء ان ذلك مما کتمہ الیھود لان الیھود لم تجد کون الصخرۃ قبلۃ فی التوراۃ وانما کان تابوت السکینۃ علی الصخرۃ فلما غضب اللہ علی بنی اسرائیل رفعہ وصلوا الی الصخرۃ بمشاورۃ منھم وادعوا انھا قبلۃ الانبیاء۔

بنا بریں قول ثانی امام زہریؒ کے قول کی تاویل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا قبلہ کعبۃ اللہ تھا۔ البتہ وہ کعبۃ اللہ کی جانب صخرہ بیت المقدس رکھتے تھے اس طرح وہ صخرہ اور کعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ کذا فی انسان العیون للعلامۃ علی الحلبی ج ۲ ص ۱۳۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تحویلِ قبلہ پہلا نسخ ہے جو قرآن مجید میں واقع ہوا۔

اس قول ثانی کی تائید محمد بن کعب کے قول سے بھی ہوتی ہے فعن محمد بن کعب القرظی قال ما خالف نبیّ نبیًّا قطّ فی قبلۃ الّا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استقبل بیت المقدس ای فھو مخالف لغیرہ من الانبیاء فی ذلک وھذا موافق لما تقدم عن ابی العالیہ۔

سادس کعبۃ اللہ کو یہ شرف اور عظیم مقام اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے بخشا تھا اور اللہ تعالیٰ مختارِ کل ہیں وہ اپنی رحمت اور فضل جس خطے کو دینا چاہے یہ اس کی مرضی ہے لا یُسئل عما یفعل وھم یسئلون

نیز بیت اللہ شریف کا یہ شرف کسی ستارے کی سعادت یا اس کی سرپرستی کا مرہون نہیں ہے ستارے بیت اللہ شریف کے محتاج ہو سکتے ہیں لیکن بیت اللہ گردشِ کواکب کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام زمین و آسمان اپنی بقا میں بیت اللہ شریف کی بقا سے مربوط ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بیت اللہ شریف کی عزت انسانوں کے دلوں میں باقی نہ رہے اور اس کے زائرین و حجاج ختم ہو جائیں یا ان میں بہت کمی آجائے تو اللہ تعالیٰ قیامت برپا کر دیں گے اور یہ سارا عالم نیست و نابود ہو جائے گا۔ چنانچہ قیامت سے کچھ قبل ذو السویقتین من الحبشہ ایک شخص حبش کی فوج لے کر خانہ کعبہ کو گرا دے گا اور یہ علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت ہے۔

بعض منجمین کہتے ہیں کہ بیت اللہ شریف اس لیے معظم و محترم ہے کہ یہ بیت زحل ہے اور زحل سیارہ ہی اس کا سرپرست ہے۔

لیکن منجمین کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اولاً تو اس لیے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ بیت اللہ شریف کا شرف کسی کوکب کی سرپرستی کا مرہونِ منت نہیں ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ منجمین کا اتفاق ہے کہ کوکبِ زحل بدبخت و منحوس ہے اور اس کی نحوست ضرب المثل ہے یقال اشئم من زحل وانحس من زحل۔

مسعودی اپنی کتاب مروج الذہب ج ۱ ص ۳۷۳ پر ان منجمین کا کلام نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں قد ذھب قوم الی ان البیت الحرام علی مرور الدھور معظم فی سائر الاعصار لانہ بیت زحل وان زحل تولّاہ ولانّ زحل من شانہ البقاء والثبوت فما کان لزحل فغیر زائل ولا داثر وعن التعظیم غیر خامل انتہی۔

سابع ۔ روایات میں ہے کہ نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی کشتی پانی پر گھومتے گھومتے حرم مکہ میں داخل ہوئی اور پھر کشتی نے بیت اللہ شریف کا بحکم خدا طواف کیا اور پورے سات چکر لگائے ۔ یہ ان کشتی والوں کی خوش نصیبی اور اللہ تعالی کا خاص فضل تھا کہ انھیں ارض امن و اطمینان میں پہنچا کر طواف بیت اللہ شریف نصیب فرمایا ۔ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ کشتی چالیس دن تک مسلسل بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی ۔ کذا فی تاریخ مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۱۷ ۔

ثامن قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی ۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے پہلے معمار نہیں ہیں بلکہ وہ بیت اللہ شریف کے قواعد اور بنیادوں کو جو پہلے سے موجود تھیں بلند کرنے والے ہیں کما قال اللہ تعالی واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ۔

علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر کئی بار ہوئی ہے ۔ جمہور علماء و مؤرخین لکھتے ہیں کہ دس مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی تعمیر گیارہ بار ہوئی ہے ۔ آگے ان کی کچھ تفصیل ہم ذکر کر رہے ہیں :

اوّل بناء ملائکہ ۔ بعض روایات میں تصریح ہے کہ اللہ تعالی نے فرشتوں کو آسمان میں بیت المعمور پیدا کرنے کے بعد زمین میں کعبۃ اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا ۔ اثر علی بن الحسین کی عبارت یہ ہے ثم ان اللہ تعالی بعث ملائکۃ فقال لھم ابنوا لی بیتاً فی الارض بمثالہ وقدرہ ای مثال البیت المعمور فامر اللہ من فی الارض من خلقہ ان یطوفوا بھذا البیت ۔ حلبی ج ۱ ص ۱۴۵

دوم بناء آدم علیہ السلام ۔ بناہ آدم من خمسۃ اجبل من حراء وطور سیناء وطور زیتا والجودی ولبنان کذا فی الازرقی ۔ روی البیھقی فی دلائل النبوۃ عن عبد اللہ بن عمرو مرفوعاً بعث اللہ جبریل الی آدم وحوّاء فامرھما ببناء الکعبۃ فبناہ آدم ثم امرہ بالطواف بہ وقیل لہ انت اول الناس وھذا اول بیت وضع للناس ۔

سوم بناء شیث بن آدم علیہما السلام ۔ شیث علیہ السلام نبی تھے اور آدم علیہ السلام کے جانشین تھے ۔

چہارم بناء ابراہیم علیہ السلام وفی الروض الانف ج ۱ ص ۱۲۹ فی آثار مروبۃ ان ابراھیم بناہ من خمسۃ اجبل وان الملائکۃ کانت تاتیہ بالحجارۃ منھا وھی طور سیناء وطور زیتا اللذین بالشام والجودی ولبنان وحراء وھما فی الحرم فشاکل ذلک معناھا اذ ھی قبلۃ للصلوات الخمس وعمود الاسلام وقد بنی ای الاسلام علی خمس اھ ۔ وفی تاریخ مکۃ ج ۱ ص ۲۶ فبناہ من خمسۃ اجبل من حراء وثبیر ولبنان والطور والجبل الاحمر اھ ۔

ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا دروازہ کو بند کرنے کے لیے کواڑ نہیں بنائے تھے۔ سب سے پہلے تُبّع یعنی اسعد حمیری نے دروازہ کے طاق اور پٹ بنوا کر قفل یعنی تالا لگا دیا تھا۔ نیز ابراہیم علیہ السلام نے اسے مسقّف بھی نہیں کیا تھا بلکہ چھت کے بغیر صرف اونچی چار دیواری بنادی تھی۔ قال الازرقی فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص ۲۸ ولم یکن ابراھیم سقّف الکعبۃ ولا بناھا بمدر وانما رضمھا رضما اھ۔ وکذا فی اعلام الساجد ص ۴۶۔

ابراہیم علیہ السلام نے حجر اسود کے مقام تک دیوار اونچی کرلی تو اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا یا اسمٰعیل ابغنی حجرا اضعہ ھھنا یکون للناس علما یبتدِئون منہ الطواف فذھب اسمٰعیل یطلب لہ حجرا ورجع وقد جاءہ جبریل بالحجر الاسود وکان اللہ عزوجل استودع الرکن ابا قبیس حین غرق اللہ الارض زمن نوح علیہ السلام وقال اذا رأیت خلیلی یبنی بیتی فاخرجہ لہ فجاءہ اسمٰعیل فقال لہ یا ابہ من این لک ھذا؟ قال جاءنی بہ من لم یکلنی الی حجرک جاء بہ جبریل فوضع جبریل الحجر فی مکانہ وھو حینئذ یتلألأ تلألؤا من شدّۃ بیاضہ فاضاء نورہ شرقا وغربا ویمنا وشاما فکان نورہ یضیئ الی منتھی انصاب الحرم من کل ناحیۃ من نواحی الحرم۔

وعن الشعبی لما امر ابراھیم علیہ السلام ان یبنی البیت وانتھی الی موضع الحجر قال لاسمٰعیل ائتنی بحجر لیکون علما للناس یبتدِئون منہ الطواف فاتاہ بحجر فلم یرضہ فاتی ابراھیم بھذا الحجر۔ وعن عبد اللہ ابن عمرو ان جبریل ھو الذی نزل علیہ بالحجر من الجنّۃ وانہ وضعہ حیث رأیتم وانکم لن تزالوا بخیر ما دام بین ظھرانیکم فتمسکوا بہ ما استطعتم فانہ یوشِک ان یجیئ فیرجع بہ من حیث جاء بہ۔

وعن ابی قلابۃ قال اللہ عزوجل یا آدم انی مھبط معک بیتی یطاف حولہ کما یطاف حول عرشی ویُصلّی عندہ کما یصلّی عند عرشی فلم یزل کذلک حتی کان زمن الطوفان فرفع حتی بوّأ لابراھیم مکانہ فبناہ من خمسۃ اجبُل حراء وثبیر ولبنان والطور والجبل الاحمر وعن قتادۃ قال ذکر لنا انہ بناہ من خمسۃ اجبل من طور سیناء وطور زیتا ولبنان والجودی وحراء وذکر لنا ان قواعدہ من حراء۔

کعبۃ اللہ مربع نہیں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بھی مربع نہیں بنایا تھا بلکہ قدم میں کعب یعنی پاؤں میں ٹخنے کی مانند اس کی شکل تھی۔ قال ابن اسحاق فلذلک سُمّیت الکعبۃ لانھا علی خلقۃ الکعب قال وکذلک بنیان اساس آدم علیہ السلام اھ۔ کعب کا معنی لغۃً بلندی بھی ہے۔ تو بیت اللہ کی شان و مرتبہ چونکہ بہت بلند ہے اسی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔ یا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ مقام آفرینشِ ارض کے وقت پانی سے بلند تھی اور بُلبلے یا ٹیلے کی طرح اونچی تھی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلانا چاہا تو اسی مقام سے چاروں طرف خشکی پھیلا دی۔ اسی بلندی کی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔

وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۶ جعل ابراهیم ارتفاع البیت تسعة اذرع قیل وعرضه ثلاثین ذراعًا قال البعض وهو خلاف المعروف ولم یجعل له سقفًا ولا بناه بمدر وانما رصه رصًّا وجعل له بابًا ای منفذًا لا صقا بالارض غیر مرتفع عنها ولم ینصب علیه بابا یقفل وانما جعله تبع الحجری بعد ذلك و حفر له بئرًا داخله عند بابه علی یمین الداخل منه یلقی فیها ما یهدی الیه وکان یقال لها خزانة الکعبة۔

پنجم بناء عمالقہ۔ بعض آثار و کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جرہم سے قبل ایک قوم یعنی عمالقہ مکہ مکرمہ میں آباد تھی اور بیت اللہ شریف کی متولی تھی۔ پھر معاصی کی کثرت سے اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل کر کے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور یہی اللہ تعالیٰ کا قانون رہا۔

آج جو لوگ حرمین میں مقیم ہیں انھیں چاہیے کہ بیت اللہ شریف کی تعظیم کریں اور زائرین و حجاج کی عزت و خدمت کریں ورنہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ان پر بھی جاری ہو سکتا ہے۔

عن ابن خیثم قال کان بمکة حی یقال لهم العمالیق فاحدثوا فیها احداثًا فجعل الله یقوّهم بالغیث ویسوقهم بالسنة ای القحط یضع الغیث امامهم فیذهبون لیرجعوا فلا یجدون شیئًا فیتبعون الغیث حتی الحقهم بمساقط رؤس آبائهم وکانوا من حمیر ای اهل الیمن ثم بعث الله علیهم الطوفان قال الراوی فقلت لابن خیثم وما الطوفان ؟ قال الموت۔ وعن ابن عباس رضی الله عنهما انه کان بمکة حی یقال لهم العمالیق فکانوا فی عزة وکثرة وثروة وکانت لهم اموال کثیرة من خیل وابل وماشیة فلم یزل بهم البغی والاسراف علی انفسهم والالحاد بظلم واظهار المعاصی ولم یقبلوا اما اوتوا بشکر حتی سلبهم الله تعالی ذلك فنقصهم بحبس المطر عنهم وتسلیط الجدب علیهم فکانوا یکرون بمکة الظل ویبیعون المال فاخرجهم الله من مکة بالذل وسلطه علیهم حتی خرجوا من الحرم وکانوا قومًا عربًا من حمیر فابدل الله تعالی الحرم بعدهم بجرهم فکانوا سکانه حتی بغوا فیه واستحقوا بحقه فاهلکهم الله جمیعًا۔ قوم عمالقہ کا بیان تفصیلاً اس کتاب میں دوسرے مقام پر مذکور ہے۔ فراجعہ۔

بناء عمالقہ مشکوک ہے۔ کیونکہ اسمٰعیل علیہ السلام و ہاجر کے ساتھ سب سے اول یہاں پر قبیلہ جرہم آباد ہوا۔ اور بنو اسمٰعیل کے بعد جرہم متولی ہوئے تو جرہم سے قبل عمالقہ کیسے متولی و بانی ہو سکتے ہیں۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ عمالقہ نے بناء جرہم کے بعد بیت اللہ کی تعمیر کی مگر یہ بات بھی مشکل ہے کیونکہ باتفاق اصحاب تاریخ جرہم کے بعد خزاعہ ہی متولی تھے۔ ممکن ہے جواب میں یہ کہا جائے کہ عمالقہ جرہم کے ساتھ مکہ میں آباد ہوئے اور وہ اہل ثروت تھے تو عمالقہ نے تولیت جرہم کے زمانے میں تعمیر بیت اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہوگا۔ پھر جرہم کے زمانے میں دوبارہ بیت اللہ کی تعمیر کی ضرورت کسی حادثہ کی وجہ سے درپیش ہوئی ہوگی۔ اس تعمیر

ثانی میں صرف جرہم نے حصہ لیا ہوگا۔ اسی طرح اول تعمیر عمالقہ کی طرف اور ثانی تعمیر جرہم کی طرف منسوب ہوئی راجع تاریخ مکہ للفاکہی والمقریزی والسیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۶۲۔

ششم بناء جرہم۔ بیت اللہ شریف کی تولیت قوم عمالیق کے بعد (کما قیل) یا نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد (کما قالوا) قبیلہ جرہم کے قبضہ میں آئی ان کی ولایت کے زمانے میں سیلاب آجانے سے خانہ کعبہ گر گیا تو انہوں نے تعمیر ابراہیمی کی مانند اس کی تعمیر کی۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ انہوں نے اور عمالیق نے بیت اللہ شریف کی چھت کے بغیر صرف چار دیواری بنادی جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اس کی عمارت پر چھت نہیں ڈالی تھی۔ سب سے پہلے بیت اللہ شریف پر چھت تعمیر قریشی میں ڈالی گئی۔

ہفتم بناء قصی بن کلاب۔ قصی نبی علیہ السلام کے اجداد کے سلسلے میں واقع ہے۔ نسب نبی علیہ السلام کا سلسلہ یہ ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب۔

ہشتم بناء قریش۔ قریشی تعمیر میں نبی علیہ السلام نے بھی حصہ لیا تھا۔ یہ نبوت و بعثت سے قبل کا قصہ ہے۔ قریش کے زمانے میں دو حادثے پیش آئے۔ اوّل یہ کہ ایک عورت کے ہاتھ بیت اللہ شریف جل گیا۔ وہ عورت بیت اللہ شریف کو عُود کی خوشبو پہنچانے کی خاطر عود کا دھواں قریب کرنے لگی جس سے اس کو آگ گئی۔ آگ سے بیت اللہ شریف کی دیواریں کمزور ہوگئیں۔

دوم یہ کہ آتش زدگی کے اس حادثہ کے بعد سیلاب سے اس کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے اور بہت نقصان ہوا اور خطرہ پیدا ہوا کہ اس کی عمارت گر جائے گی۔ چنانچہ قریش نے از سر نو تعمیر کا پختہ ارادہ کر لیا اور چندہ جمع کیا گیا۔

اسی دوران جدہ کے قریب بندرگاہ میں ایک جہاز خراب ہوگیا۔ قریش نے جہاز والوں سے اُس جہاز کی لکڑی تعمیر بیت اللہ کے لیے خرید لی۔ جہاز والوں میں ایک ماہر نجّار و بنّاء تھا اس سے بات کی گئی تو وہ بیت اللہ شریف کی تعمیر میں حصہ لینے پر آمادہ ہوگیا۔ اس ماہر کا نام باقوم رومی تھا وکان رومیًّا وکان فی سفینۃ حبستھا الریح فخرجت الیھا قریش فاخذ واخشبھا وقالوا لہ ابنھا علی بنیان الکنائس وان باقوم الروم اسلم بعد ذلک ثم مات فلم یدع وارثا فدفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم میراثہ لسھیل بن عمرو۔ کذا فی الاصابۃ وغیرھا۔ وقال ابن اسحٰق وکان بمکۃ قبطی یعرف فجر الخشب وتسویتہ فوافقھم علی ان یعمل لھم سقف البیت ویساعدہ باقوم الرومی اٰہ فالقبطی ھو مولی سعید بن العاص۔

اس کے بعد ایک اور مشکل درپیش ہوئی وہ یہ کہ بیت اللہ شریف میں پانچ سو سال سے ایک اژدہا نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ وہ اژدھا کسی کو قریب آنے نہیں دیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ قبیلہ جرہم کے زمانے میں بیت اللہ شریف کے خزانے سے لوگ مال چرا کر لے جاتے تھے تو غیب سے یہ اژدہا آیا اور خزانے کے قریب رہنے لگا۔

وہ اژدہا خزانے کے قریب ہر آنے والے چور پر حملہ آور ہوتا تھا۔ دیگر زائرین کو کچھ نہیں کہتا تھا بلکہ ان سے مانوس تھا۔ اس کا سر بکرے کے سر کے برابر تھا۔ اسی طرح اس سانپ نے تقریباً ۵۰۰ سال تک حفاظت بیت اللہ کی۔ اب جب قریش نے دیواروں کو اصلاح و تعمیر کی نیت سے گرانا چاہا تو سانپ نے مقابلہ کیا اس وجہ سے تعمیر کا کام رک گیا۔

اللہ تعالیٰ نے غیب سے عقاب کی شکل کا ایک بہت بڑا پرندہ بھیجا وہ اس اژدہا پر جھپٹا اور اسے اٹھا کر اجیاد میں اور بقول بعض حجون میں پھینک دیا اور پھر وہ سانپ زمین میں غائب ہو گیا۔ پتہ نہیں چلا کہ کدھر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہی سانپ وہ دابۃ الارض ہے جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔ دابہ کی شکل میں لیکن صحیح احادیث میں یہ ثابت نہیں کہ واقعی یہی سانپ دابۃ الارض ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قریش نے حلال چندہ جمع کرنے کا اہتمام کیا تھا۔ اب قریش کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ بیت اللہ شریف کی دیوار گرانے سے کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا ہمارا ارادہ اصلاح و تعمیر ہے نہ کہ توہین و تخریب اور اللہ تعالیٰ مصلحین پر عذاب نازل نہیں فرماتے۔ پھر وہ تنہا اٹھا اور بیت اللہ کی دیوار پر چڑھتے ہوئے کہتا جاتا تھا اللھم لم ترع لا نرید الا الخیر۔ پھر رکنین کی جانب کا کچھ حصہ گرا دیا۔ باقی لوگ دور ہی رہے اور کہا کہ اگر آج رات ولید پر عذاب نازل نہ ہوا تو کل ہم بھی شریک ہوں گے۔ مگر ولید کو کچھ نہ ہوا۔ چنانچہ دوسرے روز سب نے مل کر دیواروں کو گرانا شروع کر دیا۔ تا آنکہ زمین کے اندر قواعد نظر آ گئے جو اونٹ کے کوہان کے مانند سبز رنگ کے بڑے بڑے حسین پتھر ایک دوسرے میں زنجیر کے مانند گھسے ہوئے تھے۔ بعض نے ان پتھروں میں کدال ڈال کر ہلایا تو سارا شہر مکہ ہلنے لگا۔ پھر ان بنیادوں پر انہوں نے عمارتِ بیت اللہ قائم کی۔

تعمیر کے وقت قریش نے قرعہ اندازی کے ذریعہ بیت اللہ شریف کی دیواروں کو تقسیم کر لیا۔ ہر ایک قبیلہ اپنے حصہ کی دیوار بنانے میں مصروف ہو گیا۔ تعظیمِ کعبہ کی خاطر اپنے مونڈھوں پر پتھر لاتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بھی پتھر لانے والوں میں شریک تھے۔ قریش نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈال کر عمارت کی تکمیل کی۔

قریشی تعمیر کے وقت بعض اہم امور درپیش ہوئے۔ اول امر یہ ہے کہ قریش میں برہنہ ہونا زیادہ عیب نہ تھا لہٰذا ان میں سے بعض لوگ اپنی چادر یعنی تہبند کھول کر کندھے پر ڈال لیتے تاکہ پتھر اٹھانے اور لے جانے میں آسانی ہو۔ چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو بار بار کہا کہ اے بھتیجے آپ بھی ایسا ہی کر لیں، تاکہ آپ کو آسانی ہو۔ ان کے بار بار کہنے پر نبی علیہ السلام نے بھی اپنی چادر یعنی تہبند کھولنا چاہا تو غیب سے آواز آئی مت کھولنا۔ یہ آواز اتنی رعب والی تھی کہ حضورؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہ فرشتے کی آواز تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبوت سے قبل بھی نبی علیہ السلام کو ہر قسم کے عیوب سے محفوظ رکھتے تھے اور آپؐ کی حفاظت

کے لیے فرشتے مامور تھے۔

امر ثانی یہ کہ جب دیوار حجر اسود کے اس مقام تک بلند ہوئی جو زمانہ حال میں اس کا محل وقوع ہے تو قبائل قریش میں اس بات پر سخت نزاع پیدا ہوا کہ حجر اسود کو کون اٹھا کر اُس کے مقام پر نصب کرے گا؟ ہر قبیلہ والے کہتے تھے کہ ہم ہی اٹھا کر نصب کریں گے۔ خوں ریزی کا خطرہ ہو گیا چار پانچ دن تعمیر بند رہی اور نزاع جاری رہا۔

پھر سب مسجد میں جمع ہوئے ابو امیہ یعنی حذیفہ بن المغیرہ جو ان میں معمر تھا (یہ ام سلمہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کا والد ہے) نے کہا کہ نزاع و خونریزی کے لیے تعمیر نہیں کرنی تھی پھر اس کے مشورہ سے طے پایا کہ ابھی ابھی باب بنو شیبہ جس کا نام اب باب السلام ہے (وفی لفظ اول من یدخل من باب الصفا وھو المقابل لما بین الرکنین الیمانی والاسود) سے جو شخص پہلے داخل ہو وہی اس کا فیصلہ کرے گا اور اسے ہی اختیار ہوگا۔ سب راضی ہو گئے۔

حسن اتفاق سے اوّل شخص نبی علیہ السلام اس دروازہ سے نمودار ہوئے۔ سب لوگ خوش ہو کر کہنے لگے ھذا الامین رضینا ھذا محمد اور پھر نبی علیہ السلام نے ایسا فیصلہ فرمایا جس سے سب خوش ہو گئے۔ آپؐ نے اپنی چادر بچھا کر اس پر حجر اسود کو رکھا وکانت کساء ابیض من متاع الشام پھر چاروں پارٹیوں جن کے ذمہ بیت اللہ شریف کے چار ارکان میں سے ایک ایک رکن تعمیر کرنا تھا میں سے ایک ایک رئیس کو بلایا ان کے نام یہ ہیں عتبۃ بن ربیعہ۔ زمعہ۔ حذیفۃ بن المغیرہ اور قیس بن عدی اور ہر ایک کو چادر کا ایک ایک کنارہ پکڑ کر اٹھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اٹھایا پھر نبی علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے چادر پر سے حجر اسود کو اٹھا کر اپنے محل پر رکھ دیا۔ سب نے اس فیصلہ کو سراہا اور خوش ہوئے۔ ازرقی کی روایت میں زمعہ کی بجائے ابو زمعۃ بن الاسود کا اور قیس کی بجائے العاص بن وائل کا نام مذکور ہے۔ تاریخ ازرقی ج ۱ ص ۱۰۳

امر ثالث۔ قریش کو قواعد بیت اللہ کی کھدائی میں بعض پتھروں پر منقوش و کندہ چند خطوط ملے۔ رکن کے پاس سریانی لغت میں یہ مکتوب تھا۔ انا اللہ ذو بکۃ خلقتھا یوم خلقت السموات والارض و صوّرت الشمس والقمر وحففتھا بسبعۃ املاک حنفاء لا یزول اخشباھا (ای جبلاھا وھما ابو قبیس وھو جبل مشرف علی الصفا وقعیقعان وھو جبل مشرف علی مکۃ وجھہ الی ابی قبیس) یبارک لاھلھا فی الماء واللبن۔

مقام ابراہیمی کے پاس یہ عبارت کندہ ملی مکۃ بلد اللہ الحرام یأتیھا رزقھا من ثلاث سبل۔ ایک جگہ پر یہ نوشتہ حروف ملے من یزرع خیرًا یحصد غبطۃ ومن یزرع شرًا یحصد ندامۃ تعملون السیئات

وتجزون الحسنات؟ اجل کما یجنی من الشوك العنب۔

ایک پتھر پر یہ تین سطریں مکتوب تھیں۔ انا الاوّل۔ انا اللہ ذو بکّۃ صنعتُھا یوم صنعتُ الشمس والقمر الی اٰخرہ ما تقدم ذکرہ وفی الثانی انا اللہ ذو بکّۃ خلقتُ الرحم وشققتُ لھا اسماً من اسمی فمن وَصَلھا وصلتُہ ومن قطعھا بتتُّہ وفی الثالث انا اللہ ذو بکّۃ خلقتُ الخیر والشرّ فطوبیٰ لمن کان الخیر علی یدیہ ویل لمن کان الشرّ علی یدیہ۔

ایک اور پتھر پر یہ کندہ تھا انا اللہ ذو بکۃ مُفقِر الزُّناۃ ومُعرِی تارك الصلاۃ اُرخصھا والاقوات فارغۃ واُغلیھا والاقوات مَلأنۃ۔ وفی الاصابۃ عن الاسود بن عبد یغوث عن ابیہ انھم وجدوا کتابًا باسفل المقام فدعت قریش رجلًا من حمیر فقال ان فیہ لحرفا لو حدثتکموہ لقتلتمونی قال وظننّا ان فیہ ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فکتمناہ۔

بناء قریش کی چند خصوصیات یہ ہیں۔

اوّل، انہوں نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈالی۔ اس سے قبل اس کی چھت نہیں تھی صرف چار دیواری تھی اور ان دیواروں پر وہ غلاف چڑھاتے تھے۔ قریش نے چھت چھے ستونوں پر قائم کی تھی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل قصی نے بھی کچّی چھت ڈالی تھی واللہ اعلم۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۶۲ ثم بناہ قصی جدّہ صلی اللہ علیہ وسلم وسقفہ بخشب الروم وجرید النخل اٰہ۔

دوم، انہوں نے دروازہ بہت اونچا رکھا تاکہ ان کی اجازت کے بغیر کوئی اس میں داخل نہ ہو اور تاکہ اس میں داخل ہونے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہو اور اس طرح ہر شخص اس میں داخل ہوتے وقت قریش سے سیڑھی مانگنے کے لیے ان کا محتاج رہے۔ حسب تصریح ازرقی چار گز ایک بالشت بلند دیوار سے دروازہ شروع ہوتا ہے۔ فعن ابی جعفر قال کان باب الکعبۃ علی عھد ابراھیم وجرھم بالارض حتی بنتھا قریش قال ابو حذیفۃ بن المغیرۃ یا معشر قریش ارفعوا باب الکعبۃ حتی لا یدخل علیکم الّا من اردتم فان جاء احد ممن تکرھون رمیتم بہ فیسقط فکان نکالًا لمن راٰہ ففعلت قریش ذلك اٰہ۔

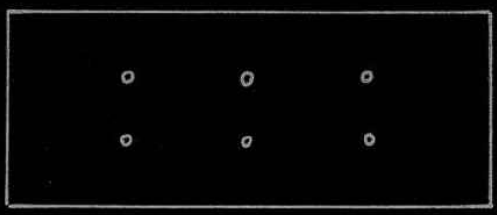
سوم۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کے دو دروازے بنائے تھے ایک مشرق کی طرف تھا اور دوسرا مغرب کی طرف۔ ممکن ہے کہ قریش تک اس کے دو دروازے موجود ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان سے قبل جرہم وغیرہ میں سے کسی قوم نے اس کا ایک دروازہ بند کر دیا ہو۔ بعض کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ایک ہی دروازہ بنایا تھا۔ بہرحال قریش نے صرف مشرقی دروازہ باقی رکھا۔

قال فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص ۱۰۴ فبنوا حتی رفعوا اربعۃ اذرع وشبرًا ثم کبسوھا ووضعوا بابھا مرتفعًا

علی هذا الذرع ورفعوها بمدماك خشب ومدماك حجارة حتی بلغوا السقف فقال لهم یا قوم الروم اتحبّون ان تجعلوا سقفها مکبسًا او مسطحًا؟ فقالوا بل ابن بیت ربنا مسطحا قال فبنوه مسطّحًا وجعلوا فیه ست دعایم فی صفّین فی کل صفّ ثلاث دعایم وجعلوا ارتفاعها من خارجها من الارض الی اعلاها ثمانیة عشر ذراعًا وکانت قبل ذلك تسعة اذرع وجعلوا میزابها یسکب فی الحجر وجعلوا درجة من خشب فی بطنها فی الرکن الشامی یصعد منها الی ظهرها وجعلوا لها بابًا واحدًا فکان یغلق ویفتح انتہی بتصرف

یہ بیت اللہ شریف کی صورت ہے حجر کے سوا جو علامہ ازرقی نے ذکر کی ہے۔ یہ مربع ہے اس میں چھے ستونوں کی ہیئت ظاہر کی گئی ہے۔

بیت اللہ شریف



چہارم۔ قریش کے پاس حلال مال کم ہونے کی وجہ سے (کما فی الحدیث المرفوع) یا عمارتی لکڑی ناکافی ہونے کی وجہ سے (کما فی بعض الآثار وکتب التاریخ) انھوں نے سارے بیت اللہ شریف پر چھت نہیں ڈالی بلکہ کچھ حصہ چھت کے بغیر چھوڑ دیا۔ اس باقی حصہ کے اردگرد انھوں نے بیت اللہ شریف کی نشان دہی کے لیے صرف چند گز اونچی چار دیواری پر اکتفاء کیا جسے حطیم و حجر کہتے ہیں۔

اللہ تعالی کو ایسا ہی منظور تھا۔ حطیم کی برکات سے اب زائرین و حجاج پوری طرح مستفید ہوتے ہیں۔ لہذا اب جس کی یہ خواہش و تمنا ہو کہ بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھے وہ حطیم کے اندر بے تکلف اور بے روک ٹوک نماز پڑھ کر اپنی ایمانی آرزو و حسرت پوری کر سکتا ہے۔ اگر حطیم نہ ہوتا اور بیت اللہ کے سارے حصہ پر چھت ہوتی تو یہ خواہش کس طرح پوری ہوتی۔

پنجم۔ ابراہیم علیہ السلام کی بناء مربع نہیں تھی بلکہ بیت اللہ کعب قدم یعنی ٹخنے کی شکل پر تھا۔ اب بھی حطیم سمیت بیت اللہ شریف مثل کعب ہے۔ عام کمروں کی طرح مربع نہیں۔ اس واسطے بیت اللہ شریف کے صرف دو رکن تھے۔ یعنی یمانیین۔ ایک رکن میں حجر اسود تھا اور ایک میں آج کل ایک اور پتھر نصب ہے جس کا مس مسنون ہے نہ کہ تقبیل۔ قریش نے اس کے چار ارکان بنائے یعنی اس کی شکل مربع رکھی اور ہر مربع کمرے کے چار رکن و کنج ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ حطیم کے علاوہ مسقف بیت اللہ کی شکل مربع بن گئی البتہ حطیم سمیت مربع نہیں ہے، قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۹ ذکر بعضهم انه کان لبیت الله رکنان وهما الیمانیان ای

لم یجعل له ابراهیم علیه السلام الا الرکنین المذکورین فجعلت له قریش حین بنته اربعة ارکان اه

ششم۔ بیت اللہ شریف کے اندر لکڑی کی سیڑھی بنائی گئی تاکہ اس کے ذریعہ اندر اندر سے ہی کوئی شخص صفائی کے لیے چھت پر چڑھ سکے۔ کما تشیر الیہ العبارۃ المتقدمۃ۔

ہفتم۔ بیت اللہ شریف کی چھت کے پانی کا پرنالا (میزاب) حطیم کی جانب بنایا تاکہ رحمت کا پانی بیت اللہ کے اندر ہی گرے۔ اسے میزاب رحمت کہتے ہیں۔ یہ میزاب زائرین کے لیے ایک الگ خصوصی رحمت ہے۔ احادیث میں ہے کہ اس کے نیچے دعا قبول ہوتی ہے۔ خصوصاً کسی مظلوم کی ظالم پر بددعا اس مقام پر بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

ہشتم۔ قریش نے عمارت میں لکڑی کا بہت زیادہ استعمال کیا۔ چنانچہ بیت اللہ شریف کی دیوار اس طرح بنائی کہ ایک لائن یعنی صف پتھر کی تھی پھر اس کے اوپر والی دوسری صف لکڑی کی پھر تیسری صف پتھر کی۔ وہکذا۔ اسی طرح چھت تک دیوار کھڑی کی گئی۔ شاید مضبوطی اور زینت و آرائش کے خیال سے انھوں نے ایسا کیا۔ یہ خشب الساج یعنی ساگوان کی لکڑی تھی جو بہت قیمتی اور خوبصورت ہوتی ہے۔ اور اسی لکڑی کی وجہ سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بیت اللہ شریف جل گیا کیونکہ لکڑی کو آگ بہت جلد لگ سکتی ہے۔

نہم بناء عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ یزید نے فوج بھیجی۔ فوج نے جبل ابوقبیس پر سے منجنیق کے ذریعہ آگ کے گولے پھینکے جس سے بیت اللہ شریف جل گیا۔

وذکر فی کتاب الشرف ان اللہ بعث علیهم صاعقة بعد العصر فاحرقت المنجنیق واحرقت تحته ثمانیة عشر رجلا من اهل الشام وبین کرا ان النار لما اصابت الکعبة اتت بحیث یسمع انینها کأنین المریض اه۔ اه وهذا من اعلام النبوة فقد جاء انذاره صلی اللہ علیه وسلم بتحریق الکعبة اه۔

اسی اثناء میں یا اس سے قبل سیلاب سے اور ایک عورت کے تبخیر کرنے یعنی بیت اللہ کو خوشبو کی دھونی دینے کے بعد آگ لگ جانے کی وجہ سے بھی بیت اللہ شریف کو کچھ نقصان پہنچا تھا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی نئی تعمیر کرائی۔ ابن زبیر نے تعمیر ابراہیمی اور نبی علیہ السلام کی خواہش کے مطابق کچھ تبدیلی کر دی وہ یہ کہ دو دروازے شرقی و غربی بنا کر حطیم کو بھی شامل کر کے سب پر چھت ڈال دی اور دروازے زمین سے ملا دیے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ اگر آئندہ سال میں زندہ رہا تو بیت اللہ شریف کی ایسی ہی تعمیر کروں گا ابن زبیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی تھی۔

تعمیر کے لیے بیت اللہ کے گراتے وقت بہت سے اہل مکہ عذاب الٰہی نازل ہوجانے کے خوف سے مکہ مکرمہ سے نکل گئے وخرج ناس کثیر من اهل مكة الى منى ومنهم ابن عباس رضى الله عنهما فاقاموا بها ثلاثا مخافة ان يصيبهم عذاب شديد بسبب هدمها۔ اس احراق سے حجر اسود دو ٹکڑے ہوگیا تھا یا دو ٹکڑے ہوجانے کا خطرہ لاحق ہوگیا تھا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چاندی سے اسے مضبوط کرادیا۔ بعدہٗ قرامطہ نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ عليهم ما عليهم۔

والقرامطة طائفة ملاحدة ظهروا بالكوفة سنة ۲۷۸ھ يزعمون ان لا غسل من الجنابة وحل الخمر وانه لا صوم فى السنة الا يومى النيروز والمهرجان ويزيدون فى اذانهم وان محمد بن الحنفية رسول الله وان الحج والعمرة الى بيت المقدس وافتتن بهم جماعة من الجهال واهل البراري وقوى شوكتهم حتى انقطع الحج من بغداد بسببهم۔

وكبيرهم ابو سعيد وولده ابو طاهر فبنى ابو طاهر دارا بالكوفة وسماها دار الهجرة وكثر فساده و استيلاؤه على البلاد وقتله المسلمين وتمكنت هيبته من القلوب وكثرت اتباعه وذهب اليه جيش الخليفة المقتدر بالله السادس عشر من خلفاء بنى العباس غير مرة وابو طاهر يهزمهم ثم ان المقتدر سير ركبا من الحجاج الى مكة فوافاهم ابو طاهر يوم التروية فقتل الحجيج بالمسجد الحرام وفى جوف الكعبة قتلا ذريعا والقى القتلى فى بئر زمزم وضرب الحجر الاسود بدبوسه فكسره ثم اقتلعه واخذه معه وقلع باب الكعبة ونزع كسوتها وشققها بين اصحابه وهدم قبة زمزم وارتحل عن مكة بعد ان اقام بها احد عشر يوما ومعه الحجر الاسود وبقى الحجر عند القرامطة اكثر من عشرين سنة۔

ثم ان الناس الطائفين كانوا يضعون ايديهم محل الحجر الاسود من الكعبة للتبرك ودفع الى القرامطة فى الحجر خمسون الف دينار فابوا حتى اعيد فى خلافة المطيع وهو الرابع والعشرون من خلفاء بنى العباس فاعيد الحجر الى موضعه وجعل له طوق فضة شد به زنته ثلاثة آلاف وسبعمائة وتسعون درهما ونصف۔

ثم بعد القرامطة فى ۴۱۳ھ قام رجل من الملاحدة وضرب الحجر الاسود ثلاث ضربات بدبوس فتشقق وجه الحجر من تلك الضربات وتساقطت منه شظيات مثل الاظفار فجمع بنو شيبة ذلك الفتات وعجنوه بالمسك والملك وحشوه فى تلك الشقوق۔ كذا فى كتب التاريخ۔

دہم بناء حجاج۔ ابن زبیرؓ کی عمارت گرا کر حجاج نے بامر خلیفہ عبدالملک بیت اللہ شریف کی تعمیر مطابق تعمیر قریش کردی چنانچہ آج تک حجاج ہی کی تعمیر قائم ہے۔ بقول بعض اس کے بعد بھی ایک مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے۔

کتب تاریخ میں ہے کہ عبدالملک نے حجاج کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ کا حکم دیا۔ حجاج لشکر جرار کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ کر ابن زبیر پر حملہ آور ہوا۔ ابن زبیر قتل ہوئے تو خلیفہ عبدالملک نے حجاج کو سابقہ تعمیر قریش کے موافق بناء کعبہ کا حکم دیا وقال لسنا من تخبیط ابن الزبیر فی شئ۔ یہ ۷۳ھ کا واقعہ ہے۔

عبدالملک کو بتایا گیا کہ ابن زبیر نے جو تبدیلی عمارت میں کی تھی اس کی خواہش کا اظہار خود نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا اور ابن زبیر نے یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی تھی تو عبدالملک نے کہا یہ صحیح نہیں ہے اور اس نے یہ حدیث عائشہؓ سے نہیں سنی اور نہ عائشہؓ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ حارث بن عبداللہ نے کہا اے امیر المومنین یہ حدیث صحیح ہے میں نے بھی خود عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی ہے۔ فقال عبدالملک له انت سمعتها تقول هذا قال نعم قال فنكت بعصاه ساعة ثم قال انی وددتُ انی ترکتُه وما تحمّل۔

ولما وَلِیَ الخلافة ابو جعفر المنصور اراد ان یبنی الکعبة علی ما بناها ابن الزبیر وشاور الناس فی ذلك فقال له الامام مالك بن انس أنشدك الله یا امیر المؤمنین ان لا تجعل هذا البیت ملعبة للملوك لا یشاء احد منهم ان یُغیّرہ الّا غیّرہ فتذهب هیبتُه من قلوب الناس فصرفه عن رأیه فیه۔

وذکر الطبری فی مناسکه ان الذی اراد ذلك ونهاه مالك هو الرشید وذکر ذلك المقریزی ایضاً وقال ابن کثیر لما کان فی زمن المهدی بن المنصور استشار الامام مالکاً فی ردّ الکعبة علی الصفة التی بناها ابن الزبیر فقال له انی اخشی ان تتخذها الملوك لعبة۔

یازدہم۔ حسب قول بعض اصحاب تاریخ بیت اللہ شریف کی تعمیر گیارہویں بار ۱۰۳۹ھ میں ہوئی یہ سلطان مراد خان ابن سلطان احمد من سلاطین آل عثمان کا زمانہ تھا کیونکہ بارشوں کی کثرت سے اسکی دیواروں میں شگاف پڑ گئے تھے تو پھر نئے سرے سے اس کی تعمیر ہوئی واللہ اعلم۔ یہ فضیلت ثامن کا بیان تھا۔

فضیلتِ تاسع۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اصلُ طِینةِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سُرّة الارض بمکة۔ وفی السیرة الحلبیة ج ۱ ص ۱۴۷ ولما خاطب الله السموت والارض بقوله ائتیا طوعًا اوکرها قالتا اتینا طائعین۔ کان المجیب من الارض موضع الکعبة ومن السماء ما حاذاها الذی هو محل البیت المعمور۔ یہاں پر ایک اشکال ہے۔ وہ یہ کہ مذکورہ صدر روایت ابن عباسؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی تخلیق کی مٹی اور خمیر کا مأخذ بیت اللہ شریف کا محل وقوع ہے اور روایت کعب احبار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مأخذ نبی علیہ السلام کی قبر کی جگہ ہے۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ لما اراد الله تعالی ان یخلق محمدًا صلی الله علیه وسلم امر جبریل ان یاتی بالطینة التی هی قلب الارض وبهاؤها ونورها فقبض قبضة رسولِ الله صلی الله علیه وسلم من موضع قبره الشریف وهی بیضاء منیرة لها شعاع عظیم نیز اگر مقام کعبۃ اللہ ہی مأخذ طین نبی علیہ السلام ہوتا تو آپ کی قبر بھی بیت اللہ شریف کے اندر ہوتی۔ کیونکہ

آثار میں مروی ہے کہ ماخذ تربت وطین ہی ہر شخص کا محل دفن ہوتا ہے۔ اس اشکال کا حل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے طین وخمیر کا ماخذ مقام بیت اللہ شریف ہے۔ لیکن اولاً زمین پر پانی ہی محیط تھا۔ پانی کی موجوں کے ذریعہ طینۃ النبی علیہ السلام کا خاص حصہ اچھل کر مدینہ منورہ میں محل قبر نبی علیہ السلام پر پہنچ گیا۔ قال فی انسان العیون وتلك الطینة (التی کانت بمکة) لما تموج الماء رمی بها من مکة الی محل تربته صلی اللہ علیہ وسلم ومدفنه بالمدینة وبهذا یندفع ما یقال مقتضی کون اصل طینته صلی اللہ علیه وسلم بمکة ان یکون مدفنه بها لان تربة الشخص تکون فی محل دفنه اھ۔

فضیلت عاشر۔ بیت اللہ شریف کے متولی کئی قبائل رہے ہیں۔ تعمیر بیت اللہ کے اول متولی اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ مکہ مکرمہ میں ان کے ساتھ قبیلہ جرہم کے سردار مضاض بن عمرو جرہمی کی لڑکی مسماۃ سیدہ (وقیل رعلۃ) سے شادی کی تھی۔ سیدہ کے بطن سے اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ ان کے بیٹوں میں سے ایک کا نام قیدار اور ایک اور کا نام نابت تھا۔ قیدار سب سے بڑا تھا۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد نابت بن اسمٰعیل کعبۃ اللہ کا متولی ہوا۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر بوقت وفات ۱۳۰ سال تھی۔ اور اپنی والدہ ہاجر کے پاس حطیم میں مدفون ہوئے۔

نابت کی وفات کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو متولی ہوئے۔ اسمٰعیل علیہ السلام کے سارے بیٹے اپنے نانا اور اخوال کے ساتھ اکٹھے رہنے لگے اس طرح ولایت کعبۃ اللہ قبیلہ جرہم کے قبضہ میں آگئی۔ ایک بار سیلاب سے بیت اللہ شریف کی دیواریں گر گئیں تو جرہم نے بنا ابراہیمی کے موافق اسکی دوبارہ تعمیر کی۔

ازرقی وغیرہ بعض مورخین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جرہم سے قبل قوم عمالیق کعبۃ اللہ کی سرپرست ومتولی تھی۔ جب عمالیق نے بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ میں فسق وفجور شروع کر دیا اور حد سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کر دیا اور پھر بڑی ذلت کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکلے اور قبیلہ جرہم کے قبضہ میں ولایت کعبۃ اللہ آگئی۔ پھر جرہمی لوگوں نے بھی کچھ مدت کے بعد شرارتیں شروع کر دیں اور بیت اللہ شریف کے ہدایا واموال چرانے لگے اور باہر سے آنے والے زائرین پر ظلم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک مرد وعورت اساف ونائلہ نامی نے بیت اللہ شریف کے اندر بدکاری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنا دیا۔ ان کا قصہ صفا کے بیان میں دیکھ لیا جائے۔

مضاض مذکور کی نسل میں سے ایک نیک دل شخص نے جس کا نام مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو تھا انھیں نصیحت کی اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن ان لوگوں پر اس کے وعظ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر کار ان کے گناہوں کی وجہ سے زمزم کا پانی بالکل خشک ہو گیا۔ چنانچہ اسے مٹی سے

بھر کر بند کر دیا گیا۔ اسی زمانے میں سدِ مآرب سیلِ عرم سے ٹوٹ گیا جس سے اہل یمن تباہ ہو گئے۔ سیلِ عرم کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ سیلِ عرم کا خطرہ بھانپ کر مآرب کا رئیس عمرو بن عامر بن حارثہ اپنی اولاد و بعض اقارب سمیت مآرب سے نکل پڑا۔ ثعلبہ بن عمرو بن عامر ایک بڑی جماعت کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف آیا۔ جرہم اور ان میں تین دن تک جنگ جاری رہی۔ بالآخر جرہم شکست کھا گئے۔

قبیلہ عمرو بن عامر ایک سال تک مکہ میں اقامت کے بعد متفرق ہو گیا۔ بعض عراق چلے گئے۔ اور بعض یعنی اوس و خزرج مدینہ منورہ میں جا بسے اور غسان ملک شام میں آباد ہوئے۔ ان میں سے قبیلہ خزاعہ مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہا اور بیت اللہ شریف کا متولی ہوا۔ عمرو بن لحی اسی قبیلہ خزاعہ سے تھا جس کا ذکر احادیث میں ہے کہ حرم میں سب سے پہلے اسی نے بت پرستی شروع کرائی تھی۔ لحی ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر کا لقب تھا۔

قال علیہ السلام رأیت لیلۃ المعراج عمرو بن لحی یجر قصبہ فی النار علی رأسہ فروۃ وھو اول من جعل البحیرۃ و السائبۃ والوصیلۃ والحام ونصب الاوثان حول الکعبۃ وغیر الحنیفیۃ دین ابراھیم علیہ السلام۔ مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو جرہمی نے مکہ مکرمہ کی جدائی میں کئی قصائد کہے جن میں سے یہ دو شعر کتابوں میں ضرب المثل ہیں ؎

کأن لم یکن بین الحجون الی الصفا ۔۔۔ أنیسٌ ولم یسمر بمکۃ سامرٌ

بلی نحن کنا اھلھا فأزالنا ۔۔۔ صروف اللیالی والجدود العواثر

اولاد اسمٰعیل علیہ السلام جو مختلف شہروں اور علاقوں میں متفرق ہو گئی تھی خزاعہ کی اجازت سے واپس آ کر مکہ مکرمہ میں آباد ہو گئی تاہم ولایت بیت اللہ شریف خزاعہ کے قبضہ میں رہی۔

خزاعہ تقریباً پانچ سو سال تک کعبۃ اللہ کے متولی رہے۔ ان میں آخری متولی کا نام حلیل بن حبشیہ تھا۔ حلیل کی بیٹی سے ہمارے نبی علیہ السلام کے جدِ اعلیٰ قصی بن کلاب نے شادی کر لی۔ حلیل نے مرتے وقت قصی کو بیت اللہ شریف کی چابی دے کر اسے متولی مقرر کر دیا۔ مگر حلیل کی وفات کے بعد خزاعہ نے قصی سے ولایت چھین لی۔

قصی نے پھر مختلف شہروں سے اپنے احباب و اقارب جمع کر کے ایام حج میں سخت جنگ و خونریزی کے بعد خزاعہ سے تولیتِ بیت اللہ شریف حاصل کر لی اور بالآخر اس طرح بیت اللہ کی تولیت دوبارہ ابناء اسمٰعیل علیہ السلام یعنی قریش میں آ گئی اور آج تک بیت اللہ شریف کی چابی قریش ہی کے پاس ہے اور تا قیامت ان ہی کے پاس رہے گی۔ قریش اس منصب کو حجابت کہتے تھے۔ قصی نے اپنے بیٹے عبدالدار کو حجابت دے دی۔ ظہورِ اسلام تک یہ عہدہ خاندان بنو عبدالدار میں تھا۔

فتح مکہ کے وقت نبی علیہ السلام نے عثمان بن طلحہ سے جو بنو عبدالدار سے تھا چابی لے لی اور بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا۔ عثمان بن طلحہ کو یقین ہو گیا کہ اب یہ عہدہ ہم سے ہمیشہ کے لیے چھن گیا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی یا رسول اللہ اعطنا الحجابۃ مع السقایۃ فانزل اللہ تعالیٰ ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا۔ ثم دعا عثمان بن طلحۃ فدفع الیہ المفتاح ثم قال خذوھا یا بنی ابی طلحۃ بامانۃ اللہ واعملوا فیھا بالمعروف خالدۃً تالدۃً لا ینزعھا من ایدیکم الا ظالم فخرج عثمان بن طلحۃ الی ھجرتہ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقام ابن عمہ شیبۃ بن عثمان بن ابی طلحۃ ثم قدم بعد مدۃ۔ کذا فی تاریخ الازرقی وغیرہ۔

آج تک خاندان ابو طلحہ یعنی بنو شیبہ وغیرہ کے پاس ہی چابی رہتی ہے۔ سعودی حکومت کا بادشاہ بھی اگر آئے تو بنو شیبہ ہی کا کوئی شخص کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولتا ہے اور وہی اسے بند کرتا ہے۔

میں نے بعض ثقہ علما جن میں حضرت العلامہ مفتی محمود مرحوم زعیم علماء پاکستان بھی ہیں سے سنا ہے کہ چند سال قبل سعودی حکومت نے بنو شیبہ کو اس عہدہ سے ہمیشہ کے لیے محروم کرنا چاہا۔ بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مملکت میں ہر قسم کے عہدے اپنے قبضہ میں رکھنے کے خواہاں ہوتے ہیں چنانچہ چابی بنو شیبہ سے چھین لی گئی۔ ارباب حکومت نے بڑی کوشش کی کہ اس چابی سے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولیں مگر وہ نہ کھل سکا۔ پھر مملکت کے بڑے ماہرین بلائے گئے مگر ان سے بھی تالا نہ کھل سکا۔ آخر کار تھک کر بنو شیبہ کو بلایا۔ بنو شیبہ چونکہ ناراض تھے اس لیے ان میں سے کوئی شخص نہ آیا اور اپنے گھر کے ایک صغیر السن یعنی چھوٹے لڑکے کو بھیج دیا۔ وزراء دولت و بادشاہ وغیرہ منتظر تھے۔ چنانچہ اس بچے نے تالے میں چابی داخل کی اور تھوڑی سی حرکت دی تو قفل بیت اللہ شریف کھل گیا۔ بعد میں حکومت نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور چابی بنو شیبہ کو واپس دے دی چنانچہ وہ آج تک ان کے پاس ہے۔

اللات۔ آیت فلا تجعلوا للہ انداداً کی شرح میں مذکور ہے۔ لات مشرکین عرب کا مشہور بت تھا قرآن میں اس کا نام مذکور ہے۔

وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ اول یہ ماخوذ ہے لاتہ یلیتہ اذا صرفہ عن شئ سے کانہم زعموا انہ یصرف عنھم الشر۔ دوم۔ من لات یلیت بمعنی الاحالۃ۔ سوم قیل وزن لات فعہ والاصل فعل لویہ حذفت الیاء فبقی لوہ وفتحت لمجاورۃ الھاء وانقلبت الفاً۔ من لویتُ الشئَ اذا لمتَ علیہ۔ چہارم اصلھا لوھۃ من لاہ السرابُ یلوہ اذا لمع حذفت الھاء وقلبت الواو الفا۔

لات قبیلہ ثقیف کے بت کا نام تھا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ ایک چٹان تھی یا بڑا پتھر تھا جس پر بیٹھ کر ایک شخص حجاج کے لیے ستو وغیرہ گھانے کی بعض چیزیں تیار کرتا تھا۔ وکانوا یقولون لتلک الصخرۃ صخرۃ

اللات وکان اللات رجلاً من ثقیف فلما مات اللات قال لہم عمرو بن لحی لم یمت ولکن دخل فی الصخرۃ ثم امرہم بعبادتہا وان یبنوا علیہا بنیانا یسمّی اللات واشتہر ذلک الرجل باللات بتشدید التاء لانہ کان یلتّ السویق للحجّاج علی تلک الصخرۃ ثم خفّفوا التاء ۔ ثم قال لہم عمرو بن لحی ان ربکم قد دخل فی ہذہ الصخرۃ فجعلوہا صنماً یعبدونہ ۔ وکان فیہ وفی العزّی شیطانان یکلمان الناس فاتخذتہا ثقیف طاغوتاً وبنت لہا بیتاً وجعلت لہا سدنۃ وطافت بہ ۔ وقیل کانت صخرۃ بیضاء مربعۃ بنت علیہا ثقیف بنیۃ ثم امر النبی علیہ السلام بہدمہا عند ظہور الاسلام وموضعہا الیوم تحت مسجد الطائف ۔ کذا فی المعجم لیاقوت ۔

مناۃ بُت کا زمانہ مقدم ہے لات پر ۔ مناۃ کے بعد لات کی عبادت شروع کی گئی تھی قال ابو المنذر وکانت قریش وجمیع العرب یعظّمون اللات وکانت فی موضع منارۃ مسجد الطائف الیسری الیوم قال اللہ تعالی افرایتم اللات والعزّی ۔

وبعد ظہور الاسلام بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ فہدمہا وحرقہا بالنار وقیل ارسل ابا سفیان بن حرب والمغیرۃ رضی اللہ عنہما ۔

مصر ۔ قرآن شریف میں مذکور ہے قال اللہ تعالی اہبطوا مصراً ۔ مصر مشہور قدیم ملک و ارض فراعنہ اور گہوارۂ علوم وفنون وکمالات وعجائبات ہے ۔ مصر بن مصرایم بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ ملک مصر سے موسوم ہوا ۔ مصر اس ملک کا سربراہ اوّل تھا ۔ عمرو بن العاص رضی اللہ نے خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں اسے فتح کیا ۔ قرآن مجید میں مصر مذکور ہے ۔ واویناہما الی ربوۃ ذات قرار ومعین سے عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے نزدیک مصر مراد ہے ۔

قال بعض العلماء لم یذکر اللہ تعالی فی کتابہ مدینۃ بعینہا بمدح غیر مکۃ ومصر فانہ قال الیس لی ملک مصر وہذا تعظیم ومدح وقال اہبطوا مصراً فان لکم ما سألتم تعظیماً لہا فان موضعاً یوجد فیہ ما یسألون لا یکون الا عظیماً زمانہ قدیم میں اس کا نام مقدونیہ تھا ۔ قیل مُثّلت الارض علی صورۃ طائر فالبصرۃ ومصر الجناحان فاذا خربتا خربت الدنیا ۔

مصر کے بڑے فضائل میں سے ایک یہ بات ہے کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اُمّ ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصری ہیں اور ہاجرام اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام بھی مصری ہیں ۔ اور اُمّ اسمٰعیل بالواسطہ اُمّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ اسی رشتہ قرابت کی طرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا اذا فتحتم مصر فاستوصوا بالقبط وفی روایۃ باہلہا خیراً فان لہم صہراً ۔ کئی انبیاء کا تعلق ولادۃً یا موتاً مصر سے ہے ۔ مثل یوسف واسباط موسیٰ وہارون علیہم السلام ۔ لفظ مصر منصرف وغیر منصرف دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے ۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ مصر کے قدیم و اوّل بادشاہ کا نام مصر بن مصرایم تھا۔ وفاتِ مصر کے بعد اس کا بیٹا بیصر بن مصر بادشاہ ہوا۔ پھر قفط بن مصر۔ پھر اشمس بن مصر۔ پھر اتریب بن مصر۔ پھر صابن مصر بادشاہ ہوا۔ یہ سب بھائی تھے۔ پھر تدراس بن صا۔ پھر مالیق بن تدراس۔ پھر حربتا بن مالیق۔ پھر ملکی بن حربتا۔ پھر مالیا بن حربتا۔ پھر طوطیس بن مالیا بادشاہ ہوا۔ اور یہ وہی ہے جس نے سارۃ زوجۂ ابراہیم علیہ السلام کو جب وہ مصر تشریف لے گئے تھے ہاجر اُمّ اسمٰعیل علیہ السلام دی تھی۔ پھر ابنۃ طوطیس نے حکومت کی۔ پھر ابنۃ عمّہا زالفانے۔ اس زمانے میں عمالقہ یعنی فراعنہ (وہم ولد عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام) میں سے ولید ابن دومموز (وہو اکبر الفراعنۃ) نے مصر پر حملہ کر کے خود مصر کا بادشاہ بن گیا۔ یکے بعد دیگرے پانچ عمالقہ نے مصر پر حکومت کی۔

اوّل ولید بن دوموز سو سال تک۔ اسے ایک درندہ نے مار ڈالا۔ بعدہ ریان بن ولید صاحب یوسف علیہ السلام۔ پھر وارم بن ریان اور اس کے زمانے میں یوسف علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ وارم نیل میں غرق ہوا پھر کاتم بن معدان۔ پھر ولید بن مصعب اور یہ فرعونِ موسیٰ علیہ السلام ہے۔ اس نے ۵۰۰ سال حکومت کی پھر اپنی فوج سمیت غرق ہوا۔ بعض کے نزدیک یہ فرعون قبطی تھا۔ عمالقہ میں سے نہیں تھا۔ کذا فی المعجم لیاقوت

وقال ان الغالب فی اخلاق اهل مصر اتباع الشهوات والانهماك فی اللذات والاشتغال بالتنزهات والتصديق بالمحالات وضعف المرائر والعزمات۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی قبر مصر یعنی قاہرہ میں ہے۔ رأس حسین رضی اللہ عنہ بھی قاہرہ میں مدفون ہے۔ نقل اليها من عسقلان لما اخذ الفرنج عسقلان وهو خلف دار المملكة يزار۔

قال المسعودی فی مروج الذهب ج ۲ ص ۲۵۸ ذكر ابن دأب قال دعانی الخليفة الهادی فی وقت من الليل لم تجر العادة انه يدعونی فی مثله فدخلت اليه ثم ذكر ما جری بينهما من المفاوضة والكلام فی امور الی ان انتهی الكلام الی عيوب مصر وفضائلها قال ابن دأب ثم تغلغل بنا الكلام الی اخبار مصر وعيوبها وفضائلها واخبار نيلها فقال لی الهادی فضائلها اكثر قلت يا امير المؤمنين هذه دعوی المصريين لها بغير برهان اورده والبينة علی المدعی واهل العراق يأبون هذه الدعوی ويذكرون ان عيوبها اكثر من فضائلها قال مثل ماذا؟

قلت يا امير المؤمنين من عيوبها انها لا تمطر واذا مطرت كرهوا وابتهلوا الی الله تعالی بالدعاء قال الله عزوجل وهو الذی يرسل الرياح بشرا بين يدی رحمته فهذه رحمة مجللة لهذا الخلق وهم لها كارهون وهی لهم ضارّة غير موافقة لا يزكو عليها زرعهم ولا تخصب عليها ارضهم۔

ومن عيوبها الريح التی يسمّونها المريسيّة وذلك انّ اهل مصر يسمّون اعالی الصعيد الی بلاد النوبة

مریس فاذا هبّت الریح المریسیّة وهی الجنوبیة ثلاثة عشر یوماً اشتری اهل مصر الاکفان والحنوط واَیقنوا بالوباء القابل والبلاء الشامل ثم من عیوبها اختلاف هوائها لانهم فی یوم واحد یغیرون ملابسهم مرارًا کثیرةً فیلبسون القمیص مرةً والمبطنات اُخری والحشو مرةً وذلک لاختلاف جواهر الساعات بها ولتباین مهابّ الهواء فیها فی سائر فصول السنة من اللیل والنهار وهی تمیر ولا تمتار فاذا اَجدبوا هلکوا۔

واما نیلها فکفاک الذی هو علیه من الخلاف لجمیع الانهار من الصغار والکبار لیس بالفرات ولا الدجلة ولا نهر بلخ ولا سیحان ولا جیحان شیٔ من التماسیح وهی فی نیل مصر ضارّة بلا منفعة ومفسدة غیر مصلحة وفی ذلک یقول الشاعر ؎

اَظهرتُ للنیل هجرانًا ومَقلیةً ۔۔۔ اذ قیل لی انّما التمساحُ فی النیل

فمن رأی النیلَ رأیَ العینِ من کثب ۔۔۔ فما اَری النیل الا فی النواقیل

والنواقیلُ القِلال والکیزانُ قال وما مراد الشاعر فیما وصف ؟ قال لانه لا یتمتّع بالماء الا فی الآنیة لخوف مباشرة الماء فی النیل من التماسح لانه یختطف الناس وسائر الحیوان قال ان هذا النهر قد منع هذا النوعُ من الحیوان مصالح الناس منه ولقد کنتُ متشوّقًا الی النظر الیها فلقد زهّدتنی بوصفک لها انتهی۔

المزدلفة۔ آیت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ مزدلفۃ بصیغۃ اسم الفاعل من الازدلاف وھو الاجتماع سمیت بذلک لاجتماع الناس فیھا۔ او من الازدلاف بمعنی الاقتراب لانھا مقربۃ من اللہ وقیل لازدلاف الناس فی منی بعد الافاضۃ وقیل لازدلاف آدم وحواء بھا واجتماعھما وقیل لنزول الناس بھا فی زلف اللیل وقیل الزلفۃ القربۃ فسمیت مزدلفۃ لان الناس یزدلفون فیھا الی الحرم و قیل لان آدم علیہ السلام لم یزدلف الی حواء ولم تزدلف الیہ حتی تعارفا بعرفۃ واجتمعا بالمزدلفۃ فسمیت جمعا ومزدلفۃ وقیل لان الناس یدفعون منھا زلفۃ واحدۃ ای جمیعا وحدّ المزدلفۃ کما قال البعض اِذا اَفضت من عرفات تُریدہ فانت فیہ حتی تبلغ القرن الاحمر دون محسّر۔

منیٰ۔ آیت ثم افیضوا من حیث افاض الناس کی تفسیر میں مذکور ہے۔ منیٰ بکسر میم وتنوین نون۔ حرم مکہ میں معروف جگہ ہے۔ جہاں پر ایام حج میں حاجی حضرات رمی جمار کیا کرتے ہیں۔ لفظ منیٰ مذکر ومنصرف ہے وجوہ تسمیہ متعدد ہیں۔ (۱) سمی بذلک لما یُمنیٰ بہ من الدماء ای یُراق قال اللہ تعالی من مَنیٍّ یُمنیٰ (۲) لانّ آدم علیہ السلام تمنّی فی الجنّة۔ (۳) قال ابن الاعرابی ماخوذ من اَمنیٰ القومُ ومَنّی اللہ الشیٔ قدّرہ وبہ سمّی منیً کانہ اراد ان اللہ قدّر فیہ عدّة مناسک وقرّرھا۔ (۴) قال ابن شمیل سمّی مِنیً لانّ الکبشَ مُنِی بہ ای ذُبح۔ (۵) قال ابن عیینۃ اخذ من المنایا وھو جمع مَنیّۃ بمعنی الموت سمی بذلک لکثرۃ الاموات فیہ بذبح الاضاحی والھدی۔

ایام رمی جمار میں منیٰ میں رات گزارنا اور وہیں ٹھیرنا واجب نہیں ہے البتہ سنت ہے۔

المدینۃ ۔ شرح بسملہ کی ابتدا میں مذکور ہے۔ مدینہ کا معنی عربی میں ہے شہر۔ دراصل اس کا نام مدینۃ الرسول تھا۔ پھر کثرت استعمال سے صرف مدینہ کا اطلاق ہوا۔ مدینہ طیبہ آباد و باغات و کھجوروں و زراعت والا شہر ہے۔ یہ نام اسلامی ہے۔ اس کا پرانا و قدیمی نام یثرب تھا۔ احادیث میں اس نام سے نہی مروی ہے۔ وفی الحدیث من سمّی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ ھی طابۃ ھی طابۃ قال ذلک ثلاثاً۔ قرآن حکیم میں تسمیہ بہ یثرب قول منافقین کی حکایت پر مبنی ہے۔

حدیث شریف ہے المدینۃ تنفی الناس (ای شرارھم) کما ینفی الکیر خبث الحدید وفی الحدیث لا تقوم الساعۃ حتی تنفی المدینۃ شرارھا۔ یہ دجّال کے زمانے میں ہوگا۔ حدیث ہے ان الدجّال یرجف باھلھا فلا یبقی منافقٌ ولا کافرٌ الا خرج الیہ وفی روایۃ ینزل الدجال السبخۃ فترجف المدینۃ ثلاث رجفات یخرج اللہ منھا کلّ منافقٍ وکافرٍ۔ احادیث میں ہے کہ مدینہ منورہ میں طاعون و دجال داخل نہیں ہوسکتے۔ اس میں مجذوم بھی نہیں ہوتا کیونکہ اس کی مٹی میں مرض جذام کے لیے شفا ہے۔

ہجرت کے بعد کئی مہاجرین مثل بلال و ابوبکر صدیق وغیرہ رضی اللہ عنہم سخت بیمار ہوئے۔ مدینہ منورہ کی زمین امراض کی زمین تھی۔ آب و ہوا خراب تھی۔ نبی علیہ السلام کی دعا سے اس کی یہ حالت ختم ہوئی۔ فعن عائشۃ رضی اللہ عنہا لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ قد مھا وھی اوبأ ارض اللہ من الحمّی فاصاب اصحابہ منھا بلاءٌ وسُقمٌ وصرف اللہ ذلک عن نبیّہ وفیہ فقال علیہ السلام اللّٰھم حبّب الینا المدینۃ کما حبّبت الینا مکۃ او اشدّ وبارک لنا فی مُدِّھا وصاعِھا وانقُل وباءَھا الی مھیعۃ ومھیعۃ ھی الجحفۃ وفی روایۃ فکان المولود یولد بالجحفۃ فلا یبلغ الحلم حتی تصرعہ الحمّی۔

مدینہ منورہ کے بہت سے نام ہیں۔ کثرتِ اسماء شرافت و فخامت کی دلیل ہے۔ امام نووی رح فرماتے ہیں لا یعرف فی البلاد اکثر اسمًا منھا ومن مکۃ اھ۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں بلغنی ان للمدینۃ فی التوراۃ اربعین اسمًا وقیل احد عشر وقیل نحو مائۃ اسم منھا دار الاخیار۔ دار الابرار۔ دار الایمان۔ دار السنّۃ۔ دار السلامۃ۔ دار الفتح۔ الجابرۃ۔ العذراء۔ المرحومۃ۔ بعض کتب میں ہے کہ مدینہ کے ۲۹ نام ہیں۔ چند نام یہ ہیں:۔ طیبہ۔ طابۃ۔ مسکینہ۔ محبّہ۔ محبّبہ۔ محبورہ۔ یثرب۔ ناجیہ۔ موفّیہ اکالۃ البلدان۔ مبارکہ۔ محفوفہ۔ مجنّہ۔ قدسیہ۔ عاصمہ۔ مرزوقہ۔ مختارہ۔ محرمہ۔ قاصمہ۔ طبابا۔ شافیہ۔ خیرہ۔ محبوبہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

مدینہ منورہ میں زمانۂ قدیم میں اول آباد ہونے والے عمالیق تھے یعنی اولادِ عملاق بن ارفخشذ بن سام بن

نوح علیہ السلام اور انھوں نے اوّل اوّل یہاں پر زراعت شروع کی اور کھجوریں لگائیں۔ پھر مدت دراز کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے یہود کی ایک فوج بھیجی حجاز و مدینہ کی طرف عمالیق کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے۔ اس فوج نے حجاز و مدینہ کے بادشاہ ارقم کو قتل کر دیا اور پھر خود یہ یہود مدینہ اور ادھر اُدھر حجاز میں آباد ہو گئے۔ نبی علیہ السلام کے زمانے تک یہود موجود تھے۔

بعض علما۔ ایک اور قصہ ذکر کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ یہود کو کتب آسمانیہ کے مطالعہ سے معلوم تھا کہ خاتم الانبیاءؐ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے یہیں مقیم ہوں گے تو وہ یہاں آکر آباد ہوئے تاکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ خود یا ان کی اولاد ایمان لا کر ان کی مدد کر سکے۔ بعد میں تُبّع بادشاہ نے بنو عمرو بن عوف کو بھی یہاں پر اسی نیّت سے آباد کیا۔ چنانچہ یہود کئی سو سال سے نبی علیہ السلام کی بعثت کے انتظار و اشتیاق میں تھے۔ مگر جب وہ وقت آیا تو یہود ہی نبی علیہ السلام کے سب بڑے مخالف اور دشمن بنے اور ایمان سے محروم رہے

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ کر چلے گئے
میں جا ہی ڈھونڈتا تری محفل میں رہ گیا

مکّۃُ المکرّمۃ۔ تفسیر بسملہ کی ابتدا میں مذکور ہے۔ مکہ معظمہ مرکز اسلام و مرکز شعائر الدین ہے وجہ تسمیہ بمکہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) قال ابن الانباری سمّیت مکّۃ لانھا تمُکّ الجبّارین ای تُذھب نخوتھم۔ قصۂ اصحابِ فیل اس بات کا گواہ ہے۔ (۲) وقیل لازدحام الناس بھا من قولھم اِمتکّ الفصیلُ ضَرعَ اُمّہٖ اذا مصّہ مصًّا شدیدًا۔ (۳) سمّیت بکّۃ لازدحام الناس بھا و مکّۃ ھی بکّۃ و المیم بدل من الباء۔

(۴) قال ابن القطامی سمیت مکہ لان العرب فی الجاھلیۃ کانت تقول لایتم حجّنا حتی نأتی مکان الکعبۃ فنمُکُّ فیہ ای نصفر صفیر المکّاء حول الکعبۃ و کانوا یصفرون و یصفقون بایدیھم اذا طافوا بھا و المکّاء بتشدید الکاف طائر یأوی الریاض یصیح و بتخفیف الکاف الصفیر فکانھم کانوا یحکون صوت المکاء۔ (۵) اولانّھا بین جبلین مرتفعین علیھا و ھی فی ھبطۃ بمنزلۃ المکّوک و المکوک اِناء۔ (۶) اولانھا لایفجر بھا احد الا بکّت عنقہ فکان یصبح وقد التوت عنقہ کذا قیل۔ (۷) اومن مکّ الثدی ای مصّہ لقلّۃ مائھا لانھم کانوا یمتکّون الماء ای یستخرجونہ۔ (۸) اولانھا تمُکُّ الذنوب ای تُذھب بھا کما یمُکُّ الفصیلُ ضَرعَ اُمّہٖ فلا یبقی فیہ شیئًا۔ (۹) اولانھا تمُکُّ من ظلم ای تنقصہ۔ وقیل سمّیت بکّۃ لان الاقدام تبکّ بعضھا بعضًا۔

مکہ مکرمہ کے بہت سے نام ہیں۔ مثل بکّہ۔ نسّاسہ۔ ام رُحم۔ ام القریٰ۔ معاد۔ حاطمہ۔ البیت العتیق۔ رأس۔ حرم۔ صلاح۔ بلد امین۔ عرش۔ قادس۔ مقدسہ۔ ناسّہ۔ باسّہ۔ کوثیٰ۔ المذہب وغیرہ۔

نبی علیہ السلام جب بارادۂ ہجرت مکہ مکرمہ سے نکلے تو ایک مقام پر کھڑے ہو کر مکہ مکرمہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا انی لاعلم انک احب البلاد الیّ وانک احبّ ارض اللہ الی اللہ ولولا ان المشرکین اخرجونی منک ما خرجتُ وقال عائشۃ رضی اللہ عنہا لولا الھجرۃ لسکنتُ مکۃ فانی لم ار السماء بمکانٍ اقرب الی الارض منھا بمکۃ ولم یطمئن قلبی ببلد قطّ ما اطمأنّ بمکۃ ولم ار القمر بمکان احسن منہ بمکۃ۔ ایک اور حدیث ہے مَن صبر علی حرّ مکۃ ساعۃ تباعدت عنہ جھنم مسیرۃ مائۃ عام وتقرّبت منہ الجنۃ مائتی عام۔ اہل مکہ جاہلیت میں معزز تھے۔ بڑے بڑے امراء و بادشاہ یہاں آکر حج کرتے تھے اور قریش کی تکریم کرتے تھے مثل ملوکِ حمیر وکندہ وغسان ولخم وغیرہ۔

فائدہ۔ اس امر میں علماء وائمہ کا اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ۔ چنانچہ اس میں دو قول ہیں۔ مکہ مکرمہ کی وجوہ افضلیت متعدد ہیں۔ اس میں کعبۃ اللہ ہے۔ وہ پہلا گھر ہے جو عبادت کے لیے مقرر ہوا۔ طواف مکہ میں ہوتا ہے نہ کہ مدینہ منورہ میں۔ اس میں رکن یمانی وحجر اسود و مقام ابراہیمی ہیں جو کہ جنت کے پتھر ہیں۔ اس میں جبل ابوقبیس ہے جو روئے زمین پر سب سے پہلے ظاہر ہونے والا پہاڑ ہے۔ اس میں یعنی اس کے قریب منیٰ ومزدلفہ وعرفات ہیں۔ حج وعمرہ جیسی اہم عبادات یہاں پر ادا ہوتی ہیں۔ یہ امّ القریٰ ہے۔ اصحاب فیل کی یہاں پر تباہی ہوئی۔ خاتم الانبیاء علیہ السلام کا مولد ہے۔

اور جو لوگ مدینہ منورہ کو افضل کہتے ہیں ان کی دلیلیں یہ ہیں۔ مدینہ منورہ مرکز اسلام ہے۔ نبی علیہ السلام کا آخری مسکن ہے والاعتبار للخواتیم۔ آپؐ کی وفات یہاں پر ہوئی۔ آپؐ کی قبر مبارک یہاں پر ہے سارا عالم نبی علیہ السلام کے سبب پیدا ہوا۔ اور نبی علیہ السلام مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں۔ جبل اُحد یہاں پر ہے وھو جبل یُحبُّنا ونُحبُّہ الحدیث۔ اکثر ازواجِ مطہرات کی قبریں اور تین خلفاء راشدین وبناتِ نبی علیہ السلام کی قبریں اور سید شباب اہل الجنۃ حسنؓ کی قبر اور سید شہداء اہل الجنۃ حمزہؓ کی قبر مدینہ منورہ میں ہے۔ کُل عالم میں اسلام مدینہ منورہ سے پھیلا ہے کیونکہ انصار یہاں پر تھے۔ خلفاء راشدین ابوبکرؓ وعمرؓ و عثمانؓ فاتحینِ دنیا مدینہ میں رہتے تھے اور یہاں سے احکام وافواج بھیجتے تھے۔ مکہ والوں نے تو مسلمانوں اور نبی علیہ السلام کو نکال دیا تھا۔ مدینہ منورہ کے بارے میں حدیث ہے۔ مَن صبر علی لأوائھا ومات بھا کنتُ لہ شفیعًا یوم القیامۃ۔ ریاض الجنۃ مدینہ منورہ ہی میں ہے۔

المشعر الحرام۔ قرآن مجید میں ہے فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام۔ مشعر حرام مزدلفہ کا نام ہے۔ مزدلفہ کو جمع بھی کہتے ہیں۔ المحسّر۔ بکسر سین مشددہ۔ اسم فاعل ہے تحسیر سے۔ وھو مشتق من الحسر وھو کشط الشیٔ وکشفک ایاہ۔ یقال حسر عن ذراعیہ وحسر البیضۃ عن رأسہ او من الحسر بمعنی الاعیاء یقال حسرت الدابّۃ اذا اعیت او من حسر فلان حسرًا اذا اشتدّت ندامتہ۔

یہ مزدلفہ و منیٰ کے مابین ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے وادی محسّر بھی کہتے ہیں۔ یہ جگہ نہ منیٰ میں داخل ہے اور نہ مزدلفہ میں بلکہ یہ مستقل وادی ہے۔ معجم میں یاقوت لکھتے ہیں وقیل ھو موضع بین مکۃ وعرفۃ وقیل بین منی وعرفۃ اھ۔

المسجد الحرام۔ قرآن شریف میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام۔ کعبۃ اللہ شریف کی مسجد مسجدِ حرام کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ بہت محترم و بابرکت مسجد ہے۔ بیت اللہ شریف اس مسجد کے وسط میں واقع ہے۔

مسجد حرم عہد نبی علیہ السلام و عہد ابی بکرؓ میں صرف فنا بیت کا نام تھا۔ مسجد کے اردگرد کوئی دیوار محیط نہ تھی بلکہ چاروں طرف لوگوں کے گھر تھے۔ گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں لوگوں کی کثرت ہوئی اور بیت اللہ شریف کا صحن لوگوں کے قبضہ و عمارات کی وجہ سے تنگ ہونے لگا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انّ الکعبۃ بیت اللہ ولابدّ للبیتِ من فناءٍ وانکم دَخلتم علیھا ولم تَدخُل ھی علیکم لہذا انھوں نے یہ گھر خرید لیے اور ان کو گرا کر مسجد میں داخل کر کے مسجد کے اردگرد دیوار بنادی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مزید مکانات خرید کر مسجد کو وسیع کیا اور دیوار محیط کے ساتھ ساتھ اردگرد برآمدہ تعمیر کیا۔

بعدہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے مسجد کو وسعت تو نہ دی البتہ اس کی دیوار اور برآمدے کو مضبوط اور حسین کر دیا اور خوب صورت پتھروں کے ستون اور دروازے بنائے۔ کذا فی اعلام الساجد للعلّامۃ الزرکشی ص۵۷۔

صاحب مسالک الابصار نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن الزبیر نے اسے وسعت دی اور مزید گھر خرید کر کے مسجد میں داخل کیے۔ اس کی عبارت یہ ہے ثم ان ابن الزبیر رضی اللہ عنہ زادفی المسجد زیادۃً کبیرۃً واشتری دُورًا من جُملتھا بعضُ دار الازرق اشتری ذلک ببضعۃ عشر الف دینار وجعل فیھا عمدًا من الرخام ثم عمّرہ عبد الملک بن مروان ولم یزد فیہ لکن رفع جدارہ وجلب الیہ السواری من البحر الی جدّہ وسقفہ بالساج وعمّرہ عمارۃً حسنۃً اھ مسالک الابصار ج ۱ ص ۱۰۵۔

قرآن مجید میں مسجد حرام پندرہ جگہ مذکور ہے۔ مسجد حرم سے عُرف میں اور عام محاورات میں اگرچہ وہ خاص خطہ مراد ہوتا ہے جو مسجد ہے اور جس میں باجماعت نماز ادا ہوتی ہے لیکن اس کا اطلاق سارے حرم پر بھی ہوتا ہے۔ اور قرآن میں یہی آخری معنی مراد ہوتے ہیں۔ قال الامام الماوردی فی کتاب الجزیۃ انّ کل موضعٍ ذکر اللہ فیہ المسجدَ الحرام فالمراد بہ الحرم الّا فی قولہ تعالیٰ فولّ وجھک شطر المسجد الحرام فانہ اراد

به الکعبة۔

بنابریں ممکن ہے کہ سارے حرم شریف میں اور مکہ مکرمہ کی ہر مسجد اور ہر مقام میں ایک نماز کا ثواب لاکھ نمازوں کے برابر ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے فعن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً صلاۃٌ فی مسجدی افضل من الف صلاۃٍ فیما سواہ الا المسجد الحرام وصلاۃٌ فی المسجد الحرام افضل من مائۃ الف صلاۃٍ فیما سواہ رواہ ابن ماجۃ ج ۱ ص ۴۵ طبع مصر۔ وعن عبد اللہ بن الزبیر مرفوعاً صلاۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلاۃ فی غیرہ من المساجد الا المسجد الحرام وصلاۃ فی المسجد الحرام افضل من الصلاۃ فی مسجدی ھذا بمائۃ صلاۃ رواہ احمد والبزار۔

لہٰذا مسجد حرام کی ایک نماز ۵۵ سال ۶ ماہ ۲۰ دن کی نمازوں کے برابر ہے اور پانچ نمازیں ۲۷۷ سال ۹ ماہ ۱۰ دن کی نمازوں کے برابر ہیں۔

وفی رسالۃ الحسن البصری الی الرجل الزاھد الذی اراد الخروج من مکۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم من صلی فی المسجد الحرام رکعتین فکأنما صلی فی مسجدی الف الف صلاۃ والصلاۃ فی مسجدی افضل من الف صلاۃ فیما سواہ من البلدان۔ چنانچہ رسالہ حسن بصریؒ میں مذکور حدیث کے پیشِ نظر مسجد حرام کی ایک نماز مسجد نبوی کی ..... یعنی دس لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور عام مسجدوں کی ایک ارب ..... ۱ نمازوں کے برابر ہے۔

مسجد حرام کے بے شمار فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں متعدد انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ بعض آثار میں ہے کہ کعبۃ اللہ کے قریب اس کے اردگرد تین سو انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ رکن یمانی سے رکن حجر اسود تک ستر انبیاء کی قبریں ہیں۔ حطیم میں میزابِ رحمت کے نیچے اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجر کی قبریں ہیں۔

ہر مسلمان کی خواہش وتمنا ہوتی ہے کہ اسے قبور انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی سعادت حاصل ہو جائے چنانچہ مسجد حرم کی زیارت کرنے والے اور طوافِ بیت اللہ شریف کرنے والے کو دیگر برکات کے علاوہ یہ سعادت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی قلبی تمنا پوری ہو جاتی ہے۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۲ وجاء ان بین المقام والرکن وزمزم قبر تسعۃ وتسعین نبیاً وجاء ان حول الکعبۃ لقبور ثلثمائۃ نبیّ وان ما بین الرکن الیمانی الی الرکن الاسود لقبور سبعین نبیاً وکل نبی من الانبیاء اذا کذّب بہ قومہ خرج من بین اظھرھم واتی مکۃ یعبد اللہ عزوجلّ بھا حتی یموت وجاء ما بین الرکن الیمانی والحجر الاسود روضۃ من ریاض الجنۃ وان قبر ھود وصالح وشعیب واسمٰعیل علیھم السلام فی تلک البقعۃ اقول ویوافق ذلک قول بعضھم ان اسمٰعیل علیہ السلام دفن حیال الموضع

الذی فیہ الحجر الاسود لکن جاء ان قبر اسمٰعیل فی الحجر وذکر المحب الطبری ان البلاطۃ الخضراء التی بالحجر قبر اسمٰعیل علیہ السلام انتہی۔

المَرْوَۃ۔ قرآن شریف میں مروہ مذکور ہے۔ مَرْوَۃ بفتح میم وسکون واو ایک پہاڑی کا نام ہے بیت اللہ شریف کے قریب۔ یہ شہر مکہ کے وسط میں واقع ہے۔ اس کے اردگرد اہل مکہ کے گھر ہیں۔ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانے میں اس کے کچھ پتھر اور چٹانیں سرخی مائل تھیں اور زیادہ تر سفید تھیں۔ قال عرام ومن جبال مکۃ المروۃ جبل مائل الی الحمرۃ وقال ابو الربیع المحدث المکی ان منزلہ فی رأس المروۃ وانہا اکمۃ لطیفۃ فی وسط مکۃ تحیط بہا وعلیہا دور اہل مکۃ ومنازلہم وہی فی جانب مکۃ الذی یلی قعیقعان اھ۔

اب جبل مروہ باقی نہیں رہا۔ اس پر مسجد حرم کی عمارت بنائی گئی ہے۔ مسجد حرم کی توسیع میں مروہ بھی آگیا۔ اور اسے تقریباً ہموار کر کے صرف تھوڑا سا نشان اس کا چھوڑ دیا ہے۔ جبل مروہ وجبل صفا شعائر اللہ میں سے ہیں اور واجب الاحترام ہیں ان پر دعا قبول ہوتی ہے قال اللہ تعالی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ صفا ومروہ کے درمیان سعی کے سات چکر مناسک حج وعمرہ میں سے ہیں۔ سعی صفا سے شروع کر کے مروہ پر ختم کرنا لازم ہے۔

ایام حج ورمضان شریف میں سعی کی ایمان افروز رونق عظمت بیت اللہ شریف کا عجیب منظر پیش کرتی ہے۔ قال یاقوت فی معجم البلدان ج ۵ ص ۱۱۲ المروۃ الحجارۃ البیض تقتدح بہا النار ولا یکون اسود ولا احمر ولا تقتدح بالحجر الاحمر انتہی۔ مروہ کی وجہ تسمیہ ممکن ہے یہ ہو کہ اس کے بعض پتھر مائل بہ سپیدی تھے۔ واللہ اعلم۔

قال الازرقی فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص ۷۳ نَصَبَ عمرو بن لُحَیّ علی الصفا صنماً یقال لہ نہیک مجاور الریح ونصب علی المروۃ صنماً یقال لہ مُطعِم الطیر اھ۔ جاہلیت میں بھی سعی بین الصفا والمروہ مناسک حج میں شمار ہوتی تھی۔ لیکن زمانہ جاہلیت میں ان امور میں اصنام کا بڑا دخل تھا۔

چنانچہ مشرکین میں سے جو لوگ مَناۃ بت کی پرستش کرتے تھے اور اس کی تعظیم کے زیادہ قائل تھے وہ مَناۃ کے نام سے حج وعمرہ کا تلبیہ پڑھتے تھے اور اس کی تکریم کی نیت سے مناسک ادا کرتے تھے۔ یہ لوگ سعی کے سوا بقیہ تمام مناسک ادا کرتے تھے اور وہ سعی اس لیے نہیں کرتے تھے کہ کہیں صفا ومروہ پر نصب دو بُت یعنی نہیک مجاور الریح ومطعم الطیر اور مناۃ کے مابین ناراضگی نہ ہو جائے۔ گویا کہ ان کے زعم میں سعی سے مذکورہ دو بتوں کی تعظیم مقصود تھی اور اس سے مناۃ کی ناراضگی لازم آتی تھی۔

صنم مناۃ کے محبین وعُشّاق انصار کے اوس وخزرج وقبیلہ ازد وغسان وغیرہ تھے۔ قال الازرقی انّ عمرو بن لحیّ نَصَبَ مناۃَ علی ساحل البحر مما یلی قدیداً (کان موضع مناۃ فی ودان علی ساحل البحر الاحمر

بین ینبع و رابغ) وھی التی کانت للازد وغسان یحجونھا ویعظمونھا فاذا طافوا بالبیت وافاضوا من عرفات و فرغوا من منیٰ لم یحلقوا الا عند مناۃ وکانوا یھلون لھا ومن اھل لھا لم یطف بین الصفا والمروۃ لمکان الصنمین اللذین علیھما فھیک بجاود الریح ومطعم الطیر فکان ھذا الحی من الانصار یھلون بمناۃ وکانوا اذا اھلوا بحج او عمرۃ لم یظل احداً منھم سقف بیت حتی یفرغ من حجتہ او عمرتہ وکان الرجل اذا احرم لم یدخل بیتہ و ان کانت لہ فیہ حاجۃ تسوّر بیتہ لان لا یجن رتاج البیت رأسہ فلما جاء اللہ بالاسلام انزل اللہ تعالی فی ذلک ولیس البر بان تأتوا البیوت من ظھورھا ۔ الآیۃ ۔ وکانت مناۃ للاوس والخزرج وغسان من الازد و من دان بدینھم من اھل یثرب واھل الشام اھ ۔

المیل والبرید ۔ آیت وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ کی تفسیر میں میل و برید مذکور ہیں ۔ ایک برید بارہ میل کا ہوتا ہے ۔ بالفاظ دیگر برید اس مسافت کا نام ہے جو چار فرسخ ہو اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے ۔ اور ایک میل چار ہزار گز کا ہوتا ہے متاخرین کے نزدیک ۔ اور قدماء کے نزدیک ایک میل تین ہزار گز کا ہوتا ہے ۔ دونوں قولوں میں میل کی مقدار ایک ہی ہے ۔ کیونکہ قدماء کا گز لمبا ہے اور متاخرین کا گز چھوٹا ہے ۔ متاخرین کے نزدیک ایک گز کی مقدار چوبیس انگل ہے مطابق عدد مرسومہ حروف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ اور قدماء کے نزدیک ایک گز ۳۲ انگل کا ہوتا ہے لہذا قدماء کے گز کے حساب سے تین ہزار گز متاخرین کے چار ہزار گز کے برابر ہیں ۔

زیادہ معروف و مشہور متاخرین کا گز ہے ۔ متاخرین کا ذراع یعنی گز شرعی گز کے نام سے معروف ہے پس شرعی گز ۲۴ انگل کا ہے اور ایک انگل ۶ جو کا ہوتا ہے ۔ جب چھے جو کو ایک دوسرے سے عرضاً پیوست کر دیں تو یہ ایک انگل کی مقدار ہے ۔ فقہاء و علماء ریاضی لکھتے ہیں کہ ایک جو چھے بالوں کے برابر ہوتا ہے ۔ پس ایک گز ۱۴۴ جو کا بنتا ہے ۔ قال الزیلعی ان المیل اربعۃ آلاف ذراع ۔ یہاں پر چند اقوال اور بھی ہیں ۔ ففی شرح العینی عن الینابیع المیل اربعۃ آلاف خطوۃ ۔

وما احسن ما قال ابن الحاجب رحمہ اللہ ؎

ان البرید من الفراسخ اربع ... ولفرسخ ثلاث امیال ضعوا
والمیل الف ای من الباعات قل ... والباع اربع اذرع تستتبع
ثم الذراع من الاصابع اربع ... من بعدھا العشرون ثم الاصبع
ستّ شعیرات فظھر شعیرۃ ... منھا الی بطن لاخری توضع
ثم الشعیرۃ ستّ شعرات فقل ... من شعر بغل لیس فیھا مدفع

کذا فی ھامش ردالمحتار شرح الدر المختار ۔

فائدہ۔ شرعی گز جو ۲۴ انگل کا ہے یہ تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا ہوتا ہے۔ لہٰذا رائج الوقت انگریزی گز شرعی گز سے دُگنا ہے۔ کیونکہ انگریزی گز تین فٹ لمبا ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ زمانہ حال میں انگریزی میل رائج و معروف ہے اور یہ انگریزی میل شرعی میل سے کم ہے۔ کیونکہ رائج الوقت انگریزی گز کے حساب سے انگریزی میل ۱۷۶۰ گز کا ہوتا ہے۔ اور اسی انگریزی گز کے حساب سے شرعی میل تقریباً دو ہزار گز کا بنتا ہے۔ پس انگریزی گز کے پیش نظر شرعی میل انگریزی میل ۲۴۰۰ گز طویل ہے۔ راجع للتفصیل رسالتی نیل البصیرۃ فی نسبۃ سبع عرض الشعیرۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

نائلہ و اساف۔ آیت ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الآیۃ کی شرح میں دونوں کا ذکر موجود ہے۔ اساف و نائلہ دو بتوں کے نام ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بیت اللہ شریف کے قریب رکھے گئے تھے اہل جاہلیت ان کی بڑی تعظیم کرتے اور ان دونوں کی پرستش میں مشغول رہتے تھے۔

علامہ ازرقی کتاب اخبار مکہ ج ۱ ص ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ بنو خزاعہ سے قبل کعبۃ اللہ کا متولی قبیلہ جرہم تھا اس قبیلہ میں سے بعض لوگ حرم شریف اور بیت اللہ کی بے حرمتی کرنے لگے۔ حجاج اور زائرین اور مسافروں کو تنگ کرتے تھے اور بیت اللہ شریف کے خزانے کو بھی لوٹنے کی کوشش کرنے لگے۔ جب ان کی بداعمالیاں اور بیت اللہ شریف کی بے حرمتی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بنو خزاعہ کو مسلط کر دیا اور بنو خزاعہ نے سخت خونریزی کے بعد بنی جرہم کو مکہ مکرمہ سے نکال باہر کیا اور بنو خزاعہ بیت اللہ شریف کے متولی بن گئے۔ اس طرح بیت اللہ شریف کی تولیت و نگرانی بنو خزاعہ کے قبضہ میں آگئی۔ یہ ظہور اسلام سے تقریباً پانچ سو سال قبل کا واقعہ ہے۔ بنو خزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا یا دوسرا متولی عمرو بن لحی تھا عمرو بن لحی کے بارے میں نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے حرم میں اور عرب میں بُت نصب کیے اور بت پرستی شروع کرائی۔ کما فی الروض الانف ج ۱ ص ۶۲۔

اساف و نائلہ کا قصہ بڑا عبرت انگیز ہے۔ یہ دونوں اساف و نائلہ دراصل جرہم میں سے ایک مرد و عورت تھے۔ ان دونوں نے بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہو کر بدکاری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مسخ کر کے پتھر کا بنا دیا۔ بعد میں جب لوگوں نے ان کی ممسوخہ صورتیں دیکھیں اور بیت اللہ شریف کی عظمت کا کرشمہ دیکھا تو انھیں بڑی عبرت ہوئی اور انسانوں کی پتھر میں تبدیل شدہ صورتوں کو صفا و مروہ پہاڑ پر نصب کر دیا تاکہ انھیں دیکھ کر لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور آئندہ کوئی اس قسم کی شرارت کی جرأت نہ کرے۔

ایک مدت دراز گزرنے کے بعد لوگوں نے خزاعہ کی تولیت کے زمانے میں ان کو پوجنا شروع کر دیا۔ اور سب سے پہلے عمرو بن لحی نے لوگوں کو ان کی عبادت کی دعوت دی اور اس کے دل میں شیطان نے اس

شرارت کا وسوسہ ڈالا۔

قال فی اخبار مکۃ فلم یزل امرھما یدرس ویتقادم حتی صارا صنمین یُعبدان وقال بعض اھل العلم ان عمرو بن لحی دعا الناس الی عبادتھما وقال للناس انما نُصبا ھھنا ان اباکم ومن قبلکم کانوا یعبدونھما وانما القاہ ابلیس علیہ ثم حواھما قصی بن کلاب بعد ذلک فوضعھما یذبح عندھما تجاہ الکعبۃ عند موضع زمزم انتھی۔ اساف بن بغا اس بدکار مرد کا نام تھا اور نائلہ بنت ذئب اس بدفعل عورت کا نام تھا۔ کذا قال الازرقی ان دونوں کے نسب میں مورخین کا اختلاف ہے۔ ابن ہشام نے اپنی سیرت ج ۱ ص ۶۴ پر ان کا نسب یوں بیان کیا ہے اساف بن بغی ونائلۃ بنت دیک قال ابن اسحاق واتخذوا اسافا ونائلۃ علی موضع زمزم ینحرون عندھما وکان اساف ونائلۃ رجلا وامرأۃ من جرھم ھو اساف بن بغی ونائلۃ بنت دیک فوقع اساف علی نائلۃ فی الکعبۃ فمسخھما اللہ حجرین انتھی۔ وفی اخبار مکۃ قال عبد الرحمن بن ابی الزناد ھو اساف بن سھیل ونائلۃ بنت عمرو بن ذئب انتھی۔

بعض روایات میں ہے کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے بدکاری کا موقعہ نہیں دیا بلکہ جب وہ تقبیل و معانقہ میں مشغول ہوئے تو اللہ نے ان کو پتھر بنا دیا۔ ذکر ابن اسحٰق باسنادہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انھا کانت تقول ما زلنا نسمع ان اسافا ونائلۃ کانا رجلا وامرأۃ من جرھم احدث فی الکعبۃ فمسخھما اللہ تعالیٰ حجرین انتھی۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ۱ ص ۶۴ ذکر زین فی فضائل مکۃ عن بعض السلف قال ما امھلھما اللہ الی ان یفجرا فیھا ولکنہ قبّلھا فمسخا حجرین فأخرجا الی الصفا والمروۃ فنُصبا علیھما لیکونا عبرۃً وموعظۃً فلما کان عمرو بن لحی نقلھما الی الکعبۃ ونصبھما علی زمزم فطاف الناس بالکعبۃ وبھما حتی عُبدا من دون اللہ اھ۔ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اساف صفا پر تھا اور نائلہ مروہ پر۔ اور اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما۔ قال البیضاوی کان اساف علی الصفا ونائلۃ علی المروۃ وکان اھل الجاھلیۃ اذا سعوا مسحوھما فلما جاء الاسلام وکسر الاصنام تحرّج المسلمون ان یطوفوا بھما لذلک فنزلت ھذہ الآیۃ اھ۔

وذکر الواقدی عن اشیاخہ قالوا کان اساف ونائلۃ رجلا وامرأۃ الرجل اساف بن عمرو والمرأۃ نائلۃ بنت سھیل من جرھم فزنیا فی جوف الکعبۃ فمسخا حجرین فاتخذوھما یعبدونھما وکانوا یذبحون عندھما ویحلقون رؤسھم عندھما فلما کسرت الاصنام کسرا ای فی فتح مکۃ فخرجت من احدھما امرأۃ سوداء شمطاء تحمش وجھھا عریانۃً ناشرۃ الشعر تدعو بالویل فقیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک فقال تلک نائلۃ قد أیست ان تُعبد ببلادکم ابدا ویقال رَنّ ابلیس ثلاث رَنّاتٍ رَنّۃً حین لُعِن فتغیرت صورتہ عن صورۃ الملائکۃ ورَنّۃً حین رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائما بمکۃ یصلی ورَنّۃً حین افتتح رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ فاجتمعت الیہ ذریتہ فقال ابلیس آیئسوا ان تردوا امۃ محمد علی الشرک بعد یومہم ھذا ابدًا ولکن افشوا فیھم النوح والشعر انتہی۔

ازرقی لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت طواف کی ابتداء اساف سے کرتے تھے۔ اوّلاً اساف کا استلام کرتے پھر حجر اسود کا استلام کرتے اور پھر دائیں طرف طواف کرتے تھے یعنی حالتِ طواف میں بیت اللہ شریف ان کی دائیں جانب ہوتا تھا۔ طواف ختم ہونے کے بعد اولاً حجر اسود کا استلام کرتے پھر نائلہ کا استلام یعنی مسح و تقبیل کرتے ہوئے طواف ختم کر دیتے تھے۔

بعض عرب طواف کرنے کے بعد اپنے کپڑے اتار کر اساف و نائلہ کے پاس ڈال دیتے اور پھر وہ کپڑے وہیں پڑے رہتے تھے اور کوئی بھی ان کپڑوں کو اٹھاتا نہیں تھا۔ تا آنکہ وہ پھٹ کر تار تار ہو جاتے۔ قال فاذا فرغ من طوافہ نزع ثیابہ ثم جعلھا یطرحھا بین اساف و نائلۃ فلا یمسحھا احد ولا ینتفع بھا حتی تبلی من وطی الاقدام ومن الشمس والریاح والمطر انتہی۔ اس طرح اساف و نائلہ کے پاس کپڑوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔ اخبار مکہ ص ۱۱۴۔

وفیہ ان اساف و نائلۃ اُخرجا من الکعبۃ فنصب احدُھما علی الصفا والاخری علی المروۃ لیعتبر بھما الناس فلم یزل امرھما یدرس ویتقادم حتی صارا یمسحان یتمسح بھما من وقف علی الصفا و المروۃ فلما کان عمرو بن لحی امر الناس بعبادتھما والتمسح بھما حتی کان قصی بن کلاب فحوّلھما من الصفا و المروۃ فجعل احدھما یلصق الکعبۃ وجعل الاخر فی موضع زمزم ویقال جعلھما جمیعا فی موضع زمزم وکان ینحر عندھما وکان اھل الجاھلیۃ یمرّون باساف و نائلۃ ویتمسحون بھما وکان الطائف اذا طاف بالبیت یبدأ باساف فیستلمہ فاذا فرغ من طوافہ ختم بنائلۃ فاستلمھا فکانا کذلک حتی کان یوم الفتح فکسرھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ما کسر من الاصنام۔

وعن عمرۃ انھا قالت کان اساف و نائلۃ رجلًا و امرأۃً فمُسِخا حجرین فاخرجا من جوف الکعبۃ وعلیھما ثیابھما فجُعِل احدھما یلصق الکعبۃ والاخر عند زمزم وکان یطرح بینھما ما یھدی للکعبۃ ویقال ان ذلک الموضع کان یسمی الحطیم وانما نُصبا ھنالک لیعتبر بھما الناس فلم یزل امرھما یدرس حتی جُعِلا وثنین یُعبدان وکانت ثیابھما کلّما بلیت اخلفوا لھما ثیابًا ثم اخذ الذی یلصق الکعبۃ فجعل مع الذی عند زمزم وکانوا ینوبون عندھما ولم تکن تدنو عندھما امرأۃ طامثۃ۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ ای یوم الفتح و حول الکعبۃ ثلاثمائۃ وستّون صنمًا منھا ما قد شدّ برصاص فطاف علی راحلتہ وھو یقول جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقًا ویشیر الیھا ای بقضیبہ فما منھا صنم اشار الی وجھہ

الا وقع علی دبرہ ولا اشار الی دبرہ الا وقع علی وجھہ حتی وقعت کلھا۔

نضیر۔ وان یاتوکم اسارٰی تفادوھم کے بیان میں مذکور ہے۔ بنو نضیر یہود مدینہ منورہ کا ایک قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کے لوگ بڑے مال دار اور شرارتی تھے۔ کہتے ہیں کہ بنو نضیر ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں حیی بن اخطب وغیرہ اس کے امرا تھے۔ نبی علیہ السلام اور ان کے مابین یہ معاہدہ تھا کہ ایک دوسرے کے خلاف کوئی بات اور کوئی کام نہیں کریں گے۔ اور دیات میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ عمرو بن امیہ ضمریؓ نے بئر معونہ کے افسوسناک والمناک حادثہ جس میں بہت سے قرا صحابہ قتل کیے گئے سے واپس مدینہ منورہ آتے ہوئے بنو عامر یعنی قاتل قبیلہ کے دو آدمی راستے میں قتل کر دیے۔ عمرو کو یہ پتہ نہ تھا کہ یہ دو آدمی نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے معاہدہ کر کے آرہے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے حسب معاہدہ ان دو مقتولوں کی دیت ادا کرنا چاہی۔ چنانچہ آپؐ اس سلسلے میں دس صحابہ کو ساتھ لے کر مالی معاونت حاصل کرنے کے لیے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ یہود نے یہ موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے آپؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اطلاع ہوگئی تو آپؐ اٹھ کر تشریف لے گئے اور پھر اعلانِ جنگ کر کے بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ یہ غزوہ ۴ھ میں واقع ہوا تھا۔ اس ساری شرارت کا سرپرست حیی بن اخطب والد صفیہؓ ام المومنین رضی اللہ عنہا تھا۔ بنو نضیر کئی دن کے محاصرہ سے جب تنگ ہوئے تو جلاوطنی کی اجازت چاہی۔ نبی علیہ السلام نے اجازت دے دی اور فرمایا کہ اسلحہ کے علاوہ جو سامان اونٹوں پر لے جا سکتے ہو لے جاؤ۔ چنانچہ وہ زینت کا اظہار کرتے ہوئے بڑے کرّ و فر سے چھ سو اونٹوں پر سامان لاد کر نکل گئے۔ بعض خیبر اور بعض ملکِ شام چلے گئے۔ اس واقعہ میں بنو نضیر کے صرف دو آدمی یامین بن عمیر و ابو سعید بن وہب مسلمان ہوئے۔ بنو نضیر کے بارے میں سورۂ حشر نازل ہوئی اسی وجہ سے ابن عباسؓ سورۂ حشر کو سورۂ بنی نضیر کہتے تھے۔

بنو نضیر کے گھروں میں سے نبی علیہ السلام کو جو اسلحہ ملا اس کی تفصیل یہ ہے ۵۰ دروع۔ ۵۰ خود۔ لوہے کی ٹوپی۔ ۳۴۰ تلواریں۔

نجران بفتح نون۔ آیت وقالت الیھود لیست النصاری علی شیء الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔ نجران عربستان میں ایک شہر کا نام ہے جس کے اکثر باشندے نصاریٰ تھے۔ یہ شہر مکہ مکرمہ سے بجہتِ یمن سات مراحل دور ہے۔ اس کے ارد گرد بہت بستیاں تھیں۔ نجران بن زیدان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کے نام پر اس شہر کا نام نجران رکھا گیا۔ کیونکہ نجران بن زیدان سب سے پہلے یہاں پر وارد ہوا تھا اور اس شہر کو آباد کیا تھا۔

بقول بعض مفسرین قصۂ اُخدود اسی شہر میں واقع ہوا تھا۔ اس قصہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اس قصہ میں عبداللہ بن ثامر مؤمن و موحّد کی کرامات کی وجہ سے لوگ عیسائی بن گئے۔ اُس زمانے میں قبل اسلام

عیسائیت ہی صحیح دینِ توحید تھا۔ تثلیث کا عقیدہ اس وقت عام نہ تھا۔ کعبۃ اللہ کے مقابلے میں وہاں ایک خوبصورت قصر ان لوگوں نے بنایا تھا اور وہ کعبۂ نجران کے نام سے مشہور تھا۔ یاقوت نے معجم البلدان میں ایک حدیث ذکر کی ہے جس کی صحت مسلّم نہیں ہے وہ یہ ہے روی عن النبی علیہ السلام انہ قال القُریٰ المحفوظۃ اربع مکۃ والمدینۃ وایلیاء ونجران وما من لیلۃ الا وینزل علی نجران سبعون الف ملک یسلّمون علی اصحاب الاخدود ولا یرجعون الیھا بعد ھذا ابدًا۔ بقول یاقوت نجران صلحاً سنہ ۹ھ کو فتح ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل نجران و یہود خیبر کو جلاوطن کر کے جزیرۂ عرب سے نکال دیا تھا۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کی خواہش یہی تھی عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاخرجنّ الیھود والنصاریٰ عن جزیرۃ العرب حتی لا ادَع فیھا الا مسلمًا وعن ابی عبیدۃ الجراح رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اٰخر ما تکلم بہ انہ قال اَخرجوا الیھود من الحجاز واخرجوا اھل نجران من جزیرۃ العرب۔

وفد نصاریٰ نجران کا قصہ مشہور ہے۔ ان سے نبی علیہ السلام نے اظہارِ حق کے لیے مباہلہ طے فرمایا تھا مگر وہ لوگ مباہلہ کے لیے نہیں آئے۔ وفد نجران میں ۶۰ آدمی تھے یہ وفد بوقت عصر پہنچا تو انہوں نے مسجد نبوی میں بطرف مشرق منہ کر کے اپنی عبادت و نماز شروع کر دی۔ صحابہ نے ان کو منع کرنا چاہا مگر نبی علیہ السلام نے فرمایا کرنے دو پڑھنے دو۔ مقصد تالیفِ قلب تھا کیونکہ وہ مہمان تھے اور اسلام کے بارے میں گفتگو کرنے آئے تھے اس لیے وقتی مصلحت کے طور پر ان کو اجازت دی گئی ورنہ اصل حکم یہ ہے کہ کفار مسجد میں عبادت نہیں کر سکتے۔

شرکاء وفد نے بطور نمائش و اظہار رعب رنگین و قیمتی ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سونے کی انگوٹھیاں بھی انگلیوں میں تھیں۔ بعض مسلمانوں نے ان کی یہ چمک دمک دیکھی تو دل میں دنیا کا قدرے شوق پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں قل اؤنبئکم بخیر من ذلکم للذین اتقوا عند ربھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا وازواج مطھرۃ ورضوان من اللہ واللہ بصیر بالعباد نبی علیہ السلام نے ان کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا قد کنا مسلمین قبلک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذبتم یمنعکم من الاسلام ثلاثٌ عبادتکم الصلیب واکلکم لحم الخنزیر وزعمکم ان للہ ولدًا۔ پھر بڑی بحث ہوئی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور دیگر امور میں بھی مگر وہ لوگ انکار پر قائم رہے۔

آخر کار نبی علیہ السلام نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی انھوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کی مہلت مانگی۔ صبح نماز کے بعد نبی علیہ السلام حسن و حسین و فاطمہ رضی اللہ عنہم سمیت مباہلہ کے لیے تشریف لے آئے۔

لیکن اہل وفد نے مباہلہ سے گریز کیا اور آپس میں مشورہ کر کے اس پر اتفاق ہوا کہ یہ یقیناً نبی برحق ہیں اور نبی سے جن لوگوں نے مباہلہ کیا وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ پھر صلح کر کے واپس چلے گئے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا اما والذی نفسی بیدہ لقد تدلی العذاب علی اھل نجران ولو لاعنونی لمسخوا قردۃً وخنازیر ولاضرم الوادی علیھم نارًا ولاستاصل اللہ تعالیٰ نجران واھلہ حتی الطیر علی الشجر ولاحال الحول علی النصاری حتی یھلکوا۔ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۲۱۲ سورۂ آل عمران کی بہت سی ابتدائی آیات اہل نجران کے بارے میں نازل ہوئیں۔

النیل۔ آیت تجری من تحتھا الانھار کے بیان میں مذکور ہے۔ نیل ملک مصر میں ایک دریا کا نام ہے نیل کا اصلی نام رومی لفظ نیلوس سے ماخوذ ہے۔ کما صرح بہ الشیخ حمزۃ۔ عربی لغت میں دریا کو نہر اور سمندر کو بحر کہتے ہیں۔ احادیث نبویہ میں نہر نیل و نہر فرات وغیرہ کا بار بار ذکر آیا ہے۔ نیل میں تمساح یعنی مگرمچھ کثرت سے ہوتے ہیں۔ تمساح کے خطرے کی وجہ سے لوگ اس میں داخل ہونے سے ڈرتے ہیں۔

مشہور ہے کہ یہ دنیا کے سب دریاؤں سے طویل تر دریا ہے۔ چنانچہ قزوینی عجائب المخلوقات ص ۱۶۴ میں لکھتے ہیں لیس فی الدنیا نھر اطول من النیل لان مسیرہ شھر فی بلاد الاسلام وشھرین فی بلاد النوبۃ و اربعۃ اشھر فی الخراب الی ان یخرج ببلاد القمر خلف خط الاستواء ولیس فی الدنیا نھر یصب من الجنوب الی الشمال سواہ اھ۔ فرید وجدی دائرۃ المعارف ج ۱۰ ص ۴۳۹ پر لکھتے ہیں النیل نھر من اطول انھار المعمور واعذبھا وقد کان یؤلھہ المصریون الاقدمون ویعبدونہ طولہ ۵۰۰۰ کیلومتر انتھی۔

کیلومیٹر میل سے کم ہوتا ہے۔ اگر دریائے نیل کا طول یہی صحیح ہو تو پھر اسے دنیا کا طویل ترین دریا تسلیم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ ہمارے پاکستان کا دریائے راوی جو لاہور کے پاس سے گزرتا ہے اور کراچی کے قریب سمندر میں جا گرتا ہے اسی طرح دریائے سندھ وغیرہ پنجاب کے دریا بلا ریب پانچ سو کیلومیٹر کیا پانچ سو میل سے بھی زیادہ طویل ہیں۔ شاید ایک صفر رہ گیا ہے اور اصل عبارت یوں ہے طولہ ۵۰۰۰ کیلومتر۔

دریائے نیل مصر کی حیات و آبادی کا ذریعہ ہے۔ یہ دریا متعدد خصوصیات و احوال میں دیگر دریاؤں سے ممتاز ہے۔ عام دریاؤں میں سیلاب نقصان دہ ہوتا ہے لیکن نیل کا سیلاب مفید تر ہے اور مصری لوگ اس میں سیلاب آنے کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ دریائے نیل میں ایک خاص تاریخ سے طغیانی اور سطح آب کی بلندی شروع ہوتی ہے اور وہ دن اصطلاح قبط میں یوم الصلیب کہلاتا ہے۔ سیلاب کے بعد نیل کی سطح مرتفع ہو کر سارے مصر کی زمینوں میں اس کا پانی پہنچ جاتا ہے اور مصر ایک سمندر کی شکل اختیار کر لیتا ہے پھر ایک مخصوص تاریخ سے اس میں بتدریج کمی آنی شروع ہو جاتی ہے اور پانی خشک ہونے کے بعد زمینوں میں زراعت کا آغاز ہو جاتا ہے۔ دائرۃ المعارف میں ہے احسن زیادۃ النیل سبعۃ امتار فوق نھایۃ التحاریق

وقد یرتفع النیل احیانا فیسبب غرق الاراضی انتھی ۔ یاقوت معجم البلدان ج ۵ ص ۳۳۴ پر لکھتے ہیں ومن عجائب مصر النیل جعلہ اللہ لھا سقیا یزرع علیہ ویستغنی بہ عن میاہ المطر فی ایام القیظ اذا نضبت المیاہ من سائر الانھار ویمتد النیل فی اشد ما یکون من الحرحین تنقص انھار الدنیا۔

وقد روی عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ انہ قال ان نیل مصر سید الانھار سخر اللہ لہ کل نھر بین المشرق والمغرب ان یمدہ لہ وذللہ لہ ۔ فاذا اراد اللہ تعالیٰ ان یجری نیل مصر امر اللہ تعالی کل نھر ان یمدہ بمائہ وفجر اللہ لہ الارض عیونا فاذا ابلغ النیل نھایتہ امر اللہ کل ماء ان یرجع الی عنصرہ ولذلک جمیع میاہ الارض تقل ایام زیادتہ ۔ دریائے نیل میں طغیانی ہمیشہ قبطی ماہ بؤونہ کی گیارہ تاریخ کو شروع ہوتی ہے اور جس سال نیل میں یہ سیلاب نہ آئے اور نیل مصر کے باغات وزمینوں پر نہ چڑھے وہ سال اہل مصر کے لیے تباہی وقحط کا سال ہوتا ہے ۔ مصر کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں فتح کیا ۔

روایت ہے کہ جس سال مسلمانوں نے مصر فتح کیا اس سال اتفاق سے ۱۱ بؤونہ کو نیل میں خلاف معمول طغیانی نہیں آئی تو اہل مصر اپنے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اس سال قحط کا خطرہ ہے کیونکہ نیل میں اس سال طغیانی نہیں آئی اور ہمارا ایک پرانا طریقہ ہے جس کے بغیر نیل میں طغیانی نہیں آتی ۔

وہ طریقہ یہ ہے کہ ۱۲ ماہ بؤونہ کی بارہ تاریخ کو ایک کنواری لڑکی کے والدین کو مال دیکر وہ ان سے حاصل کر لیتے ہیں اور پھر اس لڑکی کو زیورات اور عمدہ لباس سے آراستہ کر کے دریائے نیل کی موجوں کے حوالے کر دیتے ہیں یہ گویا کہ دریائے نیل کی خوراک اور نذرانہ ہے اس کے بعد دریائے نیل میں طغیانی اور سیلاب آجاتا ہے ۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان ھذا لایکون فی الاسلام وان الاسلام یھدم ما کان قبلہ چنانچہ ماہ بؤونہ پھر ماہ ابیب اور ماہ مسری یعنی تین مہینے گزر گئے اور دریائے نیل کا پانی خشک ہونے لگا اور لوگوں نے قحط سالی کے ڈر سے نقلِ مکانی کے ارادے کر لیے ۔

جب عمرو بن العاصؓ نے یہ مصیبت دیکھی تو سارے قصہ کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی ۔ فکتب الیہ عمرؓ قد اصبت ان الاسلام یھدم ما قبلہ وقد بعثتُ الیک ببطاقۃ فالقھا فی داخل النیل اذا اتاک کتابی ھذا واذا فی کتابہ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ من عبد اللہ عمر بن الخطاب امیر المؤمنین الی نیل مصر ۔ اما بعد فان کنت تجری من قبلک فلا تجر وان کان الواحد القھار یجریک فنسأل اللہ الواحد القھار ان یجریک

چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ بطاقہ عید صلیب سے ایک دن قبل دریائے نیل میں ڈال دیا ۔ روایات میں ہے کہ اسی رات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نیل کا پانی سولہ گز بلند ہوا اور اس طرح قحط سالی کا خطرہ ٹل گیا ۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ اس کے بعد سے دریائے نیل میں دستور کے مطابق برابر سیلاب آتا رہتا ہے۔

کتب تاریخ میں ہے کہ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی قبر دریائے نیل میں تھی یا نیل کے کنارے پانی میں تھی تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے نکالا۔ ان کی میت ایک صندوق میں تھی اور اپنے ساتھ لے گئے تاکہ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی وصیت کے موافق انھیں آباء واجداد کے مقبرہ میں دفن کردیں کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۳۸۶۔

حدیث معراج میں ہے کہ نیل وفرات دونوں کا اخراج جنت سے ہے چنانچہ روایت مسلم ہے انہ علیہ السلام رأی اربعۃ انہار تخرج من اصلھا (ای من اصل سدرۃ المنتہیٰ) نھران ظاھران ونھران باطنان فقلت یا جبرائیل ماھذہ الانھار قال اما النھران الباطنان فنھران فی الجنۃ واما الظاھران فالنیل و الفرات۔ وفی روایۃ یخرج من اصلھا اربعۃ انہار من الجنۃ وھی النیل والفرات وسیحان وجیحان۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نیل وفرات کا اصل سرچشمہ اور منبع جنت میں ہے۔ کیونکہ نیل و فرات زمین ہی پر بہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ان دریاؤں کا پوشیدہ طور پر جنت سے کچھ تعلق ہے۔ اگرچہ اس تعلق کی تفصیل وکیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ قیامت کے دن یہ دونوں دریا جنت میں منتقل کردیے جائیں گے۔ نیز ممکن ہے کہ یہ کلام مبنی بر تشبیہ ہو اور اس میں یہ اشارہ ہو کہ نیل و فرات کے پانی میں اللہ پاک نے خاص قسم کی فضیلت وبرکت ڈالی ہے جس کا تعلق جنت سے ہے۔

سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۰۰ پر ہے وقد جاء فی حدیث ما من یوم الا وینزل ماء من الجنۃ فی الفرات قال بعضھم ومصداقہ ان الفرات مد فی بعض السنین فوجد فیہ رمان کل واحدۃ مثل البعیر فیقال انہ رمان الجنۃ وھذا الحدیث ذکرہ ابن الجوزی فی الاحادیث الواھیۃ وفی حدیث موقوف علی ابن عباس رض اذا حان خروج یأجوج ومأجوج ارسل اللہ تعالی جبرئیل فرفع من الارض ھذہ الانھار القرآن والعلم والحجر والمقام وتابوت موسیٰ علیہ السلام بما فیہ الی السماء۔

وروی الطبرانی ان سدرۃ المنتہیٰ یخرج من اصلھا اربعۃ انہار من ماء غیر آسن ومن لبن لم یتغیر طعمہ ومن خمر لذۃ للشاربین ومن عسل مصفی۔ وعن کعب الاحبار ان نھر العسل نھر النیل ویدل لذلک قول بعضھم لولا دخول بحر النیل فی البحر الملح الذی یقال لہ البحر الاخضر قبل ان یصل الی بحیرۃ الزنج ویختلط بملوحتہ لما قدر احد علی شربہ لشدۃ حلاوتہ ونھر اللبن نھر جیحان ونھر الخمر نھر الفرات ونھر الماء نھر سیحان انتہیٰ۔

واسط۔ آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ واسط بصرہ و کوفہ کے درمیان مشہور شہر کا نام ہے۔ اسے حجاج ثقفی نے آباد کیا تھا۔ چونکہ یہ شہر بصرہ و کوفہ کے وسط میں ہے ہر ایک سے اس کا فاصلہ ۵۰ فرسخ ہے اور بقول بعض ۴۰ فرسخ۔ اس واسطے اسے واسط کہتے ہیں۔ واسط منصرف بھی مستعمل ہے اور غیر منصرف بھی۔

واسط کی تعمیر حجاج والی عراق نے ۸۴ھ میں شروع کی اور ۸۶ھ میں اس سے فارغ ہوا۔ کہتے ہیں کہ حجاج اہل کوفہ سے تنگ آگیا تو ایک معتمد آدمی کو نیا شہر بسانے کے لیے جگہ تلاش کرنے پر مامور کیا۔ اور کہا کہ وہ جگہ دریا کے قریب ہو۔ اس شخص کو یہ جگہ پسند آئی۔ آب و ہوا اچھی تھی۔ اس کو لوگوں نے بتایا کہ یہ جگہ کوفہ سے ۴۰ فرسخ ہے مدائن سے بھی ۴۰ فرسخ۔ اہواز سے بھی ۴۰ فرسخ اور بصرہ سے بھی ۴۰ فرسخ۔ لہٰذا اس شہر کا نام واسط رکھا۔

شہر واسط کی تعمیر سے قبل ایک عجیب قصہ کتب میں موجود ہے وہ یہ ہے۔ سماک بن حرب کہتے ہیں کہ حجاج نے مجھے اس علاقہ کا والی اور منتظم مقرر کیا فبینما انا یوماً علی شاطئ دجلۃ ومعی صاحبٌ لی اذا انا برجل علی فرس فصاح باسمی واسم ابی فقلتُ ما تشاء؟ فقال الویل لاھل مدینۃ تُبنی ھٰھنا لیُقتلنّ فیھا ظلماً سبعون الفاً کرر ذلک ثلاث مرات ثم اقحم فرسہ فی دجلۃ حتی غاب فی الماء فلما کان من قابلٍ ساقنی القضاءُ الی ذلک الموضع فاذا انا برجل علی فرس فصاح بی کما صاح فی المرۃ الاولی وقال کما قال وزاد سیُقتل من حولھا ما یستقلّ الحصیٰ لعددھم ثم اقحم فرسہ فی الماء حتی غاب قال وکانوا یرَون انھا واسط وما قُتِل فیھا کذا ذکر یاقوت فی المعجم۔

وقیل اُحصِی فی محبس الحجاج ثلاثۃ وثلاثون الف انسان لم یُحبَسوا فی دم ولا تبعۃ ولا دین واُحصِیَ مَن قتلہ صبرًا فبلغوا مائۃً وعشرین الفاً۔

وذُکِر الحجاجُ الثقفی عند عبد الوھاب الثقفی بسوءٍ فغضب فقال انما تذکرون المساوی اوما تعلمون انہ اوّل من ضرب دراھمًا علیہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ واوّل من بنی مدینۃ بعد الصحابۃ فی الاسلام واول من اتخذ المحامل وانّ امرأۃ من المسلمین سُبِیت بالھند فنادت یا حجاجاہ فاتّصل بہ ذلک فجعل یقول لبّیک لبّیک وانفق سبعۃ آلاف الف درھم وارسل محمد بن قاسم علی الافواج حتی افتتح الھند والسند۔ وافتتح تلک الاراضی ومنھا ملتان و استنقذ المرأۃ واحسن الیھا کذا ذکر یاقوت۔

یمن ۔ آیت وتزوّدوا فانّ خیر الزاد التقوٰی کی تفسیر میں مذکور ہے ۔ یمن مشہور ملک عرب کا نام ہے ۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کے رکن کی طرف جو اشرف الارکان میں سے ہے رُخ و منہ کرنے والے شخص کی جانبِ یمین میں واقع ہے قال ابن عباس تفرقت العرب فمن تیامن منهم سُمّیت الیمن و یقال اِنّ الناس کثروا بمکة فلم تحملهم فالتأمت بنو یمین الی الیمن وهی ایمن الارض فسمیت بذلك کذا فی معجم البلدان ج ۵ ص ۴۴۷ صنعاء ۔ حضرموت ۔ عمان ۔ عدن وغیرہ یمن کے بلاد ہیں ۔

یمن کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں اول مطابق قیاس یعنی یَمَنِیٌّ ۔ دوم یَمانِیٌ بتخفیف یا برزن ثمانی یقال رجلٌ یمانٍ وامرأةٌ یمانیة مثل ثمانٍ وثمانیة اور یہ طریقہ کثیر الاستعمال ہے ۔ عام نحاۃ کے نزدیک یمانی میں تشدید غلط ہے ۔ کیونکہ الف ایک یا مشدّدہ کا عوض ہے ۔ فلا یجوز الالف مع تشدید الیاء لامتناع جمع العوض والمعوض عنہ ۔ لیکن سیبویہ بطور قلّت وندرت تشدید کی روایت بعض عرب سے کرتے ہیں ۔ فیقال یمانیّ بتشدید الیاء ۔ اور یہ طریقہ سوم ہے ۔ کہتے ہیں اَیمَنَ الرجل و یَمَّنَ و یامَنَ اذا اَتَی الیمن ۔ اصمعی فرماتے ہیں اربعةٌ اشیاء قد ملأت الدنیا ولا تکون الا بالیمن الوَرس والکُندُر والخَطر والعصب ۔

ابراہیم بن مخرمہؒ نے ایک دن خلیفہ سفاح عباسی کے سامنے یمن کے بہت سے مفاخر بیان کیے ۔ خالد بن صفوان بھی بیٹھا تھا تو خالد نے انھیں کہا وبعدُ فما منکم الّا ادبغُ جلدٍ اونا سجُ بُردٍ او سائسُ قردٍ او راکبُ عِردٍ دلّ علیکم هُدهُد وغرّتکم حُرذ وملکتکم اُمُّ ولدٍ فسکتَ وکأنما ألجمَ ۔

بعض کتبِ تاریخ میں ہے کہ قحطان ہود النبی علیہ السلام کا نام ہے ۔ ان کے بیٹے کا نام یعرب بن قحطان ہے ۔ ہود علیہ السلام اپنے فرزند یعرب کو متعدد برکات و کمالات کی وجہ سے اَیمَن (مبارک) کہا کرتے تھے ۔ یعرب اوّل شخص ہیں جو یمن میں آباد ہوئے ۔ اسی وجہ سے یمن کو یمن کہتے ہیں قال فی السیرة الحلبیة ج ۱ ص ۱۸ اوّل من تکلّم بالعربیة یعرب بن قحطان ویعرب هذا قیل له ایمن لان هودًا نبی الله علیه السلام قال له انت اَیمَنُ وُلدِی وسُمّی الیمن یمنًا بنزوله فیه انتهی ۔

فائدہ ۔ یمن پر جن بادشاہوں نے حکومت کی ہم یہاں پر مختصراً ان کے نام ۔ بعض احوال اور مدتِ حکومت کا ذکر کرتے ہیں ۔

ملوکِ یمن میں پہلا بادشاہ سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے ۔ سبا کا اصل نام عبد شمس ہے ۔ اس نے ۸۴ سال حکومت کی ۔ ملوکِ یمن کے اسماء و مدتِ حکومت میں اصحاب تاریخ کا بڑا اختلاف ہے ۔ مندرجہ ذیل نقشہ مسعودی کی رائے کے مطابق ہے ۔ اس نقشہ میں یعرب و یشجب و قحطان کا ذکر نہیں ۔ حالانکہ ان تینوں نے بھی حکومت کی ہے ۔

عدد	بادشاہ یمن کا نام مع بعض احوال کے	مدت حکومت سالوں میں
۱	سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان	۴۸۴
۲	ثم حمیر بن سبأ۔ کان شجاعًا وھو اول من وضع علی رأسہ تاج الذھب من ملوك الیمن۔	۵۰ تقریبًا
۳	ثم کھلان بن سبأ بن یشجب۔	۳۰۰ تقریبًا
۴	ثم ابو مالك عمرو بن سبأ۔ وکان عادلًا محسنًا۔	۳۰۰
۵	ثم جبار بن غالب بن زید بن کھلان۔	۱۲۰
۶	ثم الحارث بن مالك بن افریقس بن صیفی بن یشجب بن سبأ	۱۴۰
۷	ثم الرائش بن شداد بن ملظاظ۔	۱۲۵
۸	ثم ابرھۃ بن الرائش وھو ذو المنار۔	۱۸۰
۹	ثم افریقس بن ابرھۃ۔	۱۶۴
۱۰	ثم العبد بن ابرھۃ۔ وھو ذو الاذعار۔	۲۵
۱۱	ثم الھدھاد بن شرحبیل بن عمرو بن الرائش۔	۱۰ یا ۷
۱۲	ثم تُبّع الاول ذکروا ان بلقیس قتلتہ	۴۰۰
۱۳	ثم بلقیس بنت الھدھاد قیل کانت امہ جنیۃ واقھا غابت بعد ما ولدت بلقیسًا ولھا خبر ظریف وامرھا مع سلیمان علیہ السلام وامر الھدھد ذکرہ اللہ فی القرآن۔	۱۲۰
۱۴	ثم ملك الیمن سلیمان علیہ السلام ثلاثا وعشرین سنۃ۔ ثم عاد الملك بعد سلیمانؑ الی حمیر۔	۲۳
۱۵	ثم ناشر النعم بن عمرو بن یعفر۔	۳۵
۱۶	ثم شمر بن افریقس بن ابرھۃ۔	۵۳
۱۷	ثم تبع الاقرن بن شمر۔	۱۶۳
۱۸	ثم کلیکرب بن تبّع۔	۱۲۰
۱۹	ثم حسّان بن تبّع فاستقام لہ الامر ثم قُتِل۔	۲۵
۲۰	ثم عمرو بن تبع وھو القاتل لاخیہ حسّان المتقدم ذکرہ۔ ویقال انہ عدم النوم	

	لما كان قتل اخاه ـ	٦٤
٢١	ثم تبع بن حسان بن كليكرب وهو الملك السائر من اليمن الى الحجاز و كانت له مع الاوس والخزرج حروب واراد هدم الكعبة فمنعه من كان معه من احبار يهود فكساها القصب واليمانى وغلبت فى زمنه على اليمن اليهودية ورجع الناس عن عبادة الاصنام ـ	١٠٠
٢٢	ثم عمرو بن تبع ملك اليمن بعد تنازع ـ	٤٠
٢٣	ثم وليعة بن مرثد	٣٩
٢٤	ثم ابرهة بن الصباح بن وليعة بن مرثد ـ	٩٣
٢٥	ثم عمرو بن ذى قيفان	١٧
٢٦	ثم ذو شناتر ولم يكن من اهل بيت الملك فغرى بالاحداث من ابناء الملوك واظهر الفسق باليمن واللواط ومع ذلك كان عادلا فى رعيته فقتله ذونواس يوسف وكان من ابناء الملوك خوفا من ان يفسق به ـ	٢٩
٢٧	ثم يوسف[1] ذونواس بن زرعة بن تبع الاصغر بن حسان بن كليكرب وهو صاحب قصة اصحاب الاخدود وتحريقه اياهم بالنار وكان ملكه ٢٦٠ سنة ـ	٢٦٠

[1] لاصحاب الاخدود ذكر فى القرآن قال الله تعالى قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود الى قوله وما نقموا منهم الا ان يؤمنوا بالله العزيز الحميد ـ قالوا انهم كانوا فى الفترة بين عيسى ونبينا محمد عليهما الصلوة والسلام فى مدينة نجران باليمن ـ كما قال المسعودى فى مروج الذهب ج ١ ص ٦٧ وقد ذكرنا حال نجران فى فصل آخر من هذا الكتاب ـ وكانوا فى زمن ذى نواس وكان على دين اليهودية فبلغ ذا نواس ان قوما بنجران على دين المسيح عليه السلام فسار اليهم واحتفر اخاديد فى الارض وملأها نارا ثم عرضهم على اليهودية فمن تبعه ترك ومن ابى قذفه فى النار ـ

فاتى بامرة معها طفلها ابن سبعة اشهر فابت فادنيت من النار فجزعت فانطق الله الطفل فقال يا امه امض على دينك فلا نار بعد هذه النار فالقاها فى النار وكانوا موحدين لا على رأى النصرانية اصحاب التثليث وفى بعض الروايات انه اخذ منها الطفل والقوة فى النار فجزعت الام واراد ت ان تتبع اليهودية فنادتها الطفل من النار يا امه ادخلى النار فانها حديقة وليست بنار فدخلت فيها ودخل فيها جميع الموحدين قال الشيخ الرومى فى المثنوى ـ

۲۸	ثم ارياط بن اصحمة ۔	۲۰
۲۹	ثم ابرهة الاشرم ابو يكسوم ۔ وكان ذلك فی ملك قباذ ملك فارس ۔	۴۳

خواست تا سجده کند او پیش بت　　بانگ برزد طفل انّی لم اَمُت
اندر آیید اے مسلماناں ہمہ　　پیش عذب دیں عذاب است آں ہمہ

وقالت النار لذی نواس حین تحیّر ؎

گفت آتش من ہمانم آتشم　　اندر آں تا تو ببینی تابشم

فمضی رجل الی قیصر یستنجدہ فکتب لہ قیصر الی النجاشی ملك الحبشة لانہ کان اقرب دارًا فبعث النجاشی الحبشة وعلیهم ارياط بن اصحمة فانهزم ذونواس بعد حرب طویلة وغرق نفسہ خوفا من العار کما فی مروج الذهب ج ۲ ص۷۸ فملك ارياط الیمن عشرین سنة ثم وثب علیہ ابرهة الاشرم ابو یکسوم فقتلہ وملك الیمن ۔

۲ کان ابرهة فی القرن السادس من المیلاد نائبا علی الیمن عن اصحمة ملك الحبش وهو صاحب الفیل الذی اراد هدم بیت الله ولہ ذکر فی القرآن قال الله الم ترکیف فعل ربك باصحاب الفیل الخ وقصّتہ انہ حسد بیت الله فبنی کنیسةً بصنعاء سماها القلیس وزیّنها الی غایة واراد ان یصرف حجّ العرب الیها وکان ابرهة من النصاری فجاء شخص من العرب لما سمع مقالة ابرهة واحدث فیها فغضب ابرهة و اقسم لیسیرن الی البیت فیهدمہ وسار بجیشہ ومعہ الفیل الابیض اسمہ محمود وقیل معہ ثلاثة عشر فیلًا لیهدم کعبة الله فتهیأ بعض العرب لجهادہ فکان اول من قابلہ دوسی من ملوك الیمن فهزمہ ابرهة حتی جاء الی الطائف ثم سار الی مکة وارسل الی قریش وقال لهم لستُ اقصد حربکم بل جئت لاهدم الکعبة فقال عبد المطلب والله لا نرید حربہ ولا نقدر هذا بیت الله فهو یمنعہ من ابرهة ۔

ثم عبد المطلب ذهب الی ابرهة مع رسولہ فقیل لہ ایها الملك هذا سید قریش وهو یطعم الناس بالسهل والوحوش فی رؤس الجبال فلما رآہ ابرهة اجلّہ واکرمہ ونزل عن سریرہ وجلس معہ وسأل عن حاجتہ فقال عبد المطلب حاجتی ان یردّ علیّ الملكُ مائتی بعیرٍ لی اخذها رجال الملك فردّها علیہ قال لہ ابرهة قد اعجبتنی حین رأیتُك ثم زهدتُ فیك حین کلّمتنی اتکلّمنی فی البعیر وتترك بیتًا هو دینُك ودین اٰبائك قد جئتُ لهدمہ فقال لہ عبد المطلب انّی انا ربُّ الابل وانّ للبیت ربًّا سیمنعہ قال ابرهة ما کان لیمنعہ منّی فرجع عبد المطلب الی قریش فاخبرهم الخبر وامرهم بالخروج من مکة الی شعف الجبال تخوّفا علیهم من مغیرة الجیش ۔

راجع انسان العیون ج ۱ ص ۶۰ ودائرۃ المعارف ج ۱ ص ۲ ولقطۃ العجلان ص ۵۱ ومروج الذہب ج ۲ ص ۷۸ واخبار مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۹۱ وروض الانف ج ۱ ص ۴۳ .

وروی ان الفیل العظیم لما رای عبد المطلب برک کما یبرک البعیر وخر ساجدا وانطق اللہ الفیل فقال السلام علی النور الذی فی ظہرک یا عبد المطلب ہذا واللہ اعلم بصحۃ قصۃ منطق الفیل وسجدتہ فلما شرع ابرہۃ فی الذہاب الی مکۃ ووصل الفیل الی اول الحرم فبرک فصاروا یضربون رأسہ ویدخلون الکلالیب فی مراق بطنہ فلا یقوم فوجہوا وجہہ الی جہۃ الشام فقام یہرول وامر ابرہۃ ان یسقی الفیل الخمر لیذہب تمیزہ فسقوہ فثبت علی امرہ وارسل اللہ علیہم الطیر الابابیل ای جماعات من البحر امثال الخطاطیف مع کل طیر ثلاثۃ احجار مثل العدس او الحمص لا یصیب منہم احدا الا اہلکہ فخرجوا ہاربین وضلوا الطرق فہلک اکثرہم واصاب ابرہۃ جدری فجرحہ ومازال بہ حتی اہلکہ ولیس کلہم اصابہ الحجر ثم ارسل اللہ سیلا فالقاہم فی البحر وصاروا یتساقطون بکل منہل وسقطت اعضاء ابرہۃ ووصل الی صنعاء کذلک مع نفر خرجوا بہ معہم تسقط لہ انملۃ انملۃ کلما سقطت منہ انملۃ اتبعتہا منہ مدۃ تمث قیحا ودما حتی قدموا بہ صنعاء وہو مثل فرخ الطائر فمات حتی انصدع صدرہ عن قلبہ .

ثم رکب عبد المطلب لما استبطأ مجیء القوم الی مکۃ ینظر ما الخبر فوجدہم قد ہلکوا ای غالبہم فاحتمل ما شاء من صفراء وبیضاء ثم اعلم اہل مکۃ بہلاک القوم فخرجوا فجمعوا اموالا کثیرۃ وفی کلام سبط ابن الجوزی وسبب غنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان اباہ عفان وعبد المطلب وابا مسعود الثقفی کانوا اول من نزل مخیم الحبشۃ فاخذوا من اموال ابرہۃ واصحابہ شیئا کثیرا ودفنوہ عن قریش فکانوا اغنی قریش واکثرہم مالا ولما مات عفان ورثہ عثمان رضی اللہ عنہ ومن جملۃ من سلم من عسکر ابرہۃ ولم یذہب سائس الفیل وقائدہ فعن عائشۃ رضی اللہ عنہا ادرکت قائد الفیل وسائسہ بمکۃ اعمیین مقعدین یستطعمان الناس وذکر البعض انہ اقام بمکۃ فلال من الجیش وعسفاء وبعض من ضمہ العسکر الحبشی فکانوا بمکۃ یعتملون ویرعون لاہل مکۃ وذکر ابن اسحاق ان اول ما رؤیت الحصبۃ والجدری بارض العرب ذلک العام وانہ اول ما رؤی بہا من مرایر الشجر الحرمل والحنظل من ذلک العام وقال بعض اہل مکۃ کما فی کتب التاریخ انہ اول ما کانت بمکۃ حمام الیمام حمام مکۃ الحمیۃ ذلک الزمان یقال انہا من نسل الطیر التی رمت اصحاب الفیل حین خرجت من البحر من جدۃ . کذا فی اخبار مکۃ للازرقی ، ج ۱ ص ۹۲ .

ویمکن ان یقال ہذا اشتباہ لان الذی قیل انہ من نسل الابابیل انما ہو شئ یشبہ الزرازیر

يكون بباب ابراهيم من الحرم والاقحام الحرم من نسل الحمام الذى عشش على فم الغار. كذا فى السيرة الحلبية ج ١ ص ٦١ -

ولما هلك صاحب الفيل وقومه وجيشه وكان من الحبشة وكان ابرهة حبشيا عزت قريش و هابتهم الناس كلهم وقالوا اهل الله لان الله تعالى معهم وان الله قاتل عنهم وكفاهم مؤنة عدوهم الذى لم يكن لسائر العرب بقتاله قدرة - وكانت قصة الفيل اول المحرم من سنة ٨٨٢ من تاريخ ذى القرنين كذا فى الروض ج ١ ص ٤٥ وفيه وفى رواية انهم استشعروا العذاب فى ليلة ذلك اليوم لانهم نظروا الى النجوم كالحة اليهم تكاد تكلمهم من اقترابها منهم ففزعوا لذلك اه -

ثم اعلم ان ولادته صلى الله عليه وسلم كانت فى عام الفيل وقيل فى يومه فعن ابن عباس قال ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الفيل قال الحافظ ابن حجر المحفوظ انه ولد عام الفيل لا يوم الفيل واليوم فى قول ابن عباس بمعنى مطلق الوقت وفى تاريخ ابن حبان ولد عام الفيل فى اليوم الذى بعث الله تعالى الطير الابابيل فيه على اصحاب الفيل وقيل ولد بعد الفيل بخمسين يوما وقيل بخمسة وخمسين يوما وقيل باربعين يوما وقيل بشهر وقيل بعشر سنين وقيل بثلاث وعشرين سنة وقيل بثلاثين سنة وقيل باربعين سنة وقيل بسبعين سنة -

والجمهور على انه ولد فى عام الفيل قاله ابن كثير وغيره من المحققين. وفى المواهب انه عليه السلام ولد بعد الفيل (اى بعدة بايام) لان قصة الفيل كانت توطئة لنبوته ومقدمة لظهوره وبعثته و وقال القاضى البيضاوى وغيره انها من الامر هاصات اذ رؤى انها وقعت فى السنة التى ولد فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال ابن القيم فى الهدى ان مما جرت به عادة الله تعالى ان يقدم بين يدى الامور العظيمة مقدمات تكون كالمدخل لها فمن ذلك قصة مبعثه صلى الله عليه وسلم تقدمها قصة الفيل.

ولو لم ينطق القرآن بقصة الفيل لكان فى الاخبار المتواطئة والاشعار المتظاهرة فى الجاهلية والاسلام حجة وبيان لشهرتها وما كانت العرب تؤرخ بها فكانوا يؤرخون فى كتبهم ودواوينهم من سنة الفيل فلم تزل قريش والعرب بمكة وغيرها تؤرخ بعام الفيل ثم ارخت بعام الفجار ثم ارخت ببنيان الكعبة - وفى القرآن وارسل عليهم طيرا ابابيل ترميهم بحجارة من سجيل فجعلهم كعصف مأكول. ومعنى ابابيل جماعات متفرقة جمع إبّالة وهى الحزمة الكبيرة شبهت الطير فى اجتماعها بالحزم وقال ابو عبيدة ابابيل مثل عباديد لا واحد لها ولم يأت نص صحيح فى صفة الطير واشكالها فقيل فى لونها انها كانت بيضاء وقيل سوداء وقيل خضراء لها خراطيم كخراطيم الطير واكف كأكف الكلاب و قيل كانت رؤسها كرؤس السباع ومعنى سجيل اى طين متحجر وقيل من طين وقيل السجيل هو

٣٠	ثم بعد موت ابرهة ملك اليمن ابنه يكسوم بن ابرهة فعمّر اذاه عشرين سنة.	٢٠
٣١	ثم مسروق بن ابرهة فاشتدت اذاه على سائر اهل اليمن وكانت امّه من ال ذى يزن فقتل بعد ثلاثة اعوام - فكانت مدة ملكه ثلاث سنين.	٣
٣٢	ثم سيف[٣] بن ذى يزن او معدى كرب بن سيف بن ذى يزن.	٤

سنگ وگل فى الفارسية.

ثم لا مجال للشك فى ارسال الطير ورميها بالحجارة لشهرة امرها فى العرب وتواترها ولما صرّح به القرآن والسنّة. وبعض اهل اوربا والمتنوّرون ينكرون ذلك ويقولون ان هلاك جيش ابرهة كان بالوباء الواقع فيهم وهذا يخالف القرآن قال فى دائرة المعارف ج ١ ص ٣٣ وقد يذهب بعض علماء العصر ان هذه الطيور عبارة عن الميكروبات (جراثيم) ونحو ذلك حملت اليهم الطاعون او البعوض حمل اليهم الحميّات الخبيثة او ميكروبات الجدرى انتهى.

[٣] بقتل مسروق انتهت ولاية الاحابش وملكهم على اليمن وكانوا ملكوها ٧٢ سنة ولاصحاب التاريخ فى ذلك اختلاف كبير. وكان ملوكهم اربعة اولهم ارياط ثم ابرهة ثم يكسوم ثم مسروق.

ذكر الطبرى ان سيف بن ذى يزن لما فعل ذو نواس بالحبشة ما فعل ثم ظفر وابه توجه الى كسرى انوشروان لطلب الغوث على الحبشة فوعد واقام سنين عنده ثم مات وخلف ابنه معدى كرب بن سيف بن ذى يزن فبعث كسرى مع معدى كرب جيشًا الى اليمن فذهبوا وقاتلوا مسروق بن ابرهة فقتلوه وملك معدى كرب اليمن بغير منازع. هذه رواية المسعودى وغيره راجع مروج الذهب ج ٢ ص ٨٠ و الروض الانف ج ١ ص ٣٦

والتحقيق عدم موت سيف بن ذى يزن عند كسرى بل هو الذى جاء بجيش كسرى وملك اليمن كما فى اخبار مكة للازرقى ج ١ ص ٩٢ وتاريخ الطبرى ج ٢ ص ١١٨. وفيه ان عبد المطلب لقى سيف بن ذى يزن بعد ما رجع اليه ملكه وانه اخبر عبد المطلب وبشّره بظهور خاتم الانبياء من اولاده وسنذكر هذا الخبر اللطيف بعد ذلك ان شاء الله تعالى.

وكان ملك سيف بن ذى يزن او معدى كرب بن سيف على اليمن اربع سنين قتل رجال بطانة من الحبش ولم يملك احد بعده بل استقلّ اهل كل ناحية بما لديهم على مثال ملوك الطوائف وصارت سيطرة الفرس على اليمن حتى ظهر الاسلام فدخلت فى حوزة الاسلام.

فائدة. روى الكلبى عن ابى صالح عن ابن عباس قال لما ظفر سيف بن ذى يزن بالحبشة و

مَلَكَ اليمن وذلك بعد مولد النبى صلى الله عليه وسلم اتاه وفود العرب واشرافها وشعراؤها لتهنئته وتمدحه وتذكر ما كان من بلائه وطلبه بثار قومه فاتاه وفد قريش وفيهم عبد المطلب بن هاشم وامية بن عبد شمس وخويلد بن اسد فى ناس من وجوه قريش من اهل مكة فاتوه بصنعاء وهو فى قصر له يقال له غمدان فاذن لهم فاذ الملك متضمخ بالعنبر وميض المسك من مفرقه الى قدمه وسيفه بين يديه وعن يمينه وعن يساره الملوك وابناء الملوك.

فدنا عبد المطلب فاستأذن فى الكلام فقال له الملك ان كنت ممن يتكلم بين يدى الملوك فقد أذنا لك فتكلم عبد المطلب بكلام طويل فصيح بليغ مدح به الملك وذكر انهم اهل حرم الله وانهم وفد التهنئة. قال وايهم انت ايها المتكلم قال انا عبد المطلب بن هاشم قال ابن اختنا؟ قال نعم فادناه ثم اقبل عليه وعلى القوم فقال مرحبًا واهلًا وناقةً ورحلًا ومستناخًا سهلًا ومَلِكًا ربحلًا يعطى عطاءً جزلًا ثم قال انهضوا الى دار الضيافة فاقاموا شهرًا لا يأذن لهم فى الانصراف واكرمهم اكرامًا.

ثم أرسل الى عبد المطلب فادناه واخلا مجلسه ثم قال سيف بن ذى يزن وكان من اليهود عالمًا ببعض ما فى الصحف يا عبد المطلب انى مفوض اليك من سر علمى امرًا لو غيرك يكون لم أبح به له ولكنى وجدتك معدنه فاطلعتك طلعه وليكن عندك مطويًا حتى يأذن الله فيه فان الله بالغ فيه امره انى أجد فى الكتاب المكنون والعلم المخزون الذى اختزناه لانفسنا واحتجناه دون غيرنا خبرًا جسيمًا وخطرًا عظيمًا فيه شرف للحياة وفضيلة للناس عامة ولوهطك كافة ولك خاصة. قال ايها الملك مثلك سرّ وبرّ فما هو فذاك الله اهل الوبر والمدر زمرًا بعد زمر.

قال فاذا ولد بتهامة ولد غلام به علامة كانت له الامامة ولكم به الزعامة الى يوم القيامة فقال له عبد المطلب ابيت اللعن لقد اتيت بخبر ما أب بمثله وافد قوم ولو لا هيبة الملك واعظامه واجلاله لسألتك من سارة ابائى ما ازداد به سرورًا فان رأى الملك أن يخبرنى بافصاح فقد اوضح لى بعض الايضاح.

قال هذا حينه الذى يولد فيه او قد ولد اسمه محمد بين كتفيه شامة يموت ابوه وامه ويكفله جده وعمه والله باعثه جهارًا وجاعل له منا انصارًا ..... (لعل فى قوله منا انصارًا اشارة الى انصار المدينة فانهم من اليمن) يعز بهم اولياءه ويذل بهم اعداءه ويضرب بهم الناس عن عرض ويستبيح بهم كرائم الارض يعبد الرحمن ويدحر الشيطان ويكسر الاوثان ويخمد النيران قوله فصل وحكمه عدل يأمر بالمعروف ويفعله وينهى عن المنكر ويبطله.

قال فخرّ عبد المطلب ساجدًا فقال له الملك ارفع رأسك ثلج صدرك وعلا كعبك فهل احسست من امرة شيئا ؟ قال نعم ايها الملك كان لی ابن وكنتُ به معجبًا وعليه رقيقًا فزوّجتُه كريمةً من كرائم قومه آمنة بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة فجاءت بغلام سمّيتُه محمدًا مات ابوه وامّه وكفّلتُه انا وعمّه بين كتفيه شامة وفيه كل ما ذكرت من علامة۔

قال له الملك والبيت ذی الحجب والعلامات على النصب انك يا عبد المطلب لجدّه غير الكذب وان الذی قلتُ لكما قلتُ فاحتفظ بابنك واحذر عليه من اليهود فانهم له اعداء ولن يجعل الله لهم عليه سبيلًا فاطوِ ما ذكرتُ لك دون هؤلاء الرهط الذين معك فانی لستُ امن ان تداخلهم النفاسةُ من ان تكون لك الرياسة فيبتغون لك الغوايل وينصبون لك الحبائلُ فاعلون اوابناؤهم۔

ولولا ان الموت بجتاحی قبل مبعثه لَسِرتُ بخيلی ورجلی حتى اصير بيثرب دار مملكته فانی اجد فی الكتاب الناطق والعلم السابق ان بيثرب استحكام امرة واهل نصرة وموضعُ قبرة ولولا انّی اتقيه الآفات واحذر عليه من العاهات لأوطأتُ اسنان العرب كعبه ولأعليتُ على حداثة سنّه ذكرة ولكنی صارف ذلك اليك عن غير تقصير بمن معك۔

ثم امر لكل رجل من وفد قريش بمائة من الابل وعشرة اعبد وعشر اماء وعشرة ارطال ذهب وعشرة ارطال فضّة وكرش مملوّة عنبرًا وامر لعبد المطلب بعشرة اضعاف ذلك ثم قال ايتنی بخبرة وما يكون من امرة عند رأس الحول فمات سيف بن ذی يزن من قبل ان يحول الحول۔ كذا ذكر الازرقی۔

وكان عبد المطلب يقول ايها الناس لا يغبطنی رجل منكم بجزيل عطاء الملك فانه الى نفاد ولكن ليغبطنی بما يبقى لی ولعقبی شرفه وذكره وفخره فاذا قيل له وما ذاك ؟ يقول ستعلمُنّ ولو بعد حين اه۔ هذا والله اعلم وعلمه اكمل واتمّ۔

يوم السّبت۔ سبت کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے قال اللہ تعالی۔ ولقد علمتم الذين اعتدوا منكم فی السبت الآية سبت لغت عربی میں ہفتہ یعنی سنیچر کا نام ہے۔ یہود کے نزدیک یہ دن ایسا محترم ومعظم ہے جس طرح اسلام میں یوم جمعہ اور نصاری کے نزدیک یوم الاحد یعنی اتوار محترم ومعظم ہے۔ یوم سبت کی تعظیم یہود پر فرض تھی اس روز ان کے لیے شکار کرنا اور جنگ کرنا ممنوع تھا بس صرف عبادت کے لیے یہ دن متعین تھا۔

سبت کا معنی ہے استراحت وقطع وحلق۔ يقال سبَت يسبت سبتًا استراح وسبت الشعر سبتًا ای قطعه وسبّت الرأس تسبيتًا حلقه وسبت اليهودی قام بامر السبت واسبَتَ دخل فی

السبت قال البیضاوی یقال سبتت الیهود اذا عظّمت یوم السبت ۔

آثار و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے سات ایام میں درحقیقت معظم و بابرکت دن عند اللہ یوم جمعہ ہی ہے ۔ لہذا سابقہ تمام ادیانِ انبیاء علیہم السلام میں یوم جمعہ ہی کا یوم عبادت ہونا مناسب تھا ۔ لیکن یہود و نصاری نے اجتہادی غلطی کر کے عبادت کے لیے علی الترتیب یوم السبت (سنیچر) و یوم الاحد (اتوار) پسند کیے ۔ اور امتِ محمدیہ نے اجتہاد کر کے حق و امر صحیح یعنی یوم جمعہ تک رسائی حاصل کی ۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کے ذریعہ حق و صراطِ مستقیم معلوم کرنے کی امتِ محمدیہ کو خصوصی توفیق و استعداد سے نوازا ہے ۔ بعض احادیث و آثار میں ہے کہ نبی علیہ السلام کی ہجرت سے قبل مسلمانوں نے اپنی رائے و اجتہاد سے یوم جمعہ عبادت کے لیے مقرر کر لیا تھا بعدہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے اس کی تائید ہوگئی ۔

اور یہود و نصاری کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے سات دنوں میں سے کسی ایک دن کو عبادت کے لیے اپنے اجتہاد و مشورہ سے متعین کرنے کا اختیار دے دیا تھا ۔ پھر یہود نے یوم سبت کو پسند کیا ۔ اور نصاری نے اتوار کا دن اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے انتخاب کے مطابق ان پر علی الترتیب سنیچر اور اتوار کی تعظیم فرض قرار دی ۔ قال اهل العلم ان اليهود اُمِروا بيوم من الاسبوع يُعظِّمون الله فيه ويتفرّغون لعبادته فاختاروا من قبل انفسهم السبت فالزموه فی شرعهم وكذلك النصارى امروا على لسان عيسى عليه السلام بيوم من الاسبوع فاختاروا من قبل انفسهم الاحد فالزموه شرعًا لهم كذا قال العلامة السهيلیؒ فی الروض ۔

ثم قال وكان اليهود انما اختاروا السبت لانهم اعتقدوه اليوم السابع ثم زادوا الكفرهم ان الله استراح فيه ۔ تعالى الله عن قولهم ۔ لان بدء الخلق عندهم الاحد و آخر الستة الايام التی خلق الله فيها الخلق الجمعة وهو ايضًا مذهب النصارى فاختاروا ای النصارى الاحد لانه اول الايام فی زعمهم وقد شهد رسول الله صلى الله عليه وسلم للفريقين باضلال اليوم وقال كما فی صحيح مسلم ان الله خلق التربة يوم السبت فبيّن ان اول الايام التی خلق الله فيها الخلق السبت و آخر الايام الستة اذًا الخميس وكذلك قال ابن اسحٰق فيما ذكر عنه الطبری اھ ۔

وقال فی انسان العيون ج ۲ ص ۱ ويؤيّد ذلك ماجاء ان الله تعالى فرض على اليهود الجمعة فابَوْا و قالوا لموسى اجعل لنا يوم السّبت فجُعِل عليهم وهدی الله تعالى المسلمين ليوم الجمعة ای وهداية المسلمين له تدلّ على انهم لم يعلموا عينه وانما اجتهدوا فيه فصادفوه انتهى ۔ وقال عليه الصلوٰة والسلام فی حق ذلك اليوم انه اليوم الذی فرض عليهم ای على اليهود والنصارى ای طلب منهم تعظيمه والتفرّغ

للعبادة فيه كما فرض علينا اضلّته اليهود والنصارى وهدانا الله تعالى له اى واختار اليهود من قبل انفسهم بدل السبت لانهم يزعمون انه اليوم السابع الذى استراح فيه الحق سبحانه من خلق السموت والارض وما فيهن من المخلوقات اى بناءً على ان اول الاسبوع الاحد وانه مبدأ الخلق قال بعضهم وهو الراجح كذا فى انسان العيون . والذى فى البخارى ثم هذا اى يوم الجمعة يومهم الذى فرض عليهم فاختلفوا فيه فهدانا الله له فالناس لنا فيه تبع اليهود غدا والنصارى بعد غد .

وفى سفر السعادة كان من عوائده الكريمة صلى الله عليه وسلم ان يعظم يوم الجمعة غاية التعظيم ويخصّه بانواع التشريف والتكريم وجاء ان اهل الجنة يتباشرون فى الجنة بيوم الجمعة كما تتباشر به اهل الدنيا فى الدنيا واسم الجمعة عندهم يوم المزيد لان الله تعالى يتجلى عليهم فى ذلك اليوم ويعطيهم كل ما يتمنونه ويقول لهم لكم ما تمنّيتم ولدينا مزيد فهم يحبّون يوم الجمعة لما يعطيهم فيه ربهم من الخير وفى الحديث المرفوع يوم الجمعة سيّد الايام واعظمها عند الله فهو فى الايام كشهر رمضان فى الشهور وساعة الاجابة فيه كليلة القدر فى رمضان اهـ .

وفى كتاب السبعيات للهمدانى اكرم الله موسى عليه السلام بالسبت وعيسى عليه السلام بالاحد وداود عليه السلام بالاثنين وسليمان عليه السلام بالثلاثاء ويعقوب عليه السلام بالاربعاء وادم عليه السلام بالخميس ومحمد صلى الله عليه وسلم بالجمعة هذا ولا ارى صحة قول الهمدانى لعدم ثبوته فى الآثار الصحيحة .

وذكر الكشى وهو عبد بن حميد باسناده الى ابن سيرين قال جمّع اهل المدينة قبل ان يقدم النبى عليه السلام المدينة وقبل ان تنزل سورة الجمعة وهم الذين سمّوا الجمعة قال الانصار لليهود يوم يجتمعون فيه كل سبعة ايام وللنصارى مثل ذلك فهلمّ فلنجعل يومًا نجتمع فيه ونذكر الله ونصلى ونشكر او كما قالوا فقالوا يوم السبت لليهود ويوم الاحد للنصارى فاجعلوا يوم العروبة كانوا يسمون يوم الجمعة يوم العروبة فاجتمعوا الى اسعد بن زرارة فصلّى بهم يومئذ ركعتين فذكّرهم فسمّوا الجمعة حين اجتمعوا اليه فذبح لهم شاة فتغدّوا وتعشّوا من شاة وذلك لقلّتهم فانزل الله فى ذلك اذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله اهـ .

قلنا ومع توفيق الله لهم اليه فيبعد ان يكون فعلهم هذا عن غير اذن من النبى صلى الله عليه وسلم فقد روى الدارقطنى باسناده عن ابن عباس قال اذن النبى صلى الله عليه وسلم بالجمعة قبل ان يهاجر ولم يستطع رسول الله عليه السلام ان يجمّع بمكة ولا يبدى لهم فكتب الى مصعب بن عمير اما بعد فانظر اليوم الذى تجهر فيه اليهود بالزبور لسبتهم فاجمعوا نساءكم وابناءكم فاذا مال النهار عن شطره عند الزوال من يوم الجمعة فتقربوا الى الله بركعتين .

سوال ۔ عبادت و تعظیم کے لیے تقرری کے سلسلے میں جمعہ کو سبت و احد (سنیچر و اتوار) پر فضیلت و ترجیح کی وجہ کیا ہے؟

جواب جمعہ کی ترجیح و فضیلت کی متعدد وجوہ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

وجہ اول ۔ ابھی یہ بات ذکر ہوئی ہے کہ یہود پر بلکہ نصاری پر بھی اللہ تعالی نے اوّلاً جمعہ کے اکرام و عبادت مقرر فرمائی مگر ان کی ضد و درخواست پر پھر اللہ تعالی کی طرف سے سبت و احد کی تقرری ہوئی کما فی انسان العیون ج ۲ ص ۱۰۔ وقد تقدمت عبارتہ۔ اللہ تعالی کے واضح حکم کے مقابلہ میں بے فائدہ تبدیلی پر اصرار کرنا کامل مومن کی شان کے خلاف ہے۔

وجہ دوم پہلی وجہ بعض آثار اور علماء کے اس قول پر مبنی تھی کہ اللہ تعالی کی طرف سے یہود و غیرہ کو واضح طور پر تکریم جمعہ کا امر ہوا تھا لیکن عام احادیث و اقوال جمہور سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد و رائے سے ایسا کیا تھا۔ جس طرح اہل مدینہ نے ہجرت سے قبل اپنے اجتہاد و مشورہ سے جمعہ کا انتخاب کیا تھا۔ پھر اللہ تعالی نے ہر ایک طائفہ کے اجتہاد کے مطابق حکم نازل فرمایا۔ لیکن مسلمانوں کا اجتہاد موافق حق و مطابق نفس الامر تھا اور دیگر طائفوں کا غلط کما یدل علیہ صریح الحدیث اضلّتہ الیھود والنصاری ھدانا اللہ تعالی لہ۔

وجہ سوم یہ تین دن جمعہ۔ سنیچر۔ اتوار متصل ہیں اور جمعہ مقدم ہے اور تقدم ایک فضیلت ہے۔ یہ تقدم ظاہری مرتبۂ امت محمدیہ کے تقدم و افضلیت کی طرف مشیر ہے والظاھر عنوان الباطن واشار الی ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ المتقدم فالناس لنا فیہ تبع الیھود غداً والنصاری بعد غد۔ قال السھیلی فی الروض فکان من ھدی اللہ لھذہ الامۃ ان الھموا الیہ ثم اُقِرّوا علیہ لما وافقوا الحکمۃ فیہ فھم الآخرون السابقون یوم القیامۃ کما قال علیہ السلام کما ان الیوم الذی اختارہ سابق لما اختارتہ الیھود والنصاری ومتقدم علیہ اھ۔

وجہ چہارم جمعہ کا نام بھی اس کی فضیلت پر دال ہے۔ کیونکہ اسم جمعہ اجتماع پر دال ہے اور اجتماع و اتفاق اہل اسلام بہر حال عظیم برکت و سعادت ہے۔ یہ اسم و نام کی برکت ہے۔ اسم سبت و اسم احد اس برکت و فائدے سے خالی ہیں اسی برکت اجتماع و اتحاد اہل اسلام کے پیش نظر شرع کا حکم ہے کہ ایک امام کے پیچھے ایک ہی مسجد میں مسلمانوں کو نماز جمعہ پڑھنا چاہیے۔ ایک شہر کی متعدد مساجد میں نماز جمعہ پڑھنے سے یہ سعادت و برکت بطریق اکمل حاصل نہیں ہو سکتی۔ لفظ جمعہ بھی اس اتحاد کا داعی اور افتراق اور متعدد مساجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا مانع ہے۔

وجہ پنجم بلحاظ نام فضیلتِ جمعہ کی ایک تقریر یہ بھی ہے کہ جمعہ سچا و صحیح و مطابق واقعہ و موافقِ مسمّی و

مصداق نام ہے۔ جمعہ کا معنی ہے اجتماع۔ اور اس دن مسلمان نماز جمعہ کے لیے مجتمع ہوتے ہیں۔ تو اسم جمعہ اسم صادق ہے اور حقیقت کے مطابق ہے۔ اس میں کذب یا گناہ و دخل فی المغیبات کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ بخلاف سبت و احد کہ دونوں کا تسمیہ مغیبات میں مداخلت پر مبنی ہے اور غلط طور پر مبنی ہے اور کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کے امور مغیبہ و پوشیدہ میں بحث کرنا اور مداخلت کرنا بڑی غلطی ہے۔ اور پھر نفس الامر و امر حق کے برخلاف حکم و فتوی صادر کرنا اور جھوٹے طریقہ سے اس پر اپنی طرف سے احکام متفرع و مرتب کرنا دوسری غلطی ہے۔ پھر اس خود ساختہ جھوٹے حکم پر کفری عقیدے قائم کرنا تیسری غلطی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ یہود و نصاری کا انتخاب سبت و احد ان کے اس زعم و مداخلت فی الغیب پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کی ابتداء اتوار کے دن کی اور جمعہ پر ختم کی اور یہ دخل فی المغیبات ہے اور اگر ان کا یہ خیال صحیح ہوتا تو شاید یہ بات بڑی غلطی شمار نہ ہوتی۔ لیکن درحقیقت ان کا یہ زعم وحی کے خلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق سنیچر سے شروع ہو کر خمیس پر ختم ہوئی کما ورد فی الحدیث الصحیح اور وحی کے خلاف حکم لگانا دوسری بڑی غلطی ہے۔ پھر یہود کا یہ کہنا کہ سنیچر کے دن اللہ تعالیٰ نے استراحت فرمائی۔ سبت کا معنی ہے راحت و آرام کرنا تیسری بڑی غلطی اور کفر ہے۔

وجہ ششم بروز جمعہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں کثرت سے اور اجتماعی صورت سے نازل ہوتی ہیں جو مسلمانوں پر تقسیم ہوتی ہیں۔

وجہ ہفتم بقیہ دنوں کی بہ نسبت جمعہ کی تخصیص بالاکرام والعبادۃ اولیٰ ہے کیونکہ اسی دن جنس بشر کا ظہور ہوا چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ جمعہ کے دن بعد العصر آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی۔

وجہ ہشتم خمیس کے دن عام مخلوق کی تخلیق مکمل ہوئی اور یہ موجب مسرت ہے۔ لہذا متصلاً دوسرے دن یعنی جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے عید و اکرام و عبادت کا دن مقرر فرمایا۔ کسی کام کی تکمیل کے بعد ہی عید و مسرت ہوتی ہے مثل عید الفطر کہ فریضۂ صیام جیسی اہم عبادت کی تکمیل اور اس سے فراغت پر متصل یکم شوال کو عید منائی جاتی ہے۔

وجہ نہم۔ جمعہ کے دن آدم علیہ السلام جنت میں داخل کیے گئے تھے اور جمعہ کے دن جنت سے نکالے گئے تھے ان خصوصیات کی وجہ سے عبادت و اکرام کا تمام ایام کی بہ نسبت جمعہ ہی زیادہ مستحق ہے جنت سے خروج اور دنیا میں آنا بھی بڑا انعام ہے کیونکہ جنت سے خروج کے بعد زمین پر آنے سے ہی آدم علیہ السلام کو وہ عظیم منصب خلافت حاصل ہوا جس کی تکمیل کے لیے انھیں پیدا کیا گیا تھا۔ نیز جنت سے خروج ہی انبیاء علیہم السلام کے وجود کا سبب ہے۔ قال بعض العلماء وفضیلۃ الاخراج من الجنۃ لکونہ سببا لوجود الانبیاء والاولیاء وتضمنہ حکماً وبرکات لا تعد ولا تحصی وکذا موت آدم

علیہ السلام المذکور فی الحدیث الآخر لکونہ سببًا لوصولہ الی جوار رحمۃ اللہ رب العالمین ولذلک ذکرہ الخلیل بقولہ والذی یمیتنی ثم یحیین وورد ان الموت تحفۃ المؤمن اھ۔

وجہ دہم جمعہ کے دن قیامت برپا ہوگی۔ لہذا قیامت کے یاد رکھنے اور اذکار وعبادت سے اس کے لیے تیاری کرنے کے لیے یوم جمعہ ہی زیادہ مناسب ہے۔ اخرج الترمذی باسنادہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ ادخل الجنۃ وفیہ اخرج منھا ولا تقوم الساعۃ الا فی یوم الجمعۃ۔ ترمذی ج ۱ ص ۹

وجہ یازدہم جمعہ سے قبل چھے ایام کے لیے جمعہ وتر یعنی طاق ہے وان اللہ وتر یحب الوتر قال العلامۃ السھیلی فی الروض الانف ج ۱ ص ۲۷۱ ان اللہ تعالی لما بدأ فیہ خلق أبینا آدم علیہ السلام وجعل فیہ بدأ ھذا الجنس وھو البشر وجعل فیہ ایضًا فناءھم وانقضاءھم اذ فیہ تقوم الساعۃ وجب ان یکون یوم ذکر وعبادۃ لانہ تذکرۃ بالمبدأ وتذکرۃ بالمعاد وانظر الی قولہ تعالی فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع۔ وخص البیع لانہ یومٌ یذکر بالیوم الذی لا بیع فیہ ولا خلۃ مع انہ وتر للایام التی قبلہ فی الاصح من القول واللہ یحب الوتر لانہ من اسمائہ ولذلک کان یقرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ السجدۃ فی صبح یوم الجمعۃ کما رواہ مسلم عن ابن عباس لما فیہ من ذکر الستۃ الایام وابتداعھا بذکر خلق آدم من طین وذلک فی یوم الجمعۃ تنبیھًا منہ علیہ السلام علی الحکمۃ وتذکرۃ للقلوب بھذہ الموعظۃ انتھی بحذف۔

فائدہ - جاہلیت میں جمعہ کا نام عروبہ اور سنیچر کا نام شیار۔ اتوار کا اول۔ سوموار کا اہون منگل کا جبار۔ بدھ کا دبار۔ خمیس کا مونس تھا اور سریانی میں اتوار کا ابوجاد۔ سوموار کا ہوز۔ منگل کا حطی۔ بدھ کا کلمن۔ خمیس کا سعفص۔ جمعہ کا قرشت تھا۔

مندرجہ ذیل جدول سے ہفتہ کے ایام کے فارسی۔ ہندی۔ عربی وغیرہ نام معلوم کیے جا سکتے ہیں۔

رائج الوقت	اتوار	سوموار۔ پیر	منگل	بدھ	خمیس۔ جمعرات	جمعہ	سنیچر
فارسی	یک شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	چہار شنبہ	پنج شنبہ	آدینہ۔ جمعہ	شنبہ
اسلامی عربی	یوم الاحد	الاثنین	الثلثاء	الاربعاء	الخمیس	الجمعۃ	السبت
قدیم عربی	اوّل	اھون	جبار	دبار	مونس	عروبہ	شیار
ہندی	آدت بار	سوم بار	منگل بار	بُدھ بار	برہسپت بار	شکر بار	شنیشچر بار
سریانی	ابوجاد	ھوز	حطی	کلمن	سعفص	قرشت	-

فصل

اس فصل میں ہم ان فرقوں کے مختصر احوال ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کا بیان تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل میں موجود ہے یا ان کی تردید کی طرف واضح اشارے کیے گئے ہیں۔ احوالِ فِرق وطوائف میں اس بندۂ عاجز نے مستقل کتاب تالیف کی ہے۔ جس کا نام ہے المطالب المبرورۃ فی معرفۃ الفرق المشہورۃ۔ یہاں پر اس کے بعض ابواب کی تلخیص ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ تلخیص یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

الکرّامیہ۔ آیت ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین کی تفسیر کے آخر میں اس کا ذکر ہے۔ کرامیہ ایک مبتدعہ ضالہ فرقہ ہے۔ یہ فرقہ مشبہہ ومجسمہ ہے۔ محمد بن کرّام کے متبعین کو کرامیہ کہتے ہیں۔ وہ سجستان کا باشندہ تھا۔ ابتداء میں بظاہر زاہد وعابد تھا۔ پھر زمانہ ولایت محمد بن طاہر بن عبداللہ میں نیسابور چلا گیا۔ وہاں کے بعض دیہاتی اس کی ظاہری صلاح کے معتقد ہوگئے۔ اس نے موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی بدعات وخبائث کی طرف لوگوں کو دعوت دینی شروع کی وہ تجسیم معبود کا قائل تھا۔ محمد بن کرام کا سنہ وفات ۲۵۵ھ ہے۔ کرام بفتح کاف وتشدید راء ہے۔ انظر اللباب ج ۳ ص ۳۲ ولسان المیزان ج ۵ ص ۳۵۳۔

کرامیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ محلّ حوادث ہے۔ ان کے نزدیک قدیم محل حوادث ہوسکتا ہے خلافا لجمھور اھل الکلام والمحدثین۔ اکثر کرامیہ کہتے ہیں کہ یہ عالم اجسام معدوم نہیں ہوگا اس کا عدم محال ہے اور یہ دہریہ وفلاسفہ کا عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ فلک وکواکب عنصر خامس ہونے کی وجہ سے قابل فساد وفنا نہیں ہیں۔ کان الناس یتعجبون من قول المعتزلۃ ان اللہ تعالی یقدر علی افناء الاجسام کلھا دفعۃً واحدۃً ولا یقدر علی افناء بعضھا مع بقاء بعض منھا وزال ھذا التعجب بقول بعض الکرامیۃ انہ تعالی لا یقدر علی اعدام جسمٍ بحالٍ والعجب ان ابن کرام وصف اللہ تعالی بالثقل وقال فی قولہ تعالی اذا السماء انفطرت۔ انما انفطرت من ثقل الرحمان علیھا وقال لا یجوز فی حکمۃ اللہ اخترام الطفل الذی یعلم اللہ انہ ان ابقاہ الی زمانٍ بلوغٍ اٰمن ولا اخترام الکافر الذی لو ابقاہ الی مدۃٍ اٰمن ویلزمھم ان اللہ انما اخترم ابراھیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل بلوغہ لانہ

علم اللہ لو ابقاہ لم یؤمن وفی ھذا قدح فی قولہ علیہ السلام لو عاش لکان نبیاً وقدح فی کل من مات من ذراری الانبیاء علیھم السلام طفلاً۔ کذا ذکر عبد القاھر البغدادی۔

کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے قال عبد القاھر فی کتاب الفرق ص۲۲۳ و زعموا ای الکرامیۃ انّ المقرّ بالشھادتین مؤمن حقًّا وان اعتقد الکفر بالرسالۃ وانّ المنافقین الذین انزل اللہ تعالی فی تکفیرھم آیات کثیرۃ کانوا مؤمنین حقًا وان ایمانھم کایمان الانبیاء والملائکۃ اھ

وقال الشھرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص۱۱۳ وقالوا ای الکرامیۃ الایمان ھو الاقرار باللسان فقط دون التصدیق بالقلب ودون سائر الاعمال وفرّقوا بین تسمیۃ المؤمن مؤمنًا فیما یرجع الی احکام الظاھر والتکلیف وفیما یرجع الی احکام الاخرۃ والجزاء فالمنافق عندھم مؤمن فی الدنیا علی الحقیقۃ مستحقّ للعقاب الابدیّ فی الاخرۃ وبرّأوا تصویب معاویۃ رضی اللہ عنہ فیما استبدّ من الاحکام الشرعیۃ قتالاً علی طلب عثمان رضی اللہ عنہ واستقلالاً ببیت المال ومذھبھم اتّھام علیّ رضی اللہ عنہ فی الصبر علی ما جری مع عثمان رضی اللہ عنہ والسکوت عنہ اھ۔

بہرحال کرامیہ کے خرافات وعجائبات بے شمار ہیں۔ ابن کرام کہتا ہے نمازِ مسافر میں کہ مسافر کے لیے صرف دو تکبیریں بغیر رکوع وسجود وبغیر قیام وقعود وبغیر تشہد وسلام کافی ہیں۔ اس کے نزدیک نماز کے لیے طہارت من الاحداث کافی ہے اور طہارت من الانجاس لازم نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے نزدیک ثوبِ نجس میں ارضِ نجس پر بدنِ نجس سے نماز جائز وصحیح ہے۔

کرامیہ اللہ تعالیٰ کو اوصافِ جسمیہ سے متصف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہیں اور ذاتًا جہت فوق سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وہ جوہر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عرش کے بالائی حصہ سے مُماس وپیوست ہیں۔ ان میں سے بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے عرش کو بھر دیا ہے اور بعض کی رائے میں اللہ تعالیٰ عرش کے بعض حصوں پر متمکن ہیں اور عرش کے بعض حصے خالی پڑے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر انتقال و نزول مکانی جائز قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو اللہ تعالیٰ پر لفظ جسم کا بھی اطلاق کرتے ہیں اور بعض اس کا اطلاق نہیں کرتے یا تاویل کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چھ جہات سے متناہی یعنی ذو نہایہ ہیں اور عند بعضھم صرف جہت تحت میں بسبب استقرار علی العرش متناہی ہیں اور باقی جہات خمسہ میں لامتناہی ہیں۔ ہذا واللہ اعلم۔

الصابئۃ قرآن شریف میں اس کا ذکر موجود ہے۔ صابئہ کواکب پرست فرقہ ہے۔ صابئہ بنی آدم میں قدیم ترکافر فرقہ ہے۔ اس فرقہ کے بانی کا نام بوداسف تھا۔ بوداسف بادشاہ طہمورث بن نوبجہان بن افرخشذ بن اوشہنج کی حکومت میں ظاہر ہوا تھا۔ طہمورث سابور شہر میں رہتا تھا اور اسی علاقہ پر

اس کی حکومت تھی۔ بلاد واسط و بصرہ و عراق میں بوداسف کی تبلیغ سے بہت سے ضعیف الاعتقاد لوگ متاثر ہو کر صابی بن گئے۔ قدیم اقوام یعنی حرانی و کیماری میں سے بہت لوگ عقیدۂ صابئیت اختیار کرنے لگے۔ مدت کے بعد ان میں کئی فرقے بن گئے اور ستاروں کے بارے میں نئے نئے گمراہ عقیدے تراشنے لگے۔ صابی فرقہ والے سیارات و ثوابت ستاروں کی شکلیں اور ہیکل بنا کر اپنے عبادت خانوں میں رکھتے اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۲۲۲ میں لکھتے ہیں ثم ملك من ملوك فارس طهمورث بن نوب جهان وكان ينزل سابور وظهر فى سنة من ملكه رجل يقال له بوداسف احدث مذاهب الصابئة وقال بوداسف ان معالى الشرف الكامل والصلاح الشامل ومعدن الحياة فى هذا السقف المرفوع وان الكواكب هى المدبرات والواردات والصادرات وهى التى بمرورها فى افلاكها وقطعها مسافاتها واتصالها بنقطة وانفصالها عن نقطة يتم ما يكون فى العالم من الآثار من امتداد الاعمار وقصرها وترك البسائط وانبساط المركبات وتتميم الصور وظهور المياه وغيضها وفى النجوم السيارة فى افلاكها التدبير الاكبر وغير ذلك مما يخرج وصفه عن حد الاختصار والايجاز واحتذى به جماعة من ذوى الضعف فى الآراء فيقال ان هذا الرجل اول من اظهر آراء الصابئة من الحرانيين والكيماريين وهذا النوع من الصابئة مباينون للحرانيين فى نحلتهم وديارهم بين بلاد واسط والبصرة من ارض العراق نحو البطائح والآجام اھ بعض علماء کا قول ہے کہ صابئہ فرقہ منسوب ہے صابی بن لمک بن اخنوخ کی طرف وقيل من ولد صابى بن لامك واخنوخ هو ادريس عليه السلام وادريس عليه السلام عند المحققين ليس بجدّ لنوح عليه السلام ولا فى عمود نسبه وقيل ان صابئ بن لامك (لمك) اخ لنوح عليه السلام وقيل ان صابى هو متوشلخ جدّ نوح عليه السلام كذا فى اللقطة ص ۲۹ فرقہ صابئہ روحانیین وانوار کو وسائط تقرب بناتے ہیں پھر جب اشیاء منیرہ و روحانیہ کی ذوات تک رسائی مشکل نظر آئی کہ انسان زمین پر ہے اور وہ ذوات آسمان پر ہیں تو انھوں نے اشیاء منیرہ یعنی کواکب وغیرہ کی صورتیں بنائیں اور ان کی پرستش شروع کر دی۔ ان میں سے بعض نے سیارات کی اور بعض نے ثوابت کی صورتیں (ہیاکل) اپنے عبادت خانوں میں رکھیں اور ان میں سے بعض نے بتوں کی پرستش شروع کی۔

بہرحال یہ فرقہ نہایت مبہم و نامعلوم فرقہ ہے۔ قال الامام ابو حنيفة رحمه الله انهم ليسوا بعبدة الاصنام وانما يعظمون النجوم كما تعظم الكعبة۔ قال الآلوسى مدار مذاهب الصابئة على التعصب للروحانيين واتخاذهم وسائط ولما لم يتيسر لهم التقرب اليها باعيانها والتلقى منها بذواتها فزعت جماعة منهم الى هياكلها فصابئة الروم مفزعها السيارات وصابئة الهند مفزعها الثوابت وجماعة نزلوا عن الهياكل الى الاشخاص التى لا تبصر ولا تغنى فالفرقة الاولى هم عبدة الكواكب الثانية هم عبدة

الاصنام وکل من ھاتین الفرقتین اصناف شتّی مختلفون فی الاعتقادات والتعبدات وقیل ھم قوم موحّدون یعتقدون تاثیر النجوم ویقرّون ببعض الانبیاء کیحییٰ علیہ السلام وقیل انہم یقرون باللہ تعالیٰ ویقرؤن الزبور ویعبدون الملائکۃ ویصلون الی الکعبۃ وقیل الی مَھَبِّ الجنوب وقد اخذوا من کل دین شیئًا وفی جواز مناکحتھم واکل ذبائحھم کلام للفقھاء یطلب فی محلہ۔ ولفظ الصابئۃ قیل غیر عربی وقیل عربی من صبأ بالھمز اذا خرج او من صبا معتلًّا بمعنی مال لخروجھم عن الدین الحق ومیلھم الی الباطل اھ۔

ابن القیم رحمہ اللہ کتاب تلبیس ابلیس ص ۷۴ پر لکھتے ہیں اصل ھذہ الکلمۃ اعنی الصابئین من قولھم صبأت اذا خرجت من شیٔ الی شیٔ وصبأت النجوم اذا ظھرت وصبأ بہ اذا خرج والصابئون الخارجون من دین الی دین وللعلماء فی مذاھبھم عشرۃ اقوال ثم ذکر تلک الاقوال ان شئت فراجعہ۔ ثم قال فاما المتکلمون فقالوا مذاھب الصابئین مختلف فیہ فمنھم من یقول انّ ھناک ھیولی کان لم یزل ولم یزل یصنع العالم من ذلک الھیولی وقال اکثرھم العالم لیس بمحدث وسموا الکواکب ملائکۃ وسماھا قوم منھم آلھۃً وعبدوھا وبنوا لھا بیوت عبادات وھم یدّعون ان بیت اللہ الحرام واحد منھا وھو بیت زحل ولھم تعبدات فی شرائع منھا انھم زعموا ان علیھم ثلاث صلوات فی کل یوم اُولاھا ثمان رکعات وثلاث سجدات فی کل رکعۃ وانقضاء وقتھا عند طلوع الشمس والثانیۃ خمس رکعات والثالثۃ کذلک وعلیھم صیام شھر اوّلہ الثمان لیال یمضین من اذار وسبعۃ ایام اولھا التسع یبقین من کانون الاول وسبعۃ ایام اولھا الثمان لیال یمضین من شباط ویختمون صیامھم بالصدقۃ والذبائح وحرّموا لحم الجزور اھ ھذا واللہ اعلم۔

الحشویّۃ۔ قصۂ تخلیق آدم علیہ السلام کے آخر میں اور آیت یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمتُ علیکم کی شرح سے پہلے مذکور ہے۔ حشویہ بسکونِ شین بھی صحیح ہے اور بفتح شین بھی۔ یہ مسلمانوں میں ایک گمراہ فرقہ ہے۔ یہ قدیم فرقوں میں سے ہے۔ یہ فرقہ نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہوئے تجسیم وغیرہ عقائد باطلہ رکھتا ہے۔

تسمیہ بحشویہ میں متعدد اقوال ہیں۔ قول اول۔ قیل سُمّوا بذلک لان منھم المجسّمۃ اوھم المجسمۃ والجسم حشو ای زائد بالنسبۃ الی الروح والروح اصل والحشو ھو الشیٔ الزائد۔ بنا برایں حشویہ بسکونِ شین منسوب ہے حشو کو۔

قول ثانی۔ یہ منسوب ہے حشا کی طرف وحشا الحلقۃ طرفھا وناحیتھا لہذا حشویہ بفتح شین پڑھا جائے گا۔ قال العلامۃ السبکی فی شرح اصول ابن الحاجب الحشویۃ طائفۃ ضلّوا عن سواء السبیل وعمیت

ابصارهم یجرون آیات اللہ علی ظاهرها و یعتقدون انه المراد سموا بذلك لانهم کانوا فی حلقة الحسن البصری رحمه اللہ فوجدهم یتکلمون کلاماً فقال رُدُّوا هؤلاء الی حشا الحلقة فنسبوا الی الحشا اھ۔

وقیل طائفة یجوزون ان یخاطب اللہ بالمهمل و یطلقونه علی الذین قالوا الذین یتلقی من الکتاب و السنة۔ کذا قال الشهاب۔

حشویہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ نبوت مل جانے کے بعد بھی انبیاء علیہم السلام سے صدورِ کبائر ہو سکتا ہے۔ حشویہ کا یہ عقیدہ جمہور امت کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے بعد النبوت کبائر کا صدور ممتنع ہے۔ حشویہ اپنے دعوے پر متعدد دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی دلیل آدم علیہ السلام کا قصہ اکل شجرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صریح نہی کے بعد اکل شجرہ گناہ کبیرہ ہے۔

حشویہ کی اس دلیل کے مفسرین و محدثین نے متعدد جوابات دیے ہیں۔ اولاً یہ نہی للتنزیہ ہے ثانیاً یہ محمول ہے نسیان پر۔ آدم علیہ السلام نے بقصدِ مخالفت اکل شجرہ نہیں کیا کما قال اللہ فنسی ولم نجد له عزماً۔ لیکن چونکہ انبیاء کا مقام بہت بلند ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے نسیان پر بھی عتاب فرمایا۔

قال الامام السبکی وقیل المراد بالحشویة طائفة لا یرون البحث فی آیات الصفات التی یتعذر اجراؤها علی ظاهرها بل یؤمنون بما اراده اللہ مع جزمهم بان الظاهر غیر مراد و یفوّضون التاویل الی اللہ و علی هذا فاطلاق الحشویة علیهم غیر مستحسن لانه مذهب السلف انتهی۔ بہرحال یہاں پر حشویہ سے یہ آخری فرقہ مراد نہیں ہے کیونکہ صفات اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ تمام سلف کا ہے بلکہ مراد فرقہ باطلہ من المجسمہ ہے۔ ہذا واللہ اعلم۔

الظاهریّة۔ آیت فمن کان منکم مریضاً او علی سفرٍ الخ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ظاہریہ سے اتباعِ داؤد ظاہری مراد ہیں۔ انھیں ظاہریہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عموماً احادیث و نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہیں اور قیاس کے منکر ہیں اور باقی چاروں ائمہ مذاہب اربعہ قیاس کے قائل ہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ مذاہب فروعیہ پانچ ہیں۔ مذہب امام ابوحنیفہ و مذہب امام مالک و مذہب امام شافعی و مذہب امام احمد و مذہب داؤد ظاہری رحمہم اللہ و اعلی اللہ درجاتہم فی الجنۃ۔ داؤدؒ امام اہل ظاہر ہیں۔ ابن حزم صاحب محلّٰی و علامہ شوکانی اسی فرقہ ظاہریہ سے متعلق ہیں۔

ان پانچوں مذاہب میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ناشائستہ الفاظ استعمال کرنا یا استہزاء و طعن و تشنیع کرنا حرام و ناجائز ہے۔ یہ پانچوں مذاہب اور پانچوں کے امام واجب الاحترام ہیں۔

کیونکہ یہ پانچوں مجتہدین ائمہ ہدیٰ و متبع سنت ہیں اور ہر ایک کا مقصد اتباع سنت و اتباع کتاب اللہ ہے اور پانچوں کے مذاہب قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں اور پانچوں ائمہ ورع و تقویٰ کے مقام عالی پر فائز تھے اور ہر امام کے بے شمار معتقدین و اتباع ہیں۔

ہم یہاں پر داؤد ظاہری کا ترجمہ ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں ھو ابو سلیمان داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی المعروف بالظاھری کان زاھدا متقللا کثیر الورع اخذ العلم عن اسحاق بن راھویہ وابی ثور وغیرھما وکان صاحب مذھب مستقل وتبعہ جمع کثیر یعرفون بالظاھریۃ وانتھت الیہ ریاسۃ العلم ببغداد کذا ذکر ابن خلکان فی وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۵۵۔

خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ داؤدؒ نے سماع حدیث کیا ہے سلیمان بن حرب و عمرو بن مرزوق و مسدد رحمہم اللہ سے۔ اور نیشاپور کی طرف سفر کر کے امام اسحاق بن راہویہ سے مسند و تفسیر کا سماع کیا پھر بغداد میں آ کر یہیں مقیم ہوئے قال وصنف کتبہ ببغداد وھو امام اصحاب الظاھر وکان ورعا ناسکا زاھدا وفی کتبہ حدیث کثیر الا ان الروایۃ عنہ عزیزۃ جدا۔ داؤد ظاہری سے روایت کرتے ہیں آپ کے فرزند یعنی محمد بن داؤد و زکریا بن یحیی و یوسف بن یعقوب وغیرہ رحمہم اللہ۔

داؤد ظاہری نہایت ہی جری کثیر العبادت اور کثیر العلم تھے۔ ابو عمرو فرماتے ہیں سمعت داؤد بن علی یرد علی اسحاق بن راھویہ وما رأیت احدا قبلہ ولا بعدہ یرد علی اسحاق ھیبۃ لہ۔ ابو العباس ثعلب نحوی سے کسی نے داؤد ظاہری کے بارے میں سوال کیا فقال کان عقلہ اکثر من علمہ حسین بن اسمٰعیل کہتے ہیں رایت داؤد بن علی یصلی فما رأیت مسلما یشبھہ فی حسن تواضعہ وداؤد ظاہریؒ فرمایا کرتے تھے خیر الکلام ما دخل الاذن بغیر اذن واحسن الشعر ما دخل القلب بلا اذن ابو بکر محمد بن داؤد ظاہری رح کہتے ہیں سمعت ابی وقال لہ رجل یا اباسلیمان فعلت کذا وکذا اشکر اللہ لک قال بل غفر اللہ لی۔

خطیب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں وھو اول من اظھر انتحال الظاھر ونفی القیاس فی الاحکام قولا و اضطر الیہ فعلا فسماہ دلیلا کذا فی تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۷۴۔

داؤد ظاہری کا حلقۂ درس و علم بغداد میں بڑا مشہور و مقبول تھا اور بڑے بڑے امراء و فضلاء و علماء ان کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے قیل انہ کان یحضر مجلسہ اربعمائۃ صاحب طیلسان اخضر۔

داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ ایک دن میری مجلس میں ابو یعقوب شریطی بصریؒ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے آئے فتصدر الشریطی لنفسہ من غیر ان یرفعہ احد وجلس الی جانبی وقال لی سل یا فتی عما بدا لک فکانی غضبت منہ فقلت لہ مستھزءا اسألک عن الحجامۃ فبرك ابو یعقوب ثم روی طرق حدیث افطر الحاجم والمحجوم ومن ارسلہ ومن اسندہ ومن وقفہ ومن ذھب الیہ من الفقھاء

وروی اختلاف طریق احتجام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واعطاء الحجام اجرہ ولو کان حراما لم یعطہ ثم روی طرقا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم بقرن وذکر احادیث صحیحۃ فی الحجامۃ ثم ذکر الاحادیث المتوسطۃ مثل ما مرت بملإ من الملائکۃ ومثل شفاء امتی فی ثلاث وما اشبہ ذلک وذکر الاحادیث الضعیفۃ مثل قولہ علیہ السلام لا تحتجموا یوم کذا ولا ساعۃ کذا ثم ذکر ما ذھب الیہ اھل الطب من الحجامۃ فی کل زمان وما ذکروہ فیھا ثم ختم کلامہ بان قال واول ما خرجت الحجامۃ من اصبھان۔ قال داؤد فقلت لہ واللہ لاحقرتُ بعدک احدًا ابدًا۔

داؤد ظاہری کے ترجمہ کے لیے دیکھیے طبقات شیرازی، ص ۲۶۔ الفہرست ص ۲۱۶۔ الجواہر المضیئۃ ج ۲ ص ۴۱۹۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۵۷۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۲۱۔ وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۵۵ طبقات سبکی ج ۲ ص ۲۸۴۔ انساب السمعانی ص ۱۳۷۷۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۶۹۔ ذکر اخبار اصبھان ج ۱ ص ۳۱۲۔ شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۵۸۔

سبکیؒ لکھتے ہیں وکان من المتعصبین للشافعیؒ صنف کتابین فی فضائلہ وقال ابو اسحاق انتھت الیہ ریاسۃ العلم ببغداد واصلہ من اصفھان ومولدہ بالکوفۃ ومنشأہ ببغداد وقبرہ بھا۔ قال داؤد دخلت علی اسحاق بن راھویہ وھو یحتجم فجلست فرأیت کتاب الشافعی فاخذت انظر فصاح ایش تنظر فقلتُ معاذ اللہ ان ناخذ إلا من وجدنا متاعنا عندہ۔ فجعل یضحک ویتبسم قال السبکی فی طبقاتہ کان داؤد احد ائمۃ المسلمین وھداتھم موصوفا بالدین المتین۔

داؤد ظاہریؒ بڑے قانع تھے اور باوجود حاجت وفقر کے کسی کے ہدایا قبول نہیں کرتے تھے۔ ان کی قناعت واستغناء کا ایک قصہ سنیے۔ قاضی ابوعبداللہ محاملی کہتے ہیں کہ بغداد میں ایک بار عید کی نماز کے بعد میں داؤد ظاہری سے ملنے کے لیے انکے گھر پہنچا فدخلتُ علیہ مُھنِّئًا بالعید واذا بین یدیہ طبق فیہ اوراق ھندباء وعصارۃ فیھا نخالۃ وھو یأکل فھنأتہ وتعجبت من حالہ ای فقرہ وخلو یدہ ورأیتُ ان جمیع ما نحن فیہ من الدنیا لیس بشیء فخرجتُ من عندہ ودخلتُ علی رجل یعرف بالجرجانی من محبی الصنیعۃ فلما علم بمجیئی خرج الیّ حاسر الرأس حافی القدمین وقال لی ما عنی القاضی ایدہ اللہ؟ قلتُ مُھمّ قال وما ھو؟ قلتُ فی جوارک داؤد بن علی ومکانہ من العلم ما تعلمہ انت فکثیر البرّ والرغبۃ فی الخیر تغفل عنہ وحدّثتہ ما رأیت منہ فقال لی ان داؤد شرِسُ الخُلقِ أعلم القاضی انی وجّھتُ الیہ البارحۃ الف درھم مع غلامی لیستعین بھا فی بعض امورہ فردّھا مع الغلام وقال للغلام قل لہ بای عین رأیتنی وما الذی بلّغک من حاجتی وخلّتی حتی وجّھت الیّ بھذا۔ قال فتعجّبتُ من ذلک وقلتُ لہ ھات الدراھم فأنّی أحملھا الیہ فدفعھا الیّ ثم قال یا غلام

الکیس الاخر فجاء بکیس فوزن الفا اُخری وقال تلک لنا وھذہ لموضع القاضی وعنایتہ قال فخرجتُ وجئتُ الیہ فقرعت الباب فخرج داؤد وکلّمنی من وراء الباب وقال ما ردّ القاضی قلتُ حاجۃ اکلّمک فیھا فدخلت وجلست ساعۃ ثم اخرجت الدّراھم وجعلتھا بین یدیہ فقال داؤد ھذا جزاء من ائتمنک علی سِرّہ اَنا بامانۃ العلم اَدخلتُک الیّ اِرجع فلا حاجۃ فیما معک قال المحاملی فرجعت وقد صغرت الدنیا فی عینی ودخلت علی الجرجانی فاخبرتہ بما کان فقال اَمّا انا فقد اَخرجتُ ھذہ الدّراھم للہ تعالی لا ارجع فی شیٔ منھا فلیتولّ القاضی اِخراجھا فی اھل الستر والعفاف علی ما یراہ القاضی۔

داؤد ظاہریؒ کا کلام کتاب اللہ کے مخلوق وغیر مخلوق ہونے کے بارے میں کچھ مبہم سا ہے چنانچہ اسی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ نے ان سے ملنے سے انکار فرما دیا تھا۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں وقد کان داؤد اراد الدخول علی الامام احمدؒ فمنعہ وقال کتب الیّ محمدُ بن یحیی الذھلی النیسابوری فی امرہ وانہ زعم انّ القرآن مُحدَث فلا یقربنی فقال لاحمدؒ ابنہ صالح بن احمد یا ابت انہ ینتفی من ھذا وینکرہ فقال احمد محمد بن یحیی اصدق منہ لا تأذن لہ فی المصیر الیّ۔ وحکی اَنّ اسحاق بن راھویہ لما سمع کلام داؤد بن علی فی بیتہ وثب وضربہ وانکر علیہ وکان داؤد یقول القرآن محدث ولفظی بالقرآن مخلوق۔ کذا فی المیزان ج ۱ ص ۳۲۲ خطیبؒ اپنی تاریخ میں بعض علماء سے یہ نقل کرتے ہیں۔

سئِل داؤد عن القرآن فقال اما الذی فی اللوح المحفوظ فغیر مخلوق واما الذی ھو بین الناس فمخلوق۔ وسُئل مرۃً عن القرآن فقال القرآن الذی قال اللہ تعالی لا یمسّہ الا المطھّرون وقال فی کتاب مکنون غیر مخلوق واما الذی بین اظھرنا یمسّہ الحائض والجنب فھو مخلوق۔

قال القاضی ابن کامل ھذا مذھب یذھب الیہ الناشیٔ المتکلم وھو کفر باللہ صحّ الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی ان یسافر بالقرآن الی اَرضِ العَدوّ مخافۃ ان یناللہ العدوّ فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما کُتِب فی المصاحف والصحف والالواح وغیرھا قرآنا والقرآن علی ایّ وجہ قرئ وتلی فھو واحد غیر مخلوق کذا فی تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۷۴

محمد بن عبدہ کہتے ہیں دخلت الی داؤد فغضب علیّ احمدُ بن حنبلؒ فدخلت علی احمد فلم یکلّمنی فقال لہ رجل یا ابا عبد اللہ انہ ردّ علیہ مسألۃً قال وما ھی قال قال الخنثاء اذا مات من یغسلہ؟ فقال داؤد یغسلہ الخدم فقال محمد بن عبدۃ الخدم رجال ولکن یُیمّم فتبسم احمد وقال اصاب اصاب ما اجود ما اجابہ۔

قال تاج الدین السبکی بعد ذکر ھذہ المسألۃ قلت لیس فی جواب داؤد فی مسألۃ الخنثاء ما ھو

بالغ فی النکرة وفی مذهبنا وجه انه یتیمم ووجه آخر انه یشتری من ترکته جاریة لتغسله والصحیح انه یغسله الرجال والنساء جمیعا للضرورة واستصحابا لحکم الصغر فقول داؤد یغسله الخدم لیس ببعید فی القیاس ان یذهب الیه ذاهب ولا واصل الی ان یجعل مما یضحک منه وقد کان داؤد موصوفا بالدین المتین - داؤد ظاہری کا سال ولادت ۲۰۰ھ وقیل ۲۰۲ھ اور سال وفات ماہ رمضان ۲۷۰ھ ہے - قال ابنه محمد بن داؤد رأیت ابی فی المنام فقلت ما فعل بك قال غفر لی وسامحنی قلت غفر لك فبم سامحك ؟ قال یا بنی الامر عظیم والویل کل الویل لمن لم یسامح -

فائدہ - علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ داؤد ظاہری اور ان کے اتباع احکام فقہ وفروع شریعت میں معتد بہ ہیں یا کہ نہیں - علامہ تاج الدین سبکی نے اس بارے میں تین اقوال ذکر کیے ہیں -

قول اول - داؤد کا قول معتبر ہے مطلقاً واختارہ ابو منصور البغدادی وقال ابن الصلاح انه الذی استقر علیه الامر آخرا -

قول ثانی - وہ غیر معتبر ہے مطلقا عند الاستاذ ابی اسحٰق الاسفرایینی ونقله عن الجمهور حیث قال قال الجمهور انهم یعنی نفاة القیاس لا یبلغون رتبة الاجتهاد ولا یجوز تقلیدهم القضاء - وقال امام الحرمین والمحققون من علماء الشریعة لا یقیمون لاهل الظاهر وزنا - وقال القاضی ابوبکر انی لا اعدهم من علماء الامة ولا ابالی بخلافهم ولا وفاقهم - وقال ان اصحاب الظاهر لیسوا من علماء الشریعة وانما هم نقلة ان ظهرت الثقة -

قول ثالث - قولهم معتبر الا فیما خالف القیاس الجلی وقال الشیخ السبکی والد تاج الدین السبکی ان داؤد لا ینکر القیاس الجلی وان نقل انکارہ عنه ناقلون وانما ینکر الخفی فقط قال ومنکر القیاس جلیه وخفیه طائفة من اصحابه زعیمهم ابن حزم - لکن ظاهر کلام داؤد انکارہ جملة قال داؤد فی رسالته الاصول والحکم بالقیاس لا یجب والقول بالاستحسان لا یجوز ثم قال ولا یجوز ان یحرم النبی صلی الله علیه وسلم فیحرم محرم غیر ما حرم لانه یشبهه الا ان یوقفنا النبی صلی الله علیه وسلم علی علة من اجلها وقع التحریم مثل ان یقول حرمت الحنطة بالحنطة لانها مکیلة واغسل هذا الثوب لان فیه دما او انتل هذا انه اسود یعلم بهذا ان الذی اوجب الحکم من اجله هو ما وقف علیه ومالم یکن ذلك فالبعید واقع بظاهر التوقیف وما جاوز ذلك فمسکوت عنه داخل فی باب ما عفی عنه انتهی -

فالحق عندنا الاعتبار بقول داؤد خلافا وفاقا کما قال السبکی نعم للظاهریة مسائل لا یعتد بخلاف داؤد فیها لا من حیث ان داؤد غیر اهل للنظر بل لخرقه فیها اجماعا تقدمه وعذرہ انه لم یبلغه الدلیل وذلك کقوله فی التغوط فی الماء الراکد وقوله لا ربا الا فی السنة المنصوص علیها و

غیر ذلك من مسائل وجّمت سهام الملام الیهم۔ هذا واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتمّ۔

الخوارج۔ الذین یؤمنون بالغیب کی شرح میں مذکور ہیں۔ خوارج اسلام میں اوّلین فرقہ فاسقہ ومبتدعہ ہے۔ یہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ صفین میں پیدا ہوا۔

اس فرقہ کے کئی نام ہیں۔ مثلاً حروریّہ و شُراۃ و نواصب ومارقہ وغیرہ۔ خوارج جمع ہے خارج کی۔ چونکہ وہ امام حق کی طاعت سے نکل کر نافرمانی کرنے لگے اسی وجہ سے انھیں خارج وخوارج کہتے ہیں۔ قال الشهرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۴ کل من خرج علی الامام الحق الذی اتّفقت الجماعۃ علیہ یسمی خارجیًا سواء کان الخروج فی ایام الصحابۃ اوکان بعدهم اٰہ بخلاصۃ نواصب جمع ناصب یا ناصبی ہے۔ وهو الغالی فی بغض علیؓ رضی اللہ عنہ۔ اور حروریہ نسبت ہے قریۂ حروراء کی طرف۔ جس میں یہ خوارج جمع ہوئے تھے۔ حروراء کوفہ کے قریب ایک قریہ ہے۔ شُراۃ جمع شارٍ ہے مثل قُضاۃ جمع قاضٍ۔ سُمّوا انفسهم بذلك لزعمهم أنهم شَرَوا انفسهم من اللہ۔

راجع لتفصیل احوالہم مقالات الامام الاشعری ج ۱ ص ۱۵۶ والتبصیر ص ۲۶ والبدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۳۴ وخطط المقریزی ج ۲ ص ۳۵۳ وکامل المبرد فی عدۃ مواضع۔ والفرق فی الفرق لعبد القاهر البغدادی ص ۷۲۔

خوارج میں بیس فرقے ہیں۔ ان میں بڑے فرقے آٹھ ہیں۔ یعنی محکمہ۔ ازارقہ۔ نجدات۔ بیہسیہ۔ عجاردہ۔ ثعالبہ۔ اباضیہ۔ صفریہ۔

خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے حَکَم کو مقرر کیا اور خوارج کے زعم میں غیر اللہ کو ثالث وحکم مقرر کرنا کفر ہے لقولہ تعالی ان الحکم الا للہ۔ خوارج اجتماعی صورت میں اس طرح نعرۂ تحکیم یعنی ان الحکم الا للہ لگاتے تھے جس طرح زمانہ حال کے مبتدعہ نعرۂ رسالت لگاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من کل ضلالۃٍ وبدعۃٍ۔

خوارج کے کل فرقے چند باتوں پر متفق ہیں۔ اوّل اکفار علیؓ وعثمانؓ۔ دوم اکفار حکمین یعنی علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما۔ سوم اکفار اصحاب الجمل ومن رضی بالتحکیم۔ چہارم اکفار اصحاب الکبائر من الذنوب پنجم وجوب خروج وبغاوت امام جائر کے خلاف۔ بعض خوارج کہتے ہیں کہ وہ گناہ موجب کفر نہیں ہے جس میں حد یا وعید وارد ہو اور بعض کہتے ہیں کہ صاحب کبیرہ کافر نعمت ہے نہ کہ کافر دین۔ کذا فی مقالات الاسلامیین للاشعری ج ۱ ص ۱۵۶ وکتاب الفرق فی الفرق ص ۷۳۔

صفین سے بطرف کوفہ رجوع کرنے کے بعد خوارج قریۂ حروراء میں جمع ہوئے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ان کا اول امیر عبد اللہ بن الکواء تھا۔ جو بعد میں تائب ہوگیا۔ بعدہ عبد اللہ بن وہب حُرقوص بن زہیر

معروف بہ ذوالثدیہ امیر خوارج بنے۔ ذوالثدیہ کی طرف احادیث میں اشارے موجود ہیں۔ مقام نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مابین جنگ ہوئی جس میں ان کے مذکورہ صدر دونوں امیر قتل ہوئے اس کے بعد زمانہ حجاج تک بلکہ اس کے بعد بھی ان کے ساتھ سخت سخت لڑائیاں ہوتی رہیں وفی المقالات وغیرہ ان عبد اللہ بن وھب اول من اقرہ الخوارج علیھم اول ما اعتزلوا بایعوہ لعشر بقین من شوال ۳۷ھ۔

خوارج اسلام میں عظیم فتنہ تھے۔ ان میں سے عبد الرحمٰن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ وفی الخوارج قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحقر صلاۃ احدکم فی جنب صلاتھم وصومہ احدکم فی جنب صیامھم ولکن لا یجاوز ایمانھم تراقیھم وقال علیہ السلام سیخرج من ضئضئی ھذا الرجل قوم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

المرجئۃ۔ مرجئہ ایک گمراہ فرقہ ہے قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۳ المرجئۃ صنف آخر تکلموا فی الایمان والعمل الا انھم وافقوا الخوارج فی بعض المسائل التی تتعلق بالامامۃ اھ۔

ارجاء کا معنی ہے تاخیر۔ فرقہ مرجئہ چونکہ عمل صالح کو مؤخر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نجات کے لیے اور حصول جنت کے لیے عمل صالح کی ضرورت نہیں ہے اس لیے انھیں مرجئہ کہتے ہیں۔ پس جو شخص معرفت اللہ حاصل کرکے تکبر ترک کر دے اور اللہ و رسول سے محبت کرے وہ کامل مومن ہے ان کے نزدیک۔ پس ان کے نزدیک ایمان صرف معرفت کا نام ہے۔ ایمان میں تصدیق شرعی و تسلیم ضروری نہیں ہے۔ ان کے نزدیک حصول معرفت و محبت و خضوع کے بعد کوئی گناہ آخرت میں ضرر نہیں دے گا۔ شیطان ان کی رائے میں صرف استکبار کی وجہ سے کافر ہے۔ وقالوا الایمان لا یزید ولا ینقص وقال بعضھم یزید ولا ینقص۔

مرجئہ میں متعدد فرقے ہیں۔ مثلاً یونسیہ و عبیدیہ و غسانیہ و ثوبانیہ۔ ان میں بعض کا عقیدہ یہ ہے ان المؤمن لا یدخل النار وان عصی۔ اور بعض کا عقیدہ یہ ہے انہ اذا دخل اصحاب الکبائر النار فانھم یخرجون عنھا بعد ان یعذبوا بذنوبھم واما التخلید فمحال ولیس بعذاب یعنی کفار کا نار میں معذب ہونا دائمی نہیں ہوگا۔ ان میں ایک فرقہ صالحیہ کا عقیدہ یہ ہے ان الایمان ھو المعرفۃ باللہ تعالی علی الاطلاق وان الصلاۃ لیست بعبادۃ للہ تعالی وانہ لا عبادۃ لہ الا الایمان بہ وھو معرفتہ۔

شہرستانی لکھتے ہیں ان اول من قال بالارجاء کما قیل الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب۔ ایک مرفوع حدیث ہے وھو ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعنت المرجئۃ علی لسان سبعین نبیا قیل ومن المرجئۃ یا رسول اللہ قال الذین یقولون الایمان کلام یعنی الذین

زعموا ان الایمان هو الاقرار وحده دون غیرہ۔

مرجئہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تبصیر ص۵۹، الملل والنحل ج ۱ ص۱۳۹، مقالات الاسلامیین ج ۱ ص۱۹۷، کتاب الفرق بین الفرق لعبد القاهر البغدادی ص۲۰۳۔

فائدہ۔ بعض جہال نے امام الائمہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو بھی مرجئہ میں شمار کیا ہے۔ لیکن یہ کذب محض ہے اور امام اہل سنت والجماعت ابو حنیفہؒ پر اعداء دین کی تہمت ہے۔ یہ تہمت اوّلاً خود مرجئہ غسانیہ کے رئیس غسان کوفی نے لگائی ہے۔ چنانچہ غسان کوفی نے اپنی گمراہی کے اثبات و تائید کے لیے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ بھی ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے اور یہ غسان کا دھوکہ ہے۔ جیسا کہ ہر گمراہ اپنی گمراہی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے بعض بڑے ائمہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ عوام و جہال میں اس طرح وہ اپنی گمراہی پھیلا سکیں حالانکہ وہ ائمہ دین ایسی گمراہیوں سے بری ہوتے ہیں۔

لہذا امام ابو حنیفہؒ اہل حق کے امام ہیں اور مرجئہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ عبد القاہر بغدادی اسفرائینی متوفی ۴۲۹ھ نے کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۰۳ پر اور محمد بن عبد الکریم شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ نے الملل والنحل ج ۱ ص ۱۴۱ پر ابو حنیفہؒ کی براءت کی تصریح کی ہے اور غسان وغیرہ کی ابو حنیفہؒ پر تہمتِ ارجاء کی سخت تردید کی ہے۔

دراصل وجہ اشتباہ یہ ہے کہ مرجئہ بھی ایمان میں اعمال کو داخل نہیں مانتے اور ابو حنیفہ رح کا مذہب بھی یہ ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ اس لفظی اشتراک کی وجہ سے ابو حنیفہ رح کو مرجئہ کہنا بہت بڑی غلطی ہے۔ کہاں ابو حنیفہؒ اور کہاں مرجئہ۔ مرجئہ اعمال کو مؤخر کر کے کہتے ہیں ان کی ضرورت نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ آخرت میں معاصی نقصان دہ نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ حصول جنت میں طاعات و نیک اعمال کا کوئی دخل نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ایمان صرف معرفت باللہ کا نام ہے۔ اور یہ تمام باتیں غلط ہیں ابو حنیفہؒ ان سے بری ہیں۔

ابو حنیفہ جمہور امت کے عقیدہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ تکمیلِ ایمان کے لیے اور حصول نجاتِ اخروی کے لیے اور رفع درجات عند اللہ کے لیے اعمال صالحہ ضروری ہیں اس لیے وہ خود کثیر العبادۃ تھے اور ساری رات عبادت کرتے تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ معاصی آخرت میں نقصان دہ ہیں اور مؤمن عاصی دوزخ میں جائے گا اگر اللہ تعالی چاہے۔ اور فرماتے ہیں کہ صرف معرفت و علم باللہ سے کوئی شخص مؤمن نہیں بنتا بلکہ مؤمن کے لیے تصدیق و تسلیم و تصدیق بالرسول ضروری ہے نفسِ معرفت تو بہت سے کفار کو بھی حاصل تھی۔ کما قال اللہ تعالی یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم صرف معرفت سے کوئی شخص مؤمن

نہیں بنتا۔

یہ ہے امام ابوحنیفہؒ کا عقیدہ اور یہی عقیدہ ہے کل متکلمین کا۔ اگر یہ عقیدہ ارجاء ہو تو کل ائمہ و متکلمین مرجئہ ہونگے العیاذ باللہ۔ قال الشہرستانی فی بیان المرجئۃ الغسانیۃ اصحاب غسان الکوفی۔ ومن العجیب ان الغسان کان یحکی عن ابی حنیفۃ مثل مذھبہ ویعدہ من المرجئۃ ولعلہ کذب علیہ لعمری کان یقال لابی حنیفۃ واصحابہ مرجئۃ السنۃ ولعل السبب فیہ انہ لما کان یقول الایمان ھو التصدیق بالقلب وھو لا یزید ولا ینقص ظنوا انہ یؤخر العمل عن الایمان والرجل مع تخریجہ فی العمل کیف یفتی بترک العمل اھ۔

بہرحال یہ صرف تعبیری مشارکت ہے اور اس مشارکت سے مشارکت واتحاد فی العقیدہ لازم نہیں آتا ورنہ پھر تو لازم آئے گا کہ امام شافعیؒ و محدثین وائمہ عظام بھی معتزلہ یا خوارج ہونگے۔ العیاذ باللہ۔ کیونکہ معتزلہ وخوارج بھی ایمان کو تصدیق واقرار واعمال سے مرکب مانتے ہیں اور امام شافعیؒ وغیرہ محدثین بھی ایمان کو ان تین سے مرکب مانتے ہیں تو صرف اس تعبیری اشتراک کی وجہ سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ان ائمہ دین کو معتزلہ وخوارج میں شمار کرے کیونکہ یہ صرف تعبیری اشتراک ہے اور مقصود و عقیدہ میں اشتراک نہیں ہے۔ اس لیے کہ معتزلہ وخوارج کے نزدیک مرتکب گناہ ایمان سے خارج ہوتا ہے اور محدثین وائمہ دین کے نزدیک یہ ایمان سے خارج نہیں ہوا البتہ وہ فاسق وگنہ گار ہوا۔ بہرحال لفظی وتعبیری اشتراک کے پیش نظر جس طرح امام شافعیؒ وامام احمدؒ ودیگر ائمہ کو معتزلی یا خارجی کہنا غلط ہے اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کو مرجئہ کہنا بھی غلط ہے اور گمراہی ہے۔ یہ جواب اول کی تفصیل ہے۔

جواب ثانی۔ ابوحنیفہؒ کو مرجئہ کہنے کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ ابوحنیفہؒ قدریہ ومعتزلہ وخوارج وغیرہ اہل بدعت کے بڑے مخالف تھے اور کتب تاریخ میں ہے کہ معتزلہ وخوارج عقیدۂ تقدیر وغیرہ میں اپنے مخالفین کو مرجئہ کہتے تھے۔ قال الشہرستانی فی بیان اطلاق المرجئۃ علی ابی حنیفۃ ولہ سبب آخر وھو انہ کان یخالف القدریۃ والمعتزلۃ الذین ظھروا فی الصدر الاول والمعتزلۃ کانوا یلقبون کل من خالفھم فی القدر مرجئا وکذلک الوعیدیۃ من الخوارج فلا یبعد ان اللقب انما لزمہ من فریقی المعتزلۃ والخوارج اھ۔

جواب ثالث۔ ارجاء کا معنی ہے تاخیر یعنی مؤخر کرنا۔ کتب تاریخ وکلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مرجئہ کے تین معنی ہیں۔ بالفاظ دیگر مرجئہ تین انواع ہیں۔

نوع اول۔ وہ مرجئہ ہیں جو گمراہ ہیں اور جو کہتے ہیں کہ عمل صالح کی کوئی ضرورت نہیں صرف معرفت باللہ نجات کے لیے کافی ہے۔ چونکہ یہ فرقہ عمل صالح کو معطل کرتا ہے اس لیے یہ اہل سنت سے خارج ہے اور

اس فرقہ کا بیان ابھی گزر چکا ہے۔

نوع ثانی وہ ہے جو صاحب کبیرہ کا حکم مؤخر کر کے کہتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ اللہ کی مرضی کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے جنت میں داخل کر دے اور اللہ چاہے تو دوزخ میں داخل کر دے۔ اور یہ عقیدہ ہے صاحب کبیرہ کے بارے میں کل اہل سنت وجماعت کا۔ اس کے خلاف صرف معتزلہ وخوارج ہیں جو کہتے ہیں کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا دنیا میں حکم یہ ہے کہ وہ ایمان سے خارج ہوا اور کافر نہیں ہے کما قالت المعتزلۃ یا کافر ہے کما قال الخوارج۔ بنا بر ایں معنی کل اہل سنت مرجئہ ہیں۔

نوع ثالث۔ ارجاء کے تیسرے معنی ہیں حضرت علیؓ کو خلیفہ رابع تسلیم کریں نہ کہ خلیفہ اول وثانی وثالث بنا بر ایں شیعوں کے سوا کل امت محمدیہ محدثین ومفسرین ومتکلمین وفقہاء حضرت علیؓ کو درجۂ اولیٰ سے مؤخر کر کے درجۂ رابعہ کا خلیفہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا حق ہی یہی تھا کہ وہ درجہ رابعہ میں خلیفہ بن جائیں۔

یہ ہیں تین انواع مرجئہ۔ قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۳۹ بعد بیان النوع الاول من الارجاء وقیل الارجاء تاخیر حکم صاحب الکبیرۃ الی یوم القیامۃ فلا یقضی علیہ بحکم ما فی الدنیا من کونہ من اھل الجنۃ او من اھل النار فعلی ھذا المرجئۃ والوعیدیۃ فرقتان متقابلتان۔ و قیل الارجاء تاخیر علیؓ عن الدرجۃ الاولی الی الرابعۃ فعلی ھذا المرجئۃ والشیعۃ فرقتان متقابلتان انتھی۔ اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ پر نوع ثانی یا نوع ثالث من الارجاء کے پیش نظر مرجئہ کا اطلاق ہوا ہے اور ان آخری دونوں نوعوں کو مرجئۃ السنت کہتے ہیں۔ فاندفع الاشکال۔ ھذا واللہ اعلم۔

الجھمیۃ یہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ یہ جہم بن صفوان راسبی کے اتباع ہیں۔ جہم ہذا جعد بن درہم زندیق کا تلمیذ ہے۔ جعد بہت بڑا ملحد وخبیث الطبع شخص تھا۔ جعد سب سے پہلا وہ شخص ہے جو خلق قرآن اور تعطیل اللہ عن صفاتہ کا قائل ہوا۔ جعد کے بارے میں حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں الجعد بن درھم عداده فی التابعین مبتدع ضال زعم ان اللہ لم یتخذ ابراھیم خلیلا ولم یکلم موسیٰ تکلیما وقتل علی ذلک بالعراق یوم النحر۔ جعد کو خالد بن عبداللہ قسری نے اپنی ولایت وامارت کے زمانہ میں ۱۲۴ھ میں بروز عید الاضحیٰ قتل کر دیا تھا۔

جہم کے بارے میں حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں الضال المبتدع راس الجھمیۃ ھلک فی زمان صغار التابعین وما علمتہ روی شیئا ولکنہ زرع شرا عظیما۔ طبری لکھتے ہیں انہ کان کاتبا للحارث بن سریج الذی خرج فی خراسان فی اخر دولۃ بنی امیۃ۔ فرقہ جہمیہ کی تفصیل کے لیے دیکھیں کتاب تبصیر۔ ص ۶۲ وکتاب ملل ونحل ج ۱ ص ۸۶۔

جہمیہ خالص جبریہ فرقہ ہے جو انسان کو مجبور محض بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان قدرت سے متصف نہیں ہے اور انسان مثل جمادات ہے اس کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ اپنے افعال کا نہ خالق ہے نہ کاسب۔ بلکہ بندہ کی طرف افعال کی نسبت مجازاً ہوتی ہے جس طرح جمادات کی طرف بعض افعال کی نسبت ہوتی ہے۔ فھذہ النسبۃ الی الانسان مثل نسبۃ الاثمار الی الشجرۃ والجری الی الماء والحرکۃ الی الحجر۔ قال الشھرستانی نقلاً عنھم قالوا لا قدرۃ للانسان ولا ارادۃ ولا اختیار وتنسب الیہ الافعال مجازاً کما تنسب الی الجمادات کما یقال اثمرت الشجرۃ وجری الماء وتحرک الحجر وطلعت الشمس وغربت وتغیمت السماء وامطرت الی غیر ذلک والصواب والعقاب جبر کما ان الافعال کلھا جبر واذا ثبت الجبر فالتکلیف ایضاً کان جبراً۔

وقال الشھرستانی جہم بن صفوان من الجبریۃ الخالصۃ ظھرت بدعتہ بترمذ وقتلہ سلم بن احوز المازنی بمروۃ فی آخر ملک بنی امیۃ اھ۔ الملل والنحل ج ۱ ص ۸۶۔ جہمیہ کے چند گمراہ عقائد یہ ہیں

(۱) زعم جہم ان الجنۃ والنار تفنیان۔

(۲) وان الایمان ھو المعرفۃ باللہ فقط وان الکفر ھو الجھل بہ فقط کذا فی کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۱۱۔

(۳) وانہ من اتی بالمعرفۃ ثم جحد بلسانہ لم یکفر بجحدہ لان العلم والمعرفۃ لا یزولان بالجحد فھو مؤمن۔

(۴) ولا یتفاضل اھل الایمان فیہ فایمان الانبیاء وایمان الامۃ علی نمط واحد اذ المعارف لا تتفاضل۔

(۵) وان رؤیۃ اللہ من المحال کما قالت المعتزلۃ۔ کذا فی الملل ص ۸۸ ج ۱۔

(۶) لا فعل ولا عمل لاحد غیر اللہ وانما تنسب الاعمال الی الخلق علی المجاز۔

(۷) وان علم اللہ حادث۔

(۸) وامتنع ان یوصف اللہ بانہ شئ او حیّ او عالم او مرید قال جہم لا اصفہ بوصف یجوز اطلاقہ علی غیرہ تعالیٰ ثم انہ وصفہ بانہ قادر ومُوجِد وفاعل وخالق ومحیٍ ومیت لان ھذہ الاوصاف مختصۃ باللہ تعالیٰ۔ وکان جہم یخرج باصحابہ فیقفھم علی المجذومین ویقول انظروا ارحم الراحمین یفعل مثل ھذا انکاراً لرحمتہ کما انکر حکمتہ۔ بہرحال جہمیہ فرقہ اسلام میں ایک عظیم فتنہ تھا۔ ھذا واللہ اعلم۔

المعتزلۃ ۔ آیت ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعھم الخ اور الذین یؤمنون بالغیب الخ کی تفسیر کے علاوہ کئی مواضع میں معتزلہ کا ذکر موجود ہے ۔ معتزلہ کو قدریہ بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ منکر تقدیر ہیں اور خلقِ افعال کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں ۔ معتزلہ وخوارج کو وعیدیہ بھی کہا جاتا ہے ۔ فرقہ معتزلہ بھی جہمیہ کی طرح ایک گمراہ فرقہ ہے ۔ اس فرقہ میں بڑے اہل علم گزرے ہیں مثل زمخشری وغیرہ ۔

معتزلہ علوم فلسفہ وعلوم یونان کے بڑے ماہر تھے اور فلسفہ کو اصل سمجھتے ہوئے اس کے مطابق قرآن واحادیث کی تاویلیں کرتے تھے اور اس طرح وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے ۔ حالانکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن وحدیث کو اصل سمجھے اور جہاں پر اصول اسلام اور اصول فلسفہ میں تضاد وتقابل آجائے تو اصول اسلام کو اصل وصحیح سمجھتے ہوئے ان کے مطابق اصول فلسفہ کی تاویل کرنی چاہیے اور اگر تاویل وتطبیق نہ ہوسکے تو اصول فلسفہ کو رد کرنا لازم ہے ۔ یہی ہمارے مشائخ اہل سنت والجماعت ومحدثین ومفسرین کا معروف ومسلّم طریقہ ۔ معتزلہ نے عقل وعقلیات کا ساتھ دیتے ہوئے اصول اسلام سمجھنے میں بڑی غلطیاں کیں ۔ معتزلہ کے چند عقائد یہ ہیں ۔

اوّل ۔ معتزلہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ازلیہ کے منکر ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے وہ وصفِ علم ووصفِ قدرت وحیات وسمع وبصر کے اثبات کے قائل نہیں ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ عالم بھی ہے اور قادر بھی اور سمیع وبصیر بھی بعلم ذاتی وبقدرتِ ذاتی وبسمع ذاتی وببصر ذاتی ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی ذات ہی اللہ کے عالم وقادر وسمیع وبصیر ہونے کے لیے کافی ہے پس اللہ عالم وقادر ہے سمیع وبصیر ہونے میں اپنی ذات کے علاوہ اوصاف واتصاف بالاوصاف کے قائل نہیں ہیں ۔

دوم وہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت کو محال سمجھتے ہیں وزعموا انہ لا یرٰی نفسہ ولا یراہ غیرہ واختلفوا ھل ھو لعدم لغیرہ ام لا فاجاز قوم منھم واباہ قوم اٰخرون منھم ۔

سوم وہ قرآن مجید یعنی کلام اللہ کو حادث ومخلوق کہتے ہیں ۔

چہارم وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے افعال میں کوئی دخل نہیں ہے بلکہ ہم خود اپنے افعال اختیاریہ کے خالق ہیں ۔ بنا بریں ان کے نزدیک ہر انسان خود اپنے افعال کا خالق ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حیوانات کے اعمال میں بھی اللہ کی تقدیر وعمل کا دخل نہیں ہے ۔ اور اسی عقیدہ کی وجہ سے اہل سنت انھیں قدریہ کہتے ہیں اور یہ حدیث ان کے بارے میں بطور پیش گوئی وارد ہے القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ وقال علیہ السلام القدریۃ خصماء اللہ بالقدر ۔

پنجم ۔ ان کے زعم میں اللہ تعالیٰ پر رعایت مصالح عباد واجب ہے ۔

ششم ۔ مرتکب گناہ کبیرہ ان کے نزدیک نہ مؤمن ہے اور نہ کافر اور اس کا نام انہوں نے اپنی

اصطلاح میں فاسق رکھا ہے لہذا وہ اسلام و کفر کے مابین واسطہ کے قائل ہیں۔ البتہ وہ آخرت میں جنت و دوزخ کے مابین واسطہ کے قائل نہیں ہیں چنانچہ یہ فاسق ان کے نزدیک کفار کی طرح مخلد فی النار ہوگا۔

ہفتم۔ ان کے زعم میں مؤمن صالح و مطیع مستحق ثواب و جنت ہے لہذا اللہ تعالی پر واجب ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔ ان کے زعم میں جنت میں دخول کا سبب مؤمن کی اطاعت ہی ہے اس کا سبب اللہ تعالی کا تفضل و مہربانی نہیں ہے۔

اعتزال کا معنی ہے برطرف و جدا کرنا یا جدا ہونا چونکہ وہ اپنے عقیدوں کے لحاظ سے اہل سنت سے برطرف ہیں اور ان کے مخالف ہیں اس لیے وہ معتزلہ کہلائے۔ نیز وہ چونکہ تقدیر کے منکر ہیں اور افعالِ اختیاریہ میں تخلیق خدا تعالی کا دخل نہیں مانتے اس وجہ سے بھی وہ معتزلہ کہلائے کیونکہ وہ تقدیر خدا سے برطرف اور مخالف ہیں یا تقدیر خدا تعالی کو اپنے افعال سے برطرف مانتے ہیں۔

معتزلہ واصل بن عطاء غزال کے متبع ہیں اور واصل ہی اول اول قائل بعقائد اعتزالیہ ہوا۔ کما صرح بہ کثیر من العلماء۔ واصل حسن بصریؒ کا تلمیذ اور ان کے حلقہ درس کے شرکاء میں سے تھا۔ پھر واصل نے تقدیر کا انکار کیا اور اسی طرح دیگر نئے عقائد کا اظہار کرتے ہوئے حسن بصری کے حلقہ درس سے جدا ہو کر الگ اپنی مجلس اور حلقہ قائم کر لیا تو حسن بصریؒ نے فرمایا قد اعتزل عنّا اس لیے وہ معتزلہ کہلائے واصل فرقہ معتزلہ کا مؤسس و رئیسِ اول ہے۔ دیکھیے کامل للمبرد۔ ج ۳ ص ۹۲۱۔ واصل کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی اور حسن بصریؒ کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

شہرستانی لکھتے ہیں کہ مسئلہ تقدیر میں واصل بن عطاء نے معبد جہنی و غیلان دمشقی کی تقلید کی۔ کتاب الملل والنحل ج ۱ ص ۴۷۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ معبد جہنی بصری بڑا ملحد تھا کان اول من تکلم فی الاسلام بالقدر وذکروا انہ اخذ ذلک عن نصرانی اسمہ ابویونس سیسویہ ویعرف بالاصوار معبد بن خالد الجہنی کے بارے میں ابو حاتم لکھتے ہیں قدم المدینۃ فافسد فیہا ناسًا انتہی۔ دارقطنی لکھتے ہیں حدیثہ صالح ومذہبہ ردیٔ وعن الاوزاعی قال اول من نطق فی القدر رجل من اہل العراق یقال لہ سوسن کان نصرانیًا فاسلم ثم تنصّر اخذ عنہ معبد الجہنی واخذ غیلان عن معبد صلبہ عبد الملک بن مروان وقیل قتلہ الحجاج ۸۰ھ۔

راجع کتاب العبر ج ۱ ص ۹۲ وتہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۲۲۵ وکتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر بغدادی ص ۱۸

غیلان دمشقی اس الحاد و زندقہ میں معبد کا شاگرد تھا۔ خلیفہ عادل عمر بن عبد العزیزؒ متوفی ۱۰۱ھ نے گرفتار کرا کر اسے قتل کرنا چاہا لیکن غیلان نے اظہار توبہ کیا۔ بعدہ پھر اس نے وہی الحاد شروع کر دیا تو

ہشام بن عبدالملک نے اسے باب دمشق میں پھانسی پر لٹکا دیا۔ لسان المیزان ج ۶ ص ۴۲۴ معارف ص ۶۲۵۔ یہ مذہب اعتزال کی مختصر تاریخ تھی۔

معتزلہ کا رئیس واصل بن عطاء الثغ تھا یعنی حرف راء ادا نہیں کر سکتا تھا۔

اس فرقے کی تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب التبصیر ص ۴۰ وطبقات معتزلہ ص ۲۸ ووفیات الاعیان لابن خلکان ترجمہ ۷۲۹۔ اور احوال واصل کے لیے دیکھیں کامل مبرد ج ۲ ص ۱۲۴۔ لسان المیزان ص ۲۱۴ ج ۶۔ کتاب البدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۴۲۔ البیان والتبیین للجاحظ ج ۱ ص ۲۱۔

معتزلہ کے اندر بہت سے فرقے ہیں۔ عبدالقاہر نے ان کے بیس ۲۰ فرقے ذکر کیے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر کہتا ہے۔

چند فرقوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) واصلیہ اتباع واصل بن عطاء (۲) ہذیلیۃ اتباع ابی الہذیل حمدان بن الہذیل متوفی ۲۲۶ھ۔ دیکھیے مقالات الاسلامیین لابی الحسن الاشعریؒ ج ۲ ص ۴۸۲ (۳) النظامیہ اتباع ابراہیم بن سیار المعروف بالنظام یہ ابی الہذیل کا ابن اخت تھا۔ نظام کا سالِ وفات ۲۳۱ھ ہے۔ (۴) الاسواریہ اتباع علی اسواری۔ (۵) المعمریہ۔ اتباع معمر بن عباد سلمی متوفی ۲۲۰ھ (۶) الہشامیۃ۔ اتباع ہشام بن عمرو متوفی ۲۲۶ھ (۷) الجاحظیۃ۔ اتباع عمرو ابن بحر ابی عثمان الجاحظ متوفی ۲۵۰ھ وقیل ۲۵۵ھ راجع العبر ج ۱ ص ۴۵۶ ووفیات الاعیان ترجمہ ۴۷۹ وطبقات المعتزلہ ص ۶۷ (۸) الاسکافیہ اتباع محمد بن عبداللہ اسکافی متوفی ۲۴۰ھ (۹) الکعبیہ۔ اتباع ابی القاسم بن محمد الکعبی متوفی ۳۱۹ھ (۱۰) الجبائیہ والبہشمیۃ اتباع ابوعلی جبائی متوفی ۲۹۵ھ واتباع ابنہ ابوہاشم عبدالسلام متوفی ۳۲۱ھ ہذا واللہ اعلم۔

الشیعۃ۔ مذہب تشیع کی تردید کی طرف تفسیر ہذا میں کئی مواضع میں واضح اشارے موجود ہیں۔ شیعہ اہل حق کے لیے ایک عظیم آفت ہیں۔ ہر زمانے میں دین اسلام ومسلمانوں کو ان سے بڑا نقصان پہنچا ہے اور پہنچتا رہے گا۔ یہ بظاہر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع کا شیعہ یعنی گروہ ہیں۔ شیعہ کا معنی ہے جماعت، لیکن درحقیقت وہ اہل بیت وعلی رضی اللہ عنہم کے عقائد وآراء کے مخالف ہیں۔

تشیع کی بنیاد یہود نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے رکھی تھی۔ شیعوں کے بعض عقائد مضحکہ خیز ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جن کی وجہ سے وہ مجوس ومشرکین سے بھی کفر میں آگے نکل گئے ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جنھیں تسلیم کرنے کے لیے ادنیٰ عاقل بھی تیار نہیں ہو سکتا۔ کتب تاریخ میں ہے کہ شیعیت کا بانی عبداللہ بن سبا ہے۔ یہ دراصل یہودی تھا جو اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے بظاہر اسلام میں داخل

ہوگیا تھا۔ اور محبت علیؓ اور محبت اہل بیت کو اپنی گمراہی اور اپنے فرقہ کی بنیاد قرار دیا۔
کیونکہ اس کی رائے میں یہ ایک قوی ہتیار تھا وہ سمجھتا تھا کہ محبت اہل بیت ہر مسلمان کے دل میں ثابت ہے۔ اسی وجہ سے یہ دھوکہ اور گمراہی کا اور تشیع کی قوت کا بہترین ذریعہ ہے اور واقعی وہ اپنی خباثت میں کامیاب ہوا اور آج تک کامیاب ہے اور اہل تشیع ہمیشہ کے لیے قرآن و اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے رہے اور پہنچا رہے ہیں اور پہنچاتے رہیں گے۔

تشیع کی تفصیل کے لیے دیکھیں مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۱۲۹ و الملل والنحل ج ۱ ص ۱۴۶ و کتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر اسفرائینی متوفی ۴۲۹ھ ص ۲۱، ۲۹، ۲۲۵، ۲۳۳ و مروج الذہب ج ۳ ص ۲۲۰، ۲۵۲۔ والتبصیر ص ۱۷ و شرح عقیدۃ السفارینی ج ۱ ص ۸۰۔

شیعوں میں بہت سے فرقے ہیں۔ شہرستانی لکھتے ہیں کہ ان کے بڑے فرقے پانچ ہیں کیسانیہ، زیدیہ و امامیہ و غلاۃ و اسماعیلیہ۔ پھر ہر ایک فرقہ میں متعدد فرقے ہیں۔

اول کیسانیہ۔ یہ اتباع کیسان ہیں جو حضرت علیؓ کا غلام تھا۔ ان کیسانیہ میں متعدد فرقے ہیں یعنی مختاریہ اصحاب مختار بن ابی عبید الثقفی الہاشمیہ۔ البیانیہ۔ الرزامیہ۔

فرقہ دوم زیدیہ ہے۔ اتباع زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ ان میں تین فرقے ہیں جارودیہ۔ سلیمانیہ۔ بتریہ۔

فرقہ سوم امامیہ۔ ہم قائلون بامامۃ علیؓ بعد النبی علیہ السلام نصًّا ظاہرًا قالوا لیس فی الدین الاسلام امرٌ اہم من تعیین الامام۔ امامیہ کچھ مدت کے بعد بعض تو معتزلہ ہوگئے اور بعض مشبہہ ہوگئے۔ اور بعض نے کچھ اور گمراہ عقائد اختیار کر لیے۔ اسی فرقہ امامیہ میں سے ہیں اثنا عشریہ و باقریہ وغیرہ۔

فرقہ چہارم غلاۃ یعنی غالیہ اس فرقہ نے اپنے ائمہ کے حق میں غلو و تجاوز کر کے انھیں حدود مخلوق سے نکال کر ان کے لیے احکام ربوبیت ثابت کیے۔ ان میں بڑے بڑے فرقے بارہ ہیں السبائیہ۔ الکاملیہ الخطابیہ وغیرہ۔

فرقہ پنجم اسمٰعیلیہ وہ اسماعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔

شیعوں کے مختلف فرقوں کے چند عقائد بطور مشتے نمونہ خروار یہ ہیں۔

(۱) ان میں سے بعض کا زعم ہے کہ نبی علیہ السلام نے امامت علیؓ کی تصریح فرمادی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب کافر ہوگئے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیونکہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اختیار کر لی تھی۔ ان میں سے بعض یعنی سلیمانیہ کہتے ہیں کہ امامت ابوبکر و عمر بھی صحیح تھی اور جائز تھی البتہ حضرت علی ان سے اولیٰ تھے لہذا وہ کافر نہیں ہیں۔

(۲) زیدیہ میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ مؤمن جو مرتکب گناہ کبیرہ ہوا ہو وہ مخلد فی النار ہوگا۔ ان کا یہ عقیدہ وہی عقیدہ ہے جو خوارج و معتزلہ کا ہے۔ دیکھیے کتاب الفرق، ص ۳۴۔

(۳) ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کے بارے میں بداء کے قائل ہیں۔ بداء کے معنی وہ یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے ایک معاملہ کا علم ہوا اور اس کے بعد اسے اپنے علم میں غلطی ظاہر ہو جائے جس طرح انسان کو تجربہ سے گاہے اپنے سابقہ علم کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے۔ اہل تشیع کی یہ بات کتنی بڑی گمراہی ہے۔ اہل تشیع میں سے مختار اور بہت سے دیگر شیعہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بداء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

(۴) ان میں سے بعض تناسخ کے بھی قائل ہیں اور قیامت کے منکر ہیں۔ کما فی الملل والنحل ص ۱۵۱۔

(۵) ان میں سے بعض یعنی بیانیہ و سبائیہ وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الٰہ یعنی خدا مانتے ہیں۔ قالوا حلّ فی علیّ جزء الٰھی واتحد بجسدہ ولذا کان علیّ یعلم الغیب ویحارب الکفار وبھذا الجزء الالٰھی قلع باب خیبر۔ وقالوا اختفی علی رضی اللہ عنہ وربما یظھر فی بعض الازمان وقالوا فی تفسیر قولہ تعالیٰ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام ارادبہ علیًا رضی اللہ عنہ وقالوا ھو الذی یأتی فی الظلل والرعد صوتہ والبرق ابتسامہ۔ عبداللہ بن سبا کے بارے میں شہرستانی لکھتے ہیں انہ قال لعلیّ کرم اللہ وجھہ انت انت یعنی انت الالٰہ فنفاہ علی رضی اللہ عنہ الی المدائن۔

زعموا انہ کان یھودیا فاسلم وکان فی الیھودیۃ یقول فی یوشع بن نون وصی موسیٰ علیھما السلام مثل ما قال فی علی رضی اللہ عنہ۔

وزعم ان علیا حیٌّ لم یمت ففیہ الجزء الالٰھی وھو الذی یجیٔ فی السحاب والرعد صوتہ و البرق تبسمہ انتھی۔ کتاب الفرق ص ۲۳۳ میں ہے زعم عبداللہ بن سبا ان علیًا کان نبیًا ثم غلافیہ حتی زعم انہ الٰہ ودعا الی ذلک قومًا من غُواۃ الکوفۃ فامر علیؓ باھراق قوم منھم ثم خاف اختلاف اصحابہ علیہ فنفی ابن سبا الی سباط المدائن فلما قُتل علیّ زعم ابن سبا ان المقتول لم یکن علیًا وانما کان شیطانا تصوّر للناس فی صورۃ علیّ وان علیًا صعد الی السماء کما صعد الیھا عیسیٰ بن مریم وانہ سینزل الی الدنیا وینتقم من اعدائہ۔ وزعم بعضھم ان علیًا فی السحابۃ وان الرعد صوتہ والبرق سوطہ ومن سمع من ھؤلاء الشیعۃ صوت الرعد قال علیک السلام یا امیر المؤمنین۔

(۶) شیعوں میں بعض غلاۃ بیانیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صورت مثل صورتِ انسان ہے اور جس طرح انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے بھی وہ مکمل طور پر ایسے ہی اعضاء ثابت کرتے ہیں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہ سارے اعضاء کسی وقت فنا ہو جائیں گے

سوائے وجہ کے لقولہ تعالیٰ کل شئ ھالك الا وجھہ شیعوں کا یہ فرقہ بیانیہ کہلاتا ہے اتباع بیان بن سمعان تمیمی۔

یہ بیان بن سمعان قرن ثانی ہجری کے اوائل میں ظاہر ہوا وادعی اولاً ان جزءًا الٰھیًا حل فی علیؓ ثم فی محمد بن الحنفیۃ ثم فی ابنہ ابی ھاشم ثم فی بیان نفسہ ثم ادعی النبوۃ حتی اخذہ خالد القسری وصلبہ۔ وکان بیان بن سمعان یزعم معرفۃ الاسم الاعظم وانہ یھزم بہ العساکر وانہ یدعوبہ الزھرۃ فتجیبہ فلما اخذہ خالد بن عبد اللہ القسری قال لہ ان کنت تھزم الجیوش بالاسم الذی تعرفہ فاھزم بہ اعوانی عنك۔

دیکھیے مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۶۶۔ التبصیر ص ۴۳، الحور العین ص ۱۶۱ تا ص ۲۶۲، اعتقادات فرق المسلمین ص ۵۴، کامل ابن الاثیر ج ۵ ص ۸۲، کتاب الفرق بین الفرق ص ۴۰ و ص ۲۳۷۔

(۷) شیعہ تقیہ کو جائز بلکہ مستحب بلکہ دین کا جزء بتاتے ہیں۔ تقیہ کی تفصیل بڑی طویل ہے البتہ حاصل یہ ہے کہ حسب ضرورت اگرچہ مجبوری نہ ہو جھوٹ بولنا کار ثواب ہے۔

(۸) غدر و فریب دہی ہر شیعی کے ساتھ لازم بیّن ہے۔ خصوصاً زمانہ حال کے شیعہ تو اہل سنّت کی دشمنی میں حد سے نکلے ہوئے ہیں۔ عبد القاہر بغدادی لکھتے ہیں کہ روافض کوفہ کا شیوہ ہے غدر و بخل اور وہ اس سلسلے میں عرب میں ضرب المثل تھے حتی قیل ابخل من کوفیّ واغدر من کوفیّ ان کے فریب و دھوکے کے چند نمونے یہ ہیں۔

(۱) انہوں نے قتل علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جب وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو شیعوں نے ساباط مدائن میں دھوکہ کیا حتی کہ ان میں سے ایک شخص سنان جعفی نامی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نیزہ مارا اور گھوڑے سے گرا دیا۔ یہی غدر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کے اسباب میں سے ایک سبب تھا۔

شیعہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہزارہا خطوط لکھ کر یزید کے خلاف کوفہ بلایا اور کربلا میں وہ سارے ان کے خلاف عبید اللہ بن زیاد کی معاونت کرنے لگے تا آنکہ حسین رضی اللہ عنہ اپنے خاندان سمیت شہید ہوئے۔

(۳) شیعہ پندرہ ہزار کی تعداد میں اپنے امام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے ساتھ جمع ہوئے اور انھیں بغاوت کرنے اور یوسف بن عمر سے جنگ پر آمادہ کیا پھر بیعت توڑ کر عین سخت جنگ کے دوران زید بن علی کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے یہاں تک کہ زید قتل ہوئے۔ ترک معاونتِ زید کے بعد وہ روافض کہلانے لگے۔ عین جنگ کے وقت شیعوں نے زید سے کہا کہ شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں

آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ زید نے کہا انی لا اقول فیھما الا خیرا وما سمعت ابی یقول فیھما الا خیرا انما خرجت علی بنی امیۃ الذین قتلوا الحسین و اغاروا علی المدینۃ یوم الحرۃ ثم رموا بیت اللہ بحجر المنجنیق والنار فغار قوۃ فقال لھم ترفضتمونی ومن یومئذٍ سمّوا الرافضۃ اھ۔

المجوس۔ آیت ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین الخ کی شرح میں مذکور ہے مجوس مشرکین و کفار کا ایک قدیم فرقہ ہے ان میں سے بعض آتش پرست ہیں اور بعض کواکب پرست۔ مجوس اتباعِ ابراہیم علیہ السلام کے مدعی ہیں اگرچہ وہ ملتِ ابراہیمی سے کوسوں دور ہیں۔

اجمالاً عقیدہ مجوس کے سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھیں کہ وہ دو خالقوں کے قائل ہیں۔ بالفاظ دیگر ان کے نزدیک دو امور اصل عالم اور خالق ہیں عالم کے لیے اور یہ دونوں قدیم ہیں اور عالم کے مدبّر و متصرف ہیں۔ اور یہی دو اصل خیر و شر، نفع و ضرر، صلاح و فساد تقسیم کرنے والے ہیں۔ ایک اصل کا نام نور ہے اور ایک کا نام ظلمت ہے۔ فارسی میں نور کا نام یزدان ہے اور یہی خالق خیر و نفع و صلاح ہے۔ اور دوسرے کا نام، فارسی میں اہرمن ہے اور یہی شر و ضرر و فساد کا خالق اور برپا کرنے والا ہے اس نور کا نام اللہ ہے اور ظلمت و اہرمن کا نام شیطان ہے۔

عقیدۂ مجوس دو قاعدوں پر مبنی ہے۔

قاعدۂ اولیٰ۔ اختلاط نور و ظلمت اور اس کا سبب۔

قاعدہ ثانیہ۔ امتیاز و خلاصِ نور ظلمت سے اور خلاص و امتیازِ ظلمت نور سے۔ یہ دو قاعدے ہیں جن پر ان کا مسلک قائم ہے چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ نور و ظلمت کا آپس میں ایک دوسرے سے اختلاط مبدءِ عالم ہے اور نور کا ظلمت سے امتیاز و خلاصی حاصل کرنا معاد و قیامت ہے۔ جب نور ظلمت سے ممتاز ہو جائے اور چھٹکارا حاصل کر لے تو یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور قیامت برپا ہو جائے گی۔

ان کے نزدیک اس دنیا کی بقا خلط نور و ظلمت کی مرہون ہے۔ مجوس کو ثنویہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دو مدبّرین خالقین جو یزدان و اہرمن ہیں کے قائل ہیں۔ یہ ہے ان کے مسلک کا خلاصہ۔

تفصیل مسلک مجوس یہ ہے کہ ان میں متعدد فرقے ہیں اور ہر ایک کا عقیدہ مضحکہ خیز اور احمقانہ ہے۔

فرقہ اولیٰ کیومرثیہ۔ یہ ان میں قدیم تر فرقہ ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسانی کا پہلا فرد کیومرث ہے اور یہی آدم علیہ السلام ہیں۔ کیومرث کا معنی ہے الحیّ الناطق۔ اصحاب کیومرث اگرچہ اصلین یعنی یزدان اہرمن کے قائل ہیں لیکن ان کی رائے میں یہ دونوں قدیم و ازلی نہیں ہیں بلکہ یزدان یعنی نور ازلی و قدیم ہے اور اہرمن یعنی ظلمت مخلوق و حادث ہے۔

پھر اہرمن کس طرح پیدا ہوا اس کی تخلیق کی توجیہ وہ یہ کرتے ہیں کہ یزدان کی ایک غلط فکر اور سوچ تخلیقِ اہرمن کا سبب بنی۔ العیاذ باللہ۔ وہ کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ایک مرتبہ یزدان سوچنے لگا کہ میرا مقابل وخصم و منازع موجود تو نہیں ہے لیکن بتقدیر فرض اگر وہ موجود ہوتا تو کیا ہوتا اور کیسا ہوتا۔ یہ سوچ اور تدبر چونکہ بالکل بُرا اور ردّی تھا اور طبیعتِ نور کے مناسب نہ تھا لہذا اس فکر و تدبر سے خود بخود ظلمت یعنی تاریکی پیدا ہوئی اور وہ اہرمن سے موسوم ہوئی۔

اور اہرمن کی چونکہ فطرت اور طبیعت شر و فتنہ و فساد و فسق سے بنی ہوئی تھی اس لیے وہ پیدا ہوتے ہی یزدان کا مخالف اور باغی ہوگیا اور اس نے یزدان سے مقابلہ شروع کر دیا وہ فسق و فساد، شر و فتنہ برپا کرتا اور نور یعنی یزدان اسے برے کاموں سے روکتا رہتا اسی طرح ان دونوں میں مخالفت بڑھتی گئی حتیٰ کہ ظلمت یعنی اہرمن اپنی فوج لے کر مقابلہ پر آگیا دوسری طرف نور یعنی یزدان بھی اپنی نورانی فوج کے ساتھ اس کے مقابل ہوا اور پھر دونوں فوجوں میں زبردست جنگ شروع ہوگئی مگر کسی کو بھی فتح حاصل نہ ہوسکی۔

چنانچہ فرشتے درمیان میں آگئے اور انہوں نے طرفین میں یہ مصالحت کرائی کہ عالم سفلی اہرمن کے قبضہ میں سات ہزار سال تک رہے گا اس کے بعد اہرمن یہ عالم نور کے سپرد کر دے گا۔

مجوس کہتے ہیں کہ اس مصالحت کے بعد ایک انسان پیدا کیا گیا جس کا نام کیومرث ہے اور ایک حیوان جو ثور یعنی بیل تھا۔ اہرمن نے دونوں کو قتل کر دیا پھر اس شخص کے جائے سقوط سے ریباس پیدا ہوا۔ پھر ریباس کی اصل سے ایک مرد ظاہر ہوا جس کا نام میشہ تھا اور ایک عورت جس کا نام میشانہ تھا اور یہ دونوں اصل بشر ہیں اور بیل کے جائے سقوط سے دیگر حیوانات پیدا ہوئے۔

مجوس کا یہ فرقہ یہ بھی کہتا ہے کہ ازل میں کل انسانی ارواح بلا اجساد تھیں تو نور یعنی یزدان نے انھیں اختیار دیا اس بات کا کہ میں تمھیں اہرمن کے دائرہ حکومت سے اٹھا کر مقام بالا میں لاؤں یا یہ کہ تمھیں اجساد و ابدان سے خلط کر دوں تاکہ تم اہرمن سے لڑتے رہو اور مقابلہ کرتے رہو تو انھوں نے لباسِ اجساد و محاربہ اہرمن کو پسند کیا بایں شرط کہ نور کی طرف سے ہمیں فوج اہرمن سے لڑائی میں نصرت و کامیابی حاصل ہونے پر حسن عاقبت و حسنِ خاتمہ نصیب ہو۔

چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ شیطان یعنی اہرمن کے ساتھ دنیا میں انسان کی یہ جنگ ابھی تک جاری ہے اور جس وقت انسان اہرمن کی فوج کو ہلاک کر کے کامیابی حاصل کرلے گا اسی وقت قیامت برپا ہو جائے گی۔

یہ ہے سببِ امتزاج و اختلاط اور یہ ہے سببِ خلاص۔

دوسرا فرقہ زروانیہ۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسان میں پہلا شخص زروان کبیر ہے اور یہ ان کے

زعم میں نبی ہے اور نبی ثانی زردشت ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نور نے جو اشخاص بنائے وہ سب نورانی روحانی ربانی تھے لیکن شخص اعظم یعنی زروان کو ایک بار کسی شئے میں شک درپیش ہوا یعنی کسی بات میں وہ شک کرنے لگا اور شک چونکہ ایک قبیح شئے ہے تو اس شک سے اہرمن یعنی ابلیس پیدا ہوا جس طرح بدن کے میل سے جوئیں پیدا ہوتی ہیں اور گندگی سے مچھر مکھیاں اور کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں۔

پھر اہرمن یعنی ابلیس کی چونکہ فطرت قبیح و شریر تھی اس لیے اس نے یہ فساد اور فتنے دنیا میں شروع کیے جو نظر آرہے ہیں۔

اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اصل بات یہی نہیں ہے بلکہ اصل اور تحقیقی بات یہ ہے کہ زروان کبیر نے ۹۹۹۹ سال تک کچھ خاص علمی ذکر و اذکار اور کچھ دعائیہ کلمات پڑھے تاکہ اسے بیٹا نصیب ہو جائے لیکن پھر بھی اسے بیٹا نصیب نہ ہوا تو اس کے دل میں یہ فکر اور وسوسہ پیدا ہوا کہ شاید یہ علم جو مجھے حاصل ہے بے فائدہ ہے۔

اس فکر اور وسوسہ کے وقت اسے دو بیٹے نصیب ہوئے ایک بیٹا صالح تھا یعنی ہرمز اور یہ زروان کے علم سے پیدا ہوا۔ دوسرا بیٹا خبیث تھا جس کا نام اہرمن ہے۔ اہرمن اس کے فکر و وسوسہ سے پیدا ہوا۔ یہ دونوں بیٹے بطنِ واحد میں تھے۔ جب پیٹ سے دونوں کے نکلنے اور ظاہر ہونے کا وقت آیا تو ہرمز باب خروج و ظہور کے قریب تھا لہذا پہلے ہرمز نکل کر ظاہر ہو سکتا تھا اہرمن یعنی شیطان کو اپنی یہ تاخیر پسند نہ تھی وہ چاہتا تھا کہ پہلے میں ظاہر ہو جاؤں۔

چنانچہ اہرمن یعنی شیطان کسی حیلے سے اپنی ماں کا پیٹ اندر سے چاک کر کے پہلے نکل پڑا اور نکلتے ہی ساری دنیا پر قبضہ کر لیا اور ہرمز جب پیدا ہوا تو اس کے قبضہ میں کچھ نہ آیا۔

بعض مجوس یہ بھی کہتے ہیں کہ پیدائش کے بعد جب اہرمن اپنے والد زروان کے پاس آیا اور زروان نے دیکھا کہ یہ نہایت خبیث و شریر و مفسد ہے تو اسے ملعون و مبغوض قرار دیتے ہوئے اپنے پاس سے بھگا دیا اور قریب نہ آنے دیا چنانچہ اہرمن اپنے باپ سے باغی ہو کر دنیا پر قابض ہو گیا اور ہرمز مدت تک دنیا پر قبضے سے محروم رہا۔ ہرمز چونکہ نیک و صالح تھا اور حسن اخلاق و خیر و صلاح سے متصف تھا اس لیے بعض لوگوں نے اسے رب و معبود بنا لیا۔

بعض زروانیہ کہتے ہیں کہ تخلیقِ شیطان کا سبب یہ ہے کہ عالم میں پہلے صرف اللہ تعالیٰ موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ردی و قبیح شئے بھی پیوست تھی وہ قبیح شئے فکر ردیئ تھی یا عفونت ردیئہ تھی اور یہی ردی و قبیح شئے شیطان کی پیدائش کا ذریعہ بنی۔ شیطان سے قبل دنیا شرور و آفات سے پاک تھی اور اہل دنیا خیر محض و نعیم خالص و سرور خالص میں تھے۔ شیطان کی پیدائش کے بعد شرور و آفات و

فتن و مصائب ظاہر ہوئے۔

پھر ابتداء میں شیطان آسمان میں نہیں جا سکتا تھا تا آنکہ شیطان کسی حیلہ سے آسمان کو پھاڑ کر اس میں داخل ہو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ ابلیس یعنی اہرمن پہلے ہی آسمان میں رہتا تھا اور زمین اس سے خالی تھی پھر اس نے کسی حیلہ سے آسمان کو شق کیا اور اپنی فوجوں سمیت زمین میں نازل ہوا۔

اور نور یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ سمیت العیاذ باللہ شکست کھا کر بھاگ گیا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ اور شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور شیطان نے نور کو اپنی جنت میں محصور کر دیا۔ شیطان نے جنت کا محاصرہ کر لیا اور دونوں میں تین ہزار سال تک لڑائی جاری رہی۔ پھر فرشتے طرفین کے درمیان آکر مصالحت کرانے لگے کہ ابلیس اپنی فوجوں سمیت زمین پر نو ہزار سال تک قابض رہے اور پھر شیطان اپنی جگہ چلا جائے جنگ کے تین ہزار سال بھی نو ہزار سال میں شمار ہوں گے۔

رب تعالیٰ نے یہ صلح مناسب سمجھتے ہوئے قبول فرمالی کیونکہ بزعم مجوس اسے شیطان اور اس کی فوجوں سے بڑی تکلیف پہنچی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ مدت مذکورہ تک اس صلح کے پابند ہیں۔ صلح کے بعد چونکہ شیطان کو کھلی چھٹی مل گئی اس لیے لوگ دنیا میں مصائب و فتن و محن و بلایا و دیگر بے شمار آفات میں شیطان کی وجہ سے مبتلا ہیں اور مدت مذکورہ کے اختتام تک مبتلا رہیں گے اور مدت مذکورہ گزرنے کے بعد لوگ پھر سابقہ نعمتوں اور خوشیوں کو حاصل کر لیں گے۔

ابلیس نے صلح میں یہ شرط بھی لگائی کہ اسے ہر قسم کی شرارتوں اور گناہ کرنے کرانے کی آزادی ہو گی حسب زعم مجوس اس مصالحت کے معاہدہ پر دو عادل شخصوں کو گواہ بناتے ہوئے دونوں کو تلواریں دیدی گئیں اور انھیں یہ اختیار دیا گیا کہ طرفین میں سے جو بھی اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے اسے تلوار سے قتل کر دو۔

مجوس کی یہ احمقانہ اور بیہودہ باتیں کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا جو شخص اللہ تعالیٰ کے جلال و کبریاء و عظیم قدرت کا معترف ہو وہ ایسی بچگانہ باتیں تسلیم نہیں کر سکتا۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ واللہ یفعل ما یشاء۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔

فرقہ ثالثہ زردشتیہ۔ یہ اصحاب زردشت بن یورشب ہیں۔ ان کے زعم میں زردشت نبی تھا۔ جو گشتاسب بن لہراسب بادشاہ کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ زردشت کا باپ آذربیجان شہر کا باشندہ تھا اور ماں شہر رے کی تھی جس کا نام دغدویہ تھا۔ کتاب ہذا میں زندیق کے بیان میں ہم نے زرادشت کے زمانے پر مختصر بحث کی ہے فراجعہ۔ مجوس متعدد انبیاء کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ پہلا نبی کیومرث ہے اور یہ زمین کا سب سے پہلا بادشاہ ہے اس کا مقام و مسکن اصطخر شہر تھا اسی طرح زمین میں متعدد

بادشاہ آئے تا آنکہ گشتاسب بن لہراسب بادشاہ ہوا جس کی مملکت میں زردشت حکیم پیدا ہوا۔

یہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زردشت کی روح علیین کے ایک درخت میں ڈالی جس کی حفاظت پر سترہ فرشتے مامور تھے پھر اللہ تعالیٰ نے وہ درخت اٹھا کر آذربیجان کے ایک پہاڑ میں گاڑ دیا پھر اس درخت کے ذریعہ زردشت کی روح یا شبح ایک گائے کے دودھ کے ساتھ خلط کر دی اور وہ دودھ زردشت کے باپ نے پیا تو وہ نطفہ بنا پھر وہ نطفہ رحم والدہ میں پہنچا۔ شیطان نے اس کی ماں کو تکلیف پہنچائی لیکن پھر آسمان سے ایک آواز آئی جس سے وہ شفایاب ہو گئی۔ زردشت ہنستا ہوا پیدا ہوا۔ بعض مخالفین نے کسی حیلہ سے زردشت کو بچپن میں اٹھا کر بقر یعنی گائے بیل کے پاس ڈال دیا تاکہ گائے اور بیل اسے مار ڈالیں مگر گائے اور بیل نے اس کی حفاظت کی۔ پھر گھوڑوں کے اصطبل میں ڈالا پھر بھیڑیے کے سامنے ڈالا تاکہ زردشت کسی طرح ختم ہو جائے لیکن یہ سب جانور اس کی حفاظت کرنے لگے تیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے زردشت کو نبوت و رسالت سے نوازا۔

زردشت نے گشتاسب بادشاہ کو اپنے دین کی دعوت دی گشتاسب اس پر ایمان لے آیا و کان دینہ عبادۃ اللہ والکفر بالشیطان والامر بالمعروف والنھی عن المنکر واجتناب الخبائث۔

زردشت کہا کرتا تھا کہ نور و ظلمت دو متضاد اصل ہیں اسی طرح یزدان و اہرمن دونوں متضاد ہیں اور موجودات عالم کے وجود کا سبب نور و ظلمت کا امتزاج ہے اور نور و ظلمت کی تراکیب مختلفہ سے متعدد صورتیں بنیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق نور و ظلمت ہیں اور اللہ واحد ہے لاشریک لہٗ ولاضد لہٗ۔ اور ظلمت کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ دنیا میں یہ خیر و شر۔ صلاح و فساد۔ طہارت و خباثت کے ہنگامے کا اصل سبب نور و ظلمت کا امتزاج و اختلاط ہے اگر ان دونوں کا اختلاط نہ ہوتا تو یہ عالم بھی موجود نہ ہوتا۔

اور نور و ظلمت کا یہ مقابلہ جاری رہے گا تا آنکہ نور ظلمت پر اور خیر شر پر غالب آجائے اس غلبہ کے بعد خیر اپنے عالم میں پہنچ جائے گی جو عالم بالا ہے اور شر اپنے عالم اسفل میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے سبب خلاص بعد حصول الامتزاج والاختلاط والباری تعالیٰ ھو الذی مزجھما وخلطھما الحکمۃ اراھا فی التراکیب وقال النور اصل واما الظلمۃ فتبع کالظل۔

زردشت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی جس کا نام ہے زند اوستا۔ وہ اس کتاب میں کہتا ہے کہ عالم دو قسم پر ہے مینہ و گیتی یعنی روحانی و جسمانی۔ پھر اس نے موارد تکلیف کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) منش (۲) کویش (۳) کنش۔ یعنی اعتقاد و قول و عمل۔

زردشتیہ اس کے یہ معجزات بیان کرتے ہیں منھا دخول قوائم فرس کشتاسب فی بطن

کشتناسب وکان زردشت فی الحبس فاطلقه فانطلقت قوائم الفرس۔ ومنها انه مر علی اعمی بالدینور فقال خذ واحشیشة وصفها لهم واعصروا مائها فی عینه فانه یبصر فعلوا فابصر الاعمی۔ هذا واللہ اعلم۔

الثنویۃ۔ ثنویہ مثل مجوس بڑا قدیم فرقہ ہے۔ ثنویہ مجوس کی طرح اصلین ازلیین قدیمین یعنی نور وظلمت کے قائل ہیں۔ یہ مجوس میں سے ایک فرقہ ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ مجوس کے علاوہ ان سے ملتا جلتا جدا فرقہ ہے کیونکہ مجوس اصلین میں سے صرف ایک اصل یعنی نور ہی کو قدیم کہتے ہیں اور اصل ثانی یعنی ظلمت کو حادث کہتے ہیں کما تقدم بیان ذلک۔ بخلاف الثنویۃ کہ وہ اصلین یعنی نور و ظلمت دونوں کو ازلی وقدیم مانتے ہیں۔ تاہم یہ فرقہ عقائد وحقائق کے لحاظ سے مجوس کے قریب ہے۔

ثنویہ کہتے ہیں کہ نور وظلمت یہ دو اصل ہیں عالم کے۔ البتہ دونوں میں بلحاظ جوہر وطبع وفعل وحیز ومکان واجناس وابدان وارواح وصفات فرق ہے۔

ثنویہ میں کئی فرقے ہیں۔ ہم یہاں پر ان کے چند فرقے ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

پہلا فرقہ مانویہ ہے۔ یہ اصحاب مانی بن فاتک حکیم ہیں۔ مانی سابور بن اردشیر کی حکومت کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ مانی کو بہرام بن ہرمز بن سابور نے قتل کیا۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا واقعہ ہے۔

مانی نے مجوسیت ونصرانیت کے مابین ایک نیا دین ظاہر کیا اس نے کچھ اصول وعقائد مجوسیت سے لیے اور بعض اصول نصرانیت سے لیے۔ وہ نبوت موسیٰ علیہ السلام کا قائل نہ تھا البتہ نبوت مسیح علیہ السلام کا قائل تھا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دراصل مجوسی تھا اور مذاہب کا جاننے والا تھا۔

مانی بن فاتک کہتا ہے کہ یہ عالم مرکب ہے دو اصلین قدیمین سے ایک نور ہے اور دوم ظلمت ہے اور دونوں ازلی ہونے کے ساتھ ساتھ ابدی بھی ہیں یعنی فانی نہیں ہیں۔ اس کے زعم وعقیدے کے لحاظ سے کوئی شئے اصل قدیم کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی اور یہ دونوں اصل بڑی طاقت والے ہیں۔ نیز دونوں حساس ودرّاک وعاقل وسمیع وبصیر ہیں۔ البتہ دونوں میں باعتبار نفس وصورت وفعل وتدبیر تضاد ہے اور دونوں کا حیز ومکان متقابل ہیں جس طرح ایک شخص اور اس کا سایہ متقابل ہوتے ہیں۔

وہ اس تقابل وتضاد کو یوں بیان کرتا ہے کہ جوہر نور حسن۔ فاضل۔ کریم۔ صافی۔ نقی۔ طیب الریح وحسن المنظر ہے۔ اس کے برخلاف جوہر ظلمت قبیح۔ ناقص۔ لئیم۔ کدر۔ خبیث۔ منتن الریح اور قبیح المنظر ہے۔

نیز نور کا نفس خیر۔ کریم۔ حکیم۔ نافع وعالم ہے۔ اور ظلمت کا نفس شریر۔ لئیم۔ سفیہ۔ ضار اور جاہل ہے۔

نیز نور کا فعل خیر۔ صلاح۔ نفع۔ سرور۔ ترتیب اور اتفاق ہے۔ اور ظلمت کا فعل شر۔ فساد۔ ضرر۔ غم۔ تشویش اور اختلاف ہے۔ نیز نور کے مکان کی جہت جہتِ فوق ہے واکثرھم علی انہ مرتفع من ناحیۃ الشمال۔ اور ظلمت کی جہت جہتِ تحت ہے واکثرھم علی انھا منحطۃ من ناحیۃ الجنوب۔

نیز نور کی اجناس پانچ ہیں جن میں سے چار ابدان ہیں اور خامس اس کی روح ہے۔ وہ چار ابدان یہ ہیں نار۔ نور۔ ریح۔ ماء۔ اور ان کی روح نسیم ہے۔ وھی تتحرک فی ھذہ الابدان۔ اور ظلمت کی اجناس بھی پانچ ہیں۔ ان میں سے چار ابدان ہیں اور خامس ان کی روح۔ ابدانِ اربعہ یہ ہیں۔ حریق۔ ظلمت۔ سموم۔ ضباب۔ اور ان کی روح دخان ہے وھی تتحرک فی ھذہ الابدان قال ولم یزل النور یولد ملائکۃ وآلھۃ واولیاء لا علی سبیل المناکحۃ بل کما تتولد الحکمۃ من الحکیم والمنطق الطیب من الناطق۔ والظلمۃ لم تزل تولد شیاطین وعفاریت لا علی سبیل المناکحۃ بل کما تتولد الحشرات من العفونات القذرۃ۔

مانویہ کہتے ہیں کہ بڑی مدت کے بعد نور اور ظلمت میں اختلاط ہوا تو دخان نسیم سے خلط ہوا اور حریق نار سے اور نور ظلمت سے اور سموم ریح سے اور ضباب ماء سے۔ اس اختلاط کی وجہ سے اس عالم میں خیر و شر صلاح و فساد نفع و ضرر وغیرہ متضاد افعال و امور نظر آتے ہیں۔ پس عالم ہذا میں ہر خیر و نفع و صلاح و برکت کا منبع نور ہے یا اجناسِ نور۔ اور ہر ضرر و شر و فساد و مصائب کا ماخذ ظلمت ہے یا اجناسِ ظلمت۔ پھر نور نے اجناسِ نور کو اجناسِ ظلمت سے جدا کرنے اور ان کی نصرت و مدد کرنے کی نیت سے شمس و قمر و دیگر کواکب چلائے تاکہ ان کی مدد سے اجناسِ نور اجناسِ ظلمت کے ارتباط و اختلاط سے خلاصی حاصل کرلے۔

اجزاءِ نور دائماً صعود و ارتفاع کے طالب ہیں اور اجزاءِ ظلمت ہمیشہ نزول و تسفل کے طالب ہیں۔ اسی طرح یہ کشمکش اور ہنگامہ جاری رہے گا پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ یہ امتزاج و اختلاط ختم ہوکر اجزاءِ نور اجزاءِ ظلمت کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑا لیں گے اور پھر ہر ایک اپنے اپنے عالم و مرکز میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے قیامت و معاد۔

مانی بن فاتک کہتا ہے کہ اس وقت اجزاءِ نور اجزاءِ ظلمت کی گرفت میں ہیں اور وہ اس گرفت سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں اور تسبیح و اذکار۔ اچھی باتیں اور صالح اعمال اجزاءِ نور کے معاون ہیں۔

مانی کہتا ہے کہ چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کا سبب بھی یہی قیدی اجزاءِ نوریہ ہیں۔ نور کے کچھ نہ کچھ

اجزاء ہر روز اس ظلمت کی گرفت سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں پہنچ کر جمع ہوتے رہتے ہیں دوسرے دن کچھ اور اجزاء چاند میں پہنچ جاتے ہیں اسی وجہ سے یکم کے بعد ہر رات چاند کی روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ تا آنکہ چاند کا خزانہ پوری طرح مہینے کی چودہ تاریخ کو ان آزاد شدہ اجزاء نوریہ کے جمع ہونے سے پُر ہو جاتا ہے۔ چودہ تاریخ کے بعد چاند ان انوار کو آہستہ آہستہ اگلے چودہ پندرہ دنوں میں انوار کے بڑے گودام اور بڑے خزانے یعنی شمس میں بھیجتا رہتا ہے اور مہینہ کی آخری تاریخ تک چاند یہ کام پورا کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے مہینہ کی آخری ایک دو رات میں انوار سے خالی ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آتا۔ پھر کچھ انوار ظلمت کے قبضہ سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں جمع ہونے لگتے ہیں تو یکم کا چاند تھوڑا سا چمکتا ہوا نظر آجاتا ہے۔ اسی طرح ہر روز اجزاء نوریہ ظلمت کی قید سے خلاصی حاصل کرتے ہوئے چاند میں جمع ہوتے ہیں اور چاند ہر رات بڑھتا جاتا ہے اور چودھویں تاریخ تک پھر چاند کا گودام انوار سے بھر جاتا ہے۔

یہ ہے چاند کی حالتِ بدر کی بچگانہ اور احمقانہ توجیہ جو مانویہ بیان کرتے ہیں اور چاند پھر اپنے سے بڑے گودام یعنی آفتاب میں یہ انوار بھیجنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے چودہ تاریخ کے بعد چاند کی روشنی گھٹتی رہتی ہے اور سورج یہ انوار اپنے سے اوپر اور کسی بڑے نورانی گودام و خزانہ انوار میں بھیجتا رہتا ہے۔

اور وہ تیسرا گودام اسے اور آگے بھیج دیتا ہے تا آنکہ انوار اپنے عالم اعلیٰ جو خالص نور ہی نور ہے میں پہنچ جائیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے تا آنکہ اس عالم کے سارے انوار اوپر پہنچ جائیں۔

اس کے بعد وہ فرشتہ جو حاملِ ارض ہے زمین کو چھوڑ دے گا اور وہ فرشتہ جو آسمانوں کا تھامنے والا ہے وہ آسمانوں کو چھوڑ دے گا اس طرح عالم اعلیٰ و عالم اسفل ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے جس کی وجہ سے دونوں میں آگ لگ جائے گی اور پھر یہ آگ جلتی رہے گی تا آنکہ خالص نور رہ جائے گا اور یہ آگ ۱۴۶۸ سال تک جل کر بجھ جائے گی۔

فرقۂ ثانیہ مزدکیہ۔ ثنویہ کا یہ فرقۂ ثانیہ اصحاب و اتباع مزدک ہیں۔ مزدک قباذ والدِ انوشیروان کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا اور قباذ مع اپنے وزراء کے مذہب مزدک میں داخل ہوا۔ انوشیروان کو جب مزدک کے بُرے عقائد کا پتہ چلا تو اسے قتل کر دیا۔ مزدکیہ بہت سے اصول میں مانویہ کے موافق ہیں وہ مانویہ کی طرح اصلین یعنی نور و ظلمت کو اصلِ عالم مانتے ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ مزدک کہا کرتا تھا کہ نور فاعل بالقصد والاختیار ہے اور ظلمت فاعل بطریق خبط و اتفاق ہے۔ نور ذو علم و حساس ہے اور ظلمت جاہل و اعمیٰ (اندھا) ہے۔ اور نور و ظلمت کے

امتزاج و اختلاط کا سبب اتفاق و خبط تھا نہ کہ قصد و اختیار۔ اسی طرح نور کا ظلمت سے خلاص بھی باتفاق واقع ہوگا نہ کہ بالاختیار۔

مزدک کے اتباع اہل مجوس کے لیے عظیم آفت اور فتنہ ثابت ہوئے اور اسی کے اتباع کو زندیق کہا جاتا ہے۔ فارس کے تحت ملوک فارس کے احوال میں مزدکیہ کے فتنے کی کچھ تفصیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لفظ زند اور مزدک سے تعریب کے بعد عرب لفظ زندقہ مشتق کر کے ہر ملحد کو زندیق کہتے ہیں۔

مزدکیہ کو زمانہ قدیم کے کمیونسٹ سمجھنا چاہیے بلکہ وہ کئی شرارتوں میں کمیونسٹوں سے بھی آگے نکلے ہوئے تھے مزدک کہا کرتا تھا کہ تمام اموال مشترک ہیں اور کوئی شخص کسی مال کو اپنے لیے الگ نہیں رکھ سکتا اسی طرح عورتیں بھی مشترک ہیں اور ہر شخص کو کسی کی بھی بیوی بیٹی کے استعمال کا حق ہے۔ کتب فقہ میں اس قسم کے فرقے کو اباحیہ کہتے ہیں۔ کتاب الملل والنحل ص ۲۴۹ پر ہے۔ وکان مزدك ینهی الناس عن المخالفة والمباغضة والقتال ولما کان اکثر ذلك انما یقع بسبب النساء والاموال احل النساء و اباح الاموال وجعل الناس شرکة فیهما کاشتراکهم فی الماء والنار والکلاء وحکی عنه انه امر بقتل الانفس لیخلصها من الشرور والظلمة۔

فرقہ ثالثہ دیصانیہ ہے۔ یہ اصحاب دیصان ہیں۔

فرقہ رابعہ مرقیونیہ ہے۔ یہ اصحاب مرقیون ہیں۔ یہ بھی اصلین قدیمین متضادین یعنی نور و ظلمت کے قائل ہیں۔ البتہ یہ اصل ثالث بھی مانتے ہیں جس کا نام انھوں نے معدل جامعہ رکھا ہے اور یہی اصل ثالث نور و ظلمت کے امتزاج و اختلاط کا سبب ہے۔ فان المتنافیین المتضادین لایمتزجان الا بجامع وقالوا ان المعدل الجامع دون النور فی المرتبة وفوق الظلمة وحصل من الاجتماع والامتزاج هذا العالم۔

وحکی بعض العلماء عن الدیصانیة انهم زعموا ان المعدل الجامع هو الانسان الحساس الدراك اذ هو لیس بنور محض ولا ظلام محض وحکی عنهم انهم یرون المناکحة وکل ما فیه منفعة لبدنه وروحه حراما ویحترزون عن ذبح الحیوان لما فیه من الالم هذا والله اعلم۔

الیہود۔ قرآن شریف میں متکرر الذکر ہیں۔ یہود نام ہے امت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا۔ یہود کی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض یہ لفظ عربی ہے ماخوذ ہے ھاد سے یقال ھاد یھود الرجل اذا تاب۔ سُمّوا بذلك لانهم تابوا عن عبادة العجل ووجه التخصیص کون توبتهم اشق الاعمال۔ اشقیت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں توبہ کی یہ صورت بتائی کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ چنانچہ تاریکی میں انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کیا اور جب ہزارہا یہود قتل ہو گئے

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور عند بعض العلماء یہ ماخوذ ہے ہاد الرجل یہود اذا سکن سے۔ و منہ الھوادۃ۔ اور اگر یہ لفظ عربی الاصل نہ ہو تو معرب یہوذا ہے۔ تعریب کے بعد یہوذا یہود ہو گیا یہوذا یعقوب علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ ان کے نام سے یہ ساری امت موسوم ہوئی ہذا واللہ اعلم۔

النصاریٰ۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہے۔ نصاریٰ امتِ عیسیٰ علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔ نصاریٰ جمع نصران ہے نصران بمعنی نصرانی ہے۔ بعض علماء کی رائے میں نصران کلام عرب میں مستعمل نہیں ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ کلام عرب میں مستعمل ہے۔ مرد کو نصران کہا جاتا ہے اور عورت کے لیے نصرانۃ مستعمل ہے مثل ندمان وندمانۃ قالہ سیبویہ۔ بنا بر ایں نصرانی میں یاء مبالغہ کے لیے ہے کما یقال للاحمر احمریٌّ اشارۃً الی انہ عریق فی وصف الحمرۃ۔ اور عند البعض یہ یاء واحد و جمع میں فرق کے لیے مفید ہے مثل زنج و زنجیّ و روم و رومیّ۔ رومی مفرد ہے روم جمع ہے۔ اگر نصاریٰ جمع نصران ہو تو یہ جمع علی وفق القیاس ہے مثل ندامیٰ جمع ندمان۔

اور بعض علماء ادب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصریّ ہے مثل مہاریٰ جمع مہریّ۔ اور نصاریٰ میں الف للتانیث ہے اس لیے اس پر تنوین داخل نہیں ہوتی۔ اور بعض ادیب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصریّ ہے۔ حذفت احدی یائیہ وقلبت الکسرۃ فتحۃً للتخفیف ثم قلبت الیاء الفاً۔ یہ قول مختار خلیل ہے۔

اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت کی تھی۔ یا اس لیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی نصرت کرتے رہتے ہیں۔ ایک اور وجہ تسمیہ بھی ہے وہ یہ کہ ناصرہ اس بستی کا نام تھا جس میں مریم امّ عیسیٰ علیہما السلام مقیم تھیں اس بستی کے نام کی مناسبت سے امتِ عیسیٰ علیہ السلام کا نام نصاریٰ ہوا اور نصرانی اسی کی طرف نسبت ہے۔ عند البعض اس بستی کا نام نصرایا اور عند البعض نصریٰ اور عند البعض نصرانۃ اور عند البعض نصران تھا۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب

تمّ تلخیص کتابی المطالب المبرورۃ فی الفرق المشہورۃ۔ وللہ الحمد والمنۃ۔

فصل

اس فصل میں بعض انبیاء علیہم السلام وملائکہ علیہم السلام وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ تاریخ انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں میری ایک مستقل تصنیف ہے جس کا نام ہے مرآۃ النجباء فی تاریخ الانبیاء۔ اس کتاب کے چند ابواب کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

آدم علیہ السلام۔ آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نوع انسانی کے اول فرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق مٹی سے کی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمأ مسنون تخلیقِ آدم کے بعد فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے مقصود تعظیم نوع انسانی تھا۔ اسی وجہ سے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ انسان یعنی خواص انسان افضل ہیں ملائکہ سے۔ مأمور بالسجدہ کُل ملائکہ تھے کما قال الجمہور یا فقط ملائکۃ الارض کما رواہ ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قرآن واحادیث میں یہ قصہ بتفصیل موجود ہے۔

ڈارون کا نظریہ یہ ہے کہ انسان بتدریج اور بطریقۂ ارتقاء اِس شکل وہیئت کو پہنچا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کی اصل بندر ہے اور لاکھوں سال کے بعد ترقی کر کے انسان بنا اور اس کی یہ موجودہ شکل بن گئی۔ لیکن یہ نظریہ قرآن واحادیث واسلام کے خلاف ہے۔ قرآن واحادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان دفعۃً پیدا ہوا ہے اور اس کے اول فرد آدم علیہ السلام ہیں۔

تخلیق آدم علیہ السلام کی تکمیل بروز جمعہ ہوئی۔ قال علیہ السلام خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خُلق آدم وفیہ اُدخل الجنۃ وفیہ اُخرج منہا۔ رواہ مسلم۔ وعن ابی بن کعب مرفوعًا ان اباکم آدم کان کالنخلۃ السحوق ستین ذراعًا کثیر الشعر۔ رواہ ابن عساکر۔ وعن الحسن قال اھبط آدم ای بعد اکل الشجرۃ بالھند وحواء بجدّۃ وابلیس بدستمیسان من البصرۃ علی امیال واھبطت الحیّۃ باصفہان۔ کذا فی البدایۃ النہایۃ لابن کثیر ج ۱ ص ۸۰

وقال وھب بن منبّہ لما تاب اللہ علی آدم علیہ السلام امرہ ان یسیر الی مکۃ فطوی لہ الارض وقبض عنہ المفاوز فلم یضع قدمہ الی شئ من الارض الّا صار عمرانا حتی انتھی الی مکۃ وکان مھبطہ حین اھبط من جنۃ عدن فی شرقی ارض الھند واھبط اللہ حواء بجدّۃ والحیّۃ بالبریۃ وابلیس علی ساحل

بحر الابلة والابلة مدينة صغيرة بالبصرة فيها نهر الابلة وكان أدم امرد وانما نبتت اللحى لولده بعده و كان طويلاً كثير الشعر جعداً أدم اجمل البرية ولما هبط الى الارض حرث وغزلت حواء الشعر وحاكته بيدها. كذا في المعارف لابن قتيبة ص۔ وايضاً فيها ولد لأدم اربعون ولداً في عشرين بطناً وانزل عليه تحريم الميتة والدم ولحم الخنزير وحروف المعجم في احدى وعشرين ورقة وهو اول كتاب كان في الدنيا ولما مات أدم عليه السلام حفر له في موضع من جبل ابي قبيس يقال له غار الكنز فلم يزل أدم في ذلك الغار حتى كان زمان الغرق فاستخرج نوح عليه السلام وجعله في تابوت معه في السفينة فلما نضب الماء وبدت الارض ردّه نوح عليه السلام الى مكانه وعاش أدم الف سنة انتهى باختصار۔

وكان شيث بن أدم اجلّ ولد أدم وكان وصيّ ابيه وكل البشر من ولده وانزل الله على شيث خمسين صحيفة وعاش ۹۱۲ سنة۔ وعن ابن عباس رضی الله عنه كما في تاريخ الطبري، ج ۱ ص۔ قال لم يمت أدم حتى بلغ ولده وولد ولده اربعين الفاً بنوذوسر أى أدم فيهم الزنا وشرب الخمر والفساد۔

صوفی ابن عربی رحمہ اللہ فتوحات کے باب تسعین وثلثمائۃ میں لکھتے ہیں لقد طفت بالکعبۃ مع قوم لا اعرفهم فانشدوني بيتين حفظت واحداً ونسيت الآخر وهو ؎

لقد طُفنا كما طُفتم سنينا ... بهذا البيت طُرّاً اجمعينا

وقال لي واحد منهم اما تعرفني فقلت لا قال انا من أحدادك الأول قلت كم لك منذ متّ قال لي بضع واربعون الف سنة فقلتُ له ليس لأدم عليه السلام هذا القدر من السنين فقال لي عن اىّ أدم تقول عن هذا الاقرب اليك او عن غيره فتذكرت حديثا روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى قد خلق مائة الف أدم. انتهى۔ قلت لم يثبت في حديث صحيح كثرة أدم والصحيح انه واحد۔

وفي بعض الكتب ولد نبينا صلى الله عليه وسلم لمضي ۶۵۰۰ سنة من زمن أدم عليه السلام او نحو ذلك وقد روي انه عليه السلام قال ان احسنت امتي فبقاؤها يوم من ايام الآخرة وذلك الف سنة وان اساءت فنصف يوم۔ وقيل ولد نبيّنا عليه السلام لتمام ۶۰۰۰ سنة من عهد أدم عليه السلام۔ وعن ابن عباس رض الدنيا جمعة من جمع الآخرة سبعة آلاف سنة۔ هذا والله اعلم۔

نوح علیہ السلام۔ ھو نوح بن لامك بن متوشلخ بن خنوخ و ھو ادریس بن یرد بن مھلا ئیل بن قینن بن انوش بن شیث بن آدم ابی البشر علیھما السلام۔ آپ کے چند احوال یہ ہیں۔ (۱) آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب آدم علیہ السلام کی وفات ہوئے ۱۲۶ سال گزرے تھے۔ کما ذکرہ ابن جریر وغیرہ یا ۱۴۶ سال۔ بقول بعض مورخین تاریخ کا صحیح علم نہیں ہے۔ یہ سب تخمینی اور ظنی باتیں ہیں۔

اخرج ابن حبان بسندہ عن ابی امامۃ ان رجلاً قال یا رسول اللہ أنبیّ کان آدم قال نعم مکلّم قال فکم کان بینہ وبین نوح قال عشرۃ قرون اس حدیث کے پیش نظر آدم و نوح علیھما السلام کے درمیان طویل زمانہ ثابت ہوتا ہے۔ آپ کی عمر بڑی طویل تھی۔ قرآن میں ہے ولقد ارسلنا نوحًا الی قومہ فلبث فیھم الف سنۃ الّا خمسین عاما فاخذھم الطوفان وھم ظالمون۔ آپ کی بد دعا سے تمام انسان یعنی کفار غرق ہو گئے صرف مسلمان زندہ بچے جو آپ کے ہمراہ کشتی میں سوار تھے اور وہ ۸۰ مسلمان تھے عند ابن عباسؓ، اور ۷۲ تھے بقول کعب احبار۔

آپ آدم ثانی تھے۔ کیونکہ نسل انسانی صرف آپ کی اولاد ثلاثہ یعنی سام و حام و یافث سے آگے پھیلی ہے دیگر مسلمانوں کی نسل ختم ہو گئی جو آپ کے رفقاء تھے۔ قال اللہ تعالی وجعلنا ذرّیتہ ھم الباقین۔ وعن سمرۃ مرفوعًا سام ابو العرب وحام ابو الحبش و یافث ابو الروم۔ رواہ احمد۔ وعن ابی ھریرۃ مرفوعًا وُلد لنوح علیہ السلام سام وحام و یافث فولد لسام العرب وفارس الروم والخیر فیھم وولد لیافث یاجوج وماجوج والترك والسقالبۃ ولاخیر فیھم وولد لحام القبط والبربر و السودان اخرجہ البزار۔

اہل پاکستان و ہندستان بقول محقق اولاد سام ہیں اور بقول بعض اولاد حام ہیں۔ نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے روی ابن ماجہ باسنادہ عن ابن عمرؓ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صام نوح الدھر الّا یوم عید الفطر ویوم الاضحیٰ وزاد الطبرانی وصام داؤد نصف الدھر وصام ابراھیم ثلاثۃ ایام من کل شھر صام الدھر وافطر الدھر۔

تاریخ طبری میں ہے کہ لمک بن متوشلخ نوح بن لمک کی ولادت کے بعد ۵۹۵ سال زندہ رہے نوح علیہ السلام کی شادی عمورہ بنت براکیل بن محویل بن اخنوخ بن قینن بن آدم علیہ السلام سے ہوئی عمورہ کے بطن سے حام۔ سام۔ یافث پیدا ہوئے۔ لمک کے ایک بھائی کا نام صابی تھا۔ اسی کے نام کی طرف فرقہ صابیہ منسوب ہے۔ وقیل غیر ذلك وقد روی عن جماعۃ من السلف انہ کان بین آدم ونوح علیھما السلام عشرۃ قرون کلھم علی ملّۃ الحق وان الکفر باللہ انما حدث فی القرن الذین

بعث الیهم نوح علیه السلام وقالوا انّ اوّل نبیّ ارسله الله الی قوم بالانذار والدعاء الی توحید نوح علیه السلام۔

اولاد آدم میں طویل ترعمر جو نص قطعی سے ثابت ہے نوح علیہ السلام کی ہے فعن عون بن شداد قال ان الله تبارك وتعالیٰ ارسل نوحًا الی قومه وهو ابن خمسین وثلثمائة سنة فلبث فیهم الف سنة الّا خمسین عامًا ثم عاش بعد ذلك خمسین وثلثمائة سنة وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال بعث الله نوحا الیهم وهو ابن اربعمائة سنة وثمانین سنة ثم دعاهم فی نبوته مائة وعشرین سنة وركب السفینة وهو ابن ستمائة سنة ثم مكث بعد ذلك ثلثمائة وخمسین سنة نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا یام تھا جس نے اپنے والد کے دین وطریقے سے اختلاف کرکے کفار کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ طوفان میں غرق ہوا۔ ساری دنیا کے انسان سابقہ تین یعنی حام وسام و یافث کی اولاد ہیں۔ بعض اہل فارس وہند وغیرہ وقوع طوفان کے منکر ہیں اور بعض اس کے قائل ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ وہ عالمگیر نہ تھا صرف ارض بابل میں واقع ہوا تھا۔

قولہ تعالیٰ وفار التنور کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے مراد طلوع نور فجر ہے۔ (۲) تنور سے مراد وجہ ارض ہے ای انبجس الماء من وجه الارض والعرب تسمّی وجه الارض تنوّرًا قاله ابن عباس رضی الله عنهما (۳) التنور اشرف موضع فی الارض واعلی مكان فیها قاله قتادة۔ (۴) تنور سے مراد وہ تنور ہے جس میں روٹی پکاتے ہیں۔ قاله الحسن وكان تنورًا من حجارة وكان لآدم ثم انتقل الی نوح علیهما السلام فنبع الماء منه فعلمت به امرأته فاخبرته۔

تنور کے محل وقوع میں اقوال ہیں قال مجاهد كان ذلك فی ناحیة الكوفة وعن الشعبی كذلك وقال اتخذ نوح علیه السلام السفینة فی جوف مسجد الكوفة وعن مقاتل ذلك تنور آدم وانما كان بالشام وعن ابن عباس كان التنور بالهند۔

وعن مالك بن سلیمان بن الهروی ان الحیّة والعقرب اتیا نوحا فقالا احملنا فی السفینة فقال انكما سبب الضرّ والبلایا فلا احملكما قالا احملنا ونحن نضمن لك ان لا نضرّ احدًا ذكرك فمن قرأ حین یخاف مضرتهما سلام علی نوح فی العالمین انا كذلك نجزی المحسنین انه من عبادنا المؤمنین لم یضراه۔ كذا فی العرائس للثعلبی ص۳۶

طوفان نوح علیہ السلام ۲۲۴۲ من ہبوط آدم علیہ السلام میں آیا تھا۔ اہل سفینہ ۱۰ محرم کو سفینہ سے باہر نکلے جودی پہاڑ پر استقرار کے بعد۔ نوح علیہ السلام کا سال وفات ۲۵۹۲ من الہبوط ہے

ھذا واللہ اعلم۔

ابراہیم علیہ السلام۔ تفسیر بیضاوی میں اور خود قرآن کریم میں ان کا ذکر موجود ہے ھو ابراھیم ابن تارخ بن ناحور علیہ السلام۔ یہ جد الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد سارے انبیاء علیہم السلام آپ ہی کی نسل سے بھیجے گئے۔

ام ابراہیم کا نام اُمیلہ ہے کما ذکرہ ابن عساکر وقال الکلبی اسمھا بونا بنت کربنا۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ ہے۔ آپ کی پیدائش ارض بابل میں ہوئی وھو الاصح۔ اُس زمانے کے لوگ کواکب سبعہ کی پرستش کرتے تھے لوط علیہ السلام آپ کے ابن اخ ہیں۔ قرآن مجید میں آپ کے باپ کا نام آزر بتایا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ واذ قال ابراھیم لابیہ آزر اتتخذ اصناماً آلھۃ۔

بعض علماء مثل حافظ سیوطیؒ وغیرہ لکھتے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا جو بت پرست اور بت تراش تھا اور بطور تعظیم اس پر اَب کا اطلاق ہوا ہے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ موحّد تھا۔ اور لکھا ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلۂ آباء میں تا آدم علیہ السلام کوئی بھی بت پرست و مشرک و کافر نہیں تھا بلکہ سب موحد تھے اور یہی معنی ہے اس آیت کا وتقلبک فی الساجدین۔ شعراء۔

ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے اسحاق علیہ السلام اور یہ بطنِ سارہ سے تھے اور اسماعیل علیہ السلام اور یہ بطنِ ہاجرہ سے تھے۔ کل انبیاء بنی اسرائیل اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام میں صرف ایک نبی یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بلادِ شام کو پھر دیارِ مصر کی طرف ہجرت کی اور پھر ارضِ مقدسہ یعنی شام میں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ ابراہیم علیہ السلام بہت سے فضائل میں ممتاز ہیں۔ مثلاً (۱) ابراہیم علیہ السلام پانچ اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں یعنی ابراہیم و محمد و موسیٰ و نوح و عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام۔ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے۔ (۲) ہمارے دین میں آپ کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے قرآن میں اس کی تصریح ہے ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ۔

(۳) آپ خلیل اللہ ہیں وفی الصحیحین عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایھا الناس ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلاً وذکر ابن ابی حاتم باسنادہ لما اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا القی فی قلبہ الوجل حتی ان کان خفقان قلبہ یسمع من بعد کما یسمع خفقان الطیر فی الھواء۔ (۴) آپ تمام امم میں محبوب و معظم ہیں۔ (۵) قرآن مجید میں ۳۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے صرف

سورۂ بقرہ میں ۱۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے۔ (۶) روی احمد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً یحشر الناس حفاۃ عراۃ غرلاً اول من یکسی ابراھیم علیہ السلام (۷) واخرج احمد باسنادہ عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رجل للنبی علیہ السلام یا خیر البریۃ فقال ذاک ابراھیم ورواہ مسلم ایضاً۔ وقال ذلک تواضعاً وقبل العلم بانہ افضل من جمیع الانبیاء حتی من ابراھیم علیہم السلام۔

(۸) ہر نماز میں ہم مسلمان آپ پر بھی درود شریف پڑھتے ہیں کما صلیت علی ابراھیم الخ

(۹) آپ نے بامر اللہ تعالیٰ ۱۲۰ سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا۔ اس سے پہلے ختنہ کا حکم نہ تھا اور نہ رواج تھا۔

(۱۰) آپ کی بہت سی اولیات ہیں۔ فعن سعید بن المسیب وغیرہ کان ابراھیم علیہ السلام اول من اضاف الضیف واول من اختتن واول الناس قص الشارب واول الناس رأی الشیب فقال یا ربّ ما ھذا فقال وقار فقال یا رب زدنی وقاراً واول من استحدّ واول من لبس السراویل وفی محاضرۃ الاوائل ص۳۷ ان ابراھیم اول من ھاجر فی سبیل اللہ واول من جعلہ اللہ ابا الانبیاء فروی انہ خرج من صلبہ الف نبی الی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واول من اضاف الضیفان واول من قلم الاظفار وقص الشارب وثرّد الثرید وصافح وعانق وخطب علی المنبر واول من شاب وعن علی رضی اللہ عنہ کان الرجل یبلغ الھرم ولم یشب وکان الرجل یأتی وفیھم الوالد والولد فیقول ایکم الوالد من الولد فقال ابراھیم علیہ السلام رب اجعل لی شیباً ووقاراً اعرف بہ فاصبح رأسہ ولحیتہ ابیضین فقال اللھم زدنی وقاراً۔

ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام ہیں بطن ہاجر قبطیہ مصریہ سے۔ پھر اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے بطن سارہ بنت عم الخلیل سے۔ اور تیسری بیوی قنطورا بنت یقطن کنعانیہ سے چھے بیٹے ہیں مدین۔ زمران۔ سرج۔ یقشان۔ نشق۔ عند البعض چھٹے کا نام معلوم نہیں۔ اور چوتھی بیوی حجون بنت امین سے پانچ بیٹے ہیں۔ یعنی کیسان۔ سورج۔ امین۔ لوطان۔ نافس۔ قالہ السھیلی فی کتابہ التعریف والاعلام وابن کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص۱۷۵۔

وفی بعض کتب التاریخ ولد ابراھیم علیہ السلام لمضی ۱۰۸۱ سنۃ من الطوفان ولمضی ۳۳۲۳ سنۃ من ھبوط آدم علیہ السلام ومن غریب الواقع فی التوراۃ ان عمر ابراھیم کان یوم وفاۃ نوح علیھما السلام ۵۳ سنۃ وابراھیم علی رأی بعضھم اب لجمیع الشعوب من بعدہ فلذلک کان الاب الثالث للخلیقۃ من بعد آدم ونوح علیھما السلام وتوفی ابراھیم علیہ السلام لمضی ۳۴۹۸ سنۃ من ھبوط آدم علیہ السلام اھ۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

عزیر علیہ السلام۔ آپ جلیل القدر نبی ہیں۔ انتقال کے سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انھیں زندہ کرکے اٹھا دیا۔ اسی طرح آپ کے گدھے کی ہڈیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے گدھے کی شکل دے کر زندہ فرمایا قال اللہ تعالیٰ وانظر الی حمارك ولنجعلك اٰیۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما۔

بعض یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ عزیرؑ ابن اللہ ہیں۔ قال ابن عباسؓ بُعث عزیر بعد بخت نصر۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ آپ کا زمانہ داؤد علیہ السلام وزکریا علیہ السلام کے درمیان ہے قال انہ کان فیما بین داؤد وسلیمان وبین زکریا ویحییٰ۔ بنابریں قول آپ کا زمانہ زمانۂ بخت نصر پر مقدم ہے۔ تاریخ ابن عساکر میں ہے عن انسؓ ان عزیرًا کان فی زمن موسیٰ علیہ السلام۔ ھذا واللہ اعلم۔

موسیٰ علیہ السلام۔ ھو موسیٰ بن عمران بن قاھث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم علیھم السلام۔ مدین سے واپس آتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ افضل الدعاء ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ سب سے افضل دعا جو کسی نے دوسرے کے لیے مانگی ہو وہ کون سی ہے اور کس کی ہے۔ تو جواب میں کہا جائے گا کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا تھی جس میں ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی گئی تھی۔ کیونکہ نبوت افضل نعم اللہ ہے۔

آپ کی والدہ کا نام اَیارخا ہے بقول سہیلی وقیل اَیاذخت وفی تفسیر القرطبی عن الثعلبی اسمھا لوخابنت ھاند وفی بعض التفاسیر یوجاند۔ کذا فی البدایۃ والنھایۃ وھو اشبہ۔ آپ ذوالعزم نبی ورسول ہیں۔ آپ پر تورات نازل ہوئی۔ جو قرآن کے بعد جامع کتاب ہے۔ قرآن مجید میں آپ کا اور آپ کی کتاب کا ذکر عموماً ہمارے نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوا ہے آپ کی پرورش اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم دشمن یعنی فرعون کے گھر میں کرائی۔ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام نے امتِ محمدیہ پر بڑا احسان کیا کہ آپ کی وجہ سے پچاس نمازیں منسوخ ہوکر پانچ رہ گئیں۔ امت محمدیہ کے بعد دوسرے درجہ پر سب سے زیادہ آپ کی امت ہے۔ آپ کلیم اللہ ہیں ثبت فی الصحیحین فی احادیث الاسراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرّ بموسیٰ وھو قائم یصلی فی قبرہ۔

آپ اللہ تعالیٰ کے وصف جلال کے مظہر تھے روی احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ موقوفاً قال جاء ملك الموت الی موسیٰ علیہ السلام فقال اجب ربك فلطم موسیٰ عین ملك الموت ففقأھا ورواہ ابن حبان مرفوعاً ثم استشکلہ ابن حبان واجاب عنہ بما حاصلہ انہ علیہ السلام

لم یعرفہ لمجیئہ علی غیر صورۃ یعرفہا موسی علیہ السلام فلطمہ لانہ دخل دارہ بغیر اذنہ وھذا موافق لشریعتنا فی جواز فقئ عین من نظر الیک فی دارک بغیر اذن اہ وعن ابی ھریرۃ مرفوعاً ان ملک الموت کان یاتی الناس عیاناً (ای فی صورۃ انسان) حتی اتی موسی علیہ السلام فلطمہ ففقأ عینہ قال فرجع فقال یا رب ان عبدک موسی فقأ عینی ولولا کرامتہ علیک لشققت علیہ فقال ائت عبدی موسی فقل لہ فلیضع کفہ علی متن ثور فلہ بکل شعرۃ واریت یدہ سنۃ وخیرہ بین ذلک وبین ان یموت الآن قال فاتاہ فخیرہ فقال موسی علیہ السلام فما بعد ذلک قال الموت قال فالآن اذاً۔ قال فشمہ شمۃ قبض روحہ قال فجاء بعد ذلک الی الناس خفیاً۔

موسیٰ علیہ السلام کی وفات کی کچھ تفصیل احوال ہارون علیہ السلام میں مذکور ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی کل عمر بوقت وفات ۱۲۰ سال تھی۔ عشرون من ذلک فی ملک افریدون ملک فارس ومائۃ منہا فی ملک منوشہر وکان ابتداء امرہ من لدن بعثہ اللہ نبیاً الی ان قبضہ اللہ الیہ فی ملک منوشہر کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص ۲۲۵۔

موسیٰ علیہ السلام کی وفات ۷ ماہ آذار میں ہوئی۔ آپ کی وفات کے وقت ہبوط آدم علیہ السلام از جنت کے ۳۸۶۸ سال گزر چکے تھے اور طوفان نوح علیہ السلام کے ۱۶۲۶ سال گزر چکے تھے۔ ہارون علیہ السلام کی وفات گیارہ ماہ قبل ہوئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت مولد ابراہیم علیہ السلام کو ۴۴۵ سال گزر گئے تھے۔ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلتے وقت آپ کی عمر ۸۰ سال تھی۔ پھر ۴۰ سال میدان تیہ میں گزارے تو آپ کی کل عمر ۱۲۰ سال ہے۔ بنی اسرائیل کی کل مدت قیام مصر یعنی مصر میں دخول سے لے کر مصر سے خروج وغرق فرعون تک ۲۱۵ سال تھی۔ کتب تاریخ میں اس سلسلے میں بیان مدت میں بہت کچھ اختلاف ہے۔

شہر مدین میں موسیٰ علیہ السلام کا عقد نکاح صفورہ بنت یترون سے ہوا۔ یترون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے۔ صفورہ اور ان کی بہن لیا کی بکریوں کے لیے آپ نے مدین میں کنویں سے پانی نکالا تھا۔ جو لڑکی آپ کو بلانے کے لیے آئی تھی اس کا نام صفورہ تھا قال اللہ تعالیٰ حکایۃ۔ فجاءتہ احداہما تمشی علی استحیاء قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا۔ قیل ان یترون کان کاہن مدین والکاہن الحبر وقیل الذی استأجر موسی علیہ السلام اسمہ یثری صاحب مدین وقال بعض المحققین ھو شعیب علیہ السلام وتزوج بنت شعیب وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سألت جبرائیل ای الاجلین قضی موسی (عشر سنین او ثمان) قال اتمہا واکملہا۔ کذا قال الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۲۰۶

آپ کے عصا کی لمبائی دس گز تھی اور آپ کا قد بھی دس گز تھا۔ یاد رکھیں کہ شرعی گز تقریباً ڈیڑھ فٹ کے برابر ہوتا ہے۔ مدین مصر سے آٹھ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ فعن ابن عباس رضی اللہ عنہما خرج موسی من مصر الی مدین وبینھما مسیرۃ ثمان لیال ویقال نحو من الکوفۃ الی البصرۃ۔ آپ کے خسر شعیب علیہ السلام مدین میں رہتے تھے۔

وفی الحدیث المرفوع اصدق النساء فراسۃ امرأتان کلتاھما تفرّستا فی موسی علیہ السلام فاصابتا احداھما امرأۃ فرعون حین قالت قرۃ عین لی ولک لا تقتلوہ والاخری بنت شعیب حیث قالت یا ابت استأجرہ ان خیر من استأجرت القوی الامین۔ قالوا وتزوج موسی علیہ السلام بالصغری ھذا واللہ اعلم۔

اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام۔ آپ اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال تھی۔ بعدہٗ اسحاق علیہ السلام اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ بنائے بیت اللہ شریف میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اسمٰعیل علیہ السلام بھی شریک تھے۔ کما فی القرآن۔

علماء تاریخ لکھتے ہیں انّ اسماعیل علیہ السلام اوّل من رکب الخیل وکانت وحوشاً فانسھا ورکبھا وانہ اول من تکلّم بالعربیۃ الفصیحۃ البلیغۃ۔ وذکر ابن کثیر فی البدایۃ والنھایۃ ص ۱۹۲ ان النبی علیہ السلام قال اول من فتق لسانہ بالعربیۃ البینۃ اسماعیل وھو ابن اربع عشرۃ سنۃ۔ اسماعیل علیہ السلام نے ۱۳۷ برس کی عمر میں وفات پائی ہے اور بیت اللہ شریف کے اندر اپنی والدہ ہاجرہ کے پاس مدفون ہیں۔

آپ کی قبر میزاب رحمت کے نیچے حطیم کے اندر واقع ہے۔ عمر بن عبد العزیزؒ کی روایت ہے قال شکی اسماعیل علیہ السلام الی ربہ حرّ مکۃ فاوحی اللہ تعالی الیہ انی سأفتح لک بابا الی الجنۃ الی الموضع الذی تدفن فیہ تجری علیک روحھا الی یوم القیامۃ۔ کذا فی البدایۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

ہارون علیہ السلام۔ آپ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ میدان تیہ کے آس پاس پہاڑیں یا کسی اور پہاڑ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات کا طویل قصہ بعض آثار میں مروی ہے۔

قال فی انسان العیون ج ۲ ص ۲۱۶ یقال ان فی جبل احد قبر ھارون اخی موسی علیھما السلام وفیہ قبض فوارثہ موسی علیہ السلام فیہ وکانا قد ماحاجّین او معتمرین وعن ابن دحیۃ ان ھذا باطل بیقین وانّ نصّ التوراۃ انہ دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقد یقال لا مخالفۃ لانہ یقال المدینۃ شامیۃ وقیل دفن بالتیہ ھو واخوہ موسی علیھما السلام۔ اھ

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اللہ تعالی لما دعا موسی علیہ السلام یعنی بدعائہ قولہ رب انی لا املک الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین قال فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض قال فدخلوا التیہ فکل من دخل التیہ ممن جاوز العشرین سنۃ مات فی التیہ قال فمات موسی علیہ السلام فی التیہ ومات ہارون علیہ السلام قبلہ قال فلبثوا فی تیہہم اربعین سنۃ وناہض یوشع علیہ السلام بمن بقی معہ مدینۃ الجبارین فافتتح یوشع المدینۃ وعن قتادۃ ان موسی علیہ السلام مات فی الاربعین سنۃ ولم یدخل بیت المقدس منہم الا ابناؤہم اہ۔ کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص ۲۲۵

وفی تاریخ ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۳ الذی علیہ الجمہور ان ہارون علیہ السلام توفی بالتیہ قبل موسی علیہ السلام بنحو من سنتین وبعدہ موسی علیہ السلام فی التیہ ایضاً وفیہ ج ۱ ص ۳۱۵ ان موسی علیہ السلام سأل اللہ تعالی عند موتہ ای فی التیہ ان یدنیہ من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر قال ابوہریرۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلوکنت ثم لأریتکم قبرہ الی جانب الکثیب الاحمر۔ ہذا واللہ اعلم۔

زکریا علیہ السلام۔ شرح ذلک بانہم کانوا یکفرون بآیات اللہ ویقتلون النبیین الآیۃ میں آپ اور یحیی علیہما السلام مذکور ہیں۔ آپ یحیی علیہ السلام کے والد ہیں قال اللہ تعالی یا زکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحیی لم نجعل لہ من قبل سمیا زکریا علیہ السلام ہی مریم علیہا السلام کے کفیل تھے روی ابوہریرۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان زکریا نجارا۔ رواہ احمد۔

وفی المعارف ص ۲۴ تزوج زکریا ایساع ابنۃ عمران اختا لمریم ابنۃ عمران واسم ام مریم حنۃ وکان یحیی وعیسی علیہما السلام ابنی خالۃ واشاعت الیہود انہ رکب من مریم الفاحشۃ وقتلوہ فی جرف شجرۃ تطعوہا وقطعوہ معہا اہ۔ ہذا واللہ اعلم۔

شعیب علیہ السلام۔ آیت واذ استسقی موسی لقومہ الآیۃ اور آیت وباء وا بغضب من اللہ ذلک بانہم الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے آپ کو خطیب الانبیاء کا لقب دیا ہے کیونکہ آپ کا خطاب اپنی قوم سے بڑا بلیغ اور بہترین اسلوب پر مشتمل ہے قال اللہ تعالی والی مدین اخاہم شعیبا۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کی جدہ لوط علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔ حدیث ابوذر ہے قال علیہ السلام فی ذکر الانبیاء والرسل اربعۃ من العرب ہود وصالح وشعیب ونبیک یا اباذر۔ وہب بن منبہ کی روایت ہے ان شعیبا مات بمکۃ ومن معہ من المؤمنین وقبورہم غربی الکعبۃ بین دار الندوۃ ودار بنی سہم۔ کذا قال الحافظ ابن عساکر فی تاریخہ۔

وفی اللقطة ص۳۵ بُعِث شعیب علیہ السلام الی اصحاب الایکة واھل مدین و قد اختلفوا فی نسبہ فقیل من ولد ابراھیم الخلیل علیہ السلام وقیل من ولد بعض المؤمنین بابراھیم وکان الایکة من شجر ملتف فلم یؤمنوا فاھلکھم بسحابة امطر علیھم نارًا یوم الظلة واھلك اھل مدین بالزلزلة اھ۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں (ج ۱ ص ۲۰۶) کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی بھتیجی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ کا نام صفورہ بنت یترون تھا اور یترون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے۔ لیکن بہت سے مفسرین کا کہنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں ہذا واللہ اعلم۔

حزقیل علیہ السلام۔ آیت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ حزقیل بن بوذی علیہ السلام بنی اسرائیل کے نگران تھے یوشع علیہ السلام اور کالب بن یوفنا کے بعد۔

آپ ہی ان ہزارہا انسانوں کے احیاء کا سبب تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ روایت ہے کہ ایک علاقہ میں وبائے طاعون واقع ہونے کی وجہ سے وہاں کے ۳۰ ہزار سے زائد لوگ موت سے ڈر کر اس علاقہ سے نکل گئے اللہ تعالیٰ نے یک دم ان پر موت مسلط کر دی اور وہ سارے مر گئے۔ بڑی مدت کے بعد ان کی ہڈیوں پر حزقیل علیہ السلام گزرے تو متفکر ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے ہم ان سب کو زندہ کر دیں۔ عرض کیا ہاں اے اللہ۔ اللہ نے سب کو زندہ فرما دیا وہ مردے زندہ ہو کر اٹھے اور بیک آواز نعرۂ تکبیر بلند کیا وقیل قالوا سبحانك ربنا وانا نحمدك لا الہ الا انت۔ قال اللہ الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم حدیث شریف ہے عن عبد الرحمٰن بن عوف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا السقم عذب بہ الامم قبلکم فاذا سمعتم بہ فی ارض فلا تدخلوھا واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فرارًا منہ اخرجہ احمد۔ ھذا واللہ اعلم۔

یوسف علیہ السلام۔ ھو یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراھیم علیھم الصلوٰۃ والسلام یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام راحیل تھا۔ یوسف علیہ السلام کی ولادت کے بعد راحیل کے بطن سے بنیامین پیدا ہوئے اور ولادتِ بنیامین کی تکلیف میں راحیل کا انتقال ہوا۔

یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے روبیل۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوذا۔ ایساخر۔ زابلون۔ یہ لیا کے بطن سے تھے۔ یوسف۔ بنیامین یہ راحیل کے بطن سے تھے اور بقیہ چار بیٹے باندیوں سے تھے۔ یوسف علیہ السلام بڑے جمیل و حسین تھے۔ بھائیوں نے حسد کی وجہ سے انھیں باپ سے جدا کر کے

ایک قافلے کے ہاتھ بیچ دیا۔ وشروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ۔ تفصیلی قصہ قرآن میں موجود ہے۔ پھر آپ مصر کے وزیر بنے۔ حدیث اسراء میں ہے فمررت بیوسف واذا ھو قد اعطی شطر الحسن ای نصف حسن آدم علیہ السلام قالہ السھیلی قال ابن مسعود وکان وجہ یوسف مثل البرق وکان اذا اتتہ امرأۃ لحاجۃ غطی وجہہ۔

حافظ عینی نے لکھا ہے کہ آپ سات سال سات ماہ سات دن جیل میں رہے قال اللہ تعالیٰ فلما دخلوا علی یوسف اٰوی الیہ ابویہ الآیۃ بروایت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ فراق کے ۸۰ سال کے بعد یوسف اور ان کے والد کی ملاقات ہوئی۔ بقول بعض ۸۳ سال کے بعد اور بقول بعض ۳۵ سال کے بعد ملاقات ہوئی۔ وقال بعض العلماء لما صار عمر یوسف علیہ السلام ۱۸ سنۃ کان فراق لابیہ وبقیا مفترقین ۲۱ سنۃ ثم اجتمعا فی مصر وبقیا مجتمعین ۲۳ سنۃ وعاش یوسف علیہ السلام ۱۱۰ سنین وکان مولدہ لمضی ۲۵۱ سنۃ من مولد ابراھیم علیہ السلام وکان وفاۃ یوسف علیہ السلام قبل مولد موسی علیہ السلام باربع وستین سنۃ۔

وکانت وفاۃ یوسف بمصر ودفن بھا حتی کان بین موسی وفرعون ما کان فلما سار موسی علیہ السلام من مصر بنی اسرائیل الی التیہ نبش یوسف علیہ السلام وحملہ معہ فی التیہ حتی مات موسی علیہ السلام فلما قدم یوشع علیہ السلام بنی اسرائیل الی الشام دفنہ بالقرب من نابلس وقیل عند الخلیل علیہ السلام اھ ھذا واللہ اعلم۔

داؤد علیہ السلام جلیل القدر نبی ہیں قال اللہ تعالیٰ واذکر عبدنا داؤد ذا الایدانہ اوّاب انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق والطیر محشورۃ کل لہ اوّاب وشددنا ملکہ وآتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب۔ داؤد علیہ السلام کئی اوصاف وخصائص کی وجہ سے ممتاز شان رکھتے ہیں۔

اولاً یہ کہ اللہ نے آپ پر زبور نازل فرمائی۔ ثانیاً یہ کہ ان کے تلاوتِ زبور کے وقت پہاڑ اور پرندے بھی متأثر ہو کر شریکِ تلاوت ہو جاتے تھے قال اللہ تعالیٰ یا جبال اوّبی معہ والطیر وألنّا لہ الحدید الآیۃ ثالثاً آپ کے لیے لوہا مٹی اور موم کی طرح نرم فرما دیا تھا جس سے آپ اشیاء ضرورت بناتے تھے۔ رابعاً حلقوں والی زرہ اولاً آپ نے بنائی ہے۔ خامساً آپ اتا بعد کے اوّل قائل ہیں اور یہی فصل خطاب ہے۔ سادساً آپ بہت بڑے عابد تھے کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام احبّ الصلاۃ الی اللہ صلاۃ داؤد۔ واحبّ الصیام الی اللہ صیام داؤد۔ کان یصوم یوماً ویفطر یوماً۔

سابعاً آپ بڑے خوش آواز تھے فروی عن عبد اللہ بن عامر قال اعطی داؤد من حسن الصوت مالم یعط احد قط حتی ان کانت الطیر والوحش یتعکف حولہ حتی یموت عطشا وجوعاً و

حتی ان الانهار لتقف۔ ثامنًا روایت ہے ابوہریرہ کی مرفوعًا خُفّف علی داؤد القراءۃ فکان یأمر بدابتہ فتُسرج فکان یقرأ القرآن (ای الزبور) من قبل ان تسرج دابتہ وکان لا یأکل الا من عمل یدیہ۔ رواہ احمد والبخاری۔ تاسعًا۔ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو ملأ اعلیٰ میں جب کہ آپ کی پشت سے تمام اولاد اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائی تو داؤد علیہ السلام کی چمک اور روشنی سب سے زیادہ پسند آئی۔ پوچھا اے اللہ یہ کون ہیں۔ فرمایا آپ کا بیٹا داؤد علیہ السلام۔ پھر پوچھا اے اللہ ان کی عمر کتنی ہے فرمایا ساٹھ سال۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ میری عمر میں سے اسے چالیس سال اور دیدیں۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتادیا تھا کہ تمہاری عمر ہزار سال ہوگی۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے ۱۰۰ سال کی عمر پائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آدم علیہ السلام کی عمر بھی پورے ہزار سال کر دی۔ والقصۃ طویلۃ مرویۃ فی الترمذی ومسند احمد وغیرہما۔

داؤد علیہ السلام کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ایک ہزار سال مقدم ہے وکانت ولادۃ داود علیہ السلام سنۃ ۳۳۳۳ من ھبوط آدم علیہ السلام وملك ۴۰ سنۃ وتوفی وله سبعون سنۃ فی اواخر سنۃ ۵۳۵ من وفاۃ موسی علیہ السلام وفی کتاب تقویم التواریخ وفیھا ای فی سنۃ مولد داؤد علیہ السلام غلب افراسیاب علی الفرس وفیہ اختلاف وفی تاریخ الطبری ان غلبۃ افراسیاب علی منوشھر کان فی زمن موسی علیہ السلام وکان کیقباذ فی زمن داؤد علیہ السلام۔ ھذا واللہ اعلم۔

سلیمان علیہ السلام۔ قال اللہ تعالیٰ ووہرث سلیمان داود وقال یا ایھا الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شئ۔ مراد وراثتِ نبوت وملک ہے نہ کہ وراثتِ مالی۔ لقولہ علیہ السلام نحن معاشر الانبیاء لا نورث لا نُوَرث۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان واحوال بالکل نرالے ہیں۔ آپ کی چند خصوصیات یہ ہیں اولاً آپ کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی بولی سکھادی تھی۔ ثانیًا۔ آپ تمام حیوانات کی زبان بھی سمجھتے تھے قال اللہ تعالیٰ حتی اذا اتوا علی وادی النمل قالت نملۃ الی قولہ فتبسّم ضاحکًا من قولھا۔ ثالثًا کل انسانوں پر آپ کی حکومت تھی۔ رابعًا۔ انسانوں کے علاوہ کل جنّات وشیاطین پر بھی آپ کی حکومت تھی خامسًا۔ پرندوں اور وحوش وغیرہ حیوانات پر بھی آپ حکومت کرتے تھے اور وہ آپ کے مطیع تھے۔ سادسًا ہوا بھی آپ کے حکم کے مطابق چلتی تھی قال اللہ تعالیٰ فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رُخاءً حیث اصاب۔

سابعًا۔ آپ ایک مہینہ کی مسافت صرف ایک صبح یا ایک شام میں اپنی فوجوں اور تاج وتخت

سمیت ہوا کے دوش پر طے کرتے تھے قال اللہ تعالی ولسلیمان الریح غدوّھا شھر ورواحھا شھر۔ ثامنًا۔ آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ بیت المقدس اگرچہ قدیم ہے لیکن سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تجدید کی۔

وفی اللقطۃ ص۳۶ ابتدأ سلیمان علیہ السلام عمارۃ بیت المقدس واقام فیھا سبع سنین و فرغ فی السنۃ الحادیۃ عشرۃ من ملکہ وکان ارتفاع البیت ۳۰ ذراعًا وطولہ ۶۰ ذراعًا فی عرض ۲۰ ذراعًا وعمل خارج البیت سورًا محیطًا بہ امتدادہ ۵۰۰ ذراع وفی السنۃ الخامسۃ والعشرین من ملکہ جاءتہ بلقیس ملکۃ الیمن ومن معھا واطاعتہ جمیع ملوک الدنیا واستمرّ سلیمان علیہ السلام علی ذلک حتی توفی وعمرہ ۵۲ سنۃ۔

وکانت مدۃ ملکہ اربعین سنۃ فیکون وفاۃ سلیمان علیہ السلام فی اواخر سنۃ ۵۷۵ لوفاۃ موسی علیہ السلام وکانت ولادۃ سلیمان علیہ السلام سنۃ ۴۳۹۱ من ھبوط آدم علیہ السلام وملک بعد ابیہ وعمرہ اثنتا عشرۃ سنۃ فی سنۃ ۴۴۰۳ من الھبوط وفیھا توفی داؤد علیہ السلام وابتدأ عمارۃ بیت المقدس فی السنۃ الرابعۃ من ملکہ وھی سنۃ ۵۳۹ لوفاۃ موسی علیہ السلام ھذا واللہ اعلم۔ وفی بعض ھذہ التواریخ اختلاف کثیر وصرّح اصحاب التاریخ ان سلیمان علیہ السلام کان قبل عیسی علیہ السلام بنحو ۹۵۰ سنۃ وتولّی بخت نصر علی بابل فی سنۃ ۹۵۳ لوفاۃ موسی علیہ السلام وقیل فی سنۃ ۹۷۸ من وفاۃ موسی علیہ السلام ھذا واللہ اعلم۔

ادریس علیہ السلام۔ تفسیر وعلّم آدم الاسماء کلّھا اور تفسیر تلک الرسل فضّلنا بعضھم علی بعض الآیۃ میں مذکور ہیں۔ قال اللہ تعالی واذکر فی الکتٰب ادریس انہ کان صدیقًا نبیًّا۔ آدم وشیث علیہما السلام کے بعد وہ بنی آدم میں اوّل نبی ہیں وہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں واقع ہیں۔

ادریس علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کی حیات میں تین سو آٹھ سال پائے ہیں ان کی طرف بہت سی اوّلیات منسوب ہیں قیل ھو اوّل من خطّ بالقلم واوّل من تکلّم فی علم الرمل واول من تکلّم فی الھیئۃ واول من تکلّم فی علم الفلک وفی المعارف لابن قتیبۃ ھذا ماحاصلہ ان اسمہ اخنوخ فاخنوخ ھو ادریس وھو ابن الیارد بن مھلاییل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیھم السلام وانما سمی ادریس لکثرۃ ماکان یدرس من کتب اللہ تعالی وسنن الاسلام وانزل علیہ ثلاثون صحیفۃ وھو اول من خاط الثیاب ولبسھا وکانوا من قبلہ یلبسون الجلود اھ

بعض کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام اب تک زندہ ہیں قال ابن عربی رحمہ اللہ فی الباب

الثالث والسبعین من الفتوحات ماحاصلہ ان العالم لا یخلو زمانا واحدًا من قطب یکون فیہ کما ھو فی الرسل علیھم السلام ولذلک ابقی اللہ تعالی من الرسل الاحیاء باجسادھم فی الدنیا اربعۃ ثلاثۃ مشرّعون وھم ادریس والیاس وعیسی وواحد حامل العلم اللدنی وھو الخضر علیھم الصلاۃ والسلام اھ۔

بعض کتابوں میں ہے کہ علوم فلاسفہ ادریس علیہ السلام سے ماخوذ ہیں۔ البتہ فلسفہ میں جو خلاف شرع مسائل ہیں وہ فلاسفہ نے اپنی طرف سے داخل کیے ہیں ادریس علیہ السلام ان سے بری ہیں قال ابن عربی فی لواقح الانوار اعلم ان الغلط ما دخل علی الفلاسفۃ الا من تاویلھم وذلک انھم اخذوا العلم من شریعۃ ادریس علیہ السلام فاوّلوا ما بلغھم من کلامہ لما رفع فاختلفوا کما اختلفنا نحن فی کلام نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ فاحلّ ھذا العالم ما حرّمہ العالم الآخر قال الشیخ وما علمت اخطائی الا من ادریس علیہ السلام حین اجتمعت بہ فی واقعۃ من الوقائع فاخذت عنہ علمہ علی وجہ الحق انتھی کذا فی الیواقیت ج ۱ ص ۱۰۵۔

بعض علماء کے نزدیک آپ رسول ہیں اور بقول بعض آپ نبی ہیں نہ کہ رسول۔ آپ کے زمانے میں بھی اختلاف ہے ایک قول پہلے ذکر ہو چکا والثانی ما ذکرہ البعض انہ من ولد شیث علیہ السلام بینہ وبین شیث بن آدم علیھم السلام اربعۃ آباء ارسل بعد موت آدم علیہ السلام بمائتی سنۃ۔ ادریس علیہ السلام کی وفات آسمان رابع میں واقع ہوئی تھی وقیل لما مات احیاہ اللہ تعالی وادخلہ الجنۃ وھو فیھا الآن۔ کذا فی انسان العیون ج ۱ ص ۳۹۶۔ ھذا واللہ اعلم۔

یحییٰ علیہ السلام۔ یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام معاصر تھے۔ یحییٰ علیہ السلام پر خوف وبکاء کا غلبہ تھا۔ عن قتادۃ رح ان الحسن رح قال ان یحییٰ وعیسی علیھما السلام التقیا فقال لہ عیسی علیہ السلام استغفر لی انت خیر منّی فقال لہ الآخر استغفر لی انت خیر منّی فقال لہ عیسی علیہ السلام سلّمتُ علی نفسی وسلّم اللہ علیک فعرف اس واقعہ میں اشارہ ہے اس آیت کی طرف جو یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیًّا۔

وروی ابن عساکر ان ابوی یحیی خرجا فی تطلّبہ فوجداہ عند بحیرۃ الاردن فلما اجتمعا بکاھما بکاء شدیدًا لما ھو فیہ من العبادۃ والخوف من اللہ عزوجل وروی ابن المبارک رح عن وھیب قال فقد زکریا ابنہ یحییٰ ثلثۃ ایام فخرج یلتمسہ فی البریۃ فاذا ھو قد احتفر قبرًا وقام فیہ یبکی علی نفسہ فقال یا بُنیّ انا اطلبک من ثلثۃ ایام وانت فی قبر قد احتفرتہ قائم تبکی فیہ فقال یا ابت الست انت اخبرتنی ان بین الجنۃ والنار مفازۃ لا تقطع الا بدموع البکّائین فقال لہ ابک یا بُنیّ فبکیا جمیعًا۔

یحییٰ علیہ السلام کو بعد میں شہید کر دیا گیا۔ قتل کے مختلف اسباب مفسرین و مؤرخین ذکر کرتے ہیں۔ قتل مسجد اقصیٰ میں صخرہ پر ہوا۔ جہاں پر ستر انبیاء اور بھی شہید کیے گئے تھے۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ بخت نصر نے اس قتل کا بدلہ لینے کے لیے ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کیے۔

ابن عساکر زید بن واقد سے روایت کرتے ہیں کہ جامع مسجد دمشق جس کے مینار پر عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے کی تعمیر کے وقت ایک غار میں ہمیں یحییٰ علیہ السلام کا سر صندوق میں ملا فعن زید بن واقد قال وکلنی الخلیفۃ الولید علی العمال فی بناء جامع دمشق فوجدنا فیہ مغارۃ فعرفنا الولید ذلک فوافانا فی اللیل وبین یدیہ الشمع فنزل فاذا ھی ای المغارۃ کنیسۃ لطیفۃ ثلاثۃ اذرع فی ثلاثۃ اذرع واذا فیھا صندوق ففتح الصندوق فاذا فیہ سفط وفی السفط رأس یحیی بن زکریا علیھما السلام مکتوب علیہ ھذا رأس یحیی بن زکریا فأمر بہ الولید فردّہ الی مکانہ وقال اجعلوا العمود الذی فوقہ مغیّرًا من بین الاعمدۃ فجعل علی الرأس عمود مسفط الرأس وفی روایۃ عن زید بن واقد ان ذلک الموضع کان تحت رکن من ارکان القبۃ یعنی قبل ان تبنی قال وکان علی الرأس شعر وبشر وذکر فی البدایۃ ج ۹ ص ۱۵۶ قال زید بن واقد حضرت رأس یحیی بن زکریا وقد اخرج من اللیطۃ القبلیۃ الشرقیۃ التی عند مجلس بجیلۃ فوضع تحت عمود الکاسۃ قال الاوزاعی ھو العمود الرابع المسفط انتھی

قد جاء فی بعض الروایات ان یحییٰ علیہ السلام ھو الذی یذبح الموت یوم القیامۃ یضجعہ ویذبحہ بشفرۃ تکون فی یدہ والناس ینظرون الیہ والموت یکون فی صورۃ کبش املح فیوقف علی سور بین الجنۃ والنار وقیل الذی یذبح الموت جبریل علیہ السلام۔ ھذا واللہ اعلم۔

عیسیٰ علیہ السلام۔ عیسیٰ علیہ السلام خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ آپ کئی اوصاف میں صفِ انبیاء علیہم السلام میں ممتاز ہیں۔ اوّلاً یہ کہ خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ ثانیاً وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ ثالثاً وہ آج تک زندہ ہیں۔ رابعاً وہ آسمان پر ہیں کما ثبت فی صحیح الروایات وبنص القرآن، بعض علماء کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر ابھی تک زندہ ہیں اور یہ معنی ہے اس آیت کا ورفعناہ مکانًا علیًّا لیکن یہ صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے۔ خامساً۔ آپ قیامت سے کچھ قبل زمین پر نزول فرما کر دجال کو قتل کریں گے۔ سادساً۔ آپ پہلی نماز امت محمدیہ میں سے ایک شخص یعنی امام مہدی کے پیچھے باجماعت ادا فرمائیں گے وھذا اکرام عظیم للہ تعالیٰ لامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

سابعاً۔ آپ نے خصوصی طور پر نبی علیہ السلام کا نام احمد لے کر ان کے آنے کی بشارت دی قال اللہ تعالیٰ حکایۃً یأتی من بعدی اسمہ احمد۔ ثامناً حدیث ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعًا کل

بنی آدم یطعن الشیطان فی جنبہ حین یولد الا عیسی بن مریم۔ ذھب یطعن فطعن فی الحجاب۔ اخرجہ احمد۔ تاسعًا پیدا ہونے کے فورًا بعد آپ نے کلام کیا۔ اور اپنی والدہ کی برأت اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا قال اللہ تعالیٰ و یکلم الناس فی المھد۔ کما صرح بہ القرآن۔ اس وصف میں یعنی وصف کلام فی المھد میں آپ کے شرکاء تین چار اشخاص اور بھی ہیں۔ عاشرًا۔ آپ کی والدہ بقول بعض علماء نبیہ تھیں۔ ابوالحسن اشعریؒ وغیرہ بعض علماء کہتے ہیں کہ سلسلۂ نبوت عورتوں میں بھی جاری تھا۔ اور مریمؑ نبیہ تھیں۔ لیکن جمہور امت کی رائے اس کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے نزدیک نبوت خاصۂ رجال ہے۔

وفی کتب التاریخ ان عیسی علیہ السلام اذا نزل من السماء یتزوج امرأۃ من جذام قبیلۃ بالیمن و یولد لہ ولدان یسمی احدھما محمدًا والآخر موسی یمکث اربعین سنۃ وقیل خمسًا واربعین سنۃ وقیل سبع سنین کما فی مسلم وقیل ثمان سنین وقیل تسعًا وقیل خمسًا و یدفن اذا مات فی روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقیل فی حجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم ای عند قبرہ الشریف وقیل فی بیت المقدس وقیل یدفن معہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ویؤیدہ ما ورد و یدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی من قبر واحد بین ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما۔ ھذا واللہ اعلم۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ کا سلسلۂ نسب عدنان تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا آپؐ عدنانی ہیں نہ کہ قحطانی۔ سلسلۂ نسب یہ ہے۔

سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر ابن نزار بن معد بن عدنان۔ عدنان سے آگے اہل تاریخ واخبار میں اختلاف ہے۔ عبدالمطلبؓ کو شیبۃ الحمد بھی کہا جاتا تھا لکثرۃ حمد الناس لہ لانہ ولد وفی رأسہ شیبۃ۔

عبدالمطلب کا اصل نام عامر تھا، ۱۴۰ سال کی عمر پائی۔ انھیں عبدالمطلب اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے چچا مطلب نے ان کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ لاتے ہوئے اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا وہ چھوٹے تھے اور کپڑے پھٹے پرانے تھے تو لوگوں نے کہا کہ یہ مطلب کا عبد ہے۔

وقال البعض ان عبد المطلب یقول للناس السائلین ھذا عبدی حیاءً فلما دخل مکۃ احسن من حالہ و اظھر انہ ابن اخیہ۔

ہاشم کا اصل نام عمرو العُلا تھا سمی ھاشما لھشم الثرید واطعامہ الناس۔ عبدمناف کا نام مغیرہ تھا قصی کا نام زید تھا وعن الشافعیؒ ان اسمہ یزید۔

عبد المطلب کے دس بیٹے تھے اور چھے بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں (۱) عبد اللہ وھو والد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) زبیر (۳) ابو طالب ان کا نام عبد مناف تھا (۴) عباس (۵) ضرار (۶) حمزہ (۷) مقوم (۸) ابو لہب اور اس کا نام عبد العزی تھا (۹) حارث (۱۰) غیداق۔ اور اس کا نام مجل تھا۔ یہ ہیں اعمام نبی علیہ الصلوۃ والسلام۔ بناتِ عبد المطلب یعنی عماتِ نبی علیہ السلام کے نام یہ ہیں (۱) عاتکہ (۲) امیمہ (۳) بیضاء اور یہ ام حکیم کے نام سے مشہور ہیں (۴) برہ (۵) صفیہ (۶) اروی۔

عبد اللہ والدِ نبی علیہ السلام کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمر بن عائذ ہے۔ فاطمہ کے علاوہ عبد المطلب کی بیویوں کے نام یہ ہیں نُتیلہ۔ ھالہ۔ لُبنیٰ۔ صفیہ۔ ممنعہ۔ فاطمہ زوجہ عبد المطلب کی اولاد یہ ہیں عبد اللہ۔ زبیر۔ ابو طالب۔ عاتکہ۔ امیمہ۔ بیضاء۔ برہ۔ عبد المطلب کی دوسری زوجہ نتیلہ بنت کلیب بن مالک ہے۔ نتیلہ کی اولاد یہ ہیں عباس و ضرار۔ عبد المطلب کی تیسری زوجہ ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے۔ ہالہ کی اولاد تین ہیں حمزہ۔ مقوم۔ صفیہ۔ عبد المطلب کی چوتھی زوجہ لبنیٰ تھی جو قبیلہ خزاعہ سے تھی لبنیٰ کا ایک بیٹا تھا یعنی ابو لہب۔ عبد المطلب کی پانچویں زوجہ کا نام صفیہ بنت جندب من بنی عامر بن صعصعہ ہے۔ صفیہ کی اولاد دو ہیں حارث و اروی۔ عبد المطلب کی چھٹی زوجہ خزاعیہ ہے اس کا نام ممنعہ بنت عمرو ہے اس کا ایک بیٹا تھا یعنی غیداق۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۵۲۔

نسب امنہ امّ النبی علیہ السلام۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ جس طرح نبی علیہ السلام کے والد عرب میں سب سے زیادہ شریف خاندان سے متعلق تھے اسی طرح آپؐ کی والدہ کا خاندان بھی نہایت شریف تھا۔

والدہ کا سلسلہ نسب یہ ہے آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ۔ تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نبی علیہ السلام کا کوئی خال (ماموں) یعنی آمنہ کا کوئی بھائی بھی تھا یا نہیں۔ البتہ بنو زہرہ کہتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے اخوال ہیں کیونکہ آمنہ ان کے قبیلہ سے تھیں۔ عبد المطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو ہے یہ بنو نجّار سے تھی بنو نجار انصار مدینہ میں ایک قبیلہ کا نام ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام واقعۂ فیل کے سال میں پیدا ہوتے تھے اور بقول بعض واقعۂ فیل کے تیس سال بعد پیدا ہوئے تھے اور بقول امام حاکمؒ چالیس سال بعد پیدا ہوئے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ آپؐ کے تولد کا سال عام فیل ہے۔ بالاتفاق آپؐ ربیع الاول میں سوموار کے دن اس دنیا میں تشریف لائے۔

لیکن تاریخ تولد میں مشہور چار اقوال ہیں۔(۱) دو ربیع الاول (۲) آٹھ ربیع الاول۔(۳) دس ربیع الاول۔ (۴) بارہ ربیع الاول۔ اور وفات بروز سوموار بوقتِ چاشت یعنی بوقت صبح بارہ ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی اور منگل کے دن زوالِ شمس کے بعد اور بقول بعض بدھ کی رات مدفون ہوئے۔ بوقتِ وفات آپؐ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔

سوموار کے دن کو اسلام میں یہ خاص فضیلت حاصل ہے کہ اسلام کے بہت سے تاریخی امور اس دن میں واقع ہوئے قال الحاکم ابو احمد ولد النبیّ علیہ السلام یوم الاثنین ونُبِّیَ یوم الاثنین وھاجرَ من مکۃ یوم الاثنین ودَخَل المدینۃ یوم الاثنین وتوفّیَ یوم الاثنین وعن ابن عباسؓ وُلِدَ یومَ الاثنین فی ربیع الاول وانزلت علیہ النبوّۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وھاجر الی المدینۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وانزلت علیہ البقرۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وتوفّی یوم الاثنین فی ربیع الاول۔

اس میں اختلاف ہے کہ نبی علیہ السلام کی پیدائش رات کو ہوئی یا دن کو۔ یاد رکھیے کہ اسلام میں رات مقدم ہوتی ہے دن پر۔ لہذا سوموار کی رات وہ ہے جو سوموار کے دن سے مقدم ہو تو بقولِ بعض آپؐ رات کو پیدا ہوئے۔ والدلیل ما رُوِی عن عثمان بن ابی العاص عن امّہ رضی اللہ عنھما انھا شھدت ولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلاً قالت فما شیٔ انظر الیہ من البیت الا نورًا وانی لانظر الی النجوم تدنُو حتی انّی لاقول لتقعنّ علیّ۔

اور بعض علماء کا یہ دعویٰ ہے کہ آپؐ دن کو پیدا ہوئے لقولہ علیہ السلام بعد ما سُئِل عن صوم یوم الاثنین فقال فیہ ولدتُّ۔ لیکن دونوں قولوں میں بہت سے علماء واہلِ کشف یوں تطبیق کرتے ہیں کہ فجر سے کچھ قبل آپؐ کے تولد کی ابتداء ہوئی اور فجر کے بعد تولد کی تکمیل ہو کر آپؐ اس دنیا میں تشریف لائے۔ اہل کشف لکھتے ہیں کہ ہر رات میں جو مختصر ایک وقت قبولیت ہے یہ وہ وقت ہے جس میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا تولد ہوا اور وہ فجر سے کچھ پہلے ہوتا ہے اس وقت اہل کشف اور اہل بصیرت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کے دروازے کھلتے دیکھتے ہیں۔

علامہ سہیلیؒ واقدیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ تولد کے فوراً بعد نبی علیہ السلام نے بزبانِ فصیح ان الفاظ پر تکلم فرمایا جلال ربّی الرفیع اور بعض علماء کے نزدیک یہ تکلم فرمایا اللہ اکبر کبیرًا والحمد للہ کثیرًا وسبحان اللہ بکرۃً واصیلاً۔ اس بات میں کوئی بُعد نہیں کہ ان سب پر تکلم فرمایا ہو ولادت کے ساتویں دن عبد المطلب نے آپؐ کا عقیقہ کیا اور نام محمد رکھا اور کہا اردتُ ان یحمدہ اللہ فی السماء وتحمدہ الناس فی الارض۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا نام مبارک محمد اشہر اسماء ہے

نبی علیہ السلام کے دو نام مبارک زیادہ مشہور ہیں۔ (۱) محمدؐ (۲) احمد۔

کتاب شفاء میں ہے کہ محمد و احمد دو عجیب و شریف نام ہیں۔ آپؐ کے زمانے سے قبل کسی نے یہ نام نہیں رکھے تھے کوئی ان سے موسوم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نام لوگوں کے تصرف سے محفوظ رکھے تھے تاکہ نبی آخر الزمانؐ کی نبوت میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ البتہ جب آپؐ کے تولّد کا زمانہ بالکل قریب ہوا اور اہلِ کتاب باقاعدہ اپنی مجلسوں میں بتاتے تھے کہ بس اب عن قریب ہی ایک نبی ظاہر ہونے والے ہیں جن کا نام محمد ہوگا تو بعض لوگوں نے اس توقع سے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا کہ شاید وہ شرفِ نبوت ہمارے بیٹے کو حاصل ہو جائے۔ لیکن ان کی وجہ سے ہمارے نبی علیہ السلام کی نبوت میں کوئی اشتباہ نہیں آیا کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

تولّد کے بعد اوّلاً آپؐ کو ثوبیہ نے چند روز تک دودھ پلایا۔ ثوبیہ ابولہب کی باندی تھی پھر حلیمہ بنت ابی ذؤیب سعدیہؓ مستقل مرضعہ مقرر ہوئیں قالت حلیمۃ کان محمد یشبّ فی الیوم شباب الصبیّ فی شہر۔ نبی علیہ السلام ماں کے بطن میں تھے کہ ان کے والد عبداللہ وفات پا گئے۔ لیکن یہ بات واقدی کے نزدیک مشکوک ہے۔ امام حاکمؒ لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے تولّد کے آٹھ ماہ بیس دن کے بعد عبداللہ کی وفات ہوئی۔ آپؐ کے سرپرست آپؐ کے جدّ عبدالمطلب تھے۔ جب آپؐ چھے یا آٹھ سال کے ہوئے تو عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا اور عبدالمطلب نے آپؐ کے بارے میں ابوطالب کو وصیت کی اور تاکید کی۔

اور جب آپؐ کی عمر چھے سال یا چار سال کی ہوئی تو والدہ کا انتقال ہو گیا۔ والدہ کا انتقال مقام ابواء میں ہوا۔ ابواء مکہ و مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ اور آپؐ کے والد عبداللہ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

ابھی دو سال قبل مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں مدینہ منورہ میں جب اُس گھر کو مسمار کیا گیا جس میں نبی علیہ السلام کے والد عبداللہ مدفون تھے تو کھدائی اور زمین ہموار کرنے کے دوران حکومتِ سعودی کے کارندوں نے دیکھا کہ عبداللہ قبر میں بالکل صحیح سالم تھے۔ اسی گھر میں چند صحابہ کی بھی قبریں تھیں ان کے بدن بھی بالکل صحیح سالم تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کے کرشمے ہیں۔ دنیا کے عام اخباروں میں اس قصے کی باقاعدہ تفصیل شائع ہوئی جس سے بہت سے لوگوں کو عبرت حاصل ہوئی کھدائی کے اس واقعہ سے اس بات کی بھی تائید ہوئی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین مغفور ہیں

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ قول اول یہ ہے کہ وہ اہل فترت میں سے تھے اور زمانہ فترت میں چونکہ کوئی صحیح دین موجود نہیں تھا لہٰذا اس میں صرف

توحید ہی نجات کے لیے کافی ہے اور نبی علیہ السلام کے والدین بھی موحد تھے۔

قول ثانی توقف ہے یعنی یہ معاملہ سپرد و مفوض الی اللہ ہے۔

قول ثالث۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے چند لمحوں کے لیے دوبارہ زندہ کیا اور دونوں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور سارے دین اسلام پر ایمان لائے اور پھر دوبارہ وفات پا گئے۔ اور ان کا دوبارہ زندہ کیا جانا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور آپؐ کی خصوصیات بہت سی ہیں لہذا اس احیاء میں اور قبول ایمان بعد الموت میں کوئی بُعد نہیں ہے بعض علماء کے نزدیک حجۃ الوداع میں یا اس کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے احیاء کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ لہذا جو احادیث ان کے عدم ایمان پر دال ہیں وہ اس واقعہ سے مقدم ہیں۔ کما روی مسلم اَنّ رجلاً قال یا رسولَ اللہ اَینَ اَبِیْ ؟ قال فی النار فلما قفّٰی دعاہ قال اِنّ اَبِی وَاَباکَ فی النارِ۔ وما روی الحاکم عن ابن مسعودؓ انّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلسَ الی قبرٍ فناجاہ طویلاً ثم بکیٰ فبکینا لبُکائہ وفیہ فقال ما اَبکاکم فقلنا بکینا لبُکائک فقال اِنّ القبرَ الذی جلستُ عندہٗ قبرُ امنۃ واِنّی استأذنتُ ربّی فی زیارتھا فاذِن لی واِنّی استأذنتُہٗ فی الاستغفار فلم یأذَن لی۔

پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کی شادی ہوئی۔ چالیس سال کی عمر ہونے پر آپؐ کو نبوت ملی پھر تیرہ سال نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور ہجرت کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور ربیع الاول ۱۱ھ میں وفات پا گئے۔ قال الحاکم وبدءُ الوجع برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت میمونۃ یوم الاربعاء للیلتین بقیتا من شھر صفر۔ مرض وفات کئی دن تک جاری رہا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو بیٹے ہوئے اول قاسم اور اسی کے پیش نظر آپؐ کو ابو القاسم کہتے ہیں۔ قاسم دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ دوسرے بیٹے عبداللہ تھے۔ انھیں طیب وطاہر بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ بقولِ بعض طیب وطاہر دو اور بیٹے ہیں قاسم وعبداللہ کے سوا۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے لہذا حضرت خدیجہؓ سے صرف دو بیٹے قاسم وعبداللہ پیدا ہوئے تھے آپؐ کے ایک تیسرے بیٹے ابراہیم مدینہ منورہ میں ۸ھ میں پیدا ہوئے ان کا نام ابراہیم تھا اور وہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پا گئے۔ ابراہیم کی والدہ کا نام ماریہ قبطیہ ہے۔

نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں تھیں اور چاروں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔ اول زینبؓ زوجہ ابو العاص بن ربیعؓ (۲) فاطمہؓ زوجہ علی بن ابی طالبؓ (۳) رقیہؓ زوجہ عثمان بن عفانؓ (۴)

ام کلثوم ؓ زوجہ عثمان بن عفان ؓ۔ جب رقیہ ؓ کی وفات ہوئی تو ام کلثوم ؓ کے ساتھ عثمان ؓ کا عقد ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان ؓ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ حضرت رقیہ ؓ کی وفات رمضان شریف ۲ھ میں ہوئی اور حضرت ام کلثوم ؓ نے شعبان ۹ھ میں وفات پائی۔

حضور علیہ السلام کی اولاد از خدیجہ ؓ میں سب سے بڑے قاسم تھے پھر زینب ؓ پھر رقیہ ؓ پھر ام کلثوم ؓ پھر فاطمہ ؓ۔ تو فاطمہ ؓ سب سے چھوٹی ہیں اور بقول بعض علما۔ ام کلثوم ؓ فاطمہ ؓ سے چھوٹی ہیں یہ سب نبوت سے پہلے پیدا ہوئے تھے پھر نبوت کے بعد مکہ میں عبداللہ پیدا ہوئے پھر ابراہیم مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور تمام اولاد حضرت خدیجہ ؓ سے ہے سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے ہیں۔ اور سب کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل ہوئی سوائے حضرت فاطمہ ؓ کے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھے ماہ زندہ رہیں۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے نام یہ ہیں خدیجہ ثم سودۃ ثم عائشۃ ثم حفصۃ وام حبیبۃ وام سلمۃ وزینب بنت جحش وميمونة وجویریہ وصفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے چار مؤذنین تھے بلال وابن ام مکتوم مدینہ منورہ میں وابو محذورہ مکہ میں وسعد القرظ قبا میں رضی اللہ عنہم۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ہجرت کے بعد ایک حج کیا ہے ۱۰ھ میں اور چار عمرے کیے ہیں اور بنفس نفیس پچیس غزوات میں شریک ہوئے ہیں کما قال محمد بن اسحٰق۔ اور بعض کے نزدیک غزوات کی تعداد ستائیس ۲۷ ہے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے سرایا ۵۶ ہیں۔ ہذا واللہ اعلم۔

ابناء ابراہیم علیہ السلام قال اللہ تعالیٰ ووصّی بها ابراهیم بنیه الآیۃ ابراہیم علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے۔ ابن حبیب مؤرخ اپنی کتاب المحبر، ص ۳۹۴ پر لکھتے ہیں بنو ابراهیم صلی اللہ علیہ وسلم (۱) اسماعیل وامہ هاجر ام ولد (۲) واسحاق وامہ سارۃ بنت لاہن بن بثویل بن ناحور (۳) ومدین و (۴) مدون و (۵) یقشان و (۶) زمرون و (۷) اشبق و (۸) شوح وامهم قنطورا بنت مقطور من العرب العاربۃ فسیّر ابراهیم علیہ السلام مدون واشبق وشوح وضم الباقین فوقع هؤلاء الثلاثۃ الی خراسان فتناسلوا بها فترك خراسان منهم انتهی۔

مؤرخ ابن حبیب کی عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں سارہ وقنطورا وہاجر۔ ہاجر میں اختلاف ہے کہ یہ ان کی زوجہ تھیں یا مملوکہ ام ولد تھیں۔ ہاجر وسارہ کی وفات کے بعد ہی قنطورا سے شادی ہوئی تھی۔

امام طبری اپنی تاریخ ج ۱ ص ۱۶۰ پر لکھتے ہیں کہ سارہ و ہاجر کے انتقال کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے دو عربی النسل عورتوں سے شادی کی دونوں عرب عاربہ سے تھیں۔ ایک زوجہ کا نام حجور بنت ارہیر تھا۔ ان سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں (۱) کیسان (۲) شولخ (۳) ایمم (۴) لوطان (۵) نافس۔ اور دوسری زوجہ کا نام قنطورا بنت مفطور تھا۔ ان سے چھے بیٹے پیدا ہوئے ان کے نام یہ ہیں (۱) مدن (۲) مدین (۳) یقسان (۴) زمران (۵) یسبق (۶) سوح۔ بعض اہل تاریخ نے یسبق کا نام یسباق اور سوح کا نام ساح لکھا ہے۔ یقسان اپنی اولاد سمیت مکہ مکرمہ میں آباد ہوئے اور مدین و مدن دونوں ارضِ مدین میں جا بسے۔ اور انہی کے نام سے مدین موسوم ہے اور باقی بیٹے مختلف ملکوں میں متفرق آباد ہوئے۔

ان بیٹوں نے ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی یا ابانا أنزلت اسماعیل و اسحاق معك وأمرتنا ان ننزل أرض الغربة والوحشة فقال ابراهيم بذلك أمرت فعلمهم اسما من أسماء الله تعالى فكانوا يستسقون به ويستنصرون فمنهم من نزل خراسان فجاءتهم الخزر فقالوا ينبغي للذي علمكم هذا أن يكون خيرا هل الارض او ملك الارض انتهى ماذكر ابن جرير۔

شعیب علیہ السلام مدین بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں قال ابن حبیب فی المحبر ص ۳۸۹ وكان من ولد مدين بن ابراهيم عليه السلام۔ شعيب بن يوبب بن عيفا بن مدين۔ ومالك بن ذعر بن يوبب بن عيفا الذى استخرج يوسف عليه السلام من الجب۔ هذا والله اعلم۔

ابناء اسمٰعیل علیہ السلام۔ اسماعیل علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے ان کی تعداد و اسماء میں اصحابِ تاریخ کا اختلاف ہے۔ مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۲ ص ۷۹ پر لکھا ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے اسماء یہ ہیں نابت۔ قیدار۔ أدبیل۔ مبسم۔ مشمع۔ دوما۔ دوام۔ مسا۔ حلاد۔ ثیما۔ یطور۔ نافش۔ ثم قال وكل هؤلاء قد انسل ولما قبض اسماعيل عليه السلام قام بالبيت بعده نابت بن اسمٰعيل ثم قام من بعده اناس بن جرهم لغلبة جرهم على ولد اسماعيل عليه السلام اھ۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے نام یہ ہیں۔ نابت۔ قیدار۔ ادبیل۔ میشا۔ مسمع۔ دما۔ ماس۔ ادد۔ وطور۔ نفیس۔ طما۔ قیدمان۔ اکثر عرب نابت و قیدر کی اولاد ہیں۔ قال وامهم اسمها السيدة بنت مضاض بن عمرو الجرهمي وهي التي قال لها ابراهيم عليه السلام اذا قدم مكة وهي زوجة اسمٰعيل عليه السلام قولي لزوجك اذا جاء قد ضيت لك عتبة بابك اھ تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۶۱۔

ابن حبیب مؤرخ محبر میں لکھتے ہیں اسماء ولد اسماعیل علیہ السلام قیذر۔ نیاوذ (وھو نبت) آذبل۔ منشا۔ مشماعۃ۔ دوما۔ ماش۔ آذور۔ طیما۔ یطور۔ نبش۔ قیدم۔ کتاب المحبر ص ۳۸۶ ھذا و اللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اولاد یعقوب علیہ السلام۔ اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کی بیوی کا نام رفقا بنت بتویل بن الیاس ہے۔ ان کے بطن سے عیص بن اسحاق و یعقوب بن اسحاق علیہما السلام پیدا ہوئے کہتے ہیں کہ دونوں توأمین تھے۔ عیص بڑے تھے عیص کی شادی بسمہ بنت اسمٰعیل علیہ السلام سے ہوئی بسمہ کے بطن سے روم بن عیص پیدا ہوا۔ ساری رومی قوم روم بن عیص کی اولاد ہے۔

یعقوب بن اسحاق علیہما السلام کی بیوی کا نام لیا بنت لیان بن بتویل بن الیاس ہے۔ پس لیا آپ کے خال کی بیٹی ہیں۔ پھر لیا کی وفات کے بعد یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن راحیل بنت لیان بن بتویل بن الیاس سے عقد نکاح کیا۔ لیا کے بطن سے چھ بیٹے پیدا ہوئے یعنی روبیل اور یہ سب سے بڑے ہیں۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوذا۔ زبالون۔ یسحر وقیل فی یسحر یشحر۔ لیا سے ایک بیٹی بھی جس کا نام دینہ تھا۔ اور راحیل کے بطن سے دو بیٹے تھے یعنی یوسف علیہ السلام اور بنیامین۔

یعقوب علیہ السلام کی دو باندیاں تھیں ایک کا نام زلفہ اور دوسری کا نام بلہہ تھا۔ ان دو باندیوں کے بطن سے چار بیٹے تھے یعنی دان۔ نفثالی۔ جادر۔ آشر۔ لہذا یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے اور یہی بارہ بیٹے بنی اسرائیل کے بارہ اسباط ہیں۔ تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۶۳۔ اکثر انبیاء بنی اسرائیل اور سلاطین بنی اسرائیل ان بارہ اسباط یعنی اولاد یعقوب علیہ السلام میں سے ہیں۔ کیونکہ اسحاق علیہ السلام نے آپ کے لیے برکت کی دعا کی تھی۔ فدعا لہ اسحاق ان یجعل اللہ فی ذریتہ الانبیاء والملوک ودعا لعیص ان تکون ذریتک عدداً کثیرا کالتراب ولا یملکھم احد غیرھم۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۶۴۔

وقیل ان یعقوب جمع بین الاختین راحیل ولیا ابنتی لیان بن بتویل بن الیاس وکان الناس یومئذ یجمعون بین الاختین الی ان بعث اللہ تعالی موسی علیہ السلام وانزل علیہ التوراۃ فذلک قولہ تعالی وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف۔ یقول جمع یعقوب بین لیا وراحیل۔ قالہ الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۶۵۔ قال ومانت راحیل فی نفاسھا ببنیامین فکان الغلامان یوسف وبنیامین فی حجر یعقوب علیہ السلام فاحبھما وعطف علیھما لیتمھما من امھما وکان احب الخلق الیہ یوسف علیہ السلام فحسدہ اخوتہ ورأی یوسف فی المنام کأن احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأھم ساجدین لہ فحدث اباہ فقال یا بنی لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا ان

الشیطان للانسان عدوّ مبین۔

یعقوب علیہ السلام کی ایک بیٹی ایوب علیہ السلام کے عقدِ نکاح میں تھیں وھو ایوب بن موص ابن رغویل وکان ابو ایوب ممن آمن بابراھیم علیہ السلام یوم احراق نمرود وکانت زوجۃ التی امر بضربھا بالضفث ابنۃ لیعقوب بن اسحاق علیھما السلام یقال لھا لیا کان یعقوب زوّجھا منہ۔ بعض مؤرخین کی رائے میں ایوب علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے ہم زمان نہیں بلکہ بہت متاخر اور نسل عیص بن اسحاق سے ہیں۔

مجبّر، ص ۳۸۶ میں ہے کہ اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے عیص و یعقوب علیہ السلام وھو اسرائیل علیہ السلام۔ قال فیہ واسماء وُلد یعقوب شمعون ورُبیل ویھوذا ولاوی و یسّاخر وزبلون و دِنیا (وامّھم اُلیبۃ بنت احبن بتویل بن ناحور) وجاذ و اُشِیر (وامّھما بلھا اَمَۃ راحیل) ویوسف وبِنیامین (وامّھما راحیل اخت اُلیبۃ) ودان ونفتالی (وامّھما زلفا اَمَۃ اُلیبۃ)

فمن وُلد لاوی بن یعقوب موسیٰ وھارُون علیھما السلام۔ ابنا عمران بن قاھث بن لاوی ابن یعقوب وزکریّا بن بَشوی وابنہ یحییٰ من ولد ھارون بن عمران وقارُون بن یصھر بن قاھث ابن لاوی۔ والسّامری۔ واسمہ میخا بن رَغویل بن قاھث بن لاوی وامّ موسیٰ اسمھا یوخابذ بنت لاوی وھی عمۃ ابیہ۔

ومن ولد یھوذا سلیمان بن داؤد بن اِیشی بن عُوبَد بن باعز بن شلمون بن نحشون بن عَمّیناداب بن اَرم بن حصرُون بن فارص بن یھوذا ومن بنی لاوی ایضاً قریضۃ والنضیر وھذل من یھود المدینۃ بنو النحام بن یخوم بن عوف بن قیس بن فنحاص بن العازر بن الکاھن بن ھارون ابن عمران بن قاھث بن لاوی۔

ومن ولد یوسف النبی علیہ السلام الیسَع بن عدی بن شُوتَلَح بن اِفرایم بن یوسف بن یعقوب علیھما السلام۔ ویوشع بن نون بن اِفرایم بن یوسف وھو فتی موسیٰ علیہ السلام وکان یونس بن متی من ولد بنیامین بن یعقوب وکان من ولد العیص بن اسحاق ایوبُ علیہ السلام بن زارح بن اَموص بن لیفز بن العیص بن اسحاق۔ والخضِر۔ وھو خضرُون بن عمیایل بن فلان بن العیص۔ و الیاسَ بن تشبین بن العازر بن الکاھن بن ھارون علیہ السلام انتھی بلفظہ۔ ھذا واللہ اعلم۔

تمت خلاصۃ کتابی مرآۃ النجباء فی تاریخ الانبیاء

ہاروت وماروت ۔ قال اللہ تعالیٰ وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت و ماروت وما یعلّمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلّمون منھما ما یفرّقون بہ بین المرء وزوجہ الآیۃ ہاروت وماروت کے بارے میں مفسرین نے بڑا طویل کلام کیا ہے بعض کے نزدیک یہ دو بادشاہوں کے نام تھے۔ اس قول والے کی تائید ہوتی ہے قراءتِ الملکین بکسر لام سے اور بعض علماء لکھتے ہیں کہ یہ دو فرشتے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے بطورِ امتحانِ انسان سحر سکھانے کے لیے بھیجا تھا اور اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے انسان کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ بھی امتحان کا ایک طریقہ ہے۔ بقولِ بعض ہاروت وماروت زمانہ ادریس علیہ السلام میں تھے۔

یہ تو ہے ہاروت وماروت علیہما السلام کے بارے میں اجمالی بیان اور اس بیان میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ باقی بعض مفسرین نے جو اُن کا ایک طویل قصہ ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اصولِ اسلام کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی صحیح حدیث نہیں پہنچی اس لیے ہمارا ان مغیبات کی تفصیل میں جانا اور اس قصے کو صحیح تسلیم کرنا جائز نہیں ہے۔

وہ قصہ یہ ہے کہ فرشتوں کو انسان کی مخالفت ومعاصی سے تعجب ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کہنے لگے کہ اگر ہم انسان کی جگہ پر ہوتے تو اے اللہ ہم معاصی نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی جماعت میں سے دو فرشتے منتخب کرلو۔ فرشتوں نے ہاروت وماروت کو منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بصورتِ بشر زمین پر بھیجا اور دونوں میں قوتِ شہویہ پیدا فرمادی۔ یہ دونوں فرشتے زمین پر انسانوں کے مابین عدل وانصاف سے فیصلے کرتے رہے تاآنکہ دونوں ایک حسین عورت زہرہ نامی کے عشق میں مبتلا ہوئے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا مطالبہ کیا۔ زہرہ نے بایں شرط ان کا مطالبہ تسلیم کیا کہ وہ بت کی پرستش شروع کردیں یا شراب پی لیں یا کسی انسان کو قتل کردیں۔

ہاروت وماروت نے زہرہ کی شرط قبول کرلی پھر زہرہ نے ان سے وہ علم سیکھا جس کے طفیل وہ آسمان پر جاسکتے تھے چنانچہ زہرہ بھی آسمان پر چلی گئی۔ آسمان ہی میں اللہ تعالیٰ نے زہرہ کو مسخ کرکے وہ ستارہ بنادیا جسے آج کل زہرہ ستارہ کہتے ہیں جو عموماً شام کے وقت مغرب کی طرف چمکتا نظر آتا ہے اس کے بعد دونوں فرشتوں نے آسمان پر جانا چاہا لیکن نہ جاسکے اللہ تعالیٰ نے قوتِ صعود ان سے چھین لی۔ پھر دونوں کو عذابِ دنیا وعذابِ آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا دونوں نے عذابِ دنیا پسند کیا چنانچہ وہ دونوں فرشتے آج تک عذاب میں مبتلا ہیں۔

ایک روایت میں ہے فاوحی اللہ الیھما ان ائتیا بابل فانطلقا الی بابل فخسف بھما فھما

منکوسان بین السماء والارض معذبان الی یوم القیامۃ وعن مجاھد قال کنت مع ابن عمر فی سفر فقال لی ارمق الکوکب فاذا طلعت ایقظنی فلما طلعت ایقظتہ فاستوی جالسًا فجعل ینظر الیھا ویسبھا سبًّا شدیدًا فقلت یرحمک اللہ اباعبد الرحمٰن نجم ساطع مطیع مالہ تسبّب فقال اما انّ ھذہ کانت بغیًا فی بنی اسرائیل فلقی الملکان منھا ما لقیا۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان المرأۃ التی فتن بھا الملکان مسخت فھی ھذہ الکوکبۃ الحمراء یعنی الزھرۃ واخرج الدیلمی عن علی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن المسوخ فقال ھم ثلاثۃ عشر الفیل والدبّ والخنزیر والقرد والجریث والضبّ والوطواط والعقرب والدعموص والعنکبوت والارنب وسھیل والزھرۃ فقیل یا رسول اللہ وما سبب مسخھم فقال اما الفیل فکان رجلًا جبّارًا لوطیًّا لا یدع رطبًا ولا یابسًا واما الدبّ فکان مؤنثا یدعو الناس الی نفسہ واما الخنزیر فکان من النصاری الذین سألوا المائدۃ فلما نزلت کفروا واما القردۃ فیھود اعتدوا فی السبت واما الجریث فکان دیوثا یدعو الرجال الی حلیلتہ واما الضبّ فکان اعرابیا یسرق الحاج بحجفنہ واما الوطواط فکان رجلًا یسرق الثمار من رؤس النخل واما العقرب فکان رجلًا لا یسلم احد من لسانہ واما الدعموص فکان نمّامًا یفرق بین الاحبۃ واما العنکبوت فامرأۃ سحرت زوجھا واما الارنب فامرأۃ کانت لا تطھر من حیض واما سھیل فکان عشّارًا بالیمن واما الزھرۃ فکانت بنتًا لبعض ملوک بنی اسرائیل افتتن بھا ھاروت وماروت کذا فی الدر المنثور ج ۱ ص ۱۰۲

اس قسم کے متعدد آثار در منثور وغیرہ کتابوں میں مذکور ہیں۔ لیکن یہ سب ضعیف و موضوع و مردود ہیں۔ علماء حدیث نے تصریح کی ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث صحیح مرفوع یا غیر مرفوع مروی نہیں ہے۔ قاضی عیاض وغیرہ محدثین و محققین نے ان کی تردید کی ہے۔ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں ما ذکرہ اھل الاخبار ونقلہ المفسرون فی قصۃ ھاروت وماروت لم یرد منہ شئ لا سقیم ولا صحیح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی البحر المحیط ان جمیع ذلک لا یصح منہ شئ ولم یصح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلعن الزھرۃ ولا ابن عمر رضی اللہ عنھما وقال الامام الرازی ھذہ الروایۃ فاسدۃ مردودۃ غیر مقبولۃ۔

ونص الشھاب العراقی علی ان من اعتقد فی ھاروت وماروت انھما ملکان یعذّبان علی خطیئتھما مع الزھرۃ فھو کافر باللہ العظیم فان الملائکۃ معصومون قال اللہ تعالی لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون والزھرۃ کانت یوم خلق اللہ تعالی السمٰوٰت والارض۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی بستان العارفین ص ۱۶۱ پر لکھتے ہیں تکلموا فی امر الزھرۃ وسھیل وھما نجمان فقیل ھما ممسوخان وروی عطاء ان ابن عمر کان اذا رأی سھیلا شتمہ واذا رأی الزھرۃ شتمھا وقال ان سھیلا کان عشارا بالیمن یظلم الناس وان الزھرۃ کانت صاحبۃ ھاروت وماروت فمسخھما اللہ تعالی شھابا وقال مجاھد کان ابن عمر اذا قیل لہ طلعت المجرۃ قال لا مرحبا بھا ولا اھلا یعنی الزھرۃ وقال بعضھم ھذا لا یصح فان ھذہ النجوم خلقت حین خلقت السماء لانہ روی فی الخبر ان السماء لما خلقت خلق فیھا سبعۃ دورات زحل والمشتری وبھرام والزھرۃ وعطارد والشمس والقمر ھذا معنی قولہ تعالی و ھو الذی خلق اللیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون ۔ وجعل مصلحۃ الدنیا بھذہ السبعۃ الدورات ۔

فثبت بھذا ان قول المسخ لا یصح فان الزھرۃ وسھیلا کانا قبل آدم علیہ السلام والذی روی عن ابن عمرؓ ان سھیلا کان عشارا وان الزھرۃ فتنت ھاروت وماروت فھو کما قالوا کان رجل اسمہ سھیل وامرأۃ مسماۃ بالزھرۃ فمسخھما اللہ شھابا ولکنھما لم یقیا بل ھلکا وصارا الی النار واما الذی روی انہ کان یشتمہ فاحتمل انہ لم یشتم الکواکب وانما شتم سھیلا الذی کان عشارا وکذلک الزھرۃ انتھی بتصرف

علامہ آلوسی روح المعانی ج ۱ ص ۳۴۱ پر لکھتے ہیں ولعل ذلک من باب الرموز والاشارات فیراد من الملکین العقل النظری والعقل العملی اللذان ھما من عالم القدس ومن المرأۃ المسماۃ بالزھرۃ النفس الناطقۃ ومن تعرضھما لھا تعلیمھما لھا ما یسعدھا ومن حملھا ایاھما علی المعاصی تحریضھا ایاھما بحکم الطبیعۃ المزاجیۃ الی المیل الی السفلیات المدنسۃ لجوھریھما ومن صعوحھا الی السماء بما تعلمت منھما عروجھا الی الملأ الاعلی ومخالطتھا مع القدسیین بسبب انتصاحھا بنصحھما ومن بقائھما معذبین بقاؤھما مشغولین بتدبیر الجسد وحرمانھما عن العروج الی سماء الحضرۃ لان طائر العقل لا یحوم حول حماھا ھذا واللہ اعلم ۔

الجنّ قرآن شریف میں جنّ کا ذکر متکرر ہے تفسیر بیضاوی میں آیت ومن الناس من یقول اٰمنّا باللہ وبالیوم الاٰخر الخ کی شرح میں مذکور ہے ۔ جنّ نوع انس کی طرح مکلّف بالایمان اور عقل وحواس رکھنے والی نوع ہے ۔ البتہ بدن انسان کثیف ہے ۔ اسی وجہ سے نظر آتا ہے ۔ اور بدنِ جنّ لطیف ہوتا ہے لہذا قابل رؤیت نہیں ۔ البتہ جب جنّ دیگر حیوانات کی شکل میں ہو جائے تو وہ نظر آتا ہے ۔

جنات کے وجود پر ایمان لانا شرعاً ضروری ہے ۔ قرآن مجید واحادیث میں بتواتر ان کا ذکر موجود ہے ۔ قرآن وحدیث ماننے والے کے لیے وجودِ جنات سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ صحابہؓ اور ان کے بعد تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنات موجود ہیں جہمیہ اور معتزلہ میں سے بعض

وجودِ جن کے منکر ہیں۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں لم یخالف احد من طوائف المسلمین فی وجود الجنّ وجمھور طوائف الکفار علی اثباتِ الجنّ فوجود الجن تواترت بہ اخبارُ الانبیاء علیھم السلام تواتراً معلوماً بالاضطرار ومعلوم بالاضطرار انھم أحیاء عقلاء فاعلون بالارادۃ مأمورون منھیّون لیسوا صفاتٍ و أعراضاً قائمۃ بالانسان اوغیرہ کما یزعمہ بعض الملاحدۃ۔ فامر الجن ظاھر یعرفہ العامۃ والخاصّۃ لم یمکن لطائفۃ من طوائف المؤمنین بالرسل ان ینکرھم وکذلک جمھور الکفار کعامۃ اھل الکتاب قائلون بھم وکذلک عامۃ مشرکی العرب وغیرھم من اولاد سام والھند وغیرھم من اولاد حام انتہی بحاصلہ۔

قال امام الحرمین فی کتابہ الشامل انّ کثیراً من الفلاسفۃ وجماھیر القدریّۃ وکافّۃ الزنادقۃ انکروا الشیاطین والجن رأساً ولایبعد لو انکر ذلک من لا یتشبّث بالشریعۃ وانما العجب من انکار القدریۃ مع نصوص القرآن وتواتر الاخبار واستفاضۃ الآثار ثم ساق جملۃ من نصوص الکتاب والسنۃ۔ وقال ابو القاسم الانصاریؒ فی شرح الارشاد وقد انکرھم معظم المعتزلۃ ودلّ انکارھم ایاھم علی قلّۃ مبالاتھم و رکاکۃ دیاناتھم فلیس فی اثباتھم مستحیل عقلیّ انتہی۔ احادیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے کہ مخلوقات میں ذوی العقول ومکلف تین انواع ہیں ملائکہ وانسان وجنّ۔ قال اللہ تعالیٰ یامعشر الجنّ والانس ان استطعتم ان تنفذوا من أقطار السموٰت والارض فانفذوا۔

زمخشری ربیع الابرار میں لکھتے ہیں عن ابی ھریرۃؓ مرفوعاً ان اللہ تعالیٰ خلق الخلق اربعۃ أصناف الملائکۃ والشیاطین والجنّ والانس۔ جنات کی اصل آگ ہے اسی طرح ابلیس وشیاطین کی اصل بھی آگ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وخلق الجانّ من مارج من نار وقال اللہ والجانّ خلقناہ من قبل من نار السموم وقال حکایۃً عن ابلیس خلقتنی من نار وخلقتہ من طین عام احادیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے کہ ابلیس نوع جن میں سے ہے۔ اسی طرح جمیع شیاطین از قبیل جن ہیں قرآن میں ہے وکان من الجنّ تو جنات میں سے جو مسلمان ہیں وہ جن کہلاتے ہیں اور جو کافر وگمراہ ہیں وہ شیاطین کہلاتے ہیں قال الجوھری کل عاتٍ متمرّد من الجن والانس والدواب شیطان وقال ابن عبد البر کل جنّی ان خبث فھو شیطان فان زاد علی ذلک فھو مارد فان زاد علی ذلک وقوی امرہ قالوا عفریت والجمع عفاریت۔

جنات انسان سے قبل زمین پر قابض تھے جس طرح آج انسان زمین پر قابض ہیں۔ پہلے زمین جنات سے آباد تھی اور حسب قول عبد اللہ بن عمروؓ وہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل دو ہزار سال تک زمین کے عامرین تھے ابو الجن کا نام شومیا تھا جس طرح آدم علیہ السلام ابو الانس ہیں۔

عن ابن عباسؓ قال خلق اللہ شومیا ابا الجنّ وھو الذی خلق من مارج من نار وعن عبد اللہ بن عمروؓ قال خلق اللہ تعالی بنی الجانّ قبل آدم بالفی سنۃ۔ پھر جب جنات نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے جنھوں نے جنات کو پہاڑوں اور سمندری جزائر کی طرف بھگا کر ان سے زمین کو خالی کر دیا اور ان کے بعد آدم علیہ السلام زمین میں خلیفہ مقرر کیے گئے۔

بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس ابو الجن ہے مگر یہ قول زیادہ محقق نہیں ہے۔ علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ جنّ کی تین اقسام ہیں۔ ایک قسم کی صورتیں سانپ جیسی ہیں دوسری قسم سیاہ کتوں کی شکل میں ہے اور تیسری قسم اڑتی ہوا کی طرح ہے۔ وعن ابی الدرداءؓ مرفوعاً خلق اللہ الجنّ ثلاثۃ اصناف۔ صنفٌ حیاتٌ وعقارب وخشاش الارض وصنفٌ کالریح فی الھواء وصنفٌ علیھم الحساب والعقاب وخلق الانس ثلاثۃ اصناف، صنف کالبھائم قال اللہ تعالی لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا الآیۃ وصنفٌ اجسادھم اجساد بنی آدم وارواحھم ارواح شیاطین وصنفٌ فی ظل اللہ تعالی یوم لا ظلّ الا ظلہ۔

جنّ مختلف شکلوں میں اپنے آپ کو ظاہر کر سکتے ہیں عموماً وہ سانپ اور کتوں کی شکل میں متشکل ہوتے ہیں وعن ابی سعید الخدریؓ مرفوعاً ان بالمدینۃ نفراً من الجنّ قد اسلموا فاذا رأیتم من ھذہ الھوامّ شیئاً فاذنروہ ثلاثاً فان بدا لکم فاقتلوہ۔ اور بعض علماء تشکّل جن بصور مختلفہ کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنات میں بعض ساحر ہیں وہ سحر کے ذریعہ مختلف صورتوں میں نظر آتے ہیں عام جنات متشکل بصور مختلفہ نہیں ہو سکتے واختارہ القاضی ابو یعلیٰ۔ ابو یعلی اپنی تائید میں یہ اثر ذکر کرتے ہیں ان عمر رضی اللہ عنہ قال انّ احداً لا یستطیع ان یتغیّر عن صورتہ التی خلقہ اللہ علیھا ولکن لھم سحرۃ کسحرتکم فاذا رأیتم ذلک فاذنوا۔

بہر حال جنات کی اصل شکل قابل رویت نہیں ہے ولذا قال الشافعیؒ من زعم انہ یری الجنّ ابطلنا شھادتہ ای یری الجنّ فی صورتھم الاصلیۃ لقول اللہ تعالی فی کتابہ الکریم انہ یرٰکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونھم۔

جنّ عموماً جنگلوں اور نجس جگہوں میں رہتے ہیں اس لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ان ھذہ الحشوش محتضرۃ فاذا اتی احدکم الخلاء فلیقل اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث رواہ الترمذی والنسائی وفی روایۃ ابن سنی فلیقل بسم اللہ وروی ابو داؤد عن جابرؓ مرفوعاً اذا دخل الرجل منزلہ وذکر اسم اللہ عند دخولہ وعند طعامہ قال الشیطان لا مبیت لکم ولا عشاء واذا ذکر اسم اللہ عند

دخوله ولم یذکر عند طعامه یقول ادرکتم العشاء ولا مبیت لکم واذا لم یذکر اسم اللہ عند دخوله قال ادرکتم المبیت والعشاء۔

جن بھی انسانوں کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں لیکن ان کے طریقۂ اکل و شرب میں علماء کے متعدد اقوال ہیں قال بعضهم اکلهم وشربهم تشمم استرواح لا مضغ ولا بلع وهذا القول لا دلیل له والقول المختار ان اکلهم وشربهم مضغ وبلع کما ثبت فی الاحادیث الصحیحة وفی حدیث امیة عند ابی داؤد وفیه ما زال الشیطان یأکل معه فلما ذکر اللہ استقاء ما فی بطنه وفی حدیث صحیح نهی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان یستنجی بالعظم والروث وقال انه زاد اخوانکم من الجن وفی حدیث ابن عمر عند مسلم مرفوعا لا یأکلن احد منکم بشماله ولا یشربن بها فان الشیطان یأکل بشماله ویشرب بها۔ وکان الامام الاعمش یقول تزوج الینا جنی فقلت له ما احب الطعام الیکم فقال الارز فاتیناه به فجعلت اری اللقم ترفع ولا اری احدا فقلت فیکم من هذه الاهواء التی فینا قال نعم قلت فما الرافضة فیکم قال شرنا۔

جنات میں بھی انسانوں کی طرح نکاح و توالد اولاد اور بیاہ و شادی کا سلسلہ جاری ہے قال اللہ تعالیٰ لم یطمثهن انس قبلهم ولا جان والطمث هو الجماع والافتضاض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان سے جماع متحقق ہوتا ہے۔ متعدد احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح متعدد واقعات سے بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ جس طرح مرد انسان کے لیے بیوی ہوتی ہے اسی طرح جنات میں بھی یہ سلسلہ قائم ہے۔

انسان کی طرح جنات بھی مکلف اور مخاطب بالعبادات ہیں لقولہ تعالیٰ فبای آلاء ربکما تکذبان۔ نیز قرآن و سنت میں شیاطین کی مذمت ہے اور ان پر لعنت کا ذکر ہے اور ان کے لیے عذاب کی وعیدیں وارد ہیں اور یہ امور مخالفتِ امر و نہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جنات بھی مکلف بالامر والنہی ہیں۔

جمہور علماء امت کے نزدیک جنات میں کوئی رسول و نبی نہیں آیا بلکہ رسالت و نبوت کا سلسلہ صرف جنس انسان میں جاری تھا۔ انسانی نبی جنات کی طرف بھی مبعوث ہوتے تھے کذا روی عن ابن عباس ومجاهد وابن جریج۔ لیکن ابن حزم ظاہری و ضحاک وغیرہ اس بات کے مدعی ہیں کہ جنات میں بھی انہی کے افراد میں سے بعض انبیاء اللہ نے مبعوث فرمائے تھے۔ فعن ابن عباس ان الجن قتلوا نبیا لهم قبل آدم اسمه یوسف وان اللہ تعالیٰ بعث الیهم رسولا فامرهم بطاعته وان لا یشرکوا به شیئا وان لا یقتل بعضهم بعضا۔ ضحاک نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اپنے اس دعوے پر کہ

جنات میں بھی انبیاء مبعوث ہوتے تھے قال اللہ تعالیٰ یا معشر الجنّ والانس الم یأتکم رسل منکم یقصّون علیکم اٰیاتی یعنی بذلک رسلا من الانس ورسلا من الجنّ ابن حزم کہتے ہیں وبالیقین ندری انھم قد انذروا فصحّ انھم جاءھم انبیاء منھم وقال ابن حزم لم یبعث الی الجنّ نبیّ من الانس قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم لانہ لیس الجنّ من قوم الانس وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان النبی یبعث الی قومہ خاصّۃً۔

ہمارے نبی علیہ السلام جنّ و انس دونوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے وفی الصحیحین عن ابی ھریرۃؓ مرفوعًا بعثت الی الاحمر والاسود۔ قیل ھم العرب والعجم وقیل الانس والجن۔ وعن ابن عباس رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اُرسلت الی الجنّ والانس والی کل احمر واسود قرآن مجید میں استماع جن للقرآن اور ان کا ایمان بالقرآن منصوص ہے قال اللہ تعالیٰ واذ صرفنا الیک نفرًا من الجن یستمعون القراٰن یہ استماع سوق عکاظ کے قریب واقع ہوا تھا اور یہ جماعت جنّ نو افراد پر مشتمل تھی جو ایمان لائی اور واپس جاکر قوم کو بھی ایمان کی دعوت دی۔ روایاتِ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کئی مرتبہ رات کو جنات کی دعوت پر تبلیغ کی غرض سے ان کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ آلام المرجان میں ہے کہ یہ واقعہ چھٹے بار پیش آیا تھا۔

جنات میں سے مؤمن جنت میں داخل ہوں گے اور انھیں اپنی طاعات کا ثواب انسانوں کی طرح ملے گا۔ اور یہی جمہور علماء کا عقیدہ ہے۔ تاہم اس میں اختلاف ہے کہ وہ انسانوں کی طرح جسمانی طور پر اکل و شرب کریں گے یا نہیں۔ حارث محاسبیؒ فرماتے ہیں ان الجنّ الذین یدخلون الجنۃ یوم القیامۃ نراھم فیھا ولا یرونا عکس ما کانوا علیہ فی الدنیا وقال البعض انھم لا یدخلونھا بل یکونون فی ربضھا یراھم الانس من حیث لا یرونھم وھذا القول ماثور عن مالک والشافعی واحمد ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ وقال البعض انھم علی الاعراف وقال البعض بالوقف ابو حنیفہؒ کی طرف اس مسئلے میں توقف منسوب ہے۔

انسی و جنّی کے مابین انعقادِ نکاح عند البعض درست ہے اور عند الجمہور جائز نہیں ہے۔ بعض کتبِ تفسیر میں ہے کہ ملکہ بلقیس کے والدین میں سے ایک نوعِ جنّ میں سے تھا۔ متعدد واقعات بھی اس قسم کے کتابوں میں مذکور ہیں کہ ایک جنّی عورت کا نکاح انسی مرد کے ساتھ یا بالعکس ہوا اور بعض میں تو الد بھی ہوا قول امام اعمش اس سلسلہ میں پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ وعن الزھری مرسلا قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح الجنّ وقال عقبۃ الرومانی سألت قتادۃ عن تزویج الجن فکرھہ وسألت الحسن البصریؒ عن ذلک فکرھہ وحکی ان رجلا اتی الحسن البصریؒ فقال ان رجلا من الجنّ یخطب

فتاتنا فقال الحسن لا تزوّجوه ولا تکرموه وقال حرب قلتُ للامام اسحٰق رجل رکب البحر فکسر به فتزوّج جنیّة قال مناکحة الجنّ مکروهة وفی الفتاوی السراجیّة من کتب الاحناف لا یجوز المناکحة بین الجنّ والانس وانسان الماء لاختلاف الجنس۔

وفی قنیة المنیة سئل الحسن البصری عن التزویج بجنیّة تقال یجوز بشہود رجلین شیخ سنوی شافعی نے عدم جواز نکاح بین الانسی والجنیہ و بالعکس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے قال اللہ فی سورۃ النحل و اللہ جعل لکم من انفسکم ازواجًا وفی سورۃ الروم ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجًا من انفسکم ای من جنسکم ونوعکم اور جن وانس جنسین ونوعین متباینین ہیں۔ امام اعمش کے نزدیک بظاہر جواز معلوم ہوتا ہے فانہ حضر نکاحًا للجنّ بکوفۃ اگر یہ نکاح ان کے نزدیک جائز نہ ہوتا تو وہ ان کی مجلس میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوتے۔ امام مالکؒ کے اقوال سے بھی جواز معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک عجیب وغریب قصہ ہے جو آکام المرجان، ص ۶۹ پر قاضی بدرالدین حنفی متوفی ۷۶۹ھ نے لکھا ہے۔ یہ قصہ جلال الدین احمد بن قاضی حسام الدین رازی حنفی کو پیش آیا تھا۔

قال جلال الدین احمد بن القاضی حسام الدین الرازی الحنفی سفّرنی والدی لاحضار اھلہ من الشرق فلما جُرتُ البسیرۃ لجانا المطر الی ان نمنا فی مغارۃ وکنتُ فی جماعۃ فبینا انا نائم اذا انا بشئ یوقظنی فانتبهت فاذا بامرأۃ وسط من النساء لها عین واحدۃ مشقوقۃ بالطول فارتعت فقالت ما علیك من بأس انما اتیتك لتتزوّج ابنۃً لی کالقمر فقلت لخوف منها علی خیرۃ اللہ تعالی ثم نظرت فاذا برجال قد اقبلوا فنظرتهم فاذا هم کهیئۃ المرأۃ التی انتنی عیونهم کلّها مشقوقۃ بالطول فی هیئۃ قاضٍ وشهود فخطب القاضی وعقد فقبلت۔

ثم نهضوا وعادت المرأۃ ومعها جاریۃ حسناء الّا ان عینها مثل عین امّها وترکتها عندی وانصرفت فزادخوفی واستیحاشی وبقیت ارمی من کان عندی بالحجارۃ حتی یستیقظوا فانتبه منهم احدٌ فاقبلتُ علی الدعاء والتضرّع ثم ان الرحیل فرحلنا وتلك الشابّۃ لا تفارقنی فدمت علی هذا ثلاثۃ ایّام فلما کان الیوم الرابع انتنی المرأۃ وقالت کانّ هذہ الشابّۃ ما اعجبتك وکانّك تحبّ فراقها فقلت ای واللہ قالت فطلّقها فطلّقتها فانصرفت ثم لم ارها بعد۔ هذا واللہ اعلم۔

ابلیس:۔ ابلیس کا ذکر قرآن شریف میں متکرر ہے۔ ابلیس اُس رئیس الشیاطین کا علم ونام ہے جس نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ورغلایا اور ان کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ مردود ورجیم ہوجانے کے بعد اس کا نام ابلیس ہوگیا فهو من الابلاس کانہ أبلس ای یئس من رحمۃ اللہ یقال ابلس الرجل ابلاسًا فهو مُبلس اذا یئس۔ مردود ورجیم ہونے سے قبل اس کا نام عزازیل تھا اور عند البعض اس کا نام نائل تھا بعدہٗ

اس کا نام ابلیس ہوا۔ فاخرج ابن ابی الدنیا وغیرہ عن ابن عباس رض قال کان اسم ابلیس حیث کان مع الملائکۃ عزازیل وکان من الملائکۃ ذوی الاجنحۃ الاربعۃ ثم ابلس بعد۔

وعن ابی المثنی قال کان اسم ابلیس نائل فلما سخط اللہ تعالی سمی شیطانا۔ وعن ابن عباسؓ لما عصی ابلیس لُعِن وصار شیطانا وعن سفیان قال کنیۃ ابلیس ابوکردوس۔ اسم ابلیس میں علماء ادب کے دو قول ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ اسم عربی ہے بنا برایں قول اس کا اشتقاق ابلاس سے درست ہے۔ لیکن مختار قول یہ ہے کہ یہ اسم عجمی ہے۔ اس قول کے پیش نظر اس کا اشتقاق ابلاس سے نہیں ہوسکتا۔ یہ دوسرا قول راجح ہے کیونکہ یہ غیر منصرف ہے بسبب عجمہ وعلمیت کے۔ بہرحال یہ باتفاق غیر منصرف ہے اور اگر یہ لفظ عربی ہو تو اس کا عدم انصراف مشکل ہوگا کیونکہ صرف علمیت کی وجہ سے کوئی لفظ غیر منصرف نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ اسے اسم عربی سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ غیر منصرف ہے تعریف علمیت اور وزن کے بے نظیر ہونے کی وجہ سے۔ قال ابو البقاء قیل ھو عربی ولم ینصرف للتعریف ولانہ لا نظیر لہ فی الاسماء وھذا بعید لان فی الاسماء مثلہ نحو اخریط واحفیل واصلیت اھ۔

ابلیس کو شیطان بھی کہا جاتا ہے لیکن شیطان اسم کلی ہے اس کا اطلاق تمام اولادِ ابلیس پر ہوتا ہے بخلاف ابلیس کہ وہ اسم علم ومختص ہے رئیس طائفۃ الشیاطین کے ساتھ۔ ان دونوں کی نظیر آدم وانسان ہے۔ آدم اسم علم ہے اور انسان اسم کلی ہے جس کا اطلاق آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد پر ہوتا ہے۔ تعوذ واستعاذہ میں اسی وجہ سے ابلیس کی بجائے لفظ شیطان کا ذکر مروی ہے تاکہ استعاذہ عام ہوجائے اور کل شیاطین سے انسان کو اللہ تعالے کی پناہ مل جائے۔ صرف فردِ واحد یعنی ابلیس سے انسان کا محفوظ رہنا کافی نہیں ہے اس لیے احادیث میں استعاذہ یوں مروی ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ لفظ شیطان کی اصل میں دو قول ہیں۔

قول اول یہ کہ اس کا نون اصلی ہے اور ماخذ شطن ہے۔ لہذا اس کا وزن فیعال ہوگا یعنی یاء زائدہ ہے۔ بنا برایں یہ لفظ منصرف ہوگا۔ یقال شطن یشطن اذا بعد سمی بذلک کل متمرد لبعد غورہ فی الشر قالہ ابو البقاء ویقال لبعدہ عن رحمۃ اللہ اولبعدہ عن الخیر اولبعد عداوتہ للانسان اولبعد من اتبعہ من اللہ ومن الجنۃ وقال الجوھری شطن عنہ بعُد واشطنہ ابعدہ وقال ابن السکیت شطنہ یشطنہ شطنا اذا خالف عن نیۃ وجھد وبئر شطون بعیدۃ القعر وقال القاضی ابو یعلی الشیاطین مردۃ الجن واشرارھم یہ تو شیطان کے اصلی معنی تھے باقی استعمال میں ہر سرکش وگمراہ وشریر پر شیطان کا اطلاق ہوتا ہے قال الجوھری کل عات متمرد من الجن والانس والدواب شیطان والعرب تسمی الحیۃ شیطانا انتھی۔ قال بعض العلماء الشیاطین العصاۃ من الجن وھم ولد ابلیس۔

قول ثانی، عند بعض العلماء شیطان کا ماخذ شیط ہے اس قول کے پیش نظر اس میں یاء اصلی ہے اور نون زائد ہے لہذا یہ بروزن فعلان ہوگا اور غیر منصرف ہوگا الف ونون مزیدتین کی وجہ سے یقال شاط یشیط اذا ھلك فالشیطان لتمرده ھالك وقال البعض ھو منصرف لثبوت مؤنثه شیطانة ویشترط فی عدم صرف فعلان الوصفی ان لا یکون مؤنثه علی فعلانة۔

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ابلیس کی اصل کیا ہے؟ قول اول بعض کہتے ہیں کہ یہ جنسِ ملائکہ میں سے تھا پھر مردود ورجیم ہوا جب کہ اس نے تکبر کیا۔ وہ استدلال کرتے ہیں اس آیت کے ظاہر سے واذ قلنا للملئکة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس۔ کیونکہ بظاہر استثناء متصل معلوم ہوتا ہے اور استثناء متصل کا تقاضا یہ ہے کہ ابلیس بھی جنسِ ملائکہ میں سے ایک فرد ہو لیکن یہ قول جمہور ائمہ کے نزدیک مرجوح ہے۔

قول ثانی۔ یہ جنسِ جن میں سے ہے لقوله تعالیٰ الا ابلیس کان من الجن ولان الملائکة لا یستکبرون وابلیس قد استکبر ولان ابلیس خلق من نار کما ان الجن خلقوا من مارج من نار کما فی القرآن وقال الله تعالیٰ حکایةً عنه انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین والملائکة خلقوا من النور کما روی مسلم عن عائشة رضی الله عنها الملائکة خلقوا من النور وما ثبت فی کثیر من الاحادیث المرفوعة والموقوفة انه کان من الجن۔

باقی آیت واذ قلنا للملائکة اسجدوا الخ سے قول اول والوں کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ شیطان بھی فرشتوں میں اُس وقت بظاہر داخل تھا کیونکہ شیطان ملائکہ کے ساتھ آسمانِ دنیا میں رہتا تھا اور ان کے ساتھ جنت میں بھی آتا جاتا تھا تو بظاہر وہ ان میں سے ایک فرد تھا لہذا امر بالسجود شیطان کو بھی شامل ہے اور اس ظاہری خلط کی وجہ سے وہ بھی الملائکہ کا مصداق تھا اور ملائکہ کی طرح وہ بھی مامور بالسجود تھا۔ اس طرح یہ استثناء ظاہری اتحاد واختلاط کی وجہ سے متصل ہو سکتا ہے۔ نیز ممکن ہے کہ اسے مستقل امر ہوا ہو لقوله تعالیٰ اذ امرتك اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ استثناء منقطع ہو۔

حیات الحیوان ج ۱ ص ۳۱۰ پر ہے قال سعید بن جبیر والحسن البصری لم یکن ابلیس من الملائکة طرفة عین وانه لاصل للجن کما ان آدم اصل الانس وقال عبد الرحمٰن بن زید وشهر بن حوشب ما کان من الملائکة قط والاستثناء منقطع وقال شهر بن حوشب وغیره من العلماء کان من الجن الذین ظفر بهم الملائکة فاسره بعضهم وذهب به الی السماء وقال القاضی عیاض الاکثر علی انه ابو الجن کما ان آدم ابو البشر والاستثناء من غیر الجنس شائع فی کلام العرب قال الله تعالیٰ مالهم به من علم الا اتباع الظن۔

شیطان کے جنی ہونے پر ایک اور قوی دلیل بھی ہے وہ یہ کہ اس کی اولاد ہیں اور خود اس کا

سلسلۂ تناسل وتوالد جاری ہے اور اس کی اولاد میں بعض اناث اور بعض مذکر ہیں بخلاف ملائکہ کہ نہ توان میں تناسل وتوالد کا سلسلہ جاری ہے اور نہ ان میں اناث ہیں کما ثبت فی النصوص الصحیحۃ حیات الحیوان میں ہے واعلم ان المشہور ان جمیع الجن من ذریۃ ابلیس وبذلک یستدل علی ان لیس من الملائکۃ لان الملائکۃ لایتناسلون لانہم لیس فیہم اناث وقیل الجنّ جنس وابلیس واحد منہم ولاشک ان الجنّ ذریتہ بنص القرآن ومن کفر من الجن یقال لہ شیطان۔ وفی الحدیث لما اراد اللہ ان یخلق لابلیس نسلاً وزوجۃً القی علیہ الغضب فطارت منہ شظیۃ من نار فخلق منہا امرأتہ۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بیٹھا تھا ایک شخص آیا اور اس نے کہا انت الشعبی فقلتُ نعم قال أخبرنی ھل لابلیس زوجۃ فقلت ان ذلک العرس ما شہدتہ۔ قال ثم ذکرتُ قولہ تعالی افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی فقلتُ انہ لاتکون ذریۃ إلّا من زوجۃ فقلت نعم۔

وذکر مجاہد ان من ذریۃ ابلیس لاقیسؔ وولہانؔ وھو صاحب الطہارۃ والصلاۃ والہفافؔ وھو صاحب الصحاری ومرّۃؔ وبہ یکنی ابلیس ابا مرۃ وزلنبورؔ وھو صاحب الاسواق یزیّن اللغو والحلف الکاذب ومدح السلعۃ وبثرؔ وھو صاحب المصائب یزیّن خمش الوجوہ ولطم الخدود وشقّ الجیوب والابیضؔ وھو الذی یوسوس للانبیاء علیہم السلام والاعورؔ وھو صاحب الزنا ینفخ فی احلیل الرجل وعجز المرأۃ ودامسؔ وھو الذی اذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلّم ولم یذکر اسم اللہ تعالی دخل معہ ووسوس لہ فالقی الشر بینہ وبین اہلہ فان اکل ولم یذکر اسم اللہ اکل معہ فاذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلم ولم یذکر اسم اللہ ورأی شیئاً یکرہہ وخاصم اہلہ فلیقل داسم داسم اعوذ باللہ منہ ومطوّمرؔ وھو صاحب الاخبار یأتی بہا فیلقیہا فی افواہ الناس ولایکون لہا اصل ولاحقیقۃ والاقتصؔ وامہم طرطبۃ ثم کلہم عدوّ لبنی آدم لقولہ تعالی افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی وھم لکم عدوّ۔

محمد بن حبیب اخباری متوفی ۲۴۵ھ کتاب محبر، ص ۳۹۵ پر اسماء اولادِ ابلیس بتاتے ہوئے لکھتے ہیں عن مجاہد قال ولد ابلیس خمسۃ قسّم الشر بینہم وھم الثبر وزلفیون ودامس وقال الزیادی الثبر ودامس والاعور ومسوط فالثبر صاحب المصیبات وزلفیون الذی ینزغ بین الناس ودامس صاحب الوسواس والاعور صاحب الزنا ومسوط صاحب الرایۃ یرکزھا وسط السوق یغدو امع اول من یغدو فیطرح بین الناس الخصومات والجدال انتہی۔ قال النوویؒ وغیرہ ابلیس کنیتہ ابو مرۃ واختلف العلماء فی انہ ھل ھو من الملائکۃ من طائفۃ یقال لہم الجن ام لا۔

قال ابن عباسؓ وابن مسعودؓ وابن المسیبؒ وقتادۃؒ وابن جریرؒ والزجاجؒ وابن الانباریؒ کان ابلیس من الملائکۃ من طائفۃ یقال لہم الجن وکان اسمہ بالعبرانیۃ عزازیل وبالعربیۃ الحارث وکان من خزّان الجنۃ

وکان رئیس ملائکۃ سماء الدنیا وسلطانھا وسلطان الارض وکان من اشد الملائکۃ اجتھادا واکثرھم علما وکان یوسوس مابین السماء والارض فرأی بذلک لنفسہ شرفا عظیما فذلک الذی دعاہ الی الکبر فعصی وکفر ولذلک قیل اذا کان خطیئۃ الانسان فی کبر فلا ترجہ وان کانت خطیئتہ فی معصیۃ فارجہ انتھی۔ بیضاوی اور متعدد مفسرین کے نزدیک یہ ملائکہ میں سے تھا۔ دیکھیے روح المعانی ج ۱ ص ۲۲۹ و آکام المرجان۔ ص ۸۔

صحیح احادیث میں ہے کہ ابلیس کا تخت سمندر میں پانی پر ہے۔ ابلیس عموماً شرارتوں کے لیے دیگر چھوٹے بڑے شیاطین کو بھیجتا رہتا ہے اور اہم شرارتوں میں خود بھی شریک ہوتا ہے۔ چنانچہ جنگ بدر کی تیاری کے موقع پر خود ابلیس سراقۃ بن مالک کی صورت میں شریک ہو کر میدان بدر تک مشرکین کے ساتھ رہا اور قریش کو کہتا تھا لاغالب لکم انی جارلکم۔ اسی طرح دار الندوہ میں قریش کی مجلس شوریٰ میں شیخ نجدی کی شکل میں آیا تھا۔

اگرچہ دنیا میں کفر و معاصی و جنگ و جدال سب شیطان کی پیروی کے نتائج ہیں تاہم تمام فرقے شیطان سے کراہت اور نفرت کرتے ہیں اور بظاہر کوئی بھی اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ لیکن ہمارے اس زمانے میں یورپ و امریکہ میں ایک ایسا فرقہ بھی موجود ہے جس کے ممبران باقاعدہ شیطان کی عبادت و پرستش کرتے ہیں۔ چنانچہ جریدہ المؤید دسمبر ۱۹۱۰ء میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں جدید انکشاف کی وجہ سے لوگ ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ مضمون کا حاصل یہ ہے کہ امریکہ کے شہر نیویارک وغیرہ میں ایک شیطانی و ابلیسی جماعت ہے جو باقاعدہ ابلیس کی عبادت و پرستش کرتی ہے۔

اس جماعت والوں نے ابلیس کا ایک شنیع و قبیح و مُستکرہ سرخ رنگ کا مجسمہ یعنی بُت بنا رکھا ہے جس کے دو بڑے بڑے خوفناک سینگ ہیں اور قبیح و بدشکل غضب ناک سانپ کی طرح پیچ در پیچ دُم بھی ہے جس میں اشارہ ہے کہ شیطان اہل صلاح و خیر کا دشمن ہے اور اس کی بدشکلی و ہیبت میں اضافے کے طور پر اس کی طویل و قبیح سرخ رنگ کی زبان بھی بنائی ہے اور رات کی یا کمرے کی تاریکی میں اس بُت کا سرخ رنگ آگ کے شعلوں کا نمونہ ہوتا ہے اس طرح جو جو ظاہری شکل کی قباحت ان کی سمجھ میں آسکی اس کے مطابق انہوں نے یہ بت بنایا ہے۔ پھر اس بت کے سامنے اس خفیہ جماعت کے ارکان جن میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی جُھکتے ہیں اور اس کی مدح و ثنا میں خاص قسم کے اذکار و کلمات کفریہ و شرکیہ شیطانیہ کہتے رہتے ہیں اور یہ کلمات ان کے زعم میں ابلیس کی عبادت و نماز ہے العیاذ باللہ۔

ان کلماتِ خبیثہ شیطانیہ سے وہ ابلیس کی تعریف کرتے ہیں بایں اعتقاد کہ شیطان ہی ہر صلاح و خیر کا منبع ہے اور اللہ تعالیٰ رب العالمین کی اور ان ادیان کی مذمت کرتے ہیں جو شیطان کو قبیح و رجیم

کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

اولاً یہ جماعت فرانس میں تشکیل کی گئی تھی پھر وہاں سے امریکہ میں بھی خفیہ طور پر پہنچ گئی۔ اوّل اوّل یہ جہلاء اپنی بعض اولاد کو ابلیس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کے بت کے سامنے آگ میں زندہ جلا دیتے تھے۔ بعدہٗ وہ زندہ بکروں کے جلانے پر اکتفا کرنے لگے پھر اس حیوان کے جلنے سے جو کریہ بُو پیدا ہوتی ہے اسے یہ لوگ عبادت کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہ سارا کام وہ حکومت اور عوام کے ڈر سے پوشیدہ طور پر کرتے ہیں۔

ایک مصوّر نے ان کا یہ راز فاش کر دیا جس کا نام ولیام وائدی ہے۔ ان لوگوں نے مصوّر ولیام وائدی کو ان کی حالتِ عبادت میں تصاویر کھینچنے کے لیے بلایا تھا اور اسے مغلّظ قسمیں دلائی تھیں اس بات کو پوشیدہ رکھنے کے لیے۔ مگر آخر کار مصور نے ان کا راز فاش کر ہی دیا۔ ولیام وائدی کہتا ہے کہ میں نے طویل وقت ان کے ساتھ گزارا اور ان کی عبادت و شیطانی نماز کو دیکھا۔ اس نماز میں وہ شیطان کی محبت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے اسے رُوح الحق وخلاصۃ الصلاح والخیر کہتے تھے۔ ان کلمات کا خلاصہ یہ ہے۔ اے ابلیس تو نورِ ابدی ہو اور تیری خدمت میں ہم لگے رہیں گے اور ہم تجھے خوش کرنے کے لیے ہر قسم کے مکر و فریب، کذب و ریا و خرافات اور شرارتوں میں کوششوں سے دریغ نہیں کرینگے اے ابلیس! ہم تیرے سامنے خشوع و خضوع کرتے ہیں تو ہماری یہ نماز و خشوع قبول کر اور تو ہمیں بوقتِ موت شجاع و دلیر پائے گا اور ہم تیرے ساتھ ابدی آگ میں کودنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

ولیام وائدی نے ان کی عبادت کے جو خاص کلمات ذکر کیے ہیں وہ ان کے الفاظ میں سنیے۔

قال المصوّر ولیام وائدی بقیت فی ضیافتھم وقتاً طویلاً وسمعتُ صلاتھم الشیطانیۃ مراراً ونقلتھا وھی ھذہ الکلمات " لک یا نورَ الوجودِ اکرس نفسی باحترام ومحبّۃ وایمانٍ انت خلاصۃُ الصلاحِ ولھذا اَعُدّک بانّی ساکون عدوّاً لِاِلٰہ الشرّ انت رُوح الحق ولھذا اعدّک بکرہ الکذب والرّیاء و الخرافات۔

انت یا ابلیس النورُ الابدی ولھذا سوف أکون کارھاً للظلام وابذل فی خدمتك نفسی و نفیسی انا لك یا ابلیس! جسمًا ورُوحًا فافعل بی کل مایؤول الی تمجید اسمك اقبل صلاتی و تذلّلی واثر طریقی ببھائك الساطع وعند ما یدنو یومی الاخیر تجدنی شجاعًا ھادئًا عند استقبال الموت وعلی تمام الاستعداد للانتقال الی ابحادك فی النیران الابدیۃ آمین۔

قال المصوّر المذکور ھذہ ھی الصلاۃ وعلی الذین یدخلون فی ھذا الدین الشیطانی ان یعیدوھا کلمۃ فکلمۃ عند ما یلقیھا علیھم الکاھن الاکبر الملقّب بمطران جھنم ویضع الرجل الذی یدخل

فی هذا الامر الشیطانی لهذا المنصب برقعا سمیکا اسود اللون علی وجهه و یقام الی امام الکاهن بوقار وانکسار قلب۔ ففی اللیلة التی اجتمعت فیها بجنود ابلیس کانت طالبة الدخول فی دینهم امرأة فذهلت لرؤیتها فلما جیئ بهذه المؤمنة الجدیدة الی دائرة جوق جهنم وهم صنعوا هناک دائرة اسمها جوق جهنم امرت تلک المرأة بالرکوع فامتثلت ورفع یدیها للصلاة ففعلت واذ ذاک تلا مطران جهنم کلاما کفریا یقشعر لسماعه الجسم کانت تلک المرأة المغرورة تعیده بصوت جهوری و بکل خشوع وبعد الفراغ منه اعلن ایمانها وقبولها بنتا لابلیس اللعین۔

قال ذلک المصور ولیام وائدی وبعد ان رأیت کل هذه الغرائب والمدهشات سألت واحدا من أحناد ابلیس قائلا ما معنی کل هذا وما الباعث علی عبادتکم ابلیس وترجیحها علی عبادة الله رب العالمین فاجاب وقال الباعث علی ذلک انا نعبد ابلیس لاعتقادنا اللذة والجمال فی عبادته مما لا نجده فی عبادة الله فالله الذی تقرأ عن شرائعه المملوأة بالوعید والخوف من عذاب الاخرة وترک کل مایلذ للنفس فی العالم من اجله لا یجتذب قلوبنا الی الله بل یبعدها عنه فالله تعالی ینکر علینا حریة القول والعمل بما یخالف شریعته ویحرم کل ما تمیل الیه الشهوات من ملاذ الدنیا اما الشیطان فعلی عکس ذلک فهو یبیح لنا التصرف کما نحب ونشتهی فایهما الافضل الشیطان أم الله۔

هذا خلاصة ماذکر المصور ولیام وائدی حسب ما نشرة جریدة المؤید۔ اعاذنا الله من اغواء الشیطان، وهدانا صراطا مستقیما۔ هذا والله اعلم وعلمه احکم۔

الخضر علیه السلام أو کالذی مر علی قریة وهی خاویة علی عروشها کی شرح میں مذکور ہیں خضر علیہ السلام کا نام بلیا بن ملکان ہے۔ ابن قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں قال وهب بن منبه اسم الخضر بلیا بن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیه السلام قال وکان ابوه من الملوک اه۔

خضر اُن کا لقب ہے۔ وجہ تلقیب میں اختلاف ہے قال الاکثرون لانه جلس علی فروة بیضاء فصارت خضراء والفروة وجه الارض او لانه کان اذا صلی اخضر ما حوله وفی صحیح البخاری عن ابی هریرة مرفوعا انما سمی الخضر لانه جلس علی فروة فاذا هی تهتز من خلفه خضراء آپ کی کنیت ابو العباس ہے۔ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کے پاس علم باطن حاصل کرنے کے لیے جانا اور پھر کشتی توڑنا۔ لڑکے کو قتل کرنا اور دیوار درست کرنا وغیرہ تفصیلی قصہ مذکور ہے۔ خضر علیہ السلام کے بارے میں متعدد اختلافات ہیں۔

اختلافِ اوّل۔ آپ کے نسب میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) آپ آدم علیہ السلام کے صلبی و بلاواسطہ بیٹے ہیں۔ فھو ابن آدم علیہ السلام ولد من بطن حوّاء بغیر واسطۃ" رواہ الدارقطنی بسند ضعیف (۲) ھو ابن قابیل بن آدم واسمہ خضرون وقیل اسمہ عامر ذکرہ ابوالخطاب وابوحاتم (۳) انہ من سبط ھارون اخی موسی علیھما السلام (۴) انہ ابن بنت فرعون حکاہ محمد بن ایوب (۵) انہ الیسع حکی ذلک عن مقاتل (۶) انہ من ولد فارس (۷) انہ من ولد بعض من آمن بابراھیم علیہ السلام (۸) قیل کان ابوہ فارسیًّا و اُمّہ رومیۃ۔

اختلافِ دوم۔ آپ کی نبوت مختلف فیہ ہے۔ عند البعض نبی نہیں ہیں اور عند الاکثر نبی ہیں لما فی القرآن وما فعلتہ عن امری وھذا ظاھر فی انہ فعلہ بامر اللہ والقول بالالھام بعید اذ لا یجوز القتل بالالھام وایضًا فکیف یکون النبی تابعا لغیر النبی فی قصۃ موسی علیہ السلام شیخ قشیریؒ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں لم یکن الخضر نبیًّا انما کان ولیًّا وبذلک قال کثیر من الصوفیۃ وقال الماوردی انہ ملک من الملائکۃ۔

اختلافِ سوم۔ خضر علیہ السلام کی حیات میں اختلاف ہے۔ آپ تمام اولادِ آدم میں طویل عمر والے ہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک آپ اب بھی زندہ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ صوفیہ کے نزدیک آپ زندہ ہیں۔ وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الخضر علیہ السلام فی البحر والیسع فی البر یجتمعان کل لیلۃ عند الردم الذی بناہ ذوالقرنین ویحجّان ویعتمران کل عام ورواہ ابن شاھین بسند ضعیف الی خصیف قال اربعۃ من الانبیاء احیاء اثنان فی السماء عیسیٰ وادریس واثنان فی الارض الخضر و الیاس کذا فی الاصابۃ۔

وقال النووی فی التھذیب ج ۲ ص ۱۷۷ قال الاکثرون من العلماء ھو حیّ موجود بین اظھرنا وذلک متفق علیہ عند الصوفیۃ واھل الصلاح والمعرفۃ وحکایاتھم فی رؤیتہ والاجتماع بہ والاخذ عنہ و سؤالہ وجوابہ ووجودہ فی المواضع الشریفۃ ومواطن الخیر اکثر من ان تحصر قال ابن الصلاح ھو حیّ عند جماھیر العلماء والصالحین والعامۃ معھم فی ذلک وانما شذّ بانکارہ بعض المحدثین وفی اٰخر صحیح مسلم فی احادیث الدجال انہ یقتل رجلًا ثم یحییٰ قال ابراھیم بن سفیان صاحب مسلم یقال ان ذلک الرجل ھو الخضر وکذا قال معمر فی مسندہ۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں واستدلّ البخاری بالحدیث ان علی رأس مائۃ سنۃ لا یبقی علی وجہ الارض ممن ھو علیھا احد اخرجہ البخاری فی صحیحہ قال ابوحیان فی تفسیرہ الجمھور علی انہ مات وقال ابن ابی الفضل المرسی لو کان حیًّا لزمہ المجیئ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

والایمان بہ واتباعہ وقد قال علیہ السلام لو کان موسی حیًّا ما وسعہ الا اتباعی۔ ابن الجوزیؒ بھی ان کی موت کے قائل ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مرفوعہ میں خضر علیہ السلام کی ملاقات مروی ہے وذکری ابو حاتم فی التفسیر باسنادہ عن علی رضی اللہ عنہ قال لما توفی النبی علیہ السلام وجاءت التعزیۃ فجاءھم ات یسمعون حسہ ولا یرون شخصہ فقال السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ ان فی اللہ عزاءً من کل مصیبۃ و خلفًا من کل ھالک ودرکًا من کل ما فات فباللہ فثقوا وایاہ فارجوا فان المصاب من حرم الثواب قال جعفر اخبرنی ابی ان علی بن ابی طالب قال تدرون من ھذا؟ ھذا الخضر وذکر ابن حجر باسنادہ عن رباح بن عبیدۃ قال رأیتُ رجلًا یمشی عمر بن عبد العزیزؒ معتمدًا علی یدہ فقلت فی نفسی ان ھذا الرجل لجافٍ فلما صلّی قلت یا اباحفص من الرجل الذی کان معک معتمدًا علی یدک انفا قال وقد رأیتہ یا رباح قلت نعم قال انی لاراک رجلًا صالحًا ذاک اخی الخضر بشّرنی انی سألی فاعدل قال ابن حجر ھذا اصلح اسناد وقفت علیہ فی ھذا الباب۔ الاصابۃ ج۱ ص۴۵۰

اس قصہ سے واضح ہوا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی حیات کے قائل تھے اور ان سے ملاقات فرماتے تھے۔ قال ابن حجر وذکر لی الحافظ ابو الفضل العراقی شیخنا ان الشیخ عبد اللہ بن اسعد الیافعی کان یعتقد ان الخضر حیّ قال فذکرت لہ ما نقل عن البخاری والحربی وغیرھما من انکار ذلک فغضب وقال من قال انہ مات غضبتُ علیہ قال فقلنا رجعنا عن اعتقاد موتہ اھ۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ حیاتِ خضرؑ کے قائل ہیں کسی نے اس سلسلے میں آپ سے سوال کیا تو جواباً فرمایا۔ کما فی الحاوی، ج ۱ ص ۱۳۹ ؎

للناس خلفٌ شاعَ فی خضرٍ وھل	اَوذی قدیمًا او حَیِی ببقاء
ولکل قولٍ حجّۃٌ مشھورۃٌ	تَسمُو علی الجوزاءِ فی العلیاء
والمرتضیٰ قولُ الحیاۃِ فکم لہ	حُجَجٌ تجُلّ الدھر عن احصاء
خضرٌ و الیاسُ بارضٍ مثل ما	عیسیٰ و ادریس بقُوا بسماء
ھذا جوابُ ابنِ السیوطیّ الذی	یَرجُو من الرحمٰن خیرَ جزاء

حافظ ابن تیمیہؒ وفاتِ خضرؑ کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو لازمًا ہمارے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی معیت میں کفار سے جہاد کرتے۔ بعض

علماء سے خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے جواب میں یہ آیت پڑھی وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد۔ ھذا واللہ اعلم وبغیبہ احکم۔

مریم علیہا السلام۔ قرآن مجید میں اور تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ مریم عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کی والدہ ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا نام مذکور ہے۔ آپ کا نسب یہ ہے مریم بنت عمران بن ماتان بن العازر بن ایلیود بن صادق بن عاذریون بن ایلیا بن ابیود بن زربابیل بن شلتاشیل بن یوحینا بن یاشیا بن راجعم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام۔ کذا ذکر ابن حبیب فی کتابہ المحبر ص ۳۹ ابن جریر طبری نے اپنی کتاب تاریخ ج ۲ ص ۱۳ پر مریم بنت عمران کا جو سلسلۂ نسب ذکر کیا ہے وہ مذکورۂ صدر سلسلہ سے مختلف ہے۔

بقول بعض علماء ارض بابل پر غلبۂ سکندر کے ۳۰۳ سال بعد عیسی بن مریم علیہما السلام پیدا ہوئے یحیی علیہ السلام چھے ماہ قبل پیدا ہوئے تھے وذکروا ان مریم حملت بعیسی ولہا ثلاث عشرۃ سنۃ و ان عیسی علیہ السلام عاش الی ان رفع اثنتین وثلاثین سنۃ وایاما وان مریم بقیت بعد رفعہ ست سنین وکان جمیع عمرہا نیفا وخمسین سنۃ وان یحیی علیہ السلام قتل قبل ان یرفع عیسی علیہ السلام ومات عمران بن ماثان وام مریم حامل بمریم فلما ولدت مریم کفلہا زکریا واسم امّ مریم حنّۃ بنت فاقوذ بن قبیل واسم اخت حنّۃ ام یحیی الاشباع ابنۃ فاقوذ۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۳۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۵۶ لاخلاف فی ان مریم من سلالۃ داؤد علیہ السلام وکان ابوہا عمران صاحب صلاۃ بنی اسرائیل فی زمانہ وکان زکریا علیہ السلام نبیّ ذلك الزمان زوج اخت مریم اشیاع فی قول الجمہور وقیل زوج خالتہا اشیاع اھ۔

مریم علیہا السلام کی ولادت کا قصہ عجیب ہے۔ احادیث میں ہے کہ آپ کو اور آپ کے فرزند عیسی علیہ السلام کو بوقت ولادت اللہ تعالیٰ نے مسِ شیطان سے محفوظ رکھا۔ کتب تاریخ و تفاسیر میں ہے آیت وانی اعیذہا الخ کے تحت وقول امّہا کما فی التنزیل وانی اعیذہا بك وذریّتہا من الشیطان الرجیم قد استجیب لہا فی ہذا کما تقبّل نذرہا فروی ابوہریرۃ مرفوعا ما من مولود الا والشیطان یمسّہ حین یولد فیستہلّ صارخا من مسّ الشیطان ایاہ الا مریم وابنہا ثم یقول ابوہریرۃ واقرأوا ان شئتم وانی اعیذہا بك وذریتہا من الشیطان الرجیم اخرجہ احمد واخرج احمد عن ابی ہریرۃ مرفوعا کل انسان تلدہ امہ یلکزہ الشیطان فی حضینہ الا ما کان من مریم وابنہا ثم تر الی الصبیّ حین یسقط کیف یصرخ قالوا بلی یا رسول اللہ قال ذلك حین یلکزہ الشیطان بحضنیہ۔

مریم علیہا السلام کی نبوت میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ نبیہ تھیں۔ لیکن جمہور کے نزدیک نبوت خاصہ رجال ہے۔ کسی عورت کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب نہیں دیا وہ اولیاء اللہ اصحاب کرامات میں سے تھیں قال اللہ تعالیٰ اذ قالت الملٰئکۃ یٰمریم ان اللہ اصطفاک وطھرک واصطفاک علی نساء العالمین۔ وہ صدیقہ تھیں۔ صدیقیت نبوت کے بعد بلند تر مقام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ۔ واخرج البخاری ومسلم واحمد عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً خیر نسائھا مریم بنت عمران وخیر نسائھا خدیجۃ بنت خویلد واخرج احمد عن انس مرفوعاً حسبک من نساء العالمین باربع مریم بنت عمران واٰسیۃ امرأۃ فرعون وخدیجۃ بنت خویلد وفاطمۃ بنت محمدؐ واخرج احمد عن ابی سعید مرفوعاً فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ الا ما کان من مریم بنت عمران واخرج ابن مردویہ عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ مرفوعاً کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الا اربع مریم بنت عمران واٰسیۃ امرأۃ فرعون وخدیجۃ بنت خویلد وفضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔

وروی ابن عساکر عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی خدیجۃ وھی فی مرض الموت فقال یا خدیجۃ اذا لقیت ضرائرک فاقرئیھن منی السلام قالت یا رسول اللہ وھل تزوجت قبلی قال لا ولکن اللہ زوجنی مریم بنت عمران واٰسیۃ بنت مزاحم وکلثم اخت موسیٰ ھذا واللہ اعلم۔

الملائکۃ علیھم السلام۔ فی الحدیث خلق اللہ الملائکۃ من نور یسبحون اللیل والنھار لا یفترون۔

اس موضوع پر میرا ایک مفید رسالہ ہے جس کا نام ہے اعلام الکرام باحوال الملائکۃ العظام۔ یہ اس کا محصل ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے۔ یہ رسالہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل ملائکہ علیہم السلام کی حقیقت وکُنہ کے بیان میں ہے۔ دوسری میں چار کبار ملائکہ جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام کے احوال کا مختصر بیان ہے۔

ملائکہ جمع ملاک ہے۔ اصل میں مألک بتقدیم ہمزہ علی اللام تھا من الالوکۃ وہی الرسالۃ۔ پھر قلب مکانی واقع ہوئی اور حرکت ہمزہ ماقبل کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا تو ملک ہوا۔ فرشتے اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے مابین واسطہ ہیں۔ فرشتوں کے ذریعہ انبیاء کے پاس وحی آتی ہے ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن میں ہے کلٌّ اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکُتُبہ ورُسُلہ۔ جس طرح عالم اسفل کا شرف انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے ہے اسی طرح عالم علوی کا شرف فرشتوں کی وجہ سے ہے۔

ملائکہ کی حقیقت کیا ہے ؟ اس میں متعدد مذاہب ہیں۔

مذہب اول۔ اکثر علماء اسلام کے نزدیک وہ اجسام لطیفہ ہوائیہ ہیں جو مختلف اشکال بدلنے پر قادر ہیں۔ فھی اجسامٌ لطیفۃٌ ھوائیۃٌ تقدر علی التشکّل باشکال مختلفۃٍ مسکنھا السموات وھو قول اکثر المسلمین۔ کذا فی تفسیر النیسابوری ج ۱ ص ۲۱۳۔ قال الروحانی لیس ھذا قول اکثر المسلمین بل اکثرھم علی انھا اجسام نوریۃ۔

مذہب ثانی۔ قال الشھاب الخفاجیؒ فی شرح انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۱۹ مذھب المللیین انھم اجسام لطیفۃ نوریۃ قابلۃ للتشکل لان الانبیاء علیھم السلام کانوا یرونھم فی صور مختلفۃ اھ وقال البیضاویؒ اختلف الناس فی حقیقتھم بعد اتفاقھم علی انھا ذوات موجودۃٌ قائمۃٌ بانفسھا فذھب اکثر المسلمین الی انھا اجسام لطیفۃٌ قادرۃ علی التشکل باشکال مختلفۃ مستدلین بان الرسل کانوا یرونھم کذلک اھ وقال العلامۃ الآلوسیؒ فی تفسیرہ ج ۱ ص ۲۱۵ ذھب اکثر المسلمین الی انھا اجسام نورانیۃ وقیل ھوائیۃ قادرۃ علی التشکل والظھور باشکال مختلفۃ باذن اللہ تعالیٰ۔

ویؤیدکونھم اجساماً نوریۃ لا ھوائیۃ ماثبت فی صحیح مسلم وغیرہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خلق اللہ الملائکۃ من نور وخلق الجانّ من مارج من نار وخلق آدم مما وصف لکم۔ اخرجہ کثیر من ائمۃ الحدیث واخرجہ مسلم فی الزھد الرقاق ولفظہ بصیغۃ المجھول خلقت الملائکۃ من نور الخ۔

مذہب ثالث۔ بعض مشرکین کا عقیدہ ہے کہ فرشتے یہی ستارے ہیں جو رات کو چمکتے نظر آتے ہیں۔ یہی کواکب سعادت ونحوست تقسیم کرنے والے ہیں۔ سعادت والے رحمت کے فرشتے ہیں اور نحوست والے عذاب کے ہیں۔ کذا فی النیسابوری۔

مذہب رابع۔ مجوس وبعض ثنویہ ظلمت ونور کو خالق سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں نور سے فرشتے اور ظلمت سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں۔ قال النیسابوری ومنھم معظم المجوس والثنویۃ القائلون بالنور والظلمۃ وانھما عندھم جوھران حسّاسان مختاران قادران متضادّا النفس والصورۃ مختلفا الفعل والتدبیر فجوھر النور فاضلٌ خیرٌ نقیٌّ طیّبُ الریح کریمُ النفس یسرُّ ولا یضرُّ وینفع ولا یمنع ویحیی ولا یبلی وجوھرُ الظلمۃ ضدُّ ذلک فالنور یولد الاولیاء وھم الملائکۃ لا علی سبیل التناکح بل کتولّد الحکمۃ من الحکیم والضوء من المضیئ وجوھرُ الظلمۃ یولد الاعداء وھم الشیاطین کتولد السفہ من السفیہ انتھی۔

مذہب خامس۔ بعض کہتے ہیں کہ ملائکہ جواہر غیر متحیزہ ہیں۔ یعنی وہ محل ومکان کے محتاج نہیں۔ پھر

ان قائلین میں کئی گروہ ہیں۔ ایک طائفہ یعنی نصاری کہتے ہیں انها هی الانفس الناطقة المفارقة لابدانها فان کانت صافیة خیرة فهی الملائکة وان کانت خبیثة کثیفة فالشیاطین تو نصاری کے نزدیک موت کے بعد ارواح خارجہ من الابدان فرشتے کہلاتی ہیں ویرد علیهم قوله تعالیٰ واذ قال ربك للملائکة انی جاعل فی الارض خلیفة. لانها قبل خلق البشر۔

مذہب ششم سادس۔ قائلین بکونہا جواہر غیر متحیزہ میں ایک طائفہ یعنی فلاسفہ کہتے ہیں انها جواهر مجردة مخالفة للنفوس الناطقة فی الحقیقة وصرح بعض الفلاسفة بانها العقول العشرة والنفوس الفلکیة التی تحرك الافلاك۔ قال النیسابوری وقال اخرون وهم الفلاسفة انها مخالفة لنوع النفوس الناطقة البشریة وانها اکمل قوة واکثر علما ونسبتها الی النفوس البشریة کنسبة الشمس الی الاضواء فمنها نفوس ناطقة فلکیة ومنها عقول مجردة ومنهم من اثبت انواعا اخر من الملائکة وهی الارضیة المدبرة لاحوال العالم السفلی خیرها الملائکة وشریرها الشیاطین وقد یستدل علیها اصحاب المجاهدة من جهة المکاشفة واصحاب الحاجات والضرورات من جهة مشاهدة الآثار العجیبة والهدایة الی المعالجات النادرة الغریبة وترکیب المعجونات واستخراج صنعة التریاقات کما یحکی انه کان لجالینوس وجع فی الکبد فرأی فی المنام کأن امرأ یامره ان یفصد الشریان الذی علی ظهر کفه الیمنی بین السبابة والابهام ففعل فعوفی ومما یدل علی ذلك حال الرؤیا الصادقة اھ۔ راجع دائرۃ المعارف لمحمد فرید وجدی، ج ۱ ص ۴۶۶

بہرحال فلاسفہ مشائین کہتے ہیں کہ عقولِ عشرہ ملائکہ ہیں اور عقلِ فعّال جو ماتحتِ فلکِ قمر میں متصرف ہے جبریل علیہ السلام ہیں عقلِ فعال کا جبریل علیہ السلام ہونا اور عقول عشرہ کا ملائکہ ہونا علماء اسلام کے نزدیک باطل ہے۔

اوّلاً اس لیے کہ ملائکہ عند المسلمین مخلوق وحادث ہیں اور عقولِ عشرہ کو فلاسفہ قدیم وغیر مخلوق مانتے ہیں۔

ثانیاً یہ کہ ملائکہ مأمور من اللہ ہیں وہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر نہیں کرتے لا یعصون اللہ ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون۔ اور فلاسفہ کے نزدیک عقول عشرہ مأمور نہیں ہیں بلکہ مختار ہیں اور متصرف فی جمیع العالم ہیں۔

ثالثاً۔ عقولِ عشرہ فلاسفہ کے نزدیک عالم الغیب ہیں یعنی کل علوم نظریہ انھیں حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ان کے نزدیک اصحابِ قوتِ قدسیہ ہیں اور فرشتے مسلمانوں کے نزدیک علم الغیب نہیں جانتے کل علوم نظریہ بدیہی ہوکر انھیں حاصل نہیں ہیں۔

رابعاً۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقول عشرہ خزانہ و محافظ ہیں ہمارے علوم کلیہ و مدرکات عقل کے لیے جس طرح خیال خزانہ ہے امور جزئیہ مادیہ کا یعنی مدرکات حسِ مشترک کا اور حافظہ خزانہ ہے امور جزئیہ معنویہ کے لیے یعنی مدرکات وہم کے لیے۔ لیکن اہلِ اسلام اس قسم کی خرافات کے قائل نہیں ہیں وہ فرشتوں کو ہمارے علوم کے خزانے و محافظ نہیں مانتے۔

خامساً۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقول عشرہ کل دنیا کے لیے خالق و متصرف ہیں۔ یہی عقول عشرہ آسمان کے مُوجِد ہیں۔ یہی خوشیاں اور غم دیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ اور قبضہ میں شفاء امراض و قضاء حاجات ہے اور یہی عقول ہی احلّ المشکلات و قاضی الحاجات و دافع البلیات و رافع الدرجات ہیں اور یہی عقول ہی مراد ہیں اس آیت میں تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ۔ لیکن اہلِ اسلام ملائکہ کے بارے میں ایسے مشرکانہ عقیدے نہیں رکھ سکتے۔

سادساً۔ بعض فلاسفہ عقول کو خالق نہیں کہتے۔ وہ کہتے ہیں کہ خالقِ عالم و معطی و واہب اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور عقول وسائط ہیں اور اللہ تعالیٰ کے افعال ان پر موقوف ہیں اور وہ مکمّل ہیں اللہ تعالیٰ کے تصرف و افعال کے لیے۔ لیکن یہ عقیدہ بھی اہل اسلام کے عقائد کے پیشِ نظر باطل ہے اللہ تعالیٰ تخلیق میں اعطاء و اعزاز وغیرہ افعال میں کسی واسطہ کا محتاج نہیں۔ عطاؤہ کن وفعلہ کن۔

سابعاً۔ جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں فلاسفہ کہتے ہیں کہ ان سے عقلِ فعّال مراد ہے۔ مثل قولہ تعالیٰ انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثَمّ امین وما صاحبکم بمجنون ولقد رآہ بالافق المبین وما ھو علی الغیب بضنین وما ھو بقول شیطان رجیم۔ قال ابن تیمیۃ رحمہ اللہ فی کتاب الرّد علی المنطقیین ص۲۷۸ زعم بعض الفلاسفۃ ان ھذا ھو العقل الفعّال لانہ دائم الفیض فیقال فی ردّہ قد قال لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثَمّ والعقل الفعّال لو قدّر وجودہ فلا تاثیر لہ فیما ثَمّ وانما تاثیرہ عندکم فیما تحت فلک القمر فکیف ولا حقیقۃ لہ اھ۔

وبالجملہ فلاسفہ جن جواہرِ مجرّدہ و نفوس مجرّدہ و عقول کو فرشتے کہتے ہیں اصول اسلام کی رُو سے ان کا مذہب باطل ہے بلکہ کفر ہے۔ قال الشیخ الامام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ فی کتاب الرّد علی اھل المنطق ص۲۷۵ وملائکۃ اللہ الذین یدبّرہم امر السماء والارض وھم المدبّرات امرًا والمقسّمات امرًا التی اقسم اللہ تعالیٰ بھا فی کتابہ لیست ھی الکواکب عند احد من سلف الامّۃ ولیست الملائکۃ ھی العقول والنفوس التی تُثبتھا الفلاسفۃ المشّاؤن اتباع ارسطو ونحوھم وبیّن خطأ من یظنّ ذلک ویجمع بین ما قالوہ وبین ما جاءت بہ الرسل ویقول ان قولہ علیہ السلام اوّل ما خلق اللہ العقل۔ ھو حجّۃ لہم علی العقل الاوّل و یسمّونہ القلم لیجعلوا ذلک مطابقًا لقولہ اوّل ما خلق اللہ القلم وذکرنا فی غیر ھذا الموضع ان حدیث العقل

ضعیف باتفاق اهل المعرفة بالحدیث بل هو موضوع۔

ومع هذا فلفظه اوّل ما خلق الله العقل قال له اَقبِل فاَقبل فقال له اَدبِر فاَدبَر فقال وعزّتی ما خلقتُ خلقاً اکرم علیّ منك بِك اٰخذُ وبك اُعطِی وبك الثواب وبك العقاب۔ فان کان الحدیث صحیحاً فهو حجّة علیهم لانّ معناه انه خاطب العقل فی اول اوقات خلقه بهذا الخطاب وفیه انه لم یخلق خلقاً اکرم علیه منه فهذا یدل علی انه خلق قبله غیره وایضاً فالعقل فی لغة الرسول واصحابه وامته عرض من الاعراض یکون مصدر عقل یعقِل عقلاً کما فی قوله لعلّهم یعقلون۔ ولعلّکم تعقلون۔ لهم قلوب لایعقلون بها ونحو ذلك قد یراد به الغریزة التی فی الانسان۔ والعقل فی لغة الفلاسفة جوهر مجرّد قائم بنفسه فاین هذا من ذاك؟ ولهذا قال فی الحدیث بك اٰخذ وبك اعطی وبك الثواب وبك العقاب وهذا یقال فی عقل بنی اٰدم وهم یزعمون ان اول ما صدر عن الله جوهر قائم بنفسه وانه ربّ جمیع العالم وان العقل العاشر هو ربّ کل ما تحت فلك القمر ومنه تنزّلت الکتب علی الانبیاء انتهی بتصرف۔

ملائکہ علیہم السلام کے بارے میں فلاسفہ کا مذہب کسی طرح اصول اسلام پر منطبق نہیں ہو سکتا اور جن فلاسفہ اسلام نے تطبیق فلسفہ و اسلام کی کوشش کی ہے وہ سعی لاحاصل ہے۔

مذہب سابع۔ بعض مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ملائکہ علیہم السلام اللہ تعالی کی بیٹیاں ہیں قال اللہ تعالی وجعلوا الملائکة الذین هم عباد الرحمٰن اناثاً۔ (الزخرف)

مذہب ثامن۔ بعض صابئین روحانیات کو قابل و منفعل مانتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ ملائکہ کو جو کہ روحانیات میں سے ہیں اناث کہتے ہیں۔ البتہ یہ فرقہ ملائکہ کو اللہ تعالی کی بیٹیاں نہیں مانتا۔ قال فی الملل والنحل ج ۲ ص ۱۴ ومن العجب ان عند الصابئة اکثر الروحانیات قابلة منفعلة وانما الفاعل الکامل واحد وعن هذا صار بعضهم الی ان الملائکة اناث وقد اخبر التنزیل عنهم بذلك وجعلوا الملائکة الذین هم عباد الرحمٰن اناثا۔

مذہب تاسع۔ اہل ہند میں متعدد فرقے ہیں۔ ان میں سے دو فرقے کواکب پرست ہیں۔ یہ فرقے سب ستاروں کو تو ملائکہ نہیں کہتے البتہ نیّرین کو وہ ملائکہ میں سے مانتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرقہ آفتاب کو ایک عظیم واجب التعظیم مقرب الی اللہ تعالی فرشتہ کہتا ہے۔ اس فرقہ والے سورج کی عبادت کرتے ہیں۔

قال الشهرستانی فی کتابه الملل ج ۲ ص ۲۵۸ ولم ینقل للهند مذهب فی عبادة الکواکب الا فرقتان توجّهتا الی النیّرین الشمس والقمر فعبدة الشمس زعموا ان الشمس مَلَك من الملائکة ولها نفس وعقل

ومنها نور الکواکب وضیاء العالم وتکوّن الموجودات السفلیّة وھی ملك الفلك فتستحق التعظیم والتبخیر والدعاء اھ۔ دوسرے فرقہ والے چاند کو بھی فرشتہ سمجھتے ہیں۔ وزعموا ان القمر ملك من الملائکة یستحق التعظیم والعبادة والیه تدبیر هذا العالم السفلی والامور الجزئیة فیه وبزیادة القمر ونقصانه تعرف الازمان والساعات وهو تلو الشمس وقریبها ومنها نورہ اھ هذا واللہ اعلم تمّ الفصل الاول ویلیه الفصل الثانی فی احوال جبریل وغیرہ۔

جبریل علیہ السلام۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہیں۔ جبریل علیہ السلام امینِ وحی الی الرسل علیہم السلام ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور جملہ انبیاء علیہم السلام کے مابین سفیر ہیں۔ انزالِ عذاب وتباہی و زلازل پر اللہ تعالیٰ کی طرف جبریل مؤکل ہیں۔ جبریل کا معنی ہے لغتِ سریانی میں عبداللہ۔ جبر کا معنی لغت سریانیہ میں عبد ہے اور ایل اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے وروی عبد بن حمید فی تفسیرہ عن عکرمة ان اسم جبریل عبد اللہ واسم میکائیل عبید اللہ۔ کذا فی العمدة ج ۱ ص ۴

بعض علماء لکھتے ہیں کہ جبریل کا معنی عبدالرحمٰن یا عبدالعزیز ہے۔ وکذا روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اور بعض محققین کے نزدیک یہ ترکیب واضافت مقلوبہ ہے لہٰذا جبر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور ایل کا معنی ہے عبد۔ قال العلامة السهیلی فی الروض ج ۱ ص ۱۵۵ واسم جبریل سریانی ومعناہ عبد الرحمٰن او عبد العزیز هکذا جاء عن ابن عباس موقوفاً ومرفوعاً ایضاً والوقف اصح واکثر الناس علی ان آخر الاسم هو اسم اللہ وهو ایل وکان شیخنا رحمه اللہ یذهب مذهب طائفة من اهل العلم فی ان هذه الاسماء اضافتها مقلوبة وکذلك الاضافة فی کلام العجم یقولون فی غلام زید زید غلام فعلی هذا یکون ایل عبارة عن العبد ویکون اول الاسم عبارة عن اسم من اسماء اللہ تعالی الا تری کیف قال فی حدیث ابن عباس جبریل ومیکائیل کما تقول عبد اللہ وعبد الرحمٰن الا تری ان لفظ عبد یتکرر بلفظ واحد والاسماء الفاظها مختلفة اھ۔

وقال فی العمدة وذهبت طائفة الی ان الاضافة فی هذه الاسماء مقلوبة فایل هو العبد و اوّله اسم من اسماء اللہ تعالی والجبر عند العجم هو اصلاح ما فسد وهی توافق معناہ من جهة العربیة فان فی الوحی اصلاح ما فسد وجبر ما وهی من الدین ولم یکن هذا الاسم معروفاً بمکة ولا بارض العرب ولذا انه علیه السلام لما ذکرہ لخدیجة رضی اللہ عنها انطلقت لتسأل من عندہ علم من الکتاب کعداس ونسطور الراهب فقالا قدوس قدوس ومن این هذا الاسم بهذه البلاد ورأیت فی اثناء مطالعتی فی الکتب ان اسم جبریل علیه الصلاة والسلام عبد الجلیل وکنیته ابو الفتوح واسم میکائیل عبد الرزاق وکنیته ابو الغنائم واسم اسرافیل عبد الخالق وکنیته ابو المنافخ واسم عزرائیل

عبد الجبار و کنیته ابو یحیی۔

جبریل علیہ السلام کو الروح الامین۔ والروح و روح القدس و الناموس الاکبر و طاووس الملائکۃ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے تنزل الملائکۃ والروح۔ اس آیت میں روح کا عطف ملائکہ پر اور مستقل ذکر جبریلؑ کے بلند مرتبہ کی طرف اشارہ کے لیے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریل علیہ السلام افضل ملائکہ ہیں۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ ان جبریل علیہ السلام من افضل الملائکۃ له ستّ اجنحۃ فی کل واحدۃ مائۃ جناح وله وراء ذلك جناحان لا ینشرهما الا عند هلاك القری۔

بعض مؤرخین کا قول ہے کہ جبریل علیہ السلام جنگ بدر میں جس گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے تھے اس کا نام حیزوم تھا۔ لیکن محققین کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔ حیزوم کسی اور فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا۔ ففی اثر مرسل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لجبریل من القائد یوم بدر من الملائکۃ اقدم حیزوم فقال جبریل ما کل السماء اعرف قال ابن کثیر رحمہ اللہ وهذا الاثر یردّ قول من زعم ان حیزوم اسم فرس جبریل۔

علماء حدیث و تفسیر لکھتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام ہی ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان سفیر یعنی پیغام و وحی پہنچانے والے تھے۔ کسی اور فرشتے کو یہ منصب بطریق استقلال و دوام کسی وقت حاصل نہیں ہوا۔ قال السیوطیؒ ان جبریل هو السفیر بین اللہ و بین انبیائه ولا یعرف ذلك لغیرہ من الملائکۃ انتهی۔ واعترض علیه بعضهم بان اسرافیل کان سفیرًا بین اللہ و بین نبیه محمد صلی اللہ علیہ وسلم فعن الشعبی انه جاءته صلی اللہ علیہ وسلم النبوۃ وهو ابن اربعین سنۃ وقرن بنبوّته اسرافیل سنین فلما مضت ثلاث سنین قرن بنبوّته جبریل کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۲۴۴ واخرج احمد بن حنبل و یعقوب بن سفیان فی تاریخهما و ابن سعد و البیهقی عن الشعبی قال نزلت علیه النبوّۃ وهو ابن اربعین سنۃ فقرن بنبوّته اسرافیل ثلاث سنین فکان یعلّمه الکلمۃ والشیٔ لا ینزل القرآن فلما مضت ثلاث سنین قرن بنبوّته جبرئیل فنزل القرآن علی لسانه عشرین سنۃ عشرًا بمکۃ وعشرًا بالمدینۃ۔ کذا فی الخصائص الکبری ج ۱ ص ۱۳۱ وروی ان اسرافیل قرن به صلی اللہ علیہ وسلم قبل النبوۃ ثلاث سنین یسمع حسّه ولا یری شخصه یعلّمه الشیٔ بعد الشیٔ۔

واجاب الحافظ السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ عن ذلك بان السفیر هو المرصد لذلك وذلك لا یعرف لغیر جبریل ولا ینافی ذلك مجیٔ غیرہ من الملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحیان ولك ان تقول ان کان المراد بالمجیٔ الیه بوحی من اللہ تعالیٰ کما هو المتبادر فلیس فی هذہ الروایۃ ان اسرافیل کان یاتیه بوحی فی تلك المدۃ وجواب الحافظ السیوطی رحمہ اللہ یقتضی ان اسرافیل وغیرہ

من الملائکۃ کان یاتیہ بوحی من اللہ قبل مجیٔ جبریل لہ صلی اللہ علیہ وسلم بوحی غیر النبوۃ ولا یخرجہ ذلک عن الاختصاص باسم السفیر وبان اسرافیل لم ینزل لغیر نبینا صلی اللہ علیہ وسلم من الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کما ثبت فی الحدیث فلم یکن السفیر بین اللہ وجمیع انبیائہ قیل وانما خص بذلک لانہ اوّل من سجد من الملائکۃ لآدم علیہ السلام ھذا ما ھو مذکور فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۴۵ ۔

حافظ سیوطیؒ نے اپنی کتاب الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۶۸ میں زیر بحث مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے ۔ یہاں پر ان کی عبارت بعینہ ذکر کرنا ہم مفید سمجھتے ہیں کیونکہ وہ کئی فوائد پر مشتمل ہے ۔ سیوطی کی عبارت حاوی یہ ہے ۔

وصل کتاب الاعلام الی حلب فوقف علیہ واقف فرای قولی فیہ ان جبریل ھو السفیر بین اللہ وبین انبیائہ لا یعرف ذلک لغیرہ من الملائکۃ ۔ فکتب علی الھامش بخطہ ما نصہ بل قد عرف ذلک لغیرہ من الملائکۃ قال الحافظ برھان الدین الحلبی فی شرح البخاری ۔ اعلم ان فی کیفیۃ نزول الوحی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبعۃ صور ذکرھا السھیلی فی روضہ الی ان قال سابعھا وحی اسرافیل کما ثبت عن الشعبی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکل بہ اسرافیل فکان یتراءی لہ ویاتیہ بالکلمۃ والشیٔ ثم وکل بہ جبریل ۔ قال ابن عبد البر فی اول الاستیعاب وساق سندہ الی الشعبی قال انزلت علیہ النبوۃ وھو ابن اربعین سنۃ فقرن بنبوۃ اسرافیل ثلاث سنین ثم نقل عن شیخہ ابن الملقن ۔ ان المشھور ان جبریل ابتدأہ بالوحی انتھی ما کتبہ المعترض ۔

واقول الجواب عن ذلک من وجوہ ۔ احدھا ما نقلہ المعترض نفسہ فی آخر کلامہ عن ابن الملقن ان المشھور ان جبریل ابتدأہ بالوحی وانما قال ابن الملقن ذلک لانہ الثابت فی احادیث الصحیحین وغیرھما واثر الشعبی مرسل او معضل فکیف یعتمد علیہ مع ثبوت خلافہ فی الصحیحین وغیرھما والعجب من المعترض کیف اعترض بما لم یثبت مع نقلہ فی آخر کلامہ ان المشھور خلاف ما اعترض بہ

الوجہ الثانی ۔ ان المراد بالسفیر الذی ھو مرصد لذلک وذلک لا یعرف لغیر جبریل ولا ینافی ذلک مجیٔ غیرہ من الملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحیان کما ان کاتب السر مرصد للتوقیع عن السلطان ولا ینافی ذلک ان یوقع عنہ غیرہ فی بعض الاحیان فلا یسلب کاتب السر الاختصاص بھذا الاسم ولا یشارکہ فیہ من وقع مرۃ او مرتین فکذلک لا یسلب جبریل الاختصاص باسم السفیر ولا یشارکہ فیہ احد من الملائکۃ الذین جاءوا الی الانبیاء فی وقت ما وکم من ملک غیر اسرافیل جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قضایا متعددۃ کما ھو فی کثیر من الاحادیث وجاء ملک الموت الی ابراھیم علیہ السلام فبشرہ بالخلۃ فعجب من المعترض کیف اقتصر علی اسرافیل دون مجیٔ غیرہ من الملائکۃ ۔

الوجه الثالث۔ ان العبارة التی اوردتها وهو السفیر بین اللہ وبین انبیائہ بصیغة الجمع واسرافیل لم ینزل الی احد غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد فی الحدیث۔ وذکر بعض العلماء فی حکمته انه الموکل بالنفخ فی الصور والنبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث قرب الساعة وکانت بعثه من اشراطها فبعث الیه اسرافیل بهذه المناسبة ولم یبعث الی نبی قبله وحینئذ فالمبعوث الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط لا یصدق علیه انه سفیر بین اللہ وبین انبیائہ بصیغة الجمع لانه لم یکن سفیرا الا بین اللہ وبین نبی واحد والحکم المنفی عن المجموع لا یلزم نفیه عن فرد من افراد ذلك المجموع فلا یصح النقض به۔

الوجه الرابع۔ انه قد ورد فی الحدیث ما یوهی اثر الشعبی وهو ما اخرجه مسلم والنسائی والحاکم عن ابن عباس قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس وعنده جبریل اذ سمع نقیضا من السماء من فوق فرفع جبریل بصره الی السماء فقال یا محمد هذا ملك قد نزل لم ینزل الی الارض قط قال فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسلم علیه فقال ابشر بنورین اوتیتهما لم یؤتهما نبی قبلك فاتحة الکتاب، وخواتیم سورة البقرة لن تقرأ حرفا منهما الا اوتیتهما قال جماعة من العلماء هذا الملك هو اسرافیل واخرج الطبرانی عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لقد هبط علیّ ملك من السماء ما هبط علی نبی قبلی ولا یهبط علی احد بعدی وهو اسرافیل فقال انا رسول ربك الیك امرنی اخبرك ان شئت نبیا عبدا وان شئت نبیا ملکا فنظرت الی جبریل فاومأ الیّ ان تواضع فلو انی قلت نبیا ملکا لسارت الجبال معی ذهبا۔ وهاتان القضیتان بعد ابتداء الوحی بسنین کما یعرف من سائر طرق الاحادیث وهما ظاهران فی ان اسرافیل لم ینزل الیه قبل ذلك فکیف یصح قول الشعبی انه اتاه فی ابتداء الوحی۔

الوجه الخامس۔ انه قد اقمنا فی الاعلام الدلیل علی ذلك عقب وهو قول ورقة جبریل امین اللہ بینه وبین رسوله وقول ابن سابط فوکل جبریل بالکتب والوحی الی الانبیاء وقال عطاء بن السائب اول ما یحاسب جبریل لانه کان امین اللہ الی رسله ومیکائیل یتلقی الکتب واسرافیل بمنزلة الحاجب وقوله صلی اللہ علیہ وسلم فاما جبریل فصاحب الحرب وصاحب المرسلین الحدیث واثار اخر وقلنا فی اخر الکلام فعرف بمجموع هذه الاثار اختصاص جبریل من بین سائر الملائکة بالوحی الی الانبیاء فما کان عند المعترض من الفطنة ما یهتدی به لصحة هذا الکلام اخذا من هذه الادلة هذا اخر الجواب واللہ اعلم۔

سوال۔ جبریل علیہ السلام نے کل کتنی مرتبہ نبی علیہ السلام پر وحی نازل کرنے کے لیے نزول فرمایا۔

جواب۔ صحیح احادیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام کثرت سے نزول فرماتے رہے کسی صحیح روایت سے عددِ نزول کا پتہ نہیں چلتا۔ فالعلم عند اللہ۔ بعض کتب تاریخ میں درج ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر ۲۶ ہزار بار نزول فرمایا قال ان جبریل نزل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ستًا وعشرین الف مرۃ ولم یبلغ احد من الانبیاء علیہم السلام ھذا العدد اھ واللہ اعلم بصحۃ ھذا القول ولا ادری ما حجتہ۔ ومن این اخذ ھذا۔

یہ بات تو واضح و معلوم ہے کہ نبی علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام گاہے ایک دن میں کئی بار نزول فرماتے تھے اور گاہے کئی روز انقطاع و فترت کے بعد نزول فرماتے تھے۔ تاہم بطور تدقیق کے اگر ہم ۲۶ ہزار کو ایامِ نبوت پر تقسیم کریں تو روزانہ تقریباً تین مرتبہ نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر اکثر ایام میں تین بار اور بعض ایامِ قلیلہ میں صرف دو بار نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قمری سال کے ایام تقریباً ۳۵۵ ہوتے ہیں۔ لہٰذا نبوت کے ۲۳ سالوں کے کل ایام ۹۱۶۵ بنتے ہیں۔ دنوں کے عدد ہذا پر ۲۶ ہزار کو تقسیم کریں تو مذکورہ بالا نتیجہ نکلتا ہے۔

سوال۔ مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد جبریل علیہ السلام کا زمین پر نزول منقطع ہوگیا اور پھر کبھی بھی وہ زمین پر نازل نہیں ہوتے۔ کیا یہ بات صحیح ہے۔

جواب۔ یہ بات مشہور عوام میں سے ہے اور بالکل غلط ہے۔ احادیث میں ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام ہر سال لیلۃ القدر میں نازل ہوتے ہیں اور بعض نیک مؤمنوں پر عمومی یا خصوصی طور پر سلام کہتے ہیں۔ کما قال اللہ تعالی فی بیان لیلۃ القدر تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم الآیۃ۔ فعن الضحاک ان الروح ھنا جبریل وانہ ینزل ھو الملائکۃ فی لیلۃ القدر ویسلمون علی المسلمین وذلک فی کل سنۃ واخرج الطبرانی فی الکبیر عن میمونۃ بنت سعد قالت قلت یا رسول اللہ ھل یرقد الجنب؟ قال ما احب ان یرقد حتی یتوضأ فانی اخاف ان یتوفی فلا یحضرہ جبریل۔ قال السیوطی رحمہ اللہ فھذا الحدیث یدل علی ان جبریل ینزل الی الارض ویحضر موتۃ کل مؤمن حضرۃ الموت وھو علی طھارۃ۔

ذکر دجال سے متعلق ایک حدیث ہے کہ دجال لعین مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ جبریلؑ اس کی حفاظت پر کھڑے ہوں گے اور دجال ان کے ڈر سے واپس ہو جائے گا۔ فاخرج الطبرانی ونعیم بن حماد فی کتاب الفتن من حدیث الفتن عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی وصف الدجال قال فیمر بمکۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا میکائیل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ ویمر بالمدینۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا جبریل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ۔

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے نزول کے بعد وحی نازل ہوا کرے گی اور وحی لانا جبریل علیہ السلام کے سپرد ہے۔ لہٰذا جبریل علیہ السلام ہی عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کرتے رہیں گے۔

بعض احادیث میں ہے کہ ہر روز قیامت فرشتوں میں یا کُل مخلوق میں سب سے پہلے جبریل علیہ السلام کا حساب لیا جائے گا۔ اخرج ابن ابی حاتم عن عطاء بن السائب قال اوّل من یُحاسب جبریل لانہ کان امین اللہ الی رُسلہ واخرج ابو الشیخ عن خالد بن ابی عمران قال جبریل امین اللہ الی رسلہ واخرج ایضاً عن عبد العزیز بن عمیر قال اسم جبریل فی الملائکۃ خادم ربہ۔

جبریل علیہ السلام عموماً کسی انسان کی شکل میں نبی علیہ السلام کو نظر آتے تھے۔ زیادہ تر دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لاتے تھے۔ صرف دو مرتبہ نبی علیہ السلام نے جبریلؑ کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا ہے اور حسب تصریح علماء جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھ لینا ہمارے نبی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ وفی الخصائص الصغریٰ خصّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برؤیتہ جبریل فی صورتہ التی خلقہ اللہ علیہا ای لم یرہ احد من الانبیاء علی تلک الصورۃ الا نبیّنا علیہ السلام کذا فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۵۹ اخرج احمد وابن ابی حاتم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یر جبرئیل فی صورتہ الا مرّتین امّا واحدۃ فانہ سألہ ان یُریہ نفسہ فاراہ نفسہ فسدّ الافق واما الاُخریٰ فلیلۃ الاسراء عند السدرۃ۔ واخرج ایضاً احمد عن ابن مسعود قال رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل فی صورتہ ولہ ستمائۃ جناح کل جناح منہا قد سدّ الافق یسقط من جناحہ من التہاویل والدُّرّ والیاقوت ما اللہ بہ علیم۔ والتہاویل الاشیاء المختلفۃ الالوان ومنہا یقال ما یخرج من الریاض من الوان الزہر التہاویل۔ واخرج الطبرانی واحمد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یر جبرئیل فی صورتہ التی خلق علیہا الا مرّتین راٰہ منہبطا من السماء الی الارض سادّاً عظم خلقہ ما بین السماء والارض واخرج احمد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیتُ جبرئیل منہبطا قد ملأ ما بین السماء والارض علیہ ثیاب سندس معلّقا بہ اللؤلؤ والیاقوت واخرج ابو الشیخ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیتُ جبریل لہ ستمائۃ جناح من لؤلؤ قد نشرہا مثل ریش الطواویس۔ وفی الاحادیث واکثر ما کنتُ اراہ علی صورۃ دحیۃ الکلبی وکنت احیانا اراہ کما یری الرجل صاحبہ من وراء الغربال۔ واخرج ابن سعد والنسائی بسند صحیح عن ابن عمرؓ قال کان جبرئیل یأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صورۃ دحیۃ الکلبیؓ واخرج الطبرانی عن انس ان النبی علیہ السلام قال کان جبرئیل یاتینی علی صورۃ دحیۃ الکلبی وکان دحیۃ رجلا جمیلا

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نہایت حسین وجمیل صحابی ہیں ھو دحیۃ بن خلیفۃ بن عامر۔ قدیم الاسلام ہیں۔ بدر میں شریک نہ تھے۔ زمانۂ معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ تھے۔ وقیل کما فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۲۵۳ وکان اذا اتاہ علی صورۃ الآدمی یاتیہ بالوعد والبشارۃ اھ۔ بعض آثار میں ہے کہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ نزول وحی کے وقت حفاظت وحی کے لیے فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوتی تھی۔ ذکر ابن جریر انہ ما نزل جبریل بوحی قط الا ونزل معہ من الملائکۃ حفظۃ یحیطون بہ وبالنبی الذی یوحی الیہ یطردون الشیاطین عنھما لئلا یسمعوا ما یبلغہ جبریل الی ذلک النبی من الغیب الذی یوحیہ الیہ فیبلغوہ الی اولیائہم۔ ھذا واللہ اعلم۔

عزرائیل علیہ السلام۔ اگرچہ تفسیر بیضاوی حصہ اول میں عزرائیل علیہ السلام مذکور نہیں ہیں مگر جبریل ومیکائیل کی مناسبت کے پیش نظر ہم ان کے احوال تبعًا یہاں پر ذکر کر رہے ہیں۔ عزرائیل علیہ السلام ارواحِ حیوانات نکالنے پر مؤکل ہیں۔ اس واسطے انھیں ملک الموت بھی کہا جاتا ہے۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ عزرائیل فی سماء الدنیا وخلق اللہ رجلیہ فی تخوم الارضین ورأسہ فی السماء العلیا ووجھہ مقابل اللوح المحفوظ ولہ اعوان بعدد من یموت لا یقبض روح مخلوق الا بعد ان یستوفی رزقہ وینقضی اجلہ۔ قبضِ ارواح میں فرشتوں کی ایک بڑی جماعت عزرائیل علیہ السلام کی معاون ہے قال اللہ تعالیٰ قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم وقال تعالیٰ حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا وھم لا یفرطون۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنھما توفتہ رسلنا ای اعوان ملک الموت من الملائکۃ۔

ملک الموت عظیم القدر جلیل الشان فرشتہ ہیں ان کے بعض احوال وامور جو ان کے سپرد ہیں کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ قبض ارواح اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کیا ہے اور وہ قبض ارواح والی جماعتِ ملائکہ کے امیر ہیں۔ اخرج ابو الشیخ فی کتاب العظمۃ عن وھب بن منبہ قال ان الملائکۃ الذین یأتون الناس ھم الذین یتوفونھم ویکتبون لھم آجالھم فاذا توافوا النفس دفعوھا الی ملک الموت وھو کالعاقب یعنی العشار الذی یؤدی الیہ من تحتہ۔

۲۔ آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت زمین کے مختلف خطوں سے سرخ۔ سفید۔ سیاہ۔ نرم اور سخت وغیرہ مختلف الالوان والانواع مٹی لانے والے عزرائیل علیہ السلام ہی تھے۔ اخرج ابن ابی حاتم عن ابی ھریرۃ قال لما اراد اللہ ان یخلق آدم بعث ملکا من حملۃ العرش یاتی بتراب من الارض فلما ھوی لیأخذ قالت الارض اسألک بالذی ارسلک ان لا تأخذ الیوم منی شیئا

یکون للنار منه نصیب غدا فترکها فلما رجع الی ربه قال ما منعك ان تأتی بما امرتك قال سألتنی بك فعظمت ان ارد شیئا سألنی بك فارسل آخر فقال مثل ذلك حتی ارسلهم کلهم فأرسل ملك الموت فقالت له مثل ذلك فقال ان الذی ارسلنی احق بالطاعة منك فاخذ من وجه الارض کلها من طیبها وخبیثها فجاء به الی ربه فصب علیه من ماء الجنة فصار حمأ مسنونا فخلق منه آدم۔ و اخرج ابو حذیفة اسحٰق بن بشر فی کتاب المبتدا عن ابن اسحٰق عن الزهری نحوه وسمی الملك المرسل اولا اسرافیل والثانی میکائیل۔ واخرج ابن عساکر من طریق السدی عن ابی مالك وعن ابی صالح عن ابن عباس وعن مرة عن ابن مسعود وناس من الصحابة وسمی المرسل اولا جبریل والثانی میکائیل واخرج ابن عساکر ایضا عن یحیی بن خالد نحوه وسمی الاول جبریل والثانی میکائیل وقال فی آخره فسماه ملك الموت ووکله بالموت۔

۳۔ کسی انسان کی موت پر جب اس کے گھر والے روتے ہیں اور اظہارِ غم کرتے ہیں تو عزرائیل علیہ السلام اس گھر والوں سے خطاب فرماتے ہیں کہ اس انسان کی روح قبض کرنے میں ہم نے کوئی جرم نہیں کیا اس کی اجل اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔ اے غم کرنے والو صبر کرنے پر تمھیں ثواب ملے گا صبر کرو اور اپنی زندگی خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کی طاعت میں لگا دو۔ خبردار! ہمیں اس گھر میں قبضِ ارواح کے لیے بار بار آنا ہے۔ ہم اللہ تعالےٰ کی اجازت کے بغیر ایک مچھر کی روح بھی قبض نہیں کر سکتے۔

۴۔ جو لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں بوقتِ موت ملک الموت ان سے شیطان کو بھگا دیتے ہیں۔

۵۔ عزرائیل علیہ السلام ہر شخص سے دن رات میں ایک بار ملاقات کرتے ہیں۔

۶۔ ہر گھر میں روزانہ تین بار احوال معلوم کرنے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ بعض آثار میں زیادہ کا ذکر ہے۔ واخرج الطبرانی فی الکبیر وابو نعیم وابن مندہ کلاهما فی الصحابة من طریق جعفر بن محمد عن ابیه عن الحرث بن المخزوج عن ابیه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ونظر الی ملك الموت عند رأس رجل من الانصار فقال یا ملك الموت ارفق بصاحبی فانه مؤمن فقال ملك الموت طب نفسا وقر عینا واعلم أنی بکل مؤمن رفیق واعلم یا محمد انی لاقبض روح ابن آدم فاذا صرخ صارخ قمت فی الدار معی روحه فقلت ما هذا الصارخ والله ما ظلمناه ولا سبقنا اجله ولا استعجلنا قدره وما لنا فی قبضه من ذنب فان ترضوا لما صنع الله تؤجروا وان تسخطوا تأثموا وتؤزروا وان لنا عندکم عودة بعد عودة فالحذر الحذر ما من اهل بیت شعر ولا مدر ولا فاجر سهل ولا جبل الا أنا اتصفحهم فی کل یوم ولیلة حتی لأنا أعرف بصغیرهم وکبیرهم منهم بانفسهم والله لو اردت أن اقبض روح

بعوضة ما قدرت على ذلك حتى يكون الله هو يأذن بقبضها قال جعفر بن محمد بلغنى انه انما يتصفحهم عند مواقيت الصلاة فاذا نظر عند الموت فان كان ممن يحافظ على الصلوات الخمس نامنه الملك و طرد عنه الشيطان ويلقنه الملك لا اله الا الله محمد رسول الله فى ذلك الحال العظيم واخرجه ابن ابى حاتم فى تفسيره وابو الشيخ فى العظمة عن جعفر بن محمد عن ابيه مرفوعا مفصلا واخرج ابن ابى الدنيا و ابو الشيخ عن الحسن قال ما من يوم الا وملك الموت يتصفح فى كل بيت ثلاث مرات فمن وجده منهم قد استوفى رزقه وانقضى اجله قبض روحه فاذا قبض روحه اقبل اهله برنة وبكاء فيأخذ ملك الموت بعضادتى الباب فيقول مالى اليكم من ذنب وانى لمأمور والله ما اكلت له رزقا ولا افنيت له عمرا و لا انتقصت له اجلا وان لى فيكم لعودة ثم عودة حتى لا ابقى منكم احدا قال الحسن فوالله لو يرون مقامه يسمعون كلامه لذهلوا عن ميتهم ولبكوا على انفسهم۔

۷۔ نیک انسان۔ صالح۔ سخی کے ساتھ بوقتِ موت عزرائیل علیہ السلام نرمی وخوش اخلاقی کا برتاؤ کرتے ہیں اور برے انسان کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

۸۔ روح قبض کرتے وقت نیک شخص کے سامنے اچھی شکل اور حسین صورت میں آتے ہیں اور بد کردار کے سامنے خوفناک شکل میں آتے ہیں۔ واخرج المروزى فى الجنائز عن سليم بن عطية قال دخل سلمان على صديق له يعوده وهو بالموت فقال يا ملك الموت ارفق به فانه مؤمن فتكلم الرجل وقال انه يقول انى بكل مؤمن رفيق۔ واخرج الزبير بن بكار وابن عساكر من طرق عن حميد بن ميمون عن ابيه قال كنت فيمن حضر المطلب بن عبد الله بن حنطب بمنبج وهو يجود بنفسه ولقى من الموت شدة فقال رجل ممن حضر وهو فى غشيته اللهم هون عليه فانه كان وكان يثنى عليه فافاق فقال من المتكلم فقالوا فلان فقال فان ملك الموت يقول لك انى بكل مؤمن حفى رفيق ثم مات فى الحال واخرج ابن ابى الدنيا عن عبيد بن عمير قال بينما ابراهيم صلوات الله على نبينا وعليه يوما فى داره اذ دخل عليه رجل حسن الشارة فقال يا عبد الله من ادخلك دارى فقال ادخلنيها ربها قال ربها احق بها فمن انت قال ملك الموت قال لقد نعت لى منك اشياء ما اراها فيك قال فأدبر فادبر فاذا عينون مقبلة وعينون مدبرة واذا كل شعرة منه كأنها السنان قائم فتعوذ ابراهيم عليه السلام من ذلك وقال عد الى الصورة الاولى قال يا ابراهيم ان الله اذا بعثنى الى من يحب لقاءه بعثنى فى الصورة التى رأيت اولا الشارة بشين معجمة وراء خفيفة الهيئة۔

واخرج عن وهب قال ان ابراهيم صلوات الله عليه رأى فى بيته رجلا فقال من انت ؟ قال انا ملك الموت قال ابراهيم ان كنت صادقا فأرنى منك آية اعرف انك ملك الموت قال له

ملك الموت اعرض بوجهك فاعرض ثم نظر فأراه الصورة التي يقبض بها المؤمنين قال فرأى من النور و البهاء شيئا لا يعلمه الا الله ثم قال اعرض بوجهك فاعرض ثم نظر فأراه الصورة التي يقبض بها الكفار و الفجار فرعب ابراهيم رعبا شديدا حتى ارتعدت فرائصه و الصق بطنه بالارض وكادت نفسه ان تخرج - واخرج عن ابن مسعود وابن عباس معا قالا لما اتخذ الله ابراهيم خليلا سأل ملك الموت ربه ان يأذن له ان يبشره بذلك فأذن له فجاء ابراهيم فبشره فقال الحمد لله ثم قال يا ملك الموت ارني كيف تقبض انفاس الكفار قال يا ابراهيم لا تطيق ذلك قال بلى قال اعرض فاعرض ثم نظر فاذا برجل اسود تنال رأسه السماء يخرج من فيه لهب النار ليس من شعرة في جسده الا في صورة رجل يخرج من فيه ومسامعه لهب النار فغشي على ابراهيم ثم افاق وقد تحول ملك الموت في الصورة الاولى فقال يا ملك الموت لو لم يلق الكافر من البلاء والحزن الا صورتك لكفاه فأرني كيف تقبض انفاس المؤمنين قال اعرض فاعرض ثم التفت فاذا هو برجل شاب احسن الناس وجها واطيبهم ريحا في ثياب بيض فقال يا ملك الموت لو لم ير المؤمن عند الموت من قرة العين والكرامة الا صورتك هذه لكان يكفيه -

۹- بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ارواح خود عزرائیل علیہ السلام قبض فرماتے ہیں اور بعض روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے معاونین ارواح قبض کرتے ہیں البتہ ان کے امیر عزرائیل علیہ السلام ہیں۔

۱۰- ساری زمین ملک الموت کے سامنے ہتیلی کی طرح یا دسترخوان کے مانند یا طشت و طباق کے مانند ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کے لیے طویل مسافتیں قریب کر دی ہیں۔

۱۱- بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کی اجل آن پہنچتی ہے تو عزرائیل علیہ السلام کو قبضِ روح کا امر ہوتا ہے۔ اور بعض آثار میں ہے کہ اس وقت عرش سے آپ کے پاس اس شخص کی روح قبض کرنے کی ایک پرچی (رقعہ) آجاتی ہے جس سے آپ کو اس کی زندگی ختم ہونے کا پتہ چل جاتا ہے۔ اخرج ابو الشیخ عن الحکم بن عتیبة قال الدنیا بین یدی ملك الموت بمنزلة الطست بین یدی الرجل واخرج ابن ابی الدنیا و ابو الشیخ عن اشعث بن سلیم قال سأل ابراهیم صلوات الله علیه ملك الموت واسمه عزرائیل وله عینان فی وجهه وعینان فی قفاه فقال یا ملك الموت ماذا تصنع اذا كانت نفس بالمشرق و نفس بالمغرب ووقع الوباء بأرض والتقى الزحفان كيف تصنع قال ادعو الارواح باذن الله فتكون بين اصبعي هاتين قال ودحيت له الارض فتركت كالطست يتناول منها حيث شاء واخرج ابن ابی الدنیا من طریق الحسن بن عمارة عن الحكم ان يعقوب عليه السلام

قال لملك الموت ما من نفس منفوسة الا وانت تقبض روحها قال نعم قال فكيف وانت عندی ههنا والانفس فی اطراف الارض قال ان الله سخر لی الدنیا فهی کالطست یوضع قدام احدکم فیتناول من اطرافها ماشاء کذلك الدنیا عندی۔

واخرج الدینوری فی المجالسة عن ابی قیس الازدی قال قیل لملك الموت کیف تقبض الارواح قال ادعوها فتجیبنی۔ واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ وابو نعیم عن شهر بن حوشب قال ملك الموت جالس والدنیا بین رکبتیه واللوح الذی فیه اجال بنی آدم بین یدیه بین یدیه ملائکة قیام وهو یعرض اللوح لا یطرف فاذا اتی علی اجل عبد قال اقبضوا هذا واخرج ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن ابن عباس انه سئل عن نفسین اتفق موتهما فی طرفة عین واحد بالمشرق وواحد بالمغرب کیف قدرة ملك الموت علیهما قال ما قدرة ملك الموت علی اهل المشارق والمغارب والظلمات والهوی والبحور الا کرجل بین یدیه مائدة یتناول من ایها شاء۔ واخرج جویبر فی تفسیره عن الکلبی عن مجاهد عن ابن عباس قال ملك الموت الذی یتوفی الانفس کلها وقد سلط علی ما فی الارض کما سلط احدکم علی ما فی راحته ومعه ملائکة من ملائکة الرحمة وملائکة من ملائکة العذاب فاذا توفی نفسا طیبة دفعها الی ملائکة الرحمة واذا توفی نفسا خبیثة دفعها الی ملائکة العذاب۔

واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن ابی المثنی الحمصی قال ان الدنیا سهلها وجبلها بین فخذی ملك الموت ومعه ملائکة الرحمة وملائکة العذاب فیقبض الارواح فیعطی هؤلاء لهؤلاء وهؤلاء لهؤلاء یعنی ملائکة الرحمة وملائکة العذاب قیل فاذا کانت وقعة وکان السیف مثل البرق قال یدعوها فتاتیه الانفس۔ واخرج ابن ابی حاتم عن زهیر بن محمد قال قیل یا رسول الله ملك الموت واحد والزحفان یلتقیان من المشرق والمغرب وما بین ذلك من السقط والهلاك فقال ان الله حوی الدنیا لملك الموت حتی جعلها کالطست بین یدی احدکم فهل یفوته منها شئ۔ واخرج ابن ابی شیبة فی المصنف قال حدثنا عبد الله بن نمیر عن الاعمش عن خیثمة قال اتی ملك الموت سلیمان بن داود وکان له صدیقا فقال له سلیمان مالك تأتی اهل البیت فتقبضهم جمیعا وتدع اهل البیت الی جنبهم لا تقبض منهم احدا قال لا اعلم بما اقبض منها انما اکون تحت العرش فتلقی الی صکاك فیها اسماء۔

مذکورہ صدر حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے پاس عرش الٰہی سے ہر شخص کے نام کی پرچی (صکاك) پہنچتی ہے۔ واخرج احمد فی الزهد وابن ابی الدنیا عن عمر قال بلغنا ان ملك الموت لا یعلم متی یحضر اجل الانسان حتی یؤمر بقبضه۔

۱۲۔ احادیث میں ہے کہ عزرائیل علیہ السلام قبض روح کے لیے کسی کے پاس آنے کی اجازت نہیں لیتے۔ صرف ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس قبض روح کی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تھی اخرج الطبرانی عن الحسین ان جبریل هبط علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم موته فقال کیف تجدك قال اجدنی یاجبریل مغموما واجدنی مکروبا فاستاذن ملك الموت علی الباب فقال جبریل یا محمد هذا ملك الموت یستأذن علیك ما استأذن علی آدمی قبلك ولا یستأذن علی آدمی بعدك قال ائذن له فأذن له فاقبل حتی وقف بین یدیه فقال ان اللہ ارسلنی الیك وامرنی ان اطیعك ان امرتنی ان اقبض نفسك قبضتها وان کرهت ترکتها قال وتفعل یا ملك الموت قال نعم بذلك امرت فقال له یاجبریل ان اللہ قد اشتاق الی لقائك فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امض لما امرت به۔

۱۳۔ پہلے زمانے میں قبضِ روح کے لیے عزرائیل علیہ السلام کسی شکل میں ظاہر ہو کر تشریف لاتے تھے۔

۱۴۔ نیز امراض کے بغیر کسی تندرست انسان کے سامنے آکر اس کی جان لیتے تھے تو لوگ ملک الموت کو برا بھلا کہتے تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے انھیں خفیہ طور پر روح قبض کرنے کا حکم دیا اور لوگوں پر امراض مسلط کیے۔ چنانچہ ان کی توجہ عزرائیل علیہ السلام پر طعن و تشنیع کرنے کی بجائے امراض کے علاج کی طرف ہوگئی۔ اخرج المروزی وابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن ابی الشعثاء جابر بن زید ان ملك الموت کان یقبض الارواح بغیر وجع فنسبه الناس ولعنوه فشکا الی ربه فوضع اللہ الاوجاع ونسی ملك الموت یقال مات فلان بوجع کذا وکذا۔ واخرج ابو نعیم عن الاعمش قال کان ملك الموت یظهر للناس فیأتی الرجل فیقول اقض حاجتك فانی اریدان اقبض روحك فشکا فانزل الداء وجعل الموت خفیة۔ واخرج احمد والبزار والحاکم وصححه عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کان ملك الموت یأتی الناس عیانا فاتی موسی فلطمه ففقأ عینه فأتی ربه فقال یارب عبدك موسی فقأ عینی ولولا کرامته علیك لشققت علیه قال له اذهب الی عبدی فقل له فلیضع یده علی جلد ثور فله بکل شعرة واریت یده سنة فاتاه فقال مابعد هذا قال الموت قال فالآن قال فشمه فقبض روحه ورد اللہ الیه عینه فکان یأتی بعد ذلك الناس خفیة۔ واخرج ابو حذیفة اسحٰق بن بشر فی کتاب الشدائد بسنده عن ابن عمر قال قال ملك الموت یارب ان عبدك ابراهیم جزع من الموت فقال له قل له الخلیل اذا طال به العهد من خلیله اشتاق الیه فبلغه فقال نعم یارب قد اشتقت الی لقائك فاعطاه ریحانة فشمها فقبض فیها روحه۔ واخرج ابو الشیخ عن محمد بن المنکدر ان ملك الموت قال لابراهیم علیه السلام ان ربی امرنی

ان اقبض نفسك بأيسر ما قبضت نفس مؤمن قال فانا اسألك بحق الذی ارسلك ان تراجعنی فقال ان خليلك سألنی ان اراجعك فيه فقال ائته وقل له ان ربك يقول ان الخليل يحب لقاء خليله فأتاه فقال امض لما امرت به قال يا ابراهيم هل شربت شرابا قط قال لا قال فاستنكهه فقبض نفسه على ذلك۔

۱۵۔ کئی بار آپ ایسے شخص کی روح قبض کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچتے ہیں جب کہ وہ شخص غفلت سے ہنستا ہو تو آپ فرماتے ہیں تعجب ہے یہ ہنس رہا ہے اور میں اس کی جان لینے پر مامور ہوں۔ اخرج ابو الفضل الطوسی فی کتاب عیون الاخبار بسندہ من طریق ابراهيم وابن النجار فی تاریخ بغداد من طریق ابن هدبة عن انس مرفوعا ان ملك الموت لينظر فی وجوه العباد فی كل يوم سبعين نظرة فاذا ضحك العبد الذی بعث اليه يقول واعجبا بعثت اليه لاقبض۔

۱۶۔ انسان کے علاوہ حیوانات کی کیفیت موت میں آثار و احادیث مختلفہ وارد ہیں بعض آثار میں ہے کہ ان کی روح قبض کرنا ملک الموت کے سپرد نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی کا مدار ذکر اللہ و تسبیح پر ہے جب وہ تسبیح سے غافل ہو جاتے ہیں تو ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ روح انسانی کے اکرام کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس کا قبض کرنا ملک الموت کے ذمہ لگایا۔ اور بعض آثار میں ہے کہ ملک الموت اور ان کے معاونین ملائکہ ہی حیوانات کی روح نکالتے ہیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ارواح انسانیہ کا قبض ملک الموت کے سپرد ہے اور تین فرشتے اور ہیں جن میں سے ایک کے سپرد شیاطین کی ارواح نکالنا ہے۔ اور ایک کے ذمے جنات کی ارواح قبض کرنا ہے اور ایک کے سپرد پرندوں، درندوں چیونٹیوں وغیرہ وغیرہ حشرات و حیوانات کی ارواح قبض کرنا ہے۔ یہ کل چار فرشتے ہیں، البتہ ملک الموت ان کے امیر ہیں۔

۱۷۔ نفخ صور کے وقت تمام فرشتوں کی روحیں ملک الموت ہی قبض فرمائیں گے۔

۱۸۔ شہداء بحر کی روحیں بلا واسطہ خود اللہ تعالیٰ قبض فرماتے ہیں۔ اس بات میں ان شہداء کا اکرام و احترام مقصود ہے۔ اخرج ابو الشيخ والعقيلی فی الضعفاء والديلمی عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اجال البهائم وخشاش الارض كلها فی التسبيح فاذا انقضى تسبيحها قبض الله ارواحها وليس الى ملك الموت من ذلك شئ وله طريق آخر اخرجه الخطيب فی الرواة عن مالك من حديث ابن عمر مثله قال ابن عطية والقرطبی وكان معنى ذلك ان الله يعدم حياتها بلا مباشرة ملك الموت واما الادمی فشرف بان خلق الله له ملكا واعوانا وجعل قبض روحه وانسلالها من جسده على يده لكن اخرج الخطيب فی الرواة عن مالك عن سليمان بن معمر الكلابی قال حضرت مالك بن انس و سأله رجل عن البراغيث أملك الموت يقبض ارواحها فأطرق طويلا ثم قال ألها نفس قال نعم فقال

فان ملك الموت يقبض ارواحها ثم قال الله يتوفى الانفس حين موتها۔

ثم رأيت جويبرا اخرج فی تفسيره عن الضحاك عن ابن عباس قال وكل ملك الموت بقبض ارواح الآدميين فهو الذی يقبض ارواحهم وملك فی الجن وملك فی الشياطين وملك فی الطير والوحوش والسباع والخشاش والحيتان والنمل فهم اربعة املاك والملائكة يموتون فی الصعقة الاولی وان ملك الموت يلی قبض ارواحهم ثم يموت واما الشهداء فی البحر فان الله يلی قبض ارواحهم لا يكل ذلك الی ملك الموت لكرامتهم عليه حيث ركبوا لجج البحر فی سبيله وجويبر ضعيف جدا والضحاك عن ابن عباس منقطع ولآخره شاهد مرفوع۔ واخرج ابن ماجة عن ابی امامة سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول ان الله وكل ملك الموت بقبض الارواح الا شهداء البحر فان الله يتولی قبض ارواحهم واخرج ابن ابی شيبة فی المصنف عن عبد الله بن عيسی قال كان فيمن كان قبلكم رجل عبد الله اربعين سنة فی البر ثم قال يا رب قد اشتقت ان اعبدك فی البحر فأتی قوما فاستحملهم فحملوه وجرت بهم سفينتهم ما شاء الله ان تجری ثم وقفت فاذا شجرة فی ناحية الماء فقال ضعونی علی هذه الشجرة فوضعوه وجرت بهم سفينتهم فاراد ملك ان يعرج الی السماء فتكلم بكلامه الذی كان يعرج به فلم يقدر علی ذلك فعلم ان ذلك لخطيئة كانت منه فأتی صاحب الشجرة فسأله ان يشفع له الی ربه فصلی ودعا للملك وطلب الی ربه ان يكون هو الذی يقبض نفسه ليكون اهون عليه من ملك الموت فأتاه حين حضر اجله فقال انی طلبت الی ربی ان يشفعنی فيك كما شفعك فی وأن أتبض نفسك فمن حيث شئت قبضتها فسجد سجدة فخرجت من عينه دمعة فمات۔

۱۹۔ ملک الموت پر کثرت سے صلاۃ وسلام پڑھنے سے وہ بوقت نزع روح نرم برتاؤ فرماتے ہیں۔

اخرج ابن عساكر فی تاريخه عن ابی زرعة قال قال لی نجيب بن ابی عبيد البزی رأيت ملك الموت فی النوم وهو يقول قل لأبيك يصلی علی حتی ارفق به عند قبض روحه فحدثت ابی بما رأيت فقال يا بنی لا نابملك الموت أنس منّی بأمّك واخرج ابن عساكر من طريق زيد بن اسلم عن ابيه قال ذكرت حديثا رواه ابن عمر عن النبی صلی الله عليه وسلم ما حق امرئ مسلم يبيت ثلاث ليال الا ووصيته مكتوبة عند رأسه فدعوت بدوات وقرطاس لاكتب وصيتی وغلبنی النوم فنمت ولم اكتبها فبينا انا نائم اذ دخل داخل ابيض الثياب حسن الوجه طيب الرائحة فقلت يا هذا من ادخلك داری قال ادخلنيها ربها قلت من انت قال ملك الموت فرهبت منه فقال لا ترهب انی لم اومر بقبض روحك قلت فاكتب لی اذا براءة من النار قال هات دواة وقرطاسا فمدت يدی الی الدواة والقرطاس الذی

نمت عنه وهو عند رأسی فناولته فکتب بسم الله الرحمن الرحیم استغفر الله استغفر الله حتی ملأ ظهر الکاغد وبطنه ثم ناولنیه وقال هذا براءتك رحمك الله وانتبهت فزعا ودعوت بالسراج فنظرت فاذا القرطاس الذی نمت وهو عند رأسی مکتوب بظهره وبطنه استغفر الله هذا والله اعلم۔

اسرافیل علیہ السلام۔ یہ جلیل القدر فرشتہ ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام ملائکہ مقربین میں سے اور مؤکل بہ نفخ صور ہیں۔ افضل ملائکہ یہ چار فرشتے ہیں اسرافیل۔ جبرئیل۔ میکائیل۔ عزرائیل کما اخرج ابو الشیخ عن عکرمۃ بن خالد ان رجلا قال یا رسول الله ای الملائکۃ اکرم الله؟ فقال جبریل ومیکائیل واسرافیل وملك الموت۔ فامّا جبریل فصاحب الحرب وصاحب المرسلین و امّا میکائیل فصاحب کل قطرۃ تسقط وکل ورقۃ تنبت و امّا ملك الموت فهو مؤکل بقبض روح کل عبد فی برّ او بحر واما اسرافیل فامین الله بینه وبینهم۔

اسرافیل علیہ السلام کا مقام قرب عند اللہ بمنزلہ حاجب (دربان) ہے کما اخرج ابو الشیخ عن خالد بن ابی عمران قال جبریل امین الله الی رسله ومیکائیل یتلقی الکتب واسرافیل بمنزلۃ الحاجب کذا ذکر الحافظ السیوطی فی الحاوی ج ۲ ص ۱۶۴۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نزول وحی کی اطلاع اسرافیل علیہ السلام کو دی جاتی ہے بعدہ جبریل علیہ السلام کو وحی نازل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ قال السیوطی رحمہ الله فی الحاوی اخرج ابن ابی زمنین فی کتاب السنۃ عن کعب قال اذا اراد الله ان یوحی امرا جاء اللوح المحفوظ حتی یصفق جبهۃ اسرافیل فیرفع رأسه فینظر فاذا الامر مکتوب فینادی جبریل فیلبیه فیقول امرت بکذا امرت بکذا فیهبط جبریل علی النبی صلی الله علیه وسلم فیوحی الیه۔ واخرج ابو الشیخ عن ابی بکر الهذلی قال اذا امر الله بالامر تدلت الالواح علی اسرافیل بما فیها من امر الله فینظر فیها اسرافیل ثم ینادی جبریل فیجیبه وذکر نحوه۔ واخرج ابو الشیخ ایضا عن ابی سنان قال اللوح المحفوظ معلق بالعرش فاذا اراد الله ان یوحی بشئ کتب فی اللوح فیجئ اللوح حتی یقرع جبهۃ اسرافیل فینظر فیه فان کان الی اهل السماء دفعه الی میکائیل وان کان الی اهل الارض دفعه الی جبریل فاوّل ما یحاسب یوم القیامۃ اللوح یدعی به تُرعد فرائصه فیقال له هل بلّغت؟ فیقول نعم فیقول من یشهد لك؟ فیقول اسرافیل فیُدعی اسرافیل تُرعد فرائصه فیقال له هل بلّغك اللوح؟ فاذا قال نعم قال اللوح الحمد لله الذی نجّانی من سوء الحساب ثم کذلك۔ واخرج ابو الشیخ عن وهیب بن الورد قال اذا کان یوم القیامۃ دُعی اسرافیل تُرعد فرائصه فیقال ماصنعت فیما ادّی

الیك اللوح ؟ فیقول بلّغتُ جبریل فیدعی جبریل تُرعَد فرائصُه فیقال ما صنعتَ فیما بلّغك اسرافیل ؟ فیقول بلّغتُ الرسلَ فیؤتی بالرسل فیقال ما صَنَعتم فیما أدّی الیکم جبریل؟ فیقولون بلّغنا الناسَ فهو قوله تعالیٰ فلنسألنّ الذین أُرسِل الیهم ولنسألنّ المرسلین۔

واخرج ابن المبارك فی الزهد عن ابن ابی جبلة بسنده قال اوّل من یدعی یوم القیامة اسرافیل فیقول الله هل بلّغت عهدی ؟ فیقول نعم ربِّ قد بلّغت جبریل فیدعی جبریل فیقال هل بلّغك اسرافیل عهدی ؟ فیقول نعم فیخلی عن اسرافیل فیقول لجبریل ما صنعتَ فی عهدی ؟ فیقول یا ربِّ بلّغتُ الرسل فیدعی الرسل فیقال لهم هل بلّغکم جبریل عهدی ؟ فیقولون نعم فیخلی عن جبریل الحدیث۔

ان آثار سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام تک وحی پہنچانا جبریل علیہ السلام کے ساتھ مختص ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے وحی بذریعہ اسرافیل علیہ السلام ہی حاصل کرتے ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فترت کے تین سال میں اسرافیل علیہ السلام ہی نبی علیہ السلام کے ساتھ رہے کما فصّلنا فی احوال جبریل علیہ السلام فراجعها۔ لیکن بعض آثار مرفوعہ میں ہے کہ اسرافیل علیہ السلام صرف مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دو بار تشریف لائے تھے۔ اخرج الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لقد هَبَط علیّ مَلَك من السماء ما هبط علی نبیّ قبلی ولا یهبط علی احدٍ بعدی وهو اسرافیل فقال انا رسول اللہ الیك اَمَرنی ان اُخیرك إن شئتَ نبیًّا عبدًا وان شئتَ نبیًّا مَلِکًا فنظرتُ الی جبریل فأومأ الیّ أن تواضع فلو انّی قلتُ نبیًّا مَلِکًا لسارت الجبال معی ذهبًا۔

عورتوں کے ارحام میں بچوں کی صورتوں و اشکال پر اسرافیل علیہ السلام اور ان کے معاون فرشتے موکّل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی مُصوِّر و خالق کل اشیاء ہیں۔ لیکن عالم الاسباب میں اللہ تعالیٰ نے بعض امور کی نگرانی فرشتوں کے ذمہ لگائی ہے۔ قال الشیخ العارف باللہ الامام الشعرانی رحمہ اللہ فی الیواقیت ج ۱ ص ۱۱۸ ان قلتَ فهل الملائکة الموکّلون بالارواح الذین یتولّون تصویر الاجنّة هم اعوان عزرائیل واسرافیل ؟ فالجواب هم اعوان اسرافیل علیہ السلام الموکّل بالصُّوَر رواقًا اسرافیل علیہ السلام فانما هو ناظرٌ الی صور الخلیقة المصوّرة تحت العرش فان فی الحدیث ان لکل ما خلق اللہ تعالیٰ صورة مخصوصة فی ساق العرش اظهرها اللہ تعالیٰ قبل تکوینهم ثم انه لصوّر بنی آدم تشابهٌ وتشاکلٌ فی الخلیقة لانهم علی صورة ابیهم آدم وآدم هو کذلك فی الصور التی تحت العرش۔

و الیه الاشارة بقوله صلی الله علیه وسلم ان الله خلق آدم علی صورته وفی روایة علی صورة الرحمن ومعناه الصورة التی صوّرها الرحمن فی العرش او اللوح قبل خلق آدم علیه السلام فان الحق تعالی لا صورة له لمباینته لجمیع خلقه فافهم۔

فعلم ان اسرافیل ناظر الی الصور المنقوشة فی العرش وملك الارواح عند تصویر الجنین ناظر الی اسرافیل وتلك الصور کلها حکایة عما فی علمه الازلی سبحانه وتعالی فیأخذ اسرافیل تلك الصور المختصة المسماة عند الله لتلك الذرة المخلقة المربأة ثم یلقیها الی ملك الارحام وملك الارحام یلقیها الی الجنین فی الرحم فیصوّره بتلك الصور المعیّنة والقاء الصورة انما یکون بالقاء نسختها التی تلیق بها۔

وانما اضاف تعالی التصویر فی الارحام الیه بقوله هو الذی یصوّرکم فی الارحام کیف یشاء لان هذه الاسباب مُقدّرة علی قضیته علمه وتدبیره اجراءً للعادة الحسنی فهو تعالی مصوِّر للصور ومصوِّر مصوِّریها لا خالق سواه ولا مصوِّر الا هو ولذلك شدّد الوعید علی من اتخذ الاصنام انتهی۔

هذا والله اعلم۔

میکائیل علیہ السلام ۔ آیت والذین یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ میکائیل علیہ السلام موکل بالامطار والارزاق والنبات فرشتہ ہیں اخرج ابو الشیخ فی کتاب العظمة عن ابن سابط قال فی اُمّ الکتاب کل شئ هو کائن الی یوم القیامة ووُکّل به ثلاثة من الملائکة فوکّل جبریل بالکتب والوحی الی الانبیاء علیهم السلام ووکل ایضاً بالهلکات اذا اراد الله ان یهلك قوماً ووکّله بالنصر عند القتال ووکل میکائیل بالقطر والنبات ووکل ملك الموت بقبض الانفس فاذا کان یوم القیامة عارضوا بین حفظهم وبین ما کان فی امّ الکتاب فیجدونه سواء۔

طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ خروج دجال کے وقت مکہ مکرمہ کی حفاظت پر میکائیل علیہ السلام مامور ہوں گے۔ میکائیل علیہ السلام کی حفاظت کی وجہ سے دجال مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ وفی الحدیث فیمر بمکة فاذا هو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا میکائیل بعثنی الله لامنعه من حرمه۔ بعض کتب تفسیر میں ہے کہ نصف شعبان کی رات میں آنے والے سال کی قضائیں وتقادیر لکھی جاتی یا ظاہر کی جاتی ہیں اور لیلۃ القدر میں تقدیر وقضا کے دفاتر اور رجسٹر متعلقہ فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں۔ ان دفاتر میں سے نسخہ ارزاق ونباتات وامطار میکائیل علیہ السلام کے سپرد کیا جاتا ہے۔

ذکر الالوسی فی روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۲ ان ههنا ثلاثة اشیاء الاول نفس تقدیر الامور ای تعیین

مقادیرها واوقاتها وذلك فی الاول والثانی اظهار تلك المقادیر للملائكة علیهم السلام بان تكتب فی اللوح المحفوظ وذلك فی لیلة النصف من شعبان والثالث اثبات تلك المقادیر فی نسخ و تسلیمها الی اربابها من المدبرات فتدفع نسخة الارزاق والنبات والامطار الی میكائیل علیه السلام و نسخة الحروب والریاح والجنود والزلازل والصواعق والخسف الی جبریل علیه السلام ونسخة الاعمال الی اسرافیل علیه السلام ونسخة المصائب الی ملك الموت وذلك فی لیلة القدر اه۔ تمت رسالتی اعلام الكرام بحاصلها۔ هذا والله اعلم بالصواب۔

ذوالقرنین رحمہ اللہ۔ قرآن میں یہ اسم مذکور ہے۔ تفسیر ہذا میں شرح ان الذین كفروا سواء علیهم الخ میں مذكور ہیں۔ قرآن مجید میں ذوالقرنین کا قصہ موجود ہے۔ انھیں اللہ تعالی نے بڑی مملکت وقوت اور ہر قسم کے اسباب دنیا نصیب فرمائے تھے۔ یاجوج و ماجوج کی سد آپنے بنوائی اس سد کے طفیل آج تک یاجوج وماجوج کے فسادات سے لوگ محفوظ ہیں۔ اس سد کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور اس میں سوراخ ہونا قیامت کی علامات میں سے ہے۔ اللہ تعالی نے ذوالقرنین کی بڑی مدح کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ مشارق ومغارب تک پہنچے اقالیم دنیا کے مالک تھے۔

اس بات پر تو سب علماء قدماء ومتاخرین کا اتفاق ہے کہ وہ بڑے صالح اور نیک تھے۔ لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا رسول یا غیر نبی ورسول۔ دونوں طرف علماء گئے ہیں بلکہ اغرب قول یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھے۔ قال ابن كثیر فی البدایة ج ۲ ص ۱۰۳ والصحیح انه كان ملكا من الملوك العادلین وقیل كان نبیا وقیل رسولا واغرب من قال ملكا من الملائكة وابن عباس رضی الله عنهما قال كان ذوالقرنین ملكا صالحا رضی الله عمله واثنی علیه فی كتابه وكان منصورا وكان الخضر وزیره وذكر الازرقی وغیره ان ذاالقرنین اسلم علی ید ابراهیم الخلیل وطاف معه بالكعبة المكرمة هو واسمعیل علیه السلام وروی ان الله سخر لذی القرنین السحاب یحمله حیث اراد۔

سبب تسمیہ بہ ذوالقرنین میں اقوال ہیں قیل لانه كان فی رأسه شبه القرنین وقال وهب كان له قرنان من نحاس فی رأسه وهذا ضعیف اولانه ملك فارس والروم فسمی به وقیل لانه بلغ قرنی الشمس غربا وشرقا وملك مابینهما من الاراضی وهذا اشبه الاقوال وهو قول الزهری وقال الحسن البصری كانت له غدیرتان من شعر یطأ فیهما فسمی ذاالقرنین۔

ذوالقرنین کے نام میں اقوال ہیں۔ (۱) ان کا نام عبداللہ بن الضحاک بن معد ہے سلسلہ قحطان تک پہنچتا ہے۔ قاله ابن عباس۔ (۲) مرزبان بن مرزبة (۳) وقیل اسمه الصعب بن ذی مراثد وهو اول التبابعة وهو الذی حكم لابراهیم فی بئر السبع ذكره السهیلی (۴) وقیل انه افریدون بن

اسفیان الذی قتل الضحاك (۵) وذکر الدارقطنی وغیرہ ان اسمہ ھرمس اوھرمیس بن قیطون بن رومی بن لنطی بن کشلوخین بن یونان بن یافث بن نوح (۶) اسکندر وقال قتادۃ اسکندر ھو ذو القرنین وابوہ اول القیاصرۃ وکان من ولد سام بن نوح علیہ السلام کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۵

سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ ذوالقرنین ساری زمین کا حکمران تھا۔ قال بلغنی انہ ملك الارض کلھا اربعۃ مؤمنان وکافران سلیمان النبی وذو القرنین ونمرود وبخت نصر وعن الحسن کان ذو القرنین ملك بعد النمرود۔

ذوالقرنین کی عمر کتنی تھی؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض اقوال تو بالکل غلط وافسانے معلوم ہوتے ہیں۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ موت کے وقت آپ کی عمر تین ہزار سال تھی۔ مگر یہ غلط قول ہے۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ ذوالقرنین ۱۶۰۰ سال تک زمین میں گھومتا رہا اور لوگوں کو دعوت توحید دیتا رہا۔

فائدہ۔ اسکندر یعنی ذوالقرنین کے نام سے دو آدمی مشہور ہیں۔ دوسرا اسکندر رومی یونانی ملک مقدونیہ ہے جس کی جنگوں کے قصے مشہور ہیں۔ اسے اسکندر اکبر و اعظم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ فلیب بادشاہ کا بیٹا اور ارسطو فلسفی کا تلمیذ تھا۔ یہ شہر بلا میں ۳۵۶ ق پیدا ہوا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد ۳۳۶ ق میں تخت نشین ہوا۔ اس نے اس زمانے کی وسیع وطاقت ور مملکت فارس سے اعلان جنگ کیا۔ ۳۳۳ ق میں دارا بادشاہ فارس کو شکست دے کر اس کی ماں بیوی اور دو بیٹیاں قیدی بنالیں۔ یہی مصر میں شہر اسکندریہ کی بنیاد رکھنے والا ہے۔ یہ بت پرست تھا۔ جنگ سے قبل بتخانوں میں جاکر بتوں سے مدد مانگتا اور انھیں خوش کرنے کے لیے نذر ونیاز پیش کرتا۔

۳۳۱ ق میں اس نے دوبارہ دارا کو آخری شکست دی اور کل بلاد فارس، مصر، شام، فلسطین، عراق کا حاکم ہوا۔ پھر اس نے دارا کی بیٹی ستاسیرا سے شادی کی پھر اس کی دوسری بیٹی روکسان سے شادی کی۔ قتل عام اور ادنیٰ بات پر خوں ریزی کرنا اور اپنے رفقاء کو قتل کر دینا اس کی عادت تھی۔ ۳۲۷ ق میں ہندستان (موجودہ پاک وہند) فتح کرنے کا عزم کیا۔ ان فتوحات میں بھی حسب سابق کسی بڑے مقابلہ تک نوبت نہ پہنچی اور لوگ خود بخود اس کی حکمرانی تسلیم کرتے رہے۔ البتہ ایک راجہ پورس (پورس) نے سخت مقابلہ کیا اور اسے شکست دینے کے بعد پنجاب کے قریب آیا بلکہ سندھ فتح کر کے پنجاب کے بھی کچھ حصے فتح کر لیے۔ آگے جانا چاہا مگر اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انھیں پتہ چلا کہ ہندستان کے ہر راجہ کے پاس بہت سے ہاتھی ہیں۔ لہٰذا جنگی

ہاتھیوں کے مقابلہ سے ڈر کر فوج نے آگے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ ۳۲۵ سنہ ق میں اسکندر فوج سمیت بڑے کر و فر سے واپس شہر بابل پہنچا اور بحری بیڑہ تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ کل عرب و افریقہ فتح کر کے تمام دنیا کو ایک ہی مملکت بنا کر وہ اس کا حکمراں بن جائے۔ لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی اور گیارہ دن بیمار رہ کر ۳۲۳ سنہ ق میں مر گیا۔ موت کے وقت اس کی عمر ۳۳ سال سے بھی کم تھی۔ بعض کی رائے میں وہ مسموم یعنی زہر سے مرا۔ ایک چھوٹا بیٹا وارث چھوڑا۔ لوگوں نے اس کے بھائی اریدیہ کو حاکم بنا دیا۔ کذا فی دائرۃ المعارف ج ۱ ص ۳۱۸ یہ وہ اسکندر ہے جو فاتح اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بڑا گمراہ و کافر و ظالم تھا بتوں کو پوجتا اور ان سے حاجات مانگتا تھا۔

شہرستانی ملل و نحل ج ۲ ص ۱۳۷ پر اسکندر رومی کے متعلق لکھتے ہیں ھو ذو القرنین الملک ولیس ھو المذکور فی القرآن بل ھو ابن فیلبوس الملک سلمہ ابوہ الی ارسطو طالیس الحکیم المقیم بمدینۃ اینیاس فاقام عندہ خمس سنین یتعلم منہ الحکمۃ والادب وقیل للاسکندر ھذا انک تعظم مؤدبک اکثر من تعظیمک والدک قال لان ابی کان سبب حیاتی الفانیۃ ومؤدبی ھو سبب حیاتی الباقیۃ اھ۔

فائدہ ۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں مذکور ذو القرنین سے یہی رومی اسکندر مراد ہے۔ امام رازیؒ نے اس قول پر متعدد اشکالات ذکر کرنے کے بعد بغیر حل اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ قال اذا کان الامر کذلک فقد ثبت ان الاسکندر کان تلمیذا لارسطو فیکون مذھب ارسطو حقا ورد علیہ العلامۃ النیسابوری بان مذھب الفلاسفۃ لیس بباطل کلہ فربما کان الاسکندر علی الحق الذی فیہ دون الباطل اھ بیضاوی و نیسابوری کی عبارات بھی اسی قول کی ترجیح پر دال ہیں۔

ہمارے خیال میں ذو القرنین و اسکندر رومی دو شخص ہیں۔ دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔

اوّلاً اس لیے کہ اسکندر رومی کے بارے میں بتواتر یہ بات منقول ہے کہ وہ کافر تھا اور بت پرست تھا۔ بوقت موت اس نے وصیت کی ان تنقل جثتہ الی معبد امون۔ کذا فی دائرۃ المعارف وغیرھا۔ معبد آمون ایک بتکدے کا نام ہے۔ وفی کتب التاریخ الموثوق بھا انہ لما دخل بابل وکان بھا الصنم المشھور باسم بعل قرب لہ قربانا علی عادتہ فی عبادۃ کل صنم یصادفہ فی فتوحاتہ اھ وفیھا ثم انہ تجبر وتمرد حتی ادعی انہ ابن الاٰلہ جو بتیر ودعا الناس الی عبادتہ اھ اور ذو القرنین جو قرآن میں مذکور ہیں وہ مؤمن تھے اور صالحین میں سے تھے۔ بعض کے نزدیک وہ نبی تھے اور بعض

علماء کی رائے میں ولی اللہ تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں الہام ہوتا تھا۔ نیز وہ ایمان باللہ اور توحید کے داعی ومبلغ تھے۔ قال اللہ تعالیٰ قلنا یا ذا القرنین امّا ان تعذّب و امّا ان تتخذ فیھم حسنا قال امّا من ظلم فسوف نعذّبہ ثم یردّ الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا و امّا من اٰمن وعمل صالحًا فلہ جزاء الحسنیٰ۔

ثانیاً۔ ذوالقرنین سدِّ یاجوج وماجوج کے بانی ہیں اور اسکندر رومی کے بارے میں کسی مؤرخ نے بناء سد کا ذکر نہیں کیا۔

ثالثاً۔ ذوالقرنین محبوب اللہ اور متقی تھے اور اسکندر رومی ظالم تھا اور تقوی سے بہت دور تھا۔ روی ابن الکواء انہ سأل علیًا رضی اللہ عنہ عن ذی القرنین فقال ھو عبد احبّ اللہ فاحبّہ وناصح اللہ فنصحہ فامرھم بتقوی اللہ تعالی فضربوہ علی قرنہ فقتلوہ ثم بعثہ اللہ فضربوہ علی قرنہ فمات۔

رابعاً۔ اسکندر رومی توسرے سے مؤمن وموحد نہ تھا جب کہ ذوالقرنین کے بارے میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے اور بعض میں ہے کہ وہ فرشتہ تھے روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سمع رجلًا یقول لاٰخر یا ذا القرنین فقال مہ ما کفاکم ان تتسمّوا باسماء الانبیاء حتی تسمّیتم باسماء الملائکۃ ذکرہ السھیلی۔ اسکندر رومی جیسے بُرے انسان کے متعلق فرشتہ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور روایت ہذا سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ تھے وعن عبداللہ بن عمرو قال کان ذوالقرنین نبیًا وروی ابن عساکر باسناد غریب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ادری اتبّع کان لعینا ام لا ولا ادری الحدود کفارات لاھلھا ام لا ولا ادری ذوالقرنین نبیٌّ ام لا۔ راجع البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۳۔

خامساً۔ اسکندر رومی کی تاریخ کا ذکر ابھی گزرا۔ اس کی موت ۳۲۳ سنہ قبل مسیح علیہ السلام میں واقع ہوئی اور ذوالقرنین کا زمانہ بہت قدیم ہے۔ بعض تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے معاصر تھے۔ ذکر الازرقی وغیرہ ان ذا القرنین اسلم علی ید ابراھیم الخلیل علیہ السلام وطاف معہ بالکعبۃ المکرمۃ ھو واسماعیل علیہ السلام۔ وفی البدایۃ ج ۲ ص ۱۰۳ ان ذا القرنین حج ماشیًا وان ابراھیم علیہ السلام لما سمع بقدومہ تلقاہ ودعالہ اھ۔

وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۹ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما لما کان ابراھیم علیہ السلام بمکۃ واقبل ذوالقرنین علیھا فلما کان بالابطح قیل لہ فی ھذہ البلدۃ ابراھیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام فقال ذوالقرنین ماینبغی لی ان ارکب فی بلدۃ فیھا ابراھیم خلیل الرحمٰن فنزل ذوالقرنین و

ومشی الی ابراهیم علیه السلام فسلّم علیه ابراهیم واعتنقه فکان هو اوّل من عانق عند السلام وفیه ایضًا ووصف ذو القرنین بالاکبر احترازا من ذی القرنین الاصغر وهو الاسکندر الیونانی فانه کان قریبًا من عیسی علیه السلام وبین عیسی وابراهیم علیهما السلام اکثر من الفی سنة وکان الاصغر کافرًا اه۔ هذا واللہ اعلم وعلمه اتمّ۔

سادسًا۔ اسکندر رومی مشہور فلسفی ارسطو یونانی کا تلمیذ تھا۔ ارسطو سے فلسفہ پڑھا اور ارسطو کی تعلیمات و آراء کا معتقد تھا۔ اور جنگوں میں اور فتوحات میں ارسطو ہی کے مشوروں پہ عمل کرتا تھا اور ارسطو کے متعدد عقائد فلسفیہ مُوجبِ کفر ہیں۔ امام غزالیؒ نے کتاب تہافت الفلاسفہ میں تصریح کی ہے کہ ارسطو کے بعض عقائد مُفضِی الی الکفر ہیں۔ ارسطو کے چند عقائد یہ ہیں۔

(۱) یہ عالم جسمانی جو آسمانوں اور عناصر اربعہ کا مجموعہ ہے قدیم ہے، مخلوق نہیں ہے۔

(۲) یہ عالم کبھی فنا نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ ازلی وابدی ہے۔ اسی وجہ سے ارسطو اور اس کے اتباع قیامت کے منکر ہیں۔

(۳) آسمانوں میں خرق والتیام یعنی ان کا پھٹنا، ان میں دروازوں یا سوراخ کا وقوع محال ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ مختار فی التخلیق نہیں ہیں بلکہ موجب ہیں۔

(۵) اللہ تعالےٰ سے بلا اختیار صرف ایک شئے یعنی عقلِ اوّل صادر ہوئی۔ فلکِ قمر سے نیچے یعنی زمین کے واقعات وامور کا خالق ارسطو کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نہیں ہیں بلکہ عقلِ اوّل ہی ان کی تخلیق کرتی ہے۔

یہ ارسطو کے چند عقائد ہیں جو یقیناً کفر ہیں اور اسکندر رومی اپنے استاذ ارسطو کے عقائد کا معتقد تھا۔ لہٰذا اسکندر رومی اسلام سے اور عقائد اسلامیہ سے کوسوں دور تھا۔ اس کے برخلاف ذو القرنین مؤمن وصالح انسان تھے۔ وہ ارسطو کے نہ تو تلمیذ تھے اور نہ ارسطو کے عقائد کے معتقد تھے۔ کیونکہ قرآن شریف ارسطوی عقائد رکھنے والے انسان کی مدح نہیں کرسکتا۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

فصل

اس فصل میں ہم چند فوائد جلیلہ وضوابط شریفہ ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ طلبہ واہل علم کے لیے یہ نہایت مفید ثابت ہوں گے۔

فائدہ۔ الدّینار۔ مثلاً مّا بعوضۃً اور فذبحوھا وماکادوا یفعلون کی تفسیر میں دینار کا ذکر اور فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم کی تفسیر میں درہم کا ذکر موجود ہے۔ دینار و درہم کی مقدار معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔ بہت سے مسائل شرعیہ ان کے اوزان معلوم کرنے پر موقوف ہیں۔ بہت سے طلبہ وعلماء کو ان کے اوزان ومقدار کا پتہ نہیں ہوتا۔ اتمام فائدہ کے لیے ہم چند دیگر اوزان شرعیہ مثل مثقال، صاع، رطل وغیرہ کا ذکر بھی مناسب سمجھتے ہیں۔

دینار۔ سب سے پہلے دینار کا وزن سُن لیں۔ دینار ومثقال دونوں کا وزن ایک ہے۔ بالفاظ دیگر یہ دو نام ہیں ایک مسمّٰی اور ایک مقدار کے لیے۔ دینار یعنی مثقال ستّر جَو کا ہوتا ہے اور یہ پورے ساڑھے چار ماشہ کا بنتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے الدینار بسنجۃ اھل الحجاز عشرون قیراطاً والقیراط خمس شعیرات فالدینار عندھم مائۃ شعیرۃ۔ فتح القدیر ج۱ ص۵۲۳۔ درمختار میں ہے الدینار عشرون قیراطاً والدرھم اربعۃ عشر قیراطاً فیکون الدرھم الشرعی سبعین شعیرۃً والمثقال مائۃ شعیرۃ۔ انتھی۔ شامی ج ۴ ص۳ وکذا فی البحر الرائق ج۲ ص۲۲۷ کتاب مصباح میں ہے الدینار عشرون قیراطاً۔ کل قیراط اثنا عشر اُرزّۃً انتھی۔ بہرحال ایک دینار یعنی مثقال کی مقدار ساڑھے چار ماشہ ہے۔

دینار سونے کا ہوتا ہے۔ سونے میں نصاب زکوٰۃ حسب تصریح کتب حدیث وکتب فقہ بیس مثقال یعنی بیس دینار ہے۔ اس بیان کے بعد اب رائج الوقت اوزان یعنی تولوں کا حساب لگانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک تولہ کی مقدار ہے بارہ ماشہ اور ایک ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے۔ پس ۲۰ مثقال تقریباً ۷ ½ تولہ کے برابر ہیں۔

درہم شرعی۔ ایک درہم کا وزن ہے ستّر جَو۔ اوزان مروّجہ میں درہم کی مقدار ہے تین ماشہ ایک رتی دو جَو۔ بعض فقہاء اس میں تھوڑا سا اختلاف بیان کرتے ہیں۔ مظاہر حق میں ہے

درہم تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوتا ہے۔

درہم چاندی کا ہوتا ہے۔ شریعت میں چاندی کا نصاب زکوٰۃ دوسو درہم ہے تو یہ تقریباً ساڑھے باون تولہ چاندی بنتا ہے۔ اس میں بھی فقہاء نے تھوڑا سا اختلاف لکھا ہے۔ مالابدمنہ ص ۹۱ پر مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں۔ نصاب زر بست مثقال است کہ ہفت ونیم تولہ باشد ونصاب سیم دوصد درہم است کہ پنجاہ وشش روپیہ سکۂ دہلی وزن آں می شود۔ بعض علماء محشین ہدایہ نے شرح کنز کے حوالہ سے نقل کیا ہے (انّ التولجۃ (تولہ) فی اصطلاحنا اثناعشر ماھجۃً (ماشہ) وکل ماھجۃ ثمانی حبّۃ وعلی ھذا یکون نصاب الفضّۃ بوزن بلادنا اثنین وخمسین تولجۃً وربع تولجۃ وستّ حبّات ونصاب الذھب بوزن بلادنا سبع تولجات ونصف تولجۃ انتہی۔ شیخ انورؒ فرماتے ہیں ؎

درہم شرعی ازیں مسکیں شنو
کہ آں سہ ماسہ ہست یک سرخہ دوجو
باز دینارے کہ دارد اعتبار
وزن آں از سہ ماسہ داں نیم وچہار

صاع۔ احناف کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور مُدّ بہر صورت صاع کے ربع کا نام ہے لہٰذا ایک مُد دو رطل کا ہوتا ہے۔ یہ صاع کوفی کہلاتا ہے۔ صاعِ کوفی دوسو ستّر ۲۷۰ تولے کا ہوتا ہے تو ایک صاع تین سیر چھے چھٹانک کا ہوا کیونکہ ایک سیر اسّی تولے کا ہوتا ہے اور ایک چھٹانک پانچ تولے کا ہوتا ہے۔

رطل۔ چونتیس تولہ اور ڈیڑھ رتی کا ہوتا ہے۔ شوافع وغیرہ کے نزدیک ایک صاع کی مقدار پانچ رطل اور ثلث رطل ہے۔ یعنی ۵ ۱/۳۔ اوزان شرعیہ کے بارے میں میرا ایک طویل فارسی منظوم ہے۔ بطور تکمیل افادہ اس کے چند اشعار یہاں پر ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ منظوم یہ ہے:۔

۱۔ وزن مثقالے کہ مے آید بکار — چار رتی آر با ماسہ چہار
۲۔ مُدّ بود دو رطل و صاع از چار مد — سیر از ہشتاد تولہ مستمد
۳۔ تولہ دوازدہ ماسہ باشد اے پسر — ہشت رتی ماسہ باشد سیر بر
۴۔ درہم شرعی ز روحانی بگو — آں سہ ماسہ یک رتی با خمس او
۵۔ یاد کن مقدارِ صاعِ ہاشمی — وزنش از ارطال باشد دو وسی

۶۔ بعد ازیں صاعِ حجازی را بداں پنج ارطال و ثلث رطل داں
۷۔ ہشت ارطال است صاعِ حنفی دو صد و ہفتاد تولہ مستوی
۸۔ شصت صیعاں یک وسق شد اے دلیر یعنی وزنش پنج من دو نیم سیر
۹۔ چار و سی تولہ و یک نیم از رتی وزن رطل آمد شنو اے مبتدی
۱۰۔ اوقیہ دہ نیم تولہ مرتسم آنکہ وزنش در کتب چہل از درم

یعنی اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے جس کی مقدار ساڑھے دس تولہ ہے۔ بطور نمونہ ہم نے یہ چند اشعار ذکر کر دیے۔

تنبیہ :۔ عند الاحناف اقلّ مہر دس درہم ہیں۔ بعض کم علم لوگ اس کا مطلب ڈھائی روپیہ پاکستانی لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک درہم چونّی کے برابر ہے۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ درہم چاندی کا ہوتا ہے جس کا وزن ہوتا ہے تین ماسہ سے کچھ زیادہ۔ جیسا کہ سطور بالا میں معلوم ہو چکا ہے پس دس درہم ڈھائی تولہ چاندی سے کچھ زیادہ بنتے ہیں اور چاندی کی قیمت ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہے۔ کئی سال قبل ایک تولہ چاندی کی قیمت ایک روپیہ تھی لہذا ایک درہم چونّی کے برابر تھا۔ مگر ہر زمانے میں یہ قیمت برقرار نہیں رہتی۔ آج کل ایک تولہ چاندی کی قیمت تقریباً ۳۵ روپے ہے۔ پس دس درہم یعنی اقلّ مہر کی مقدار ہے ۸۶ روپے پاکستانی سے کچھ زیادہ۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ۔ متعدد قبائل عرب کا ذکر تفسیر بیضاوی میں جا بجا ہوا ہے۔ لہذا یہاں پر قبائل عرب کی تفصیل ذکر کرنا طلبہ و علماء کے لیے بہت مفید و مناسب ہے۔ علامہ تاریخ زبیر بن بکارؒ کی رائے میں انسابِ طبقاتِ عرب چھ ہیں۔ علی الترتیب ان کے نام یہ ہیں :۔ (۱) شعب (۲) بعدہٗ قبیلہ (۳) بعدہٖ عمارہ (۴) بعدہ بطن (۵) بعدہ فخذ (۶) بعدہ فصیلہ۔

علامہ زین عراقیؒ نے انہیں درج ذیل دو شعروں میں منظوم کیا ہے ؎

للعرب العرباطباقٌ عِدّۃ فصّلھا الزبیر وھی ستّہ
اَعمّ ذاک الشعبُ فالقبیلہ عمارۃ بطن فخذ فصیلہ

مؤرخ علی بن برہان الدین حلبی کتاب سیرۃ النبی معروف بہ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۱ پر لکھتے ہیں :۔ فالشعب اصلُ القبائل والقبیلۃُ اصلُ العِمارۃ والعمارۃ اصلُ البُطون والبطن اصلُ الأفخاذ و الفخذ اصلُ الفصیلۃ فیقال مضر شعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقیل شعب خزیمۃ و کنانۃ قبیلتہ علیہ السلام وقریش عمارتہ علیہ السلام وقُصیّ بطنہ علیہ السلام وھاشم فخذہ علیہ السلام وبنو العباس فصیلتہ علیہ السلام اھ۔

ابن کلبی قبائل کے چھے طبقے ذکر کرتے ہیں اور فخذ و فصیلہ کے درمیان ایک اور طبقہ ذکر کیا ہے جس کا نام عشیرہ ہے والعشیرۃ رھط الرجل۔

نویری نے طبقات کے دس درجے ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) جذم۔ یہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ (۲) جماہیر (۳) شعوب (۴) قبائل (۵) عمائر (۶) بُطون (۷) اَفخاذ (۸) عشائر (۹) فصائل (۱۰) اَرہاط۔ کذا فی نہایۃ الارب۔ ج ۲ ص ۲۶۲۔

نشوان بن سعید حمیری نے قبائل کے درجات اس ترتیب سے ذکر کیے ہیں (۱) شعب (۲) قبیلہ (۳) عمارۃ (۴) بطن (۵) فخذ (۶) جِیل (۷) فصیلہ وجعل مضر مثال الشَعبِ و کنانۃ مثال القبیلۃ وقریشاً مثال العمارۃ وفھراً مثال البطن وقُصَیّاً مثال الفخذ وھاشماً مثال الجیل و اٰل العباس مثال الفصیلۃ۔ قرآن شریف میں ہے وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ قرآن میں شعوب کا ذکر مقدم ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیں المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۵۰۹ بلوغ الارب ج ۳ ص ۱۸۷ اللسان ج ۱۴ ص ۵۷ ج ۱۶ ص ۱۹۹ العقد الفرید ج ۳ ص ۲۸۳ نہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۶۲ منتخبات ص ۵۵ انسان العیون ج ۱ ص ۳۱

بعض نے شعب سے قبل جذم ذکر کیا ہے اور فصیلہ کا ذکر عشیرہ کے بعد کیا اور بعض نے عشیرہ کے بعد اُسرہ ثم عترہ کا اضافہ کیا ہے۔ بعض علماء نے ترتیب کی یہ صورت ذکر کی ہے (۱) الجذم (۲) ثم الجمھور (۳) ثم الشعب (۴) ثم القبیلۃ (۵) ثم العمارۃ (۶) ثم البطن (۷) ثم الفخذ (۸) ثم العشیرۃ (۹) ثم الفصیلۃ (۱۰) ثم الرَّھط (۱۱) ثم الاُسرۃ (۱۲) ثم العِترۃ (۱۳) ثم الدُّرّیۃ۔ کذا فی المفصّل وغیرہ۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ۔ شیخ الاسلام ایک تعظیمی لقب ہے۔ آیت واذا قالوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا کی شرح میں مذکور ہے۔ ائمہ اسلام و علماء دین میں کئی بزرگ شیخ الاسلام لقب سے ملقب تھے۔ ہمارے زمانے میں شیخ الاسلام کے لقب سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث وصدر مدرسین دار العلوم دیوبند معروف و مشہور ہیں۔ مولانا موصوف جامع کمالات ظاہریہ و باطنیہ تھے۔

قال الحافظ السخاوی فی کتاب الجواھر فی مناقب العلامۃ ابن حجر شیخ الاسلام و اطلقہ السلف علی المتبّع لکتاب اللہ وسنۃ رسولہ مع التبحّر فی العلوم من المعقول والمنقول وربّما وُصِف بہ من بلَغ درجۃ الولایۃ وقد یُوصَفُ بہ مَن طال عمرہ فی الاسلام فدخل

فى عداد من شاب شيبة فى الاسلام كانت له نورًا - ولم تكن هذه اللفظة مشهورة بين القدماء بعد الشيخين الصديق والفاروق رضى الله عنهما فانه ورد وصفهما بذلك -

وعن على رضى الله عنه فيما روى الطبرى فى الرياض النضرة عن انس رضى الله عنه ان رجلًا جاء الى على رضى الله عنه فقال يا امير المؤمنين سمعتك تقول على المنبر اللهم اصلحنى بما اصلحت به الخلفاء الراشدين المهديين فمن هم فاغرورقت عيناه واهملهما ثم قال ابو بكر وعمر اماما الهدى وشيخا الاسلام ورجلا قريش المقتدى بهما بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم - ثم اشتهر بها جماعة من علماء السلف حتى تبذلت على رأس المائة الثامنة فوصف بها من لا يحصى وصارت لقبًا لمن ولى القضاء الاكبر ولو عرى عن العلم والسن فانا لله وانا اليه راجعون انتهى -

وروى الواحدى رحمه الله تعالى ان ابن ابى رئيس المنافقين واصحابه استقبلهم نفر من الصحابة فقال لقومه انظروا كيف اردد هؤلاء السفهاء عنكم فاخذ بيد ابى بكر رضى الله عنه وقال مرحبًا بالصديق سيد بنى تيم وشيخ الاسلام وثانى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الغار الباذل نفسه وماله لرسول الله صلى الله عليه وسلم ثم اخذ بيد عمر رضى الله عنه فقال مرحبًا بسيد بنى عدى الفاروق القوى فى دينه الباذل نفسه وماله لرسول الله صلى الله عليه وسلم ثم اخذ بيد على رضى الله عنه فقال مرحبًا ابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم وختنه سيد بنى هاشم ما خلا رسول الله صلى الله عليه وسلم فنزلت واذا قوا الذين امنوا قالوا امنا الآية على ما ذكره البيضاوى رحمه الله تعالى -

ففى هذه الرواية اطلاق شيخ الاسلام على الصديق رضى الله عنه - قال الشيخ الشهاب الخفاجى فى شرح تفسير البيضاوى ج ١ ص ٣٤ شيخ الاسلام كان فى زمن الصحابة رضى الله عنهم يطلق على ابى بكر رضى الله عنه وعمر وهما الشيخان ثم قال بعد ذكر ما قال السخاوى رحمه الله تعالى قلت ثم صارت هذه اللفظة لقبًا لمن تولى منصب الفتوى وان عرى عن لباس العلم والتقوى ؎

لقد هزلت حتى بدا من هزالها كلاها وحتى سامها كل مفلس

وقال مولانا عبد الحى رحمه الله تعالى فى اواخر الفوائد البهية ص ١٠١ كان العرف على ان شيخ الاسلام يطلق على من تصدر للافتاء وحل المشكلات فيما شجر بينهم من النزاع والخصام من الفقهاء العظام والفضلاء الفخام وقد اشتهر بها من اخيار المائة الخامسة والسادسة

اعلام منهم شیخ الاسلام ابو الحسن علی السغدی وشیخ الاسلام عطاء بن حمزة السغدی وشیخ الاسلام علی بن محمد الاسبیجابی وشیخ الاسلام عبد الرشید البخاری جدّ صاحب الخلاصة وشیخ الاسلام برهان الدین المرغینانی صاحب الهدایة وشیخ الاسلام نظام الدین عمر ابن صاحب الهدایة وشیخ الاسلام محمود الاوزجندی وغیرهم کذا ذکر الکفوی فی ترجمة شیخ الاسلام محمود الاوزجندی هذا واللہ اعلم۔

فائدہ ۔ کسریٰ وقیصر کا ذکر آیت واذ نجیناکم من ال فرعون کی تفسیر میں موجود ہے۔ کسریٰ ہر بادشاہِ فارس کا لقب تھا اور قیصر ہر سلطانِ روم وشام کا لقب تھا۔ ہم یہاں پر دونوں کی کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ اوّلاً قیصر کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔ بعدہ کسریٰ کا تذکرہ پیش کیا جائے گا۔

قیل ان اوّل من سُمّی قیصر من ملوك الروم هو اغسطس والیه تنسب القیاصرة بعده وهو الذی غلب علی آخر رجل مَلَك الیونان ومصر والاسکندریة من البطالسة ملوك الیونان وهو بطلیموس الحدیدا وقد ملك ثلاثین سنة ثم ملك بعده ابنته قلبطرة وکان ملکها اثنتین وعشرین سنة وکانت لها حروب بالشام ومصر مع الثانی من ملوك الروم وهو اغسطس الی ان قتل زوجها وقتلت هی نفسها وانتهت بها ملك البطالسة علی مقدونیة وبلاد مصر من اسکندریة وغیرها قاله المسعودی فی المروج۔

وقال فی موضع آخر من هذا الکتاب وغلبت الروم علی ملك الیونانیّین وکان اول من ملك من الروم فیها ساطوحاس وهو جانیوس الاصغر بن روم بن سماحلین فکان ملکه اثنتین وعشرین سنة وقد قیل ان اول من ملك الیونانیین من ملوك الروم قیصر اسمه هالوس ابن افلیوس ثم ملك بعده اغسطس بن قیصر ستا وخمسین سنة وهذا الملك هو الاول من ملوك الروم واسمه قیصرا وهو الثانی من ملوکهم۔

وتفسیر قیصر ای شق عنه وذلك ان امّه ماتت وهی حامل به فشق بطنها فکان هذا الملك یفتخر فی وقته بان النساء لم تلده وکذلك من حدث بعده من ملوك الروم ممن کان من ولده یفتخرون بهذا الفعل وما کان من امّهم فصارت سمة لمن طرأ بعده من ملوك الروم انتهی بتصرف مروج ج ۱ ص ۱۹۲

علم من هذه العبارة ان فی اول من سمّی بقیصر قولین نقیل هو اغسطس وقیل والد اغسطس۔

وهنا قول ثالث وهو ان اول القياصرة واوّل من سمّى به قسطنطين بن قسطن بانى القسطنطينيّة وكان زمنه بعد المسيح بثلاثمائة سنة وهو اوّل مَن تنصّر من ملوك الروم كذا ذكر ابن كثير فى البداية والنهاية ج ٢ ص ١٥٠

وذكر ابن خلدون ان اوّل من سُمّى بقيصر يونش بن غايش من ملوك الروم وكان قبل ولادة المسيح عليه السلام بقليل . وهذا قول رابع .

وقيل اوّل من سمّى بقيصر اغانيوس وكان ملكه قبل اوغسطس فهذا قول خامس كما سيأتى .

وفى العمدة ج ١ ص ٥٠ ومعنى قيصر التبقير والقاف على لغتهم غير صافية وذلك ان امّه لما اتاها الطلق به ماتت فبقر بطنها عنه فخرج حيًّا وكان يفتخر بذلك لانه لم يخرج من فرج واسم قيصر فى لغتهم مشتق من القطع لان احشاء امّه قطعت حتى اخرج منها وكان شجاعًا جبّارًا مقدامًا فى الحرب انتهى .

وقيل اصل هذا الاسم جاشر فعرّبته العرب الى قيصر ولفظ جاشر مشترك عندهم فيقال للشعر . قال ابن خلدون فى تاريخه ج ٢ ص ١٩٩ فى تفصيل احوال ملوك الروم . انه خرج يونش بن غايش الى جهة الاندلس وحارب من كان بها الى ان ملك برطانيه واشبونه ورجع الى رومة واستخلف على الاندلس اكتبيان ابن اخيه يونان ثم قُتِل يونش قتله الوزراء فزحف اكتبيان ابن اخيه من الاندلس واخذ بثأر عمّه وملك الرومة وعمه يونش هو الذى تسمّى قيصر فصار سمة لملوكهم من بعده واصل هذا الاسم جاشر فعرّبته العرب الى قيصر ولفظ جاشر مشترك عندهم فيقال للشعر جاشر وزعموا ان يونش وُلِد وشعره تام يبلغ عينيه ويقال ايضًا للمشقوق جاشر وزعموا ان قيصر ماتت امّه وهى مقرب فبقر بطنها واستخرج يونش والاوّل اصحّ واقرب الى الصواب وكانت مدة ملك قيصر خمس سنين .

وولد المسيح عيسى عليه السلام لثنتين واربعين سنة خلت من ملكه وهلك قيصر لستٍّ وخمسين من ملكه وبعد خمسة آلاف ومائتين لمبدأ الخليقة آدم عليه السلام انتهى ماذكر ابن خلدون باختصار وفيه اختلاط فى طبع بعض الحروف فلا يعلم هل هذا الاسم يونس بن غايش او يولش او يونش والله اعلم .

ونقل ابن خلدون عن ابن العميد مؤرخ النصارى ان امر رومة وهى بلدة كبيرة فى الروم كان راجعًا الى الشيوخ الذين يدبّرون امرهم وكانوا ثلاثمائة وعشرين رجلًا لانهم كانوا حلفوا

ان لا يولّوا عليهم ملكًا وكانوا يقدمون واحدًا منهم ويسمونه الشيخ وانتهى تدبيرهم الى اغانيوس فدبرهم اربع سنين وهو الذى سمى قيصرًا لان امّه ماتت وهو جنين فى بطنها فبقر وا بطنها و اخرجوه ولما كبر انتقت اليه ياسته هؤلاء الشيوخ برمّته اربع سنين ثم ولى من بعده يوليوش قيصر ثلاث سنين ثم ولى من بعده اوغشطش قيصر بن مرنوخس ولثنتين واربعين سنة من ملك اوغشطش ولد عيسى عليه الصّلاة والسّلام بعد مولد يحيى عليه السلام بثلاثة اشهر. انتهى باختصار.

وكِسرٰى بالكسر اشهر وجاز فتح الكاف كما فى القاموس والجمع اكاسرة وكساسرة واكاسر وكسور والقياس كِسرَون بكسر الكاف وفتح الراء كعيسَون وموسَون بفتح السين والنسبة الى كسرٰى كِسرِىّ بكسر الكاف وتشديد الياء مثل حرمىّ وكِسرَوىّ بكسر الكاف وفتح الراء كذا فى القاموس وغيره.

قلت ان الامام الكبير ثعلب صنّف كتابًا سماه كتاب الفصيح صغير الحجم ردّ عليه امام النحاة المشهور بالزجاج فى نحو عشرة مواضع منه فى مناظرة اتفقت بين الزجاج وثعلب. منها ما قال الزجاج له وقلت كِسرٰى بكسر الكاف. وهذا خطأ انما هو كَسرٰى (بالفتح) والدليل على ذلك انا وايّاكم لا نختلف فى النسبة الى كسرٰى يقال كَسرَوىّ بفتح الكاف وليس هذا مما يغير بالنسب لبعده منها الا ترى انك لو نسبت الى مِعزًى لقلت مِعزَوىّ والى درهم قلت دِرهَمىّ اى بكسر الميم والدال ولا يقال مَعزَوىّ ولا دَرهَمىّ اى لا يقال بفتحهما كذا فى معجم الادباء، لياقوت ج ١ ص ١٤١.

قال العبد الضعيف ما اخذ الزجاج خطأ بلا ريب عند جمهور ائمة النحو واللغة فان صاحب القاموس وغيره من اهل اللغة صرّحوا بجواز الكسر والفتح فى كاف كسرٰى بل الكسر اشهر ويشير اليه قول صاحب القاموس. وكسرٰى ويفتح. واما قول الزجاج ان النسبة اليه كَسرَوىّ بفتح الكاف وادعى الاجماع فمردود حيث صرّحوا انه بكسر الكاف. قال العلّامة الزبيدى فى تاج العروس ج ٣ ص ٥٢٣ فى شرح قول صاحب القاموس والنسبة كِسرِىّ وكِسرَوىّ بكسر الكاف وفتح الراء وتشديد الياء ولا يقال كَسرَوىّ بفتح الكاف انتهى.

قال صاحب القاموس كسرٰى ملك الفرس معرّب خسرو بضم الخاء وفتح الراء اى واسع الملك. قال شارحه العلامة الزبيدى فى شرحه اى هذا معناه بالفارسيّة هكذا ترجموه و تبعهم المصنّف ولا ادرى كيف ذلك فان خسرو ايضًا معرّب خوش رُو كما صرّحوا بذلك ومعناه عندهم حسن الوجه والراء مضمومة وسكوت المصنف مع معرفته لغوامض اللسان عجيب.

ونقل شیخنا عن ابن درستویہ فی شرح الفصیح لیس فی کلام العرب اسم اوّلہ مضموم واٰخرہ واو فلذلک عرّبوا خسرو وبنوہ علی فَعلیٰ بالفتح فی لغۃ وفِعلی بالکسر فی اخری وابدلوا الخاء کافًا علامۃ لتعریبہ ثم قال شیخنا ومن لطائف الادب ما انشدنیہ شیخنا الامام البارع ابوعبداللہ محمد بن الشاذلی اعزہ اللہ تعالیٰ ؎

له مقلةٌ یعزی لبابل سحرها ... کانّ بها هاروت قد اودع السحرا
یُذکّرنی عهدَ النجاشی خالُه ... واجفانُه الوسنی تذکّرنی کسریٰ

ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ ۵۔ ان قلت ما معنی الحدیث الصحیح۔ اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ واذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ قلنا معناہ لا قیصر بعدہٗ بالشام ولا کسریٰ بعدہٗ بالعراق قالہ الشافعی فی المختصر وسبب الحدیث ان قریشًا کانت تأتی الشام والعراق کثیرًا للتجارۃ فی الجاھلیۃ فلما اسلموا خافوا انقطاع سفرھم الیھما لمخالفتھم اھل الشام والعراق بالاسلام فقال علیہ الصلاۃ والسلام لا قیصر ولا کسریٰ ای بعدھما فی ھذین الاقلیمین ولا ضرر علیکم فلم یکن قیصر بعدہٗ بالشام ولا کسریٰ بعدہٗ بالعراق ولا یکون۔ کذا فی العمدۃ ج ۱ ص۔

فائدہ ۶۔ القیصر لقب کل من ملک الروم والشام والکسریٰ لقب کل من ملک فارس و کل من ملک الترک یقال لہ خاقان وکذا یسمّی کل من ملک الحبشۃ النجاشی۔ ویسمی ملک القبط فرعون۔ وملک مصر العزیز وملک حمیر تبع۔ وملک الھند دھمی۔ وملک الصین فغفور۔ وملک الزنج غانۃ۔ وملک الیونان بطلمیوس وملک الیھود قیطون اوماتح۔ وملک البربر جالوت۔ وملک الصابئۃ نمرود۔ وملک الیمن تبعا۔ وملک فرغانۃ اخشید۔ وملک العرب من قبل العجم النعمان وملک افریقیہ جرجیر وملک خلاط شھرمان وملک السند فور۔ وملک الخزر تبیل وملک النوبۃ کابل وملک الصقالبۃ ماجدًا۔ وملک الارمن تقفور۔ وملک الاجات خداوندکار۔ وملک اشروشنہ افشین وملک خوارزم خوارزم شاہ۔ وملک جرجان صول۔ وملک اذربیجان اصبھبد وملک طبرستان سالار وملک اقلیم خلاط شھرمان ونیابۃ الروم دمشق واسکندریۃ ملک مقوقس۔ کذا ذکر العینی وغیرہ۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ۔ صحابی کی تعریف میں کئی اقوال ہیں۔

تعریف اوّل۔ ھو من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنًا بہ ومات علی الاسلام۔ یقید ایمان وہ لوگ خارج ہوئے جو بوقتِ ملاقات ورؤیۃ کافر تھے اگرچہ اس کے بعد مسلمان ہو گئے ہوں۔ باقی

وہ لوگ جنھوں نے بعثت سے قبل نبی علیہ السلام کو دیکھ کر آپ کے مبعوث ہونے کی بشارت دی، ان میں صحابی ہونے کا بھی احتمال ہے اور صحابی نہ ہونے کا احتمال بھی مثل بحیرا راہب اور اس کے نظراء۔

جنّات میں سے جنھوں نے نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو ایمان کی حالت میں وہ بھی صحابہ ہیں۔ ابن الاثیر جنات کو صحابہ میں شمار نہیں کرتے لہذا وہ تعریف میں لفظ انسان ذکر کرتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک جنات بھی صحابہ میں داخل ہیں۔ صحابہ میں دخولِ ملائکہ محل نظر ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ مبنی ہے اس بات پر کہ آپ ملائکہ کی طرف بھی مبعوث ہوئے ہیں یا کہ نہیں۔ اگر آپ نبی الملائکہ بھی ہوں اور ان کی طرف بھی مبعوث ہوں تو ملائکہ صحابہ میں داخل ہوں گے ورنہ نہیں۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں لم یکن مرسلاً الی الملائکۃ بالاجماع۔ رازی کا یہ دعویٰ محل نظر ہے۔ شیخ سبکیؒ و سیوطیؒ وغیرہ علماء کے نزدیک آپؐ نبی الملائکہ ہیں اور ملائکہ کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ امام سبکیؒ نے اس میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

موت اسلام پر شرط ہے۔ لہذا وہ لوگ خارج ہوئے جو مرتد ہو کر کفر پر مرے وہ صحابی نہیں کہلاتے مثل عبید اللہ بن جحش سابق زوج ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت الی الحبشہ کرنے کے بعد عیسائی بن کر کفر پر فوت ہوا۔

اور اس تعریف میں وہ صحابہ داخل ہیں جو مرتد ہونے کے بعد دوبارہ مسلمان ہوئے لیکن دوبارہ اسلام لانے کے بعد انھیں نبی علیہ السلام کا دیکھنا و زیارت نصیب نہ ہوئی۔ مثل اشعث بن قیس جو مرتد ہوا تھا پھر خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں مسلمان ہوا۔ لیکن بہت سے محققین و ائمہ کے نزدیک ارتداد مبطل صحابیت ہے۔ لہذا وہ تعریف میں اپنے مذہب کے مطابق ایک قید کا اضافہ کرتے ہیں۔

اس تعریف پر اعمیٰ کا اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ بعض صحابہ نابینا تھے مثل ابن ام مکتومؓ انھیں نبی علیہ السلام کی رؤیت حاصل نہ تھی۔ اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ نبی علیہ السلام کو نہیں دیکھا لیکن نبی علیہ السلام تو ان کو دیکھتے تھے اور یہ کافی ہے۔ اور ثانیاً یہ ہے کہ انہیں رؤیۃ النبیؐ کے مواقع حاصل تھے اگر وہ معذور نہ ہوتے تو دیکھ سکتے تھے لیکن عذر عارضی کی وجہ سے وہ دیکھنے سے محروم تھے اور رؤیت کا موقع ملنا حکم رؤیت میں ہے۔ بعض علماء لفظ رأی کی بجائے لفظ لقی ذکر کرتے ہیں کما فی التعریف الثانی الآتی ذکرہ۔

تعریف ثانی ھو من لقی النبیؐ علیہ السلام مؤمناً بہ و مات علی الاسلام۔ یہ تعریف بعینہ مثل تعریف اول ہے صرف لفظ رأی کے بدلے یہاں پر لقی کا ذکر ہے۔ اس تعریف پر اعمیٰ صحابی کا وہ اعتراض

وارد نہیں ہوتا جو تعریفِ سابق پر وارد ہوتا ہے۔ البتہ دونوں تعریفوں پر رؤیۃ النبی علیہ السلام فی المنام کا اعتراض ہوتا ہے وفی الحدیث مَن رآنی فی المنام فکانما رأنی وفی روایۃ فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی۔ منام میں لقاء و رؤیۃ دونوں متحقق ہیں۔

جواب یہ ہے کہ رؤیۃ النبی علیہ السلام فی المنام بلاریب بڑی سعادت ہے۔ لیکن اس پر احکامِ شرعیہ مبنی نہیں ہو سکتے۔ احکام شرعیہ یقظہ یعنی بیداری کی حالت پر متفرع ہو سکتے ہیں۔ اور صحابی ہونا ایک شرعی حکم ہے وہ بھی بیداری پر موقوف ہے۔ پس جو شخص بہ حکم شریعت غیر صحابی ہو خواب کی وجہ سے اس کا حکم بدل کر صحابی ہو جائے یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔ بعض علماء اسی اعتراض کے پیشِ نظر تعریف میں قید یقظۃ کا اضافہ کرتے ہیں اور تعریف ثالث کرتے ہیں۔

تعریف ثالث ھو مَن لَقِی النبیَّ علیہ السلام فی الیقظۃِ مؤمناً بہ ومات علی الاسلام۔ لیکن اس تعریف پر اور سابقہ تعریفوں پر ایک اور اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ بعض کاملین اور اصحابِ کشف اولیاء کو حالتِ بیداری میں نبی علیہ السلام کی زیارت و رؤیت کی سعادت حاصل ہوتی ہے کما قال بعض الاولیاء انّی اری النبیّ علیہ السلام فی الیقظۃ کرؤیۃ بعض الصحابۃ ایاہ۔ اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ کشف قوی حجت نہیں ہے احکامِ اسلامیہ کتاب و سنت و اجماع و قیاس پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ کشف سے احکام شرعیہ مثل صحابی ہونا وغیرہ ثابت نہیں ہوتے۔

ثانیاً۔ صحابیت کے لیے رؤیۃ النبی فی حیاۃ النبی علیہ السلام ضروری ہے۔ یعنی حیاتِ دنیویہ میں دیکھنا لازم ہے۔ اور بعد الموت نبی علیہ السلام اگرچہ زندہ ہیں اور حیات کے تمام امور بکمالہا آپؐ کو حاصل ہیں۔ تاہم یہ بھی یقینی بات ہے کہ وہ عُرف میں دنیاوی حیات نہیں کہلائی جا سکتی۔ عرفِ عام میں حیات فوق الارض و حیاتِ محسوسہ حیات کہلاتی ہے۔ اور حیاتِ برزخ امورِ مستورہ میں سے ہے۔ لہٰذا بذریعہ کشف رویۃ موجبِ صحابیّت نہیں ہے۔ البتہ جس نے بعد الموت و قبل الدفن نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو مثل ابو ذؤیب ہذلی شاعر اس کی صحابیت میں علماء کے دو قول ہیں۔ اصحّ عدمِ صحابیت ہے۔ کما صرّح بہ الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ۔ ان تعریفات کے پیشِ نظر وہ اطفال بھی صحابی ہیں جنھیں بچپن میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ھذا الذی اختارہ البخاری و احمد و الجمھور۔ ان تعریفات کے لحاظ سے صحابی کے لیے روایتِ حدیث یا شرکتِ غزوات یا بلوغ یا طولِ صحبت ضروری نہیں ہے۔ اور یہی جمہور علماء کا مختار قول ہے۔

تعریف رابع۔ ھو مَن لَقِی النبیَّ علیہ السلام وطالَتْ مجالستُہ مؤمناً بہ ومات علی الاسلام۔ قال النووی فی تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۴۱ اما الصحابی ففیہ مذھبان اصحّھما و

هو مذهب البخاری وسائر المحدثین وجماعة من الفقهاء وغیرهم انه کل مسلم رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولو ساعة وان لم یجالسه ویخالطه۔ والثانی وهو مذهب اکثر اهل الاصول، انه یشترط مجالسته وهذا مقتضی العرف وذاك مقتضی اللغة وهکذا قاله الامام ابوبکر ابن الباقلانی رحمه اللہ وغیره۔ اھ

تعریف خامس۔ هو من لقی النبی علیه السلام مؤمنا به وغزا معه ومات علی الاسلام۔ یہ تعریف ان علماء کی ہے جو صحابی کے لیے غزوہ میں شرکت لازم قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر اس تعریف کو شاذ کہتے ہیں۔

تعریف سادس۔ هو من لقی النبی علیه السلام مؤمنا به بعد البلوغ ومات علی الاسلام۔ اس تعریف والوں کے نزدیک بلوغ کے بعد لقاء ضروری ہے۔ لہذا وہ بچے جو نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت بالغ نہ تھے صحابی نہیں کہلائیں گے۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف سابع۔ بعض علماء روایت حدیث النبی علیہ السلام کو شرط قرار دیتے ہیں۔ لہذا وہ یوں تعریف کرتے ہیں من لقی النبی علیه السلام مؤمنا به وحفظت روایته عنه علیه السلام ومات علی الاسلام۔

تعریف ثامن۔ هو من لقی النبی علیه السلام مؤمنا به وضبط انه غزا معه او استشهد بین یدیه۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف تاسع۔ هو من لقی النبی علیه السلام وکان قد بلغ سن التمییز مؤمنا به ومات علی الاسلام۔ اس قول والے سن تمییز ہی میں ملاقات شرط قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس مدت سے قبل بچے کی طرف نسبتِ ملاقات و نسبت رؤیت صحیح نہیں ہے۔ کذا ذکر ابن حجر رحمہ اللہ۔

تعریف عاشر۔ قال فی شرح التحریر الصحابی عند المحدثین وبعض الاصولیین من لقی النبی علیه السلام مسلما ومات علی الاسلام او قبل النبوة ومات قبلها علی الحنفیة کزید ابن عمرو بن نفیل او ارتد وعاد فی حیاته وعند جمهور الاصولیین من طالت صحبته متبعا له مدة یثبت معها اطلاق صاحب فلان عرفا بلا تحدید فی الاصح انتهی۔

شارح تحریر کی عبارت سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو مرتد ہوا اور پھر مسلمان ہوا وہ صحابی ہے۔ یعنی اسلام کے ساتھ اس کی صحابیت بھی عود کر آتی ہے۔ اگرچہ دوبارہ نبی علیہ السلام کی ملاقات نصیب نہ ہوئی ہو۔ یہ مذہب شافعی کا مقتضیٰ ہے۔ کیونکہ مذہب شافعی میں مرتد کے

اعمالِ صالحہ ضائع نہیں ہوتے بشرطیکہ اس کی موت ارتداد پر نہ ہو۔ لیکن ہمارے احناف کے نزدیک نفسِ ارتداد مُحبِط اعمالِ صالحہ ہے اور صحبت اشرف اعمال میں سے ہے۔ لہٰذا ارتداد سے صحبت کا شرف بھی زائل ہوا۔

قال ابن عابدین فی ردالمحتار ج ۱ ص ۔ لکنّھم قالوا انہ بالاسلام تعود اعمالہ مجرّدۃ عن الثواب ولذا لا یجب علیہ قضاؤھا سوٰی عبادۃٍ بقی سببُھا کالحجّ وکصلاۃ صلّاھا فارتدّ فاسلم فی وقتھا وعلی ھذا فقد یُقال تعودُ صحبتُہ مجرّدۃً عن الثواب وقد یقال اِن اَسلم فی حیاۃِ النبی علیہ السلام لا تعود صحبتُہ مالم یلقہ لبقاءِ سببِھا انتہٰی۔

فائدۃ ۔ صحابہ تین قسم پر ہیں۔ اوّل مہاجرین۔ دوّم انصار۔ سوّم ان کے علاوہ دیگر صحابہ۔ پھر مہاجرین وانصار دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو سابقون اوّلون ہیں۔ اور ایک وہ جو ایسے نہیں۔ سابقون اولون اور غیر سابقین کے فرق میں کئی اقوال ہیں۔

قول اول۔ جو اہل قبلتین ہیں۔ یعنی جن صحابہ نے بیت المقدس وکعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھی ہو وہ سابقین ہیں۔ اور ان کے علاوہ غیر سابقین ہیں۔ ہجرت کے بعد سترہ یا سولہ ماہ تک نبی علیہ السلام بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے بعدہ یہ حکم منسوخ ہوا اور کعبۃ اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابِقُون الاوّلون من المھاجرین والانصار۔ عن سعید بن المسیبؒ انہ کان یقول فی قولہ تعالی والسابقون الاوّلون قال ھم الذین صلّوا القبلتین۔

قول ثانی۔ بیعۃ الرضوان یوم الحدیبیہ والے سابقین اوّلین ہیں اور ان کے سوا غیر سابقین ہیں۔ قالہ الشعبیؒ۔

قول ثالث۔ شرکاء جنگِ بدر سابقین ہیں اور باقی غیر سابقین ہیں۔ قالہ محمد بن کعب القرظی وعطاء بن یسار علی ماذکر ابن عبد البر فی الاستیعاب۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدۃ فی التابعی۔ تابعون جمع کا واحد تابع وتابعیؒ ہے۔ تابعی کی تعریف میں حسب تصریح نووی رحمہ اللہ دو قول ہیں۔ احدُھما الذی رأی صحابیًّا اولقیہ ومات علی الاسلام۔

والثانی۔ انہ الذی جالس صحابیًّا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار والذین اتّبعُوھم باحسانٍ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعدّ لھم جنّات تجری تحتھا الانھار الآیۃ

واما تابعو التابعین فھم الذین رأوا التابعی ولقوہ اوجالسوہ۔ ولھم ایضًا فضلٌ فی الجملۃ

ففی الصحیحین عن عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔

فائدہ ۱۰۔ محدثین مثل حاکم وغیرہ نے تابعین کو پندرہ طبقوں پر منقسم کیا ہے۔ اوّل وہ طبقہ جنھوں نے عشرہ مبشرہ کو پایا ہو مثل قیس بن ابی حازم۔ آپ نے جملہ عشرہ مبشرہ سے سماع کیا ہے۔ اس فضیلت میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ دوم وہ اولادِ صحابہؓ جو نبی علیہ السلام کی حیات میں پیدا ہوئی۔ افضلِ تابعین میں اقوال ہیں۔ قال احمد افضل التابعین سعید بن المسیبؒ فقیل لہ علقمۃ والاسود۔ فقال سعید وعلقمۃ والاسود وعنہ انہ قال لا اعلم فیہم مثل ابی عثمان النہدی وقیس بن ابی حازم وعنہ انہ قال افضلہم قیس وابو عثمان وعلقمۃ ومسروق قال النووی فی تہذیب الاسماء و لعلہ اراد افضلہم فی ظاہر علوم الشرع والا فاویسؒ خیر التابعین وفی صحیح مسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی اویس القرنی ہو خیر التابعین۔ وقال ابو عبد اللہ بن خفیف الزاہد۔ اہل المدینۃ یقولون افضل التابعین ابن المسیب واہل الکوفۃ اویس واہل البصرۃ الحسن البصریؒ اہ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ ۱۱۔ عرب عربیّ واعراب اعرابیّ الفاظ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ عربیّ واعرابیّ میں یہ فرق ہے کہ عربی وہ شخص ہے جو قوم عرب سے ہو خواہ شہری ہو یا دیہاتی۔ لہذا عجمی پر اطلاقِ عربی نہیں ہو سکتا۔ اور اعرابی وہ شخص ہے جو دیہات میں رہتا ہو خواہ قوم عرب سے ہو یا عجم سے۔ لہذا دونوں میں نسبت عموم وخصوص من وجہ ہے۔ قوم عرب کا دیہاتی عربی بھی ہے اور اعرابی بھی۔ اور قوم عرب کا شہری آدمی عربی ہے نہ کہ اعرابی۔ اور عجمی قروی یعنی دیہاتی پر اعرابی کا اطلاق صحیح ہے نہ کہ عربی کا۔ عربی کی جمع عرب ہے۔ اور اعرابی کی جمع اعراب ہے باسقاط یاء النسبۃ مثل روم ورومیّ وحبش وحبشیّ۔ کذا فی کتب الادب۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ ۱۲۔ الشیخان۔ آیت والمطلقٰت یتربصن بانفسہن ثلٰثۃ قروء میں مذکور ہیں۔ علم حدیث میں اور روایتِ حدیث کے مباحث میں شیخان سے امام بخاری وامام مسلم مراد ہوتے ہیں۔ یقال رواہ الشیخان ای البخاری ومسلم فی صحیحہما۔ دونوں اماموں کو امت میں یہ عظیم منقبت حاصل ہے کہ مباحثِ روایت وحدیث میں دونوں شیخ کے لقب سے موسوم ہیں۔ اور جب مطلق شیخان کا ذکر ہو تو اس سے یہی دو امام مراد ہوتے ہیں۔ گویا کہ دونوں فن حدیث میں کل امت کے شیخ واستاذ ہیں۔

امام بخاری کا نام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم ہے۔ تاریخ ولادت بعد صلاۃ جمعہ

۱۴ر شوال سنہ ۱۹۴ھ ہے۔ اور تاریخ وفات لیلۃ عید الفطر سنہ ۲۵۶ھ ہے۔ قریہ خرتنک میں مدفون ہیں جو سمرقند سے دو فرسخ دور ہے۔ امام مسلم کا نام مسلم بن الحجاج بن مسلم قشیری ہے۔ تاریخ وفات شب یک شنبہ ۲۵ رجب سنہ ۲۶۱ھ ہے۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ رضی اللہ عنہما۔

کتب[۲] فلسفہ میں شیخین سے ابو علی بن سینا و فارابی مراد ہوتے ہیں۔ اور کتب[۳] نحو و صرف بصری میں شیخین سے مراد سیبویہ و خلیل ہیں اور نحو و صرف کوفی میں کسائی و فراء مراد ہوتے ہیں۔ کتب[۵] فقہ حنفی میں شیخین سے مراد ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ ہوتے ہیں۔ اور علم معانی و بیان میں شیخین سے مراد عبد القاہر جرجانی و صاحب ابن عباد یا عبد القاہر و سکاکی ہوتے ہیں اور کتب[۷] تفسیر میں شیخین سے مراد زمخشری و بیضاوی ہوتے ہیں۔ اور صحابہ[۸] رضی اللہ عنہم میں شیخین عبارت ہے ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے۔ اور[۹] علم کلام میں اس سے ابو الحسن اشعریؒ و امام ماتریدیؒ مراد ہوتے ہیں۔

فائدہ[۱۳]۔ الخلفاء الاربعۃ۔ بحث المّر و حروف مقطّعات کے اواخر میں خلفاء اربعہ کا ذکر ہوا ہے۔ خلفاء اربعہ سے مراد خلفاء اربعہ راشدین ہیں۔ یعنی صدیق اکبر و عمر فاروق و عثمان ذو النورین و علی مرتضی رضی اللہ عنہم۔ یہی چار خلفاء راشدین ہیں۔ ان چاروں خلفاء کی خلافت مکمل طور پر منہاج نبوت پر قائم تھی اور کتاب و سنت کے موافق تھی اسی وجہ سے انھیں خلفاء راشدین کہتے ہیں۔ پس خلفاء راشدین چار ہیں۔ حدیث شریف ہے علیکم بسنّتی وسنّۃ الخلفاء الراشدین المھدیّین۔

سفیان ثوری وغیرہ محدثین کے نزدیک خلفاء راشدین پانچ ہیں۔ پانچویں عمر بن عبد العزیزؒ تابعی ہیں۔ قال سفیان الثوری الخلفاء خمسۃ ابو بکر و عمر و عثمان و علی و عمر بن عبد العزیز انتھی کذا ذکر النووی فی تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۰۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی تاریخ وفات سنہ ۱۰۱ھ ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور سات دن ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دس سال چھے ماہ ہے۔ و فی البدایۃ ج ۷ ص ۱۳۸ کانت ولایۃ عمر عشر سنین و خمسۃ اشھر واحدًا و عشرین یومًا و قیل عشر سنین و ستۃ اشھر و اربعۃ ایام اھ بحذف عثمان ذو النورین رضی اللہ کی مدت خلافت بارہ سال ہے۔ و فی البدایۃ ج ۷ ص ۱۹۰ فکانت خلافتہ ای خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ ثنتی عشرۃ سنۃ الا اثنی عشر یومًا واما عمرہ فانہ جاوز ثنتین وثمانین سنۃً اھ بتصرف۔ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت چار سال ۹ ماہ ہے۔ کذا فی

البدایۃ ج ۷، ص ۱۳۱۔

عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا تینوں خلفاء کی عمر بوقت وفات ۶۳ سال تھی۔ جمہور محدثین و ائمہ دین کے نزدیک حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی خلفاء راشدین میں شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ علی رضی اللہ عنہ دس رمضان ۴۰ھ کو شہید ہوئے۔ پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے اور صرف چند ماہ بعد یعنی ۴۱ھ کے اوائل میں خلافت سے دست بردار ہو گئے اور مصالحت کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کل مسلمانوں کے امیر المومنین بنائے گئے۔ اور نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خلافت راشدہ تیس سال تک قائم رہے گی اور مصالحتِ حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما پر ۳۰ سال پورے ہو گئے۔

قال ابن کثیرؒ والدلیل علی انہ ای الحسن احد الخلفاء الراشدین الحدیث الذی اوردناہ فی دلائل النبوۃ من طریق سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تکون ملکاً۔ وانما کملت الثلاثون بخلافۃ الحسن بن علی فانہ نزل عن الخلافۃ لمعاویۃ فی ربیع الاول من سنۃ ۴۱ھ وذلک کمال ثلاثین سنۃ من موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ توفی فی ربیع الاول سنۃ احدی عشرۃ من الھجرۃ وھذا من دلائل النبوۃ صلوات اللہ وسلامہ علیہ البدایۃ ج ۸ ص ۱۶ وقال فیھا ج ۱ ص ۱۹ وقد انقضت الثلاثون بخلافۃ الحسن بن علیؓ فایام معاویۃ اوّل الملک فھو اوّل ملوک الاسلام وخیارھم واخرج الطبرانی باسنادہ عن معاذ بن جبل وابی عبیدۃ قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا الامر بدا رحمۃً ونبوّۃً ثم یکون رحمۃً وخلافۃً ثم کائن ملکاً عضوضاً ثم کائن عتوا وجبریۃ وفساداً فی الارض یستحلون الحریر والفروج والخمور ویرزقون علی ذلک وینصرون حتی یلقوا اللہ عزوجل۔ واسنادہ جید انتہی۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ فی الجاھلیۃ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت سے قبل کا زمانہ زمانۂ جاہلیت کہلاتا ہے۔ قال فی دائرۃ المعارف والجاھلیۃ ھی حالۃ الناس قبل بعثۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجاھلیۃ الجھلاء توکید وقیل معناھا الجاھلیۃ القدیمۃ اھ۔

زمانۂ جاہلیت دو قسم پر ہے۔ اوّل جاہلیتِ عامّہ یعنی قبل النبوّۃ والبعثۃ کا زمانہ۔ دوم۔ جاہلیّت شخصیہ مخصوصہ یعنی ہر صحابی کا اسلام سے قبل کا زمانہ۔ وفی کتاب لیس لابن خالویہ انّ لفظ الجاھلیّۃ اسم حدث فی الاسلام للزمن الذی کان قبل البعثۃ کذا فی المزھر۔ ۱۷۶۔ مؤرخین لکھتے ہیں۔ جاہلیت اصطلاح جدید ہے جو ظہور اسلام کے بعد ظاہر ہوئی۔ اسلام سے قبل

حالِ عرب پر جاہلیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ تاکہ اس ظلمانی دور کا امتیاز ہو جائے اسلام کے بعد کے نورانی دور سے۔ قرآن شریف میں لفظ جاہلیت کئی آیات میں مذکور ہے اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔

کبھی جاہلیت کے ساتھ بطور صفت لفظ جہلاء برائے مبالغہ و تاکید ذکر کرتے ہیں فالجاهلية الجهلاء يريدون بها الجاهلية القديمة كما فى محيط المحيط ص۳۰۹ واساس البلاغة ج ۱ ص۱۴۵ وقيل وكانوا اذا عابوا شيئًا واستبشعوه قالوا كان ذلك فى الجاهلية الجهلاء كذا فى اقرب الموارد ص۱۴۷ فالجاهلية الجهلاء هى الوثنية التى حاربها الاسلام وقد اَنَّبَ القرآن المشركين على حميّتهم الوثنية فقال اِذ جعل الذين كفروا فى قلوبهم الحميّة حميّة الجاهلية۔

جاہلیت کے معنی و وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قول اوّل۔ اس کا مأخذ جہل ہے اور جہل ضدِ علم ہے۔ پس جاہل کا معنی ہے اُمّی یعنی اَن پڑھ بالفاظ دیگر جاہل کا معنی ہے غیر عالم جو نہ کتاب پڑھ سکے اور نہ لکھ سکے۔ یہی جاہل مأخذ ہے جاہلیہ کا۔ چونکہ زمانہ جاہلیت والے عرب و مشرکین عرب اکثر اُمّی تھے اور پڑھے لکھے نہ تھے اسی وجہ سے ان کے زمانے پر جاہلیت کا اطلاق ہوا۔

قول ثانی۔ اس کا مأخذ جہل ضدِ علم ہے۔ لیکن جہل و جاہل سے معنی عام کی بجائے معنی خاص مراد ہے یعنی جہل باللہ و برسولہ فالجاهليّة من الجهل بالله وبرسوله وشرائع الدين الالٰهى۔

قول ثالث۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جاہلیت کا مأخذ جہلِ عُرفی ہے۔ عُرفِ عام و عرفِ شرع میں جہل کا مفہوم ہے سفاہت۔ گمراہی۔ بے دینی۔ سرکشی۔ تکبّر۔ قومی تعصبات۔ ظلم۔ قتل۔ غارت گری۔ بے جا غضب وغیرہ وہ افعالِ قبیحہ و اخلاقِ شنیعہ جو جاہلینِ عرب میں رائج تھے۔ یہ وہ امور ہیں جن سے اسلام نے سختی سے منع کیا۔ پس یہ امور جہل و جاہلیت ہیں اور ان کا مرتکب جاہل ہے۔ اگرچہ وہ شخص بڑا عالم ہو۔ لہٰذا جاہلیت ضدِ اسلام ہے اور جاہل مقابل مسلم کامل ہے۔

اسی معنی پر قرآن و سنّت میں جاہلیّت و جاہل کا اطلاق ثابت ہے۔ سورۂ فرقان میں ہے۔ وعبادُ الرحمٰن الذين يمشون على الارض هونًا واِذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلامًا۔ قال الطبرى فى تفسيره ج ۱۹ ص۲۱ انهم يمشون عليها بالحلم لا يجهلون على من جهل عليهم۔ سورۂ بقرہ میں ہے قالوا اتتخذنا هزوًا قال اعوذ بالله ان اكون من الجهلين۔ سورہ اعراف میں ہے خُذِ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين۔ سورہ ہود میں ہے انى اَعِظُكَ ان تكون من الجاهلين۔ واخرج الترمذى عن خولة قالت خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو

مُحتضِنٌ اَحَد ابنی ابنتہ وھو یقول انکم لتبخّلون وتجبّنون وتجھّلون وانکم لمن ریحان اللہ۔ جامع ترمذی ج۲ ص۲۱ وورد فی الحدیث انہ علیہ السلام قال لابی ذرؓ رضی اللہ عنہ انک امرؤ فیک جاھلیۃ و فی حدیث آخر اذا کان احدکم صائمًا فلا یرفث ولا یجھل۔ و فی حدیث آخر اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ لا یترکونھنّ الفخر بالاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحۃ اخرجہ احمد فی مسندہ ج۲ ص۱۱ ص۱۰۳ ص۱۸۷ وج۳ ص۴۲۵ اور تقریبًا یہی معنی مراد ہے عمرو بن کلثوم کے اس شعر میں ؎

الا لا یجھلنْ اَحدٌ علینا فنجھل فوقَ جھلِ الجاھلین

متعدد اہل تحقیق واہل لغت کے اقوال بھی جہل کے مذکورہ صدر معنی کے مؤیّد ہیں۔ لسان العرب وغیرہ میں ہے۔ وذھب آخرون ان الجاھلیۃ من المفاخرۃ بالانساب والتباھی بالاحساب والکبر والتجبر وغیر ذلک من الخلال التی کانت من اٰثار صفات الجاھلیّین۔

راجع اللسان ج۱۳ ص۱۳۷ واساس البلاغۃ ج۱ ص۱۴۵ وصحاح الجوھری ج۲ ص۱۶۹ و شرح المعلقات السبع للزوزنی ص۱۷۶ والاغانی ج۲۱ ص۲۰۷ وبلوغ الارب ج۱ ص۱۶

مستشرق گولڈزیہر لکھتا ہے الجھل ضد الحلم لا ضد العلم اھ۔ کتاب فجر الاسلام ص۸۷ میں ہے لفظ جاہلیت کے بیان میں ویقول المستشرق گولدؔ زھیر ان المقصود الاول من الکلمۃ السفہ الذی ھو ضد الحلم والانفۃ والخفّۃ والغضب وما الی ذلک من معان وھی امور کانت واضحۃ فی حیاۃ الجاھلیین ویقابلھا الاسلام الذی ھو مصطلح مستحدث ایضًا ظھر بظھور الاسلام و عمادۃ الخضوع للہ والانقیاد لہ انتھی بتصرف۔

قرآن حکیم میں جس جاہلیتِ اُولیٰ کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ سورہ احزاب میں ہے وقرن فی بیوتکنّ ولا تبرّجن تبرّجَ الجاھلیّۃ الاولیٰ۔ فقیل الجاھلیۃ الاولیٰ التی ولد فیھا ابراھیمؑ والجاھلیۃ الاخری التی ولد فیھا محمدؐ کذا فی طبقات ابن سعد ج۸ ص۱۴۳ ص۱۴۵ وقیل الاولیٰ بین عیسیٰ ومحمدؐ۔ یعنی بعض علماء کے نزدیک صرف ایک جاہلیت ہے جو عیسیٰ ومحمد علیہما السلام کے مابین ہے۔ اور بعض کے نزدیک دو ہیں۔ بلوغ الارب وغیرہ میں ہے وقد اَدّی اختلافٌ فی مفھوم الآیۃ الی تصوّر وجود جاھلیّتین جاھلیّۃ قدیمۃ وجاھلیۃٌ اخریٰ ھی التی کانت عند ولادۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ولیس المعنی اَنّ ثمّ جاھلیۃٌ اخری وقد اوقع لفظ الجاھلیۃ علی تلک المدۃ التی قبل الاسلام کما لا یخفی۔ بلوغ الارب ج۱ ص۱۵

عصر جاہلیت ومبدأ جاہلیت وتعدد جاہلیت پر علماء نے بڑی بحث کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ

جس طرح ہمارے نبی علیہ السلام سے قبل عصرِ جاہلی تھا اسی طرح بعض دیگر انبیاء علیہم السلام سے قبل بھی اس قسم کے اعصارِ جاہلی تھے۔ تاریخ طبری میں ہے۔ ذهب بعضهم الى ان الجاهلية كانت فيما بين نوح وادريس۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۸۳ وذهب آخرون الى انها كانت بين آدم ونوح او انها بين موسى وعيسى او الفترة التى كانت عيسى وبين محمد صلى الله عليهم وسلم واما منتهاها فظهور الرسول ونزول الوحى عند الاكثرين او فتح مكة عند جماعة كذا فى المفصل ج ۱ ص ۴۱

وفى الصحاح مابين كل رسولين من رسل الله عزوجل من الزمان الذى انقطعت فيه الرسالة وفى الحديث فترة مابين عيسى ومحمد عليهما السلام۔ راجع لتفصيل هذا البحث لسان العرب ج ۱۳ ص ۱۳۷ بلوغ الارب ج ۱ ص ۱۶ تاریخ الطبری ج ۱ ص ۸۳ الاساطیر العربیۃ ص ۲ المزهر ص ۱۷۶ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۴۱ وغیر ذلك من المراجع۔ هذا والله اعلم۔

فائدۃ فی حساب الجُمَّل۔ بحث الٓمٓ کے بیان میں حساب جمل کا ذکر موجود ہے۔ جُمَّل بضم جیم وفتح میم مشدّدہ ہے۔ بعض علماء تخفیفِ میم کو بھی صحیح کہتے ہیں۔ حساب جمل سے حساب حروف ہجائیہ وحروفِ معجم مراد ہے۔ حروفِ ہجائیہ عربی میں ۲۹ ہیں۔ الف با تا ثا جیم تا آخر۔ اسے حسابِ ابجد بھی کہتے ہیں۔ حساب جمل کے پیشِ نظر ہر حرف ایک عدد پر دال ہوتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے :۔ الف ۱۔ ب ۲۔ ج ۳۔ د ۴۔ ہ ۵۔ و ۶۔ ز ۷۔ ح ۸۔ ط ۹۔ ی ۱۰۔ ک ۲۰۔ ل ۳۰۔ م ۴۰۔ ن ۵۰۔ س ۶۰۔ ع ۷۰۔ ف ۸۰۔ ص ۹۰۔ ق ۱۰۰۔ ر ۲۰۰۔ ش ۳۰۰۔ ت ۴۰۰۔ ث ۵۰۰۔ خ ۶۰۰۔ ذ ۷۰۰۔ ض ۸۰۰۔ ظ ۹۰۰۔ غ ۱۰۰۰۔

بطریقِ ترکیب ماہرینِ فنِ ہذا کے نزدیک یہ آٹھ الفاظ وکلمات بنتے ہیں۔ یعنی ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن۔ سعفص۔ قرشت۔ ثخذ ضظغ۔ اور بعض علماء سات بناتے ہوئے آخری دو لفظوں کو بعد الترکیب ایک ہی کلمہ شمار کرتے ہیں مثل بعلبک۔ ہمزہ مثل الف ہے۔ یہ عربی کے ۲۹ حروف ہیں۔ بعض عجمی لغات میں چھے حروف اور بھی ہیں یعنی پ ٹ ڈ ژ گ چ۔ لیکن یہ حروف عربی کے تابع ہیں عدد میں۔ پ ۲۔ ٹ ۴۰۰۔ ڈ ۴۔ ژ ۷۔ گ ۲۰۔ چ ۳۔

حساب جمل قدیم ہے۔ یہود میں یہ حساب بہت رائج تھا اسی وجہ سے جب انھوں نے الٓمٓ الٓر وغیرہ حروف مقطعات سنے تو حساب جمل سے انھوں نے ان حروف کو مدت بقاء امتِ محمدیہ پر حمل کیا۔ کما ذکرہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حساب جمل کے متعدد طریقے ہیں۔ مشہور دو طریقے ہیں صغیر وکبیر۔ مثلاً صغیر میں عددِ میم ۴۰ اور عددِ نون ۵۰ ہے۔ اور کبیر میں علی الترتیب ۹۰ اور ۱۰۶ ہے۔ صغیر میں مسمّی کا اعتبار ہوتا ہے اور ان

حروف کے مسمّٰی مفردات ہی ہیں۔ اور کبیر میں تلفظِ اسماء کا لحاظ ہوتا ہے اور ان حروف کے اسماء مرکب ہیں دو یا تین حروف سے۔ پس حرفِ "م" کا اسم میم ہے۔ اور اس اسم میں دو میم اور ایک حرف یا ہیں۔

کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابجد ہوز حطی الخ دراصل شعیب علیہ السلام کی قوم کے بادشاہوں کے نام تھے۔ پھر ان سلاطین کے اسماء پر حسابِ جمّل جاری کیا گیا اور ابھی تک حساب وعدد کا وہ پرانا طریقہ جاری ہے۔ یہ سلاطین اولاد محض بن جندل بن یعصب بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام تھے۔ ان میں سے بعض طائف ونجد کے اور بعض مکہ مکرمہ وحجاز کے اور بعض مصر ومدین کے بادشاہ تھے۔ شعیب علیہ السلام کے زمانے میں مدین کا بادشاہ کلمن تھا۔ اس نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ شعیب علیہ السلام نے عذاب یوم الظلّہ کی وعید سنائی اللہ تعالےٰ نے آگ کا دروازہ ان پر کھول کر تباہ کر دیا۔ قال اللہ تعالیٰ فی الشعراء کذب اصحاب الایکۃ المرسلین اذ قال لھم شعیب الا تتقون انی لکم رسول امین الی قولہ فکذبوہ فاخذھم عذاب یوم الظلّۃ انہ کان عذاب یوم عظیم۔ وقال فی سورۃ ھود والی مدین اخاھم شعیبًا الی قولہ ولما جاء امرنا نجّینا شعیبًا والذین اٰمنوا معہ برحمۃ منّا واخذت الذین ظلموا الصیحۃ فاصبحوا فی دیارھم جاثمین۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص ۱۸۵ وکان اھل مدین قومًا عربا یسکنون مدینتھم مدین التی ھی قریۃ من ارض معان من اطراف الشام مما یلی ناحیۃ الحجاز قریبًا من بحیرۃ قوم لوط ویقال شعیب بن یشخر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ویقال شعیب بن نویب بن عیفا ابن مدین بن ابراھیمؑ۔ ویقال شعیب بن ضیفور بن عیفا بن ثابت بن مدین بن ابراھیم علیہ السلام۔ بہرحال یہ سلاطین قوم شعیب علیہ السلام میں تھے۔

وفی مروج الذھب ج ۲ ص ۱۴۸ وقد تنازع اھل الشرائع فی قوم شعیب بن نویل بن رعویل ابن مرّ بن عنقاء بن مدین بن ابراھیم علیہ السلام وکان لسانہ العربیۃ فمنھم من رأی انھم من العرب البائدۃ ومنھم من رأی انھم من وُلد المحض بن جندل بن یعصب بن مدین بن ابراھیم علیہ السلام وان شعیبا اخوھم فی النسب وقد کانوا عدۃ ملوک تفرّقوا فی ممالک متصلۃ ومنفصلۃ فمنھم المسمی بابی جاد وھوز وحطی وکلمن وسعفص وقرشت وھم بنو المحض بن جندل۔ واحرف الجمل علی اسماء ھؤلاء الملوک وھی التسعۃ والعشرون حرفا التی یدور علیھا حساب الجمل وقد قیل فی ھذہ الاحرف غیر ما ذکرنا۔

وکان ابجد ملك مكة و ما يليها من الحجاز وكان هوز وحطى ملكين ببلاد وجّ وهى ارض الطائف و ما اتصل بذلك من ارض نجد . وكلمن و سعفص و قرشت ملوكا بمدين وقيل ببلاد مصر وكان كلمن على ملك مدين ومن الناس من رأى انه كان ملكا على جميع من سمّينا مشاعا متصلا على ما ذكرنا وان عذاب يوم الظلة كان فى ملك كلمن منهم وان شعيبا دعاهم فكذبوه فوعدهم بعذاب يوم الظلة ففُتِح عليهم باب من السماء من نار فانت عليهم فرثت حارثة بنت كلمن اباها فقالت وكانت بالحجاز ؎

كلمن هدّ ركنى هلكه وسط المحلّه
سيّد القوم اتاه الـحتف نارا تحت ظلّه
كوّنت نارا و اضحت دار قومى مضمحلّه

وفى ذلك يقول المنتصر بن المنذر المدينى ؎

الا ياشعيبُ قد نطقت مقالةً اتيتَ بها عمرًا وحىّ بنى عمرو
وهم ملكوا ارضَ الحجازِ واوجها كشكل شعاعِ الشمسِ فى صورة البدرِ
ملوكُ بنى حُطّى وسعفصَ ذى النّدى وهوّز ارباب البنية والحجر
وهم قطنوا البيتَ الحرام ورتّبوا خطوطًا وساموا فى المكارم والفخر

ولهؤلاء الملوك اخبار عجيبة من حروب و سير وكيفيّة تغلّبهم على هذه الممالك وتملكهم عليها و ابادتهم من كان فيها وعليها قبلهم من الامم انتهى ما فى المروج .

قال ابن جرير الطبرى فى تاريخه ج ۱ ص ۹۹ عن القاسم بن سليمان عن الشعبى قال ابجد وهوز وحطى وكلمن وقرشت كانوا ملوكا جبابرة فتفكّر قرشت يوما فقال تبارك الله احسن الخالقين . (لعل معناه انه جعل نفسه احسن الخالقين) فمسخه الله تعالى فجعله اجدها ق (اى ازدها ق) وله سبعة ارؤس فهو هذا الذى بدنباوند وجميع اهل الاخبار تزعم انه ملك الاقاليم كلها وانه كان ساحرا فاجرا اه . هذا والله اعلم .

فائدة الزندیق . آیت واذا قیل لهم اٰمنوا کما اٰمن الناس کی شرح میں مذکور ہے . زندیق کی تفسیر شرعی واحکام شرعیہ کے بیان میں میرا مستقل رسالہ ہے اس کا نام ہے "التحقیق فی الزندیق" ہم یہاں پر اس کی تلخیص ذکر کرتے ہیں . بسم اللہ الرحمٰن الرحیم . زندیق کے بارے میں چند امور کا جاننا ضروری ہے .

امر اوّل . زندیق کی تفسیر میں کلام علما . وفقہا مختلف ہے . اس کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں .

قول اول . مقاصد میں اس کی تفسیر منافق سے کی گئی ہے فہما متقاربان اور بایں معنی عرب اسے

استعمال کرتے تھے۔ قال الشاعر ؎

ظللتُ حیران امشی فی ازقتہا کأننی مصحفٌ فی بیتِ زندیق

قولِ ثانی۔ فقہاء فرماتے ہیں ھو من یُبطِن الکفر و یُظہِر الاسلام کالمنافق وقالوا ھو کفرٌ بالاتفاق۔ ثم فی کلام البعض انہ کالمنافق وفی کلام البعض انہ قسم من المنافق لکن ھذا التعریف والتفسیر یقتضی انہ عین المنافق فما معنی التشبیہ وجعلہ قسماً من المنافق وایضاً اذا کان المراد بہ المنافق فلا وجہ للاختلاف فی انّ توبتہ مقبولۃ فی احکام الدنیا اذ توبۃ المنافق مقبولۃ اتفاقاً مع ان الفقہاء مختلفون فی قبول توبتہ قالہ القونوی فی شرح البیضاوی ج ۲ ص ۱۶

قولِ ثالث۔ بعض کتب فتاوی میں ہے الزندیق من یقول ببقاء الدھر ای لا یؤمن بالآخرۃ ولا بالخالق ویعتقد ان الحلال والحرام مشترک۔ اقول استدلال البیضاوی والجصاص وکثیر من العلماء علی قبول توبۃ الزندیق بقولہ تعالی اٰمنوا کما اٰمن الناس فلو کان الزندیق مفسّراً بھذا التفسیر فلا مساس لہ فی ھذا المقام ولا یصح الاستدلال بھذہ الآیۃ علی قبول توبتہ کما لا یخفی اذ الزندیق المفسر بھذا التفسیر یباین منافقی المدینۃ لانہم کانوا من الیھود وکانوا معترفین بالخالق وبالآخرۃ وبفناء الدھر۔ فعلم ان ھذا التفسیر مخدوش۔ متعدد کتابوں میں یہ تفسیر مذکور ہے۔ قال فی فتاوی قاری الھدایۃ الزندیق ھو الذی یقول ببقاء الدھر ویعتقد ان الاموال والحرم مشترکۃ انتھی۔

قولِ رابع۔ قال العلامۃ ابن کمال باشا فی رسالتہ الزندیق فی لسان العرب یطلق علی من ینفی الباری تعالی وعلی من یُثبِتُ الشریک وعلی من ینکر حکمتہ انتھی کذا فی الشامی ج ۳ ص ۳۲۲ تفسیر ہذا پر بھی وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا بیان تفسیر ثالث میں گزر رہا ہے۔

قولِ خامس۔ میری تحقیق کے پیش نظر زندیق وہ ہے جو بظاہر اسلام کا مدعی ہو لیکن لساناً یا عملاً اصول اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہا ہو خواہ مُبطِن کفر ہو یا کہ نہ ہو۔

یہ مفہوم کلّی ہے جو متعدد اصناف وانواعِ زندقہ کو شامل ہے۔ زندقہ کی انواع متعدد ہیں یہ تفسیر ان سب کو شامل ہے اور یہ فائدۂ عموم کے علاوہ سابقہ اعتراضات سے بھی پاک ہے۔ زندقہ کی متعدد انواع جنھیں یہ تفسیر شامل ہے یہ ہیں :۔

اوّلاً یہ شامل ہے اس منافق کو بھی جو داعی الی النفاق ہو۔

ثانیاً یہ شامل ہے دہری کو بھی جو قائل ہو ببقاء دہر کا خواہ وجودِ خالق کا قائل ہو یا نہ ہو۔

ثالثاً۔ ھو شامل لما فی فتاوی قاری الھدایۃ ان الزندیق ھو الذی یقول ببقاء الدھر

ویعتقد ان الاموال والحرم مشترکۃ۔

رابعًا۔ یہ شامل ہے اس زندیق کو جو بقول علامہ ابن کمال باشا لسان عرب میں معروف ہے وھو من ینفی الباری تعالیٰ اویثبت الشریک اومن ینکر حکمتہ۔

خامسًا۔ یہ شامل ہے مُلحد کو بھی وھومن مال عن الشرع القویم الی جھۃ من جھات الکفر من الحد فی الدین ای حاد وعدل۔ ملحد کا حکم بھی مثل زندیق ہے اور اس کی توبہ مختلف فیہ ہے یعنی ملحد زندیق کی ایک قسم ہے۔

سادسًا۔ اس میں داخل ہے اباحی بھی۔ وھو الذی یعتقد اباحۃ المحرمات۔

سابعًا۔ یہ شامل ہے بعض اُن نام نہاد متصوفین کو بھی جو اس بات کے مدعی ہوں کہ وہ قرب من اللہ کے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے مکلف نہیں۔ یعنی ان کے لیے تمام معاصی حلال ہیں اور وہ مکلف بالصوم والصلاۃ نہیں ہیں۔ یہ بھی اباحیین کا ایک گروہ ہے۔ قال ابن کمال باشا فی رسالتہ نقلاً عن الامام الغزالی فی کتاب التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ ومن جنس ذلک مایدعیہ بعض من یدّعی التصوّف انہ بلغ حالۃ بینہ وبین اللہ تعالیٰ اسقطت عنہ الصلاۃ وحلّ لہ شرب المسکر والمعاصی واکل مال السلطان فھذا ممالا اشکّ فی وجوب قتلہ اذ ضررہ فی الدین اعظم وینفتح بہ باب من الاباحۃ لاینسدّ وضرر ھذا فوق ضرر من یقول بالاباحۃ مطلقًا فانہ یمتنع عن الاصغاء الیہ لظھور کفرہ اما ھذا فیزعم انہ لم یرتکب الّا تخصیص عموم التکلیف بمن لیس لہ مثل درجتہ فی الدین ویتدّاعی ھذا الی ان یدعی کل فاسق مثل حالہ انتھی۔

ثامنًا۔ اس میں داخل ہیں وہ اہل بدعت واہواء جن کی بدعت موجب کفر ہو۔ ایسے اہل بدعت اگر بدعت سے رجوع کرلیں اور تائب ہوجائیں فبھا ورنہ وہ واجب القتل ہیں۔ جو اہل بدعت انبیاء علیہم السلام کی بشریت کے منکر ہوں یا غیر اللہ کے لیے کلّی علم غیب کے حصول کے مدعی ہوں وہ بھی اس زمرہ میں داخل ہیں۔ قال فی الشامی ج ۳ ص ۳۲۳ ان دعوی علم الغیب معارضۃ لنص القرآن فیکفر بھا۔ اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ کاہن واجب القتل ہے کیونکہ وہ معرفت غیب کا مدعی ہوتا ہے۔ وفی البزازیۃ یکفر بادّعاء علم الغیب وباتیان الکاھن وتصدیقہ انتھی۔ نیز اسی زمرہ میں داخل ہیں غالی روافض وقرامطہ وزنادقہ فلاسفہ جو عالم اجسام کو قدیم سمجھتے ہیں اور سمٰوات میں خرق والتیام کے منکر ہیں۔ یہ سب حسب تصریح فقہاء واجب القتل ہیں اسماعیلی فرقہ بھی اسی زمرہ میں داخل ہے۔ فرقہ اسماعیلیہ کا لقب قرامطہ وباطنیہ ہے۔ قال فی نور العین اھل الاھواء اذا ظھرت بدعتھم

بحیث توجب الکفر فانہ یباح قتلھم جمیعًا اذا لم یرجعوا ولم یتوبوا واذا تابوا واسلموا تقبل توبتھم جمیعًا الا الاباحیۃ والغالیۃ والشیعۃ من الروافض والقرامطۃ والزنادقۃ من الفلاسفۃ لا تقبل توبتھم بحال ویقتل بعد التوبۃ وقبلھا لانھم لم یعتقدوا بالصانع تعالی حتی یتوبوا ویرجعوا وقال بعضھم ان تاب قبل الاخذ والاظھار تقبل توبتہ والا فلا وھو قیاس فی قول ابی حنیفۃؒ وھو حسن جدًا۔ کذا فی الشامی۔

تاسعًا۔ زندیق کی اسی تفسیر میں داخل ہے فرقہ قادیانیہ جو غلام احمد قادیانی کو نبی یا مصلح و مرشد مانتا ہے۔ یہ فرقہ زمانۂ حال کے زنادقۂ کبار میں سے ہے اور کسی اسلامی مملکت میں بحکم شرع اسے رہائش۔ اقامت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں اور ختم نبوت کا عقیدہ ضروریاتِ دینِ اسلام میں سے ہے۔

کسی اسلامی مملکت میں یہ فرقہ جزیہ ادا کرکے بطور ذمّی بھی سکونت نہیں کرسکتا کیونکہ ان میں سے جو لوگ مسلمان تھے اور پھر قادیانی ہوگئے وہ مرتدّ ہیں اور مرتد واجب القتل ہے۔ مرتد ذمّی نہیں بن سکتا۔ اسی طرح یہ لوگ مرتد ہونے کے علاوہ زندیق بھی ہیں لہٰذا ان میں جو اشخاص قادیانیت کے مبلغ و داعی ہوں ان کی توبہ قضاءً مقبول نہیں ہے اور وہ زندقہ کی وجہ سے واجب القتل ہیں۔ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا کہ اباحیّہ و روافض و قرامطہ و زنادقۂ فلاسفہ کی توبہ مقبول نہیں اور وہ واجب القتل ہیں۔ اس سے بڑھکر اور زندقہ کیا ہوگا کہ وہ اسلام کے اندر ہمارے نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی نبوت کے قائل ہیں۔

اور جو قادیانی پیدائشی قادیانی ہوں یعنی قادیانی خاندان میں پیدا ہوئے اور پھر اسی عقیدے پر قائم رہتے ہوئے بڑے ہوگئے وہ بھی کسی اسلامی مملکت میں از روئے شریعتِ اسلامیہ سکونت و اقامت کے مجاز نہیں ہوسکتے۔ اور وہ جزیہ ادا کرکے ذمّی بھی نہیں بن سکتے بلکہ وہ زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں۔ اگر وہ قادیانیت کے داعی و مبلغ ہوں تو ان کی توبہ قضاءً مقبول نہیں ہوسکتی اور اگر داعی و مبلغ نہ ہوں تو ان کی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔

بہرحال پیدائشی قادیانی زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں وہ جزیہ ادا کرکے بھی دار اسلام میں اقامت اختیار کرنے کے مجاز نہیں۔

۱۔ کیونکہ وہ ختم نبوت جو ضروریاتِ اسلام میں سے ہے کے منکر ہیں۔ درمختار میں ہے واجب القتل ملحدین کے بیان میں وکذا من علم انہ ینکر فی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر و یظھر اعتقاد حرمتہ انتہی۔ جب وہ شخص واجب القتل ہے اس الحاد و زندقہ کی وجہ سے جو بباطن حرمتِ خمر کا

منکر ہو اگرچہ لوگوں کے سامنے حرمتِ خمر کا اظہار کرتا ہو تو قادیانی جو علی الاعلان ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور زندقہ کی اشاعت میں کوشش کرتے ہیں بطریقِ اولیٰ واجب القتل ہیں۔

۲۔ ان کی زندقہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور تمام اہلِ اسلام کو کافر سمجھتے ہیں۔ لہذا یہ بہت بڑا زندقہ ہے۔

۳۔ نیز وہ قرآن واحادیث کے بے شمار نصوص کی تحریف کرتے ہوئے ان سے اپنی گمراہی پر استدلال کرتے ہیں اور تحریف قرآن وسنت سے بڑھ کر اور زندقہ کیا ہوگا۔ لہذا وہ مثل قرامطہ باطنیہ ہیں۔ صاحبِ مواقف وغیرہ علماء مذاہب اربعہ قرامطہ وباطنیہ کے بارے میں لکھتے ہیں انہ لا یحلّ اقرارھم فی دیار الاسلام بجزیۃ ولا غیرھا ولا تحلّ مناکحتھم ولا ذبائحھم۔ شامی ج ۳ ص ۳۲۴ پر ہے والحاصل انہم یصدق علیھم اسم الزندیق والمنافق والملحد ولا یخفی ان اقرارھم بشھادتین مع ھذا الاعتقاد الخبیث لا یجعلھم فی حکم المرتدّ لعدم التصدیق ولا یصح اسلام احدھم ظاھرًا الّا بشرط التبرّی عن جمیع ما یخالف دین الاسلام لانہم یدعون الاسلام ویقرّون بالشھادتین وبعد الظفر بہم لا تقبل توبتہم اصلًا۔ وذکر فی التاترخانیۃ انہ سئل فقھاء سمرقند عن رجل یظھر الاسلام والایمان ثم اقرّ بانی کنتُ اعتقد مع ذلک مذھب القرامطہ وادعو الیہ الآن تبتُ ورجعت وھو یظھر الآن ما کان یظھرہ قبل من الاسلام والایمان قال ابوعبد الکریم بن محمّد قتل القرامطۃ واستئصالھم فرض واما ھذا الرجل الواحد فبعض مشایخنا قال یتغفّل ویقتل ای تطلب غفلتہ فی عرفان مذھبہ وقال بعضھم یقتل بلا استغفال لانّ من ظھر منہ ذلک ودعا الناس لا یصدق فیما یدعی بعد من التوبۃ ولو قبل منہ ذلک لھدموا الاسلام واضلوا المسلمین من غیر ان یمکن قتلھم انتھی۔

یہ ہے ائمہ اسلام کا فتویٰ زنادقہ وقرامطہ کے بارے میں۔ اور قادیانیت بھی قرامطہ کی طرح اسلام کے لیے عظیم فتنہ ہے اس لیے ہر قادیانی واجب القتل ہے۔

۴۔ نیز وہ شعائر اللہ اور کئی اصول اسلام اور خصائص اسلام کی ہتک وبے حرمتی کرتے ہیں مثلاً وہ غلام احمد کی بیویوں کو امہات المؤمنین اور اس کے دیکھنے والوں کو صحابہ کہتے ہیں اور اپنی عبادت گاہ کو وہ مسلمانوں کی طرح مسجد کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ امور خصائص اسلام میں سے ہیں اور یہ اسلام سے استہزاء ہے۔ مسجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہو سکتا ہے۔ کسی اسلامی مملکت میں کسی کافر فرقہ کو از روئے شرع یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ مسلمانوں کی طرح اذان دے اور مسلمانوں کی طرح اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھے اور اپنے الحاد کی اشاعت کے لیے اسلامی نام

استعمال کرکے تشبّہ بالمسلمین کرے یہ اسلام کی سخت بے حرمتی ہے۔ اور اس قسم کی بے حرمتی ایک مستقل زندقہ ہے جو موجب قتل ہے۔

۵۔ جزیہ تو عیسائیت، یہودیت وغیرہ ان ادیانِ باطلہ کے معتقدین سے لیا جاتا ہے جو قدیم و معروف تھے اور بوقت ظہور اسلام موجود تھے۔ اور جو اپنے آپ کو اہل اسلام کے برخلاف ایک فرقہ شمار کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ لیکن جو فرقہ خود اسلام کا مدعی ہو اس سے کس طرح جزیہ لیا جا سکتا ہے۔ ایسے فرقہ کے بارے میں بعد از تحقیق دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اگر تحقیق کے بعد ان کا مسلمان ہونا ثابت ہوا تو وہ یقیناً مسلمان شمار ہوگا اور اہل اسلام سے جزیہ وصول نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر تحقیق سے وہ کافر ثابت ہوا تو وہ مرتد یا زندیق ہوگا اور مرتد و زندیق سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا۔ بلکہ وہ اگر مصرّ ہو تو واجب القتل ہے۔ قادیانی فرقہ احتمالِ ثانی کے قبیل سے ہے وہ مرتد و زندیق ہے کما مر التفصیل من قبل۔ لہٰذا اس فرقہ والے واجب القتل ہیں۔ وہ کسی طرح دارِ اسلام میں اقامت و رہائش کے مجاز نہیں ہیں۔ قادیانی لوگ اسلام اور شعائرِ اسلام کی بے حرمتی و بے عزتی و استہزاء کرتے ہیں اور بے حرمتی کرنے والا زندیق ہے۔ وہ نصوص قطعیہ کی تحریف کرتے ہیں اور یہ زندقہ ہے بلکہ تحریف نصوص اسلام کی بڑی بے حرمتی ہے۔

عاشراً۔ زندقہ کی یہ جامع تفسیر جو ہم ذکر کر چکے شامل ہے سابّ النبی علیہ السلام و سابّ الشیخینؓ و سابّ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی۔ ایسا سابّ زندیق ہے اور واجب القتل ہے۔ علامہ شُرنبلالی شرح درر میں لکھتے ہیں ولا تقبل توبۃ سابّ النبی علیہ السلام سواء جاء تائباً من قبل نفسہ او شھد علیہ بذلک انتھی۔ درمختار علی ہامش الشامی ج ۳ ص ۳۱۵ میں ہے وکل مسلم ارتدّ فتوبتہ مقبولۃ الّا الکافر بسبّ نبیّ من الانبیاء فانہ یقتل حدًّا ولا تقبل توبتہ مطلقاً او الکافر بسبّ الشیخین ؓ۔ وفی البحر من سبّ الشیخین اوطعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتوٰی انتھی۔ شامی میں ہے ان الرافضی اذا کان یسبّ الشیخین ویلعنھما فھو کافر وان کان یفضل علیًّا علیھما فھو مبتدع۔

حادی عشر۔ زندیق کی اس تعریف میں داخل ہیں منکرینِ حجیت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ منکرینِ حدیث بلاریب کبار زنادقہ میں سے ہیں۔ انکارِ حدیث مستلزم ہے انکارِ قرآن کو بھی۔ اولاً تو اس لیے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات حجیتِ احادیث پر دال ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ما ینطق عن الھوٰی اِن ھو الّا وحی یُوحٰی۔ وقال اللہ تعالیٰ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ

فانتھوا۔ لہٰذا حجیتِ احادیث سے انکار مستلزم ہے انکارِ قرآن مجید کو۔ ثانیاً اس لیے کہ حدیث شرحِ قرآن ہے۔ احادیث کے بغیر قرآن کا صحیح مفہوم سمجھنا ناممکن ہے۔

ثانی عشر۔ زندقہ کی تفسیر ہذا شامل ہے ان نام نہاد دانشوروں کو بھی جو تحریف قرآن و نصوص واحادیث کے مرتکب ہیں۔ موجودہ زمانے میں ایسے لوگوں کی تعداد کافی زیادہ ہے وہ اسلام کے مدعی ہیں اور اپنے آپ کو مصلحین کہتے ہیں حالانکہ وہ مفسدین ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام اور نصوص کی تفسیر علماء اسلام نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ علماء قدامت پسند ہیں۔ علماء اسلام و محققینِ شریعتِ محمدیہ ان کے زعم میں جُہّال و مفسدین کا گروہ ہے۔ العیاذ باللہ۔

یہ محرّفین کہتے ہیں کہ زمانۂ حال میں اسلام و احکامِ اسلام کی نئی تشریح و توضیح کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ نئی تشریح و توضیح کرتے ہوئے نصوص کی تحریف کرتے ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتاتے ہیں۔ یہ یورپی تہذیب کے دلدادہ دانشور زنادقہ ہیں اور واجب القتل ہیں۔

چنانچہ ان زنادقہ میں سے ایک زندیق نے تحریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ از روئے قرآن سود لینا حلال ہے اور شراب کی بعض قسمیں حلال ہیں۔ ایک اور زندیق لکھتا ہے کہ ہدی للمتقین سے نصاریٰ یہود وغیرہ کفار مراد ہیں اور یہی کفار اس کے زعم میں متقین ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ تمام کفار قیامت کے دن نجات پائیں گے۔ اور لکھا ہے کہ تمام ادیان کفریہ برحق و صحیح ادیان ہیں لہٰذا اسلام قبول کرنا نجاتِ آخرت کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ قرآن نے ان کے دین کو دینِ حق بتاتے ہوئے کہا ہے لکم دینکم ولی دین۔ نیز قرآن میں ہے قل کل یعمل علی شاکلتہ اس زندیق کے نزدیک ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس جس دین پر قائم ہے وہ صراط مستقیم پر ہے۔

ایسے محرّفین زندیق اور واجب القتل ہیں۔ بے شمار آیات و احادیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ کفار صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں اور کفر ملت شیطانیہ ہے اور کفار دوزخی ہیں یہ وہ چند انواع و اصنافِ زندقہ ہیں جنھیں ہماری مذکورہ صدر تفسیر زندقہ شامل ہے۔ اسی طرح اور متعدد انواع الحاد ہیں جو اس تفسیر و تعریفِ جامع میں داخل ہیں۔ مذکورہ صدر انواع ملحدین میں سے بعض کی توبہ قضاءً مقبول ہے اور بعض کی مقبول نہیں ہے۔ کتب فقہ میں ان کی تفصیلات مذکور ہیں۔

یہاں پر چند گروہ اور بھی ہیں جو اگرچہ وہ زنادقہ نہیں ہیں اور وہ کفر کا ارتکاب نہیں کرتے، لیکن ان کا حکم مثل حکم زنادقہ ہے اور زنادقہ کی طرح وہ بھی واجب القتل ہیں کیونکہ ان کے عمل سے عملِ

زنادقہ کی طرح اسلام اور مسلمانوں کو نقصانِ عظیم پہنچتا ہے ایسے لوگوں میں سے ہے خنّاق۔ خنّاق، وہ شخص ہے جو کسی کا گلا دبا کر اسے ہلاک کر دے۔ درمختار میں ہے الخنّاق لا توبۃ لہٗ۔ شامی ج ۳ ص ۳۲۳ پر ہے ان من خنق مرّۃ لا یقتل ومن تکرر الخنق منہ فی المصر قتل بہ وان کان غیر کافر۔ و انما لا تقبل توبتہ لسعیہ فی الارض بالفساد ودفع ضررہ عن العباد ومثلہ قطاع الطریق۔ انتہی بحاصلہ۔

امرِ ثانی۔ لفظ زندیق کے اصل و مأخذ کے بیان میں متعدد وجوہ ہیں۔ زندیق بروزن اِکلیل، مُعَرَّب ہے اور اس کا معنی ہے ملحد۔ عند البعض یہ معرب زندہ ہے ای الذی یقول ببقاء الدھر و معنی زندۃ فی الفارسیّۃ الحی والباقی۔ اور عند البعض یہ معرب زند ہے اور زند مزدک مجوسی کی کتاب کا نام ہے۔ اور عند البعض اس کا مأخذ ہے زندی اور عند البعض اس کا مأخذ ہے زن دین ای دین النساء و زن فی الفارسیۃ المرأۃ۔

جوہری لغوی لکھتے ہیں الزندیق من الیونانیۃ وھو معرب والجمع الزنادقۃ۔ کتاب مُغرِب میں ہے الزندیق معروف وزندقتہ انہ لا یؤمن بالآخرۃ ووحدانیۃ الخالق۔ وعن ثعلب لیس زندیق من کلام العرب ومعناہ علی ما تقولہ العامۃ ملحد ودھری۔ وعن ابن درید انہ فارسی معرب واصلہ زندۃ ای یقول بدوام بقاء الدھر۔

کتاب مفاتیح العلوم میں ہے الزنادقۃ وھم المانویۃ وکان المزدکیۃ یسمّون بذلک و مزدک ھو الذی ظھر فی ایام قباد وھو ملک للفرس وزعم انّ الاموال والحرم مشترکۃ و اظھر کتابًا سماہ زندا وھو کتاب المجوس الذی جاء بہ زردشت الذی یزعمون انہ نبیّ فنسب اصحاب مزدک الی زندا وعربت الکلمۃ فقیل زندیق انتہی۔ مفاتیح العلوم کی عبارت سے معلوم ہوا کہ زندیق کا مأخذ زندا ہے جو نام ہے اس کتاب مجوس کا جو ان کے زعم میں زردشت نے لوگوں کے سامنے پیش کی تھی۔ یہ قول اگرچہ ہمارے خیال ناقص میں مجمل ہے اور بظاہر صحیح نہیں ہے صحیح قول ہم آگے مسعودی کے حوالے سے ذکر کریں گے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زردشت نبیٔ مجوس کے بارے میں بھی ہم کچھ بتا دیں۔

زرتشت کی شہرت اگرچہ زیادہ ہے لیکن بایں ہمہ اس کے متعلق صحیح تاریخی معلومات نہیں ملتیں اور اس کے زمانے کا یقینی طور پر تعین بھی نہیں کیا جا سکتا۔ افلاطون نے جو تقریبًا ۴۰۰ سنہ قوم کے قریب زمانے کا ہے زرتشت کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے "ایرانی نوجوانوں کو مغ زرتشت بن ہرمز تعلیم دیا کرتا تھا"۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زرتشت کا زمانہ ۶۰۰ سنہ قوم سے پہلے کا نہیں۔ انیسویں صدی

میں ہاگ اور بنسن دونوں کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ زرتشت کا زمانہ ۱۲۰۰ قم سے ۲۴۰۰ قم تک ہے لیکن بعض ایسے مؤرخین بھی ہیں جن کے نزدیک زرتشت کا زمانہ ۶۳۵۰ قم کے قریب ہے۔ اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ اس کا زمانہ ۷۰۰۰ قم سے زیادہ بعید نہیں ہے۔ بہرحال ایرانی اور ملوکِ ایران وغیرہ مجوسی تھے اور وہ زرتشت کو نبی مانتے ہیں۔

مجوسیت کی مقدس کتاب کا نام ژندا وستا ہے۔ اصل نام اوستا ہے ژند اضافی لفظ ہے

مسعودیؒ مروج الذہب ج ۱ ص ۲۵۰ پر لکھتے ہیں کہ شاہ ایران بہرام بن ہرمز نے مانی بن یزید تلمیذ قاردون کو مع اس کے اتباع کے ایک حیلہ سے جمع کیا پھر سب کو قتل کرادیا۔ قال وفی ایام مانی هذا ظهر اسم الزندقة الذی الیه اضیف الزنادقة وذلك ان الفرس حین اتاهم زراد شت بن اسپیمان بکتابهم المعروف بالبستاه باللغة الاولیٰ من الفارسیة وعمل له التفسیر وهو الزند و عمل لهذا التفسیر شرحاً سماه البازند وکان الزند بیاناً لتاویل المتقدم المنزل وکان من اورد فی شریعتهم شیئاً بخلاف المنزل الذی هو البستاه وعدل الی التاویل الذی هو الزند قالوا هذا زندی فاضافوه الی التاویل وانه منحرف عن الظواهر من المنزل الی تأویل هو بخلاف التنزیل۔

فلما ان جاءت العرب اخذت هذا المعنی من الفرس وقالوا زندیق وعربوه والثنویة ای اصحاب مانی هم الزنادقة ویلحق بهؤلاء سائر من اعتقد القدم وابی حدوث العالم اھ۔

تمت رسالتی التحقیق فی الزندیق بحاصلها وللہ الحمد والمنۃ۔

فائدہ۔ المحدثات۔ آیت کلما اضاء لهم مشوا فیه واذا اظلم علیهم قاموا کی تفسیر میں محدثین کا ذکر موجود ہے۔ محدثین بفتح دال غیر مشدد متأخرین شعراء کو کہا جاتا ہے۔ علماء ادب وتاریخ کہتے ہیں کہ شعراء عرب کے چھ طبقات ہیں۔

اول۔ جاهلیون۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کے شعراء اسلام کے ظہور سے قبل زمانۂ جاہلیت میں تھے مثل امرؤ القیس وغیرہ۔

دوم مُخَضْرَمُون۔ بضم میم وفتح خا معجمہ وفتح راء۔ بعض علماء کے نزدیک اس میں کسرۂ راء خطا ہے لیکن عند البعض کسرہ بھی صحیح ہے۔ قال ابن خلکان انه سمع فیه مخضرِم بکسر الراء وبالحاء المهملة و استغربه۔ اس طبقہ کے شعراء وہ ہیں جنھوں نے جاہلیت واسلام دونوں کا زمانہ پایا ہو۔ مثل لبید وحسان رضی اللہ عنہما۔ واطلقه المحدثون علی کل من ادرك الجاهلیة وادرك حیاة النبی علیه السلام ولیست له صحبة ولم یشترط بعض اهل اللغة نفی الصحبة وفی المحکم رجل مخضرم اذا کان

نصف عمرہ فی الجاهلیة ونصفه فی الاسلام وقال ابن فارس انه من الاسماء التی حدثت فی الاسلام وهو من قولهم لحم مخضرم اذا لم یدر من ذکر هو ام انثی او من خضرم الشئ اذا قطعه وخضرم فلان عطیته اذا قطعها فکأنهم قطعوا عن الکفر الی الاسلام او لان رتبهم فی الشعر نقصت لان حال الشعراء تطامنت بنزول القرآن کما قاله ابن فارس۔

سوم۔ متقدّمون۔ اس طبقہ کے شعراء کو اسلامیّون بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ شعراء ہیں جو صدر اسلام میں تھے مثل جریر و فرزدق۔

چہارم۔ مولّدون اور یہ وہ شعراء ہیں جو طبقۂ ثالثہ کے بعد تھے مثل بشار وغیرہ۔

پنجم۔ محدثون۔ بفتح الدال۔ یہ وہ شعراء ہیں جو طبقۂ رابعہ کے بعد ہیں مثل ابوتمام و بحتری و متنبی۔

ششم۔ متأخرون۔ متأخرین اصطلاح اہل ادب میں وہ شعراء ہیں جو طبقہ خامسہ کے بعد حجاز و عراق وغیرہ بلاد میں ظاہر ہوئے۔

پہلے تین طبقوں کا کلام باتفاقِ علماء حجت ہے۔ قواعد عربیہ ولغات میں ان کے اشعار سے استدلال کرنا صحیح ہے۔ متأخرین یعنی طبقہ سادسہ کے کلام سے استدلال کرنا بالاتفاق غیر صحیح ہے۔ باقی طبقہ خامسہ یعنی محدثین میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان کا حکم وہ ہے جو طبقہ سادسہ کا ہے۔ اور زمخشری و علامہ بیضاوی رحمہ اللہ کے نزدیک موثوق بہم کے کلام سے استدلال کرنا درست ہے۔ کیوں کہ ان کی روایت مقبول ہے۔ پس ان کا قول حکم روایت میں ہے تو ان کا قول بھی مقبول ہوگا۔ اسی وجہ سے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے اظلم کے تعدیہ پر ابوتمام کے اس شعر سے تمسک کیا ہے ؎

هما اظلما حالیّ ثمت اجلیا ظلامیهما عن وجه امرد اشیب

حالانکہ ابوتمام طائی طبقہ خامسہ کے شعراء میں سے ہے۔ علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں فانه ای ابا تمام وان کان من المحدثین لکنه من علماء العربیة فلا یبعد ان یجعل ما یقوله بمنزلة ما یرویه اھ۔ ویؤیده ما ذکر الازهری فی التهذیب ان کل واحد من اضاء و اظلم یکون لازما ومتعدیا۔

قال الشهاب الخفاجی فی عنایة القاضی ج ۱ ص ۲۰۶ واختلف فی المحدثین فقیل لا یستشهد بشعرهم مطلقا وقیل یستشهد به فی المعانی دون الالفاظ وقیل یستشهد بمن یوثق به منهم مطلقا واختاره الزمخشری ومن حذا حذوه قال لانی اجعل ما یقوله بمنزلة ما یرویه اعترض علیه بان قبول الروایة مبنی علی الضبط والوثوق واعتبار القول مبنی علی معرفة الاوضاع اللغویة والاحاطة بقوانینها ومن البین ان اتقان الروایة لا یستلزم اتقان الدرایة۔

وفی الکشف ان القول درایۃ خاصۃ فہی کنقل الحدیث بالمعنی وقال المحقق التفتازانی القول بانہ بمنزلۃ نقل الحدیث بالمعنی لیس بسدید بل ہو بعمل الراوی اشبہ وہو لا یوجب السماع الا ان کان من علماء العربیۃ الموثوق بہم فالظاہر انہ لا یخالف مقتضاہا فان استونس بہ ولم یجعل دلیلا لم یرد علیہ ما ذکر وکلا ما قیل من انہ لو فتح ہذا الباب لزم الاستدلال بکل ما وقع فی کلام علماء المحدثین کالحریری واضرابہ والجۃ فیما رووہ لا فیما رأوہ وقد خطؤا المتنبی واباتمام والبحری فی اشیاء کثیرۃ کما ہو مسطور فی شروح تلک الدواوین انتہی۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ۔ الثریا۔ شرح بسملہ میں جلالہ کے بیان میں مذکور ہے۔ ثریا کو اردو میں پروین کہتے ہیں۔ یہ کئی ستاروں کا مجموعہ ہے۔ یہ برج ثور کا حصہ ہے۔ خالی آنکھ سے ثریا میں صرف چھے ۶ ستارے نظر آتے ہیں۔ اگر مطلع صاف ہو تو تیز آنکھ کو اس سے زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ چھوٹی دوربین سے مجموعۂ ثریا میں ۱۰۰ کے قریب اور بڑی دوربین میں ۶۲۵ ستارے دیکھے گئے ہیں۔ عقد ثریا مشہور و معروف ہے اسے عوام بھی جانتے ہیں۔

بعض آثار میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام مجموعۂ ثریا میں کبھی گیارہ اور کبھی بارہ تارے دیکھتے تھے۔ وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۹۴ عن العباس رضی اللہ عنہ قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انظر ہل ترى فی السماء من شئ؟ قلت نعم قال ما ترى؟ قلت الثریا قال اما انہ سیملک ہذہ الامۃ بعددہا من صلبک وقد اختلف الناس فی عدد نجوم الثریا المرئیۃ فقیل سبعۃ انجم وقیل تسعۃ وجمعنا بینہما بان الاول یکون ہو المرئی لغالب الناس ولو غیر حدید البصر والثانی لمن یکون حدید البصر منہم واما العدد المرئی لہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیل کان یری احد عشر نجما وقیل اثنا عشر نجما وجمعنا بینہما بحمل الاول علی ما اذا لم یمعن النظر والثانی علی ما اذا امعن النظر وحینئذ یقتضی ہذا ان تکون الخلفاء من بنی العباس اثنی عشر اہ۔ قیل کواکب الثریا ستۃ او سبعۃ ؎

خلیلی انی للثریا لحاسد ۔۔۔ وانی علی ریب الزمان لواجد
تجمع فیہا شملہا وہی سبعۃ ۔۔۔ و افقد من احببتہ وہو واحد

حدیث مذکور کے علاوہ کئی دیگر احادیث میں بھی ثریا کا ذکر موجود ہے۔ ایک حدیث شریف میں نبی علیہ السلام نے بطور پیش گوئی ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم کی عظمت و بلندی کے لیے بطور مثال ثریا کا ذکر فرمایا ہے۔

فقد وردت احادیث صحیحۃ تشیر الی فضل ابی حنیفۃ منہا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما رواہ

الشيخان عن ابى هريرة رض والطبرانى عن ابن مسعود ان النبى صلى الله عليه وسلم قال لوكان الايمان عند الثريا لتناوله رجال من ابناء فارس ورواه ابونعيم عن ابى هريرة والشيرازى والطبرانى عن قيس بن سعد بن عبادة بلفظ ان النبى صلى الله عليه وسلم قال لوكان العلم معلقاً عند الثريا لتناوله رجال من ابناء فارس ولفظ الطبرانى عن قيس لاتناله العرب لناله رجال من ابناء فارس وفى رواية مسلم عن ابى هريرة لوكان الايمان عند الثريا لذهب به رجل من ابناء فارس حتى يتناوله وفى رواية للشيخين عن ابى هريرة مرفوعاً والذى نفسى بيده لوكان الدين معلقا بالثريا لتناوله رجل من فارس هذا وقد كان جدّ ابى حنيفة رح من فارس على ماعليه الاكثرون ۔

قال الحافظ السيوطى رح هذا الحديث الذى رواه الشيخان اصل صحيح يعتمد عليه فى الاشارة لابى حنيفة رحمه الله تعالى ۔

قال البيضاوى رح انّ الله وصف فى الاصل ثم صار له تعالى كالعلم مثل الثريا والصعق ۔ قال الشهاب رح الثريا تصغير ثَرْوٰى مؤنث ثَرْوان جعل اسماً للنجم لكثرة كواكبه ونقل علماً لامرأة ايضاً ۔ و الصَعَق بفتح العين شدة الصوت وبكسر العين الشديد الصوت والمتوقع للصاعقة والنازلة عليه ولقب خويلد بن نفيل فارس بنى كلاب (خويلد هذا ليس الذى هو والد خديجة الكبرى رضى الله عنها) وتسكن عينه ويقال صِعِق كابل لقب به لان تيما اصابوا رأسه بضربة فكان اذا سمع صوتا صعق اولانه اتخذ طعاما فكفأت الريح قدره فلعنها فارسل الله عليه صاعقة وهما وصفان فى الاصل صارا علما بالغلبة والغلبة فى الله والثريا تقديرية وفى الصعق تحقيقية انتهى هذا و الله اعلم وعلمه اتم ۔

فصل

تفسیر بیضاوی مسمّٰی بہ انوار التنزیل واسرار التاویل علماء وطلبہ کے مابین جس طرح آج کل مقبول و محبوب ہے اور درسِ نظامی کے نصاب میں داخل ہے اسی طرح وہ ہر زمانے میں مقبول و مرجع العلماء والطلبہ رہی ہے۔ اور جس طرح وہ آج کل مدارس میں مغلق و مشکل کتاب سمجھی جاتی ہے زمانۂ ماضی میں بھی علماء وطلبہ کے نزدیک اس کی یہ حیثیت مسلّم تھی۔ تفسیر بیضاوی کی شروح وحواشی و تعلیقات کی کثرت سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ہم یہاں پر تفسیر بیضاوی کی شروح و تعلیقات وحواشی کا علی الاختصار ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ تفسیر ہذا کے شرّاح ومحشّین کے تراجم کی تفصیل میں میری ایک مستقل ضخیم کتاب ہے۔ تفصیل کے لیے اس کی طرف مراجعت کی جائے وہ بہت مفید کتاب ہے۔ علماء وطلبہ اس میں کافی معلومات وحقائقِ تاریخیہ پائیں گے۔ شارحین تفسیر بیضاوی کا مختصر تذکرہ یہ ہے:۔

(۱) شرح محی الدین محمد بن مصلح الدین مصطفٰی قُوجوی متوفی ۹۵۱ھ۔ یہ نہایت مفید اور نافع شرح ہے۔ اس کا مصنف بڑا زاہد اور صالح تھا۔ شیخ زادہ کے نام سے معروف ہیں۔

(۲) شرح ابو الفضل قرشی خطیب مشہور بہ کازرونی متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ مفید شرح و حاشیہ ہے۔ تاہم یہ حلّ بیضاوی کے لیے کافی نہیں ہے۔ مصری مدارس میں یہ مروج ہے اولھا الحمد للہ الذی انزل آیات بیّنات محکمۃ الخ

(۳) شرح شیخ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ وقیل ۷۷۵ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اولھا الحمد للہ الذی وفقنا للخوض الخ

(۴) شرح فاضل محمد بن جمال الدین بن رمضان الشروانی۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ اولھا قال الفقیر بعد حمد اللہ العلیم العلام الخ۔

(۵) شرح شیخ صبغۃ اللہ رحمہ اللہ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں۔ کبریٰ وصغریٰ۔ ان میں تفسیر بیضاوی کی اٹھارہ شروح سے انتخاب کیا گیا ہے۔

(۶) شرح شیخ جمال الدین اسحاق قرامانی متوفی ۹۳۳ھ۔ یہ مفید و جامع شرح ہے۔

(۷) شرح عالم و فاضل مشہور بہ روشنی آبدینی ؒ۔

(۸) شرح و حاشیہ حافظ امان اللہ بن نور اللہ بنارسی ؒ۔ متوفی ۱۱۳۳ھ۔ یہ جامع معقول و منقول تھے۔ علامہ محب اللہ بہاری مصنف سلم العلوم متوفی ۱۱۱۹ھ کے معاصر تھے۔

(۹) حاشیہ و شرح مولوی عبد الحکیم لکھنوی ؒ ابن مولوی عبد الرب بن بحر العلوم عبد العلیم متوفی ۱۲۸۸ھ۔ یہ مفید حاشیہ ہے۔

(۱۰) شرح و حاشیہ مولانا شیخ نور الدین بن محمد احمد آبادی گجراتی ؒ۔ متوفی ۱۱۵۵ھ۔ یہ بڑے محقق، وحید عصر و فرید دہر تھے۔

(۱۱) حاشیہ مولانا محمد اسرائیل سلہٹی ؒ۔ یہ بڑے عالم و صاحب تقویٰ تھے۔

(۱۲) شرح و حاشیہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم ؒ مشہور بہ ابن تجرید معلم سلطان محمد خان۔ یہ مفید و جامع حاشیہ ہے جو حواشی کشاف کا ملخص ہے۔

(۱۳) شرح قاضی زکریا بن محمد انصاری مصری ؒ متوفی ۹۲۶ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ مسمی بہ فتح الجلیل ببیان خفی انوار التنزیل۔ اولہا الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتب الخ امام عبد الوہاب شعرانی ؒ کتاب لطائف المنن میں لکھتے ہیں ان القاضی زکریا علقہ املاءً بعد ان کف بصرہ لما قرأ علیہ۔ قال وغالبہا بخطہ وخط ولدہ جمال الدین۔

(۱۴) شرح و حاشیہ شیخ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی ؒ متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اس کا نام ہے نواہد الابکار و شواہد الافکار۔

(۱۵) شرح و حاشیہ شیخ محمود بن حسین افضل حاذقی ؒ مشہور بہ صادقی گیلانی ؒ متوفی فی حدود ۹۷۰ھ۔ یہ سورۂ اعراف سے تا آخر قرآن ہے۔ اس کا نام ہے ہدایۃ الرواۃ الی الفارق المداوی للعجز عن تفسیر البیضاوی۔

(۱۶) حاشیہ شیخ بابا نعمۃ اللہ بن محمد ؒ متوفی فی حدود ۹۰۰ھ۔

(۱۷) حاشیہ مولیٰ مشہور بہ مُناوَعُوض ؒ متوفی ۹۹۴ھ۔ یہ تقریباً تیس جلدوں میں ہے۔

(۱۸) شرح مولیٰ محقق ملا خسرو محمد بن فرامرز ؒ متوفی ۸۸۵ھ۔ یہ بہترین حاشیہ ہے۔ یہ ابتداء سے سیقول السفہاء تک ہے۔ اور اس کا تتمہ تا آخر سورہ بقرہ لکھا ہے محمد بن عبد الملک بغدادی حنفی متوفی ۱۰۱۶ھ نے۔

(۱۹) حاشیہ شیخ ابی بکر بن احمد بن الصائغ حنبلی ؒ متوفی ۷۱۴ھ۔ اس کا نام ہے الحسام الماضی فی ایضاح غریب القاضی۔ اس حاشیہ میں تفسیر بیضاوی کے الفاظ مشکلہ و غریبہ کی تشریح ہے

اور اس کے علاوہ بعض دیگر فوائد بھی جمع کیے ہیں۔

(۲۰) حاشیہ فاضل نور الدین حمزہ بن محمود قرامانیؒ متوفی ۸۷۱ھ یہ زہراوین پر ہے۔ اس کا نام ہے تقریر التفسیر۔

(۲۱) حاشیہ سنان الدین بردعیؒ مشہور بہ عجم سنان۔ اوّلہ الحمد للہ الذی نوّر قلوبنا الخ۔ یہ حاشیہ فاکادوا یفعلون تک ہے۔

(۲۲) شرح محقق عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ الاسفرائینیؒ متوفی ۹۴۳ھ۔ یہ تحقیقات و نکات سے لبریز ہے۔ یہ ابتدا سورت اعراف تک ہے اور آگے سورۂ نبا سے آخر قرآن تک ہے۔ یہ شرح مصنفؒ نے سلطان سلیمان خان کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی تھی۔ عصام الدین علامہ جامیؒ کے تلمیذ ہیں۔ شرح جامی للکافیہ پر آپ کے حواشی مشہور ہیں۔

(۲۳) حاشیہ و شرح علامہ سعد اللہ بن عیسیٰؒ شہیر بہ سعدی آفندی متوفی ۹۴۵ھ یہ سورۂ ہود سے تا آخر قرآن شریف ہے۔ یہ بڑی لطیف و شریف ابحاث پر مشتمل ہے۔ مدرسین کے نزدیک معتمد تھی۔

(۲۴) حاشیہ و شرح فاضل سنان الدین یوسف بن حسامؒ متوفی ۹۸۶ھ۔ یہ مقبول حاشیہ ہے۔ اول سورۂ انعام سے تا آخر سورہ کہف ہے۔ اور آخری حصہ کی بعض سورتوں سورۂ مُلک۔ مدثر۔ قمر پر ہے۔ مصنف نے سلطان سلیم خان ثانی کی خدمت میں یہ حاشیہ پیش کیا تھا۔

(۲۵) حاشیہ مولی مصطفےٰ بن محمدؒ مشہور بہ بستان آفندی متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔

(۲۶) حاشیہ مولی محمد بن عبد الوہابؒ مشہور بہ عبد الکریم زادہ متوفی ۹۷۵ھ۔ یہ سورت طٰہٰ تک ہے۔

(۲۷) حاشیہ مولی محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسنؒ متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔

(۲۸) تعلیقات فاضل مصلح الدین محمد لاریؒ متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف زہراوین سے متعلق ہے مباحث شریفہ پر مشتمل ہے۔

(۲۹) تعلیقات شیخ ادیب غرس الدین جلبی طبیبؒ۔

(۳۰) حاشیہ و شرح شیخ محمد عابد لاہوریؒ متوفی ۱۱۶۰ھ۔

(۳۱) شرح وحاشیہ شیخ وجیہ الدین گجراتیؒ متوفی ۹۷۸ھ وقیل ۹۹۷ھ۔
(۳۲) شرح شیخ ملا عبد السلام لاہوریؒ متوفی ۱۰۲۷ھ۔
(۳۳) حاشیہ شیخ محمد احمد آبادی گجراتیؒ متوفی ۹۸۲ھ۔
(۳۴) شرح شیخ عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی متوفی ۱۰۵۲ھ آپ مشہور محدث ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کی دو شرحیں آپ نے لکھی ہیں۔ اللمعات۔ و اشعۃ اللمعات۔
(۳۵) تعلیقات ملا حسین خلخالیؒ۔ یہ سورت یٰس سے تا آخر قرآن ہے۔ اولہا الحمد للہ الذی تولّہ العرفاء فی کبریاء ذاتہ الخ
(۳۶) تعلیقات شیخ محی الدین محمد اسکلیبیؒ متوفی ۹۲۲ھ۔
(۳۷) تعلیقات شیخ محی الدین محمد بن القاسم شہیر بہ اخویںؒ متوفی ۹۰۴ھ۔ یہ صرف زہراوین پر ہے۔
(۳۸) تعلیقات مولانا محمد بن عبد الغنیؒ متوفی ۱۰۳۶ھ۔ یہ نصف سورت بقرہ تک ہے۔
(۳۹) حاشیہ فاضل محمد امین مشہور بہ ابن صدر الدین شروانیؒ متوفی ۱۰۲۰ھ یہ الٓمٓ ذلک الکتٰب تک ہے۔
(۴۰) حاشیہ مولی ہدایۃ اللہ علائیؒ متوفی ۱۰۳۹ھ۔
(۴۱) حاشیہ فاضل محمد شرانشیؒ۔ یہ جزء نبأ پر ہے۔
(۴۲) تعلیقات فاضل محمد امینؒ مشہور بہ امیر بادشاہ البخاری الحسینی۔ یہ سورت انعام تک ہے۔
(۴۳) حاشیہ فاضل محمد بن موسیٰ بسنویؒ متوفی ۱۰۴۶ھ۔ یہ آخر سورت انعام تک ہے۔ یہ مبنی ہے طریقہ ایجاز بلکہ طریقہ تعمیہ والغاز پر۔ اولہا الحمد للہ الذی فضّل بفضلہ العالمین علی الجاہلین الخ۔
(۴۴) تعلیقات شیخ علاء الدین علی بن محی الدین محمدؒ متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ زہراوین پر ہے اس کا نام ہے مصباح التعدیل فی کشف انوار التنزیل۔
(۴۵) حاشیہ شیخ احمد بن روح اللہ انصاریؒ متوفی ۱۰۰۹ھ۔ یہ آخر سورت اعراف تک ہے۔

(۴۶) حاشیہ مولیٰ محمد بن ابراہیم حلبیؒ متوفی ۹۷۱ھ۔
(۴۷) شرح جمال الدین عبدالرحیم بن حسن اسنوی شافعیؒ متوفی ۷۷۲ھ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں ایک مطول اور ایک مختصر۔
(۴۸) شرح بدرالدین حسین بن خواجہ شہاب الدین گیلانی شافعیؒ متوفی بمکہ ۸۸۹ھ۔ یہ صرف خطبۂ تفسیر بیضاوی کی شرح ہے۔
(۴۹، ۵۰) شرح قاضی عمر بن عبداللہ رومی حنفیؒ۔ یہ آخر سورت آل عمران تک ہے ایک جلد میں۔ پھر اس کا تکملہ سورت اسراء سے تا آخر قرآن لکھا ہے علی بن محمد دمشقی صالحیؒ متوفی ۱۲۰۰ھ نے۔
(۵۱) حاشیہ عزالدین بن جماعہ محمد بن عبدالعزیز بن محمد کنانی شافعیؒ متوفی ۸۱۹ھ۔
(۵۲) حاشیہ شیخ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر حنفیؒ شیخ سیوطی متوفی ۸۷۰ھ۔
(۵۳) حاشیہ سریّ الدین محمد بن ابراہیمؒ دروری مصری حنفی معروف بہ ابن الصائغ، متوفی ۱۰۶۶ھ۔
(۵۴) حاشیہ ابن ہلال حنفی محمد بن علیؒ۔
(۵۵) حاشیہ قاضی عبدالحلیم بن شیخ نصوح رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۸۸ھ۔ یہ زہراوین و سورت نساء پر ہے۔
(۵۶) حاشیہ قاضی محمد بن یوسف حمیدیؒ متوفی ۱۰۳۳ھ۔
(۵۷) حاشیہ صدر عبداللہ بن محمد رومیؒ معروف بہ آلتونی جوق زادہ متوفی ۱۱۸۳ھ۔
(۵۸) حاشیہ محی الدین محمد بن محمد بن محمد بردعی تبریزیؒ متوفی ۹۲۷ھ۔
(۵۹) حاشیہ شیخ بسمل اکبر نواب شیرازیؒ متخلص بہ بسمل۔
(۶۰) حاشیہ قاضی بدرالدین محمد بن محمد عبدالرحمٰن شافعیؒ متوفی ۸۹۰ھ
(۶۱) حاشیہ محمد بن محمد بن محمد مغربی مالکیؒ معروف بہ بلیدی متوفی ۱۱۷۶ھ۔
(۶۲) حاشیہ شیخ بوریني بدرالدین حسن دمشقیؒ متوفی ۱۰۲۴ھ۔
(۶۳) حاشیہ علی بن صادق بن محمد بن ابراہیم داغستانی حنفیؒ المدرس بدمشق مشہور بہ شماخی متوفی ۱۱۹۹ھ۔
(۶۴) حاشیہ دباغ زادہ شیخ الاسلام محمد رومی صاحب التبیان۔ یہ صرف جزء نبأ پر ہے۔

(۶۵) حاشیۂ مولانا عبدالحکیم حنفی سیالکوٹیؒ متوفی ۱۰۶۷ھ۔
(۶۶) حاشیۂ السید السند الشریف علی بن محمد جرجانیؒ متوفی ۸۱۶ھ۔
(۶۷) حاشیۂ نورالدین محمد بن عبدالہادی حنفیؒ نزیل مدینہ منورہ متوفی ۱۱۳۸ھ۔
(۶۸) حاشیۂ بہاؤالدین محمد بن حسین العاملی الہمدانی الشیعی مصنف تشریح الافلاک فی الہیئۃ۔
(۶۹) حاشیۂ قُنوی عصام الدین اسماعیل بن مصطفیٰ رئیس العلماء رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۹۵ھ یہ بہت مفید اور جامع شرح ہے۔
(۷۰) حاشیۂ صدر کمال الدین احمد بن عصام الدین احمد رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۳۰ھ۔
(۷۱) حاشیۂ عضدالدین عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن یوسف مصری حنفیؒ متوفی ۸۸۰ھ۔
(۷۲) حاشیۂ محمد بن حمزہ حنفیؒ نزیل دمشق متوفی ۱۱۱۱ھ۔
(۷۳) حاشیۂ مولیٰ محمد رومیؒ امام جامع محمود باشا متوفی ۹۷۳ھ۔
(۷۴) تخریج شیخ عبدالرؤف مناویؒ۔ اس میں تخریج احادیث بیضاوی ہے مسمی بہ الفتح السماوی بتخریج احادیث البیضاوی۔ اوّلہ اللّٰہم احمدک ان جعلنی من خدّام اھل الکتاب الخ۔
(۷۵) تعلیق کمال الدین محمد بن محمد بن ابی شریف القدسیؒ متوفی ۹۰۳ھ۔
(۷۶) مختصر تفسیر بیضاوی لمحمد بن محمد بن عبدالرحمٰنؒ المعروف بامام الکاملیۃ شافعی قاہری متوفی ۸۷۴ھ۔
(۷۷) تعلیقات محدث کبیر فقیہ عظیم قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ ابن ہمام متوفی ۸۷۹ھ۔ یہ فھم لا یرجعون تک ہے۔
(۷۸) حاشیۂ ابراہیم بن محمد مصری شافعیؒ متوفی ۱۰۷۹ھ۔
(۷۹) حاشیۂ محمود بن عبداللہ موصلی مفتیؒ متوفی ۱۰۸۲ھ۔
(۸۰) حاشیۂ شہاب الدین احمد بن عبداللہ صاحب البحر المبتغیٰ۔
(۸۱) حاشیۂ احمد بن توفیق قاضی حنفی گیلانیؒ متوفی ۱۰۵۱ھ۔
(۸۲) ومن شارحی انوار التنزیل للعلّامۃ البیضاوی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ ھذا العبد الضعیف وشرحی لہ ھذا خمّنتہ فی نحو خمسین مجلداً وسمیتہ بازھار التسھیل وسمیت مقدمتہ باثمار التکمیل وھذہ ترجمتی۔
فانا محمد موسیٰ ابن العارف باللّٰہ الزاھد التقی المولی شیر محمد منحہ اللّٰہ فی الجنّۃ قصور العسجد

مولدی کٹہ خیل وھی قریۃ بین جبلین من مضافات بلدۃ ومدیریۃ دیرہ اسماعیل خان فی اقلیم سرحد من الباکستان کان جدّنا الاعلی من سُکّان بلدۃ غزنی اومن سکّان حوالیھا من ولایۃ افغانستان واسم جدّنا ھذا السیّد الشیخ احمد الروحانی وقبرہ فی سفح جبل من جبال غزنی یزار ومشھور فی تلک البلاد وکان من کبار اولیاء اللہ تعالی وکذلک ابی کان من الاولیاء الزاھدین العارفین ومن اھل الکشف والمعرفۃ الباطنیۃ۔

وکان ابی دائم الاستغراق فی مراقبۃ اللہ وصفاتہ واموراٰلاٰخرۃ ومع فقرہ کان جوّدہ وسخاؤہ مشھوراً ولایزال اھل القریۃ یذکرون قصص جودہ العجیبۃ واحوال استغراقہ ومراقبتہ و بصیرتہ القلبیّۃ قرأ ابی بعض الکتب الدینیّۃ علی بعض العلماء فی قریتہ کٹہ خیل۔

مات ابی فی مرض طویل مرض اجتماع الماء فی البطن والمعدۃ وکنت عند موتہ صغیراً ابن خمس سنوات بل اصغر۔

وعند زیارتی لقبر والدی سمعت مراراً من داخل قبرہ تلاوۃ القراٰن الشریف خصوصاً تلاوۃ سورۃ الملک التی ھی منجیۃ تلاوۃ واضحۃ جیدۃ بلسان فصیح وصوت حسن یأخذ بمجامع القلوب ویجذبھا کانّہ نزمار من مزامیر اٰل داؤد وکنت اشعر بخوف وقشعریرۃ اوّلاً وکانت امّی تشجّعنی وتقول لی لاتخف فاستأنستُ بالتّلاوۃ وزال الخوف من سماع تلاوۃ القراٰن من داخل قبرہ وھذا من عجائب الکرامات۔ وفی کتب التاریخ انّ بعض الناس کانوا یسمعون من قبر ثابت البنانی العارف باللہ تلاوۃ القراٰن الشریف۔ ثم بعد موت الاب ربّتنی اُمّی الذاکرۃ للہ کثیرا الصائمۃ القائمۃ للہ وقاسینا مصائب وشدائد فی زمن الصغر۔

وقرأت اوائل کتب الفقہ وجمیع کتب الفارسیۃ علی بعض علماء القریۃ۔ ومع اشتغالی بھذہ الدروس زمن الطفولیّۃ اخدم امی واساعدھا فی امور تتعلق بداخل البیت وخارجہ اشتغل جمع العلف لبعض دوابّ البیت وخدمۃ اِتیان الماء من بعید وکان الماء فی بعض الازمنۃ علی بُعد ثلاثۃ امیال۔ ثم خرجت باشارۃ صِھری زوج اختی الخلیفۃ احمد رحمہ اللہ لتحصیل العلم الی بلدۃ عیسٰی خیل وھذا اول خروجی لطلب العلم حینما کان عمری نحو احدی عشرۃ سنۃ او اقل فبدأت بعلم الصرف وحفظت عدۃ کتب منہ فی اشھر عدیدۃ علی شیخی الخلیفۃ محمد رحمہ اللہ باشراف المفتی محمود رحمہ اللہ۔

ثم ذھبتُ معہ الی قریۃ اباخیل من قری مدیریۃ بنوں فمکثتُ فیھا سنتین وحفظت ھناک جمیع کتب الصرف الی الفصول الاکبریۃ وکتب النحو الی الکافیۃ واوائل کتب المنطق علی

مولانا جان محمد وعلی المفتی الکبیر الزعیم الشهیر فی العالم مولانا محمود ثم ذهبتُ مع الشیخ المفتی المذکور الی قریة عبد الخیل فبقیتُ معه هناك نحو سنتین وقرأت علیه شرح الجامی ومختصر المعانی والمنطق الی سلّم العلوم والمقامات واصول الشاشی وشرح المیبذی لهدایة الحکمة وشرح الوقایة وبعض کتب القراءة والتجوید۔

ثم سافرت الی اکوڑہ خٹك ومکثت فی دار العلوم الحقانیة نحو سنتین وقرأت هناك جمیع کتب المنطق الّا القاضی مبارك وجمیع کتب الفلسفة واقلیدس والمیراث واصول الفقه الّا التلویح والتوضیح وقرأت المطول وجمیع کتب الادب العربی۔

وسافرت من اکوڑہ خٹك فی الاجازات السنویة اجازات شهر رمضان الی بلدة راولپنڈی فقرأت ترجمة القرآن الشریف بتمامه علی المفسر الکبیر جامع الفنون مولانا غلام الله خان رحمه الله تعالیٰ۔

ثم ذهبت الی ملتان ودخلت فی الجامعة الکبیرة قاسم العلوم فمکثتُ فیها ثلاثة اعوام وتخرّجتُ من جمیع العلوم من الفقه والحدیث والتفسیر والمنطق والاصول وعلم القراءة قراءات السّبع۔

ثم عُیّنتُ مدرّسًا فی مدرسة مطلع العلوم فی بلدة کوئٹه من اقلیم بلوچستان الی مدة ثم فی مدرسة اسلامیة فی بلدة بوریوالہ ثم فی قاسم العلوم ببلدة ملتان ثم فی الجامعة الاشرفیة ببلدة لاهور منذ سنة ۱۹۷۱ء وأنا الی الآن فیها مشغولٌ بالتّدریس والحمد لله ربّ العالمین۔

ثم ان الله تعالیٰ وسبحانه علیّ فی باب العلم منًّا ونعمًا لا تُعدُّ ولا تحصیٰ خصّنی بامور علمیّة شریفة ومنن عظیمة منیفة من بین علماء هذا العصر اقول هذا تحدیثًا بنعمة الله الکریم وشکرًا الجزیل الآئه لا فخرًا وریاءً وکیف یفخر من اوّله نطفة واٰخره جیفة وبین یدیه القبر وعقبات الاٰخرة لا یدری فیها مصیره وفیها یسئل عن ذرة ذرة من اعماله ؎

ما بال من اوّله نطفةٌ وجیفةٌ اٰخره یفخر

فممّا منّ الله تبارك وتعالیٰ به علیّ انی ما سکنتُ فی مدرسة وجامعة للتحصیل الّا و انا اسبق الطلبة وفوقهم فی نتائج الامتحانات والاختبارات وما سبقنی فی ذلك احد منهم بل ما ساوانی منهم طالب قطّ وهکذا کان حالی الی ان تخرّجتُ من العلوم کلّها حتی انّ بعض الطلبة من الرفقاء یجتهدون الی غایة ویحفظون کتب الدرس للامتحان خفیةً کی یفوقونی فی

حلبة المسابقة مسابقة امتحانية لكن ما نجح احد بمرامه هذا ولله الحمد. وحتى ان الشيوخ والطلبة كانوا يتحيرون ويتعجبون من شدة ذكائى وقوة حافظتى وسعة مطالعتى واحاطتى بما فى كتب الدرس زمن التعلم. وهنا قصص من هذا الباب كثيرة اطوى عنها الكشح اختصارًا.

ومما منّ الله تبارك وتعالى به علىّ انى كثيرًا ما كنت احلّ المسائل المشكلة فى الفنون او العبارات الصعبة فى الكتب حلًا يندمغ به الاشكالات فى زمن الطلب والتحصيل وقد عجز عن حلّها المدرسون الكبار بل اساتذ فى العظام فكانوا يختبرونني بأسألة استصعبوها او عجزوا عن حلّها ويمتحنونني فى الدروس بمواضع صعبة من العبارات فى الكتب التى قد قضوا عليها بالغلط وانا لا اعرف حالهم فكنت احلّها بداهة واقرر تقريرًا ينتفى به اشكال الكلام ويَحلّ المرام فيتعجّبون تعجّبًا وكل ذلك باحسان والهام من الله تعالى وسبحانه ولا فخر. وهذا امر غريب قلّما رآه احد من العلماء فى المتعلمين وهنا غير واحد من الاخبار والقصص المتعلقة بهذا الباب اترك ذكرها.

ومما منّ الله تبارك وتعالى ان الخصلة المذكورة لى باقية الى الآن بل ازدادت ازديادًا بتوفيق الله تعالى واحسانه ولله الحمد والمنة. فاذكر بتوفيق الله تعالى فى اثناء الدروس للطلبة وفى التصنيفات توجيهاتٍ واسرارًا من عند نفسى فى حلّ المعضلات العلميّة والمغلقات من فنون شتّى كالتفسير والحديث والفقه والاصول والمنطق والفلسفة وعلم الادب العربيّة وغير ذلك. فلى توجيهات جيّدة وتقريرات قويّة فى غير واحد من مغلقات هذه العلوم تعانق القلوب وتصافح الاذهان وتدخل الأذن قبل الإذن قد خلت عنها الزبر. ومصنّفاتى ودروسى شاهد اعدلٍ على ذلك. ومن شكّ فليرجع الى كتبى نحو بغية الكامل وفتح العليم وفتح الله وغير ذلك.

ومما منّ الله تعالى به علىّ انه وفّقنى بفضله وكرمه لاستخراج اجوبة كثيرة خلت عنها الزبر واستنباط غير واحد من توجيهات ووجوه ما فتق بها الاذان من قبلى وذلك عند حلّ سوال علمىّ مهمّ ودفع مشكلة علميّة قوية حتى انى ربما اذكر فى حلّ سوال واحد نحو عشرة وجوه من الاجوبة والتوجيهات او نحو عشرين واكثر الى عدّة مآتٍ وكتبى تنبأك ما سطرتُ ان طالعتَ وحقّقتَ ويثلج بها صدرك ان فتّشتَ ودقّقتَ.

وهذا الاستكثار من الاسرار المكتومة والدقائق المكنونة والعلوم السنيّة والوجوه العليّة نعمة من الله تعالى عظيمة. ولا يقدر على الاستكثار هذا الا من رزق سعة العلم وبسط المطالعة و

دقّة النظر وذاكرة قويّة وذهنًا غوّاصًا بفضل الله وكرمه. وان شئت مصداق ذلك فارجع الى بعض تصانيفى فذكرت فى كتابى فتح العليم نحو مائة وتسعين جوابًا وتوجيهًا لحلّ الاشكال العظيم فى تشبيه حديث كما صلّيت على ابراهيم. مع اسرار ودقائق علميّة كثيرة من هذا الباب.

حتى قال بعض العلماء بعد رؤية فتح العليم ما سمعنا ان احدًا من العلماء القدماء ذكر لمسألة علمية هذا القدر من عدّ الاجوبة والتوجيهات بل ولا نصفها وقال بعض كبار ائمة الحرمين الشريفين عند مطالعة فتح العليم ان امثال هذه التحقيقات لا يقدر عليها عامة علماء العصر وانما كان هذا شان العلماء قبل خمسمائة سنة او اكثر من ذلك.

وانهيت فى فتح الله وجوه خصائص الجلالة الى ما ينيف على خمسين وسبع مائة خاصّة فلا يطلع احد من الفضلاء على هذا الكتاب الّا وهو يتعجب من جمع هذه الخصائص الكثيرة اقول هذا تحديثا ولا فخر.

ورأيت فى السلف الشيخ العلامة ابن القيم رحمه الله تعالى ممتازا فى هذه الخصلة السنيّة حيث سلك فى غير واحد من كتبه هذا المسلك من ذكر اجوبة ووجوه كثيرة لحلّ سوال واحدٍ او ايضاح مطلبٍ واحد فانا متّبعٌ منهجه وسالكٌ سبيله وان كنتُ قليل البضاعة ذا قلم مكسور وصدر مصدور وانى للظالع ان يدرك شأو الضليع.

أسيرُ خلفَ ركابِ النُجبِ ذا عرج ... مؤمّلًا جبرَ ما لاقيتُ من عَرَج
فإن لحقتُ بهم من بعدِ ما سَبَقوا ... فكم لربِّ السما فى الناسِ من فَرَج
وان ظللتُ بفقرِ الارضِ منقطعًا ... فما على عَرَجٍ فى ذاك من حَرَج

وحقّ والحقّ احقّ ان يحقّ ان البعيد قريب اذا التقى العزم والتوفيق كما ان القريب بعيد اذا تلاقى التفريط والتعويق.

ومما منّ الله تعالى به علىّ تصنيفى لكتب كثيرة فى فنون شتى وسهّل الله لى طرق التاليف والتصنيف واسباب ذلك بتوفيقه وفضله فصنّفت نحو مائة كتب فى فنون مختلفة من التفسير والحديث والمنطق والفلسفة والهيئة والنجوم القديمة والحديثة وعلم المرايا وعلم الابعاد والصرف والنحو وسائر العلوم العربية والبلاغة وعلم التاريخ وغير ذلك واقول كما قال بعض القدماء من العلماء ما من مسألة مهمّة من مهمات الفنون والعلوم الّا وانا استطيع بفضله تعالى وكرمه ان اؤلف فيها كتابا كبيرًا او رسالة بتوفيق الملك المنعام والحمد لله على احسانه وكرمه.

ومما انعم الله تعالى به علىّ فى باب التصنيف ان جعل تسويدى للتصانيف تبييضاً لها و مُسَوَّدَتى مبيّضةً على ما جمعت علوماً كثيرة وحواليّ على كتب الائمة متوفّرة ولله الحمد والمنّة ولا فخر.

وهذه خصلة نادرة الوجود منّ الله تعالى وسبحانه بها علىّ فيما بين العلماء الكبار فانّ المصنفين اغلبهم يسوّدون اوّلاً بجمع المسائل من غير رعاية ترتيب ومن غير لحاظ تحسين ونحو ذلك ثم يرجعون ويكرّرون النظر فيها فيبيّضون بتغيير ما كتبوا اوّلاً وايقاع نبذ من المحو و الاثبات فيها وكون المسوّدة مبيّضةً قلّ من يتّصف بها ويُعدّ هذا الوصف من النوادر و يورد فى اثناء المدائح.

ولذا قال الشيخ عبد الحىّ اللكنوى رحمه الله وانى احمد الله حمداً كثيراً على انه جعلنى فيما بين علماء عصرى متصفاً بهذه الصفة وجعل مسوّداتى لمن لقّاتى مبيّضة اوكالمبيّضة اه وقال الجلال السيوطى رحمه الله فى طبقات النحاة عند سرد احوال العلامة قطب الدين الشيرازى شارح حكمة الاشراق والقانون والتحفة الشاهية ونهاية الادراك ان مسوّدته مبيّضة اه

ومما منّ الله تعالى به علىّ التبحّر فى العلوم كلها النقلية والعقلية من التفسير والحديث والفقه والكلام والاصول والمعانى والبيان والنحو والصرف والاشتقاق واللغة العربية و سائر علوم العربية وما يتعلق بذلك والمنطق والطبعيات والالهيات وعلم السماء والعالم و الهندسة وعلم الهيئة القديمة اليونانية والهيئة الحديثة الكوبرنيكسيّة. ولى تصانيف فى هذه العلوم وتعاليق على كتبها.

بل اعرف بالضبط والمعرفة الجيّدة غير واحد من الفنون التى لا يعرفها علماء العصر فضلاً عن التبحر والتمهّر فيها. ومشايخى الكبار واكابر علماء العصر الذين هم فى مرتبة مشايخى يعترفون لى بذلك وربما جعلونى حكماً فى تحقيق بعض المسائل المختلفة المهمّة وربّما فوّضوا الىّ تحقيق مباحث مهمّة معضلة عجزوا عن تحقيقها علماء الزمان عن آخرهم وطلبوا منّى بسطها وتحقيقها فحققتها بالادلّة المقنعة واستقصيت الكلام فيها بالادلة الشافية الكافية بتوفيق الله تعالى وفضله فسلّموا لذلك واعجبهم ما ذكرت وعملوا بوفق ما حرّرتُ و حقّقتُ ولله الحمد والمنة.

وبالجملة سهّل الله تعالى لى هذه العلوم لاسيّما العلوم العقلية من المنطق والفلسفة بانواعها حيثُ وَهَبَ لى فيها مقام المجتهد المطلق. فابحث فى فصولها وابوابها واحكامها و

اسبابها بالنقض والابرام وبذكر الحقائق السنية وايراد الدقائق العلية حسب اصول المعقول كأنى مجتهدها ومؤسسها واغوص فى مباحث لم يغص فيها احد قبلى واستنبط علومًا واسرارًا لم يطمثهنّ احد من قبلى واستنبط خرائد لم يطمثهنّ احد غيرى .

وابدى فى الدرس بين حلقات الطلبة والعلماء من النكات الخفية والعلوم المستورة ما يظنّ السامع ان عمرى مضى فى هذا الفن الواحد وفى استحكامه . وهكذا احال درسى بجميع كتب الفنون العقلية والنقلية وهكذا يحسب سامع كل درس لى فى جميع الفنون وذلك لكثرة ما يسمع من النقض والابرام على وفق الاصول وضبطى للاصول والفروع . ولكثرة ما يقرع سمعه من بدائع اللطائف ولطائف البدائع . ولله الحمد ولا فخر . ذكرت نبذا مما منّ الله به علىّ تحديثًا بالنعم وترغيبًا للطلبة والعلماء فى جمع العلوم وهداية لهم الى مسالك الفنون واشارة لهم الى انّ من جدّ وجد ومن دقّ الباب ولجّ ولج ولنعم ما قيل ؎

بجدٍّ لا بجدٍّ كل مجدٍ وهل جدٌّ بلا جدٍّ بمجدِ

هذا والله اعلم وعلمه اتم وفضله اجلّ ونعمه اكمل .

فصل

فصل ہذا میں تفسیر بیضاوی میں واقع معدودے چند اخطاء کا ذکر تنبیہاً لاہل العلم کیا جاتا ہے۔ وھذہ الاخطاء لاتحطّ عن مقام البیضاوی ومکانتہ فانہ عالم کبیر محقق مدقق ولقد احسن من قال لیس العالم الکبیر الذی لایخطئ بل الکبیر من تُعدّ اخطاؤہ وتحدّ وتقلّ۔

(۱) بیضاویؒ نے مثلھم کمثل الذی استوقد نارًا کی شرح میں لکھا ہے الاستیقاد طلب الوقود والسعی فی تحصیلہ۔ آپ کا یہ قول مبنی ہے اس بات پر کہ استیقاد میں سین طلب کے لیے ہے۔ اور یہ تفسیر قول خلافِ اولیٰ ہے۔

اوّلاً تو اس لیے کہ ائمہ لغت وعلماء محققین کا قول اس کے خلاف ہے۔ ائمہ لغت ومحققین کے نزدیک یہاں پر استوقد بمعنی اوقد ہے۔ قال الامام الاخفش ان الاستفعال بمعنی الافعال کاستجاب بمعنی اجاب وحکی الامام ابوزید اوقدَ و استوقدَ بمعنی کاجاب واستجاب۔

ثانیاً اس لیے کہ استیقاد بمعنی طلب الوقود محتاج ہے کلام محذوف کی طرف جو کہ اوقدوھا ہے ای طلبوا نارًا فاوقدوھا۔ قول بالحذف کی ضرورت اس لیے ہے تاکہ ذھب اللہ بنورھم کا مفہوم درست ہوجائے۔ کیونکہ ذہابِ نور وجودِ نار پر دلالت کرتا ہے اور محض طلبِ نار سے تحققِ نار لازم نہیں ہے تو لامحالہ یہاں پر اوقدوھا محذوف ماننا پڑے گا۔

نیز فلمّا اضاءت میں فا تفریع ہے ماقبل پر۔ تو ماقبلِ اضاءۃ سبب ہوگا اضاءۃ کے لیے۔ اور اضاءۃ کی تفریع ایقاد پر صحیح ہے نہ کہ طلبِ وقود پر۔ اور ایقاد سببِ اضاءۃ تو ہوسکتا ہے طلبِ وقود نہیں ہوسکتا۔ بہرحال حسبِ تفصیل بیضاویؒ یہاں پر اشکالِ عظیم ہے جو بغیر قول بالمحذوف مندفع نہیں ہوتا اور اصل کلام میں عدم الحذف ہے۔ جب بغیر حذف کلام بن سکے تو قول بالمحذوف کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔

(۲) فلمّا اضاءت ماحولہ کی ترکیب میں بیضاویؒ نے متعدد احتمالات تبعاً للزمخشری ذکر کیے ہیں۔ ان میں ایک احتمال یہ ہے کہ اضاءت کا فاعل ضمیر ہے جو نار کو راجع ہے اور ما موصولہ ہے اور منصوب علی الظرف ہے یا ما مزیدہ ہے اور حولہٗ ظرف ہے اضاءت کے لیے۔

اور یہ دونوں احتمال نہایت بعید بلکہ ابعد ہیں اور اعجاز قرآن کے شایانِ شان نہیں ہے خصوصاً زیادتِ ما کا احتمال تو عجیب تر ہے۔

احتمالِ اوّل اس لیے بعید ہے کہ ما موصولہ بمعنی امکنہ جب ظرف ہو تو حرفِ فی کی تصریح لازم ہے۔ کیونکہ ما معرفہ ہے۔ تو وہ مکانِ معیّن پر دال ہوگا اور تقدیر فی مکان معین میں جائز نہیں ہے۔ اس لیے جلستُ المسجدَ غیر صحیح ہے۔ صحیح جلستُ فی المسجد ہے۔ تقدیر فی ظروفِ مکانیہ مبہمہ میں جائز ہے بوجہ کثرتِ استعمال ولا کثرۃ فی الموصول المعبّر بہ عن المکان المعیّن۔ نیز اس احتمال میں ایک اور اشکال بھی ہے وھو لزوم المکان للمکان واتحاد الظرف مع المظروف وھو محال۔

تفصیلِ مقام یہ ہے کہ ما ظرفیہ موصول ہے اور حولہٗ ظرف اس کا صلہ ہے ظرف مستقر ہو حر۔ اور حول سے بھی مراد امکنہ ہیں اور یہ ظرف ہے ما کے لیے۔ اور ما سے بھی مراد امکنہ ہیں کما صرح بہ البیضاویؒ۔ والتقدیر فلما اضاءت النار الامکنۃ التی ثبتت فی الامکنۃ۔ پس لازم آیا کہ امکنہ کے لیے امکنہ ہوں گے اور ما سے جو امکنہ مراد ہیں حولہٗ سے بھی وہی امکنہ مراد ہیں اور یہ ہے لزوم ظرفیۃ الشیٔ لنفسہ واتحاد الظرف مع المظروف۔ اور یہ محال ہے۔ لہٰذا بیضاوی کا یہ قول درست نہیں ہے۔ علماء نے اگرچہ اس کا حل ذکر کیا ہے لیکن بہرحال اس قسم کا قول بغیر ضرورت اور دیگر احتمالاتِ صحیحہ کے ہوتے ہوئے نہ بیضاویؒ جیسے محقق کے لائق ہے اور نہ اعجاز و بلاغتِ قرآن کے شایانِ شان ہے۔

اور دوسرا احتمال کہ ما زائدہ ہو نہایت بعید و باطل ہے۔ اوّلاً تو اس لیے کہ بغیر ضرورت قرآن میں قول بزیادۃ کلمہ محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ایسے مقام میں اس کی زیادت مسموع و منقول ہے۔ کیونکہ کلامِ عرب میں جلستُ ما مکانا یا جلستُ ما یوم الخمیس مسموع نہیں ہے۔

معلوم نہیں کہ زمخشری اور بیضاوی نے کہاں سے یہ قول اخذ کیا ہے۔ ابوحیان نحوی بحر محیط جلد اول ص۷ پر زمخشری کی اس وجہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں وقد الم الزمخشری بھذا الوجہ مع انہ لا یحفظ من کلام العرب جلستُ ما مجلسًا حسنًا ولا قمتُ ما یوم الجمعۃ۔ انتہیٰ بتصرف۔

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں لا حاجۃ الی ارتکاب ما قلّ استعمالہ لا سیما زیادۃ ما ھنا حتی ذکروا انہا لم تسمع ھنا ولم یحفظ من کلام العرب جلستُ ما مجلسًا حسنًا ولا قمتُ ما یوم الجمعۃ۔

ویالیت شعری من این اخذ ذلك الزمخشری وکیف تبعه البیضاوی انتہی۔ روح المعانی، ج ۱ ص ۱۶۵۔

(۳) مالك یوم الدین میں ایک قرارت مَلِكِ یوم الدین ہے۔ یہ دونوں متواتر قراتیں ہیں۔ امام عاصم و کسائی یہاں پر مالکِ پڑھتے ہیں اور باقی قراء مَلِک پڑھتے ہیں۔

بیضاوی قراتِ مَلِک کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں وھو المختار لانہ قراءۃ اھل الحرمین الخ بیضاوی نے تبعاً للزمخشری قرارت ہذا کو مختار کہا ہے۔ جمہور قراء و محدثین کے نزدیک قراتِ سبعہ سب مختار ہیں۔ ان میں سے کسی ایک قرارت پر دوسری قرارت کے مقابلے میں مختار کا اطلاق درست نہیں ہے۔ اسی طرح کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دوسری قرارت غیر مختار ہے اور اس میں کچھ نقص ہے۔ نیز لازم آتا ہے کہ وہ ساقط ہے۔ حالانکہ یہ تمام قراتِ سبعہ مختار ہیں۔ اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے بتواتر ثابت ہیں۔ بہرحال کسی ایک قرارت کو دوسری پر اس طرح ترجیح دینا کہ اس سے دوسری کی تنقیص لازم آئے بڑی غلطی ہے۔

لیکن بیضاوی تفسیر ہذا میں کئی جگہ پر ایسی ترجیح دیتے رہتے ہیں۔ جس سے اجتناب کرنا اولیٰ ہے اگرچہ تاویل کرکے بیضاوی کے ایسے کلام کی توجیہِ صحت کی جاسکتی ہے لیکن اس سے بچنا بہرحال اولیٰ و احسن ہے قال ابو شامۃ قد اکثر المصنفون فی التفاسیر من الترجیح بین قراءۃ مالك وملك حتی بالغ بعضھم الی حدّ یکاد یسقط وجہ القراءۃ الاولیٰ وھذا لیس بمحمود بعد ثبوت القراءتین واتصاف الربّ بھما بمعناھما انتہی۔

(۴) بیضاویؒ محققین کاملین میں سے ہیں لیکن یہ افسوس کی بات ہے کہ علم حدیث سے ان کو ادنیٰ بھی مسّ و تعلق نہیں تھا۔ اور اتنے بڑے مفسر و محقق کے لیے یہ بڑا نقص و عیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تفسیر ہذا میں موضوع و ضعیف احادیث ذکر کرتے ہوئے ان سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) مثلاً تفسیر سورت فاتحہ کے آخر میں اس کی فضیلت کے سلسلہ میں ایک موضوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے عن حذیفۃ بن الیمان مرفوعاً ان القوم لیبعث اللہ علیھم العذاب حقاً مقضیاً فیقرأ صبیٌّ من صبیانھم فی الکتاب الحمد للہ ربّ العالمین فیسمعہ اللہ فیرفع عنھم بذلك العذاب اربعین سنۃ۔ قال الحافظ العراقی انہ موضوع۔

(۲) اسی طرح آیتِ واذا قالوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا کی شرح میں روایت قصۂ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ذکر کی ہے جو کہ موضوع ہے قال ابن حجر ان ھذا الحدیث ای حدیث

قصة رئیس المنافقین منکر وھو سلسلة الکذب لا سلسلة الذھب و آثار الوضع علیہ لائحة۔ ان دو کے ذکر پر ہی ہم اکتفاء کرتے ہیں ورنہ اس قسم کے آثار و احادیثِ موضوعہ تفسیر ہذا میں بہت زیادہ ہیں۔

(۵) کئی مقامات پر آپ کی تفسیر میں واضح تضاد موجود ہوتا ہے۔ مثلاً واذا خلوا الی شیاطینھم کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شیاطین سے مراد کبار منافقین ہیں اور قائلین صغار منافقین ہیں۔ اور چند سطور قبل آپ نے ان آیات کا شان نزول رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کا قصہ ذکر فرمایا ہے۔ لہذا اس شان نزول کے پیش نظر قائل رئیس المنافقین ہوگا نہ کہ صغار منافقین الّا ان یقال ان قول البیضاوی ھذا مبنیّ علی غیر تلك الروایة لکن فیہ بعدٌ لا یخفی۔

اسی طرح مزید کئی مواضع میں اس قسم کا تضاد آپ کی تفسیر میں موجود ہے فمن ذلك ما قال البیضاوی علی ما ذکرہ البھاء العاملی عند قولہ تعالی فی سورة ھود لیبلوکم ایکم احسن عملا انّ الفعل معلّق عن العمل وقال فی سورة الملك نقیض ذلك۔ وصرح فی سورة ھود بانّ التوراة کانت قبل اغراق فرعون وقال فی سورة المؤمنون نقیض ذلك۔ وقال عند قولہ تعالی فی سورة مریم وکان رسولاً نبیاً ان الرسول لا یلزم ان یکون صاحب شریعة وقال فی سورة الحج نقیض ذلك۔ وصرّح فی سورة النمل بان سلیمان علیہ السلام توجہ الی الحج بعد اتمام بیت المقدس وقال فی سورة سبأ نقیض ذلك ھذا۔

(۶) بیضاوی عموماً لغوی تحقیقات امام راغبؒ سے نقل فرماتے ہیں اور کشاف سے بھی اخذ کرتے ہیں۔ لیکن گاہے گاہے تقلید زمخشری کرتے ہوئے مغالطہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی تو ایسی بات کہہ دیتے ہیں جو جمہور اہل لغت کے خلاف ہوتی ہے۔ اگر وہ ادنیٰ تحقیق کر لیتے کتبِ لغت دیکھ کر تو اس قسم کی غلطی سے بچ سکتے تھے۔ ایسی واضح غلطی اتنے بڑے محقق کے شایانِ شان نہیں ہے۔

مثلاً ویمدھم فی طغیانھم یعمھون میں لکھتے ہیں من مدّ الجیش و امدّہ اذا زادہ وقوّاہ لا من المدّ فی العمر فانہ یعدّی باللام کما ملی لھم ویدل علیہ قراءة ابن کثیر ویُمِدّھم اہ بحاصلہ۔ قراءتِ ابن کثیر میں یُمِدُّ ضم یا من باب الافعال ہے۔ دیگر قراء یَمُدُّ بفتح یا وضم میم من باب نصر پڑھتے ہیں۔

کلام بیضاوی کا حاصل یہ ہے کہ مدّ مجرد کے دو معنی ہیں اوّل زیادت۔ دوم امہال۔ اور مدّ فی العمر بمعنی امہال ہے۔ اول متعدی بنفسہ ہے اور دوم متعدی باللام ہے۔ اور امداد یعنی

باب افعال صرف پہلے معنی یعنی زیادت پر دلالت کرتا ہے۔ امداد کے معنی مدّ فی العمر یعنی امہال نہیں آتے۔ یہ ہے کلام بیضاوی کا خلاصہ۔ لیکن محققین اہل لغت کے نزدیک علامہ بیضاویؒ کی دونوں باتیں غلط ہیں۔

اوّل اس لیے کہ مدّ بمعنی امہال بھی متعدی بنفسہ مستعمل ہے۔ اسی طرح اَمدّ اِمداداً کا معنی صرف زادہٗ زیادۃً نہیں ہے بلکہ وہ بمعنی امہل امہالاً بھی مستعمل ہے۔ اہل لغت نے اس کی تصریح کی ہے۔ قال الجوھری مدّ اللہ فی عمرہ ومدّہ فی غیّہ ای امھلہ وطوّل لہ وروی عن ابن عباس ان المدّ ھھنا بمعنی الاملاء والاملاء ھو الامھال۔ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں والحق انّ الامھال ھنا محتمل والیہ ذھب الزجاج وابن کیسان فقد ورد عند من یعول الیہ من اھل اللغۃ کل منھما ثلاثیاً ومزیداً ومعدّی بنفسہ وباللام وکلاھما من اصل واحد ومعناھما یرجع الی الزیادۃ کمّاً او کیفاً انتہٰی۔

(۷) قاضی بیضاویؒ رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر ہذا کے بعض مواضع میں مذہبِ متکلمین کی بجائے مذہبِ فلاسفہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً عالم اور احتیاجِ عالم الی المؤثر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں وھو کل ما سواہ تعالیٰ من الجواھر والاعراض فانھا لامکانھا وافتقارھا الی مؤثّر واجب لذاتہ تدلّ علی وجودہ۔

آپ کی یہ عبارت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ احتیاج عالم الی المؤثر کی علت امکان ہے۔ اور یہ فلاسفۂ یونان کا مسلک ہے۔ متکلمین کے نزدیک علتِ احتیاج حدوث ہی ہے۔ قاضی بیضاویؒ رحمہ اللہ امام المتکلمین ہیں۔ لہٰذا آپ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ مذہبِ متکلمین کے مقابلہ میں مذہبِ فلاسفہ کو راجح قرار دیں۔

(۸) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ گاہے اپنی رائے وغیر منصوص تاویل کو منصوص ومرفوع تفسیر پر راجح قرار دیتے ہیں۔ اور مرفوع تفسیر کی تزییف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے قیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ طریقہ قاضی بیضاویؒ جیسے متکلم وامام علماءِ اسلام کے شایانِ شان نہیں ہے۔

مثلاً غیر المغضوب علیھم ولا الضّالّین کے بیان میں لکھتے ہیں وقیل المغضوب علیھم الیھود لقولہ تعالیٰ فیھم من لعنہ اللہ وغضب علیہ والضّالّین النصاریٰ لقولہ تعالیٰ قد ضلّوا من قبل واَضلّوا کثیراً وقد روی مرفوعاً اھ۔ یہاں پر تفسیر مرفوع کو ضعیف قرار دے کر اسے قیل سے ذکر کیا۔ خود بیضاویؒ رحمہ اللہ نے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح کی ہے۔

اخرج احمد فی مسندہ وحسّنہ ابن حبان فی صحیحہ عن عدی بن حاتم واخرجہ ابن مردویہ

عن ابی ذر رضی اللہ عنہما بلفظ سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قول اللہ غیر المغضوب علیہم قال ھم الیھود ولا الضالین قال النصاریٰ وقال ابن ابی حاتم لا اعلم فیہ خلافا عن المفسرین۔ یہ مفسرین کے اجماع کی حکایت ہے۔ پس تعجب ہے کہ تفسیر مرفوع و اجماع سے اپنی رائے پر اعتماد کر کے بیضاوی نے کس طرح اور کیونکر عدول کیا۔

(۹) مفسرین کے نزدیک کسی آیت کی وہ تفسیر راجح و اقویٰ شمار ہوتی ہے جو مرفوع یا موقوف احادیث صحیحہ میں مروی ہو۔ لیکن قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کئی آیات کی شرح میں مرفوع احادیث میں منقول تفسیر کو ترک کر کے دیگر وجوہ کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ طریقہ خلافِ اولیٰ ہے۔

مثلاً بیضاوی نے سورت یٰس کی تفسیر کرتے ہوئے آیت والشمس تجری لمستقرّ لھا کی تاویل میں متعدد وجوہ ذکر کی ہیں لیکن مرفوع احادیث میں مروی تفسیر کا ذکر نہیں کیا۔

علامہ بیضاوی کی عبارت یہ ہے والشمس تجری لمستقرّ لھا ای لحدّ معیّن ینتھی الیہ دورھا فشبّہ بمستقرّ المسافر اذا قطع مسیرہ او لکبد السماء فان حرکتھا فیہ یوجد فیھا بطءٌ بحیث یظن ان لھا ھناک وقفۃً قال ع والشمس حیری لھا بالحق تدویم۔ اولا ستقرار لھا علی نھج مخصوص او لمنتھیٰ مقدّر لکلّ یوم من المشارق والمغارب فان لھا فی دورھا ثلثمائۃ وستین مشرقا ومغربا تطلع کل یوم من مطلع وتغرب من مغرب ثم لا تعود الیھا الی العام القابل اولمنقطع جریھا عند خراب العالم انتھی۔

وہ مرفوع حدیث جسے بیضاوی نے ترک کر دیا اور جو آیتِ متقدمہ کی تفسیر سے متعلق ہے یہ ہے اخرج الترمذی باسنادہ عن ابی ذر قال دخلت المسجد حین غابت الشمس والنبی صلی اللہ علیہ وسلم جالسٌ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر اتدری این تذھب ھذہ قال قلت اللہ ورسولہ اعلم فقال انھا تذھب فتستأذن فی السجود فیؤذن لھا وکأنھا قد قیل لھا اطلعی من حیث جئت فتطلع من مغربھا قال ثم قرأ وذلک مستقرّ لھا قال وذلک فی قراءۃ عبداللہ۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔ ترمذی ج ۲ ص ۱۷۷۔

قال الشیخ عبدالحق رح فی اللمعات قد ذکرلہ ای لقولہ مستقر لھا فی التفاسیر وجوہ غیر ما فی ھذا الحدیث ولا شک ان ما وقع فی الحدیث المتفق علیہ ھو المعتبر والمعتمد والعجب من البیضاوی انہ ذکر وجوھا فی تفسیرہ ولم یذکر ھذا الوجہ ولعلہ اوقعہ فی ذلک تفلسفہ نعوذ باللہ من ذلک وفی کلام الطیبی ایضا ما یشعر بضیق الصدر نسأل اللہ العافیۃ انتھی کلام الشیخ۔

(۱۰) جمہور محدثین و مفسرین و علماء کرام کے نزدیک عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہیں فرمایا کئی مرفوع احادیث اس سلسلہ میں منقول ہیں۔

لیکن علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تبعاً لصاحب الکشاف لکھا ہے کہ زمانۂ فترت میں چار انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تھے۔ ان میں سے تین بنو اسرائیل میں سے تھے اور ایک عرب میں سے تھے۔ عربی کا نام خالد بن سنان ہے۔ بیضاوی کا یہ قول صحیح مرفوع احادیث کے خلاف ہے۔ ففی البخاری انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والآخرۃ ولیس بینی وبینہ نبیّ۔ وفی روایۃ اخری لیس بینی وبینہ نبی ولا رسول۔ خالد بن سنان کے بارے میں کتاب ہذا کی ایک اور فصل میں ہم تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ فراجعہ۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۱ ذکر البیضاوی تبعاً لصاحب الکشاف ان بین عیسیٰ ومحمد صلی اللہ علیہما وسلم اربعۃ انبیاء ثلاثۃ من بنی اسراءیل واحداً من العرب وھو خالد بن سنان وبعدہٗ حنظلۃ بن صفوان علیہما السلام ارسلہ اللہ تعالیٰ لاصحاب الرسّ بعد خالد بمائۃ سنۃٍ انتھیٰ۔ ھذا واللہ اعلم۔

فصل

اِس فصل میں ہم اصول تفسیر سے متعلق چند فائدے ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

فائدہ ۱۔

یہاں پر ہم علم تفسیر کی تعریف و موضوع و غایت کا مختصراً ذکر کرتے ہیں :۔

حدِّ تفسیر :۔ تفسیر کے ماخذ لغوی میں تین قول ہیں۔

اوّل یہ کہ اس کا ماخذ فسر بمعنی بیان و کشف ہے۔ بنا بریں وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔

قولِ ثانی۔ یہ مقلوب سفر ہے۔ کما قال البعض۔ یقال اسفر الصبح ای اضاء۔ قال اللہ تعالیٰ والصبح اذا اسفر۔ یہ قول امام راغب نے ذکر کیا ہے۔ اور فرمایا کہ فسر کشف معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور سفر کشف اعیان کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ تاہم یہ قول بعید ہے کیونکہ مبنی ہے قلب پر اور قلب خلافِ اصل ہے۔

قولِ ثالث :۔ اس کا ماخذ تفسرۃ ہے وہی اسم لما یعرف بہ الطبیب المرض۔ ان آخری دو قولوں کے پیشِ نظر بھی وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔ کیونکہ تفسیر قرآن بھی کشفِ معانی اور ضیائے بصیرت کا ذریعہ ہے۔

حد اصطلاحی۔ قیل ھو علم یعرف بہ معانی القرآن بحسب الطاقۃ البشریۃ بنا بریں تعریف علم قرارت خارج ہوگا علم تفسیر سے۔

وقیل ھو علم یعرف بہ معانی کلام اللہ تعالیٰ او الفاظہ بحسب الطاقۃ البشریۃ۔ اس تفسیر کے لحاظ سے علم قرارت داخل ہوگا علم التفسیر میں۔ کذا فی عنایۃ القاضی۔

وقیل ھو العلم الباحث عن اصول کلام اللہ من حیث الدلالۃ علی المراد واختارہ التفتازانی وغیرہ۔

بیان موضوع و غایہ۔ علم تفسیر کا موضوع کلام اللہ ہے یعنی قرآن۔ اور اس کا غایہ ہے الوصول الی سعادۃ الدارین والاعتصام بالعروۃ الوثقیٰ۔ کذا قالوا۔ والحق عندی ان یقال انّ غایتہ الاطلاع علی مراد اللہ من کتابہ المجید۔

فائدہ (۲)

قرآن مجید سے مراد اللہ معلوم کرنے اور اس کے مطالب سمجھنے کے دو طریقے ہیں۔ اوّل تفسیر۔ دوم تاویل۔ اور یہ دونوں طریقے مستحسن اور موجب ثواب ہیں۔ عُرف عام میں دونوں پر تفسیر کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ تاویل کی اصل اَوْل ہے جس کا معنی ہے رجوع کرنا فکأنّہ صرف الآیۃ الی ما تحتہ من المعانی عند البعض اس کا ماخذ ایالۃ بمعنی سیاسۃ ہے کأنّ المؤوِّل للکلام ساس الکلام ووضع المعنی فیہ موضعہ۔ تفسیر و تاویل میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔

قول اوّل۔ ابو عبیدؒ اور بعض دیگر علماء کہتے ہیں کہ تفسیر و تاویل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ دونوں مترادفین ہیں۔

قول ثانی۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ تفسیر الفاظ مفردہ سے متعلق ہوتی ہے۔ اور تاویل معانی و جملوں سے متعلق ہوتی ہے۔ پس الفاظ و مفردات کی شرح از قبیل تفسیر ہے اور معانی و جملوں کی توضیح سے متعلق ابحاث تاویل کہلاتی ہیں۔

قولِ ثالث۔ تفسیر عام ہے تاویل سے۔ فالتاویل مایتعلق بالکتب الالٰھیّۃ والتفسیر مایتعلق بھا او بغیرھا من کتب الفنون ھذا مایعلم من کلام الراغب۔

قول رابع، تفسیر قطعی و یقینی ہوتی ہے اور تاویل ظنّی۔ پس بطریق یقین یہ کہنا کہ فلاں لفظ و آیت سے مراد اللہ یہ ہے تفسیر ہے نفیہ شہادۃ علی انّ اللہ عنی باللفظ ھذا المعنی۔ اور تاویل محتملات و معانی متعددہ میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کو کہتے ہیں ای بدون القطع وبدون الشہادۃ علی اللہ تعالیٰ ھذا واللہ اعلم۔

ھذا اٰخر ماتیسّر لھذا العبد الضعیف جمعہ وترتیبہ وتحریرہ وقد استراح القلم منہ ضحوۃ یوم الاربعاء الثامن والعشرین من الصفر سنۃ ۱۴۰۳ھ
والحمد للہ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی الہ و اصحابہ اجمعین ؕ



فہرست مضامین اثمار التکمیل (جزء ثانی)

مضمون	صفحہ
بیان احوال عرب	۲
عرب کے تین طبقوں کی تفصیل	۲
عرب بائدہ	۲
ثمود وارم وعمالقہ عرب بائدہ ہیں	۳
فراعنہ ثلاثہ کا بیان	۳
نوح علیہ السلام کی اولادِ ثلاثہ کا ذکر	۴
کیا اہلِ پاکستان نسل سام میں سے ہیں یا نسل حام سے یا نسل یافث سے؟	۴
مصنّف کی تحقیق کہ اہلِ پاکستان سامی النسل ہیں۔	۴
ان بارہ وجوہ کا ذکر جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم سامی النسل ہیں اور یہی ہمارے لئے موجب فخر ہے۔	۴
بیان عرب عاربہ	۷
عاربہ قحطان کی اولاد ہیں۔ قحطان کے اسم ونسب کا ذکر۔	۷
عند البعض قحطان ہود علیہ السلام ہیں۔	۷
عرب باقیہ یا قحطانی ہوں گے یا عدنانی۔	۷
عند البعض عربی زبان پر اوّل متکلم قحطان ہے۔	۸
مصنّف کی تحقیق لطیف کہ اوّل متکلم بالعربیہ اسماعیل علیہ السلام ہیں۔	۸
بیان عرب مستعربہ یعنی عدنانیہ	۸
ہمارے نبی علیہ السلام عدنانی ہیں۔	۸
معد بن عدنان کو اللہ تعالےٰ نے بعض انبیاء علیہ السلام کے ذریعہ محفوظ رکھا کیونکہ اس کی نسل سے خاتم الانبیاء علیہ السلام نے پیدا ہونا تھا۔	۸
عدنان بخت نصر کا معاصر تھا۔	۹
بیان عکاظ	۹
مصنف کا رسالہ غایۃ الطلب فی اسواق العرب	۹
سوق عکاظ کے احوال	۱۰
سوق عکاظ کے اجراء کی تاریخ	۱۳
اس بازار کے نگران بنو تمیم تھے۔	۱۴
اسواق عرب کے انعقاد کا مقصد	۱۴
قسّ بن ساعدہ اور اس کے بعض خطبات کا ذکر	۱۴
سوق عکاظ کے سفر میں جنات نے نبی علیہ السلام سے قرآن مجید سنا تھا۔ جس کا ذکر سورت جنّ میں موجود ہے۔	۱۵
عرب کے مشہور بازاروں کی تعداد کا ذکر	۱۶
بیان سوق دومۃ الجندل	۱۷
اس سوق میں بیع بالحصاۃ کے ذریعہ خرید وفروخت ہوتی تھی۔	۱۸
بیان سوق مشقّر	۱۹
اس سوق میں بیع ملامسہ ہوتی تھی	۱۹
بیان سوق صحار	۲۰
بیان سوق دبا	۲۰
بیان سوق شحر	۲۰
بیان سوق عدن	۲۰
بیان سوق صنعاء	۲۰
بیان سوق راہبہ	۲۱
بیان سوق مجنّہ	۲۱
بیان سوق ذوالمجاز	۲۱

بیان سوق حُباشہ	۲۱
بیان فارس	۲۲
فتح فارس کا ذکر	۲۲
حکومت ساسانیہ کا بیان	۲۲
نبی علیہ السلام کسریٰ نوشیروان کے عہد میں پیدا ہوئے تھے	۲۲
فارس کی وجہ تسمیہ	۲۲
مصنف کے رسالہ عبرۃ السائس باحوال ملوک فارس کا بیان۔	۲۳
فارس کے ملوک کیانیہ و ساسانیہ کا بیان	۲۳
قتل دارا کے بعد کے احوال	۲۳
اول بادشاہ کیومرث وغیرہ کی تاریخ	۲۳
ملوک فرس کے چار طبقے ہیں۔	۲۴
قول ابن حبیب کہ کیومرث جنّی تھا اور نوع انسان کا پہلا بادشاہ جمشاد تھا۔	۲۴
مصنّف کی تحقیق میں ابن حبیب کا قول بوجوہ سہ درست نہیں ہے۔	۲۵
وفات آدم علیہ السّلام کے وقت اولادِ آدم کی تعداد	۲۵
کیومرث کی مزید تحقیق	۲۵
کیومرث کے بادشاہ بننے کی تفصیل	۲۵
بعض کا قول ہے کہ نبی آدم کا پہلا بادشاہ او شہنج تھا	۲۶
ملوک فارس میں ضحّاک کے احوال کا ذکر	۲۷
عید مہرجان و نوروز کی تقرری کے اسباب	۲۸
ابتداء سے تا ظہور اسلام ملوکِ فارس کے اسماء و مدتِ حکومت وغیرہ احوال کا عجیب نقشہ۔	۳۰
شاہ جمشید کی سرکشی	۳۰
ابراہیم علیہ السّلام ضحاک و افریدون کے عہد میں تھے	۳۱
افریدون بادشاہ کا ترجمہ	۳۱
تُرک افریدون کی اولاد ہیں	۳۲
ایران کی وجہ تسمیہ	۳۲
موسیٰ علیہ السّلام بادشاہ منوچہر کے معاصر ہیں	۳۲
افریدون کا اپنی بیٹی سے بدکاری کرنے کا قصہ	۳۲
بادشاہ کیکاؤس سلیمان علیہ السلام کا معاصر تھا اور بحکم سلیمان علیہ السلام شیاطین اس کے تابع تھے۔	۳۳
بختنصر لہراسف کا گورنر تھا	۳۴
بختنصر کے زمانے کی تعیین	۳۴
دارا اکبر حمایہ بنت بھمن کا بیٹا بھی تھا اور بھائی بھی	۳۵
ترجمۂ دارا اصغر	۳۵
سکندر اور دارا کی جنگ کی تفصیل	۳۵
سکندر کے بعد ملوک یونانیہ کا جدول	۳۶
قتل دارا کے بعد طوائف الملوکی کی مدت اور دیگر احوال کی تفصیل	۳۷
طوائف الملوکی کے بعد مملکت ساسانیہ کے بانی اوّل اردشیر کا ذکر	۳۷
مانی بن یزید زندیق فرس اور اس کے قتل کا ذکر	۳۷
لفظ زندیق کا مأخذ	۳۸
اصولِ استحکام مملکت کا قصّہ	۳۸
سابور ذوالاکتاف کی وجہ تسمیہ	۳۹
بناءِ خورنق کا قصّہ	۴۰
بہرام جور بن یزدجرد کی شجاعت و قوت کے عجیب قصّے۔	۴۰
شاہ فیروز کا زمانۂ قحط میں عجیب انتظام	۴۲
ترجمہ بادشاہ قباذ بن فیروز	۴۲
انوشیروان کے تولّد کا عجیب قصّہ	۴۲
عہد قباذ میں مزدک بانی فرقۂ مزدکیہ ظاہر ہوا	۴۳

بیان فرقہ مزدکیہ	۴۳
ترجمۂ انوشیروان	۴۳
نبی علیہ السّلام اور والد نبی علیہ السّلام کا مولد اسی کے عہدِ حکومت میں ہوا تھا۔	۴۴
مولد نبی علیہ السّلام کے وقت مملکت ایران وغیرہ میں بعض امورِ خارقہ کا ظہور۔	۴۴
انوشیروان کی مجلس میں بارہ امور کا ذکر اصول مملکت کے بارے میں۔	۴۵
اس شخص کا ذکر جس نے سب سے پہلے بیت اللہ شریف کو غلاف پہنایا۔	۴۵
ان حروب فارس و روم کا ذکر جن میں آیت الم غلبت الروم نازل ہوئی۔	۴۶
ترجمہ ابرویز جس نے نبی علیہ السّلام کے خط کو چاک کیا تھا۔	۴۷
بیان حکومت بنات کسریٰ جن کے بارے میں نبی علیہ السّلام نے لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ فرمایا۔	۴۹
احوال یزدجرد آخر ملوک ساسان جو خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل ہوا۔	۵۰
نبی علیہ السّلام کے ان خطوط کی تفصیل جو آپ نے بادشاہوں کو بھیجے تھے۔	۵۱
کسریٰ کا نبی علیہ السّلام کی گرفتاری کے لئے آدمی بھیجنا اور نبی علیہ السّلام کا انہیں کسریٰ کے قتل ہو جانے کی اطلاع دینا۔	۵۳
ملوک فارس کی تعداد اور مدتِ حکومت	۵۵
تمام دنیا کی عمر اور تواریخ انبیاء از وقت ھبوط آدم علیہم السّلام۔	۵۵
مصنّف کے رسالۂ النظرۃ الی الفترۃ کا ذکر۔	۵۶
فترت کے مصداق تین ہیں	۵۶
فترۃ الوحی کے تین سالوں کا ذکر	۵۶
فترت قسم ثانی کا بیان	۵۷
فترت قسم ثالث کا بیان	۵۷
کیا عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السّلام کے مابین زمانے میں کوئی نبی مبعوث ہوا تھا؟	۵۷
کیا خالد بن سنان نبی تھے؟	۵۸
ترجمۂ خالد بن سنان۔	۵۸
زمانۂ فترت میں بعثت انبیاء علیہ السّلام کی تحقیق	۶۰
ترجمۂ حاتم طائی مشہور سخی	۶۱
حاتم طائی کی بیٹی کا قصّہ	۶۲
کیا حاتم موحد تھا؟ یہ لطیف و بدیع بحث ہے۔	۶۳
مصنّف کی تحقیق کہ حاتم موحّد و ناجی ہے اور اس دعویٰ کی تائید کے لئے دس دلائل لطیفہ کا ذکر۔	۶۳
عبداللہ بن جدعان کا ترجمہ۔	۷۱
ایک لطیف و شریف بحث کہ کیا اہلِ فترت ناجی ہیں یا غیر ناجی۔	۷۲
اصحاب کہف کا بیان	۷۵
ان کے زمانہ پر بحث	۷۵
ان کی تعداد و اسماء کا ذکر۔	۷۶
عجیب فوائد اسماء اصحاب کہف	۷۶
عمرو بن لحیّ کے احوال	۷۸
عمرو عرب میں پہلا شخص ہے۔ جس نے دینِ ابراہیمی کو بدل ڈالا اور بت پرستی رائج کی۔	۷۹
تلبیہ بدلنے کا قصّہ	۷۹
بحیرہ۔ سائبہ۔ وصیلہ۔ حامی کا بیان	۸۰
بیان فلسطین۔	۸۰

فرات اور اس کے طول و منبع کا بیان	۸۱
قریش کا بیان	۸۲
قریش کی وجہ تسمیہ	۸۲
ذکر قحطان و نسب قحطان	۸۳
کیا قحطان ھود علیہ السلام کے بیٹے ہیں؟	۸۳
ان لوگوں کی دلیل کا ذکر جو قحطان کو اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے مانتے ہیں۔	۸۴
بنا بریں کل عرب اولادِ اسماعیل علیہ السلام ہیں۔	۸۴
قریظہ کا بیان	۸۴
بیان قنرح	۸۵
بیان کوفہ اور اس کی وجہ تسمیہ۔	۸۵
عجیب مفاخرہ بین اہلِ کوفہ و بصرہ	۸۵
مسجد کوفہ کے فضائل	۸۶
ذکر کرمان	۸۶
تفصیل احوال کعبۃ اللہ	۸۷
بناء کعبہ سے قبل مقام ہذا کے احوال	۸۷
بیت اللہ کی سمت پر ساتوں آسمانوں میں بیت اللہ ہے	۸۷
اسلام سے قبل بڑے بڑے بادشاہ کعبہ کی تعظیم کے معتقد تھے۔	۸۸
بیت اللہ کے اندر خزانے کا بیان	۸۸
اس بات کا بیان کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ بیت اللہ تھا۔	۸۹
بعض منجمین کا یہ قول کہ بیت اللہ کی یہ عظمت زحل کی مرہون ہے، باطل ہے۔	۹۰
نوح علیہ السلام کی کشتی نے طوافِ کعبہ کیا	۹۱
تعمیر بیت اللہ کی تفصیل	۹۱
اس بات کی تفصیل کہ بیت اللہ کی تعمیر گیارہ مرتبہ ہوئی ہے	۹۱
بیان بناء ابراہیمی	۹۱
بناء عمالقہ	۹۳
بناء قریش کی تفصیل	۹۴
ان امور کا بیان جو بناء قریش کے وقت درپیش ہوئے	۹۵
بناء قریش کی آٹھ خصوصیات	۹۷
بناء ابن زبیرؓ کا ذکر	۹۹
قرامطہ کا کعبۃ اللہ پر قبضہ کرنا اور حجر اسود کو اُٹھا کر لے جانا۔	۱۰۰
بناء حجاج کا ذکر	۱۰۰
طینۃ نبی علیہ السلام کا مأخذ کعبہ ہے۔	۱۰۱
ذکر اشکال اور اس کا جواب	۱۰۱
تولیت کعبہ کی تفصیل لطیف	۱۰۲
بیت اللہ شریف کی چابی کا عجیب قصہ	۱۰۴
بیان اللات	۱۰۴
بیان مصر	۱۰۵
مصر کے فضائل اور وجہ تسمیہ	۱۰۵
عیوب مصر کا قصہ	۱۰۶
بیان مزدلفہ	۱۰۷
بیان منی	۱۰۷
بیان مدینہ طیبہ	۱۰۸
فضائلِ مدینہ	۱۰۸
اسماء مدینہ	۱۰۸
اس کے اوّل باشندوں کا ذکر	۱۰۸
بیانِ مکہ مکرمہ	۱۰۹
مکہ کی وجہ تسمیہ	۱۰۹
اسماء مکہ مکرمہ	۱۰۹
کیا مکہ افضل ہے مدینہ سے یا بالعکس اور ذکر دلائل طرفین	۱۱۰

ذکر مشعر حرام	۱۱۰
ذکر محسر	۱۱۰
ذکر مسجد حرام	۱۱۱
مسجد حرام کی توسیع کا بیان	۱۱۱
کیا سارے حرم پر مسجد کا اطلاق ہوتا ہے؟	۱۱۱
مسجد ہذا میں فضیلت نماز کا ذکر	۱۱۲
مسجد حرم میں تین سو انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔	۱۱۲
قبر اسماعیل علیہ السلام کا مقام	۱۱۲
بیان مروہ	۱۱۳
صفا و مروہ پر نصب بتوں کا بیان	۱۱۳
بیان میل۔ برید۔ فرسخ۔ ذراع	۱۱۴
بیان نائلہ و اساف	۱۱۵
بدکاری کی وجہ سے اساف و نائلہ کا مسخ ہو کر پتھر بننے کا قصہ۔	۱۱۵
اہل جاہلیت طواف اساف سے شروع کرتے تھے۔	۱۱۷
قبیلۂ نضیر کے احوال	۱۱۸
نجران کا ذکر	۱۱۸
قرآن میں مذکور قصۂ اخدود نجران میں واقع ہوا تھا۔	۱۱۸
مدینہ میں وفد نجران کی آمد کا قصہ۔	۱۱۹
دریائے نیل کا بیان	۱۲۰
یہ طویل تر دریا ہے۔	۱۲۰
فتح مصر کے بعد پہلے سال نیل کا خشک ہونا اور پھر خط عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا موجزن ہونا۔	۱۲۱
حدیث اربعۃ انھا تخرج من اصلھا منھا النیل والفرات کا مطلب۔	۱۲۲
فرات میں جنتی انار کا قصہ	۱۲۲
بیان شہر واسط	۱۲۳
شہر واسط کی تعمیر کا عجیب قصہ	۱۲۳
بیان یمن	۱۲۴
یمن کی وجہ تسمیہ	۱۲۴
سلاطین یمن کے اسماء و مدت حکومت و بعض احوال کا مفید نقشہ و جدول۔	۱۲۵
قصہ اصحاب اخدود کی تفصیل۔	۱۲۶
ابرھہ صاحب قصہ فیل کے واقعہ کی تفصیل۔	۱۲۷
تاریخ مولد نبی علیہ السلام کا بیان۔	۱۲۹
سیف بن ذی یزن سے عبد المطلب کی ملاقات کرنا اور اس کا عبد المطلب کو خاتم الانبیاء کے ظہور کی بشارت دینا۔	۱۳۱
بیان یوم سبت	۱۳۲
ہفتہ میں محترم دن یوم جمعہ ہی ہے۔	۱۳۳
یہود و نصاریٰ نے یوم سبت و یوم احد کی تعیین میں غلطی کی۔	۱۳۳
یہود پر دراصل جمعہ کی تعظیم لازم کر دی گئی تھی، پھر انھوں نے یوم سبت کو پسند کیا۔	۱۳۳
اسلام میں عبادت کے لئے جمعہ کی تقرری کی گیارہ وجوہ کا ذکر۔	۱۳۵
جاہلیت میں اور مختلف زبانوں میں ہفتے کے سات دنوں کے نام۔	۱۳۷
فصل در بیان فرق مختلفہ	۱۳۸
مصنف کے رسالہ المطالب المبرورہ فی الفرق المشہورہ کا ذکر۔	۱۳۸
بیان فرقہ کرامیہ	۱۳۸
کرامیہ مجسمہ فرقہ ہے۔	۱۳۸
بیان فرقہ صابئہ۔	۱۳۹

صابئہ کا بانی بوداسف تھا۔	۱۳۹
یہ کواکب پرست فرقہ ہے۔	۱۴۰
فرقہ صابئہ کے بعض عقائد	۱۴۰
بیان فرقہ حشویہ	۱۴۱
بیان فرقہ ظاہریہ۔	۱۴۲
یہ داؤد ظاہری کے اتباع ہیں۔	۱۴۲
پانچوں مذاہب کی تعظیم لازم ہے۔	۱۴۲
داؤد ظاہری رحمہ اللہ کے احوال	۱۴۳
داؤد کی قناعت و زہد کا عجیب قصہ	۱۴۴
کیا ظاہریہ کا قول احکام فقہ میں معتد بہ ہے۔	۱۴۶
بیان فرقہ خوارج	۱۴۷
بیان فرقہ مرجئہ	۱۴۸
ان کے نزدیک ایمان صرف معرفت کا نام ہے اور معاصی سے کوئی نقصان نہیں ہو سکتا۔	۱۴۸
مرجئہ کے بارے میں مرفوع حدیث کا ذکر	۱۴۸
بعض جہال کا امام ابوحنیفہؒ کو مرجئہ کہنا بڑی غلطی ہے	۱۴۹
امام ابوحنیفہؒ کی برأت کے بارے میں بحث بدیع و لطیف۔	۱۴۹
ارجاء کی تین قسمیں	۱۵۰
بیان فرقہ جہمیہ	۱۵۱
جہمیہ فرقہ جبریہ ہے۔	۱۵۲
بیان فرقہ معتزلہ	۱۵۳
تفصیل عقائد معتزلہ	۱۵۳
معتزلہ کے چند فرقوں کا بیان۔	۱۵۵
بیان فرقہ شیعہ۔	۱۵۵
تشیع کی بنیاد یہود نے رکھی۔	۱۵۵
تشیع کے چند فرقوں کا ذکر۔	۱۵۶
شیعوں کے بعض گمراہ عقائد	۱۵۶
بعض شیعہ علی رضی اللہ عنہ میں خدا کے حلول کے قائل ہیں۔	۱۵۷
فریب و غدر ہر شیعہ کی سرشت میں داخل ہے	۱۵۸
شیعوں کے غدر کی تفصیل۔	۱۵۸
بیان فرقہ مجوس۔	۱۵۹
مجوس دو خالقوں کے قائل ہیں	۱۵۹
عقیدہ مجوس دو قاعدوں پر مبنی ہے۔	۱۵۹
تفصیل دین مجوس	۱۶۰
تخلیق شیطان کا سبب مجوس کی رائے میں۔	۱۶۰
مجوس کے عقیدہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ اور شیطان میں جنگ ہوئی۔ پھر فرشتوں نے مصالحت کرا دی۔	۱۶۰
بیان فرقہ زردشتیہ۔	۱۶۲
زردشت کا بیان۔	۱۶۳
زردشت کا خیال نور و ظلمت کے بارے میں۔	۱۶۳
بیان فرقہ ثنویہ۔	۱۶۴
بیان فرقہ مانویہ۔	۱۶۴
شمس و قمر کے انوار کے بارے میں ان کا عقیدہ	۱۶۵
بیان فرقہ مزدکیہ	۱۶۶
مزدکیہ کو اہل فارس زندیق کہتے تھے اور یہی فرقہ لفظ زندیق کا ماخذ ہے۔	۱۶۷
مزدکیہ زمانہ قدیم کے کمونسٹ ہیں بلکہ وہ بعض وجوہ میں کمونسٹوں سے بھی آگے ہیں۔	۱۶۷
فرقہ دیصانیہ	۱۶۷
بیان یہود	۱۶۷
بیان نصاریٰ	۱۶۸

فصل در احوال انبیاء علیہم السلام	۱۶۹
مصنف کی کتاب مرآۃ النجباء فی تاریخ الانبیاء کا ذکر۔	۱۶۹
ذکر آدم علیہ السلام	۱۶۹
حدیث ان اللہ خلق مائۃ الف آدم	۱۷۰
مولد خاتم الانبیاء علیہ السلام کی تاریخ	۱۷۰
نوح علیہ السلام کے احوال	۱۷۱
ان کے ابناء ثلاثہ حام سام یافث کا ذکر	۱۷۱
اہل پاکستان کس کی اولاد ہیں	۱۷۱
ذکر صابی بانی فرقہ صابیہ	۱۷۱
وفار التنور کا مطلب	۱۷۲
طوفان نوح کی تاریخ پر بحث	۱۷۲
ابراہیم علیہ السلام کے احوال	۱۷۳
ابراہیم علیہ السلام کا والد تارخ ہے نہ کہ آزر	۱۷۳
فضائل ابراہیم علیہ السلام	۱۷۳
ذکر عزیر علیہ السلام	۱۷۵
ذکر موسیٰ علیہ السلام	۱۷۵
موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو تھپڑ مارنا۔	۱۷۵
موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تاریخ وفات کی تحقیق لطیف۔	۱۷۶
مدین میں ان کی شادی کا قصہ	۱۷۶
ذکر حدیث اصدق الفساء فراسۃ امرأتان۔	۱۷۷
ذکر اسماعیل علیہ السلام	۱۷۷
ذکر ہارون علیہ السلام	۱۷۷
کیا قبر ہارونؑ جبل اُحد میں ہے۔	۱۷۷
وفات موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا بیان	۱۷۸
ذکر زکریا علیہ السلام	۱۷۸
ذکر شعیب علیہ السلام	۱۷۸
ذکر حزقیل علیہ السلام	۱۷۹
ذکر یوسف علیہ السلام	۱۷۹
یوسف علیہ السلام کی احوال کے بارے میں تاریخی تحقیق۔	۱۸۰
داؤد علیہ السلام کا ذکر۔	۱۸۰
زمانۂ داؤد علیہ السلام پر تاریخی بحث۔	۱۸۱
ذکر سلیمان علیہ السلام	۱۸۱
بیت المقدس کی تعمیر و وسعت و بلندی و تاریخ کی تحقیق۔	۱۸۲
سلیمان علیہ السلام کی مدت حکومت اور دیگر انبیاء کی وفات کی تاریخوں کی عجیب تحقیق۔	۱۸۲
ذکر ادریس علیہ السلام	۱۸۲
چار انبیاء علیہم السلام ابھی تک زندہ ہیں۔	۱۸۳
علوم فلاسفہ ادریس علیہ السلام سے ماخوذ ہیں۔	۱۸۳
ادریس علیہ السلام کے زمانے کی تحقیق	۱۸۳
ذکر یحییٰ علیہ السلام	۱۸۳
قتل یحییٰ علیہ السلام کا ذکر	۱۸۳
بناء جامع مسجد دمشق کے وقت ایک غار میں صندوق ملا۔ جس میں یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک موجود تھا۔	۱۸۴
یحییٰ علیہ السلام قیامت میں موت ذبح فرمائیں گے۔	۱۸۴
ذکر عیسیٰ علیہ السلام	۱۸۴
کیا مریم نبیہ تھیں؟	۱۸۵
نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی شادی و مدت حیات و موضع قبر وغیرہ احوال کا ذکر۔	۱۸۵
مختصر احوال خاتم الانبیاء علیہ السلام کا ذکر۔	۱۸۵

ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب۔	۱۸۵
آپ کے نو چچوں کا ذکر۔	۱۸۶
بنات عبد المطلب کے نام	۱۸۶
عبد المطلب کی چھ بیویوں کے نام اور ان کی اولاد کی تفصیل۔	۱۸۶
تاریخ مولد نبی علیہ السلام کی تحقیق	۱۸۶
سوموار کے دن کی خصوصیت	۱۸۷
آپ کی ولادت دن کو ہوئی یا رات کو	۱۸۷
ولادت کے بعد آپ کا کلام کرنا	۱۸۷
نبی علیہ السلام کے والدین کے ایمان کی بحث۔	۱۸۸
آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہیں۔ سوائے ابراہیم کے۔	۱۸۹
آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی بحث۔	۱۸۹
ازواج مطہرات کے نام	۱۹۰
ذکر ابناء ابراہیم علیہ السلام	۱۹۰
ابراہیم علیہ السلام کی ازواج ثلاثہ اور ان کی اولاد کی تفصیل۔	۱۹۱
آپنے اپنے بیٹوں کو زمین کے مختلف خطوں میں بھیجا۔	۱۹۱
ذکر ابناء اسماعیل علیہ السلام	۱۹۱
ذکر اولاد یعقوب علیہ السلام	۱۹۲
بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کا ذکر۔	۱۹۲
کیا جمع بین الاختین فی النکاح پہلے جائز تھا؟	۱۹۲
اسحاق علیہ السلام کی اولاد و اولادِ اولاد کی تفصیل۔	۱۹۳
موسیٰ و ہارون و زکریا و سلیمان و یوسف و یونس و ایوب و خضر و الیاس علیہم السلام کے نسب کے سلسلے۔	۱۹۳
ذکر قصہ ہاروت و ماروت۔	۱۹۴
کیا قصۂ زہرہ صحیح ہے؟	۱۹۴
فیل خنزیر ضب دب قرد عقرب عنکبوت ارنب زہرہ وغیرہ تیرہ ممسوخوں کا ذکر۔	۱۹۵
قصہ ہاروت ماروت میں علماء کے اقوال۔	۱۹۵
ابن عمر کا زہرہ کو سبّ و شتم کرنا اور اس کی توجیہ	۱۹۶
بیان جنّ	۱۹۶
معتزلہ فلاسفہ جہمیہ وجود جنّ کے منکر ہیں۔	۱۹۶
جنّ و شیاطین ایک نوع ہیں۔	۱۹۷
ابو الجن کا نام شومیا ہے	۱۹۷
کیا ابلیس ابو الجن ہے؟	۱۹۸
جنّ کی تین قسمیں	۱۹۸
کیا جنّ انسان کیطرح اکل و شرب کرتے ہیں؟	۱۹۹
کیا نوع جنّ میں رسول و نبی آئے تھے؟	۱۹۹
جنّات کے دخولِ جنّت کی بحث۔	۲۰۰
جنّی و انسی میں جواز و عدم جواز نکاح کی مفصّل بحث۔	۲۰۰
جلال الدین کے نکاح مع جنّیہ کا عجیب قصّہ۔	۲۰۱
احوال ابلیس	۲۰۱
ابلیس کا نام و کنیت	۲۰۱
ابلیس و شیطان کا فرق	۲۰۲
اصلِ لفظ شیطان میں دو قول ہیں	۲۰۲
کیا ابلیس نوع ملائکہ میں سے تھا یا نوع جنّ میں سے؟ یہ بحث نہایت اہم ہے۔	۲۰۳
امام شعبی کا قصّہ۔	۲۰۴
بعض اولادِ ابلیس کے نام اور شرارتوں کا ذکر۔	۲۰۴
ابلیس کا تخت سمندر پر ہے۔	۲۰۵

ایک غریب و عجیب قصہ کہ امریکہ میں بعض لوگ ابلیس کی باقاعدہ پرستش کرتے ہیں۔	۲۰۵
ابلیس کی پرستش کرنے والوں کے قصے کی تفصیل۔	۲۰۶
ذکر خضر علیہ السلام	۲۰۷
نسب خضر علیہ السلام میں متعدد اقوال کا ذکر	۲۰۸
نبوت خضر علیہ السلام میں اختلاف ہے	۲۰۸
حیات خضر علیہ السلام کی بحث	۲۰۸
مریم علیہا السلام کا ذکر۔	۲۱۰
نسب مریم کا بیان۔	۲۱۰
کیا مریم نبیہ تھیں۔	۲۱۱
ذکر ملائکہ علیہم السلام	۲۱۱
مصنف کے رسالہ اعلام الکرام باحوال الملائکۃ العظام کا ذکر۔	۲۱۱
حقیقت ملائکہ میں نو مذاہب کا ذکر۔	۲۱۲
حقیقت ملائکہ میں مذہب فلاسفہ کا بیان	۲۱۳
فلاسفہ کا قول کہ عقول عشرہ ملائکہ ہیں اور عقل فعال جبریل ہے، باطل ہے، بوجوہ سبعہ۔	۲۱۳
بیان جبریل علیہ السلام	۲۱۶
لفظ جبریل کا مطلب	۲۱۶
ہر نبی اور خدا کے مابین سفیر جبریل علیہ السلام ہوتے تھے	۲۱۷
کیا اللہ تعالیٰ اور ہمارے نبی علیہ السلام کے درمیان چند سال تک سفیر اسرافیل علیہ السلام تھے؟	۲۱۷
اس سلسلے میں ذکر تحقیق سیوطی رحمہ اللہ۔	۲۱۸
ذکر تعداد نزول جبریل علیہ السلام علی النبی علیہ السلام	۲۱۹
کیا موت نبی علیہ السلام کے بعد جبریل علیہ السلام کا نزول زمین پر منقطع ہوا؟	۲۲۰
نبی علیہ السلام نے صرف دو مرتبہ جبریل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھا تھا۔	۲۲۱
بیان عزرائیل علیہ السلام	۲۲۲
عزرائیل کے معاون فرشتے۔	۲۲۲
تخلیق آدم علیہ السلام کے لئے زمین سے مٹی اٹھانے والے عزرائیل علیہ السلام تھے۔	۲۲۲
کسی کی موت پر رونے والوں سے عزرائیل کا کلام۔	۲۲۳
نیک شخص کی موت کے وقت آپ اچھی شکل میں اور برے شخص کی موت کے وقت خوفناک شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔	۲۲۴
کسی کی اجل پوری ہونے کا عزرائیل کو کیسے پتہ چلتا ہے؟	۲۲۵
پہلے زمانے میں عزرائیل امراض کے بغیر کسی کے پاس ظاہر ہو کر جان لیتے تھے۔	۲۲۷
حیوانات کی ارواح کون قبض کرتا ہے؟	۲۲۸
ملک الموت پر کثرت سے صلاۃ پڑھنے کا فائدہ۔	۲۲۹
ذکر اسرافیل علیہ السلام	۲۳۰
افضل الملائکہ چار ہیں۔	۲۳۰
اسرافیل علیہ السلام کا مقام قرب عند اللہ۔	۲۳۰
وحی کی اطلاع اولاً اسرافیل علیہ السلام کو دی جاتی ہے، بعدہ جبرئیل علیہ السلام کو۔	۲۳۰
قیامت کے دن سب سے پہلے اسرافیل علیہ السلام سے سوال کیا جائیگا۔	۲۳۱
ہمارے نبی علیہ السلام کے پاس اسرافیل علیہ السلام کے آنے کا ذکر۔	۲۳۱
بچوں کی صورتوں پر موکل فرشتہ اسرافیل علیہ السلام ہیں۔	۲۳۱

ذکر میکائیل علیہ السلام ۲۳۲
خروج دجّال کیوقت میکائیل علیہ السلام ہی مکہ مکرمہ کے محافظ ہوں گے۔ ۲۳۲
میکائیل ارزاق و امطار پر موکل ہے۔ ۲۳۲
تقدیر کے بارے میں اشکال اور اسکا دفع۔ ۲۳۲
ذکر ذوالقرنین۔ ۲۳۳
کیا ذوالقرنین نبی تھے؟ ۲۳۳
سبب تسمیہ ذوالقرنین۔ ۲۳۳
آپ کے نام میں کئی اقوال ہیں۔ ۲۳۳
ذوالقرنین کی عمر کا بیان۔ ۲۳۴
اسکندر دو ہیں۔ ۲۳۴
اسکندر رومی یونانی قاتل دارا کا ترجمہ۔ ۲۳۴
بعض علماء کہتے ہیں کہ قرآن میں مذکور ذوالقرنین یہی اسکندر رومی ہے۔ ۲۳۵
مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ ذوالقرنین و اسکندر رومی دو شخص ہیں۔ ۲۳۵
مذکورہ صدر دعوی کی چھ دلیلیں۔ ۲۳۵
فصل در بیان فوائد۔ ۲۳۸
بیان دینار۔ درہم مثقال صاع رطل۔ ۲۳۸
مصنف کی نظم بیان اوزان میں۔ ۲۳۹
مہر شرعی کی مقدار میں علماء کی غلطی کا بیان۔ ۲۴۰
قبائل عرب کا بیان۔ ۲۴۰
ترتیب قبائل عرب۔ ۲۴۰
لقب شیخ الاسلام کی تشریح۔ ۲۴۱
بیان کسریٰ و قیصر۔ ۲۴۳
اوّل مسمّٰی بہ قیصر میں پانچ اقوال ہیں۔ ۲۴۳
قیصر کے معنی کا بیان۔ ۲۴۴
مزید احوال قیصر۔ ۲۴۴
لفظ کسریٰ کی تحقیق بدلیع۔ ۲۴۵
مطلب حدیث اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ و اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ۔ ۲۴۶
مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے القاب کا عجیب فائدہ۔ ۲۴۶
صحابی کی دس تعریفوں کا لطیف بیان۔ ۲۴۶
صحابہ تین قسم پر ہیں۔ ۲۵۰
تابعی کی تعریف کا بیان۔ ۲۵۰
تابعین کے پندرہ طبقوں کا بیان۔ ۲۵۱
عربی و اعراب کا بیان۔ ۲۵۱
لفظ شیخان کے مصداق کی عجیب تفصیل ۲۵۱
تراجم خلفاء اربعہ اور انکی حکومت کی مدت ۲۵۲
مطلب حدیث الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ۲۵۳
جاہلیت کے مطلب پر بحث شریف۔ ۲۵۳
جاہلیت دو قسم پر ہے۔ ۲۵۳
جاہلیت کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ ۲۵۴
جاہلیت کے مأخذ میں مصنف کی رائے ۲۵۴
جاہلیت اُولیٰ کی تحقیق۔ ۲۵۵
متعدد انبیاء علیہم السلام کی ولادت سے قبل جاہلیت کا ذکر۔ ۲۵۶
فائدہ در بیان حساب جمل۔ ۲۵۶
حساب جمل کی تحقیق۔ ۲۵۶
کلمات ابجد ھوز الخ دراصل بادشاہوں کے نام تھے۔ ۲۵۷
کلمات ابجد کی تاریخی تحقیق۔ ۲۵۸
فائدہ در بیان زندیق۔ ۲۵۸
مصنف کے رسالہ التحقیق فی الزندیق کا ذکر ۲۵۸
زندیق کی تفسیر میں متعدد اقوال کا ذکر ۲۵۸
مصنف کا قول زندیق کی تعریف میں ۲۵۹
مصنف کی تعریف جامع کے بارہ فوائد کا ذکر ۲۵۹
بعض اہل بدعت بھی زندیق ہیں۔ ۲۶۰
قادیانی فرقہ کے دونوں گروہ زندیق ہیں۔ ۲۶۱
از روئے شرع قادیانی کسی مملکت اسلامیہ میں اقامت کے مجاز نہیں۔ ۲۶۱
قادیانی جزیہ ادا کر کے بھی اسلامی مملکت میں اقامت نہیں کر سکتے۔ ۲۶۱
قادیانیوں کے زندیق ہونے کی وجوہ۔ ۲۶۱
منکر حجیت حدیث بھی زندیق ہے۔ ۲۶۳
قرآن کی تحریف کرنیوالے بھی زندیق ہیں۔ ۲۶۴
امر ثانی لفظ زندیق کے مأخذ کی تحقیق شریف ۲۶۵
ترجمہ زرتشت رہبر مجوس۔ ۲۶۵
فائدہ شعراء کے چھ طبقوں کا بیان۔ ۲۶۶
کون سے طبقے کا کلام حجت ہے اور کون سے کا حجت نہیں۔ ۲۶۷
ثریا کا بیان ۲۶۸
حدیث میں ابو حنیفہؒ کو ثریا کے ساتھ تشبیہ دینے کا بیان۔ ۲۶۸
فصل بیضاوی کے شراح و محشین کا بیان ۲۷۰
عبد ضعیف روحانی مصنف کتاب کا مختصر ترجمہ۔ ۲۷۵
فصل تفسیر ہذا میں بیضاوی کے چند اخطاء کا بیان۔ ۲۸۲
فصل در بیان فوائد اصول تفسیر۔ ۲۸۹

فهرستُ مؤلفات الروحَـاني البَازي

أعلى الله درجاته في دارالسّلام و طيّب آثاره

ندرج ههنا مؤلفات المحدّث المفسّر الفقيه الرحلة الحجّة الشهير في الآفاق جامع المعقول و المنقول أمير المؤمنين في الحديث العلامة الأوحدي و الفهامة اللوذعي الشاعر اللغوي الأديب الشيخ مولانا محمد موسى الروحاني البازي وآثاره العلمية الخالدة . رَحمه الله تعالى رحمة واسعة .

﴿ **قال الشيخ الروحاني البازي رحمه الله تعالى في بعض مؤلفاته :** تصانيفي بعضها باللغة العربية وبعضها بلغة الأردو وبعضها بالفارسية وغيرهـا من الألسنة ثم إن بعضها مطبوعة وبعضها غير مطبوعة لعدم تيسر أسباب الطباعة . و بعضها صغار و بعضها كبار و بعضها في عدة مجلدات .

وقد وفّقني الله تعالى للتصنيف في جميع الفنون الرائجـة قديمًا وحديثًا في علماء الإسلام رحمهم الله تعالى مثل فنّ علم التفسير و فنّ أصوله و علم رواية الحديث و علم الفقه و أصوله و علم اللغـة العربيـة و الأدب العـربي و علم الصرف و علم الاشتقاق و علم النحو و علم الفـروق اللغوية و علم العروض و علم القافية وعلم أصول العروض و في الدعوة الإسلامية والنصائح و علم المنطق و علم الطبيعي من الفلسفة و علم الإلٰهيات و علم الهيئة القديمة و علم الهيئة الحديثة و علم الأخـلاق و علم العقائد الإسلامية وعلم الفِرق المختلفة و علم الأمور العامة و علم التاريخ و علم التجويد و علم القراءة . ولله الحمد و المنة .

وكذلك درست بتوفيق الله تعالى في المدارس والجامعات كتب أكثر هذه الفنون إلى مدة . ولله الحمد والمنة . ﴾

هذه أسماء نبذة من تصانيف الشيخ البازي رحمه الله في العلوم المختلفة و الفنون المتعددة من غير استقصاء

في علم التفسير

١ - شرح و تفسير لنحو ثلاثين سورةً من آخر القرآن الشريف . هو تفسير مفيد مشتمل على أسرار و علوم .

٢ - أزهار التّسهيل في مجلّدات كثيرة تزيد على أربعين مجلّدًا . هو شرح مبسوط للتفسير المشهور بأنوار التنزيل للعلامة المحقّق البيضاوي .

٣ - أثمار التكميل مقدمة أزهار التسهيل في مجلّدين .

٤ - كتابُ علوم القرآن . بيّن فيه المصنف البازي رحمه الله أصول التفسير ومباديه و علومه الكلية وأتى فيه بمسائل مفيدة مهمة إلى غاية .

٥ - تفسير آية " قُلْ يٰعِبَادِيَ ٱلَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلَىٰٓ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ ٱللّٰهِ " الآية . ذكر فيه المصنف البازي رحمه الله من باب سعة رحمة الله غرائب أسرار و عجائب مكنونة مشتملة عليها هـذه الآية نحو سبعين سرًّا و هذه أسرار لطيفة مثيرة لساكن العزمات إلى غرفات نيرات في روضات الجنّات . فتحها الله عزّوجلّ على المصنف وقد خلت عنها زبر السلف والخلف . ولله الحمد و المنة .

٦ - كتاب تفسير آيات متفرقة من كتاب الله عزّوجلّ و هو مجموعة خطابات تفسيرية كان المصنف البازي يلقيها على الناس و يذيعها بوساطة الراديو في باكستان و ذلك إلى مدة .

٧ - كتاب ثبوت النّسخ في غير واحد من الأحكام القرآنية و الحديثية و حكم النسخ و أسراره ومصالحه . رسالة مهمة جدًّا فيها أسرار النسخ ما خلت عنها الكتب . كتبها المصنّف البازي دمغًا لمطاعن غلام أحمد برويز رئيس طائفة الملاحدة المنكرين حجيَّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية . أبطل فيها المصنف البازي رحمه الله اعتراضات هذا الملحد على الإسلام و على

حكم النسخ . و ذلك بعد ما اتّفقت مناظرات قلميّة و خطابيّة بين المصنّف و بين هـذا الملحد غلام أحمد و أتباعه .

٨ - فتح الله بخصائص الاسم الله . كتاب بديع كبير في مجلدين ضخمين ذكر فيه المصنف البازي رحمه الله نحو سبعمائة و خمسين من خصائص و مزايا للاسم الله (الجلالة) ظاهرية و باطنية لغوية و أدبية و روحانية و نحوية و اشتقاقية و عددية و تفسيرية و تاثيرية . و هو من بدائع كتب الدنيا ما لا نظير له في كتب السلف والخلف ولا يطالعه أحد من العلماء أصحاب الذوق السليم والطبع المستقيم إلّا و هو يتعجب مما اجتهد المصنف البازي في جمع الأسرار و البدائع .

٩ - رسالة في تفسير "هدًى للمتّقين" فيها نحو عشرين جوابًا لحلّ إشكال تخصيص الهداية بالمتّقين .

١٠ - مختصر فتح الله بخصائص الاسم الله .

في علم الحديث

١ - شرح حصّة من صحيح مسلم .

٢ - شرح سنن ابن ماجه .

٣ - كتاب علوم الحديث . هذا كتاب مفيد مشتمل على مباحث و علوم من باب أصول الحديث رواية و دراية .

٤ - رياض السنن شرح السنن و الجامع للإمام الترمذي رحمه الله في مجلدات كثيرة .

٥ - فتح العليم بحلّ الإشكال العظيم في حديث " كما صلّيت على إبراهيم" . هذا كتاب كبير بديع لا نظير له . فتح الله تعالى فيه برحمته وفضله على المصنف البازي أبوابًا من العلوم ما مستها أيدي العقول وما انتهت إليها عقول العلماء الفحول إلى هذا الزمان . ذكر المصنّف في هـذا الكتاب لحـلّ هذا الإشكال العظيم نحو مائة و تسعين جوابًا . قال بعض العلماء الكبار في حق هذا الكتاب : ما سمعنا أن أحدًا من علماء السلف و الخلف أجاب عن مسألة دينية و معضلة علمية هذا العدد من الأجوبة بل و لا نصف هذا العدد .

٦ - أجر الله الجزيل على عمل العبد القليل .

٧ - كتاب الفرق بين النبي و الرسول . هذا كتاب بديع لطيف ذكر فيه المصنف البازي أكثر من ثلاثين فرقًا بين النبي و الرسول مع بيان عجائب الغرائب و غرائب العجائب و بدائع الروائع و روائع البدائع من باب علوم متعلقة بحقيقة النبوة و بشان الأنبياء عليهم الصلاة والسلام . و هذا

الكتاب لا نظير له في الكتب .

٨ - كتاب الدعاء . كتاب كبير نافع مشتمل على أبحاث مهمة لا غنى عنها .

٩ - النفحة الربانية في كون الأحاديث حجة في القواعد العربية . هذا كتاب كبير أثبت فيه المصنف البازي أن الأحاديث حجة في باب العربية و اللغة . و هو من عجائب الكتب .

١٠ - مختصر فتح العليم .

١١ - كتاب الأربعين البازية .

١٢ - الكنز الأعظم في تعيين الاسم الأعظم . كتاب جامع في هذا الموضوع لم تر العيون نظيرَه في كتب المتقدّمين و لم يقف أحد على مثيله في أسفار المتأخّرين .

١٣ - البركات المكيّة في الصلوات النبوية . كتاب بديع مبارك ذكر فيه المصنف البازي أكثر من ثمانمائة اسم محقَّق من أسماء النبي ﷺ في صورة الصلوات على خاتم النبيّين ﷺ .

١٤ - كتاب كبير على حجيّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية . كتبها المصنّف دمغًا لمطاعن طائفة الملاحدة المنكرين حجيّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية .

في علم أصول الفقه

١ - شرح التوضيح والتلويح . التوضيح والتلويح كتاب مغلق دقيق محقق جدًّا في أصول الفقه و يدرس في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان وغيرها . وهو كتاب عويص لايفهم دقائقه وأسراره إلّا الآحاد من أكابر الفن فشرحه المصنف البازي شرحًا محققا و أتى فيه ببدائع النفائس و نفائس البدائع .

في علم الأدب العربي

١ - شرح مفصل لديوان أبي الطيّب المتنبي .

٢ - شرح آخر مختصر لديوان أبي الطيب .

٣ - خصائص اللغة العربيّة و مزاياها . هو كتاب ضخيم نفيس لا نظير له في بابه فصل فيه المصنف البازي رحمه الله الفضائل الكلية و الجزئية لهذه اللغة المباركة و أتى فيه بلطائف وغرائب و بدائع و روائع تسرّ الناظرين و تهزّ أعطاف الكاملين و حق ما قيل : كم ترك الأول للآخر .

٤ - رشحات القلم في الفروق . هذا الكتاب مما يحتاج إليه كل عالم ومتعلم لم يصنف في هذا الموضوع أحد قبل ذلك أثبت فيه المصنف البازي علومًا و حقائق الفروق و دقائق الحدود و لطائف التعريفات للمصدر الصريح والمصدر المأوّل وحاصل المصدر واسم المصدر وعلم المصدر والجنس و اسم الجنس وعلم الجنس و الجمع و اسم الجمع و شبه الجمع والجنس اللغوي والفقهي والعرفي والمنطقي والأصولي و نحو ذلك من المباحث المفيدة إلى غاية .

٥ - شرح ديوان حسان رضي الله عنه .

٦ - الطوبى . قصيدة في نظم أسماء الله الحسنى شهيرة طبعت في صورة رسالة مستقلة أكثر من خمس و عشرين مرة استحسنها العوام و الخواص و استفادوا منها كثيرًا .

٧ - الحسنى . قصيدة في نظم أسماء النبي صلى الله عليه وسلم طبعت في صورة رسالة منفردة مرارًا .

٨ - المباحث المهدة في شرح المقدمة . رسالة نافعة في مباحث لفظ المقدّمة الواقع في الخطب .

٩ - ديوان القصائد . مشتمل على أشعاري و قصائدي .

في علم النحو

١ - بُغية الكامل السامي شرح المحصول و الحاصل لملاّ جامي . هذا شرح مبسوط محتو على مباحث و حقائق متعلّقة بالفعل والحرف والاسم و حدودها وعلاماتها و وقوعها محكومًا عليها و بها وغير ذلك من أبحاث تتعلّق بهذا الموضوع . و هذا كتاب لا نظير له في كتب النحو . فيه بدائع و حقائق خلت عنها كتب السلف و الخلف . وكتب بعض كبار العلماء في تقريضه : هذا الكتاب غاية العقل في هذا الموضوع . و من أراد أن يطلع على حقائق الاسم و الفعل و الحرف فوق هذا و أكثر من هذا فليستح .

٢ - التعليقات على الفوائد الضيائية للجامي . هذا شرح الكتاب للعلامة ملاّ جامي . و هو كتاب معروف و متداول في ديار باكستان و الهند و أفغانستان و بنغله ديش و غيرها و يدرس في مدارسها .

٣ - النجم السعد في مباحث " أمّابعد " . هذا كتاب مفيد لطيف بيّن فيها المصنف البازي رحمه الله تعالى مباحث فصل الخطاب لفظة " أمّابعد " و أوّل قائلها و حكمها الشرعي و إعرابها و ما ينضاف إلى ذلك من المباحث المفيدة و ذكر نحو ١٣٣٩٧٤٠ وجهًا و طريقًا من وجوه إعراب و طرق تركيب يحتملها "أمّابعد". و هذا من عجائب اللغة العربية فانظر إلى هذه الكلمة المختصرة و إلى

هذه الوجوه الكثيرة .

٤ - لطائف البال في الفروق بين الأهل و الآل . هو كتاب صغير حجمًا كبير مغزى نافع جدًّا لا مثيل له في موضوعه . جمع فيه المصنف البازي فروقًا كثيرة و مباحث و دقائق يجهلها كثير من الناس و يحتاج إليها العلماء .

٥ - نفحة الرّيحانه في أسرار لفظة سبحانه . رسالة مفيدة مشتملة على أسرار هذه اللّفظة .

٦ - الطريق العادل إلى بغية الكامل .

٧ - كتاب الدرّة الفريدة ، في الكلم التي تكون اسمًا و فعلًا و حرفًا أو حوت قسمين من أقسام الكلمة الثلاثة . ذكر المصنف رحمه الله تعالى في هذا الكتاب الذي هو نظير نفسه كلمات تكون اسمًا مرة و حرفًا حينا و فعلا مرة أخرى . و هذا من غرائب كتب الدنيا و مما لا مثيل له .

٨ - رسالة في عمل الاسم الجامد .

٩ - النهج السهل إلى مباحث الآل و الأهل . كتاب نافع لأولى الألباب و سِفر رافع لدرجات الطلّاب لم تسمح في هذا الموضوع قريحة بمثاله و لم ينسج في هذا المطلوب ناسج على منواله . كتاب فريد جمع أبحاث الأهل و الآل منها الفروق بين هذه اللفظين التي بلغت أكثر من خمسة و ثلاثين فرقًا و منها الأقاويل في أصل الآل و منها المباحث و الأقوال في محمل آل النبي صلى الله عليه وسلم والمراد بهم و غير ذلك من المباحث المفيدة المهمّة جدًّا .

١٠ - رسالة بديعة في حقيقة المشتق .

١١ - رسالة في حقيقة الفعل .

١٢ - رسالة في حقيقة الحرف .

في علم الصرف

١ - كتاب الصّرف . هو كتاب نافع على منوال جديد .

٢ - التصريف . كتاب دقيق في هذا الفن لا نظير له .

٣ - كتاب الأبواب و تصريفاتها الصغيرة و الكبيرة .

في علمي العروض و القوافي

١ - الرّياض الناضرة شرح محيط الدّائرة .

٢ - العيون الناظرة إلى الرياض الناضرة . هذا كتاب لطيف و مفيد جدًّا مشتمل على أصول هذا الفنّ و أنواع الشعر و ما يتعلّق بذلك من البدائع و الحقائق الشريفة .

٣ - كتاب الوافي شرح الكافي . هذا شرح مبسوط للكتاب المشهور بالكافي .

في اللغة العربيّة

١ - كتاب الفروق اللغوية بين الألفاظ العربية هو كتاب نافع جدًّا لكل عالم و متعلم و بغية مشتاقي الأدب العربي أوضح فيه المصنف فروق مآت ألفاظ متقاربة معنى .

٢ - نعم النّول في أسرار لفظة القول . كتاب مفيد فصلت فيه أبحاث و مسائل متعلقة بلفظة القول و مادة " ق ، و ، ل " . و أتى فيه المصنف البازي أسرارًا و أثبت بالدلائل أن هذا البناء بحر فحدث عن البحر ولا حرج .

٣ - كتاب زيادة المعنى لزيادة المبنى . ذكر المصنّف فيه أن زيادة المادة و الحروف تدلّ على زيادة المعنى و أتى بشواهد من القرآن و الحديث و اللغة و أقوال الأئمة .

٤ - فتح الصمد في نظم أسماء الأسد المعروف بلقب نظم الفقير الروحاني في رثاء الشيخ عبدالحق الحقّاني . هذه قصيدة فريدة لا نظير لها في الماضي قد جمع فيها المصنف ما ينيف على ستمائة من أسماء الأسد و ما يتعلق بالأسد و هي في رثاء المحدّث الكبير مسند العَصر جامع المعقولات و المنقولات شيخ الحديث مولانا عبدالحق رحمه الله مؤسّس جامعة دارالعلوم الحقانية ببلدة أكوره ختك .

٥ - كتاب كبير في أسماء الأسد و ما يتعلق بالأسد .

٦ - رسالة في وضع اللغات .

في النصائح و الدعوة الإسلامية العامة

١ - تعليم الرفق في طلب الرزق .

٢ - استعظام الصغائر .

٣ - تنبيه العقلاء على حقوق النساء .

٤ - ترغيب المسلمين في الرزق الحلال و طِعمة الصالحين .

٥ - منازل الإسلام .

٦ - فوائد الاتفاق .

٧ - عدل الحاكم و رعاية الرعية .

٨ - جنة القناعة .

٩ - أحوال القبر و ذكر ما فيها عبرة .

١٠ - الموت و ما فيه من الموعظة .

١١ - مَن العاقل و ما تعريفه و حدّه .

١٢ - التوحيد و مقتضاه و ثمراته .

في علم التاريخ

١ - تحبير الحسب بمعرفة أقسام العرب وطبقات العرب . كتاب مفيد فيه بيان طبقات العرب وتفصيل أقسامهم و ما ينضاف إلى ذلك .

٢ - الصحيفة المبرورة في معرفة الفرق المشهورة . بيّن المصنف البازي في هذا الكتاب أحوال الفرق في المسلمين و تفاصيل مؤسس كل فرقة .

٣ - مرآة النّجباء في تاريخ الأنبياء . هذا كتاب تاريخي مشتمل على أهم واقعات الأنبياء وتواريخهم عليهم السلام .

٤ - التحقيق في الزنديق . رسالة لطيفة فيها تفصيل تعريف الزنديق و تحقيق لفظه و بيان مصداقه من الفرق الباطلة و حقق فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى مستدلًّا بالكتاب و السنة وأقوال الأئمة الكبار أن الفرقة القاديانية أتباع المتنبي غلام أحمد الكذاب الدجال من الزنادقة و أنه لا يجوز إبقاؤهم في الدول الإسلامية بأخذ الجزية عنهم بل يجب قتلهم .

٥ - عبرة السائس بأحوال ملوك فارس . فصل المصنف البازي رحمه الله تعالى فيه تراجم ملوك فارس حسب ترتيب تملكهم وأحوال طبقتي ملوكهم الكينية و الساسانية و ما آل إليه أمرهم و في ذلك عبرة للمعتبرين .

٦ - غاية الطلب في أسواق العرب . كتاب أدبي تاريخي ذكر فيه المصنف البازي تواريخ الأسواق المشهورة في العرب و ما يتعلق بذلك الموضوع من حقائق أدبية .

٧ - إعلام الكرام بأحوال الملائكة العظام . بلغة أردو .

٨ - تراجم شارحي تفسير البيضاوي و مُحشّيه .

٩ - الطاحون في أحوال الطاعون .

١٠ - النظرة إلى الفترة . كتاب صغير مهم تاريخي في مصاديق زمن الفترة و أقسامها بأحكامها وما يتعلق بهذا الموضوع .

١١ - تاريخ العلماء و الأعيان .

١٢ - ترجمة سلمان الفارسي رضي الله عنه .

١٣ - توجيهات علمية لأنوار مقبرة سلمان الفارسي رضي الله عنه . كتاب بديع بيّن فيه المصنف رحمه الله تعالى نحو ثلاثين توجيها علميا لأنوار قبر سلمان الفارسي رضي الله عنه .

في علم المنطق

١ - شكر الله على شرح حمد الله للسنديلي . كتاب حمد الله شرح سلم العلوم للشيخ العلامة حمد الله السنديلي كتاب كبير مغلق دقيق محقق جدًّا في المنطق وهو مما يقرأ و يدرس في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان و غيرها لازما و لا يفهم دقائقه و أسراره إلّا بعض أكابر الفن وللمصنف البازي رحمه الله تعالى شهرة في حل هذا الكتاب فشرحه شرحا محققا و أتى فيه ببدائع .

٢ - التعليقات على شرح القاضي مبارك لسلّم العلوم . كتاب القاضي مبارك كتاب نهائي في المنطق و أشهر كتاب في هذا الفن قد اشتهر بين العلماء و الطلبة بأنه عويص و عسير فهما لأجل العبارات الدقيقة الجامعة للأسرار العلمية و أنه لا يقدر على تدريسه و فهمه إلّا القليل حتى قيل في حقه : كاد أن يكون مجملا مبهما . و هذا الكتاب يدرس في مدارسنا و جامعاتنا فشرحه المصنف البازي شرحًا مبسوطا و سهل فهمه للعلماء و الطلبة .

٣ - التعليقات على سلّم العلوم .

٤ - التعليقات على شرح مير زاهد على ملاّ جلال .

٥ - الثمرات الإلهاميّة لاختلاف أهل المنطق و العربية في أن حكم الشرطية هل هو بين المقدم والتالي أو هو في التالي . بيّن المصنف البازي ثمرات و نتائج اختلاف الفريقين المذكورين في محل القضية الشرطية هل هوفيما بين الشرط و الجزاء أو في الجزاء فقط و فرع على ذلك غير واحد من أدقّ مسائل الحنفية و الشافعية و غير ذلك من الأسرار و هو كتاب عويص لا يفهمه إلّا الآحاد من أكابر الفن و لا نظير له .

٦ - شرح مبحث الوجود الرابطي من كتاب حمد الله (باللغة العربية) .

٧ - شرح بحث الوجود الرابطي من كتاب حمد الله (بلغة الأردو) .

٨ - التحقيقات العلميّة في نفي الاختلاف في محلّ نسبة القضيّة الشرطية بين علماء المنطق وعلماء العربية . هذا كتاب لانظير له عويص لايفهمه إلّا بعض الأفاضل الماهرين في المعقول و المنقول حقق فيه المصنّف البازي أن هذا الاختلاف وإن كان مشهورًا مسلّما لكن الحق أنه لا خلاف بين هاتين الطائفتين وأن محل النسبة إنما هو بين الشرط و الجزاء عند كلا الفريقين أهل المنطق و أهل العربية و أيّد المصنف مدعاه هذا بإيراد حوالات كتب النحو و ذكر أقوال أئمة النحو و حقق ما لا يقدر عليه إلّا مَن كان ذامطالعة وسيعة جدًّا .

في الطبعيات و الإلٰهيات من الفلسفة

١ - تعليقات على كتاب صدرا شرح هداية الحكمة للعلامة الصدر الشيرازي .

٢ - تعليقات على كتاب مير زاهد شرح الأمور العامة .

في علم الفلك القديم اليوناني البطليموسي

١ - شرح التصريح على التشريح . هذا شرح جامع مبسوط لكتاب التصريح المشهور المتداول في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان و غيرها .

٢ - التعليقات على شرح الجغميني . هذه التعليقات جامعة لمسائل علم الفلك القديم مع ذكر مسائل الفلك الحديث بالاختصار . و كتاب شرح الجغميني متداول في دروس مدارسنا .

٣ - نيل البصيرة في نسبة سُبع عرض الشعيرة . فصّل المصنف البازي رحمه الله تعالى في هذا الكتاب العجيب مسائل مشكلة ومباحث مغلقة منها أن الجبال هل تضر في الكروية الحسية للأرض أم لا ، بحث فيه المصنف على تعيين أعظم الجبال ارتفاعًا في الزمان الحاضر و في العهد القديم ثم بيّن نسبة أعظم الجبال ارتفاعًا إلى قطر الأرض بيانًا شافيًا .

٤ - كتاب أبعاد السيّارات و الثوابت و أحجامهنّ حسبما اقتضاه علم الفلك القديم البطليموسي .

٥ - كتاب وجوه تقسيم الفلاسفة للدائرة ٣٦٠ جزء قد أجمع الفلاسفة منذ أقدم الأعصار على تقسيم الدائرة إلى ثلاثمائة و ستين درجة ولا يدري الفضلاء فضلاً عن الطلبة تفصيل وجوه ذلك . فذكر المصنف البازي في هذا الكتاب الذي هو نظير نفسه وجوهًا كثيرة غريبة بديعة قد شرح الله تعالى لها صدره و تفرد بها حيث لم يخطر إلى الآن هذه الوجوه على قلب أحد من

العلماء .

في علم الفلك الحديث الكوبرنيكسي

١ - الهيئة الكبرى . كتاب كبير مفصّل .

٢ - سماء الفكرى شرح الهيئة الكبرى . هذا شرح لطيف مفيد جدًّا صنف المصنّف الروحاني البازي رحمه الله هذا المتن الهيئة الكبرى بإشارة جمع من أكابر العلماء و أماثل الفضلاء ثم شرحه أيضًا بطلبهم و إشارتهم .

٣ - الشرح الكبير للهيئة الكبرى .

٤ - كتاب الهيئة الكبيرة . كتاب كبير جامع لمسائل الفن لا نظير له .

٥ - أين محلّ السماوات السبع . هذا كتاب نفيس مُهِمّ لم يصنّف أحد قبل هذا في هذا الموضوع . صنّفه المصنّف البازي لدفع مطاعن المتنوّرين و الفجرة حيث زعموا أن بنيان الإسلام صار متزلزلا و قصره أصبح خاويًا ، إذ بطلت عقيدة السماوات السبع القرآنية لأجل إطلاق السفن الفضائية و الصواريخ إلى القمر و إلى الزهرة وغير ذلك من السيارات فدمغ المصنف في هذا الكتاب العظيم مطاعنهم بأدلة مقنعة و أثبت أن هذه الأسفار الفضائية تؤيد الإسلام و أصوله و أنها لا تصادم السماوات القرآنية .

٦ - هل للسموات أبواب (باللغة العربي) .

٧ - هل للسموات أبواب (بلغة الأردو) .

٨ - هل الكواكب و النجوم متحركة بذاتها (باللغة العربي) .

٩ - هل للنجوم حركة ذاتية (بلغة الأردو) .

١٠ - كتاب السدم و المجرات و ميلاد النجوم و السيارات (باللغة العربي) .

١١ - هل السماء و الفلك مترادفان (باللغة العربي) .

١٢ - السماء غير الفلك شرعًا (بلغة الأردو) . حقق المصنف في هذين الكتابين اللطيفين البديعين أن السماء تغاير الفلك شرعًا و أن السماء فوق الفلك و أن النجوم واقعة في أفلاك لا في أثخان السماوات . واستدلّ في ذلك بنصوص إسلامية كثيرة و بأقوال كبار علماء علم الفلك الجديد وبأقوال أئمة الإسلام .

١٣ - عمر العالم و قيام القيامة عند علماء الفلك و علماء الإسلام (بلغة الأردو) .

١٤ - الفلكيّات الجديدة . من عجائب كتب الفن كتاب جامع لأصول هذا الفنّ لانظير له ولكونه جامعًا متفردًا في موضوعه وأسلوب بيانه قرره علماء دولتنا في نصاب كتب المدارس والجامعات وجعلوا تدريسه لازمًا في جميع الجامعات و المدارس .

١٥ - كتاب أسرار تقرر الشهور و السنين القمرية في الإسلام .

١٦ - كتاب شرح حديث " أن النبي عليه الصلاة والسلام كان يصلي العشاء لسقوط القمر لليلة ثالثة " .

١٧ - التقاويم المختلفة و تواريخها و أحوال مباديها و تفاصيل ذلك .

١٨ - أين مواقع النجوم هل هي في أثخان السموات أو تحتهن عند علماء الإسلام و عند أصحاب الفلسفة الجديدة .

١٩ - قدرالمدّة من الفجر إلى طلوع الشمس . هذا كتاب دقيق لايفهمه إلّا المهرة . ألّفه المصنّف عند تحكيم أكابر العلماء إيّاه في هذه المسئلة الكثيرة الاختلاف وقد اختلف العلماء والعوام في هذه المسألة كثيرًا حتى أفضى الأمر إلى الجدال و القتال و ذلك إلى عدة سنين فجعلوا المصنف البازي حكمًا و التمسوا منه أن يحقق الحق و الصواب فكتب المصنف هذا الكتاب و أوضح فيه الحسابات الدقيقة لسير الشمس فاستحسن العلماء هذا الكتاب جدًّا و اعتقدوا صحة ما فيه و عملوا على وفق ما حقق المصنف و ارتفع النزاع و اضمحل الباطل .

٢٠ - هل السماوات القرآنية أجسام صلبة أو هي عبارة عن طبقات فضائيّة غير مجسمة . هذا كتاب مهم و بديع جدًّا .

٢١ - هل الأرض متحرّكة ؟ هذا كتاب مفيد جدًّا جمع فيه المصنف البازي أقوال علماء الإسلام وآراء الفلاسفة من القدماء و المحدثين مما يتعلق بهذا الموضوع .

٢٢ - كتاب عيد الفطر و سير القمر . فيه أبحاث جديدة مفيدة مهمة مثل بحث المطالع و تقدم عيد مكة على عيد باكستان بيوم أو يومين . كتبها المصنف البازي رحمه الله دمغًا لمطاعن المتنورين الملحدين على علماء الدين بأنهم لا يعرفون العلوم الجديدة .

٢٣ - القمر في الإسلام و الهيئة الجديدة و القديمة .

٢٤ - قصة النجوم . هو كتاب ضخم .

٢٥ - كتاب الهيئة الحديثة . كتاب كبير جامع للمسائل و الأبحاث . أوّل كتاب ألّف باللغة العربية في هذا الفن في ديار الهند و إيران و أفغانستان و باكستان وغيرها و مع هذا هو أوّل كتاب

صنّفه المصنّف البازي رحمه الله تعالى في هذا الفنّ .

٢٦ - شرح الهيئة الحديثة (بلغة الأردو) .

٢٧ - الهيئة الوُسطى (باللغة العربي) .

٢٨ - النجوم النُشطى شرح الهيئة الوسطى (بلغة الأردو) .

٢٩ - الهيئة الصغرى (باللغة العربي) .

٣٠ - مدارالبشرى شرح الهيئة الصغرى (بلغة الأردو) .

٣١ - ميزان الهيئة .

في الموضوعات المتفرّقة

١ - كتاب أسرار الإسراء إلى بيت المقدس قبل العروج إلى السماء . هذا كتاب لطيف جامع لكثير من الحكم و الأسرار في الإسراء إلى بيت المقدس .

٢ - الخواصّ العلميّة للاسمين محمد و أحمد اسمي نبيّنا صلى الله عليه وسلم .

٣ - كتاب الحكمة في حفظ الله الكعبة من أصحاب الفيل دون غيرهم . ذكر المصنف البازي رحمه الله تعالى في هذا الكتاب الصغير أسرارًا و حكمًا مخفية في حفظ الله تعالى بيت الله من أصحاب الفيل دون غيرهم من أصحاب الحجّاج الظالم ومن الملاحدة الباطنية . و هذه الأسرار لا توجد في الكتب . صنفه البازي باقتراح بعض أكابر العلماء .

٤ - كتاب الحكايات الحكميّة .

٥ - فردوس الفوائد . كتاب كبير في عدة مجلدات .

فتح اللہ

بخصوص الاسم اللہ

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و أعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

علم و درایت کے جہاں میں روشنی کا ایک جگمگاتا مینار

بزبانِ عربی یہ گراں مایہ اور عدیم النظیر کتاب معبود حقیقی کے اسم ذاتی یعنی لفظ ”اللہ“ کے ساڑھے سات سو سے زائد عجیب ولطیف علمی اسرار ورموز اور حقائق ومعارف پر حاوی ہے جن کے مطالعے سے اللہ تعالی کی ذات کی عظمت و ہیبت کا احساس اور اس کے عَلَم کی جامعیت دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے۔

ایک ایسا موضوع جس پر آج تک کسی نے قلم نہیں اٹھایا

اس معرکۃ الآراء ومحیر العقول کتاب کو دیکھ کر مکہ مکرمہ کے بعض اولیاء اللہ و اہل کشف فرمانے لگے کہ یہ عظیم القدر کتاب اللہ تعالی کے خصوصی فضل و کرم اور الہام سے لکھی گئی ہے اور اگر دو ہزار علماء کبار بھی جمع ہو جائیں تو ایسی بصیرت افروز و دقیق کتاب نہیں لکھ سکتے۔

فتح العلیم

بحلّ إشکال التّشبیه العظیم

فی حدیث "کما صلّیت علٰی إبراہیم"

لإمام المحدّثین نجمِ المفسّرین زبدۃِ المحقّقین
العلّامۃ الشّیخ مولانا محمّد موسیٰ الرّوحانی البازی
رحمہ اللہ تعالیٰ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السّلام

الہامی علوم کا درخشندہ وجگمگا تا سرمایہ

درودِ ابراہیمی میں "کما صلیت علٰی ابراھیم" کے الفاظ میں دی گئی تشبیہ میں یہ مغلق اشکال ہے کہ حسب قانون مشبہ بہ افضل ہوتا ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام خاتم النّبیین ﷺ سے افضل ہیں۔ بہت سے قدیم ومشہور مناظروں میں غیر مسلمین، مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے تھے۔ اس کتاب میں بزبان عربی اس اشکال کے تقریباً ایک سو نوے (۱۹۰) محقق، دقیق، الہامی جوابات مؤلف نے ذکر کیے ہیں۔ اس کتاب کو دیکھ کر جامعہ ازہر (مصر) کے شیخ اکبر جناب عبدالحلیم محمودؒ ورطۂ حیرت میں پڑ گئے اور فرمایا "اولادِ آدم میں ہم نے آج تک کسی علمی یا فنی مسئلے کے اس قدر کثیر جوابات دیکھے ہیں اور نہ سنے ہیں"۔

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

الکنز الاعظم

فی

تعیین الاسم الاعظم

تصنیف

محدثِ اعظم، مفتیِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و أعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

انتہائی گراں مایہ اور فقید المثال علمی خزانہ

- اسم اعظم سے کیا مراد ہے؟
- کیا واقعی اسم اعظم کے ذریعے ہر دعا قبول ہو جاتی ہے؟
- رسول اللہ ﷺ نے اسم اعظم کو جاننے کے باوجود مشکل ترین حالات میں بھی اس کے ذریعے دعا کیوں نہ مانگی؟
- اولیاء کرام بھی اسم اعظم جانتے ہیں یا نہیں؟
- ہر مسلمان اسم اعظم جاننے کا مشتاق ہے۔ کتاب ہذا میں بزبانِ عربی اِن تمام سوالات کے جوابات کے علاوہ اسم اعظم کے بارے میں وارد ہونے والی تمام احادیث و روایات مذکور ہیں۔ نیز اسم اعظم کے بارے میں علماء کرام، ائمۂ عظام اور بزرگانِ دین کی کتب میں موجود تمام اقوال کو ذکر کیا گیا ہے۔ ان اقوال کی تعداد تریسٹھ (۶۳) تک پہنچتی ہے۔
- مزید براں اس شاہکار کتاب میں امتِ محمدیّہ اور سابقہ امتوں کے بزرگوں کے ساتھ اسم اعظم کے سلسلے میں پیش آنے والے بہت سے عجیب و غریب، حیران کن اور ایمان افروز واقعات بھی درج کیے گئے ہیں۔

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

بُغیۃ الکامل السامی

شرح

المحصول الحاصل للجامی

مع حاشیتہ

الطریق العادل إلیٰ بُغیۃ الکامل

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
طیب اللہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

محدث اعظم حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پہلی تصنیف جو کہ علم نحو کی مشہور و معروف کتاب شرح جامی کی مشکل ترین بحث "حاصل محصول" کی محقق، بسیط اور سہل شرح ہے۔

علم نحو کا عظیم الشان اور گرانقدر سرمایہ

اس کتاب کی جامعیت وعلمیت کا اندازہ حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کے ان الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آج تک اسم وفعل وحرف سے متعلق اس قدر جامع ومکمل تحقیقات عرب وعجم کی کسی کتاب میں نہیں دیکھیں۔ اس کتاب نے میرے علم میں بے انتہا اضافہ کیا"۔ نظر ثانی کے بعد مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں مزید علمی دقائق وقیمتی ابحاث کا اضافہ کیا ہے جس سے اس کتاب کی ضخامت دوگنی ہوکر تقریباً پانچ صد صفحات تک پہنچ گئی ہے۔

فتح الصمد

بنظم

اسماء الاسد

المعروف بلقب

نظم الفقير الروحانی فی رثاء الشیخ عبد الحق الحقانی

علماء، فضلاء اور ادب عربی کے شائقین کیلئے نابغۂ روزگار سرمایہ

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، سراج العلماء، امام الاولیاء، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تصنیف کردہ معرکۃ الآراء عربی مرثیہ جسے دیکھ کر علماءِ عرب بھی ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ ایک ایسا قصیدہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس بے نظیر و بے مثال قصیدہ میں عربی زبان میں شیر کے چھ سو ۶۰۰ سے زائد اسماء کو جمع کر کے تقریباً دو سو ۲۰۰ اشعار کی صورت میں منظوم کیا گیا ہے جس سے نہ صرف عربی زبان کی وسعت اور خصائص و فضائل کا پتہ چلتا ہے بلکہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی وسعت و عربی زبان میں مہارت تامہ کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ قصیدہ اپنے استاد شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کی رثاء میں تحریر فرمایا۔ تعمیم فائدہ و تسہیلِ فہم کیلئے مصنفؒ نے قصیدے کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے اور حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں۔

النَّهجُ السَّهل

إلى

مَباحِثِ الأَلِ وَالأَهل

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ ثراہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

انتہائی جامع، محقق اور عظیم الشان علمی خزانہ

- بزبان عربی تقریباً چار صد صفحات پر مشتمل عجیب و بدیع کتاب۔
- لفظ "آل" و "اہل" سے متعلق انتہائی جامع اور کامل ابحاث۔
- "آل" و "اہل" کے درمیان ۳۸ لطیف و دقیق فروق کی تشریح و توضیح۔
- "آل نبی" سے کون لوگ مراد ہیں؟
- آل نبی کے مصداق میں ائمۂ اسلام کے ۱۵ اقوال کی تفصیل۔
- اہل تشیع کے متعدد پیچیدہ اعتراضات کے دقیق جوابات۔
- جدید علمی مباحث و فنی دقائق جو دیگر کتب سلف و خلف میں نہ ملیں گے۔
- مزید برآں آج تک اسلاف کی تمام کتابوں میں لفظ "آل" کے صرف دو مآخذ مذکور ہیں مگر اس کتاب میں لفظ "آل" کے ۱۷ عجیب و غریب مآخذ کی توضیح مع ادلہ ہے جو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے علمی مرتبے کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔

النجم السعد

فی مباحث

أما بعد

ایک مختصر لفظ یعنی " أما بعد " پر محدث اعظم ، فقیہ افہم ، امام العصر ، حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ کی تحریر کردہ ایک عظیم اور منفرد کتاب۔

بلند علمی ذوق رکھنے والوں کیلئے ایک منفرد، شاہکار اور گراں قدر علمی ذخیرہ

کتاب میں شامل چند اہم مباحث کی تفصیل۔

- " أما بعد " کا شرعی حکم کیا ہے ؟
- سب سے پہلے لفظ " أما بعد " کس نے استعمال کیا ؟
- " أما بعد " کن مواقع میں ذکر کیا جاتا ہے ؟
- " أما بعد " کی اصل کیا ہے اور اس کا کیا معنی ہے ؟
- " أما بعد " سے متعلق تمام ابحاث و تحقیقات۔
- نیز کتابِ ہذا میں حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ تعالی نے لفظ " أما بعد " کی نحوی ترکیب میں تیرہ لاکھ انتالیس ہزار سات سو چالیس (۱۳۳۹۷۴۰) وجوہ اعراب ذکر کی ہیں اور ان کی تشریح کی ہے۔ ایک مختصر سے لفظ کی اس قدر نحوی تراکیب پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور انسان بے اختیار عربی زبان کو سید الألسنہ اور مصنف رح کو سید المصنّفین کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔
- مزید براں اس کتاب میں بہت سی ایسی دقیق ابحاث، علمی مسائل اور فنی غرائب کی تفصیل ہے جن کے حصول کیلئے علمی ذوق و شوق رکھنے والے حضرات بیتاب رہتے ہیں۔

رِیاضُ السُّنَن

شَرحُ السُّنَن لِلإمام التِّرمذِی رحمہ اللہ

مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت

حضرت مولانا محمّد موسیٰ رُوحانی بازی

طیّب اللہ آثارہٗ و أعلیٰ درجاتہٖ فی دار السّلام

سنن ترمذی کی بزبانِ اردو عظیم الشان شرح

محدث اعظم حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالی کی تصنیفِ لطیف ۔ عرصہ دراز سے علماء وخواص اس کتاب کی اشاعت کا مطالبہ کررہے تھے۔علم وحکمت کے بے بہا موتیوں سے لبریز ایک عظیم علمی شاہکار۔ اب تک صرف جلد ثانی زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔

البرکات المکیۃ
فی
الصلوات النبویۃ

امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ
کی تصنیف کردہ انتہائی مبارک اور پر تاثیر کتاب۔

وظائف پڑھنے والوں کیلئے بیش بہا اور نادر خزانہ

حیرت انگیز تاثیر کی حامل درود شریف کی عجیب و غریب کتاب جو عوام و خواص میں بے انتہاء مقبول ہے۔ اس کتاب میں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے آٹھ سو ۸۰۰ سے زائد اسماء کو احادیث کی مستند کتب سے انتہائی تحقیق کے بعد درود شریف کی شکل میں یکجا کیا ہے۔
کتاب کی ابتداء میں درود شریف کے فضائل اور کتاب پڑھنے کا طریقہ تفصیلاً درج ہے۔
حضرت محدث اعظمؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بیشمار لوگوں نے بتلایا ہے کہ اس کتاب کے گھر میں پہنچتے ہی انہوں نے قلیل مدت میں اس کتاب کے عجیب و واضح فوائد محسوس کیے اور ان کی تمام مشکلات حل ہوئیں۔ وفات کے بعد ان کے ایک شاگرد نے خواب میں دیکھا کہ روضۂ رسول ﷺ کی جالی کا دروازہ کھلا اور اندر سے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی انتہائی خوشی کی حالت میں مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ شاگرد نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ استاذی آپ کی قبر مبارک سے جنت کی خوشبو آرہی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو حضرت محدث اعظم رحمہ اللہ تعالی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میری کتاب "برکاتِ مکیہ" کو بارگاہ نبوی ﷺ میں شرفِ قبولیت حاصل ہوا ہے اسی لئے میری قبر سے جنتی خوشبو آرہی ہے۔

گلستانِ قناعت

مسمّٰی بہ

جنّۃُ القناعۃ

محدثِ اعظم، مفسر کبیر، شیخ المشائخ، ترمذیٔ وقت
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک انتہائی مفید و محقق تصنیف

قناعت سے متعلق آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ مرفوعہ و موقوفہ، اقوالِ صالحین، مواعظِ عارفین، حکایاتِ متقین، کراماتِ اولیاء اور واقعاتِ ائمۂ کرام کا نہایت مفید، روح پرور اور ایمان افروز ذخیرہ و گنجینہ

تقریباً چھ صد صفحات پر مشتمل ایک انتہائی عجیب و بدیع کتاب جو علمی تحقیقات کے ساتھ ساتھ اصلاحی، تبلیغی، اخلاقی مواعظ و نصائح پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب دراصل اہل علم کے ایک استفتاء کا محققانہ، واعظانہ، حکیمانہ عارفانہ مفصل جواب ہے۔ اہل علم و دانش کے ساتھ ساتھ عوام بھی اس کتاب سے پوری طرح استفادہ کر سکتے ہیں۔

کتابِ ہذا میں حرصِ دنیا، ترکِ قناعت اور حب دنیا کے تباہ کن نتائج کی تحقیق و تفصیل پیش کی گئی ہے مزید براں یہ کتاب زہد و قناعت کے علمی، اصلاحی، دنیوی و اخروی، اخلاقی، ظاہری و باطنی فوائد و برکات اور ثمرات کی ایمان افزا تفصیلات پر بھی مشتمل ہے۔ تکمیلِ افادہ کی خاطر کثرت سے مفید و رقت انگیز اشعار بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

فلکیاتِ جدیدہ
و
سیر القمر و عید الفطر

تصنیف محدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ رُوحانی بازی
طیب اللہ آثارہٗ و أعلےٰ درجاتہٖ فی دار السّلام

علم فلکیات پر اردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

ستارے کیسے وجود میں آئے؟ سیارے اور ستارے میں کیا فرق ہے؟ ستاروں کی تعداد کتنی ہے؟ نظام شمسی کی پیدائش کیسے ہوئی؟ سیاروں کی دائمی گردش کا راز کیا ہے؟ کیا سماء اور فلک ایک شے ہیں؟ کیا ستارے آسمانوں میں پھنسے ہوئے ہیں یا ان سے نیچے ہیں؟ تقویم کسے کہتے ہیں؟ ہیئت کے بارے میں قدیم نظریات کیا ہیں؟ ہیئت جدیدہ کے اہم نظریات کون کونسے ہیں؟ کرہ ہوائی سے کیا مراد ہے؟ زیریں سرخ، بالائے بنفشی، لاسلکی اور ریڈیائی شعاعوں میں کیا فرق ہے؟ ہمیں آواز کیسے سنائی دیتی ہے؟ فضا ہمیں نیلگوں کیوں دکھائی دیتی ہے؟ کیا قرآن اور ہیئت جدیدہ کے نظریات میں کوئی اختلاف ہے؟ سال کے مختلف موسموں میں شب و روز کی لمبائی کیوں بدلتی ہے؟ کیا براعظم سرک رہے ہیں؟ سورج گرہن اور چاند گرہن کیوں ہوتا ہے؟ کائنات کتنی وسیع ہے؟ کائنات کی ابتداء کیسے ہوئی اور اسکی عمر کتنی ہے؟ علم ہیئت میں مسلمان سائینسدانوں نے کیا کارنامے سرانجام دیئے؟ قدیم مسلمان سائینسدانوں کی تحقیقات اور جدید ترین سائنسی تحقیقات میں کتنا فرق ہے؟

مندرجہ بالا موضوعات کے ساتھ ساتھ نظام شمسی کے سیارات کے حالات، چاند کی سرگزشت، آواز، روشنی کی اقسام، شب و روز، زمین کی گردش، سمت قبلہ، معجزۂ شق قمر، عناصر کا بیان، ہفتے کی تقرری کی وجوہات، براعظموں کا بیان، آسمانی بجلی کی تفصیل، زمین کی گردش، عرض بلد و طول بلد وغیرہ کے بارے میں مفصل ابواب ہیں۔ کتاب ہذا کے دوسرے حصے میں عید الفطر اور ہلال عید کے بارے میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ جدید طباعت میں بیشمار قیمتی تصاویر کے علاوہ اسی (۸۰) سے زائد آرٹ پیپر کے صفحات پر رنگین و نادر تصاویر بھی شامل ہیں۔

لطائف البال

في

الفروق بين الأهل والآل

تصنیف محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

لفظ ''آل'' اور ''اہل'' کے درمیان فروق پر مشتمل مختصر کتاب۔ کتب اسلامیہ عربیہ میں لفظ ''آل'' اور لفظ ''اہل'' نہایت کثیر الاستعمال ہیں۔ ان دونوں لفظوں میں حضرت محدث اعظم مختلف دقیق فروق کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ مدرّسین حضرات اور طلباء کیلئے نہایت قیمتی تحفہ۔

کتاب

الأربعين البازية

تصنیف محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

حضرت محدث اعظم رحمہ اللہ تعالی کی منتخب کردہ
نہایت قیمتی چالیس احادیث کا مجموعہ۔

نیل البصیرۃ

فی

نسبۃ سبع عرض الشعیرۃ

لإمام المحدثین نجم المفسرین زبدۃ المحققین

العلامۃ الشیخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

علماء وطلباء کے لئے نہایت مفید علمی خزانہ

ہیئت قدیم میں لکھی جانے والی یہ کتاب دراصل تصریح و شرح چغمینی کے ایک مشکل مقام کی شرح وتوضیح ہے۔عربی زبان میں لکھی جانے والی یہ کتاب بہت سے ایسے قیمتی، علمی نکات پر مشتمل ہے جو اہل علم کے لئے نہایت گرانقدر سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

الهیئۃ الکبریٰ

مع شرحہا

سماء الفکریٰ

کلاھما للإمام المحدّثین نجم المفسّرین زبدۃ المحقّقین

العلّامۃ الشّیخ مولانا **محمّد موسیٰ** الرّوحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیّب آثارہ

جدید ہیئت کے مسائل و مباحث کا عظیم خزانہ و جامع فتاویٰ

مدارس دینیہ کی سب سے بڑی تنظیم وفاق المدارس العربیہ کے اراکین علماء کبار کی فرمائش پر حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے بزبان عربی دو جلدوں میں یہ ضخیم کتاب تالیف کی جس کے ساتھ نہایت مفصل اردو شرح بھی ہے جس کی وجہ سے اردو خواں حضرات بھی اس سے مکمل استفادہ کر سکتے ہیں۔ جدید ترین تحقیقات و آراء پر مشتمل یہ بے مثال کتاب جدید ہیئت کے مسائل و مباحث کا عظیم خزانہ و جامع فتاوی ہے۔ کتاب کے آخر میں علم ہیئت کی اصطلاحات کا نہایت اہم و مفید رسالہ بھی ہے۔ پس ہیئت کبریٰ دراصل تین نادر کتابوں کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب بہت سی قیمتی اور نایاب تصاویر پر مشتمل ہے۔

الهيئة الوسطى

مع شرحها

النجوم النشطى

مصور سر

كلاهما للإمام المحدثين نجم المفسرين زبدة المحققين

العلامة الشيخ مولانا محمد موسى الروحانى البازى

رحمه الله تعالى وطيب آثاره

علم فلکیات کا شوق رکھنے والے حضرات کیلئے ایک درّ نایاب

یہ دوسری کتاب ہے جو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کمیٹی برائے نصاب کتب کے اراکین علماء کبار و مشائخ عظام کی فرمائش پر تصنیف کی۔ عربی متن کے ساتھ ساتھ انتہائی مفصل اردو شرح ہے جس کی وجہ سے اردو خواں طبقہ بھی اس سے مکمل فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ کتاب ایک شاہکار اور درّ نایاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کی افادیت و جامعیت کے پیش نظر پاکستان، ایران، افغانستان کے بہت سے مدارس نے اسے اپنے نصاب میں شامل کیا ہے۔ یہ کتاب بیشمار قیمتی اور نایاب رنگین و غیر رنگین تصاویر پر مشتمل ہے۔ ہیئت کبریٰ، ہیئت وسطیٰ اور ہیئت صغریٰ تینوں کتب کو سعودی حکومت نے ان کی علمیت و جامعیت کے پیش نظر بڑی تعداد میں منگوا کر علماء کرام میں تقسیم کیا ہے۔

الهیئۃ الصغریٰ

مع شرحها

مدار البشریٰ

کلاهما للإمام المحدّثین نجم المفسّرین زبدۃ المحقّقین

العلّامۃ الشیخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیّب آثارہ

علم فلکیات کی دقیق مباحث پر مشتمل ایک قیمتی کتاب

یہ تیسری کتاب ہے جو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کمیٹی برائے نصاب کتب کے اراکین علماء کبار و مشائخ عظام کی فرمائش پر تصنیف کی۔ عربی متن کے ساتھ ساتھ انتہائی مفصل اردو شرح ہے مصنف نے اس چھوٹے حجم والی کتاب میں علم ہیئت کی انتہائی کثیر اور دقیق مباحث جمع کر کے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ مؤلف کی دیگر تالیفاتِ علم ہیئت کی طرح یہ کتاب بھی جامع، محقق اور جدید مسائل فن پر حاوی ہونے کے علاوہ بہت سی قیمتی رنگین و غیر رنگین تصاویر پر مشتمل ہے۔

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

رزقِ حلال وغیبی معاشِ اَولیاء

مسمّٰی بہ

ترغیب المسلمین

فی

الرِّزقِ الحلالِ وطِعمۃ الصّالحین

تصنیف شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالی

سخت سے سخت دلوں کو موم کرنے اور نرم دلوں کو تڑپا دینے والی کتاب

مسئلۂ رزق نے انسان کو مادّیات کی اس دنیا میں پھنسا دیا ہے۔ مال و دولت اس کی زندگی کا محور بن چکے ہیں اور وہ آخرت سے کلیتًا غافل ہو چکا ہے۔ کتابِ ہٰذا میں رزقِ حلال کی تبشیر و ترغیب اور حرام مال سے تخویف و ترہیب سے متعلق آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ مبارکہ مرفوعہ و موقوفہ کی توضیح و تشریح کے علاوہ علماء کرام، محدّثینِ عظام، مفسّرینِ فخام، اَولیاءِ اعلام، سلفِ صالحین، زاہدین، عابدین، ذاکرین، صادقین، متقین، شاکرین، صابرین، قانعین، مخلصین، متوکّلین اور تارکینِ دنیا کے ایمان افروز احوال، حکیمانہ اقوال، عبرت انگیز واقعات، سبق آموز خصالِ سعیدہ و اخلاقِ حمیدہ، درد انگیز حکایات، نصیحت آمیز کرامات اور رقت خیز مواعظ کا کافی و وافر ذخیرۂ روحانیّہ و ایمانیّہ جمع کیا گیا ہے۔ رزق سے متعلق اسلاف کے عجیب و غریب اور نادر و نایاب واقعات پر مشتمل یہ واعظانہ کتاب انسان کو بے اختیار آنسو بہانے پر مجبور کر دیتی ہے۔

قصیدۂ طُوبیٰ

فی

اسماءِ اللہ الحُسنیٰ

تصنیف

مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ رُوحانی بازی
طیب اللہ آثارہٗ و أعلیٰ درجاتہٖ فی دار السلام

پریشانیوں اور مصائب میں مبتلا لوگوں کیلئے ایک عظیم تحفہ

نہایت مبارک اور بے مثال و بے نظیر قصیدہ

اس مبارک قصیدے میں اللہ جل جلالہ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ سمیت تقریباً پونے دوصد نام نظم کیے گئے ہیں۔ قصیدۂ طوبیٰ عالم اسلام کا پہلا قصیدہ ہے جس میں اللہ تعالی کے اسماء دعا کے انداز میں بزبان عربی منظوم ہیں اور عوام الناس کی آسانی کیلئے اردو ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔ عرب وعجم میں بے شمار علماء وخواص وعوام نے اس قصیدے کو تکالیف، پریشانیوں اور مصائب سے نجات، مشکلات کے حل اور قضائے حاجات کے لیے بے انتہاء مفید پایا ہے۔ قصیدۂ طوبیٰ پڑھنا شروع کیجئے چند دن میں ہی آپ خود اس کی برکات کا مشاہدہ کرلیں گے

قصیدۂ حُسنیٰ

فی

اسماءِ النبی العظمیٰ

تصنیف

محدثِ اعظم، مُفسرِ کبیر، مُصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ رُوحانی بازی
طیب اللہ آثارہٗ و أعلیٰ درجاتہٖ فی دار السلام

دنیائے اسلام میں اپنی نوعیت کا پہلا اور نہایت مبارک قصیدہ

حل مشکلات اور قضائے حاجات کیلئے بے انتہاء مفید

قصیدۂ حسنیٰ دنیائے اسلام کا پہلا قصیدہ ہے جس میں پانچ سو (500) سے زیادہ مستند اسماء النبی ﷺ دعائیہ طریقے سے بزبانِ عربی منظوم ہیں۔ تکمیل فائدہ اور آسانی کے لئے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔ یہ قصیدہ عرب و عجم میں نہایت مقبول و معروف ہے۔

حرمین شریفین (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ)، افغانستان، ایران، بنگلہ دیش، امریکہ، برطانیہ، عراق، مصر، سری لنکا، برصغیر پاک و ہند اور دیگر بہت سے ممالک میں بیشمار اولیاء اللہ و عوام اسے بطور وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ تکالیف و مشکلات کو دور کرنے اور قضائے حاجات کیلئے نہایت مؤثر، مفید اور مجرب ہے۔ قصیدۂ حسنیٰ پڑھنا شروع کرتے ہی چند ایام میں آپ اپنے ہر کام میں واضح برکات محسوس کریں گے۔

چھوٹے گناہوں اور نیکیوں کے اثرات

مسمّٰی بہ

اِستِعظَامُ الصَّغَائِر

تصنیف

محدثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ رُوحانی بازی
طیّب اللہ آثارہٗ وأعلیٰ درجاتہٖ فی دار السلام

قلب وروح کی تسکین کا سامان لئے ہوئے ایک منفرد کتاب

اندھی مادیت کے اس عہدِ زیاں کار میں گناہوں کی یلغار بڑھتی جارہی ہے جس نے دولتِ ایمان و یقین سے بہرہ مند باعمل مسلمانوں کو سخت صدمے سے دوچار کر رکھا ہے تو عام مسلمان بھی روح واحساس سے عاری اس زندگی میں شدید مایوسی اور پریشانی کا شکار ہیں۔ اس مایوسی کے عالم میں گناہوں اور نیکیوں کی حقیقت اور ان کی تاثیر سے روشناس کروانے والی یہ البیلی کتاب روشنی و ہدایت کی طرف انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔ زبان و بیان کی تاثیر لیے ہوئے یہ عجیب و منفرد کتاب جس کا لفظ لفظ اور سطر سطر دل کے دریچوں پر دستک دیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ مزید برآں اس مبارک کتاب میں امتِ محمدیہ اور گذشتہ امتوں کے بہت سے بزرگوں کے ایمان افروز واقعات بھی درج کیے گئے ہیں۔ نیز اس کتاب میں بہت سے ایسے مختصر اعمال و مختصر دعائیں بھی مذکور ہیں جن کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

رِزقِ اَولیاء کے پوشیدہ اَسباب

مسمّٰی بہ

تعلیم الرفق
فی
طلب الرزق

تصنیف

محدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ رُوحانی بازی
طیّب اللہ آثارہٗ وأعلےٰ درجاتہٖ فی دار السلام

رزقِ حلال کا میسر آنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ زمانۂ حاضر میں ہر آدمی کثرتِ مصائب اور کثرتِ حاجات کے افکار کی وجہ سے پریشان اور بے چین ہے۔ اس پریشانی اور بے چینی کی سب سے بڑی وجہ مال کی محبت وحرص ہے۔ مال کی محبت ہر برائی اور ہر گناہ کی جڑ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان حلال وحرام کی تمیز ترک کر کے ہر گناہ کے ارتکاب پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس کتاب میں رزق حلال کی ترغیب اور حرام مال کی ترہیب سے متعلق عبرت انگیز واقعات، ایمان افروز اقوال، درد انگیز حکایات اور بزرگوں کے نصیحت آمیز مواعظ کا ایمانی ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ موقع بہ موقع مفید اشعار بھی درج کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب دراصل حضرت محدث اعظم کی دو قیمتی کتب ''ترغیب المسلمین'' اور ''گلستان قناعت'' کا خلاصہ ہے۔

مبارک دعائیں

مرتب

عبدِضعیف محمد زبیر رُوحانی بازی عفا اللہ عنہ وعافاہ

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

چھوٹی اور مختصر دعاؤں کا مجموعہ جس نے ملک بھر میں مقبولیت کے نئے ریکارڈ قائم کر دیئے۔ جیبی سائز کی اس نہایت مبارک کتاب میں ایسی مختصر دعائیں جمع کی گئی ہیں جن کا ثواب و فائدہ بہت زیادہ ہے۔ جو احباب اپنے فوت ہو جانے والے عزیز و اقارب کے لیے صدقۂ جاریہ کے طور پر اس کتابچہ کو طبع کروا کر تقسیم کروانا چاہیں وہ ادارہ سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

پاکستان میں پہلی مرتبہ سی ڈیز پر منفرد علمی تحقیقی دروس

طلبۂ علومِ نبویہ ﷺ کیلئے عظیم علمی تحفہ و نعمتِ غیر مترقبہ

خود استفادہ کیجئے اور علمی احباب کو تحفہ پیش کیجئے

مدرّس

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیِ وقت

عبدِ ضعیف محمد زُہیر رُوحانی بازی عفا اللہ عنہ وعافاہ ابنِ حضرت مولانا محمد موسیٰ رُوحانی بازی

طیب اللہ ثراہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

ابواب الصرف علم صرف سیکھیے، دُنیا کا آسان ترین طریقہ	تیسیر المنطق (مکمل کتاب)	علم الصیغۃ (مکمل کتاب وخاصیات ابواب)
ھدایۃ النحو (مکمل کتاب)	نحوی ترکیب (انتہائی آسان جدید طریقہ)	مختصر القدوری (مکمل کتاب)
مرقات (مکمل کتاب)	کافیۃ (مکمل کتاب)	اصول الشاشی (مکمل کتاب)
شرح التھذیب	تفسیر القرآن (پارہ بیس تا پارہ انتیس)	دروس البلاغۃ (مکمل کتاب)
نور الانوار (مکمل کتاب)	المعلقات السبع (ابتدائی تین معلقات مکمل)	شرح الوقایۃ اخیرین (جلد اوّل مکمل، کتاب البیع تا کتاب الغصب)
الھدایۃ (جلد اوّل مکمل)	مختصر المعانی (مکمل کتاب)	السراجی فی المیراث (مکمل کتاب)

خصوصیات

- نہایت آسان وعام فہم درس جنہیں آپ شروحات کی بنسبت کئی گنا زیادہ مفید پائیں گے۔
- ریکارڈنگ نہایت صاف اور واضح۔ نیز ہر سبق کے ساتھ کتاب کا متعلقہ صفحہ نمبر درج کیا گیا ہے۔
- کتاب کھولئے، سی ڈی میں سے متعلقہ سبق چلایئے، آپ خود کو کمرۂ جماعت میں محسوس کرینگے۔

خوشخبری: اب تمام دروس www.dars-e-nizami.com سے ڈاؤنلوڈ کیجئے یا YouTube پر سنئے۔

YouTube Channel: Jamia Muhammad Musa Albazi

ابوابُ الصَّرف

علمِ صرف میں کمزور طلباء وطالبات کیلئے عظیم خوشخبری

ابتدائی طلباء کیلئے دنیا کی آسان ترین اور جامع ترین علمِ صرف

ترمذیٔ وقت
محدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر،
حضرت مولانا محمّد مُوسیٰ رُوحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ

کے انوارات وبرکات والا علمِ صرف کا انتہائی مبارک ونافع طریقہ

اب اردو ترجمہ والا ابواب الصرف کا جدید ایڈیشن بھی دستیاب ہے

مدارسِ دینیہ کے بعض طلباء عربی عبارت نہیں پڑھ سکتے، عموماً اس کی بنیادی وجہ علم صرف میں کمزوری ہوتی ہے کیونکہ علم نحو میں مہارت کیلئے علم صرف میں مہارت نہایت ضروری ہے۔ ایسے مایوس طلباء کیلئے یہ ابواب نعمتِ غیر مترقبہ ہیں۔ بڑے درجات کے طلباء صرف تین چار ماہ کے مختصر عرصے میں ان ابواب کو یاد کر کے اپنی علمی بنیاد کو خوب مضبوط کر سکتے ہیں۔

علم صرف پڑھانے والے مدرّسین حضرات کیلئے ایک عظیم علمی خزانہ

مدرّسین حضرات اپنے تلامذہ کی مضبوط علمی بنیاد بنانے کے لئے ایک مرتبہ یہ ابواب پڑھانے کا تجربہ ضرور کرلیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ صرف ایک مرتبہ کے تجربہ سے ہی وہ ان ابواب کو ہمیشہ کیلئے اپنالیں گے۔ پاکستان وبیرون ملک میں طلباء وطالبات کے جن مدارس نے بھی ان ابواب کا تجربہ کیا وہ اس کے ناقابل یقین نتائج دیکھ کر حیران رہ گئے۔

ان ابواب کو پڑھانے اور سننے کا خاص طریقہ جاننے کیلئے حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے مولانا محمد زہیر روحانی بازی حفظہ اللہ کے دروس انٹرنیٹ (یوٹیوب وغیرہ) پر موجود ہیں جن سے بآسانی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

مزید معلومات وتفصیلات کیلئے جامعہ محمد موسیٰ البازی رابطہ نمبر 0301-8749911

جامعہ محمد موسیٰ البازی برہان پورہ، عقب گورنمنٹ بوائز ہائی سکول رائے ونڈ لاہور